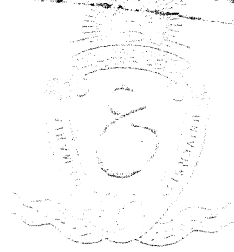



سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

# تاریخ یونان قدیم

جلد سوم

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

ترجمہ

پروفیسر محمد ہارون خاں شروانی ایم۔اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

رکن مجلس شعبۂ فنون وقانون و مجالس نصاب تاریخ و معاشیات جامعۂ عثمانیہ

رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ

ممتحن علیگڑھ مسلم یونیورسٹی و پنجاب یونیورسٹی

سنہ ۱۳۵۰ھ سنہ ۱۳۴۰ف سنہ ۱۹۳۱ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب میکملین اینڈ کمپنی کی اجازت سے جن کو
حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں ترجمہ کرکے
طبع وشائع کی گئی ہے۔

# فہرست مضامین

## تاریخ یونان قدیم جلد سوم

تمّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



# دیباچہ

(پ)

میں نے اس جلد میں تاریخ یونان کے اُس عہد کے حالات بیان کئے ہیں جس میں ہم بعض ایسے ممتاز افراد سے دوچار ہوتے ہیں جن کی تاریخی اہمیت کی بابت مورخوں میں بہت کچھ باہمی اختلاف ہے۔ میں نے جو کچھ رائے ان اشخاص کی بابت ظاہر کی ہے اُس کی بنیاد محض خیال پر ہی نہیں ہے بلکہ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ناظرین کرام کے سامنے دلائل بھی پیش کروں۔ سو دیموس تھنیس اور فیلقوس کی بابت اس قسم کی تحقیقات کی ضرورت تھی جو تاریخی اسناد پر مبنی ہو؛ جب اسناد کو پیش نظر رکھ کر میں نے دیموس تھنیس کی بابت غور کیا تو جن نتیجوں پر میں پہنچا وہ میرے بہت سے پیش رؤں کے نتائج سے مختلف تھے۔ لیکن دیموس تھنیس اور فیلقوس کے برعکس سکندر اعظم کی بابت مسئلۂ زیر بحث یہ تھا کہ تاریخ یونان میں اس کا حقیقی رتبہ کیا ہے۔ میں نے بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ ہم کو اُسے نہ صرف ایک عہد جدید کا بانی مبانی تصور کرنا چاہئے بلکہ میرے نزدیک اُس نے اُن تمام امیدوں کو پورا کر دکھایا جو زمانۂ دراز سے ہر ممتاز یونانی کے دل میں موجزن تھیں۔ اس کے ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق وہ حقیقی معنی میں یونانی تھا۔ اس قسم کی آراء کا اظہار کرنے سے میں نے اپنے نزدیک انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا ہے۔

## دیباچہ

جہاں تک اس جلد کے موضوع کا تعلق ہے میں نے اس سے پہلی دو جلدوں کی طرح اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ پڑھنے والے کو یونانیوں کی عادات خصوصی کا علم ہو جائے۔ اس کے لئے اُس مخصوص مطالعے سے بھی مدد لی گئی ہے جو علمائے یونانیات نے زندگی کے مختلف شعبوں کا کیا ہے، مثلاً پہلی اور دوسری جلدوں کی طرح میں نے اس جلد میں بھی علم مسکوکیات سے مدد لینے سے گریز نہیں کی۔ یہ ظاہر کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان اس قسم کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اُس کیلئے ہر ایک امر کی تفصیلی معلومات کو ایک خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ انسان ان تفصیلات میں پڑکر بالکل گم ہو جاتا ہے اور اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ قدیمیات کی بھول بھلیّوں میں پہنچ کر خود تاریخی قدامت کا تخیّل ہی حذف ہو جاتا ہے۔ اسی دشواری سے بچنے کے لئے میں نے ہمیشہ ممتاز اور نمایاں واقعات پر زور دیا ہے۔ اس جلد کے اختتام پر میں نے یونانی قانون عامہ کی بابت چند یادداشتیں مدوّن کی ہیں جن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جس طرح تاریخ روما کے اس شعبے میں اس قدر چمک دمک کے ساتھ آگے کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے اسی طرح یونانی قوانین کے متعلق بھی تحقیقات کا دروازہ کھول دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسوقت تک جس قدر بھی تحقیقات یونانی مملکتوں کی تنظیم کی بابت کی گئی ہے وہ اُس مطالعے کا عشر عشیر بھی نہیں جو مختلف ریاستوں کے عام حالات کے متعلق کیا گیا ہے۔

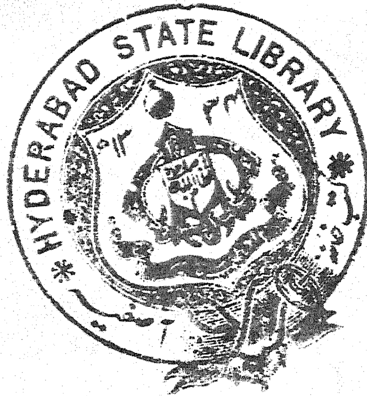
اس سے پیشتر کی جلدوں کی طرح اس میں بھی بہت سی غلطیاں اور محذوفات ملیں گے۔ دوسری جلد کے شائع ہونے پر اُس کی جو تنقید کی گئی اُس سے میں نے تیسری جلد کی تیاری میں فائدہ اُٹھایا ہے۔ آخر میں جن بزرگواروں نے اپنے بیش بہا انتقاد میں اپنے مفہوم کو لطف آمیز الفاظ میں ادا کیا ہے ان کا میں بدل ممنون ہوں۔

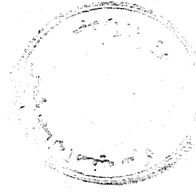
ب

---

# انگریزی مترجموں کی یادداشت

انگریزی کے مترجم جناب مولف کے تہ دل سے ممنون ہیں کہ انھوں نے کتاب کے چند واقعات کی تصحیح کی ہے، اور بعض امور کی تفصیل میں کچھ اضافے بھی کئے ہیں جنھیں مترجموں نے ترجمے میں شامل کرلیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ فریڈرک کلارک صاحب کا بھی (جو جامعۂ اکسفرڈ میں کسی وقت "شیلدی" وظیفہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تھے) شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ترجمے پر نظر غائر ڈالی ہے اور اس کے ساتھ پروف کی تصحیح بھی کی ہے۔





# باب اوّل

## اسپارٹا کی سیادت، کورش اور دس ہزار، جنگ اسپارٹا وایران، اگے سی لاؤس کا ورود ایشیا میں

## سنہ ۴۰۳ ق م لغایت سنہ ۳۹۵ ق م

ہم نے اس کتاب کی دوسری جلد میں ایتھنز کی تاریخ کو اُس مقام تک بیان کیا تھا جب اُس نے اسپارٹا اور عدیدی گروہ کا جوا اپنے کندھوں پر سے اتار کر پھینک دیا۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ جس شہر نے جنگ پیلوپونیز میں اس قدر نمایاں کامیابی حاصل کی تھی وہ اپنے اختیارات واقتدارات کو ایک وسیع تر دائرے میں کس طرح کام میں لایا۔

اگر ہم اسپارٹا کی حکمت عملی پر غور کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُس نے صرف فتح کے ثمرات حاصل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُس نے اس حد سے تجاوز کر کے اپنے حلیفوں پر ظلم وستم ڈھانے کا شیوہ بھی اختیار کر لیا۔ اسپارٹا کو کورنتھ یا تھبز کے اقتدار میں کسی قسم کا اضافہ گوارا نہ تھا خواہ یہ اضافہ خاص ارض یونان میں ہو یا نوآبادیوں میں، چنانچہ سنہ ۴۰۳ جیسے بعد زمانے ہی سے تھبزیوں اور کورنتھیوں دونوں نے اسپارٹا کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اس طرز عمل کی ابتدا کا الزام لیسانڈر کے سر

باب ۱

رکھنا پڑیگا، اس لئے کہ نہ صرف وہی اسپارٹا کی فتح کا اصلی باعث تھا بلکہ اُس کی درخشاں کامیابی کے بعد وہی اُس کے طرزِ عمل کی ساخت و پرداخت کی گویا روحِ رواں تھا۔[۱] ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں کہ لیساندر نے اُن مقامات پر جنھیں ایتھنز سے فتح کیا گیا تھا، دس دس اراکین کی عاملانہ جماعتیں قائم کی تھیں جن کا فرضِ اولیں یہ تھا کہ لیساندر کے احکام کا اتباع کریں اور اسپارٹا کے مفاد کو مدِ نظر رکھیں۔ اُن کی پشت پناہی کے لئے تقریباً ہر ایک مفتوحہ شہر میں ایک ایک اسپارٹی دستہ بھی مقرر کر دیا گیا تھا جو ایک ایک ہارموسٹ کے زیرِ کمان تھا۔ ان کی حکومت اُنھیں اصول پر مبنی تھی جو ایتھنز کے تیس "خودسروں" کی تھی، اور اُنھیں کی طرح لوگوں کو ان سے بھی بہت جلد نفرت پیدا ہو گئی۔ اس احساسِ تنفر کا اثر ابتدا میں صرف لیساندر کی شخصیت پر پڑا، لیکن رفتہ رفتہ مملکتِ اسپارٹا بھی اُس کی زد میں آ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ خود اُس کے ہم وطن اُس کے رسوخ اور اُس کی عظمت کے باعث سے اُس سے حسد کرنے لگے، لیکن جب لیساندر کا بالآخر زوال ہوا اور حکومت کی باگ خود اُس کے حاسدوں کے ہاتھ میں آئی تو اُنھوں نے بھی اپنی حکومت کے بجنسہٖ وہی طریقے اختیار کئے جو خود لیساندر نے اختیار کئے تھے۔ وہ یہ نہیں بھولے کہ اُس کا اتنا اعزاز و احترام کیا گیا تھا جتنا صرف معبودوں کا ہونا چاہیئے، اور جزیرہ ساموس میں اُس نے جو جدیدی حکومت قائم کی تھی اُس نے تو اس حد تک کیا کہ ایک تہوار کا نام جو ہیرا دیبی کے اعزاز میں ہوا کرتا تھا، نام بدل کر

[۱] اسپارٹیوں کی بے انصافانہ حکومت، زینوفون ۳، ۵، ۱۱ وغیرہ۔ مقابلہ کیا جائے اسی تاریخ کی جلد ۲۔ باب ۳۰ کے آخری فقروں کا۔

لیساندر کے لئے پلوٹارک: "لیساندر" ۸ تا ۲۲۔ جب یہ ملطیہ میں تھا تو اُس نے وہاں کے باشندوں سے یہ حلفی وعدہ کیا کہ عموم کے آٹھ سو رہبروں کی جان بخشی کروں گا، لیکن جب یہ رہبر اسکے قول پر اعتبار کر کے اپنے چھپنے کی جگہ سے نکل آئے تو اُس نے اُنھیں گرفتار کر کے جدیدیوں کے حوالے کر دیا جنھوں نے اُنھیں فوراً قتل کر دیا۔ لیساندر اور فرنابازو کا قصہ، پلوٹارک: لیساندر ۲۰۔ گروٹ (۵ (۲)، ۱۴۹) ثابت کرتا ہے کہ پلوٹارک کی یہ رائے ("لیساندر" ۲۱) کہ لیساندر پہلے لیبیا گیا اور وہاں سے ایشیا آیا صحیح نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ اُس کے پاس کافی وقت نہیں تھا۔

باب ۱

اُسے لیساندر کے نام پر موسوم کردیا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُس باضابطہ دربار کی طرف جو ساموس میں لگا رہتا تھا، اور جو اُن شعرا کی جانب (مثلاً رزمیہ شاعر خوئے ریلوس) جو اُس کی مدح وثنا کے طومار باندھتے تھے، اس قدر التفات نہیں کیا گیا۔ اسپارٹی حکام کا خیال تھا کہ اُس میں اور پوسانیاس جیسے شخص میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا، چنانچہ اُن کا اُس کے خلاف متفق اور کمربستہ ہو جانا کوئی بعید از قیاس امر نہیں سِسْتوس میں جو اُس نے ایک فوجی نوآبادی قائم کی تھی اُس کا خاتمہ کردیا گیا، اُس کے ایک دوست تھوراکس پر جو ساموس میں کومنداں تھا، تغلب کا الزام لگا کر سزائے موت دی گئی، اور خود لیساندر کو اسپارٹا واپس بلالیا گیا۔ وہ اپنے ساتھ ناباز و کا ایک خط لایا جسے وہ سفارشانہ سمجھے ہوئے تھا، لیکن جب اُسے کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس خط کی بجائے جو فرنا باز و نے اُسے پڑھ کر سنایا تھا ایک اور خط ہے جو لیساندر کی شکایتوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایرانی صوبہ دار کی اس چالاکی کے باعث سے لیساندر خود اپنے ہموطنوں کی نظروں سے گر گیا اور اُن کا نشانۂ تضحیک بن گیا۔ اس سے اُسے اس بات کا یقین ہوگیا کہ عمومی طوفان کے سامنے اُسے سرِتسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے، چنانچہ اُس نے درخواست دی کہ وہ زئوس عمون کی زیارت کو جانا چاہتا ہے جس کی اُس نے نذر مانی تھی۔ اُس کی یہ درخواست منظور ہوگئی اور وہ فوراً اسپارٹا سے چل دیا۔

غرضکہ اسپارٹا کو کچھ زمانے کے لئے ایک ایسے شخص سے نجات مل گئی جو حالات و واقعات موجودہ کے اعتبار سے اپنے وطن مالوف کے لئے خطرناک ثابت ہوتا۔ ہم اُس کی واپسی کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتے، لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ گو اس کے بعد کے واقعات کا اُس کے پرانے دوست کورش کے ساتھ خاص تعلق تھا لیکن اُس نے اُن میں کسی قسم کی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ ہوا یہ کہ ایران کا شاہزادہ کورش اپنے بھائی شہنشاہ اردشیر کے خلاف اسپارٹا سے امداد کا خواہاں ہوا۔ اُس کے باپ دارا کے انتقال کے بعد ملکہ پری زادی نے یہ کوشش کی تھی کہ کہ اُس کا چھوٹا بیٹا کورش تختِ ایران پر بیٹھ جائے اس لئے کہ وہ اپنے بھائی سے عمر میں چھوٹا تھا اور یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے سے نسبتہً زیادہ

محبت ہوتی ہے لیکن اس ارادے کی تکمیل میں تسافرنز مزاحم ہوا اور جب اردشیر باب
بالآخر تخت پر بیٹھ گیا تو اُس نے نئے شہنشاہ کو یقین دلایا کہ کورش اُس کی
(یعنی شہنشاہ کی) جان لینا چاہتا ہے۔ اس خبر سے اردشیر اس درجہ برافروختہ ہوا
کہ وہ خود اپنے بھائی کے قتل کے درپے ہوگیا اور اگر اُس کی ماں ملکہ پری زاتی
دونوں کے درمیان حائل نہ ہوجاتی تو اُس نے ایک دن اپنے چھوٹے بھائی
پروار کر ہی دیا تھا۔ باوجود اس باہمی مخاصمت کے اردشیر نے کورش کو صوبہ دار
بنا کر ایشیائے کوچک بھیج دیا لیکن اس کے حرکات وسکنات پر نگرانی رکھنے
کے لئے اُس کے پیچھے پیچھے تسافرنز بھی روانہ کیا گیا۔ اب کورش علی الاعلان
تخت ایران کا دعویدار ہوگیا اور اس مقصد کے حصول کی غرض سے اُس نے
ایک عظیم الشان فوج جمع کر لی اور جگہ جگہ سے تنخواہ دار سپاہی فراہم کرنا شروع کئے۔
خوش قسمتی سے اُس زمانے میں مختلف یونانی مملکتوں میں بے چینی کی ہوا چل رہی
تھی جس کی وجہ سے ہزاروں بیروزگار یونانی (کسی نہ کسی کی) ملازمت کے خواہاں
دربدر مارے مارے پھرتے تھے۔ چنانچہ انھیں میں سے تیرہ ہزار نے کورش
کے سامنے ملازمت کی درخواست پیش کی جو فوراً منظور ہوگئی۔ اُس نے اپنی
فوج کے لئے رنگروٹ بھرتی کرنے کے واسطے ایک اسپارٹی مسمی کلیارخوس
کو نوکر رکھا جو کسی زمانے میں اسپارٹا کا امیر البحر اور ہارموست رہ چکا تھا اور جس نے
کچھ لیسانڈر کی سی طبیعت پائی تھی*۔ اس سے قبل باوجود الفوروں کی قطعی ممانعت کے
اُس نے بیزنطہ میں ایک خودسرانہ حکومت قائم کر لی تھی، اور چونکہ اسپارٹی اس قسم
کے طرزِ عمل کے کسی حالت اور صورت سے روادار نہ ہوسکتے تھے اس لئے
اُس نے اُن کے دباؤ سے تنگ آکر بالآخر اپنی راج دھانی چھوڑ دی لیکن کورش
اس بات سے مطمئن نہ تھا کہ اسپارٹا کے خفیہ اشارے سے یونانی اُس کے
علم کے نیچے جوق جوق جمع ہو جائیں، بلکہ اُس کی اصل خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح
سے اُسے اسپارٹا کی باضابطہ مدد مل جائے، اور چونکہ اسپارٹا اُس کا مرہون منت

* دیکھو اسی تاریخ کی جلد ۲، باب ۲۸۔

رہ چکا تھا اس لئے یہ کچھ بعید از قیاس بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اب اسپارٹی ایک طرف تو علی الاعلان حکومت ایران کی دشمنی مول لینا بھی پسند نہ کرتے تھے اور دوسری جانب وہ کورش کو بھی خوش رکھنا چاہتے تھے اور اُن کے زعم میں کورش کی کامیابی سے اُنھیں بہت سے مادّی فوائد حاصل ہو سکتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے بالآخران تمام امیدوں کو پیش نظر رکھ کر خئیری سوفوس کی سرکردگی میں سات سو ہوپ لیت کورش کی امداد کو روانہ کر دئے۔ چونکہ بالفعل اصلی مقصد کو ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی اس لئے ظاہر یہ کیا گیا کہ یہ فوج دراصل کورش کی مدد کے لئے روانہ کی جا رہی ہے جو بحری قزاقوں کی گوشمالی کرنا چاہتا ہے لیکن بلاشبہہ بعد ازاں اُس کے جملہ احکام کی تعمیل ان پر فرض تھی۔

آخرکار سنہ ۴۰۱ ق م کے موسم بہار میں کورش نے ایک لاکھ ایشیائیوں اور تیرہ ہزار یونانیوں کو اپنے ساتھ لے کر اردشیر کے خلاف جنگ شروع کر دی[۲۵]۔ لطف یہ کہ

---

[۲۵] کورش کی مہم اور دس ہزار کی پسپائی کے لئے ہماری معلومات زینوفون کے "اناباسس" پر مبنی ہیں۔ دیودورس (۱۴، ۱۹-۳۱) کا بیان اس سے ذرا مختلف ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ماخذ افیورس کے واسطے سے سوفئےنتوس ہے جس کا حوالہ اناباسس ۵، ۸، ۱ میں دیا ہوا ہے۔ نیز مقابلہ کیا جائے نوئی برٹ: کورش کی مہم کے متعلق "زینوفون اور دیودورس کے بیانات"

Neubert: De Xen. anabasi et Diodori de Cyr. exped. لائپزگ

سنہ ۱۸۸۱ء۔ کلیارخوس کے لئے ولٹ: "کلیارخوس" Wildt: De Clearchs. کولون

سنہ ۱۸۸۲ء۔

جغرافی اور جنگی معلومات کے لئے جن مصنفوں کی تحریروں کا مطالعہ مناسب ہے اُن کا حوالہ ٹروئین فیلڈ نے اپنی کتاب "دس ہزار یونانیوں کا راستہ" Treuenfeld: Der Zeg der 10,000 Griechen (نائمبرگ سنہ ۱۸۹۰ء) میں دیا ہے۔ نیز اس کے لئے

ایزورتھ، کوخ، Ainsworth, Koch, شترکر (سنہ ۱۸۸۶ء)، ہرٹزبرگ Strecker, Hertzlierg ریوسٹو کوخلی Ruestow Koechly گروٹ Grote اور شپیگل Spiegel: Eranische Allerthumskunde ("قدیمات ایران") ۲، $\frac{۴۳۴}{۴۵۸}$

باب ۱

ان ہزاروں نفوس میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو یہ جانتا ہو کہ آخر وہ کہاں جا رہا ہے۔ سب سے پہلے تو اس عظیم الشان لشکر نے شمال کا رخ کیا جس کی وجہ سے غیر ملکی تنخواہ دار سپاہی ذرا گھبرائے، لیکن کورش نے فوراً ان کے مشاہرے میں اضافہ کر کے انھیں رام کر لیا۔ بہرحال یہ فوج سارڈس سے پہلے تو مشرقی سمت میں کیلائے نائے کی طرف اور وہاں سے شمال اور شمال و مشرقی سمت میں افروجیہ اور لیکاؤنیہ ہوتی ہوئی کاپادوسیہ کے شہر تیانا پہنچی، اور وہاں سے عین جنوب کی طرف کیلیکیہ کے دروں میں ہوتی ہوئی طرسوس آئی۔ یہاں سے کورش خلیج اسوس کے ساحل کا چکر لگا کر اسی راستے پر ہو کر گزرا جو آئندہ چل کر سکندر مقدونوی نے اختیار کیا، اور اس کے بعد ریگستان میں ہو کر دریائے فرات کو شہر تھاپساکوس پر عبور کیا۔ یہاں سے وہ اس دریا کے کنارے کنارے بڑھتا ہوا شہر بابل کے مضافات تک پہنچ گیا۔ اس طویل سفر کے دوران میں اسے اردشیر یا اس کی فوج کسی مقام پر نہیں ملی، لیکن یہاں پہنچ کر اسے دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شہنشاہ ایران کی فوج میں مختلف بیانات کے اعتبار سے چار لاکھ سے نو لاکھ تک سپاہی تھے، اور اس نے یہ جم غفیر لے کر کورش پر دجلہ اور فرات کے دوآبے میں کوناکسا کے قریب حملہ کیا۔ باوجود اس عظیم الشان فوج کے مقابلے کے اگر کورش ضرورت سے زیادہ جوش کا اظہار نہ کرتا یا اگر کلیارخوس قابلیت کے ساتھ اپنا فرض منصبی ادا کرتا تو ممکن ہے فتح کا سہرا کورش ہی کے سر رہتا؛ لیکن کلیارخوس نے بجائے اس کے کہ دشمن کے قلب پر حملہ کرنے میں کورش کی مدد کرے، محض اپنے روبرو والے ایرانی لشکر کو شکست دینے اور اس کا تعاقب کرنے پر اکتفا کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نازک وقت پر جب کورش نے دشمن کے قلب پر جہاں خود اردشیر موجود تھا، حملہ کیا تو اس وقت کلیارخوس اس کی مدد کیلئے نہ پہنچ سکا اور دست بدست لڑائی میں خود کورش بھی کام آیا۔ اپنے سردار کو مردہ دیکھ کر اس کے ایشیائی سپاہی تو میدان چھوڑ کر بھاگ گئے، لیکن یونانیوں نے لڑائی برابر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

کوناکسا کے نام سے ہم صرف پلوٹارک کی سوانح عمری سے اردشیر میں دوچار ہوتے ہیں۔

باب۷ جاری رکھی، اور ایک مرتبہ پھر اپنے مقابل ایرانی سپاہ کو اپنے زعم میں شکست دے کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ تخت ایران کی داو ستد بھی شروع کر دی، یعنی ایک شخص مسمی آریائیوس کو اس پر بٹھانا چاہا، لیکن اس نے شکریئے کے ساتھ ان کی اس درخواست کو نامنظور کر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایرانیوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ انکی واپسی کا انتظام کریں، اور جب تسافرنز کی عیاری سے ان کے سپہ سالار کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا تو بھی وہ مایوس نہیں ہوئے بلکہ اس کی بجائے ایک سپاہ دار مسمی زینوفون کی ترغیب وترہیب اور عاقلانہ مشوروں سے ان کے دل بڑھ گئے۔ آخرالامر انھوں نے خیئے روسوفوس کو اپنا سپہ سالار اعظم منتخب کر کے بیشمار دشمنوں میں ہو کر وطن کی راہ لی۔ راستے میں زینوفون انھیں اپنے نیک مشوروں سے مستفید کرتا رہا اور حتی الامکان اس نے ان کی جرأت، ہمت اور تادیبی کیفیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ اسی راستے سے واپس جاتے جس سے وہ کورش کے ساتھ آئے تھے تو دشمن میدانوں میں ان کے راستے میں حائل ہو کر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیتے، اسلئے انھوں نے مجبوراً شمال کی طرف اپنا رخ کیا جس سے وہ مطلق واقف نہ تھے، اور یہ ارادہ کیا کہ سلسلۂ کوہ کو عبور کر کے وہ کسی طرح سے بحیرۂ اسود پہنچ جائیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے اس پسپائی کا نپولین کی پسپائی روس سے یا ایتھنزیوں کی پسپائی سرقوسہ سے کسی طرح مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انھیں بجائے شکست کے ایک معنی کر کے جو کامیابی حاصل ہوئی وہ محض ایک اتفاقی امر نہ تھا بلکہ اس سے ان لوگوں کی صریح قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جن کے سر اس کا سہرا تھا۔ ممکن ہے کہ نپولین اور ایتھنزیوں کو سردی یا گرمی کی شدت سے بہت کچھ نقصان اٹھانا پڑا ہو یا ایرانی بہ نسبت روسیوں یا سرقوسیوں کی حملہ آور قوم کے لئے زیادہ خطرناک ہوں، لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یونانی جغرافیۂ ایران سے جس قدر واقف تھے اس کی بہ نسبت نپولین یا ایتھنزیوں کو روس اور سرقوسہ کے ملک سے کہیں زیادہ واقفیت تھی۔ بہرحال سب سے پہلے تو دریائے دجلہ کے مغربی کنارے کے متوازی شمال کی طرف چلے۔ لیکن جب وہ کاردوچیوں کے ملک یعنی کردستان میں ہو کر گزر رہے تھے تو ان پر جنگجو

باب

گروہوں نے اُن کے عقب سے اور ادرتھیوں نے اُن کے مقابل آکر اُن پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ دریائے کینتریٹیس کو (جسے اب بہتان شط کہتے ہیں) عبور کرکے انتہائی تکالیف اور پریشانیوں کے باوجود خلیج وان کے مغرب میں برف پوش پہاڑوں پر ہو کر برابر آگے بڑھتے چلے گئے، یہاں تک فروری یا مارچ سنہ ۴۰۰ ق م میں وہ آخر کار طرابزون پہنچ گئے۔ جب اُن کی نظر پہلی مرتبہ سمندر کے پانی پر پڑی، جس کے دیکھنے کے وہ مہینوں سے مشتاق تھے، تو وہ یک زبان ہو کر فرطِ خوشی میں چلا اُٹھے کہ لو سمندر آگیا! سمندر آگیا!! اس پسپائی سے یونانی قوم کے جو خصوصیات عیاں ہو جاتے ہیں، وہ اُن کے کسی کارنامے سے ظاہر نہیں ہوتے۔ گو انھوں نے محض ذاتی نفع کی خاطر ملازمت قبول کی تھی لیکن انھوں نے صرف ایسے رہبروں کی ماتحتی گوارا کی جو خود اُن کے منتخب کردہ تھے، اُن میں آخر تک اپنی قومیت کا احساس رہا اور ایران میں بھی برابر وہ اپنے مذہبی ارکان بالکل اُسی طرح سے ادا کرتے رہے گویا کہ وہ یونان میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہوں۔ وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ متحد و متفق رہے، لہذا جو کچھ بھی اُن کی راہ میں حائل ہوا اُس پر وہ برابر غالب ہی آتے رہے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ گو اُن کا سپہ سالار ایک اسپارٹی تھا لیکن جس شخص نے خود اپنی بہادری کی زندہ مثال اور یونانی طرز سے ترغیب دے کر انھیں یکجا رکھا وہ ایک ایتھنزی شہری تھا۔ مختصر یہ کہ اس پسپائی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۰۰ ق م میں یونانیوں میں اُتنا ہی دم خم موجود تھا جتنا اس سے ایک صدی پہلے تھا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اخلاقی اعتبار سے یہ سپاہی یونانیوں میں بہترین تھے، اور جب ایسے معمولی جال بازوں نے یہ کچھ کیا تو یقیناً یونانیوں کے برگزیدہ افراد سے، خاصکر جب اُن کی رہبری کے فرائض قابل اشخاص کے سپرد ہوں، بہت کچھ امید کی جا سکتی تھی۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کی نجات صرف اس وجہ سے ہوئی کہ ایک بہادر اور تنومند شخص ہر وقت اُن کا دل بڑھاتا رہا جس کی وجہ سے وہ اپنی ہی خوشی سے اپنے افسروں کی حکم برداری کرتے رہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی قوم کیلئے کوئی طرز حکومت عمومیت سے بہتر نہیں تھا۔

باب ۵

جب یہ لشکر، جس میں اب صرف نو ہزار نفوس باقی رہ گئے تھے، سمندر کے کنارے پہنچا تو بجائے اس کے کہ انھیں ایرانی دشمنوں کی مخالفت پر کمربستہ ہونا پڑے، اب انھیں مقامی دیہاتیوں کی چھیڑخانیوں اور برائے نام دوستوں کی ریشہ دوانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اس زمانے میں اسپارٹی آبنائے باسفورس کے ہر طرف ذی اقتدار تھے، اور چونکہ وہ شہنشاہ ایران سے بالکلیہ مقاطعہ کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انھوں نے اس لشکر کے رستے میں ہر طرح سے روڑے اٹکانے شروع کئے۔ بیزنطہ پہنچنے پر وہ ادھر ادھر کھنچے پھرے، یہاں تک کہ آخرکار انھوں نے تھریسی حکمران سیوتھیس کی ملازمت اختیار کرلی، اور اس وقت تک جب انھیں ایران کے خلاف ازسرنو تلوار نکالنا نہ پڑی وہ برابر اسی کے مطیع ومنقاد رہے۔

الغرض اسپارٹا اور ایران کے درمیان ازسرنو جنگ شروع ہوگئی۔ شہنشاہ ایران نے تسافرنز کے فتوحات کے صلے میں اسے افرودیۂ عظمیٰ و ایونیہ کا صوبہ دار اور ایشیائے کوچک کا والی بناکر بھیجا تھا۔ اپنے مستقر پر پہنچتے ہی اس نے ان تمام یونانی بلدیات کو جو ایشیا کے ساحل پر آباد تھے، سلطنت ایران میں شامل کرنے کا تہیہ کرکے فی الفور شہر کیمے کا محاصرہ کرلیا۔ اس پر ایشیائے کوچک کے یونانیوں نے ارض یونان کے مسلمہ رہبر اسپارٹا کے سامنے دست طلب دراز کیا، اور جس طرح کسی زمانے میں کریسوس نے اسپارٹا کو اپنا ہادی مان لیا تھا اسی طرح اس مرتبہ ایونیوں نے اسی مملکت کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیا، اور اسپارٹیوں نے ایونی شہروں کو اپنی حمایت وحفاظت میں لے لیا۔ ان کے خیال کے مطابق ایرانیوں نے نہایت کمینہ حرکت کی تھی، اور انھوں نے یہ سمجھا کہ جس سلطنت میں دس ہزار غیر ملکی نہایت اطمینان کے ساتھ گزر سکتے ہوں وہ کسی زبردست حملہ آور کی تاب نہیں لاسکتی۔ ان تمام خیالات کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے جس طرح اس سے قبل کورش کے نام احکام صادر کئے تھے اسی طرح تسافرنز کے نام پیغام بھیجا کہ وہ یونانیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے، اور جب تسافرنز نے اس کی طرف مطلق التفات نہ کیا تو انھوں نے تھمبرون کو تھیضریوں، لکدمونیوں، بعض دیگر پیلوپونیزیوں اور کورش کے آٹھ ہزار ساتھیوں سمیت ایشیا روانہ کیا۔ ابتدا میں تو اسپارٹیوں کو

باب۱

تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اور انھوں نے ایولس کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا، اس کے ساتھ دیمار اتوس اور گونگی لوس کی اولاد جو وہاں آباد ہو گئی تھی یونانیوں سے آ کر مل گئی۔ لیکن جو نتائج برآمد ہوئے وہ اسپارٹیوں کی امیدوں سے بہت کم تھے، اور اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو تھمبرون جیسے قابل سپہ سالار کو اتنی کامیابی حاصل نہیں ہوئی جتنی دس ہزار کو اپنے منتخب شدہ سرداروں کی ماتحتی میں حاصل ہو گئی تھی۔ تھمبرون نے غلطی یہ کی کہ اپنے سپاہیوں کو خود اسپارٹیوں کے حلیفوں اور دوستوں کی لوٹ مار کرنے کی عام اجازت دیدی۔ بہرحال موسم خزاں سنہ ۳۹۹ ق م کے بعد اس کی جگہ درکی لداس سپہ سالار مقرر ہوا اور اسے تھمبرون سے نسبتاً زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے تیسافرنز کے ساتھ صلح کر کے اسے تو گویا غیر مسلح کر دیا اور ایک ہفتے کے اندر اندر تمام ملک ایولس فرنا بازو سے لے کر اسے بھی ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کیا۔ ساتھ ہی ایک فصیل تعمیر کر کے اس نے تھریسی خرسونیز کو محفوظ کر لیا، آتارنیوس کے شہر پر قبضہ کر لیا، اور جب دشمن کی فوجیں سنہ ۳۹۷ ق م میں دریائے میاندر کے کنارے پر مقابلے کے لئے آئیں تو اس کے استقلال کی وجہ سے فرنابازو اور تسافرنز دونوں کو ایک طویل التوائے جنگ کی آڑ لینے کے سوا چارہ کار ہی نظر نہ آیا۔ اس کا مقصد عظیم یہ تھا کہ خاموشی کے ساتھ ایک ایسے صلحنامے پر دستخط کرائے جس میں ایشیائے کوچک کے یونانی شہروں کو بالکل خود مختار تسلیم کر لیا جائے ۱؎ غرضکہ اس مہم کی ابتدا تو

۱؎ اس زمانے میں اسپارٹا کی جو حالت تھی اس کے لئے مقابلہ کرو بازین: "جمہوریۂ اسپارٹا بزمانۂ زینوفون" Bazin : La republique des Laced. de xenophon پیرس ء؛ فلئی شاندرل: "اسپارٹا کی حالت زینوفون کے زمانے میں" Fleischanderl: Die spartan Verfassung bei xenophon لائپزگ ء۔ تسافرنز کے لئے مقابلہ کرو نکولائی: "تسافرنز کا تدبر" Nicolai Die Politik... des Tissap ۱۸۸۹ء۔ چوتھی صدی ق م میں ایشیائی معاملات کے لئے دیکھو پی۔ کرمبھولٹس: "ایشیائے کوچک کے ایرانی صوبے" P. Krumbholz:Dic Asia munoris

باب کامیابیوں کے ساتھ ہوئی، لیکن نتیجہ اس قدر مفید نہ نکلا۔ اصل میں اسپارٹیوں نے اپنی تمام تر قوت کو ایران کے خلاف استعمال ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے ساتھ انھوں نے خاص ارض یونان میں بھی اپنے دشمنوں کو نیچا دکھانا چاہا، یعنی بغیر لیساندر کی موجودگی کے اُس کی سیاسی خواہشات کو پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہا۔ اُن کا یہ خیال تھا کہ انھیں ایران اور اسپارٹا کے یونانی دشمنوں دونوں کو بیک وقت مغلوب کرنے کی اہلیت حاصل ہے۔ سب سے پہلے تو انھوں نے ایلس کی طرف رخ کیا۔ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں یہاں کے باشندوں نے اسپارٹیوں کو بہت دق کیا تھا، اور اب اس جرم کی پاداش میں اسپارٹا نے انھیں سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ انھیں یہ حکم ملا کہ وہ اُن تمام پیری ریوئیکیون کو جو اُن کے ملک میں ہوں، فی الفور آزاد کر دیں، اور انکاری جواب ملنے پر اسپارٹیوں نے ایلس پر حملہ کر دیا۔ اس پر ایلس نے اسپارٹا کے دشمنوں سے مدد چاہی، لیکن اُدھر سے شافی جواب ملنے کے عوض آرکیڈیا اور اکائیہ نے موقع کو غنیمت سمجھ کر خود ایلس پر حملہ کر دیا۔ الغرض ۳۹۸ اور ۳۹۷ ق م میں مسلسل دو برس تک شاہ آگس ملک ایلس کو روندتا رہا اور ایک طرف تو لکد مونی، اُن کے حلیف، اور ایتھنز ہی اُس کی مدد کے لئے موجود رہے دوسری جانب خود سرزمین ایلس میں بھی اندرونی فساد برپا رہنے سے اُسے اپنے کام میں بہت کچھ آسانی ہو گئی۔ آخر ۳۹۷ ق م میں ایلس کو نہ صرف لپریوم دشمن کے حوالے کر دینا پڑا بلکہ تری فیلیہ کے ضلع سے بھی دست بردار ہونا پڑا، نیز ساحل کا وہ حصہ بھی جس میں فئی یا اور کیلیے نے واقع تھے، اور سرحدی ضلع اکروریا بھی دشمن کے قبضے میں آ گئے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ باوجود ان پے در پے شکستوں کے ایلس ہی اولمپیا کے کھیلوں کا صدر بنا رہا۔[۱]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ Satrapus persiels لائپزگ ۱۸۸۳ء۔

تھیبرن اور ڈرکی لداس، زینوفون حصہ ۳، اور دیودورس ۱۴، ۳۶/۳۸ ۔ زینوفون (۳، ۱، ۱۰) اپنے بہترین اسلوب میں یہ بتاتا ہے کہ ڈرکی لداس نے کس طرح میدیاس جیسے بدآدمی کو نیچا دکھایا۔

[۱] جنگ ایلس، زینوفون ۳، ۲، ۲۱/۳۱؛ دیودورس ۱۴، ۱۷، ۳۴؛ برائی تن باخ Breitenbach کے

بابٹ شاہ اگِس نے مالِ غنیمت کا دسواں حصہ دلفی کی نذر کر کے اسپارٹا کی راہ لی۔ لیکن ان کامیابیوں کے بعد وہ بہت دن زندہ نہیں رہا بلکہ ۳۹۹ ق م میں راہیِ ملکِ عدم ہوا۔ اُس کی وفات کے بعد اُس کے ورثا میں جھگڑا پڑ گیا۔ دعویداروں میں سے ایک لیوتی خدیس تھا جو اپنے آپ کو اگِس کا بیٹا بتاتا تھا لیکن بہت سے اسپارٹی اُسے الکبیادیس کی اولاد تصور کرتے تھے۔ دوسرا دعویدار ۴۴ سالہ اگے سی لاؤس تھا جو اگِس کا بھائی اور آرخی داموس کا بیٹا تھا۔ زینوفون نے اپنی کتاب میں اس تنازعہ کے دلائل ایک مکالمے کی شکل میں پیش کئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا میں مشکل سے کوئی متنفس ایسا ہو جو لیوتی خدیس کو اگِس کی جائز اولاد تصور کرتا ہو، لیکن غالبًا ایک فریق ایسا تھا جو اسے اپنا آلۂ کار بنائے ہوئے تھا اور اپنی مطلب براری کے لئے اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے اسپارٹی اگے سی لاؤس کے لنگ کرنے کی وجہ اس کا بادشاہ ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ آخرکار جب دیوپیتھیس سے، جو فال نکالنے میں نہایت مشاق تھا، استفسار کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ اپولو کے حسبِ قول اسپارٹا میں "لنگڑی" حکومت کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ لیسانڈر بھی، جس کی سیاسی قوت اُس وقت تک برابر قائم تھی، اگے سی لاؤس کا ہمنوا تھا، چنانچہ اس فال کی اُس نے یہ تاویل کی کہ "لنگڑی حکومت" سے مراد لنگڑے بادشاہ کی حکومت نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اسپارٹا کے تخت پر نہیں بیٹھنا چاہئے جو کم اصل ہو یا جس کی نجابت میں

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ حاشی زینوفون ۳، ۲، ۲۱؛ کرتیوس کے حواشی ۳، ۴، ۷۔ پوسانیاس ۵، ۴، ۸، ۶، ۲، ۸ کے مطابق ایلسیوں کو اولمپیا کے مقام پر اسپارٹیوں کے خلاف ایک تھوڑی کامیابی ہوئی جس کی انھوں نے ایک یادگار قائم کی؛ گارڈنر ("سکہجات ایلس" رسالہ مسکوکیات Gardner : Coins of Elis. Numis. Chr. ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۴۱) کا خیال ہے کہ اس یادگار کی تصویر ایک نہایت حسین ایلسی سکے پر بنی ہوئی ہے۔ اس سکے کو ہیڈ Head نے بھی اپنی کتاب میں جگہ دی ہے (صفحہ ۳۵۰ نشان ۲۳۲)۔ اس پر فتح کی دیبی کے ہاتھ میں سدا بہار زیتون کی ایک شاخ نظر آتی ہے۔

باب کسی قسم کا شک وشبہہ ہو۔ اس دلیل کا اسپارٹیوں پر بہت اثر پڑا چنانچہ انھوں نے فوراً اگےسی لاؤس کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔

اگےسی لاؤس بہادر، سیدھا سادہ اور بامروت شخص تھا، اور اُس میں وہ تمام عادات واطوار موجود تھے جو عام طور پر کسی سچے اسپارٹی شہری میں ہونے چاہئیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے وہ کبھی الیفوروں کے ساتھ، جو شہر کے اصلی رہبر تھے، دست وگریباں نہیں ہوا، اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے اپنے اثر کی وجہ سے کبھی کسی اسپارٹی شہری کو آزردہ خاطر نہیں کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لیسانڈر نے اُس کا ساتھ صرف اس لئے دیا تھا کہ وہ اُسے اپنا آلۂ کار بنانا چاہتا تھا، لیکن جیسے اس چالاک اسپارٹی نے فرنا بازو کی اصلیت سمجھنے میں غلطی کھائی تھی اُسی طرح وہ اگےسی لاؤس کے حقیقی خصائص کی تہ کو نہیں پہنچ سکا۔ اگےسی لاؤس میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ وہ ہر وقت ہر واقعے کے لئے گویا تیار بیٹھا رہتا تھا۔ اپنی خانگی زندگی میں وہ نہایت ہوشیار تھا لیکن اُسے کبھی اپنے اوپر زعم باطل نہیں ہوا، بحیثیت ایک بادشاہ کے وہ ہمیشہ الیفوروں کا تابعدار رہا، لیکن اوروں کے سامنے اُس نے کبھی اپنی متانت اور سنجیدگی ہاتھ سے نہیں جانے دی، چنانچہ وہ وقت دور نہ تھا جب خود لیسانڈر کو بھی اس خصوصیت کا تجربہ ہو جائے اور اسپارٹی اُس سے بے حد مسرور ومحظوظ ہوں۔

اگےسی لاؤس کے انتخاب کے بعد ہی اسپارٹا کو ایک بڑے خطرے کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سب سے پہلے تو بادشاہ کو قربانی کے شگونوں سے معلوم ہو گیا کہ ملک پر کوئی عظیم الشان مصیبت آنے والی ہے۔ اس واقعے کے کچھ دن بعد ایک شخص نے الیفوروں کے پاس آکر اطلاع دی کہ بعض لوگوں نے ایک شخص مسمی کیناڈون کی سرکردگی میں ایک سازش تیار کی ہے، اور یہ کیناڈون بجائے کسی اچھے امیر خاندان کا ایک فرد ہونے کے اس قدر غریب ہے کہ وہ دسترخوان مشترکہ کا چندہ تک ادا نہیں کر سکتا۔ اُس نے یہ کہا کہ کیناڈون نے خود اُسے یہ حکم دیا تھا کہ جب اسپارٹا کا چوک بھرا ہو تو وہاں کے سب "دشمنوں" کو شمار کرے، اور "دشمنوں" سے اُسکی مراد بادشاہوں، الیفوروں، گیروشیوں اور ذی اقتدار طبقے کے دیگر افراد سے تھی۔

باب

بہر حال جب ان دشمنوں کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ چار ہزار آدمیوں میں صرف چالیس ایسے افراد ہیں جو اس زمرے میں آ سکتے ہیں یعنی اُن کا تناسب ایک فی صدی سے زیادہ نہیں ہے۔ اُس نے یہ بھی اطلاع دی کہ اس کیناڈون نے بعینہ اسی قسم کی درخواست دوسروں سے بھی کی تھی، اور کہا تھا کہ اسپارٹا کے سپے ریلیائی کیوں اور ہیلوتوں کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے ان خود ساختہ اشرافئی رہبروں کا خاتمہ ہو جائے، بلکہ بعض تو انھیں زندہ چبا ڈالنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ جب کسی نے اُس سے دریافت کیا کہ آخر تم ہتھیار کہاں سے لاؤ گے تو اُس نے جواب دیا کہ اول تو خود ارباب سازش ہی کے پاس ہتھیاروں کی کمی نہیں، اور اس کے علاوہ لوہاروں کی دُکانیں اور مزدوروں کے گھر ان سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ قصہ سُن کر ایفوروں نے اس کا تہیہ کر لیا کہ کسی طرح سے اس خطرناک شخص سے چھٹکارا حاصل ہونا چاہیئے۔ ایفوروں نے اس سے پیشتر اُس سے کئی مرتبہ اکثر خفیہ امور میں کام نکالا تھا لہٰذا وہ اُس سے خوب اچھی طرح سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ایسے شخص کا خاص شہر اسپارٹا میں گرفتار کرنا خالی از خطرہ نہیں ہے اس لئے انھوں نے اُسے ایک سرکاری کاغذ دے کر اسپارٹا سے روانہ کر دیا اور جو سپاہی اُس کے ساتھ گئے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اُسے شہر کے باہر پہنچ کر گرفتار کر لیں۔ کیناڈون پابجولاں اسپارٹا واپس آیا؛ ایفوروں کے حکم سے اُس کے سر بازار دُرّے لگائے گئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو، اور آخر کار اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا کام تمام کر دیا گیا۔[۵]

۵۔ اگے سی لاؤس کی تخت نشینی، زینوفون ۳/۳، ۱-۴؛ پلوٹارک: اگے سی لاؤس ۳؛ لی سیاس ۲۲۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ دیوپی تھیس وہی دیوپی تھیس ہے جس نے تیس سال پہلے ایتھنز میں اناسی غورس پر الزام لگایا تھا۔ اگے سی لاؤس پر مفصلۂ ذیل کتابیں قابل مطالعہ ہیں:- ہرتسبرگ "سوانح عمری شاہ اگے سی لاؤس دوم" Hertzberg : Das Leben des Koenigs Agesilaos II ہالے ۱۸۵۶ء؛ ہرتسبرگ کا مضمون پاؤلی کے مجموعے (۲) ۱، ۴ میں؛ بٹمان "سوانح عمری اگے سی لاؤس" Buttmam : Lebendes Agesilaos ہالے ۱۸۷۲ء۔

باب

ہم نے ۳۹۹ء ق م کے بعد کے ایشیائی حالات کا ذکر نہیں کیا، لہذا اب ہم اُن کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ۳۹۷ء ق م کے اختتام اور ۳۹۶ء ق م کے آغاز پر اسپارٹا اور ایران کی جنگ میں کچھ سکون پیدا ہو چلا تھا لیکن ۳۹۶ء ق م کے موسم گرما میں اس میں پہلے کی سی تیزی پیدا ہو گئی۔ زینوفون کے قول کے بموجب ایک سَرَقوسی مسمی ہیروداس نے اسپارٹا آکر بیان کیا کہ اُس نے خود اپنی آنکھوں سے فنیقیہ میں ایک ایرانی بیڑا تیار ہوتے ہوئے دیکھا ہے جس میں تین سو سہ طبقہ کشتیاں ہیں، لیکن اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس بیڑے کا مقصد کیا ہے۔ اسپارٹیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہو نہ ہو یہ بیڑا اسپارٹا کے خلاف لڑنے کیلئے بنایا گیا ہے۔ اب جنگ اِیئے گوس پوتامی کے بعد ایتھنزی امیرالبحر کونون نے ایواغورس شاہ سالامِس (قبرص) کے پاس پناہ لی تھی۔ جب شہنشاہ اردشیر اور اسپارٹا کے مابین نزاعات بڑھے تو اُس نے اردشیر کو یہ کہلا بھیجا کہ اگر ایران کو اُس کی خدمات کی ضرورت ہے تو وہ بسروچشم حاضر ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اسپارٹا نے اردشیر کے مخالف شاہزادۂ کورش کی مدد کی تھی تو ایک ایتھنزی کے لئے اس سے زیادہ کوئی راستہ صاف نہ تھا کہ وہ اردشیر کی مدد کے لئے تیار ہو جائے۔ بالآخر بادشاہ نے اپنے صوبہ دار فرنابازو کی وساطت سے اُسے یہ حکم دیا کہ وہ فوراً کاریہ اور لکیہ میں ایران کے لئے ایک بیڑا تیار کرے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بہت سے مصنف اس کوشش میں لگے رہے ہیں کہ اگے سی لاؤس کی بابت جس قدر واقعات کا ثبوت ہے اُن سے بھی زیادہ واقعات بیان کریں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس بادشاہ کے خیالات پہلے تو نہایت وسیع تھے اور اُسکا دائرۂ نظر تمام ارض یونان تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان میں ایک قسم کی تنگی پیدا ہونے لگی تا آنکہ اُس کی نگاہ محض اسپارٹا کے مفاد تک ہی محدود ہو گئی۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب اُس میں ذہنی انقلاب کا ہوتا بیان کیا جاتا ہے تو اُسوقت اُسکی عمر پچاس سال سے متجاوز ہو گئی تھی؛ اور اگر ہم اُسے ایک ایسا شاہی اسپارٹی تصور کریں جو ہمیشہ الیفوروں کے حکم کی تعمیل کو اپنا فرض عین تصور کرتا تھا تو اُسکے طرز عمل میں ہم ایک قسم کی یکرنگی محسوس کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر چیز کا افادی پہلو پیش نظر رکھتا تھا۔

کیناڈون کی سازش، زینوفون ۳، ۳، ۴-۱۱

باب ۲ الغرض ہیرو داس کی اطلاع سے اسپارٹیوں میں بہت کچھ ہیجان پیدا ہوا اور تمام پیلوپونیز میں حبِ وطن کی ایک رو دوڑ گئی۔ اسی زمانے میں تیمو دیوس، جو شاعر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ماہر موسیقی بھی تھا، اپنے ناٹک "ایرانیاں" سے لوگوں کا جوش تازہ کر رہا تھا۔ لیساندر نے یہ تحریک کی کہ اگے سی لائوس تیس اسپارٹامیوں، ۲۰۰۰ نیود اموریوں* اور ۶۰۰۰ حلیفوں کو ساتھ لے کر فوراً ایشیا چلا جائے۔ لیساندر کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اُس کا زائل شدہ اثر از سرِ نو قائم ہو جائے اور وہ عشاری حکومتیں جنھیں اسپارٹیوں نے برخاست کر دیا تھا، دوبارہ برسرِ اقتدار ہو جائیں؛ نیز اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اگے سی لائوس جو اُس کا رہونِ منت ہے، ضرور اُس کے خیالات کی تائید کرے گا۔ یہ ایک نہایت خوش آیند بات تھی کہ مصری بغاوت کی وجہ سے ایران اور ایشیائے کوچک میں نسبتہً قوت و جبروت کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ غرضکہ اگے سی لائوس تیس اسپارٹیوں کو لے کر، جس میں خود لیساندر بھی موجود تھا، ایشیا روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کی مدد کے لئے ایتھنز، تھیبز، کورنتھ اور آرگوس نے کسی قسم کی امدادی فوج روانہ نہیں کی۔ شاہ اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ وہ اس مہم کو کسی مقدس مذہبی رسم سے شروع کرے، چنانچہ وہ سب سے پہلے آؤلس اس غرض سے گیا کہ اگامیمنون کی طرح وہاں قربانی کرے تاکہ اُس کے معبود اُسے اپنے ظلِ حفاظت میں لے لیں۔ لیکن جب بیوتارخوں کو یہ معلوم ہوا کہ وہ بیوتی عقیدے کے مطابق قربانی نہیں کرنا چاہتا تو اُنھوں نے قربانی کو قربان گاہ سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ بادشاہ نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور یہ خیال کر کے کہ جب مہم کا آغاز اس قدر بُرے شگون سے ہوا تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے، وہ نہایت تردد اور غصے کی حالت میں ایشیا چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی فوج سے جو تعداد میں کورش کے اجیر سپاہیوں کی تعداد سے بھی کم تھی، یہ امید کرنی لاحاصل تھی کہ وہ ایرانیوں کو مرعوب یا مغلوب کر سکے گی۔۵۶

---

* نیود اموری = وہ ہیلوٹ جنھوں نے جنگ میں کوئی کارِ نمایاں انجام دیا ہو اور جنھیں اُسکے صلے میں آزادی دیگئی ہو۔

۵۶ آؤلس کی قربانی، پلوٹارک: اگے سی لائوس ۶۔ ایشیائی جنگ، زینوفون ۳، ۴؛ پلوٹارک: اگے سی لائوس ۶ وغیرہ؛ لیساندر ۲۳، ۲۴۔

چونکہ تسافرنز باضابطہ جنگ کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے اُس نے یہ اعلان کیا کہ اگر شہنشاہ ایران اجازت دیدے تو وہ یونانی بلدیات کو سوار اج دینے کے لئے تیار ہے اور شہنشاہ کی اجازت آنے تک جنگ کو ملتوی کرنا مناسب ہے ساتھ ہی ساتھ اُس نے کمک کے لئے سوس آدمی بھیجا۔ بہرحال اگے سی لاؤس التوائے جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا اور اطمینان سے ایفی سوس میں رہنے لگا۔ لیکن یہاں اُس کے اور لیسانڈر کے مابین مناقشے کی شکل پیدا ہو گئی۔ وہ اس طرح کہ جہاں ایشیا میں لیسانڈر کے نام سے گویا بچہ بچہ واقف تھا وہاں اگے سی لاؤس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ شاہ اسپارٹا نے اس تکلیف دہ صورت حال کا خاتمہ کرنے کی یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی معاملہ تصفیے کی غرض سے اُس کے سامنے پیش ہوتا تو وہ فوراً لیسانڈر کی رائے کے خلاف فیصلہ صادر کرتا جس سے لیسانڈر اس درجہ زچ ہوا کہ اُس نے یہ درخواست کی کہ اُسے کسی اور کام پر لگا دیا جائے جو فوراً منظور ہو گئی، لیکن جاتے جاتے بھی اُس نے اپنی قابلیت کے ثبوت کے طور پر فرنا بازو کے ایک ماتحت مسمی سپتھ ری داتیس کو ایران کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اسی دوران میں تسافرنز کے پاس کمک آگئی چنانچہ اُس نے اپنا مصنوعی جامہ اُتار کر پھینک دیا اور اگے سی لاؤس کو سرزمین ایشیا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ الغرض فریقین کے درمیان جنگ از سر نو شروع ہو گئی۔

تسافرنز کا خیال تھا کہ اگے سی لاؤس کاریہ کی طرف بڑھیگا۔ چنانچہ اُس نے اپنی فوج کے بیشتر حصے کا اسی صوبے میں اجتماع کیا اور اپنے سواروں کے دستے کو وادئی میانڈر اس امید پر چھوڑ دیا کہ ضرورت کے وقت وہ صرف اُسی کی مدد سے اگے سی لاؤس کا خاتمہ کر دے گا۔ لیکن اگے سی لاؤس اس کے خلاف بڑھنے کی بجائے ذرا شمال کی طرف چلا اور یہاں سے اُس نے یہ اندازہ کر لیا کہ اُس کی کامیابی کے لئے اُسے سواروں کی ازبس ضرورت ہے۔ اس کے بعد اُس نے بجنسہ وہی ترکیب چلی جو زمانہ مابعد میں سی پیو اکبر عہد عروج روما میں چلنے والا تھا۔ ابتدا میں اُس نے باشندگانِ ملک سے ذاتی خدمات کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن اب اُس نے اُن سے یہ کہا کہ اگر تم اپنے قائم مقام اور سوار مہیا کر دو گے تو پھر تمہاری ذاتی خدمت کی ضرورت نہیں رہیگی۔ اس نے ۳۹۶-۳۹۵ ق م کا موسم گرما ایفی سوس میں بسر کیا جو اب تک بڑا جنگی پڑاؤ معلوم ہوتا تھا اور اس کی شکل بالکل ویسے ہی تھی جیسی ان واقعات سے کچھ عرصے پہلے سرقوسہ کی اُس وقت ہو گئی تھی جب دیونی سیوس حملے کی تیاری میں مصروف تھا

(دیکھو اسی کتاب کا گیارھواں باب) اس نے جن ایرانیوں کو گرفتار کیا انھیں برہنہ کرا کے اُن کی نمائش کرائی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ زن نما مرد کس قدر بزدل ہیں۔ موسم بہار میں اپنے پڑاؤ سے نکل کر اُس نے ایرانی سواروں کے دستے کو بمقام پاکٹولوس ایک شکست فاش دی، اور گو سارڈس اُس کے قبضے میں نہیں آیا لیکن اُس کی اس کامیابی کی وجہ سے تسافرنز کا خاتمہ ہو گیا۔ شہنشاہ کی ماں "پری زادی" نے جو اپنے بیٹے کورش کو بہت چاہتی تھی اور جو شخص کورش کا دشمن تھا اُسے اپنا بھی دشمن تصور کرتی تھی، اردشیر کو یہ پڑھایا کہ تسافرنز نے ضرور غداری کی ہے، جس پر اردشیر نے فوراً اپنے وزیر تِھڑاؤس تیس کو تسافرنز کا کام تمام کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ آخر کار ۳۹۵ ق م میں تسافرنز گرفتار کر لیا گیا اور اُسے بمقام کیلائے نائے سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اب سیدھے سادے ایشیائیوں کی طرح تِھڑاؤس تیس نے یہ خیال کیا کہ چونکہ نقض امن کرنے والے کا تو خاتمہ ہو چکا اور یونانیوں کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے یونانیوں کو اپنے ملک کو واپس چلا جانا چاہیئے، چنانچہ اُس نے یہ اعلان کیا کہ اسپارٹیوں کی خواہش پوری کر دی جائیگی اور اگر یونانی بلدیات شہنشاہ کو خراج ادا کرتے رہیں گے تو اُنھیں سواراج کے اختیارات عطا کر دئے جائیں گے۔ اگے سی لاؤس نے اس اعلان کا یہ جواب دیا کہ جب تک اسپارٹا سے مکمل ہدایات نہ آجائیں اُسوقت تک وہ قطعی تصفیہ نہیں کر سکتا۔ اس پر تِھڑاؤس تیس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اسپارٹا سے جواب آنے تک اگے سی لاؤس کو فرنابازو کے صوبے میں اقامت گزیں ہونا مناسب ہے۔ اگے سی لاؤس نے اُس کے اس مطالبے کو منظور کر کے شمال کا رخ کیا۔ اسی دوران میں اسپارٹی بیڑے میں بھی اضافہ ہو گیا تھا اور اُسے اگے سی لاؤس کی ہی ماتحتی میں رکھ دیا گیا تھا۔ اگے سی لاؤس نے فوراً اپنے نسبتی بھائی پساندر کو اُس کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اس سے قبل ۳۹۶ ق م میں اسپارٹی فاراکس ایک سو بیس جہازوں کو لے کر جزیرہ رھوڈز کو چلا تھا اور یک بیک کاؤنوس کے مقام پر جہاں کونون پڑا ہوا تھا، لنگر ڈال دیا تھا۔ کونون کو بندرگاہ سے باہر نکلنے میں بہت دقت پیش آئی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح لڑتا بھڑتا نکل ہی آیا۔ اب جزیرہ رھوڈز بھی اسپارٹا سے باغی ہو گیا، اس لئے فاراکس دوبارہ جزیرے میں قدم نہیں رکھ سکا۔ ادھر کونون نے بہت سے

باب

جہازوں کو جو مصر سے اسپارٹا جا رہے تھے، گرفتار کر لیا۔

ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹی بیڑے نے باوجود اچھے بڑے ہونے کے ۳۹۷ ق م میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا۔ بہرحال اب پسانڈر کے اسپارٹی بیڑے میں مزید جہازوں کا اضافہ ہو کر اُن کی تعداد ایک سو بیس ہو گئی[۵]

الغرض سمندر اور خشکی دونوں پر اسپارٹی اپنے دشمنوں کے لئے خطرناک ثابت ہوئے۔ اب تھِتھ راؤس تیس یہ سوچنے لگا کہ میدان جنگ سے اسپارٹا سے دست بدست لڑنے سے یہ بہتر ہے کہ خود اسپارٹیوں کے ہم وطنوں کو فوجی یا رقمی امداد دے کر اُن کے خلاف بھڑکایا جائے۔ ارض یونان میں شاید ہی کوئی ایسی مملکت باقی رہی تھی جسے اسپارٹا نے کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی گزند نہ پہنچایا ہو، جس کی وجہ سے اسپارٹا کے نام لیوا

---

[۵] ایرانی وزیر تھِتھ راؤس تیس، Nep. Con. ۴، جس پر پیٹرڈے Nipperdey نے حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ اس ضمن میں اس کتاب کے باب ۲۷ کا حاشیہ نمبر ۸ بھی دیکھا جائے۔

تیسافرنیز کی موت، زینوفون ۳، ۴، ۲۵؛ دیودوروس ۱۴، ۸۰۔

اسپارٹی بیڑا، زینوفون ۳، ۴، ۲۸ مع حواشی براٹش بلخ؛ دیودوروس ۱۴، ۷۹۔

کونون اور ایرانی، دیودوروس ۱۴، ۳۹؛ پلوٹارک: "اردشیر" ۲۱؛ کتے سیاس ۶۲؛ اس آخری سوانح عمری کے بیان کے مطابق مورخ کتے سیاس نے، جو اس زمانے میں شہنشاہ ایران کا طبیب خاص تھا، فریقین کے درمیان گفت و شنود کی تھی؛ اور وہی ایران اور رھوڈز میں ایران کا قائم مقام مقرر ہوا۔ ایواغورس کے ذریعے سے کونون اور بادشاہ کے درمیان گفت و شنود، پوسانیاس ۱، ۳، ۱۔ زینوفون ۴، ۳، ۱ میں ہیروداس کا جو قول نقل کیا ہے اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بحری جنگ تیسافرنیز کے اشارے سے ہی ہوئی تھی لیکن Nep. Con. ۲ کے مطابق اُس کے اور اسگے سی لاؤس کے مابین سمجھوتا ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں ایشیائے کوچک کی سرزمین میں سازشوں کا بازار خوب گرم تھا، لیکن ہمیں کسی قسم کی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ جبتک سلطنت ایران قائم رہی اُس وقت تک ہر شخص اپنے ہمسائے کے لئے گویا مار آستین بنا رہا۔ زینوفون نے ۳، ۴، ۸ میں جو رائے ظاہر کی ہے اُس سے اسپارٹی ذہنیت کا پتا چلتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اتفاق، فوجی قواعد اور تعمیل حکم، یہی تین چیزیں ایک کامیاب مملکت کی بنیاد کا کام دیتی ہیں۔

باب ۱ بہت ہی کم باقی رہ گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر اُدھر خانگی سازشیں اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ادھر میدان جنگ میں بھی لڑنا پڑا تو اسپارٹا کی کامیابی بہت ہی مشتبہ ہو جائیگی۔

---

# یادداشت متعلق باب اوّل

## اسناد عہد سنہ ۴۰۳ - ۳۶۲ ق م

اس عہد کی اہم ترین سند زینوفون: "ہیلے نیکا" مقالہ ۳ تا ۷ ہے جس کی تنقید برائٹن باخ Breitenbach نے اپنی اشاعت کی تمہید اور حواشی میں کی ہے (دو جلد برلن، سنہ ۱۸۷۴ء)۔ عہد نصف دوم یعنی سنہ ۳۸۲ - ۳۶۲ ق م کے حالات کے لئے فون شٹرون کی تحقیقات جو اس نے اپنی "تاریخ سیادت اسپارٹا و تھبز" Von Stern : Geschichte den spartan und theban Hegemonie (ڈیوزبرگ فیلڈ سنہ ۱۸۸۴ء) میں مدون کی ہے، منجملہ دیگر اسباب کے اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں زینوفون کے محاسن کو نہایت ممتاز کر دیا گیا ہے۔ اگر ہم اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ جن واقعات کو زینوفون نے بیان کیا ہے اُس میں خود اُس نے نمایاں حصہ لیا تھا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اپنی روش میں حتی الامکان غیر جانبدار نظر آتا ہے۔ اُس کے حالات کے لئے دیکھو ۱۔ روکیت: "سوانح عمری زینوفون" A. Roquette : De Xen. vita کینگس برگ سنہ ۱۸۸۴ء۔ لیکن بہت سے نقادوں کی رائے یہ ہے کہ زینوفون کی تحریروں سے جانبداری کی جھلک نظر آتی ہے، اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے بہت سے واقعات بالکل حذف کر دئے ہیں جن میں سے چند مفصلۂ ذیل ہیں:- (۱) وہ ایپامی نونداس اور پیلوپیداس کے کارنامے بہت کم بیان کرتا ہے اور اپنی کتاب کے اوائل میں اُن کا ذکر نہیں کرتا ہے، یعنی ایپامی نونداس کا ذکر تو ۷، ۱، ۴۱ تک نہیں کیا جاتا اور پیلوپیداس کا بیان صرف ۷، ۱، ۳۳ میں کافی سمجھا جاتا ہے۔ (۲) وہ میگالوپولس اور

یادداشت میسینے کی بنیاد کا مطلق تذکرہ نہیں کرتا۔ لیکن ہمیں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ یہ مجذوفات
متعلق باب اُس کی جانب داری پر مبنی نہیں ہیں۔ دونوں تھیبزی رہبروں کا تو اُس نے اُسی بنا پر
ذکر نہیں کیا کہ اس کے جذبات بھی ڈیموس تھینیس کے احساسات کے ہمشکل
تھے جن کا اظہار موخر الذکر نے اپنی کتاب "ارسطراطیس" Aristeer ۱۹۸ میں
کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ محض تھیبزی قوم کا ذکر کافی سمجھتا ہے اور اُن کے سپہ سالاروں
کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اسی کے ساتھ اُس کے بیان میں ایک خصوصیت یہ بھی پائی
جاتی ہے کہ تاوقتیکہ وہ کسی شخص کی خصائص خود اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر بیان نہ
کر سکے وہ سنی سنائی انفرادی خصوصیات کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مثلاً جب وہ
اسپارٹا کی حفاظت کا ذکر کرتا ہے۔ تو جہاں دیگر مورخ اگے سی لاؤس کی تعریف کے
طومار باندھ دیتے ہیں وہاں وہ اس کا نام بھی نہیں لیتا؛ اسی طرح جب اس کا اپنا
بیٹا وفات پاتا ہے تو درانحالیکہ اُس کی موت کا قصہ قدیم زمانے میں زبان زد خاص و عام
تھا، وہ خود اس کا ذکر بھی نہیں کرتا۔ جب صورت حال یہ ہے تو اس میں
کون تعجب کی بات ہے کہ جب وہ محض "تھیبزیوں" کے حالات پر اکتفا کرتا ہے تو
ایپامی نونداس کی توہین کا خیال تک اُس کے دل میں جگہ نہیں پاتا، اور جب وہ
پیلوپی داس کی شمالی فتوحات کو نظر انداز کر دیتا ہے تو اس سے اُس کا مطلب ہرگز
یہ نہیں ہے کہ تھیبز کی عظمت میں کسی قسم کا بٹا لگائے۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ
میگالوپولس اور میسینے کی بنیاد کا تذکرہ نہ ہونے سے اُس کی تاریخ میں ایک بدیہی نقص باقی
رہ گیا ہے، لیکن اس کا سبب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جانب دار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ
زینوفون عالمگیر تاریخ لکھنے پر قادر نہ تھا بلکہ اس کے عوض وہ صرف ایسے واقعات
کو ضبط تحریر میں لاتا تھا جن کی بابت اُسے کوئی خاص معلومات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ
اُس کی تاریخ میں بہت سے فقرے ایسے ہیں جن سے غیر جانب داری مترشح ہوتی ہے
مثلاً (۱) ایپامی نونداس کی تعریف و توصیف ۷، ۵، ۸، ۱۸ وغیرہ (۲) ایفی کراٹیس
ساکن ایتھنز کی قابلیت کا اقرار (۳) اسپارٹا پر یہ الزام کہ اُس نے تھیبز پر مظالم ڈھائے،
اور یہ اس قسم کے الفاظ میں کہ اگر لکھنے والا اسپارٹا کا دشمن بھی ہوتا تو بھی اپنا مفہوم اس سے
بہتر ادا نہ کرتا۔ اسی طرح اگے سی لاؤس کے پیلوپونیز میں ہو کر گذرنے اور ناکامی کا منہ

یادداشت متعلق باب

دیکھنے کی بابت بھی اُس نے نہایت سخت الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے؛ ۴، ۵ ۱۸ ۔ نیز اگیسی لاؤس کی طبعی کمزوری کی وجہ سے خفیہ سازشوں کے ہونے اور سفوڈریاس کی بریت کے متعلق بھی اس کا بیان پڑھنے کے قابل ہے ۵ ۴، ۲۵/۳۴؛ اور جب تھسالوی اسپارٹا کے سامنے دست استمداد پھیلاتے ہیں تو زینوفون کے نزدیک اسپارٹا بہت کمزوری دکھاتا ہے ۶، ۱، ۲ وغیرہ؛ وہ ان حقائق کا اعادہ کرنے میں پس و پیش نہیں کرتا جو اؤتوکلیس اسپارٹیوں کے سامنے بیان کرتا ہے جس پر اسپارٹیوں سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا ۔ بہرحال ان مثالوں اور نیز دوسری اور بہت سی مثالوں سے زینوفون کی غیر جانبداری کا پتا لگتا ہے ۔ نیز دیکھو اسی کتاب کا بارھواں باب ۔

زینوفون ایک نہایت صاف گو مؤرّخ ہے جو حکیم سقراط کی تعلیم کا اتباع کر کے محض لفاظی اور لسانی سے پرہیز کرتا ہے، اور خود اُس کے نقاد اُس کے بہترین فقروں کو اپنی کتابوں میں ہو بہو نقل کر کے گویا اُس کے محاسن پر مُہر لگا دیتے ہیں ۔

اہمیت کے اعتبار سے زینوفون کے بعد دیو دوروس کا نمبر آتا ہے، جس کی تصنیف کے مقالہ جات ۱۴ و ۱۵ کا تعلق عہد زیر بحث سے ہے ۔ میں دیو دوروس پر اپنی کتاب کی جلد ۲، باب ۷ کے اختتام پر تنقید کر چکا ہوں حقیقت یہ ہے کہ اُس کی خواہش تھی کہ تاریخ عامہ کی تحریر میں اخباری رنگ اختیار کرے لیکن اُس کی سنویت اکثر و بیشتر بالکل بیکار ثابت ہوتی ہے اور جن دو حصوں سے بالفعل ہمارا مطلب ہے وہ بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں ہیں ۔ اپنے اس خیال کے ثبوت میں میں مفصلۂ ذیل دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں:۔ (۱) اُس کے دئیے ہوئے سنین پر کسی طرح اعتبار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ہر سال کی ابتدا میں وہ اُن ایتھنزی آرخنوں اور رومن قنصلوں کے نام لکھتا ہے جو بیک وقت جائزہ دار نہیں تھے بعض مرتبہ جب سال آرخن کے جائزے سے نو ماہ پیشتر ہی شروع ہو جاتا ہے (جلد ۲، باب ۷، حاشیہ متعلق اسناد) تو خلفشار المضاعف ہو جاتا ہے ۔ اگر وہ اپنے سنوی تسلسل کے لئے کوئی خاص مسلک اختیار کرتا یعنی اپنے سال کو ایک ہی تاریخ پر شروع اور ایک ہی پر ختم کرتا تو غالباً اس قدر ابتری نہ بڑھتی؛ لیکن اس کی بجائے کبھی تو اس کا سال بڑا ہو جاتا ہے کبھی چھوٹا، کبھی تو اس میں سال بھر سے زیادہ کے مہینے

یا وہ واقعات متعلق باب

شامل کردئے جاتے ہیں اور کبھی متعدد سال ایک ہی دائرے میں داخل کر لئے جاتے ہیں (دیکھو حواشی متعلق باب ۵)، چنانچہ اگر وہ کسی امیر کا کسی خاص سال میں واقع ہونا بیان کرتا ہے تو بھی ہم اس قطعی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ خود اُس کی اپنی رائے میں بھی وہ واقعہ اسی سال میں ضرور پیش آیا ہوگا۔ (۲) لیکن اس سے بھی زیادہ جس وجہ سے اُس کا ساختہ سال سنوی اعتبار سے بالکل لغو ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے بجائے اخباری طرز اختیار کرنے کے اپنے ہی بنائے ہوئے طرز پر عمل کیا ہے جس کی بنا واقعات کے باہمی تعلق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر بہت سے سنین کے واقعات کو ایک ہی سال میں شامل کر دیتا ہے، اور اکثر و بیشتر ان واقعات کا فصلوں اور آرخنول کی فہرست سے مطلق کوئی تعلق نہیں ہوتا جن کے نام اس سال کے تحت میں لکھ دئے گئے ہوں۔

دیودورس کے مغالطہ آمیز سنوی تسلسل پر تنقید کر کے ہم اُس کے محاسن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور اس ضمن میں ہم سب سے پہلے اس رائے کے اظہار پر مجبور ہیں کہ اُس نے مختلف واقعات و اشیاء کے پوشیدہ تعلقات کو آشکارا کرنے کی کوشش کی ہے، ساتھ ہی اُس نے اپنے مخصوص طرز تحریر کا اتباع کرنے کے علاوہ یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک کار آزمودہ نقاش بھی ہے، اور اُس کی اس صنعت کو آج تک نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے جس تاریخی مواد سے مدد لی اور اُس میں جو ترتیب و تہذیب پیدا کی اُس میں فنّی اور نقاشانہ اصول مضمر تھے۔ اُس نے اپنی کتاب کے مختلف مقالوں میں جو تقسیم کی ہے اُس کی بنا محض مضامین کی نوعیت پر ہے اور ہر مقالے میں ایک قسم کی پنہاں یک رنگی نظر آتی ہے جس میں ایک یا زیادہ اشخاص یا واقعات کو ممتاز کر کے دکھایا گیا ہے۔ چونکہ ہر مقالے کا حجم ایک خاص حد سے تجاوز نہیں کر سکتا اس لئے اُن حالات کے بیان میں جن کا اُن اشخاص یا واقعات سے نسبتہً کم تعلق ہے اختصار مدنظر رکھا گیا ہے۔ دیودورس کے نزدیک دنیائے معلومہ تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم تھی یعنی مشرق، ارض یونان اور مغرب، ان میں سے مشرق اور یونان کا نہایت گہرا باہمی تعلق ہے، اور چونکہ تاریخ عالم میں یہ حصے یکے بعد دیگرے طاقتور اور ممتاز ہوتے ہیں اس لئے اُن واقعات کے بیان میں جو

یادداشت متعلق باب ۱

جو کسی خاص عہد میں نسبتہً کم نمایاں ہیں؛ نہایت کم گوئی کا اصول مدنظر رکھا گیا ہے۔ جو مقالے چوتھی صدی ق م سے متعلق ہیں اُن میں سے چودھویں مقالے (۴۰۴ ق م تا ۳۸۷ ق م) کا مرکز دیونی سیوس اکبر کا عہد حکومت ہے؛ پندرھویں مقالے (۳۸۶ ق م تا ۳۶۱ ق م) میں تھیبز، اسپارٹا اور ایتھنز کی باہمی کشمکش کا ذکر ہے؛ سولھویں مقالے (۳۶۱ ق م تا ۳۳۶ ق م) میں سب سے ممتاز شخصیت فیلقوس کی ہے؛ سترھویں مقالے (۳۳۵ ق م تا ۳۲۳ ق م) میں سکندر اعظم کا بیان اس قدر غالب ہے کہ اُس زمانے میں اٹلی اور سسلی کی تاریخ بالکلیہ حذف کر دی گئی ہے۔ اس آخری واقعے کی وجہ سے بعض مورخوں کو یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ ہمارے پاس سترھواں مقالہ تمام و کمال موجود نہیں ہے؛ مقابلہ کرو ڈروائسن: "یونانیت" Droysen : Hellenismus ۱، ۲، ۳۶۹؛ گروسر: "کروتون" Grosser : Croton ۱، ۶۴۱۔ اگر بالفرض یہ خیال صحت پر بھی مبنی ہوتا ہم وہ اصول جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے، غلط ثابت نہیں ہوتا۔ اغلب امر یہ ہے کہ سترھویں مقالے کا اگر کوئی جزو حذف ہوا ہے تو بھی وہ حجم میں زیادہ نہیں ہوگا، اور دیگر مقالوں میں تو جو اجزا تلف ہو گئے ہیں وہ صاف عیاں ہیں۔ دیودوروس اپنے سولھویں مقالے میں دیونی سوس کی طرف خاص طور سے رجوع ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اگےسی لاؤس کی تخت نشینی کو بالکل ہی اُڑا جاتا ہے؛ اور یہ ہم کسی طرح سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ واقعہ ممتاز نہ تھا۔ چونکہ پندرھویں مقالے میں اُس کی توجہ بالخصوص ارض یونان کی طرف مبذول ہے اس لئے وہ دیونی سیوس کے حالات بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا، لیکن ہمیں اس کا یقین ہے کہ دیونی سیوس نے اس دور میں بھی بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے ہوں گے۔ وہ دیونی سوس اصغر کا ذکر ۳۳۹ ق م تک یعنی اسی حکومت کے نویں سال تک نہیں کرتا اور اس کے بعد اپنے سولھویں مقالے کا نصف حصہ اس کے لئے مختص کر دیتا ہے۔ دیودوروس کی تصنیف کی خصوصیت اُن ابواب کے حجم سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے مختلف حصص دنیا کے لئے مخصوص کر دئے ہیں۔ چودھویں مقالے میں مغرب کے حالات کو ۶۸ ابواب میں منقسم کر دیا گیا ہے، حالانکہ یونان اور ایشیا کے بیان کے لئے صرف ۴۹ ابواب کافی سمجھے گئے ہیں

یادداشت متعلق باب

جن میں سے تیرہ ابواب میں دس ہزار کی پسپائی کا ذکر بھرا ہوا ہے۔ اس کے برعکس پندرھویں مقالے کے ۱۶۷ ابواب میں مشرقی حالات بیان کئے گئے ہیں، لیکن یہاں مغرب کے لئے صرف ۱۳ باب وقف ہیں بہت سے ایسے سال بھی ہیں جن میں مشرقی تاریخ بیان کی گئی ہے نہ مغربی تاریخ، اس لئے نہیں کہ ان سنین میں ان ممالک میں کوئی ممتاز واقعہ پیش نہیں آیا؛ بلکہ محض اس لئے کہ مصنف کے پاس یہاں کے حالات بیان کرنے کے لئے کافی جگہ باقی نہیں رہی۔ مثلاً چودھویں مقالے میں ۳۹۸ ق م، ۳۹۷ ق م، ۳۹۶ ق م، اور ۳۹۵ ق م میں مشرق کا ذکر تک نہیں ہے؛ لیکن جہاں پندرھویں مقالے میں ۳۸۳ ق م اور ۳۷۹ ق م کے مشرقی واقعات کو نظر انداز کیا گیا ہے وہاں چھبیس سال میں سے بیس سال کے مغربی حالات بالکل محذوف ہیں۔ یہ بالکل دوسرا سوال ہے کہ ان امور کو مدنظر رکھ کر ہمارے دل میں دیودوروس کی وقعت بطور ایک تاریخی سند کے بڑھ جاتی ہے یا کم ہو جاتی ہے۔ چودھویں مقالے کے لئے (یعنی اُس حصے کے لئے جس سے اس تاریخ کے ابواب ۱ تا ۹ اور باب ۱۱ کو تعلق ہے) اُس نے جس تاریخی مواد کا انتخاب کیا ہے اور اُسے جس طرح پر ترکیب دی ہے اُس میں اُس نے مشرق اور مغرب کے ہمجنس واقعات کا گویا توازن قائم کر دیا ہے؛ مثلاً دونوں مقامات میں خودسر حکمرانی کرتے ہیں، اور یونانیوں کو مشرق میں ایران سے اور مغرب میں قرطاجنہ سے جنگ آزمائی کرنی پڑتی ہے۔ اس مقالے کے آخری حصے سے مصنف کا اصلی مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والے پر ایک خاص اثر پیدا ہو۔ تین اہم واقعات جن سے خودسروں اور غیر یونانیوں کی کامیابی ظاہر ہوتی ہے، ایک ہی سال کے تحت درج کر دئے گئے ہیں یعنی صلحنامۂ شہنشاہی، اولمپیا کے مقام پر دیونی سیوس کی توہین کے باوجود اُس کی کامیابی اور غالویوں کے ہاتھوں روما کی تباہی (ابواب ۱۱۰ تا ۱۱۷)۔ چودھواں مقالہ مطلق العنان حکمرانوں کے لئے وقف ہے۔ اس مقالے میں بہت سے واقعات کی تفصیل غلط مندرج ہے، مثلاً تیس کی حکومت کی تاریخ، بیوتی اور کورنتھی لڑائیوں مثلاً جنگ کورونیہ کے حالات وغیرہ۔ باب ۲۵ کے مطابق انی توس اور میلے توس کو "بلا تحقیقات" سزائے موت تجویز کی گئی تھی! پندرھویں مقالے میں دیودوروس سے

یادداشت متعلق باب

جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اُن کے لئے اس کتاب کے باب ۵ کے حواشی ملاحظہ ہوں۔ چودھویں مقالے میں تاریخ سسلی کے علاوہ ایشیا اور ممالک شمال کے حالات مفید مطلب ہیں (ابواب ۳۹، ۷۹، ۸۲)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود دیودوروس کا انحصار کن اسناد پر تھا۔ لیکن اُس کے جواب سے کسی مفید مطلب بات کا ہماری معلومات میں اضافہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہم ایفوروس اور تھیوپومپوس سے اس قدر کم واقف ہیں کہ ہم یہ رائے قائم نہیں کر سکتے کہ چونکہ فلاں امر کا ماخذ ان دونوں میں سے کوئی ہے اس لئے اُسے منظور یا نامنظور کرنا چاہیئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ حکمیات میں اس قسم کے افادیت آمیز قیاسات کو فیصلہ کن تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ ایک حکمیاتی مسئلہ ہے کہ کسی موجودہ مصنف کی تحریر سے ایسے مصنف کے حقیقی وجود کا ثبوت دیا جا سکتا ہے یا نہیں جس کی تصانیف تلف ہو چکی ہوں۔ بہرحال ہمارا خیال ہے کہ نقادوں کو ماخذ کی تحقیقات کرتے وقت واقفۂ معلومہ سے واقفۂ غیر معلومہ کی طرف جانا چاہیئے تھا، اور جہاں تک دیودوروس کا سوال ہے، اُنھیں سب سے پہلے اُس کے مخصوص طریق کا اور اُس کے بعض واقعات کو دُہرانے کے خاص طرز بیان کی جانچ کرنی چاہیئے تھی، نیز اگر اُس کی تصانیف کے مختلف حصوں میں کسی قسم کا اختلاف پایا جاتا تو اُس کی اصلیت سے آگاہی حاصل کرنی چاہیئے تھی، اسکے بعد ممکن ہے کہ اُس کی اسناد کا اختلاف عیاں ہو جاتا۔ لیکن نقادوں اور محققوں نے ہنوز اس اُصول پر عام طور پر عمل نہیں کیا، گول۔ بریوکر نے اپنی دو کتابوں یعنی "تحقیقات متعلق دیودوروس" اور "محقق زمانۂ حال و مورخ زمانۂ قدیم"
L. Broecker: Untersuchungen ueber Diodor, und Moderne Quellenforscher und antike Geschichtsschreiber میں اس کی ابتدا ضرور کی ہے۔ شٹرن نے اپنی کتاب "دیودوروس کی سند اعلیٰ یعنی تاریخ تھیوپومپوس" Stern: Theopompus eine Hauptquelle Diodors اشٹراس برگ ۱۸۹۱ء میں جانبداری کا پیرایہ اختیار کیا ہے۔ مقابلہ کرو باؤئر کی "سالنامۂ تاریخ یونان" Bauer: Jahrbuch ueber Griech Gesch. کا لواری ۱۸۹۱ء۔

یادداشت متعلق باب

مفصلۂ ذیل بیان میں میں ایک ایسا موضوع لوں گا جس کا دیودوروس نہایت شائق معلوم ہوتا ہے، یعنی لڑائیاں اور جنگیں، اور اس موضوع کی تحقیقات کر کے اس کے عام طرز استدلال کا تعین کروں گا۔ میرے نتائج اُن اصحاب کے لئے ضرور کارآمد ثابت ہوں گے جو دیودوروس کی کتاب کو بطور ایک تاریخی سند کے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنی جانچ پرتال اور تحقیق کے لئے دو لڑائیوں یعنی جنگ پلاٹیہ اور جنگ لیوکٹرا کو لیتا ہوں جو بعض مورخوں کی رائے کے مطابق ہمشکل اور بعض کے نزدیک ایک دوسرے سے بہت کچھ مختلف تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دیودوروس نے ان دونوں لڑائیوں کا ذکر کچھ اس انداز سے کیا ہے کہ دونوں کے تدریجی حالات صاف نظر آتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اُس نے ان دونوں کا ایک ہی قسم کی شگفتہ بیانی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید دونوں کی صورت حال ایک ہی ہو۔ اس مضمون کرکے ابواب ۱۱، ۳۱، ۳۲ (لیوکٹرا) اور ۱۵، ۵۵، ۵۶ (پلاٹیہ) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ابتدا میں تو دونوں لشکر نہایت بہادری سے لڑتے ہیں (۱۱، ۳۱؛ ۱۵، ۵۵)؛ اس کے بعد مہر دونیس اور کلیومبردتوس کی موت کی وجہ سے صورت حال میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے (۱۱، ۳۱؛ ۱۵، ۵۵)۔ دونوں کا طرز بیان بالکل یکساں ہے۔ دیودوروس نے اپنے مقالہ جات ۱۱ تا ۱۷ میں جن لڑائیوں کا بیان کیا ہے اُن میں سے اکثر کے لئے ایک ہی طرح کے فقرے استعمال کئے ہیں؛ شوبرٹ Schubert سے بعض زوردار فقرے دوریس کی طرف منسوب کرتا ہے (اگاتھوکلیس ۲۰)، لیکن ایسے فقرے ۱۳، ۵۴ میں بھی ملتے ہیں، اور کم سے کم اس حصے کا ماخذ کسی حالت میں دوریس نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے پُر زور الفاظ خود دیودوروس کے تخیل جنگ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اُس نے جنگی لڑائیوں اور محاصروں کا اپنی کتاب کے مقالہ جات ۱۱ تا ۱۷ میں ذکر کیا ہے اُن کو وہ تقریباً جنگ لیوکٹرا اور جنگ پلاٹیہ کی طرح بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ واقعات مختلف ہوتے ہیں اور لڑائیوں کی درجہ بدرجہ ترقی میں بھی اختلاف ہوتا ہے، لیکن دیودوروس کے خیال کے مطابق یہ واقعات بمنزلہ کھچڑی دال چاول کے ہیں اور جب تک ان میں اپنے ذائقے کے مطابق

یادداشت متعلق باب

نمک مرچ مسالہ نہ ملایا جائیگا اُس وقت تک اُن میں لطف و لذت پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہر باضابطہ لڑائی کا اظہار نفیریوں اور شور و غوغا سے ہوتا ہے، ہر ایک میں فریقین نہایت بہادری سے لڑتے ہیں اور ہر ایک کا نتیجہ مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے کہ ہر ایک لڑائی میں "بہت سے" سپاہی مارے جاتے ہیں اور "اُن سے بھی زیادہ" زخمی ہوتے ہیں؛ اس کے بعد اگر ممکن ہو تو ایک طرف کا سپہ سالار مارا جاتا ہے (اسلئے کہ اُس کے بغیر ایک فریق کے غلبے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے) اور اُس کی ماتحت فوج فرار ہوجاتی ہے جس کا دشمن فی الفور تعاقب کرتا ہے۔ ہر باضابطہ لڑائی کے تین عنصر ضرور ہوتے ہیں یعنی شور و غل، بہادری اور خوش قسمتی، اور یہ سلسلہ ۴۸۰ ق م سے تقریباً ۳۲۰ ق م تک ایشیا، یونان اور سسلی کی ہر ایک جنگ پر صادق آتا ہے۔ چونکہ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام ممالک اور جملہ سنین کی بابت دیودورس کا ماخذ ایک ہی اخبار نویس ہو اس لئے اُسے نقال محض کا لقب نہیں دیا جاسکتا بلکہ ہم اُس پر یہ حکم لگانے میں حق بجانب ہیں کہ اُس نے مختلف اسناد کو اپنا ماخذ و منبع بنایا ہوگا اور واقعات کو خود اپنے الفاظ میں ادا کیا ہوگا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اپنے نفیس فقرے اور جنگ کا باقاعدہ بیان کہاں سے لیا؛ اگر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان امور کا ماخذ الفورودس ہے تو پھر بلاشبہ تھیوپومپوس اور تمائیوس کو بھی اُس نے اسی طرح اپنے سانچے میں ڈھال لیا ہوگا۔ مقالہ جات ۸ تا ۲۰ میں اُس کی زبان اس قدر نپی تلی نہیں ہے، اور اسی طرح مقالہ ۱۶، ۱۴، ۲۵ کی شکل جداگانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیودورس نے اپنی تصنیف کے ہر حصے کے لئے ایک ہی طرز اختیار نہیں کیا، اور ہمارے لئے یہ امر بھی کچھ غیر اہم نہیں ہے ہم جہاں تہاں اس کا تعین کرسکتے ہیں کہ اُس نے کونسے مصنف سے اپنے واقعات اخذ کئے ہوں گے؛ مثلاً ۱۴، ۸۳، ۸۴، کا ماخذ زینوفون ۴، ۲، ۳ ہے اس لئے کہ دونوں میں ایک ہی سلسلۂ واقعات کا تسلسل ایک ہی طرح دکھایا گیا ہے درانحالیکہ یہ تسلسل اصلیت کے برعکس ہے۔ دیودورس نے مفصلۂ ذیل بیان میں وہی ترتیب رکھی ہے جو ہمیں زینوفون میں ملتی ہے: جنگ کورنتھ (زینوفون ۴، ۲، ۹، ۲۳) اگسے سی لاؤس کا کوچ ارض یونان کی شمالی سرحد تک (زینوفون ۴، ۳، ۱)؛ جنگ کنیدوس

یادداشت متعلق باب (زینوفون ۴، ۴، ۱۱)؛ اگے سی لاؤس کورونیہ میں (زینوفون ۴، ۳، ۱۵)۔

اب ہم اس مسئلے کی طرف رجوع ہوتے ہیں کہ آخر دیودوروس ہمارے کس کام کا ہے۔ اس کے سنوی تسلسل میں ہم ایسے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں، جنھیں حل کرنے کے لئے ہمیں دوسرے مصنفوں کے تصانیف کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی سنویت صرف انھیں مقامات پر قابل وثوق ہے جہاں کسی مفصل بیان کو متعدد سالوں میں پھیلا دیا گیا ہو۔ جہاں تک تاریخی واقعات کا تعلق ہے، وہ سسلی کے حالات کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، تاریخ یونان کیلئے ایک تتمے کا کام دیتا ہے اور ایشیا کی تاریخ کے لئے بھی نہایت کارآمد ہے علاوہ تاریخی مواد کے اس کی تصنیف اکثر وبیشتر بیکار ہے؛ لیکن ہم بحیثیت ایک عالمگیر تاریخ کے مؤلف کے اس کی اہمیت کو ہرگز نظر انداز نہیں کرسکتے اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اپنے واقعات کو نہایت ہوشیاری سے یکجا کرتا ہے۔ دیکھو اس کتاب کے باب ۱۵ کے حواشی) ۔ اگر اس نے کوئی واقعہ حذف بھی کردیا تو بھی اُن اسباب کی بنا پر جن کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے، کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ تاریخ روما کے لئے بھی انھیں امور کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی واقعہ ایسا ہے جس کا دیودورس میں کہیں پتا نہیں تو محض اسی وجہ سے یہ باور کرنا صحیح نہیں کہ سرے سے یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا ہوگا۔

پلوٹارک کے تذکرہ جات لیسانڈر، اگے سی لاؤس وارد شیر میں بہت سے ایسے فقرے آئے ہیں جن سے ان افراد کے خصائص معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے اردشیر کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ایران کی شخصی حکومت کا ایک نہایت ہی نفیس خاکہ ہے۔ گتنے سیاسی دیگر معاملات میں قابل وثوق نہ ہو (اور شپیگل نے اپنی "قدیمیات ایران" Spiegel : Eranische Alter ۲، ۲۲۲-۲۴۴ میں اس کا قطعی بطلان کردیا ہے؛ لیکن اسے ان معاملات کی بابت بہت کچھ معلومات حاصل تھیں۔ مقابلہ کرو ہاوگ: Hauq . Die Quellen "یونانیوں کی سوانح عمریوں کے لئے پلوٹارک کے آخذ Plutarchs in der Lebenbesehr, der Griechen ٹیوبنگن ۱۸۵۴ء؛ سمتھ: "پلوٹارک کی سوانح عمری اردشیر" Smyth Astudy of Plutarch's

یادداشت متعلق باب

لائپزگ ۱۸۸۱ء۔ life of Artaxerxes اس کی سوانح عمری لیساندر میں لیساندر کے مقاصد اور اُس کی موت کی بابت نہایت مفید معلومات دی ہوئی ہیں جن میں سے اُس کی موت کا حال غالباً بیوتی ماخذ سے لیا گیا ہے۔ اُس کے تذکرۂ اگےسی لاؤس میں اس لئے بہت سے واقعات تھیوپومپوس سے اخذ کئے ہیں، لیکن زاخسے کا خیال الفوروس کی طرف منتقل ہوتا ہے (اگےسی لاؤس کی سوانح عمری میں پلوٹارک کے ماخذ Sachse : Die Quellen P. in der Lebensb. des Agesilaos شلائپزگ ۱۸۸۸ء۔ پلوٹارک ہمیشہ بہ نسبت تسلسل تاریخی کے سلسلۂ واقعات کی طرف زیادہ توجہ کرتا تھا اس کے لئے اسی باب کا حاشیہ نمبر ا دیکھنا مفید ہوگا۔

کورنے لیوس نیپوس کی تالیفات میں سے تھراسی بولوس، کونون، ای فیکراتیس، خابریاس، تموتیوس، داتامیس اور اگےسی لاؤس کی سوانح عمریوں کا ہمارے عہد سے تعلق ہے۔ ان کتابوں کی بیشمار تاریخی غلطیوں پر نیپرڈے Nipperday نے اپنی اشاعت دوم (لوپوس برلن) میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ یوشتی نوس کی تصنیف کے مقالہ جات ۵ و ۶ تقریباً بالکل ہی بیکار ہیں، لیکن پولی اےنوس میں بہت سا کارآمد مواد موجود ہے جس کے لئے ملبر کی کتاب "ماخذ پولی اےنوس" Melber : Ueber den Werth and die Quellen Strats-gemensammil Polyaenus Suppl. Vol. تتمۂ نمبر ۱۴ No. XIV of the Jahrb. f Kl. Phil سالنامۂ لسانیات قدیمہ صفحہ ۴۱۹ تا صفحہ ۶۸۸۔

"مجموعۂ نوشتہ جات قدیمہ" C.I.A. جلد ۲۔ ڈٹن برگر Dittenburger اور ہکس Hicks کی کتابوں میں اکثر اہم نوشتے دئے ہوئے ہیں۔

۳۶۲ ق م تک کے واقعات کے لئے زمانۂ حال میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے مفصلۂ ذیل کا ذکر اس جگہ مناسب ہے:۔ لاخمان "تاریخ یونان از جنگ پیلوپونیز تا زمانۂ سکندر اعظم" Lachmann : Gesch. Griechenlands vom ende des pelop. Krieges bis Alexander لائپزگ ۱۸۳۹ء؛

یادداشت متعلق باب ۱

زیفرس: "تاریخ یونان از جنگ پیلوپونیز تا جنگ مین تی نیہ" Sievers : Geschichte Griechenlands vom Ende des pelop. Krieges bis zur Schlacht bei Mantineia کیل ۱۸۴۰ء؛ فون شٹرن کی کتاب "تاریخ اسپارٹا و تھیبز" Stern : Geschichte des spartan, und theban Hegemonie.

نیز تفصیل کے لئے براٹن باخ کی اشاعت پیلے نیکا اور کرتیوس کی "تاریخ یونان" Curtius : Gr. Gesch. کی اشاعت ششم کے حواشی۔ بلاس بھی اپنی کتاب "خطابت یونان" Blars : Die griech. Beredsamkeit میں نہایت تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ اس جلد کے لئے ہرمان کی "قدیمات" Hermann : Staats alter میں مواد کا جو مجموعہ ہے اُس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

---

# باب دوم

## اسپارٹا کے علاوہ دیگر یونانی مملکتوں کی حالت

## حکیم سقراط کا خاتمہ

اسپارٹا کی عظمت و اقتدار کے مخالفوں میں سب سے ممتاز ایتھنز تھا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ حال ہی میں اُسے ایک بڑی زک اُٹھانی پڑی تھی، لیکن بجائے اس کے کہ اُس کے باعث کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو، اس کی تجارت میں جو اُس کی قوت وسطوت کی اصلی بنیاد تھی، از سرِ نو ایک خاص قسم کی گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ زمانۂ دراز سے یہ شہر بحیرۂ ایجین کی تجارت کا مرکز بنا ہوا تھا اور اپنے انتہائے عروج کے زمانے میں اُسے اس تجارت کا گویا اجارہ حاصل تھا، جس کے باعث اُس کی بندرگاہ پرائیوس کی دولت اور مرفہ الحالی میں بیش بہا اضافہ ہو گیا۔ گو پچھلی شکست کے بعد وہ پہلی سی بات تو رہی نہ تھی اور بجائے اس کے کہ ایجین کی تمام تجارت پرائیوس کھنچکر آئے اس سمندر کے جزیروں اور ساحلی بلدیات کو آزادیٔ تامہ حاصل ہو گئی تھی، تاہم پڑی ہوئی عادت دفعتاً چھٹ نہیں سکتی، چنانچہ ان شہروں کے بہت سے تاجر اپنا مال واسباب حسبِ سابق ایتھنز لے جاتے اور وہاں اُسے بآسانی فروخت کر دیا کرتے۔ اس جدید صورت حال کی وجہ سے ایتھنزی تجارت کو از سرِ نو فروغ حاصل ہوا اور پچھلی جنگ میں اُس کے سیاسی جسم میں جو زخم ہو گئے تھے اُن کا جلد جلد اندمال ہونے لگا۔ لیسانڈر کی حکمت عملی یہ تھی کہ ایتھنز کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کی غرض سے شہر کو بیشمار غیر ملکیوں سے بھر دے، اور وہ اب رفتہ رفتہ اپنے گھروں کی راہ لینے لگے۔

باب ۲ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنز کے پاس بہت کم نو آبادیاں رہ گئی تھیں، چنانچہ بہت سے جری اور باہمت ایتھنزیوں نے یہ وتیرہ اختیار کر لیا کہ جب کبھی ایشیا یا کسی اور ملک میں کوئی جنگ برپا ہوتی تو متخاصم فریقوں کی فوج میں وہ بھرتی ہو جاتے اور اپنے نئے مالکوں کے موافق لڑائی میں حصہ لیتے۔ ان تارکان وطن کے لئے ایتھنز کے امیر البحر کونون نے خود اپنے فعل سے ایک قسم کی مثال قائم کر دی تھی۔ الغرض اس طریقے سے شہر کو اپنے مشکوک و مشتبہ باشندوں سے نجات مل گئی جس کے باعث ان شہریوں کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہو گیا جو اپنا وطن چھوڑ کر باہر نہیں گئے تھے۔

ایتھنز کے لئے یہ امر بھی نہایت ہی خوش آیند تھا کہ عدیدی گروہ نے جو زمانۂ دراز سے ملک میں خلفشار مچائے ہوئے تھا، اپنے اقتدار کو غلط طریقے پر استعمال کر کے گویا خود اپنے گلے پر چھری پھیر لی تھی۔ جب ہم چوتھی صدی ق م کے واقعات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں مشکل سے کوئی ایسا ایتھنزی نظر آتا ہے جسے عدیدیا یا اسپارٹیوں کے قبضۂ ایتھنز کا ڈر ہو، اور اس طرح ایتھنزیوں کو اس خوف سے جو کیمون سے لے کر کری تیاس کے زمانے تک ہر ایک شخص کے دل میں جاگزیں تھا، بالآخر نجات مل گئی تھی۔ اسی سبب سے ہتیائے ریاست یا خفیہ انجمنوں کا پتا بھی نہیں ہے، اور ہر شخص یا تو عمومی حکومت سے بالکلیہ مطمئن ہے یا اپنے اختلاف یا تنفر کے جذبے کو عملی جامہ نہیں پہناتا۔ اسی زمانے میں ایک اور واقعہ ایسا پیش آیا جس سے ایتھنز کے امن و امان میں گونہ اضافہ ہو گیا، اور یہ واقعہ الکبیادیس کی موت تھی۔ اس منچلے ایتھنزی کی فوری موت کے اسباب کی بابت مورخوں میں اختلاف ہے؛ لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اسپارٹی اور ایرانی، ("تیس خود سر" اور کورش، آگس اور لیساندر، غرض جتنے بھی اشخاص کسی زاویۂ دنیا میں برسر اقتدار ہوے وہ سب کے سب اس کے حرکات شنیعہ کی وجہ سے اس سے دلی نفرت کرتے تھے اور یہ سمجھنے لگے تھے کہ اس نے محض اپنے مفاد کی خاطر ان میں سے ہر ایک کو اپنا آلۂ دلبستگی بنایا ہے۔ ایسی صورت حال میں اس کے لئے صرف سوس ہی ایسا مقام تھا جہاں اس کی زندگی محفوظ رہ سکتی تھی، اور چونکہ شہنشاہ ایران ہر مفرور و غدار یونانی کو اپنے ملک میں پناہ دیتا تھا اس لئے

باب ۲ لیساندر نے اپنے دشمنوں کے نرغے سے نکل کر سیدھا پائے تخت ایران کی طرف رُخ کیا۔ اُس کا راستہ افروجیہ میں ہو کر تھا، چنانچہ جب وہ اس صوبے میں ہو کر گزر رہا تھا تو فرنا بازو کے اشارے سے اُس کی قیام گاہ کو آگ لگا دی گئی اور جب اُس نے نکل کر بھاگنا چاہا تو نشانہ بنا کر اُس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس حوصلہ مند اتھینزی کے حرکات سے اس کے شہر کو کتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور اُس کی موت کے بعد اب اُس کے ہم قوم اپنی نیند سو سکتے تھے۔ اُس کی موت سے کسی فردِ بشر کو نقصان نہیں پہنچا، بلکہ اتھینز کو تو اُس سے صریحی فائدہ ہوا، اس لئے کہ جس انسانی صفت کی اب اتھینزیوں کو ضرورت تھی وہ محنت و مشقت تھی، اور الکبیادیس جیسا دوررس اور زیرک شخص جو خواب دیکھا کرتا تھا ان کی تکمیل کی کوشش شہر والوں کے لئے بیحد نقصان رساں اور مضر ہوتی[1]۔

ان خداداد آسانیوں کے باوجود بھی اتھینزیوں کے لئے اپنے گھر کا انتظام کرنا، خصوصاً مسائل قبضۂ اراضی کا حل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تیس خودسروں نے جن شہریوں کو اپنا نشانۂ ستم بنایا تھا، اُن کے شہری حقوق کو ہی نقصان نہیں پہنچا تھا بلکہ انھیں بعض مملوکات سے بھی دست بردار ہونا پڑا تھا۔ اتھینز میں بھی اُن تمام مملکتوں کی طرح جہاں کے مفرور باشندے اپنے اپنے وطنِ مالوف کو واپس آرہے تھے، یہی مسئلہ درپیش تھا کہ ان واپس شدہ شہریوں کے نقصان کی کس طرح تلافی کی جائے، اور اگر ان کی عدم موجودگی میں اُن کی مملوکات دوسروں نے خرید لی ہیں تو ان خریداروں کو اُن کے واپس کرنے پر

---

[1] الکبیادیس کی موت کے لئے نیپوس: "الکبیادیس" ۱۰؛ پلوٹارک: "الکبیادیس" ۳۸؛ یوستی نوس ۵، ۸، جو غالباً تھیوپومپوس کا اتباع کرتا ہے؛ اسی طرح دیودورس (۱۴، ۱۱) غالباً ایفوروس کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ پلوٹارک: "نوا" ۸ میں لکھا ہے کہ رومنوں نے فیثاغورس کا بت بھی نصب کیا، جس سے اس اتھینزی کی شہرت کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے حلیے کیلئے بومائسٹر "یادگارہائے" Baumeister : Denkm. صفحہ ۴۶۔

باب ۲ مجبور کیا جائے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر سابق عدیدی حکمرانوں کی ہر ایک کارروائی کو کالعدم قرار دیا جاتا تو بدامنی اور بےچینی بڑھ جاتی۔ ہم جانتے ہیں کہ تقریباً ہر ایک ملک کو اس قسم کی مشکلات کا کبھی نہ کبھی ضرور مقابلہ کرنا پڑا ہے، اور یہ ایتھنزیوں کی بڑی بھاری کامیابی ہے کہ وہ اس گتھی کو سلجھانے میں دوسرے یونانی بلدیات سے کہیں زیادہ کامیاب ہوئے، اور انھوں نے جو نئے قواعد مدون کئے ان سے بےچینی کی آگ اس میں پہلے سے زیادہ شدت پیدا نہیں ہوئی۔ امن و امان قائم رکھنے کا سہرا شہر کے عمومی رہبروں یعنی تھراسی بولوس اور اس کے ساتھیوں کے سر ہے جنھوں نے اپنی نکلی ہوئی اراضی کا معاوضہ لینے سے انکار کرنے میں مسابقت کی۔ ان کے اس فعل سے اُن لوگوں کے جوش پر گویا پانی پڑ گیا جو نہایت شد و مد سے معاوضے کا مطالبہ کرنے والے تھے، اور باہمی مفاہمت کا دروازہ کھل گیا۔

اس کے بعد ایتھنزی اپنے قوانین موضوعہ کی نظرثانی کے اہم کام کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہنے کو تو بظاہر پرانے قوانین کے نفاذ میں کسی قسم کی وقت معلوم نہیں ہوتی تھی، لیکن اس میں عملی مشکلات بےشمار تھے۔ ایتھنز میں اکثر و بیشتر قانون سازی "رتجاویز عوام" کے ذریعے سے ہوا کرتی تھی جو اکثر ایک دوسرے سے متضاد تھیں، چنانچہ اس کے ہموار کرنے کی خاطر تسامینوس کی تحریک پر چند مقننوں کا تقرر ہوا اور انھوں نے اپنی مدد کے لئے بعض ایسے افراد کا انتخاب کیا جنھیں ایسے معاملات میں مہارت حاصل تھی۔ ان میں سے ایک نکوماخوس بھی تھا، جو در اصل اُس اعتبار و اعتماد کا ہرگز مستحق نہ تھا جو اُس پر کیا گیا تھا، اور جس کی نالائقی و نااہلی کی وجہ سے اس اہم کام کی تکمیل میں ضرورت سے زیادہ دیر لگ گئی۔ اس پچھلے زمانے میں شہریوں کی باضابطہ فہرست میں کسی نہ کسی طرح سے بہت سے غیر ملکیوں کے نام بھی شامل ہو گئے تھے اس لئے سولون کے اس پرانے قانون کا از سر نو احیاء کیا گیا جس کے بموجب حقوق شہریت صرف انھیں افراد تک محدود رہنے چاہیئے تھے جن کے والدین ایتھنزی شہری ہوں۔

چونکہ یہ سب اصلاحات آرخن اقلیدس کے عہد میں عمل میں آئی تھیں اسلئے اُس کا زمانہ (یعنی اولمپیاد ۹۴، ۲ = ۴۰۳ ق م) تاریخ ایتھنز میں ایک نہایت ممتاز عہد

شمار کیا جاتا ہے۔ اسی سال میں آرخینوس کی تحریک پر سرکاری کاروبار میں ایونی حروف تہجی کا استعمال کیا جانے لگا۔ ان میں اور قدیم اٹیکائی حروف میں یہ فرق تھا کہ یہاں طویل حروف علت اور دوسرے حروف صحیحہ کے لئے خاص خاص علامتیں تھیں جو قدیم اٹیکائی حروف تہجی میں نہ تھیں۔ نیز پرانے زمانے میں ناٹک کی حاضری اور عدالتی خدمات کے معاوضے میں ایتھنزی شہریوں کو جو معاوضہ دیا جاتا تھا اُسے از سر نو رائج کیا گیا، اور کچھ عرصے کے بعد اگی رہیوس کی تحریک پر یہ قرار پایا کہ اجلاس جمعیت کی شرکت کے لئے بھی شہریوں کو معاوضہ دیا جائے۔ ان سب امور کو مدنظر رکھ کر ہم یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایتھنز کی مالی حالت پہلے سے یقیناً بہتر ہوگی سہ

پچھلے زمانے میں تھراسی بولوس ہی نے ایتھنز کو آزاد کرانے میں نہایت نمایاں حصہ لیا تھا، چنانچہ اقلیدس کی آرخنی کے بعد ایتھنزی میدان سیاست میں سب سے وجیہ و ممتاز شخصیت اُسی کی تھی۔ اُس کی سربراہی میں عموم ایتھنز کی رہبری کے فرائض انی توس (جس نے آئندہ چل کر حکیم سقراط پر استغاثہ دائر کیا)، اگی رہیوس (جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے) کیفالوس اور ایپیکراتیس کے سپرد رہے۔ ان میں سے کیفالوس مقرروں کی صف اول میں تھا اور جو کچھ کرتا تھا نہایت سوچ سمجھ کر کرتا تھا، کہتے ہیں کہ جب اُس کی سیاسی زندگی ختم ہوگئی تو وہ ہمیشہ فخریہ انداز سے یہ کہا کرتا تھا کہ مجھ سے کبھی کوئی خلاف آئین حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ رہا ایپیکراتیس، سو اُس کا لباس اور عام انداز اسپارٹیوں کی طرح نہایت سیدھا سادہ تھا تہ

---

سہ تھراسی بولوس اور انی توس نے معاوضہ لینے سے انکار کیا؛ الیسقراطیس و کالی ماخوس ۲۳۔ نکوماخوس کیلئے Lys. or XXX اور فروبرگر Frohburger کی تمہید کا مطالعہ کیا جائے۔ اقلیدس کی آرخنی میں اصلاحات، گلبرٹ "قدیمات" ۱، ۱۵۱؛ کرٹیوس "تاریخ یونان" ۳(۱) ۵۰ وغیرہ Curtius : G. Gesch. ۳۵، ۳۶، ۷؛ ہرمان "قدیمات" Hermann : Staatsalt. پیرا ۱۶۸۔ شہریوں کو معاوضہ دیا جانا، گلبرٹ ۱، ۳۲۵ وغیرہ۔ اگی رہیوس کی تحریک پر جمعیت میں حاضری کا معاوضہ Schol. Ar. Eccl ۱۰۲۔ پیلیاشتون کی تقسیم و حکومت بلدیہ ایتھنز Wachsmuth : Statdt Athen ۲، ۱، ۳۴۔

تہ سنہ قبل م کے بعد ایتھنز کے عمومی رہبر، بلوخ Beloch باب ۷ خصوصاً صفحہ ۱۱۶ وغیرہ۔

باب ۲

علاوہ تھراسی بولس کے یہ سب رہبر محض معمولی عقل و تمیز کے انسان تھے اور ان میں سے کسی میں کوئی خاص قابلیت نہیں تھی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنزیوں کے سامنے جو مسائل درپیش تھے ان کا تعلق جدید ادارات کے شیوع کی بجائے قدیم ادارت کی تجدید سے تھا، اور اس کام کے لئے محض قابلیت سے زیادہ محنت، ترتیب اور تہذیب کی ضرورت تھی، چنانچہ باوجودیکہ یہ رہبر غیر معمولی قابلیت کے نہ تھے، لیکن محض اسی کے باعث ایتھنزی انھیں نہایت پسند کرتے تھے۔ جدید حکومت نے ایک سو تالنت کا بار عظیم ملک پر عائد کر دیا تھا؛ اُسے ادا کرنے کے لئے و نیز جنگی کشتیوں کی تیاری، اسلحہ سازی کے کارخانوں کی تجدید اور عموم ایتھنز کو مختلف خدمات کے معاوضوں کے واسطے روپیے کی سخت ضرورت تھی۔ عمومی رہبر اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور گو انھوں نے اپنے عہد میں دائرہ حکومت میں اعتدال کو پیش نگاہ رکھا، لیکن ایتھنز کے لئے یہ امر نہایت ہی خوش آئند ہوتا اگر ذہنی دائرے میں بھی وہ اسی قسم کا اعتدال مد نظر رکھتے۔ لیکن اس کی بجائے سیاسی اعیانیت کے دشمنوں نے ذہنی اعیانیت کی مخالفت بھی شروع کر دی، چنانچہ بالآخر انھوں نے حکیم سقراط کو اپنے اسی طرز عمل پر قربانی چڑھا دیا؎

؎ حکیم سقراط کی سزا۔ اس مبحث کو فورخ ہامر Forch hammer نے اپنی کتاب "ایتھنزی و حکیم سقراط" Athener und -Socrates برلن ۱۸۳۷ء میں بہت نمایاں کر دیا ہے۔ اس موضوع پر آخری تصنیف گ، سوریل: "مقدمۂ سقراط" G. Sorel : Le Proces de Socrate (پیرس ۱۸۸۹ء) ہے، اور وِنڈل بانڈ: "تاریخ فلسفۂ قدیمہ" صفحہ ۱۹۱ Windelband Gesch. d. alten Philos. میں اس مقدمے کا صحیح لب لباب دیا ہوا ہے۔

سقراط کے مقدمے کا دار و مدار اس دعوے پر تھا کہ اُس نے ملکی مذہب میں جدید معبودوں کا اضافہ کیا ہے اور نوجوان ایتھنزیوں کے اخلاق خراب کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں سے کسی فعل کا بھی مرتکب نہیں ہوا۔ بدیں سبب ایتھنزی ہے لیا شتون کے حامیوں کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جیوری نے واقعات کو غلط زاویۂ نگاہ سے ضرور دیکھا ہے، لیکن انھوں نے سقراط کو محض اس وجہ سے مجرم گردانا ہے کہ اُن کے نزدیک سقراط نے انسان کی ذاتی رائے کو

باب ۲ـ

حکیم سقراط نے اپنی عمر کے متعدد سال اپنے شہر میں ادھر اُدھر چکر لگانے میں گزارے تھے۔ وہ دراصل سنگ تراشی کا پیشہ کرتا تھا، لیکن اس نے عوام کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جو غیر معمولی اہمیت دی ہے وہ مملکت کے لئے خالی از خطرہ نہیں ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حکیم سقراط ایک ایسا مجوز تھا جس کی رائے میں اُس کی اپنی ذات کو کوئی دخل نہیں تھا، اور کم از کم جیوری کے متعلق ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ انہیں دونوں کے درمیان تفریق کرنے کی قابلیت ہی نہ تھی۔ یہاں ایک خاص امر کی جانب ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے جسے دوسرے مصنفوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنز ہی ہے لیاستول نے حکیم سقراط کو جو سزا دی اُس سے وہ خطرناک نتائج ظہور پذیر نہیں ہوئے جو آجکل کے معاشروں میں اس قسم کی سزا سے نکلتے، اور چونکہ ایتھنزی نظائر کی اہمیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس لئے سقراط کی سزا سے کسی قسم کی نظیر بھی قائم نہیں ہوئی۔ یونانی حکمیات قانون کی ماہیت سے واقف نہیں تھے، اور علم اصول قانون دراصل سلطنت روما کا ایک کارنامہ ہے۔ یونان میں ہر عادل مقدمے کی تجویز سے پہلے اپنے لئے ایک منطقی شکل قائم کر لیتا اور تجویز میں کبھی اسباب و توجیہات کی ضرورت نہ سمجھتا؛ نیز یہ بھی یاد رکھنا مناسب ہوگا کہ گو مقدمات میں ملزم کی طرف سے وکلا کو پیروی کرنے کی اجازت دی جاتی تھی لیکن اصولاً عادل اس قسم کی اجازت دینے پر مجبور نہ تھا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ہر ملزم کو قانون پر عبور نہیں ہوا کرتا، لہذا جب ایک طرف تو وکلاء کو پیروی کے لئے عام اجازت نہ ہو اور دوسری جانب مقدمے کا دار و مدار عادلوں کی ذاتی رائے پر ہو، تو ظاہر ہے کہ ہر مقدمے کی تجویز خود اُسی کے واقعات کے لحاظ سے دی جاتی ہوگی۔ انھیں اسباب کی بنا پر ایتھنز میں کسی عدالت مرافعہ کا ذکر سننے میں نہیں آتا۔ اس طریق کار کا جو اثر تاریخ تمدن پر پڑا اُس کا ذکر اس موقع پر بے محل ہوگا؛ جہاں تک سقراط اور اُس کی سزا کا تعلق ہے، اُس کی اہمیت یہ ہے کہ ایتھنز میں کسی فرد بشر کا یہ خیال نہیں تھا کہ سقراط کی سزا سے آئندہ اسی قسم کے ملزموں کے لئے کوئی نظیر قائم ہو گئی ہے۔

ساتھ ہی ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب حکیم سقراط پر جرم ثابت ہو گیا تو اُس کیلئے سزائے موت کی

باب ۱

نیکی اور بھلائی کی ہدایت کرنا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، چنانچہ جہاں کہیں اُسے کوئی مل جاتا وہیں اُسے ٹھہرا کر، روزمرہ کی زندگی پر غور و فکر کرنے کی فہمائش کیا کرتا۔ اُس میں کسی قسم کی خود غرضی یا جاہ طلبی نام کو نہ تھی، اور وہ اُن تمام فرائض کو جو ایتھنزی شہری ہونے کی حیثیت سے اُس پر عائد تھے، نہایت وفاداری سے بیدھڑک انجام دیتا تھا۔ گو وہ خود نہایت کم رو تھا، لیکن وہ ہر خوبصورت چیز کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے واسطے تیار رہتا تھا۔ اُس کے ہر طرف پرجوش دوستوں کا جھرمٹ لگا رہتا تھا جن میں سے اکثر و بیشتر نوجوان ایتھنزی ہوتے تھے جب وہ کسی جمِ غفیر میں ہو کر نکلتا تو لوگ دیوانہ سمجھ کر اُسے گھورنے لگتے، اور یہ خیال کرتے کہ گو بظاہر اُس کی روش معصومانہ ہے لیکن اُس میں کچھ نہ کچھ فی ضرور ہے، ہمیشہ اُس کی طرف شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اُس کی روش اکثر ایتھنزیوں کے لئے سخت تکلیف دہ تھی؛ مثلاً وہ شاہراہ پر چلتے چلتے رک کر راہگیروں سے جرح کرنے لگتا، اور اُس کے سوالات محض روزمرہ کے واقعات اور بازاری گپ شپ سے متعلق نہ ہوتے تھے، جو عام ایتھنزیوں کو مرغوب و محبوب تھی، بلکہ وہ ہر شخص سے یہ استفسار کرتا کہ اُس کے نزدیک فرائض انسانی کیا کیا ہیں، اور بعض مرتبہ سوال کا جواب پا کر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تجویز کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ یونان کا ضابطۂ تعزیرات اس ابتدائی اصول پر مبنی تھا کہ مملکت کو اپنی حفاظت خود اختیاری کا حق حاصل ہے، اور اُس کے لئے وہاں جو طریقے برتے جاتے تھے اُن کا نقشہ اور اُن کی سادگی بالکل لاثانی تھی۔ مجرموں کو صرف دو قسم کی سزا دی جاتی تھی، یعنی جرمانہ یا سزائے موت، اور تمام تر ارض یونان میں صرف اسپارٹا ہی کی مملکت ایسی تھی جہاں سزائے موت کی بجائے دیس نکالا حکم تھا۔ (زینوفون: ہیلینیکا، ۳، ۵، ۲۵)۔ یہی وجہ ہے جس کے باعث ہمیں تاریخ یونان کی ورق گردانی سے سزائے موت کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے سیاسی رہبروں کو بیدریغ زہر کا پیالہ پلا دیا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل کا ایک اچھا نتیجہ یہ نکلا کہ کورکائرا اور آرگوس جیسی مملکتوں میں جو قتل عام ہوا کرتے تھے اُن کی نظیر ایتھنز میں نہیں ملتی، اور پہلی دو مقتدی بڑی یونانی مملکتوں کے برخلاف عام شہریوں اور معمولی رعایا کی جان و مال کی کماحقہ حفاظت کی جاتی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز میں دشمنوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت روا نہیں رکھی جاتی تھی۔

باب ۲

اپنے مخاطب کو تنبیہ کرنے لگتا، جسے اکثر شہری نہایت ناشائستہ اور نامعقول فعل تصور کرتے تھے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی شہری کے سامنے یہ ثابت کرتا کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح اصول پر تعلیم و تربیت نہیں دے رہا ہے، چند روز کے بعد جب وہ شہری اپنے بچوں کو بجائے اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے سقراط کے اصول پر عمل کرتے ہوئے دیکھتا تو سقراط پر بہت غصہ آتا اور جب سقراط کہتا کہ اسے لوگوں کے خانگی معاملات سے کچھ واقفیت نہیں ہے تو وہ اسے جھوٹا خیال کرنے لگتا لیکن سب سے زیادہ جو چیز ایتھنزیوں کی آنکھ میں کھٹکتی تھی وہ یہ شہرت تھی کہ سقراط عمومیت کا مخالف ہے۔

اس وقت تک ایتھنز میں جس قدر بھی سیاسی انقلابات ہوئے تھے ان سب میں ہو کر وہ بالکل بے ضرر نکل گیا تھا، لیکن عمومیت کی احیاء کے بعد اس پر میلیے توس، لیکون، اور انی توس نے یہ الزام لگایا کہ وہ ایتھنزی نوجوانوں کے اخلاق خراب کرتا ہے اور ملک کے دیوتاؤں میں نئے معبودوں کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ ان الزاموں کی تحقیقات کے لئے پانچ سو شہریوں کی ایک جیوری کو مامور کیا گیا۔ جب بحث و تمحیص کے بعد تجویز پر رائے لینے کا وقت آیا تو انھوں نے صرف پانچ رایوں کی کثرت سے اسے مجرم قرار دیا۔ جن لوگوں نے اس کے خلاف استغاثہ دائر کیا تھا انھوں نے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اگر اس پر یہ الزامات ثابت ہو جائیں تو اسے سزائے موت دی جائے؛ لیکن ایتھنزی ضابطے کے مطابق اگر کوئی شخص کسی سزا کا مستوجب قرار پاتا تو اسے اپنی سزا کی بابت خود بھی کسی قسم کی تحریک کرنے کا اختیار تھا۔ اب سقراط کے خلاف جو رائیں تھیں وہ نہایت ہی قلیل تھیں، اس لئے ظن غالب یہ ہے کہ اگر وہ خود اپنی سزا گھٹانے کی بابت کچھ کہتا تو شاید جیوری اسے منظور کر لیتی۔ اس درخواست کی بجائے اس نے مطالبہ کیا تو یہ کہ مرنے سے پہلے اسے پری تانیوم میں دعوت دی جائے، اور یہ ایک ایسا اعزاز تھا جس کے بہت ہی کم ایتھنزی مستحق سمجھے جاتے تھے۔ اس مطالبے کا جیوری پر نہایت ہی برا اثر پڑا اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ سقراط کا اصلی مطلب یہ ہے کہ ایتھنز کے عاملانہ اقتدار کی توہین و تذلیل کرے، چنانچہ جب مسئلۂ سزا پر رائے لینے کا وقت آیا تو گو سقراط تیس مینائے جرمانہ ادا کرنے پر تیار ہو گیا تھا لیکن سزائے موت کے موافق جو

باب ۷

کثرت رائے تھی وہ محض اثبات جرم کی کثرت سے کہیں بڑھی ہوئی تھی۔ مقدمے کے دوران میں اپولو کا تہوار منانے کے لئے ایتھنز سے مقدس کشتی نکل چکی تھی، اور قاعدہ یہ تھا کہ جب تک یہ واپس نہ آئے اُس وقت تک کسی کو سزائے موت نہیں مل سکتی تھی؛ چنانچہ سقراط تیس روز تک برابر قید خانے میں پڑا رہا، اور جب اُسکے دوستوں نے اُسے قید سے نجات پانے کی تدابیر بتائیں تو اُس نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ وہ اپنے وطن مالوف کی حفاظت سے نکلنا ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ اس دوران میں اُس کے دوست برابر اُس کے پاس آتے جاتے رہے، اور اپنی موت سے تھوڑی ہی دیر پہلے اُس نے روح کے غیر فانی ہونے کے مسئلے پر اُن اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار کیا جو حکیم افلاطون نے اپنی کتاب فیڈو میں نقل کر دئے ہیں (۳۹۹ء ق م)۔

ہمارے پاس اس کا مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ حکیم موصوف کے دشمنوں نے اُس کے خلاف جو استغاثہ دائر کیا تھا وہ واقعات پر مبنی تھا۔ بلاشبہ سقراط ہمیشہ کسی ایسی ندائے آسمانی (دائے مونیون) کا ذکر کیا کرتا تھا جس کے ذریعے سے اُسے امور شنیعہ سے بچنے کی ہدایت ہوا کرتی تھی؛ لیکن چونکہ اُس نے کبھی کسی کو اپنا مذہب بدل کر ندائے غیبی کا معتقد بن جانے کی تلقین و تبلیغ نہیں کی اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس نے ایتھنزیوں کے مذہب میں نئے نئے معبود پیدا کرنے کی کوشش کی؛ بلکہ ہمارے علم میں تو وہ ایتھنزی معبودوں کی نہایت خوش عقیدگی سے پرستش کیا کرتا تھا۔ اسی طرح کوئی حق پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے ایتھنزی نوجوانوں کے اخلاق خراب کرنے چاہے، بلکہ اُس کی بجائے واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے کیا اُن کی بھلائی کے ہی لئے کیا۔ اصل قصہ یہ تھا کہ ایتھنز اُس زمانے میں نہایت تنگ نظر عمومیوں کے پنجے میں گرفتار تھا، جنھوں نے حکیم سقراط کو اُسکے شاگردوں یعنی کری تیاس اور الکیبیادیس کے حرکات مذمومہ کا جواب دہ گردانا اور آخر اُسے زہر کا پیالہ پلا کر چھوڑا۔ اگر ہم تمام واقعات پر نظر غائر ڈالیں تو ہم اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ اُس کے ساتھ سخت بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا؛ لیکن اگر ہم ایتھنز کے رائج الوقت قانون کو پیش نظر رکھیں تو اُس کی سزا سطح تنقید سے بالاتر نظر آئے گی۔

باب ۲
اس لئے کہ ایتھنز ہی سے لیا ستونوں کی تجویز کا دار و مدار صرف اُن کی ذاتی رائے پر تھا، اور اس میں بھی شبہہ نہیں کہ مملکت ایتھنز کو اپنے شہریوں کی زندگی پر اختیار تامہ حاصل تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سقراط نے قید سے فرار ہونے سے بالکل انکار کر دیا جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرائض شہریت سے اُتنا ہی واقف تھا جتنا خود اسکے مخالف۔ یہ بھی عیاں ہے کہ مستغیثوں نے جن کے سرگروہوں میں انی توس بھی تھا، محض اس وجہ سے استغاثہ دائر کیا تھا کہ وہ اُسے عمومیت ایتھنز کا ایک خطرناک دشمن تصور کرتے تھے جس جیوری کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا اُس میں علاوہ پرجوش عمومیوں اور متقی ایتھنزیوں کے جنھیں یہ سمجھایا گیا تھا کہ سقراط ، انھی ستے نئے معبودوں کی پرستش کرانا چاہتا ہے، غالباً ایسے بھی تھے جو اُس سے دوسروں کے خانگی معاملات میں مداخلت کی عادت کی وجہ سے سخت متنفر تھے۔

اس واقعے سے کچھ ہی دن پیشتر فال گوئے دلفی نے خئے ریفون کی تحریک پر یہ اعلان کر دیا تھا کہ سقراط سے زیادہ دنیائے یونان میں کوئی عقلمند نہیں ہے؛ لیکن مشکل یہ بھی کہ جب دلفی کے اقوال ایتھنزیوں کے منشاء کے خلاف ہوتے تھے تو وہ دوسرے یونانیوں کی طرح اس کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے تھے؛ اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ دلفی والوں کے ذریعہ سے یونانی مذہب اکثر طمع نفسانی اور خود غرضانہ حرص و آز کا آلۂ کار بن جاتا تھا تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُن کا یہ فعل قطعاً حق بجانب تھا۔ علاوہ ازیں ہم یہ جانتے ہیں کہ فہم و ادراک اور تورع دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جن میں آپس میں بہت کچھ اختلاف رائے پایا جاتا تھا، سقراط کی سزائے موت کے بارے میں متحد اللسان ہو گئے۔ بایں ہمہ اگر اُس کے ذاتی خصائص سے عوام کو کسی طرح واقفیت حاصل ہو جاتی تو بھی ممکن ہے کہ اُن کے ضمیر کا فعل راہ راست پر آ جاتا؛ لیکن بجائے اسکے کہ عوام اُس کے حقیقی خصائل سے واقف ہوں وہ اُس کی اُس مزاح آمیز شکل ہی سے واقف تھے جو ایتھنز کی اکثر تماشا گاہ پر لانے کے عادی تھے۔ سقراط عوام سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا، اور الکبیادیس اور کری تیاس کے زمانے سے ایتھنزیوں کو ایسے

باب ۱۔

لوگوں سے دلی نفرت پیدا ہو گئی تھی؛ چنانچہ سقراط کی وفات کے بعد ایک زمانۂ دراز تک باشندگانِ ایتھنز پر کسی غیر معمولی قابلیت کے شخص نے مستقل طور پر اثر نہیں ڈالا۔

سقراط کی موت سے خود ایتھنز کو بھی یقیناً نقصان پہنچا اور اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اُس میں اپنے طباع اور ذہین شہریوں کے محاسن سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سقراط جیسے شخص کی شہادت سے بنی نوع انسان کو اخلاقی فائدہ ضرور پہنچا، اور اس میں شبہ نہیں کہ خود شہید کے لئے جامِ شہادت پینا یقیناً نہایت مبارک ہے، (اس لئے کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے) اور ایسی موت کسے نصیب ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ حکیم سقراط نے جیسے اپنے فرائض کی تکمیل میں اپنی زندگی گزاری ویسے ہی اپنی جان بھی دیدی۔ اُس کے کارنامے اور اُس کی تعلیم نہایت ثمر آور ثابت ہوئی۔ اُس کے ہمنشینوں نے اُس کی تربیت سے مختلف قسم کے فائدے اُٹھائے۔ چنانچہ بعض پر اُس کی عملی تعلیم کا اور بعض پر اُس کی نظری تعلیم کا اثر پڑا۔ سقراط کی زندگی مستقبل کے لئے نیکیوں کا ایک عجیب نمونہ رہی ہے۔ کانٹ کہتا ہے کہ بعض انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے معلومات پر مطلق فخر نہیں ہوتا اور جو اپنے ضمیر کی آواز کا اتباع کرتے ہیں؛ ہمارے نزدیک سقراط ایسا ہی انسان تھا۔ سقراط نے اپنی "ندائے غیبی" کا اعلان کر کے گویا کانٹ کے "حکم قطعی" کی پیش بندی کی ہے۔

اکثر مورخوں کا یہ خیال ہے کہ حکیم سقراط کی وفات کے بعد ایتھنزی اپنے فعلِ قبیح پر سخت نادم ہوئے، لیکن اُن کی ندامت کا ہمارے پاس کوئی ناقابلِ تردید ثبوت نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنی رائے بدل دی ہو، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایتھنز میں سزائے موت نسبتاً ایک معمولی سی بات تھی، لہٰذا اُس کی سزا سے لوگوں میں وہ احساسات وجذبات پیدا نہیں ہوئے ہوں گے جو ایسے مواقع پر ہمارے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں۔ اُس زمانے میں ایتھنزیوں کی تمامتر توجہ شہر کی عام مرفہ الحالی اور اُس کے اثرات کی طرف مبذول تھی؛ اور گو ایک اور شہر یعنی رھوڈز نے بھی شاہراہ ترقی پر قدم رکھ دیا تھا لیکن بالفعل ایتھنزی اپنی عام ثروت ومرفہ الحالی کا احیاء کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جزیرہ رھوڈز ابتدا میں تو

ایتھنز کا باج گزار تھا، لیکن بالآخر اس نے علم بغاوت بلند کر دیا اور ۴۰۸ ق م میں لِنڈوس، باب ۳
یالی سوس اور کامیروس کے باشندوں نے ایک جدید شہر رھوڈز[۱] کی بنیاد ڈالی لیکن
جزیرہ کچھ ایسے مقام پر واقع تھا کہ ابتدا ہی سے اُسے اپنی تمام تر توجہ جنوب و مشرقی بحیرۂ روم
اور جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کے اندرونی حصوں سے تعلقات پیدا کرنے میں
صرف کرنا پڑی۔ بعض واقعات اس قسم کے تھے جن کی وجہ سے اس نواح کی
تجارت میں بہت ترقی ہوئی اور نئے مرکز تجارت کے قیام کے باوجود پرانے
مرکز بھی برابر قائم رہے[۲]۔ زمانۂ مابعد میں اس صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی جیسکے
باعث رھوڈز کی تجارت خود ایتھنز کی تجارت سے بدرجہا بڑھ گئی۔ لیکن جس عہد کا
ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں اُس میں ایتھنز اول درجے کی تجارتی منڈی تھی۔ اسکے علاوہ
یونان کے ذہنی مرکز کی حیثیت سے بھی اُس کی اہمیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا
جس کی وجہ سے چاروں طرف کے دولتمند غیر ملکی آتے اور یہاں کی دولت میں اضافہ
کرتے تھے۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ تاریخ عالم میں اس کی
بہت ہی کم مثالیں ملیں گی کہ ایک قوم نے جو زکوں پر زکیں پا چکی ہو، اپنی حالت اتنی
جلد سنبھال لی ہو یا اُن زکوں کے آثار اس قدر جلد مٹا دئے ہوں جیسے ۴۰۴ ق م
کے بعد ایتھنز نے۔

اس حالت سے اُس شہر کی حالت بالکل مختلف تھی جس نے ایتھنز کو نیچا
دکھانے میں اس قدر نمایاں حصہ لیا تھا۔ کورنتھ نے ایتھنز کی تذلیل میں اسپارٹا کی

---

[۱] رھوڈز: دیکھو اس کتاب کی جلد ۲ باب ۔ اس کے اجزا کا اختلاط باہمی، دیو دوروس ۱۳، ۷۵؛
اسٹرابو ۱۴، ۹۵۴/۹۵۵؛ Arist. or. ۴۳ ۔ نیا شہر یالی سوس سے ۸۰ اسٹادیس (= تقریباً ایک کوس)
تھا، اور اس قدر بڑے پیمانے پر آباد تھا کہ ارسطاطالیس کے بیان کے مطابق وہ "متعدد میدانوں
اور باغوں سے بھرا ہوا تھا"۔ مقابلہ کرو کوہن: "بلدیات قدیمہ کا قیام" Kuhn:Ensteh : der Staedte.der Alten ص ۲۰۹/۲۲۱؛ شوماخر: "جمہوریۂ رھوڈزیان" Schmmachr De republ. Rhodiorum، ہائیڈلبرگ ۱۸۸۶ء۔

[۲] رھوڈز کے سکوں کا ایک مخصوص معیار تھا جس سے اُس شہر کی تجارتی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسکے لئے باب ۴، حاشیہ ۱ اور باب ۶ کا مطالعہ سود مند ہوگا۔

مدد کی تھی، اور اُسے امید تھی کہ اس کے معاوضے میں اسپارٹا اُس کا مرہونِ منت ہوگا؛ باب ۲
لیکن اسپارٹا نے کورنتھیوں کی خواہشات کو پورا نہیں کیا۔ کورنتھ کو مغربی سمندروں میں سیادت کا دعویٰ تھا، لیکن اسپارٹا اس سیادت کو خود ہضم کر گیا۔ کورنتھ چاہتا تھا کہ وہ کورکائرا میں حکومت کرے، اور سِرقوسہ میں بھی ایک خاص رتبہ حاصل کرے، لیکن اسپارٹا ان دونوں میں سے کسی کا بھی روادار نہ تھا، جس کی وجہ سے ایک طرف تو کورکائرا برابر آزاد و خود مختار رہا، دوسری جانب سِرقوسہ میں اسپارٹا نے اُسی خود سر کی پشت پناہی کی جس کی کورنتھ نے مخالفت کی تھی۔ اس پر کورنتھیوں نے اسپارٹا کے مخالفوں کا ساتھ دینا شروع کیا اور جیسا ہم عنقریب پڑھیں گے، محض اسپارٹا کو بجیاب گزند پہنچانے کی خاطر وہ خود اپنی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن کورنتھی سکّوں کے مختلف اطراف و اکناف میں برآمد ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بدامنی کے دور میں بھی اُس کی تجارت، بالخصوص مغربی ممالک سے تعلقات، میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی[۵۶]۔

اہم ترین یونانی مملکتوں میں آرگوس نے اپنی قدیم حیثیت قائم رکھی اور دوسرے درجے کی ریاستوں میں اول نمبر اسی کا رہا۔ اس کے برعکس تھیبز نے خلاف امید ترقی کی اور ہم خود اس سے پیشتر یہ دیکھ چکے ہیں کہ اس مملکت میں نہایت شد و مد سے ارتقا ہو رہا تھا۔ تھیبز کو بھی اسپارٹا اور کورنتھ کی طرح ایتھنز سے دلی نفرت تھی، بلکہ اُس کا زور چلتا تو وہ ایتھنز کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ لیکن تھیبزیوں کے جذبات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا؛ چنانچہ اسپارٹا کے عروج کے زمانے میں

---

۵۶؎ کورنتھی سکّے جنھیں پیگاسی کہتے تھے، پانچویں صدی ق م میں بھی کورنتھی علاقوں یعنی اناکتوریوم، لیوکاس اور امبراکیہ میں مضروب ہوتے تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۱۲)، لیکن ان سکوں پر حرف ک جو خاص کورنتھ کے ٹکسال کی نشانی تھی کندہ نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م میں یہ سکے اکارنانیہ کے دیگر بلدیات مثلاً ۳۴۳ ق م کے بعد کورکائرا میں بھی بنائے جانے لگے؛ نیز بعض سکے ایسے بھی ملے ہیں جو ایپائروس، الیریہ، برتیوم اور سسلی میں بنے ہیں اور جن پر دارالضرب کی علامت کیلئے حرف تہجی میں سے ایک ایک کندہ ہے۔ مقابلہ رو بلومر "اکارنانی سکے" Imhoof Blumer : Muenzen 'Akarnaniens وائنا ۱۸۸۶ء اور بعید صفحہ ۱۴۴۔

باب ۲

وہ اُس کے مخالف ہو گئے اور لیسانڈر وا گے سی لاؤس کی بے دھڑک اور کھلے خزانے مخالفت کرنے لگے۔ کورنتھ نے اسپارٹا سے محض اپنی امیدوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر جھگڑا مول لیا تھا؛ تھیبز کو یہ امید تھی کہ اسپارٹا کا ساتھ دینے سے وہ ملک بیوتیہ کا سردار بن جائیگا، لیکن جب اسپارٹا کا بول بالا ہوا تو اُس نے تھیبز کی مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ان تمام واقعات کا یہ نتیجہ نکلا کہ یونانی فرقہ بندی کی شکل وہی ہوگئی جو صلح نامۂ نکیاس کے بعد تھی۔

تھیبز کی قوت و سطوت کا مظاہرہ اس قدر جلد اس لئے ہوا کہ وہاں کے باشندوں نے جدید ذہنی اعیانیت کے سپرد سیاہ و سفید کر دیا۔ ایتھنز نے ہر غیر معمولی بات سے کنارہ کشی کر کے اپنی قدیم روش برابر جاری رکھی؛ اس کے برعکس تھیبز اپنے عقلمند اور فہیم شہریوں کی رہبری کے اصول کو تسلیم کر کے اپنے لاثانی سیاسی مرتبے کو پہنچ گیا۔ اب جو تین یونانی مملکتیں صف اول میں نظر آتی ہیں، اُن کے خصائص ہمارے نزدیک مفصلۂ ذیل ہیں:۔ اسپارٹا میں عدیدیوں کی حکومت ہے اور اس میں بھی نہایت قابل اور دور رس مدبر موجود ہیں؛ ایتھنز میں اصول عمومیت پر حکمرانی کی جاتی ہے، اور اس کے شہریوں نے یہ تصفیہ کر لیا ہے کہ کسی شخص کی خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، مستقل رہبری کو تسلیم نہیں کریں گے؛ تھیبز میں بھی عمومی طرز کی حکومت ہوتی ہے، لیکن یہاں کے حالات اپنی قسم کے نرالے ہیں، یعنی عموم چند قابل افراد کے اقوال پر عمل کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں[۵]۔

---

[۵] تھیبز کی حالت کا اندازہ پلوٹارک: "پلی سیاس" سے ہوتا ہے۔
یہاں کے قومی معبودوں کیطرف بہت سے کارہائے نمایاں اور سرفروشیاں منسوب کی جاتی ہیں۔
تھیبز کی پالیسی کے عملی مقاصد؛ حواشی باب ۲۔

# یادداشت متعلق باب دوم

چوتھی صدی ق م کے اوائل میں ایتھنز کی حالت کی بابت جو اسناد ہیں اُنہیں یہاں کے مقرر، (خصوصاً لی سیاس) بھی شامل ہیں؛ ان کے لئے بلاس: "خطابت اٹیکا" Blass : Attische Beredsamkeit جلد ۱ - اور فروبرگر Frohberger کی بسیط تمہید اور تفسیر کا مطالعہ کیا جائے (لائپزگ ۱۸۶۸ء)۔
زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے دیکھو شیفر: "دیموس تھینیس اور اس کا عہد" Schaefer : Demosthenes und seine Zeit جلد ۱ حصہ ۱ اور بیلوخ: "عہد فارقلیس میں اٹیکائی سیاسیات" Beloch Die attische Politik seit Perikles لائپزگ ۱۸۸۴ء۔

# باب سوم

## اسپارٹا کے دشمنوں کو ایرانی امداد۔ جنگ خالکتائے، کورنتھ اور بحری معرکے

## ہالیارتوس، کنیدوس، کوروتیہ، لیخائیوم۔

### الیفیکراتیس

سنہ ۳۹۵ ق م تا سنہ ۳۹۲ ق م

اب ہم سنہ ۳۹۵ ق م کے واقعات کی طرف از سر نو رجوع ہوتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ یونان کی کیفیت کچھ عجیب و غریب ہے، یعنی ظاہری صورت حال اور اصلی واقعات میں بہت کچھ تفاوت پایا جاتا ہے۔ گو بظاہر اسپارٹا نہایت طاقتور معلوم ہوتا ہے، لیکن چونکہ اُس کا موجودہ دستور محض جبر و قوت اور فریب کے ذریعے سے قائم ہے اور جو کچھ بھی اُس کی سیاسی حیثیت ہے وہ صرف اُس کے حلیفوں کی وجہ سے ہے، اس لئے اُس کی بنیاد فی الواقع نہایت ہی کمزور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں مختلف حصص یونان کی کچھ ویسی ہی کیفیت تھی جو جرمن عہدیت کے اجزا کی، یعنی اس میں دو بڑی بڑی مملکتیں، تین دوسرے درجے کی مملکتیں (یعنی تھیبز، آرگوس اور کورنتھ)، اور بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں۔ ایتھنزی اقتدار کو زیر کرنے میں اسپارٹا کو دوسرے اور تیسرے درجے کی اکثر ریاستوں سے مدد ملی تھی، اور اگر اُسے اپنی فاتحانہ حیثیت برقرار رکھنی تھی تو دوسرے درجے کی مملکتوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرنا چاہیئے تھا۔ آرگوس تو بالکل الگ تھلگ تھا؛ رہے کورنتھ اور تھیبز تو اُس کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ بعض شعبوں میں ان دونوں مملکتوں کو کلّی آزادی دیدے

باب ۱　اور انھیں اس پر راضی کرے کہ دیگر سیاسی شعبہ جات میں وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن لیساندر کی موت کے بعد اسپارٹا کا طرز عمل بجائے چھوٹی مملکتوں کو رام کرنے کے یہ ہو گیا کہ جیسے ممکن ہو اُن کی تذلیل و توہین کی جائے جس کے باعث یہ دونوں ایتھنز اور ہیروگوس سے اتحاد عمل کر کے اسپارٹا کی مخالفت کے لئے آمادہ ہو گئیں حقیقت یہ ہے کہ باہمی منافرت کے مخزن بارود میں صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی، ورنہ یونان ایک عظیم دھماکے کے لئے بالکل تیار تھا۔

معاملات یونان میں مداخلت کرنے کے وقت ایرانی اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ اگر یونان اپنی فراست اور قوت ایران سے لڑنے میں دل کھول کر صرف کر سکتا ہے تو وہ بھی دشمن کا زور کم کرنے کے لئے اپنا روپیہ بیدریغ خرچ کرنے پر تیار رہیں، اور روپیہ ایسی چیز تھی کہ اس کا نام سن کر یونانیوں کے منہ میں ہمیشہ پانی بھر آتا تھا ساٹھ برس پہلے میگابازو نے اسپارٹا میں ایرانی روپیہ دل کھول کر خرچ کیا تھا لیکن اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تھا، تاہم اس نے محض اپنی قوت بازو پر بھروسا کر کے مصر کو مسخر کر لیا تھا؛ اب گو مشرقی اقتدار کم ہو گیا تھا، لیکن تھراؤس تیس کی داراشیاں اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہیں۔ ایرانیوں نے بلدیۂ رھوڈز کے ایک شہری مسمی تیموکراتیس کو بیچ میں ڈالا اور تیس تالنت (تقریباً ۹۰۰۰ روپیہ) اس غرض سے اُس کے حوالے کیا کہ وہ اس رقم کو یونان کے سربرآوردہ لوگوں میں تقسیم کر دے تاکہ وہ اپنے ہمقوموں کو اسپارٹا کی مخالفت پر ابھاریں۔ ہم پڑھتے ہیں کہ تھبز میں اندروکلیداس، اِسمے نیاس اور گلاکسی دوروس نے، کورنتھ میں تیمولاؤس اور پولی انتھیس نے اور آرگوس میں کیلون نے ایرانی پیشکش کو منظور کر لیا، لیکن گو ایتھنز میں کیفالوس اور اے پیکراتیس کی رشوت کی بابت سننے میں آتا ہے لیکن زینوفون کا بیان ہے کہ ایتھنز میں کسی نے رشوت نہیں لی۔ بہر حال بعض ایتھنزی اور دوسرے بلاد یونان کے بہت سی شہری

---

سلہ اسپارٹا کے حلیفوں کی بےچینی؛ زینوفون ۳، ۵، ۱۲۔ تیموکراتیس کا اپنے ساتھ تیس تالنت لیجانا۔ زینوفون ۳، ۵، ۱؛ لیکن اس رقم کی تعداد کے تعین کیواسطے پلوٹارک "اردشیر" ۲۰ اور اگے سی لاؤس" ۱۵ کا ملاحظہ کیا جائے۔ پوسانیاس (۳، ۹، ۴) کہتا ہے کہ کیفالوس اور اے پیکراتیس نے بھی رشوت لی تھی۔

تھبز اور ایتھنز کے باہمی عہدنامے کے اجزاء؛ مجموعۂ نوشتہ جات اتیکا" ۲، ۶ = ڈٹن برگر، ۱ ۵۔

بالفعل ایران کے دام تزویر میں گرفتار ہو گئے تاکہ ایرانی روپیہ اجیر سپاہیوں کے مہیا کرنے اور قلعے تعمیر کرنے کے کام میں لائیں اور اسپارٹی حملوں کی مدافعت کی جا سکے۔ باب

اس تحریک کی سرپرستی کے فرائض تھبز نے اپنے سر لئے۔ اس نے ایک طرف ایشیائی بلاد کی ایک باضابطہ لیگ قائم کی اور دوسری جانب خاص ارض یونان میں اسپارٹا کے دشمنوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ سب سے پہلے تو اسپارٹا کو لڑائی میں شامل کرنے کی غرض سے اس نے فوکس اور ادپنٹی لوکرس کو آپس میں لڑا دیا اور خود لوکرس کا حلیف بن کر فوکس پر حملہ کر دیا۔ اس پر فوکس نے اسپارٹا سے مدد چاہی؛ اور چونکہ اسپارٹی تھبز کے مسلسل افعال معاندت کی وجہ سے سخت ناراض تھے اس لئے اُس نے فوراً اس استدعا کو منظور کر لیا۔ اُس کا ارادہ یہ تھا کہ سب سے پہلے تھبز پر ایک عظیم الشان وار کرے؛ اور اُسے اس قدر تعجیل تھی کہ اُس نے فوراً لیسانڈر کو فوکسیوں کو یک جا کرنے کی ہدایت کر کے یہ حکم دیا کہ وہ اسپارٹی فوج سے بمقام ہالیارٹوس مل جائے جہاں شاہ پوسانیاس لکدمونی فوج کو لے کر تاریخ مقررہ پر آموجود ہو گا۔ اب تھبز نے اپنے سفرا ایتھنز روانہ کئے اور اُن کے ذریعے سے یہ کہلوایا کہ اسپارٹا پر حملہ کرنے کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ موقع ہے؛ اُس نے یہ پیام بھی بھیجا کہ جس طرح تیس سال قبل ایتھنز کے حلیف اُس سے کنارہ کشی پر آمادہ تھے، اُسی طرح اب اسپارٹی حلیف اُس کا ساتھ چھوڑنے پر بالکل تلے ہوئے ہیں؛ ایتھنز کو اپنے آپ کو طاقتور بنانے کے واسطے اس سے بہتر موقع ملنا مشکل ہے؛ اور درانحالیکہ اس وقت تک وہ صرف بحری مملکتوں پر قابو یافتہ تھا، اب وہ خاص پیلوپونیز کو مغلوب کر سکتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ لیسانڈر کی فتوحات سے صرف نو سال کے بعد تھبز ایتھنز کو سیادت یونان کے سبز باغ کیسے دکھا سکتا تھا، اس لئے یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ تھبزی سفرا نے ایتھنزیوں کے سامنے بجنسہ اسی قسم کے الفاظ کا اعادہ کیا ہو گا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہمارا خیال ہے کہ تھبز یہ باتیں محض اوپری دل سے کہتا ہو گا، چنانچہ ممکن ہے کہ ایتھنز کو اپنا ہمنوا بنانے کی خاطر سفیروں کی تقریر کا ماحصل یہی ہو۔ اب ایتھنز نے اپنے قدیم دشمنوں کی

باہمی رقابت سے اس طرح فائدہ اُٹھایا جیسے آئندہ چل کر نپولین اعظم کے زوال کے بعد تالے راں کی وساطت سے ہزیمت خوردہ فرانس نے وائنا کی کانگریس میں تمام یورپ پر از سر نو اپنا اثر قائم کر لیا۔ الغرض تھراسی بولوس تھیبز گیا اور وہاں واہ واہ اور مرحبا کی صداؤں میں ایک دفاعی معاہدے کی تحریک کی جسے فوراً منظور کر لیا گیا۔ اس معاہدے میں آرگوس اور کورنتھ بھی شامل ہو گئے۔

جنگ کی ہوا اسپارٹی امیدوں کے موافق نہیں چلی۔ شہر ہالیارتوس قلعہ بند تھا، اور بجائے چپ چاپ پڑے رہنے کے لیسانڈر نے اس پر حملہ کر دیا۔ تھیبزی فوراً میدان میں آموجود ہوئے، اور نہ صرف انھوں نے اسپارٹیوں کو شکست فاش دیکر بھاگنے پر مجبور کیا بلکہ لڑائی میں لیسانڈر بھی کام آیا۔ کچھ عرصے کے بعد پوسانیاس بھی اسپارٹی فوج کو ہمراہ لے کر آ پہنچا، اور رواج کے مطابق لیسانڈر کی نعش کا مطالبہ کیا لیکن اسی دوران میں اتھینزی کمک بھی پہنچ گئی جس کے باعث تھیبزیوں کا دل بڑھ گیا، چنانچہ انھوں نے پوسانیاس کو یہ جواب دیا کہ وہ نعش کو اسی وقت حوالے کریں گے جب اسپارٹی سپاہی ایک ایک کر کے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں گے۔ ہم اس سے پیشتر (جلد ۲ باب ۳۴ میں) واقعۂ پلیٹیم کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ اپنی سیاسی کامیابی کی غرض سے تھیبزی مذہب سے کام لینے میں مطلق پس و پیش نہیں کرتے تھے، اور بعض مرتبہ زندہ دشمن کو شکست دینے میں مردوں تک سے کام نکال لیتے تھے۔ قصہ مختصر اسپارٹیوں نے یہ محسوس کر کے کہ وہ جنگ آزمائی کے لئے کافی طاقتور نہیں ہیں، اپنے گھروں کا رخ لیا۔ واپسی پر پوسانیاس پر مقدمہ قائم کیا گیا اور اُسے سزائے موت دی گئی، جس کی وجہ سے اُسے تگیہ میں جلاوطنی کی تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔

لیسانڈر کی موت کے بعد اسپارٹیوں کو معلوم ہوا کہ اُس کا خیال اسپارٹی دستور کو تہ و بالا کر دینے کا تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اُس نے بڑے بڑے منصوبے پکائے تھے منجملہ دوسری باتوں کے وہ چاہتا تھا کہ اقتدار شاہی کا دروازہ ہر ایک اسپارٹی کے لئے کھل جانا چاہیئے، اور اس سے اُس کا مقصد صاف طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود بھی اس عہدۂ بالا تر کا امیدوار ہونا چاہتا تھا۔ اسی زمانے میں اس کے ثبوت میں

باب ۳

حکومت اسپارٹا کو ایک تحریر دستیاب ہوئی جو لیسانڈر نے ایک شخص مسمی کلیون کے قلم سے لکھوائی تھی، اگے سی لاؤس تو یہ چاہتا تھا کہ اُسے شائع کردے، لیکن افیوروں نے اس کی مخالفت کردی۔ ان واقعات سے پتا لگتا ہے کہ لیسانڈر کی موت نے اسپارٹا کو بدامنی کے طوفان سے بال بال بچالیا۔[۵۲]

جب یہ واقعات یورپ میں پیش آرہے تھے تو شاہ اگے سی لاؤس ایشیا میں کچھ پیش قدمی کررہا تھا۔[۵۳] اسپتھری داتیس نے اس سے مل کر اُس میں اور اوتیس یا کوتیس شاہ پفلاگونیا میں ملاپ کرادیا تھا۔ لیکن چونکہ اُن تیس اسپارٹیوں کے سردار ہری پیداس نے، جو بادشاہ کے ساتھ اسپارٹا سے آئے تھے اسپتھری داتیس اور اوتیس کو مال غنیمت کا حصہ دینے سے انکار کردیا اس لئے یہ دونوں اپنے حلیفوں کا ساتھ چھوڑ کر خود شاہی فرودگاہ کی طرف چل دئے اور اس طرح اس نئے محاذ نے کو ختم کردیا۔ یہ یونانیوں کی عین خوش قسمتی تھی کہ اس زک کے بعد اُنھیں کوئی اور نقصان نہیں پہنچا۔ اگے سی لاؤس یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ بہت سے حکمرانوں اور اقوام کو ایران کا ساتھ چھڑوانے اور بڑے بڑے ایرانی لشکروں کو ہزیمت دینے میں کامیاب ہوجائیگا۔ لیکن عین اُس وقت جب اُسے عظیم الشان اسپارٹی فتوحات کے خواب نظر آرہے تھے، اُسے افیوروں کا یہ حکم ملا کہ چونکہ اسپارٹا کو خطرات نے ہرچہار طرف سے گھیر لیا ہے اس لئے اُن سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اُسے فوراً وطن کا رخ کرنا چاہیئے۔ اس حکم کی تعمیل قطعاً ناگزیر تھی، چنانچہ اُس نے اُن سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر جنھیں اُس نے ایشیا میں جمع کیا تھا، تھریس میں ہو کر یونان کا رخ کیا۔

اسی دوران میں یلامد وغیرہ اسپارٹیوں کو ایک حد تک کامیابی حاصل ہوگئی

---

۵۲ وفات لیسانڈر: زینوفون ۳، ۵، ۱۹؛ اسکے منصوبے: پلوٹارک: "لیسانڈر" ۲۵، ۲۶، ۳۰۔

۵۳ شمالی یونان میں جنگ، دیودوروس ۱۴، ۸۲۔ زینوفون (اناباسس ۵، ۸۶) کہتا ہے کہ پفلاگونیوں کے حکمران کے پاس سواروں کے دستوں کی بڑی تعداد تھی، اور زینوفون کی ہیلینیکا (۴، ۱) میں اس کا نام اوتیس رکھا گیا ہے۔ اگے سی لاؤس اور فرنابازوس کی ملاقات، زینوفون ۴، ۱، ۲۹/۴۰۔

باب۵ حلیفوں کی فوج نے، جس میں اتھنزی، کورنتھی اور آرگوسی شامل تھے، یہ ترکیب نکالی کہ وہ اسپارٹا پر اُس کی سرحد کے قریب ایسے مقام پر حملہ کردیں گے جو اسپارٹی اتحادیوں کی دسترس سے باہر ہوگا۔ لیکن اتفاقاً اُن میں اور اسپارٹیوں میں بجائے ایسے خاطر خواہ مقام کے کورنتھ کے قریب نمیا نامی چشمے کے کنار ے پر مڈبھیڑ ہوئی[۵۴]۔ اس لڑائی میں اسپارٹا، ایلس، تروائے زین اور ہالی آئیس کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تیرہ ہزار پانچ سو ہوپ لیت اور ایک ہزار تین سو سوار اور ہلکے ہتھیاروں والے پیدل تھے؛ دشمن کی فوج میں علاوہ ساڑھے پندرہ سو سواروں اور بہت سے ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کے چھ ہزار اتھنزی، سات ہزار آرگوسی، پانچ ہزار بیوتی، تین ہزار کورنتھی اور تین ہزار یوبیائی ہوپ لیت شامل تھے۔ اسپارٹی فوج کا سپہ سالار اگے سی پولس (ولد پثوساینا‌س) قائم مقام ارسٹوڈیموس تھا، جس نے نہایت تدبر اور شجاعت کا ثبوت دیا اور آخر کار دشمن کو شکست اُٹھانی پڑی۔ اب اسپارٹی فوج نے وسطی یونان کی طرف رخ کیا لیکن چونکہ دشمن اُن کے راستے میں حائل تھا اس لئے وہ اپنے مقصد کی خاطر خواہ تکمیل نہیں کرسکے۔ چونکہ کورنتھ کا راستہ رُکا ہوا تھا اُس لئے اسپارٹیوں کو شمال کی طرف جانے کے واسطے دو راستے کھلے ہوئے تھے، ایک کورنتھ کے مشرق میں اور دوسرا مغرب کی طرف ہو کر؛ ان میں سے مشرقی راستہ زنجیرۂ ادنیوم کو عبور کر کے کورنتھ اور خلیج سارون کے درمیان یا ساحل کے قریب کنکریائے ہوتا ہوا

۵۴ جنگ کورنتھ، زینوفون ۴، ۲، ۹ تا ۲۳۔ اتھنزیوں نے اپنے ہم قوم دکسی لوس کی جو اس لڑائی میں کام آیا تھا، کیرامی کوس کے مقام پر ایک یادگار نصب کی؛ کرتیوس: "مخزن آثاریات" Curtius : Arch. Anz. سنہ ۱۸۶۳ء صفحہ ۳۔ ۱؛ ڈٹن برگر ۵۶۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سے اتھنزی مبارز اس لڑائی میں مارے گئے؛ ڈٹن برگر ۵۶۔ ڈیپلون دروازے کے باہر اتھنزی قبرستان کے لئے مقابلہ کرو۔ کرتیوس کا مضمون "جریدۂ آثاریات" Archaeol. Zeitung سنہ ۱۸۷۱ء میں۔

اسی زمانے میں اتھنزیوں اور آرگوسیوں نے اسپارٹیوں کو بمقام اوئے نوے بھی شکست دی تھی اور انھوں نے اس یادگار کی طور پر ڈیلفی میں ایک چڑھاوا چڑھانے کے علاوہ (پثوساینا‌س ۱۰، ۱۰، ۳) اتھنز کے ایوان بیٹھکوں میں ایک تصویر تیار کرائی تھی؛ دیکھو واکسموت: "بلدیۂ اتھنز" Wachsmuth : Die Stadt Athen ۲، ۵۲۱۔

باب ۳

شمال کی طرف جاتا تھا، لیکن غالباً اُس کے استحکام کی وجہ سے اسپارٹیوں نے اُسے اختیار کرنے کی کوشش ہی نہیں کی، بلکہ مغربی راستے پر ہوکر جو نمیا کے قریب گزرتا تھا، شمال کی طرف رخ کیا۔ لیکن اُس کے دوسری جانب وہ طویل دیوار تھی جو کورنتھ کو اُس کے بندرگاہ لیخائیوم سے ملاتی تھی، اور اب یہ حملہ آوروں کے لئے سدِّ راہ بن گئی۔ اسپارٹی اس پر حملہ کرنے کی جرأت کرنے کے بجائے اس امید میں پیلوپونیز ہی میں پڑے رہے کہ شمال میں اگے سی لاؤس دشمن پر حملہ کرکے اُس کا دھیان بٹائیگا جس کے باعث اُن کا راستہ کھل جائیگا۔

امفی پولس پہنچنے پر شاہ اسپارٹا کو درکی لداس ملا اور اُسے یہ خبر دی کہ اسپارٹیوں کو کورنتھ کے مقام پر فتح حاصل ہوئی ہے۔[۵۵] اس کے بعد اگے سی لاؤس نے سیدھا تھسلی کا رخ کیا جہاں کے باشندے اسپارٹا کے دشمن تھے اور تھسالوی سواروں کے دستے کو، جو اپنی بہادری اور جاں بازی کے سبب مشہور آفاق تھا، شکست فاش دی۔ لیکن وہ دشمن کے ساتھ مقام کورونیہ پر برسرپیکار ہونے ہی کو تھا کہ اُسے ایک خبر بد ملی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اگے سی لاؤس نے پیساندر کو اسپارٹی بیڑے کا امیر البحر بنا دیا تھا اور دیودوروس کے بیان کے مطابق اُس کے پاس پچاشی جہاز تھے جس کے مقابلے کے لئے کونون اور فرنا بازو نے نوّے[۹۰] سے زائد کشتیاں مہیا کرلی تھیں۔ ان دونوں بیڑوں میں بمقام کنیدوس لڑائی ہوئی جس میں اسپارٹیوں کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور خود پیساندر بھی کام آیا۔[۵۶] ہم پڑھتے ہیں کہ تقریباً اُسی وقت جب یہ خبر اگے سی لاؤس کو پہنچی تو سورج گرہن پڑ رہا تھا، جس کی تاریخ کا تعین ۱۴ اگست ۳۹۴ق م کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا شگون تھا جسے اسپارٹی اور اُن کے دشمن

---

۵۵ زینوفون (۴، ۳، ۲) دِرکی لداس کو "فلاپو دیموس" یا "سفر پسند" کا لقب دیتا ہے؛ زینوفون "اگے سی لاؤس" ۶، ۷ میں کہتا ہے کہ اگے سی لاؤس نے دشمن کے ملک میں زیادتیاں نہیں کیں۔

۵۶ جنگ کنیدوس، زینوفون ۴، ۳، ۱۱، ۱۲۔ دیودوروس (۱۴، ۸۳) کا بیان مبہم ہے۔ دیکھو برائٹن باخ کی تنقید زینوفون کے بیان پر (حسب بالا)۔

دونوں فریق میں سے کوئی بھی بُرا تصور کرسکتا تھا، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اگر اسپارٹی جنگ کنیدوس کا حال سُن لیتے تو وہ بہت ہی پست پڑ جاتے؛ چنانچہ اگے سی لاؤس نے اس خبر کو اپنے سپاہیوں سے چھپایا اور یہ ظاہر کیا کہ کوپساندر مار گیا لیکن میدان اسپارٹیوں کے ہاتھ ہی رہا۔ اس مدبرانہ کارروائی کی وجہ سے اسپارٹیوں کے دل بڑھے ہوئے رہے اور تمام مشکلات کو عبور کرکے انھوں نے بالآخر دشمن پر فتح پائی۔ اگے سی لاؤس نے مال غنیمت کا دسواں حصہ، جس کی مقدار ایک سو تالنت کے قریب ہوتی تھی، معبود دلیفی کے نذر کیا، اور اس کے بعد زینوفون کے بیان کے مطابق، سمندر کے راستے سے اپنے وطن کا رخ کیا۔ زینوفون کا یہ قول اس لئے قابل لحاظ ہے کہ اغلباً شاہ اسپارٹا صرف اس خیال سے خاکنائے کورنتھ ہو کر واپس روانہ نہیں ہوا کہ اُس کے نزدیک دشمن کو اس راستے پر نیچا دکھانا نہایت ہی دشوار امر تھا۔ ظفرمند اسپارٹی سپاہی، جنھیں نہ صرف ہیلیس پونٹ سے بیوتیہ تک کوچ کرنا پڑا تھا بلکہ دشمنوں کے ملک میں ہو کر گزرنا بھی پڑا تھا، اب جہازوں میں بیٹھ بیٹھ کر گھر کا رخ کرنے پر مجبور ہوئے۔ گو اسپارٹا پیلوپونیز، بیوتیہ، کورنتھ اور کورونیہ میں ہر جگہ کامیاب رہا تھا لیکن دونوں فاتح افواج میں سے کسی کو بھی اُس خاکنائے کو عبور کرنے کی ہمت نہیں تھی جو اُن کے درمیان میں حائل تھی۔ واضح ہو کہ یہ سب واقعات اتیھنز کی توہین و تذلیل کے صرف دس سال کے اندر اندر پیش آرہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر اسپارٹیوں کی یہ خواہش تھی کہ جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں اُنکا کوئی ہمسر نہ رہے تو اول تو اُنھیں کورنتھ کو اپنے ہی زیر اقتدار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی، اور اب جبکہ وہ ہاتھ سے نکل چکا تھا تو حتے الوسع اُس پر از سر نو قبضہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا چاہئے تھا۔ لیکن شہر کورنتھ نے نہایت ہی نادر طریقے سے اپنے آپ کو دشمنان اسپارٹا کے ساتھ مربوط کرلیا تھا۔ سب سے پہلے تو یہاں کے عمومیت پسند گروہ نے عید اُقلیہ کے موقع پر اپنے مخالفوں کے سرگرہوں کو ایک ایک کرکے قتل کردیا، اور اس کے بعد اُنھوں نے یہ اعلان کیا کہ آج سے کورنتھ اور آرگوس ایک ہی مملکت کے اجزا سمجھے جائیں گے، یعنی دونوں بلاد کے شہریوں کو دونوں جگہ مساویانہ حقوق حاصل ہوں گے۔ یونان میں اس قسم کی کارروائی

باب ۵

بالکل ہی لاثانی تھی، اور گواس سے پہلے جزیرۂ رھوڈز کے تین شہر یعنی یالی سوس، کامیروس اور لنڈوس آپس میں مربوط ہوگئے تھے، لیکن بہ نسبت کورنتھ اور آرگوس کے ان تین میں کہیں زیادہ باہمی تعلق تھا۔ ہمارے نزدیک اگر کورنتھ اور آرگوس کا یہ اختلاط محض فرضی کارروائی سے زیادہ وقعت رکھتا اور اس میں کسی قسم کے استقلال کی کیفیت ہوتی تو ممکن ہے کہ اسی سے یونان کا اصول مملکت بالکل بدل جاتا، یعنی بجائے شہری مملکت کے یہاں ایک عالمگیر یونانی مملکت کی بنیاد پڑ جاتی۔ لیکن اس کارروائی کی ابتدا اور اصل محض ایک مخصوص سیاسی گروہ کی طرف سے ہوئی تھی چنانچہ یہ تعلق دیرپا ثابت نہیں ہوا۔ ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ دونوں مقامات کے شہریوں کے تساوی اختیارات کی عملی شکل کیا تھی، لیکن ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو خود اس کے محرک بھی اس سے مطمئن نہ تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ محض ایک لفظی قرار داد سے کسی مقام کی اس آزادی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا جو اسے صدیوں سے حاصل ہو۔

الغرض خاکنائے کورنتھ اس طریقے سے اسپارٹی اثر سے باہر ہوگئی، اور اب انھوں نے اس پر از سر نو قبضہ کرنے کی جان توڑ کر کوشش کی، جس کی وجہ سے جنگ گویا اب جنگ کورنتھ بن گئی اور اس کا مقصد عظیم یہ ہوگیا کہ کسی طرح سے خاکنائے پر تسلط حاصل کر لیا جائے۔ گوناگوں مشکلوں کے باوجود اس وقت تک وہ کورنتھی بھی جو اسپارٹا کے مدّاح تھے اور انقلاب حکومت کے باعث کورنتھ سے فرار ہوگئے تھے، ابھی تک کورنتھ کو دوبارہ اپنے اقتدار کے ماتحت لانے سے مایوس نہیں ہوئے تھے، چنانچہ انھوں نے اپنے اُن دوستوں سے جو شہر میں رہ گئے تھے اور اُن لکدمونیوں سے جو سکیون میں تھے نامہ و پیام شروع کیا۔ سکیون کے اسپارٹی دستے کا فوجدار پراکسی تاس تھا، اور اُسنے اب اپنے سپاہیوں کا ایک رسالہ جس کے ساتھ بعض سکیونی اور کورنتھی مفرور بھی تھے، طویل دیواروں کے درمیان لا کھڑا کیا، اور باوجود اسپارٹا کے اُن مخالفوں کے پے در پے حملوں کے جو کورنتھ میں برسر اقتدار تھے، برابر اپنی جگہ پر جما رہا۔ بالآخر کورنتھی فوج کو سخت شکست ہوئی، اور لیخائیوم کے بندرگاہ پر کورنتھیوں کا قبضہ رہنے کے باوجود فتح کا سہرا اسپارٹیوں ہی کے سر رہا۔ اس کے بعد پراکسی تاس نے

باب ۳

طویل دیواروں کے ایک حصے کو مسمار کر کے خاکنائے کو عبور کرنے کا راستہ کھول دیا، جہاں سے اُس نے میگارا کی اراضی پر چھاپے مارنے شروع کر دئے اور ساتھ ہی ارض میگارا کے مختلف مقامات کو قلعہ بند کر کے ان میں پیلوپونیزی فوجی دستے چھوڑ دئے۔ اسی طرح کورنتھ کے مختلف مقامات میں اسپارٹی فوج چھوڑتا ہوا وہ وطن کی طرف روانہ ہوا۔ ان تمام واقعات کے بعد پیلوپونیز کی صورت حال کچھ مفصلۂ ذیل ہو گئی: اسپارٹیوں کا مستقر سکیون اور ان کے دشمن حلیفوں کا مستقر کورنتھ ہے، اور درانحالیکہ اسپارٹی لاکھر کر خاکنائے کو عبور کر لیتے ہیں، حلیفوں کے پاس کورنتھ ایسا مرکز ہے جہاں سے وہ اپنے دشمنوں کو میلوں گرداگرد نقصان پہنچا سکتے ہیں[۵۷]۔

اس جنگ میں حلیفوں کا دارومدار اکثر و بیشتر اجیر سپاہیوں پر رہا۔ ان کا سپہ سالار ایتھنزی ایفیکراتیس تھا جسکی ذاتی وجاہت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور جس نے بہت جلد اپنے آپ کو اُس زمانے کا قابل ترین سپہ سالار ثابت کر دیا[۵۸]۔ اصل یہ ہے کہ اجیر سپاہی اس عہد کے ضروریات کو دو طرح سے پورا کرتے تھے، اول تو فوج میں بھرتی ہو کر اُن تندرست نوجوانوں کو کچھ کام مل جاتا تھا جو اپنے گھروں پر بیکار بیٹھے رہا کرتے تھے؛ دوسرے ایسے شہری جنگ کے زمانے میں اپنے ملک کی مدد کر سکتے تھے جن کے پاس روپیہ تو وافر تھا لیکن جو خود میدان جنگ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ یونان کے بعض اضلاع اجیر سپاہیوں کے لئے مشہور تھے مثلاً کریٹ، آرکیڈیا، اکائیہ، اکارنانیہ اور ایتولیہ۔ یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ ان اجیر سپاہیوں میں سے اکثر اس قدر غیر مہذب، غیر متمدن یا جانوروں کی طرح بے رحم تھے کہ اُس قطعی تعمیل حکم کے معاوضے میں جو اُن پر فرض تھی،

---

[۵۷] خاکنائے کے لئے لڑائی؛ کورنتھ میں تبدیلیاں؛ زینوفون ۴، ۴ وغیرہ؛ دیودوروس ۱۴، ۹۲۔ زینوفون (۴، ۶، ۱) کہتا ہے کہ اسی زمانے میں اکائیوں نے کالی ڈون پر قبضہ کر لیا۔

[۵۸] ایفیکراتیس کے لئے دیکھو ریہ دانتز: سوانح عمری ایفیکراتیس وغیرہ Rehdaniz : Vita Iphicratis, Chabriae, Timothei برلن ۱۸۴۵ء؛ باؤر: تاریخ جنگہائے یونان، کتابچہ ا، میولر Bauer : Griech. Kriegsalterth. in I. Muellers Handbuch ۴ ق ۹۲

وہ طرح طرح کے حرکات شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی اتنی ہی سختی سے حفاظت کرتے تھے جتنی اٹھارھویں صدی عیسوی کے جرمانی اور سوئیزرستانی نیزہ بردار اجیر سپاہی۔ اُن کی عام تادیب تو معمولی اور روایتی طریقے پر ہوتی تھی، لیکن اپنے ہتھیاروں کے معاملے میں وہ شہری سپاہیوں سے ممتاز تھے۔ انھیں شہری سپاہیوں سے کہیں زیادہ اپنے گھروں سے باہر پڑاؤ پر رہنا اور اُن سے کہیں زیادہ کوچ کرنا پڑتا تھا، بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ وہ پیشہ ور سپاہی تھے جن کا گویا گھر ہی چھاؤنی میں تھا۔ انھیں اسباب کی بنا پر ہوپ لیتوں کے ثقیل ہتھیار اُن کے لئے قطعاً نامناسب تھے اور انھیں اپنے لئے مخصوص اسلحہ کی ضرورت تھی۔ ایفیکراتیس نے ان تمام امور کو مد نظر رکھ کر اپنی توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کی اور اپنی اصلاحوں سے یونانی فن حرب میں گویا ایک جدید باب کا اضافہ کر دیا۔ اُس نے ہر سپاہی کے پاؤں ڈھکنے کے لئے ایک ہلکا سا کپڑا مہیا کیا اور درانحالیکہ اُن کی ڈھالیں معمولی ڈھالوں سے ذرا چھوٹی تھیں لیکن اُن کے بلم اور تلوار ہوپ لیتوں کے بلم اور تلوار سے زیادہ بڑے تھے۔ اس قسم کے اسلحہ سے جو سپاہی مسلح ہوتے تھے انھیں اصطلاح میں پیلٹاست یا "سبک سپر بردار" کہتے تھے۔ اِن کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ نسبتہً آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے تھے چنانچہ اُن میں کسی کمین گاہ سے دشمن پر یک بیک ٹوٹ پڑنے کی خاص قابلیت تھی، اور یہی وہ طرز تھا جسے دیموس تھنیس پانچویں صدی ق م میں اختیار کر چکا تھا۔ ایفیکراتیس نے محض کورنتھ کے قرب و جوار میں اپنے کارہائے نمایاں دکھانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ فلیوس اور آرکیڈیا کے ملکوں پر بھی چھاپے مارے۔ ساتھ ہی اُس نے طویل دیواروں کا منہدم شدہ حصہ ازسرِ نو تعمیر کیا؛ چنانچہ اب اسپارٹیوں کے لئے خاکنائے کو عبور کرنا پھر ناممکن ہو گیا۔ باب ۳

چونکہ اسپارٹیوں کو اب صرف اگیسی لاؤس ہی ایسا شخص نظر آتا تھا جو میدان جنگ میں اُن کی سیادت کو از سرِ نو قائم کر سکتا، اس لئے انھوں نے اُسے فوراً محاذ جنگ کی طرف روانہ کیا۔ اُس نے وہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے تو طویل دیواروں پر قبضہ کیا، اور اس طرح زینوفون کے قول کے مطابق گویا پیلوپونیز کے دروازے اپنے ہمقوموں کے لئے کھول دئے۔ لطف یہ ہے کہ عین اُسی روز

باب ۳ جس دن ان فصیلوں پر حملہ ہوا ہے، اگے سی لاؤس کے بھائی نے لیخائیوم کا بندرگاہ مسخر کرکے جو جہاز وہاں موجود تھے اُن سب پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بہرحال اگے سی لاؤس نے یہاں سے نکل کر بعض مہمات سر کیں، جو خود یقیناً اس قدر اہم نہ تھیں جتنی زینوفون ظاہر کرکے اپنے دوست شاہ اسپارٹا کے طرزِ کار کو نمایاں کر دیتا ہے جب وہ خاکنائے کورنتھ پر پہنچا تو آرگوسی خاکنائی کھیلوں میں مشغول تھے، چنانچہ انھیں منتشر کرکے وہ خود ان کھیلوں کی نگرانی کرنے لگا۔ لیکن جونہیں اس نے پیٹھ موڑی، فوراً آرگوسیوں نے واپس آکر اس عید کو از سرِ نو منایا جس کی وجہ سے (بقول زینوفون) بعض مقابلہ رانوں کو ایک ہی سال میں دو مرتبہ میری بننے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اس کے بعد ایفیکراتیس نے پرائیوم کی اُس اراضی پر دھاوا کیا جو خلیج کورنتھ میں چلی گئی ہے، اور جو کورنتھی فوج شہر پر قابض تھی اُسے گرفتار کر لیا۔ در اصل اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ اس سے بیوٹی خائف ہو جائیں، چنانچہ بیوتیہ اور دوسری مملکتوں کے سفرائے اگے سی لاؤس کے پاس آکر اُس سے شرائطِ صلح کی بابت استفسار کیا۔ وہ انھیں جواب دینے والا ہی تھا کہ اُسے ایک عظیم الشان مصیبت کی خبر آئی، یعنی دشمن نے لیخائیوم کے مقام پر ایک اسپارٹی رجمنٹ کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ لیخائیوم کے محافظ دستے میں امیکلائے کے بھی بہت سے شہری تھے۔ ایک قدیم رواج کے بموجب اُن کا یہ فرض تھا کہ حتی المقدور وہ عید ہیاکنتھوس اپنے وطن امیکلائے ہی میں منائیں، چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ لیخائیوم سے چلے اور انھیں خدا حافظ کہنے کے لئے اُن کے بعض مقامی دوست بھی اُن کے ہمراہ کچھ دور تک چلے گئے۔ جب موخر الذکر لیخائیوم کو واپس آرہے تھے تو راستے میں اُن پر ایفیکراتیس کے پیل تاستوں نے حملہ کر دیا۔ لیکن اُن کی اور حملہ آوروں کی جو لڑائی ہوئی اُس کا وہی انجام ہوا جو جزیرۂ اسفاکتیریہ میں اسپارٹیوں کا ہوا تھا یعنی وہ مسلسل حملوں کے باعث لڑائی میں تھک کر پست پڑ گئے اور اُن کے ڈھائی سو سپاہی کام آئے۔ جب اگے سی لاؤس کو اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع پہنچی تو اُس نے فوراً خود لیخائیوم جانے کا ارادہ کیا، لیکن یہ معلوم ہونے پر کہ مردوں کی نعشیں پہلے ہی حاصل کر لی گئی ہیں اُس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور کچھ عرصے پرائیوم میں قیام کرنے کے بعد لیخائیوم میں ایک مورا یعنی رجمنٹ

باب ۵ چھوڑتا ہوا جنوب کی طرف چل دیا۔ زینوفون بیان کرتا ہے کہ اُسے بُرے بھلے آدمیوں کی بد اندیش گفتگو سے اس درجہ نفرت تھی کہ وہ پیلوپونیز کے شہروں میں ہو کر دن کی بجائے رات میں نکلا اور مین ٹی نیہ سے ذرا گریز کرتا ہوا آخر کار اسپارٹا پہنچ گیا۔ ایفیکراتیس کے اجیر سپاہیوں نے اسپارٹیوں پر فتح پا کر اپنی شہرت میں چار چاند لگا دئے، اور جس طرح اسپارٹا کی شہرت مہم اسفلکتیریہ کے بعد کم ہونی شروع ہو گئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی اس کی بابت لوگوں کی رائے میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔

کورنتھ کے قریب جو واقعات رونما ہوئے اُن کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے متواتر زینوفون کا اتباع کیا ہے، اور اُن اہم امور کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو اسی زمانے میں سمندر اور ساحل ایجین پر پیش آ رہے تھے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ زینوفون مختلف امور کی تاریخ کا ٹھیک تعین نہیں کرتا چنانچہ مشرقی مہمات اور خاص ارض یونان کی لڑائیوں کا ہمعصر ہونا خالی از شبہ نہیں ہے۔ گو کورنتھ کے قریب کے واقعات میں سے اکثر و بیشتر اُسی وقت ٹھیک سمجھ میں آ سکتے ہیں جب ہمیں اُسی زمانے کے مشرقی حالات کا بھی علم ہو جائے، لیکن ہم ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے پر مجبور ہیں۔ جنگ کنیدوس کے بعد اسپارٹیوں کے قبضے سے بحری سیادت نکل گئی تھی، جس کی وجہ سے اب خاکنائے کو عبور کرنا اُن کے لئے پہلے سے بھی بدرجہا مشکل ہو گیا تھا۔ اس لڑائی کے بعد فرنا بازو اور کونون نے بحیرۂ ایجین میں ہو کر یونان کا رُخ کیا اور اُن ریاستوں کو آزاد کیا جن پر اسپارٹا تشدد کا برتاؤ کر رہا تھا۔ دیودورس کہتا ہے کہ پہلے توکوس اور اُس کے بعد نسی روس، تیوس، خیوس، متی لنہ، ایفی سوس اور ایریتھرائے اُن سے جا ملے۔ ایفی سوس سے فرنا بازو تو خشکی کے راستے اور کونون سمندر کی راہ ہیلیس پونٹ گئے جہاں پہنچ کر انھوں نے اسپارٹی سپہ سالار درکی لداس سے سستوس اور ابی دوس تک تمام ملک چھین لیا، اور یہ دونوں مقامات عین ایشیاء کے راستے میں واقع ہونے کی وجہ سے نہایت اہم تھے۔ ان نوشتوں کے اجزا سے جو ہم تک پہنچے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ خیوس اور فاسے لس نے بھی ایتھنز سے عہد نامے کر لئے[۹۵] آئندہ سال یعنی ۳۹۴ ق م میں ان واقعات سے بھی

---

۹۵ ایتھنز اور ایریتریا کے باہمی عہد نامے پر غالباً اسی زمانے میں دستخط ہوئے ہوں گے۔ گروٹ جلد

باب

اہم تر حالات رونما ہوئے۔ فرنا بازو اور کونون چند ایرانی جہازوں کو لے کر جزیرۂ میلوس پہنچے؛ وہاں سے فیرائے آئے جو خلیج مسینیہ پر واقع تھا اور جزیرۂ کیتھرا کے قریب کا ساحلی علاقہ تباہ و برباد کر کے ایتھنزی نکوفیموس کو اُس کا ہارموسٹ یا حاکم مقرر کیا۔ اب اُنھوں نے خاکنائے کورنتھ پہنچ کر اسپارٹا کے دشمنوں میں روپیہ پیسہ تقسیم کیا اور اُن سے محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد فرنا بازو تو ایشیا چلا گیا اور اُس کی اجازت سے کونون نے ایتھنز کا رخ کیا، جہاں اُس نے ایرانی روپے سے جو اُس نے فرنا بازو سے لیا تھا، ایتھنز کی فصیل تعمیر کرائی۔ اس کام میں تھبز اور بعض دیگر بلدیات نے ایتھنز کی مدد کی، اور اول الذکر نے پانچ سو خشت ساز اور معمار بھی روانہ کئے[۱]۔ الغرض ایتھنز نے اپنے آپ کو از سر نو بیرونی حملوں سے محفوظ و مامون کر کے اپنے آپ کو آئندہ کے واسطے پہلے سے ہی تیار کر لیا۔ ہمیں مملکت ایران کی بڑھی ہوئی طاقت کا اس امر سے اندازہ ہوتا ہے کہ ستاسی برس پہلے کی طرح ایرانی بیڑہ اس سال میں پھر سواحل یونان پر بصد تزک و احتشام نمودار ہوا۔ کونون نے اپنے وطن مالوف کی ایک اور طرح سے بھی خدمت کی، یعنی اُس نے اپنے دوست ایواغورس والی سالامس کی مدد سے والی سیوس خود سر سرقوسہ کو، جس کی قوت و سطوت کا سکہ مشرق تک میں بیٹھا ہوا تھا، ایتھنز کا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا، بلکہ اپنے جوش و خروش کی وجہ سے وہ ایرانیوں کی نظروں میں مشتبہ ہو گیا چنانچہ اُنھوں نے اُسے ہر طرح سے دق کرنا شروع کر دیا۔

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Kochler ۲/ ۲۱۲؛ ڈٹن برگر ۵۲۔

ایرتیھراسے والوں نے کونون کو "محسن بلدیہ" کا خطاب دیا تھا، ڈٹن برگر ۵۳۔ ایتھنز اور خاسے کس کے باہمی تعلقات ویسے ہی تھے جیسے ایتھنز اور خیوس کے، "مجموعۂ نوشتہائے اٹیکا" I. C. A. ۲/ ۱ = ڈٹن برگر ۵۷۔ کونون کے کارہائے نمایاں، ایسقراطیس ۶۳، ۶۴۔

[۱] ایتھنزی طویل دیواروں کی تعمیر کے لئے دیکھو ایک قدیم نوشتے کا جزو جو کیو نمبر ۳/ ۵۰ میں دیا ہوا ہے۔ نیز مقابلہ کرو واخسموت "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Dic Stadt Athen ۱/ ۵۹۷ وغیرہ ۲/ ۷ ۸ او وغیرہ اور ۲/ سفحہ

باب ۳ ان جہات اور گشت وشنود کی وجہ سے دُنیائے یونان میں اسپارٹی سیادت کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا، اور آئندہ وہ اپنی چھوٹی انگلی تک اٹھانے پر قادر نہیں رہا۔ اب ایتھنز کے دم میں دم آیا، آرگوس میں ایک خاص توانائی پیدا ہوگئی اور تھبز نے مشرقی ممالک سے تعلقات پیدا کرکے ان پر اپنے آئندہ کے دوررس طرز عمل کو مبنی کر دیا[1]۔

---

# یادداشت متعلق باب سوم

۳۹۵ ق م سے ۳۸۶ ق م تک کا تسلسل واقعات بہت ہی مشتبہ ہے؛ مقابلہ کرو برائٹن باخ Breitenbach کی اشاعت ہیلینیکا میں اُس کی تمہید؛ فون شٹرن صفحہ ۷؛ بیلوخ: ایتھنی سیاسیات Beloch : Ath. Politik، صفحہ ۳۴۶ تا ۳۵۹؛ بریوکلر، "جنگ کورنتھ کا تسلسل واقعات" Brueckler : De chronol. belli Orinththiaci ہالے ۱۸۸۹ء۔ اصل مشکل اس لئے پیش آتی ہے کہ ہمارا مستند ترین مصنف زینوفون اپنی کتاب کو واقعات یونان سے شروع کرتا ہے (۴، ۴، ۱) اور اُس کے بعد بحری معرکوں کو بیان کرتا ہے، لیکن یہاں بھی وہ جنگ کنیدوس کو ہضم کر جاتا ہے اس لئے کہ اُس کا بیان اس سے پیشتر ہی (۴، ۳، ۱۰) آچکا ہے۔

---

[1] ایتھنز اور روڈس کے باہمی تعلقات Lys. de bon Aristoer. ۹ وغیرہ مجموعۂ نوشتہ جات یونانی ۲/۸ = ڈٹن برگر ۶۵۔ یونان کی اسپارٹا کے خلاف بغاوت اور جنگ کنیدوس کے باعث C.I.A. مختلف یونانی ریاستوں کے مابین ایک لیگ قائم ہوگئی، لیکن اس کی بابت جو کچھ بھی معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ سب سکوں کے ذریعے سے ہیں۔ سب سے پہلے جس محقق نے اس موضوع پر بحث کی وہ واڈنگٹن تھا جس کا مضمون جریدۂ مسکوکات ۱۸۶۳ء Waddington: Revue numismatique 1868 میں طبع ہوا تھا؛ اس کے بعد ۱۸۸۱ء میں ہیڈ Head نے سکہ جات افسوس پر ایک رسالہ لکھا۔

یادداشت متعلق باب

حقیقت یہ ہے کہ دونوں واقعات پر اس سے پہلے ہی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ الغرض جنگ کنیدوس کی تاریخ معلوم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے یعنی سورج گرہن ۱۴ اگست ۳۹۴ ق م کا پڑنا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی اگست ۳۹۴ ق م میں ہوئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اور اسی طرح امہوف بلومر نے بھی اپنے رسالہ "سکہ جات یونان" ۱۸۸۳ء Imhoof Blumer : monnaies grecque صفحہ ۳۱۱ پر بحث کی۔ بلومر پہلا شخص ہے جس نے زیر بحث سکۂ یاسوس کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : Hist Num. کے مختلف فقرے۔ رھوڈز، کنیدوس، یاسوس، ساموس، اور افیسوس کے سکوں پر لفظ SYN ہے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ یہ سب جزیرے ایک لیگ میں منسلک ہوگئے ہوں گے۔ ان کے سکوں کے ایک طرف ہرقل کی شبیہ ہے، جس میں وہ اپنے زمانۂ طفولیت میں ایک سانپ کی گردن دباتا ہوا نظر آتا ہے، اور دوسری طرف مختلف بلدیات کے امتیازی علامات ہیں جیسے رھوڈز کے لئے گلاب کا پھول (ہیڈ ۵۴۰)، کنیدوس کے لئے افرودیت کا سر (ہیڈ ۵۲۸)، ساموس کے لئے شیر کا چہرہ (ہیڈ ۵۱۶) اور افیسوس کے لئے شہد کی مکھی (ہیڈ ۴۹۵)۔ واڈنگٹن کی رائے میں یہ لیگ غالباً جنگ کنیدوس کے بعد منظم ہوئی ہوگی اور واقعہ یہی ہے کہ صلح نامۂ شہنشاہی کے بعد یعنی ۳۸۷ ق م کے قریب افیسوس، یاسوس اور کنیدوس اس قسم کی لیگ میں شامل ہو بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن علاوہ ان سکوں کے جن پر لیگ کے لئے لفظ SYN کندہ ہے اور بھی بجنسہٖ ان سکوں کی شکل کے سکے ہیں لیکن اُن پر یہ علامت مفقود ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں قسم کے سکہ جات میں کیا تعلق ہے۔ ایسے سکے مفصلۂ ذیل ہیں:- تھبز نقرئی سکہ مع بیوتی ڈھال کے، اور ایلکٹرون کا سکہ مع دیونی سوس کے سر کے (ہیڈ ۲۹۰، اور اس کی کتاب "سکہ جات بیوتیہ" Coins of Boeotia صفحہ ۴۰ و ۴۱)؛ کروتون، نقرئی سکہ؛ لمپساکوس، طلائی سکے (گارڈنر: "یونانی سکوں کے انواع" Gardner : Types of Greek Coins تصویر ۷، ۸، ۸)؛ زاکنتھوس (ہیڈ ۳۶۰)؛ کیزیکوس، ایلکٹرون (واڈنگٹن: "جریدۂ مسکوکیات" ۱۸۶۳ء، تصویر ۱، ۲)۔ ان سب سکوں میں تھبز کے سکے نہایت اہم ہیں اس لئے کہ اُن سے ایک ایسی صورت حال معلوم ہوتی ہے جسے اس وقت تک مورخوں نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا یعنی نوجوان ہرقل کا ایک سانپ کا گلا گھونٹنے کی علامت تھبز میں پانچویں صدی کے بعد زمانے میں بھی پائی جاتی ہے۔

یادداشت متعلق باب ۳

ابتدا میں ہوئی ہوگی۔ اس کے علاوہ ہمیں مطلق کوئی معلومات اس امر کی بابت حاصل نہیں کہ آخر سمندر اور خشکی پر کون کونسی لڑائیاں ایک ساتھ ہوئیں، اور زمانۂ حال کے مورخوں کی یہ حالت ہے کہ اس کی بابت حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ مختلف مورخوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (عجائب خانۂ برطانیہ: "وسطی یونان" تصویر ۱×۷)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علامت کو لیگ والوں نے تھبز سے اخذ کیا ہوگا۔ اس امر پر اس سے پہلے بھی غور کیا گیا ہے، لیکن اگر ہم ان سکّوں کے اوزان پر توجہ کریں تو ہماری معلومات میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔ ہیڈ نے اپنی کتاب میں ہمیں بتایا ہے کہ لیگ کے سکّے چاندی کے دراصل رھوڈزی سہ درہمیاں ہیں جن کا وزن ۸۰ء۷ اگرین ہے، لیکن سکس Six نے خود مجھے مطلع کیا ہے (نیز مقابلہ کرو انھیں کا مضمون "سکہ جات یونان" جریدۂ سکوکیات. Six : monnaies grecques num. Chron. ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۰۷) کہ بعض بیوتی معیار پر بھی پورے اترتے ہیں (دیکھو اس تاریخ کی جلد ۲ باب ۱۷، حاشیہ ۱۰ اور ہیڈ: "بیوتیہ" صفحہ ۱۴، ۸۰ء۱۸۶ اگرین)۔ الغرض ان سہ درہمیوں کا تھبز سے تعلق یقینی ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ایلکٹرون کے سکّے ڈھالنے میں تھبز نے ایشیا کا اتباع کیوں کیا۔ تھبز نے سونے کے ایسے سکّے ڈھالے جن سے اُس کا نام اور مخصوص نشان ایشیا میں مشہور و معروف ہوگیا، اور اُسے یہ سونا تھوکراتیس کی وساطت سے ایران سے ملا جو تھبز اور رھوڈز کے باہمی معاملات میں سفیر کا کام کرتا تھا۔ رھوڈزی معیار ایک اور طرح سے سمجھ میں آجائیگا۔ رھوڈز کے باشندے اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے اور اقلیمی یونان کے باہمی تعلقات اچھے رہے تو یہ اُن کے لئے سودمند ہوگا، چنانچہ انھوں نے ایک ایسا سکّہ رائج کیا جو آئگینی معیار کے مطابق بنایا جا سکتا تھا۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ۳۹۴ء ق م کے بعد تھبز اور رھوڈز کے تعلقات نہایت گہرے تھے اور اس کی مدد سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ زمانۂ مابعد میں ایپامی نونداس نے کس بنا پر رھوڈزیوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا تھا (دیکھو دوروس ۱۷، ۷۹)۔ ایسے واقعات اور حالات کے تحت تھبزی بحری سیادت کا تخیل اس قدر لغو نہیں تھا جتنا بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔

اب ملپساکوس، کیپھرکوس، کروتون اور زاکینتھوس کی طرف آئیے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ملپساکوس کے سکّے اُسی صنف کے ہوں جن پر اس حاشیے میں ہم بحث کر چکے ہیں؛ علاوہ ازیں مجھے سکس نے مطلع کیا ہے کہ کیپھرکوس نے ہرقل کی علامت کو زمانۂ مابعد میں اختیار کیا، گو اُس نے ایفیکلیس کا اضافہ کرکے ایک قسم کا

یادداشت متعلق باب

اندازے کے ابین پورے دو سال کا فرق ہے بیلوخ (صفحۂ ۳۴۸) کو اس بات کا یقین ہے کہ گروٹ نے یہ معاملہ قطعی طور پر طے کر دیا ہے (۵، ۲۳۸)؛ لیکن گروٹ کے نظریئے کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ ازبسکہ فرنا بازو نے کورنتھیوں کی حالت سنہ ۳۹۳ ق م میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ امتیاز ضرور پیدا کر لیا۔ زاکنتھوس کے سکّوں میں ہرقل سانپ کا گلا دباتا ضرور نظر آتا ہے لیکن اُس کا طرز جداگانہ ہے۔ اس علامت کے اختیار کرنے سے کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلدیات زیر بحث دُنیا کے سامنے اپنی حصول آزادی کی خواہش کا اظہار کرنا چاہتے تھے، اور اس عہد کے مماثل عہد کی تلاش میں ہمیں اپنی نگاہ سنہ ۳۷۱ ق م کے بعد کے واقعات پر دوڑانا پڑے گی جب اسی اسپارٹا کے خلاف ایک جدید لیگ منظم کی جا رہی تھی، اور اُن نوشتوں کے مطابق جن پر باب ۷ امیں بحث کی جائے گی ("مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۷ = ڈٹن برگر ۶۳) اس میں "زاکنتھوس اور نیلوس دونوں کے شہری" شریک تھے۔ اس طرح ممکن ہے کہ جو زاکنتھی سکّہ ہم تک پہنچا ہے وہ اسی عہد کا سکّہ ہو۔ اب کروتون کی طرف نظر دوڑائیے؛ اس ضمن میں یہ امر بہت کچھ قابل لحاظ ہے کہ Theocr. ۴، ۳۲ کے مطابق کروتون اور زاکنتھوس کے درمیان کچھ نہ کچھ تعلقات ضرور تھے لیکن ہم اُن کی صحیح نوعیت سے واقف نہیں ہیں۔ میں اسی کتاب کے گیارھویں باب کے حواشی میں یہ دکھاؤں گا کہ کروتون کی خود مختاری کا سنہ ۳۷۱ ق م تک خاتمہ ہو چکا تھا لیکن میرا اصل مقصد یہ ہے کہ کروتون اور زاکنتھوس کے باہمی گہرے تعلقات کا واقعی ثبوت بہم پہنچاؤں، اور مجھے اس کا یقین واثق ہے کہ کروتون کا ہرقلی سکّہ ذرا پہلے یعنی سنہ ۳۹۰ ق م کے قریب کے زمانے میں مسکوک ہوا ہوگا، جب یہ شہر دیونی سیوس کے خلاف مدافعت کی تیاریاں کر رہا تھا اور ایک جدید اطالوی لیگ اس خود سر کے خلاف منظم کی جا رہی تھی۔

چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں تمام دنیائے یونان میں آزادی کی تحریک نہایت زور و شور سے پھیل رہی تھی، اور اُس کی ایک دلچسپ علامت یہی ہرقل کی تصویر ہے جس میں وہ ایک افعی کا گلا گھونٹتا ہوا نظر آتا ہے، اور جسے رھوڈز سے کروتون تک کے بلدیات اپنے سکّوں کے لئے اختیار کر لیتے ہیں جس طرح سوس سے قرطاجنہ تک کی بربری اقوام نے ایک دوسرے کو مدد پہنچائی بجنسہٖ اسی طرح وہ یونانی جنھیں آزادی سے گویا عشق تھا، ایک دوسرے کو مدد پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، اور اُس کی علامتیں یہی سانپ کا گلا گھونٹنے والے اور شیر سے لڑنے والے ہرقل کی تصویریں نظر آتی ہیں (جن میں سے موخر الذکر کا بیان گیارھویں باب کے حواشی میں کیا جائیگا)۔

یادداشت متعلق باب

ذرا درست کرلی تھی کو نقتھی اپنی بچپنی کا سنہ ۴۳۱ ق م سے پیشتر مظاہرہ نہیں کرسکتے تھے (زینوفون ۴، ۴، ۱) بہر حال برائتن باخ اس بچپنی کا سنہ ۳۹۳ ق م میں فرنابازو کی واپسی سے پہلے ہونا بیان کرتا ہے۔ اس مفروضے کے تسلیم کرنے کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ جن اولمپی کھیلوں کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سنہ ۳۹۵ ق م کے ہی ہوں (۴، ۵، ۱)۔ بہ نسبت بری جنگوں کے بحری جنگوں کی تاریخ کا نسبتہً آسانی سے تعین ممکن ہے؛ دیکھو فون شٹرن صفحہ ۷۔

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہمیں یہ اچھی طرح سے معلوم ہے کہ زیوکسس نے ایک تصویر تیار کی تھی جس میں ہرقل کو سانپ مارتے ہوئے دکھایا تھا، لیکن اس میں اس کے علاوہ دوسری شکلیں بھی تھیں؛ اور چونکہ تھیبزی سکہ زیوکسس کی تصویر سے قدیم تر ہے اس لئے اس تصویر کا کوئی اثر سکوں کی منبت کاری پر نہیں پڑا ("وسطی یونان" ۱۲، ۷) نیپلز میں تانبے کا ایک سکہ ہے جو ان سکوں کے مشابہ ہے۔ بومئیسٹر نقاشی Bumeister Abbild. صفحہ ۲۱ء؛ نیز اسی کتاب کے چھٹے باب کے حواشی کا مطالعہ کیا جائے۔

ہیڈ (۳۱۲) کے نزدیک سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب کے زمانے میں ایتھنزی طلائی سکہ بھی نمودار ہوتا ہے، جس سے لیتھو دراؤس تھیس، تھوکرائیس اور کونون والے (ایرانی) سونے کا مزید ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

تاریخ یونان کے واقعات معلوم کرنے کے لئے سکوں کی تحقیقات بھی ایک نہایت ہی دل آویز مطالعہ ہے، اور اگر دنیا کے ممتاز ترین سکہ شناس جیسے واڈنگٹن، امہوف، سکس اور ہیڈ قابل وثوق واقعات کو معلوم کرکے ہماری رہبری کرسکتے ہیں، تو دوسروں کو بھی اس کی اجازت ہونی چاہیئے کہ بعض مزید واقعات دریافت کرکے اُن کے وقیع انکشافات کو مکمل کرکے ان واقعات کو عام فہم بنا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسناد تاریخ کی دقیق تنقیدوں سے اس تحقیقات میں کہیں زیادہ تاریخی مواد ملتا ہے۔

# باب چہارم

## اسپارٹا ایران کی خوشامد کرتا ہے۔ آرگوس کے خلاف اگےسی پولس کی مہم۔ ایواغورس۔ تھراسی بولوس کی موت۔ انتالکِداس

## صلح نامۂ شہنشاہی

### ۳۹۲ ق م لغایت ۳۸۷ ق م

اسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ انھیں پچھلی نبرد آزمائیوں میں جو شکست ہوئی ہے اس کا صرف یہی ایک سبب تھا کہ اُس کے دشمنوں نے شہنشاہ سے محالفہ کرکے ایران سے روپیہ حاصل کرلیا تھا اور اُسے اسپارٹا کے خلاف جنگی تیاریوں میں صرف کردیا تھا۔ انھوں نے اس کی ضرورت محسوس کرکے کہ کسی نہ کسی طرح سے ایران کو محالفے سے علٰحدہ کرلیا جائے، یہ طے کیا کہ اگر ایران اسپارٹا کو اس بات کا یقین دلائے کہ سیادت یونان اُسی کو حاصل رہے گی تو وہ اُس سے مفاہمت کرنے کو تیار ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایشیائی یونانیوں کی آزادی ایک نہایت قابل تعریف اور قابل حصول مقصد تھا، لیکن اسپارٹیوں کے لئے اس سے بھی زیادہ اہم یہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اپنی فوقیت یورپی یونان میں قائم رکھ سکیں، چنانچہ اُس کے معاوضے میں انھوں نے اپنے ایشیائی بھائیوں کو ایران کے رحم پر چھوڑ دینے میں ذرہ برابر دریغ نہیں کیا۔ الغرض ان مقاصد کو پیش نظر رکھ کر انھوں نے انتالکداس کو تری بازو صوبہ دار ایشیائے بعید کے پاس بطور اپنے ایلچی کے روانہ کیا اور اُسکے ذریعے سے ایرانیوں کے ساتھ گفت و شنید شروع کی۔ اس سفارت کے کاٹ کرنے کیلئے

باب ۷

ایتھنزیوں نے کونون کو بھیجا اور اس کے پیچھے پیچھے تھبز، کورنتھ اور آرگوس کے سفیر بھی سرزمین ایشیا پہنچے۔ انتالکِداس نے فوراً یہ اعلان کر دیا کہ اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو شہنشاہ ایران کے ماتحت رہنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتا تھا، لیکن ساتھ ہی وہ جزیرولہ اور دوسرے یونانی بلدیات کی آزادی کو ایک نہایت ہی لازمی امر تصور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایران کے قدیم ہمنوا ایشیائی یونانیوں کی ماتحتی کے خلاف زبان ہلانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے تھے، لیکن اسپارٹا کی دوسری تحریک کی تائید ناممکن تھی، اس لئے کہ اسپارٹی سفیر کی زبانی یونانی بلدیات کی آزادی کے صرف یہ معنی ہو سکتے تھے کہ بیوتیہ پر تھبز کو جو حقوق حاصل تھے وہ سب زائل ہو جائیں، آرگوس کورنتھ سے علٰحدہ ہو جائے اور ایتھنز نہ صرف اپنے جدید حلیفوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے بلکہ شاید اپنے قدیم مقبوضات لیمنوس، اِمبروس اور سکی روس سے بھی دست بردار ہو جائے۔ تری بازو نے ان متخالف یونانیوں کی جد و جہد سے اپنی بے تعلقی دکھا کر یہ جواب دیا کہ وہ ان امور کی اطلاع شہنشاہ ایران کو کریگا، لیکن ساتھ ہی ایک طرف تو اس نے انتالکِداس کی مٹھی گرم کر دی اور دوسری جانب کونون کو قید کر لیا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد ہی کونون نے جزیرۂ قبرس میں وفات پائی ٹہ

لہ انتالکِداس کی سفارت، زینوفون ۴، ۸، ۱۲ وغیرہ۔

کونون نے اپنی قوم کو پچاس تالنت نذر کئے (دیموس، "کونون" ۴) تمام ایتھنزیوں کی دعوت کی (Athen ۵، ۱) اور جنگ کنیدوس کی یادگار کے طور پر پرائیوس میں افرودیت کے نام پر ایک بت خانہ تعمیر کرایا (پئوساناس ۱، ۱، ۳)؛ ان تمام باتوں کی وجہ سے وہ ایتھنزیوں میں نہایت ہر دلعزیز ہو گیا تھا۔ اس کے تعمیر کردہ بت خانے کا مقام اب متعین ہو گیا ہے، دیکھو وخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" (Wachsmuth. Die Stadt Athen) ۲، ۱۲۰۔ ایتھنزیوں نے اس کا اور ایواغورس کا ایک مجسمہ زیوس الیوتھیریوس اور ستوا بازی لیوس کے قریب نصب کیا (دیموس تھنیس ۲۰، ۷۰؛ ارسطقراطیس ۹، ۷۵؛ پئوساناس ۱، ۳، ۱)۔

اس میں شبہہ نہیں کہ تری بازو نے کونون کی مخالفت محض فرنا بازو کے حسد کی وجہ سے کی تھی۔

باب ۵

شہنشاہ نے تری بازو کی گزارش کو کان لگا کر سنا، لیکن اُس نے اسپارٹا کی خواہش کے بموجب احکام صادر کرنے کی بجائے ایتھنز کے ہمنوا سترو تھاس کو تری بازو کی جگہ ایشیائے بعید کا والی بنا کر بھیج دیا۔ یہ خبر سن کر اسپارٹیوں نے از سر نو دشمن کو دھمکا کر زیر کرنے کا ارادہ کرکے تھبرون کو ۳۹۱ ق م میں ایشیا روانہ کیا جہاں پہنچ کر اُس نے وادئ میاندر کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا ہی تھا کہ اُسے سترو تھاس نے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر دیا۔

غالباً ان واقعات کے پیش آنے سے ذرا پہلے ہی ایتھنزیوں نے یہ بھانپ کر کہ اسپارٹا اور ایران ایک دوسرے سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں، براہ راست اسپارٹا کے ساتھ اندوکی دیس کی معرفت گفت و شنود شروع کر دی، چنانچہ ان دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا کہ وہ برابر لیمنوس، امبروس اور سکی روس پر قابض رہیں گے، ان کے شہر کی طویل دیواریں برابر محفوظ رہیں گی اور اُس کے بیڑے کی حیثیت میں کسی قسم کا فرق نہ آئیگا؛ لیکن ساتھ ہی وہ اسپارٹا کے اس مطالبے پر راضی ہو گئے کہ تھبز اور خرخیونس سے دست بردار ہو جائے اور آرگوس اور کورنتھ ایک دوسرے سے علٰحدگی اختیار کر لیں۔ ظاہر ہے کہ آرگوس اس سمجھوتے کو کسی طرح پسند نہیں کر سکتا تھا، بلکہ جب یہ ایتھنزیوں کے سامنے پیش کیا گیا تو خود انھوں نے اس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا، ہم دیکھیں گے کہ تھوڑے ہی زمانے کے بعد ہی وہ ان شرائط کے منظور کرنے پر مجبور ہو گئے۔[۲]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کونون کے باقی ماندہ حالات زندگی کے لئے دیکھو نیپوس، کونون ۵؛ ایسقراطیس ۴، ۱۵۴؛ دیودورس ۱۴، ۸۵؛ لی سیاس ۱۹، ۳۹، ۴۱۔

سترو تھاس اور تھبرون، زینوفون ۴، ۸، ۷ تا ۱۹۔

[۲] تمام نہاد صلحنامۂ اندوکی دیس کا ذکر علاوہ فلوخوروس کے کسی اور مورخ نے نہیں کیا؛ فلوخوروس کے بیان کے مطابق اس پر ۳۹۲ق م سنہ ۳۹۱ ق م یا ۳۹۰ ق م میں دستخط ہو گئے ہوں گے۔ اس کے لئے مقابلہ کرو کرشنر کی کتاب (Kirchner: De Andocidea tert. orat.) برلن ۱۸۶۱ء؛ بلاس "یونانی فن بلاغت" (Blass: Griech Bereds. ۱، ۲۸۱ وغیرہ، ۳۱۹ وغیرہ؛ بیلوخ "سیاسیات اٹیکا" (Beloeh : Att. Pol.) ۱۲۳، ۱۲۴؛ فون شٹرن (Von Stern) ۸۔

باب ۴

بہر حال جنگ برابر جاری رہی، گو ہم اس کے مختلف واقعات کی صحیح تاریخوں کا تعین نہیں کر سکتے۔ اسپارٹیوں نے حتی الامکان اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش کی اور اس کے لئے اگے سی لاؤس اور اگے سی پولس دونوں نے اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ مغرب میں اکائیائیوں نے شہر کالی ڈون پر قبضہ کر لیا تھا، اور جب انھیں اس شہر کے تخلیے پر مجبور کرنے کے لئے اکارنانی آگے بڑھے تو اگے سی لاؤس اکائیائیوں کی مدد کے لئے محاذ جنگ پر پہنچا اور اکارنانیوں سے لڑ کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ دھمکی دی کہ اگر اکارنانی اپنے افعال سے باز نہیں آئے تو وہ مغربی یونان میں آکر دوبارہ ان کی گوشمالی کریگا، چنانچہ انھیں بھی مجبوراً اسپارٹی لیگ میں شامل ہونا پڑا۔ اب اگے سی پولس کی یہ خواہش ہوئی کہ جس طرح اس کے ساتھی اگے سی لاؤس کو ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے اسی طرح اس کا نام بھی کسی جنگی کارنامے کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے ایک نہایت عمدہ ترکیب نکالی۔ آرگوسی اس بات سے واقف تھے کہ دوریائی ماہ کارنیوس کا احترام کرتے اور اس میں لڑنے کو گناہ عظیمہ تصور کرتے ہیں، چنانچہ جب کبھی انھیں دوریائیوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑتی اور وہ تیار نہ ہوتے تو وہ فوراً ماہ کارنیوس کا تہوار منانے لگتے تھے۔ ہم اس سے پہلے (جلد ۲، باب ۴ ۲ میں) دیکھ چکے ہیں کہ یونانی مذہب میں اس قسم کی چالبازی ناممکن نہ تھی۔ اگے سی پولس کو معلوم تھا کہ اگر اس نے یکایک آرگوس پر حملہ کر دیا تو یہی حرکت کی جائیگی جس کے باعث اسے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، چنانچہ مہم سر کرنے سے پہلے اس نے اولمپیا کے زیوس سے یہ اعلان کرا لیا کہ اگر کوئی مملکت کسی مقدس مہینے کا تہوار ملتوی کر کے اسے کسی اور مہینے میں منانے لگے تو اس کے اس فعل کا دوسری مملکتوں پر اثر نہیں پڑتا، اور اس اعلان کی تصدیق و توثیق دلفی کے معبود سے بھی کرالی جسے زیوس کا فرزند تصور کیا جاتا تھا۔ اسکی پیش بندی ٹھیک ثابت ہوئی، اس لئے کہ جب وہ آرگولس کی سرحد کو عبور کر رہا تھا تو اسے آرگوس کے دو نقیب ملے جو اپنے سروں پر پتوں کے گھیرے پہنے ہوئے تھے، اور انھوں نے اسے ارگوسیوں کا یہ پیام پہنچایا کہ عید کارنیوس کی وجہ سے اسے مہم کو فوراً

باب ۲ ختم کر دینا چاہیئے۔ لیکن اُن کے تعجب اور خوف کی انتہا نہ رہی جب اُنھوں نے دیکھا کہ حملہ آور اس کا مطلق لحاظ نہیں کرتے بلکہ برابر آگے کو بڑھے چلے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ مہم اسپارٹیوں کے لئے خوش آیند ثابت نہیں ہوئی۔ اوّل تو شگون ہی بُرے نکلے یعنی اسپارٹی پڑاؤ میں زلزلہ آیا اور قربانی شدہ جانوروں کے جگر کا ایک ٹکڑا ہی مفقود نکلا۔ زلزلے کی تو اگے سی پولس نے یہ تاویل کی کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیوس اُسے شاباش دے رہا ہے، لیکن قربانی کی ناکامی دیکھ کر وہ بھی گھبرا گیا اور بغیر کسی مقام کو مستحکم کئے ہوئے آرگولس سے واپس چل دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا کو آرگوس کے مقابلے میں اُس وقت بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی جب ابتدائی حالات و واقعات کی بنا پر اُن کی کامیابی یقینی نظر آگئی تھی ؎۔

اسپارٹا کو سرزمین ایشیا میں اور بحیرۂ ایجیین پر بھی ابتدا میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رھوڈز نے جنگ کنیدوس کے زمانے میں ہی اسپارٹا کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا (دیکھو باب ۱)، لیکن جب وہاں کے غیر مطمئن اعیانیوں نے اسپارٹا کے سامنے دست اعانت دراز کر دیا تو اُس نے ایک دی کوس اور دِفری داس کی ماتحتی میں آٹھ جہاز اور تھوڑوں کی فوج اُن کی مدد کے لئے روانہ کر دی۔ لیکن اس مہم میں بھی اسپارٹا ہی ناکام ہوا جس کے باعث عمومی گروہ مسلسل برسر اقتدار رہا۔ اس پر اسپارٹیوں نے تے لیوتیاس کو، جو خلیج کورنتھ میں امیر البحر تھا، بارہ جہاز لے کر ایشیا روانہ کیا۔ وہ ساموس سے مزید فوج لے کر میدان میں پہنچا، اور ایک دی کوس سے جائزہ لے کر دس اتھنزی جہاز جو فلوکراتیس کی ماتحتی میں تھے اور جو ایواغورس والیِ قبرس کی مدد کے لئے روانہ کئے گئے تھے، گرفتار کر لئے۔ اس موقع پر ایواغورس

---

؎ اگے سی لاؤس کی مہمات؛ اکارنانیہ، زینوفون، ۴، ۶، و ۷، ۱۔ مقابلہ کرو برائٹن باخ کی اشاعت ہیلے نیکا، جلد ۲، (LXXXiv)

ان ممالک کے نقشے مقابلہ کرو اوبرہومر کا اکارنانیہ، (Oberhummer Akarnanien,) (Ambrakia U.S.W. im Alterth.) میونخ ۱۸۸۰ء

اگے سی پولس کی مہم آرگوس، زینوفون ۴، ۷، ۲ تا ۷۔ یہ مہم ۳۸۸ ق م یا ۳۸۹ ق م میں سر کی گئی

باب

شہنشاہ ایران سے برسرپیکار تھا، چنانچہ اُس کا یہ عجیب و غریب نتیجہ نکلا کہ ایران کے حلیف ایتھنز نے تو اُس کے دشمن کو مدد دی اور اسپارٹا نے، جو ایران کے ساتھ دست و گریباں تھا، اُس کے ایک اور دشمن کو کمزور کرکے اُسے گویا طاقتور کر دیا۔ اغلب امر ہے کہ اس عجیب و غریب صورت حال نے شہنشاہ ایران کو اسپارٹی تحریکات کی پذیرائی پر ضرور آمادہ کر دیا ہوگا۔[۳]

اب ایواغورس اور ایران کے باہمی تعلقات میں متعدد اسباب کی وجہ سے تبدیلی ہوگئی۔ سالامس میں تو ایواغورس کی حکومت مسلمہ تھی، لیکن جب اس نے جزیرے کے دیگر بلدیات پر بھی اپنا اثر قائم کرنا چاہا تو اماتھوس، سولی اور کی تیوم کی شہروں نے شہنشاہ ایران سے اس کی شکایت کی، چنانچہ اُس نے ہکاتومنوس والی کاریہ اور اوتوفرادائیس صوبہ دار لیدیہ کو اُس کے خلاف یورش کرنے کا حکم دیا۔ اس پر اُس نے ایتھنزیوں سے مدد کی استدعا کی، اور بلحاظ اس امر کے کہ اگر انھوں نے اُسے مدد دی تو اُس کا مربی شہنشاہ ایران اُن سے ناراض ہو جائیگا، انھوں نے اس کا وعدہ کر لیا۔ لیکن فلوکرائیس کا بیڑا دشمن کے قبضے میں آنے کے بعد انھیں ایواغورس کی مدد کا خیال ترک کر دینا پڑا اور اُس کی بجائے خود اپنی قوت کو وسعت دینے کی طرف رجوع ہوئے۔ اُنھوں نے تھراسی بولوس کی سرکردگی میں چالیس جہازوں کا ایک بیڑا اپنے رھوڈزی دوستوں کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ لیکن بجائے رھوڈز جانے کے تھراسی بولوس نے اس بیڑے کو لے کر ایک ایسی مہم سرکی جس سے ایتھنز کو بہت کچھ نفع پہنچا، اور ایسے ممالک کا رُخ کیا جو ایتھنز کے لئے رھوڈز سے بھی اہم تر تھے۔ وہ تھریس اور ہیلیس پونٹ کی طرف چل دیا، اور تھاسوس، ساموتھریس، تھریسی خرسونیز، تینے دوس، بیزنطہ اور خالکیدون کو اپنے ساتھ ملاکر از سرِ نو جنوب کی راہ لی۔ اس کے علاوہ پونتوس کی برآمد پر بوسفورس میں جو کروڑگیری لی جاتی تھی ایتھنز کی طرف سے ہراج کرنے میں کامیاب ہوا (دیکھو جلد ۲، باب ۲۸) جزیرہ لسبوس میں گو شہر متی لنہ ایتھنز کا دوست تھا لیکن اس کے دوسرے شہر اسپارٹا کا دم بھرتے تھے؛

---

[۳] رھوڈز سے تے لیوتاس وغیرہ، زینوفان ۴، ۸، ۲۰ تا ۲۴۔

یہاں پہنچ کر تھراسی بولوس نے اسپارٹی ہارموسٹ تھیری ماخوس کو شکست دے کر تمام جزیرے میں اتھنزی سیادت کا ڈنکا بجا دیا۔ بعد ازاں کلازومنے اور ہالی کارناسوس کو اپنا جانبدار کر کے وہ رھوڈز کی طرف جانے کی بجائے ایشیائے کوچک سے کچھ روپیہ وصول کرنے کی خاطر اُدھر چل دیا، اور آخر کار پمفیلیا پہنچا جہاں ۳۸۹ق م میں اُس کے دوست الکبیادیس نے سکونت اختیار کی تھی (جلد ۲ باب ۲۸)۔ یہاں ایک روز رات کے وقت اسپنڈیوں نے اُس کی قیام گاہ کا محاصرہ کر کے اُسے قتل کر ڈالا، اور اس طرح ایک ایسے شخص کا خاتمہ کر دیا جو اتھنز کو آزاد کرانے میں کامیاب ہوا اور جو اپنی دور اندیشی اور فہم و فراست کو کام میں لا کر اُس کی قدیم عظمت و سطوت کا از سرِ نو احیاء کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ باب ۲

حقیقت یہ ہے کہ باوجود اُس کی درخشاں کامیابیوں کے اتھنزی تھراسی بولوس سے غیر مطمئن ہو گئے تھے۔ اُس کے مخالف اُس کی ترقی کو ناپسند کرتے تھے اور اُس پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ خودسری حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، گو یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ خاص اتھنز میں خودسر بننے کا خواہاں ہے۔ اُس کی موت کے بعد اُس کے دوست اور ساتھی ایرگوکلیس پر جمع شدہ روپے کے تغلب کا الزام لگایا گیا، اور پمفیلیا کی مہم نے اُس کے مخالفوں کو اور بھی مشتبہ کر دیا۔ الغرض ایرگوکلیس کو مجرم گردان کر اُسے سزائے موت دی گئی۔ لیکن چونکہ اُس کے پاس سے زرِ متنازعہ فیہ میں سے ایک حبہ بھی برآمد نہیں ہوا اس لئے دشمنوں نے اُس کے ایک اور دوست فلوکراتیس پر بھی تغلب کا الزام لگایا اور تھراسی بولوس کی جگہ اگی رھیوس کو جو اصولِ عمومیت میں غلو رکھتا تھا، میدان جنگ کو روانہ کیا۔[۵۵]

---

[۵۵] ایواغورس کے لئے دیکھو شارفے: "حالات ایواغورس" (Seharfe : De Evag. rebus gestis ۱۸۶۶ء؛ ایرخ: "ایواغورس ساکن قبرس" Erich: De Evag. Cyprio برلن ۱۸۷۲ء؛ نیز اسی کتاب کے باب ۲۱ سے مدد لی گئی۔

تھراسی بولوس کی جانبازیاں، زینوفون ۴، ۸، ۲۵ تا ۳۰؛ دیودورس ۱۴، ۹۴ تا ۹۹؛ وہ تھاسوس کو اپنا طرفدار بنا لیتا ہے، دیموس تھنیس ۲۰، ۵۹؛ ہیلیس پونٹ سے تعلقات ایضاً ۱۰، ۶۰۔

باب ۲ ایتھنزیوں کو اپنی بحری سیادت کی کنجی یعنی ہیلیس پونٹ پر قبضہ حاصل ہو گیا تھا۔ یہ اسپارٹا کے لئے ہرگز مبارک نہ تھا، چنانچہ ایک طرف تو اُس نے ایران کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش جاری رکھی اور دوسری جانب اپنے ہی بل بوتے پر ایتھنزیوں کی سیادت ہیلیس پونٹ کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے الیفورول نے ایک مزید باثر شخص یعنی اناکسی بیوس کو میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ یہ وہی شخص تھا جو "دس ہزار" کے ساتھ بُری طرح پیش آیا تھا، لیکن اب اُس نے اسپارٹی حکومت کو رام کر لیا تھا۔ اس نے ابی دوس کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے ایتھنزیوں پر پے در پے یورشیں کیں اور انہیں معتد بہ نقصان پہنچایا۔ اس پر ایتھنزیوں نے ۳۸۹ ق م میں الیفکراٹیس کو اُس کے خلاف تھریسی خرسونیز روانہ کیا، اور اُس نے اپنی عادت کے مطابق ایک چال چل کر اپنا کام نکال لیا۔ اسپارٹی سپہ سالار نے، جس کا پڑاؤ ایشیا میں تھا، ابی دوس سے انتاندروس تک ساحل پر ایک مہم سر کی اور وہاں سے وہ اس خیال کو لئے ہوئے واپس چلا کہ وہ بالکل محفوظ دامون سے لیکن الیفکراٹیس خفیہ طور پر ایشیا پہنچ کر اُس کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا، چنانچہ جب اناکسی بیوس قریب ہو کر نکلا تو وہ اُس پر ٹوٹ پڑا۔ اس لڑائی میں اناکسی بیوس نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے کہ ایتھنزیوں کی توجہ اُس کے سپاہیوں سے ہٹ گئی اور ان میں سے بہت سے میدان جنگ سے نکل کر ابی دوس کی طرف چلے گئے۔ اب اس ناکامی کی تلافی کرنے کی غرض سے اسپارٹیوں نے ایگینا کو اپنا مرکز بنا کر وہاں سے ایتھنز کو دق کرنا شروع کیا، جس پر ایتھنزیوں نے فوراً اس جزیرے پر اپنا بھی ایک قلعہ بنا لیا، لیکن جب اسپارٹی گورگوپاس نے آ کر فوج کا جائزہ لیا تو ایتھنزی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ نیز دیکھو "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" (C.I.A.) ۲، ۴۲، ۲، ۱۴؛ سوڈیورا Mittheilungen ۷، ۱۷۴؛ کیوہلر ۷، ۱۳، ۳؛ فون شٹرن ۱۱؛ بیلوخ ۲۲۵، ۲۳۶۔

ایتھنزیوں نے تھراسی بولس کے دوستوں کے خلاف مقدمے قائم کئے۔ اُن کی بابت لی سیاس کی اُن تقریروں سے معلومات حاصل ہوتی ہیں جو اُس نے ایرگوکلیس اور فلوکراتیس کے خلاف کیں نیز دیکھو ہرمان: "قدیمیات"، (Hermann: St. A. ۱۶۹ ح۔

باب ۶ جزیرے کو چھوڑ کر چلے گئے۔
۳۸۸ ق م میں ہیلیس پونٹ اور اٹیکا کے ساحل پر حسب معمول لڑائی جاری رہی جس میں اتھنزی ہیلیس پونٹ میں اور اسپارٹی ساحل اٹیکا پر کامیاب ہوئے۔ اب ہیلیس پونٹ کا سپہ سالار انتالکداس تھا، لیکن اس نے اپنی توجہ عرصۂ جنگ کی بجائے میدان تدبر کی طرف زیادہ مبذول کرلی تھی۔ اتھنزیوں نے اس کے مددگار ریکولائوس کو ابی دوس میں چاروں طرف سے گھیر لیا، لیکن اُدھر گورگوپاس آئی گینا سے نکلا اور اتھنزی کمانڈر یونوموس کے پیچھے پیچھے ساحل اٹیکا تک جاکر اس کے چار جہاز گرفتار کرلئے۔ یہاں ہم پہلی مرتبہ اتھنزی خابریاس سے دوچار ہوتے ہیں جس نے اسپارٹیوں پر ایک پوشیدہ کمین گاہ سے نکل کر حملہ کردیا اور گورگوپاس کا خاتمہ کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جدید قسم کی جنگ آزمائی کی بنیاد جس میں چالبازی اور تدبر کو بڑا دخل تھا، دیموس تھنیس نے پانچویں صدی ق م میں رکھی تھی، اور گو جنگ پیلوپونیز میں اسپارٹیوں نے اسے اختیار کیا تھا لیکن وہ انہیں زیادہ کامیاب نہیں ہوئے تھے (جلد ۲، باب ۲۲)؛ اب ایفیکراٹیس نے اصلاحیں کرکے اس کے ذریعے سے دشمن پر پے درپے کامیابیاں حاصل کیں۔ لڑائی کا یہ طریقہ روز بروز زیادہ مروج ہوتا گیا یہاں تک کہ کچھ عرصے تک تو یہ اس پرانے طریقے کی جگہ رائج ہوگیا جس میں ہوپ لیتوں سے زیادہ کام لیا جاتا تھا اور جس میں اسپارٹیوں، تھبزیوں اور اتھنزیوں نے کمال حاصل کیا تھا۔ الغرض اگے سی لائوس کا بھائی تے لیوتیاس ائی گینا آیا اور اتھنزیوں کے ساتھ ایک ایسی چال چلا جو خود ایفیکراٹیس کی شان کے شایان تھی۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو پرائیوس پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور اول رات تیاری کرکے علی الصباح حملہ کردیا۔ اسپارٹیوں نے اتھنز کے بندرگاہ میں گھس کر جتنا سامان جنگ ممکن ہوا برباد کیا، جو سہ طبقہ جہاز ہاتھ آئے انہیں اپنے ساتھ لیا اور بعض ماہی گیروں کی کشتیاں جنھوں نے اسپارٹیوں کو اتھنزی سمجھ کر آنے دیا تھا، گرفتار کرکے واپس چلے گئے۔[1]

---

[1] اناکسی بیوس، زینوفن ۴م، ۸، ۳۱ تا ۳۹؛ واقعات ائی گینا، زینوفن ۵، ۱؛ گورگوپاس، زینوفن ۵، ۱، ۲۔

لیکن باوجود ان تمام لڑائیوں کے فریقین کے باہمی تنازعات نے فیصلہ کن صورت باب
اُسی وقت اختیار کی جب اسپارٹا نے جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام کی طرح اپنی مدبرانہ قابلیت دکھائی اور ایران و سرقوسہ کو اپنا ہمنوا بنالیا (دیکھو جلد ۲ باب ۲۸)۔ ان میں سے ایک حلیف مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں؛ اور اُن کی پشت پناہی کے باعث اسپارٹا کے دشمنوں نے اُس سے مرعوب ہو کر اُس کے مطلوبہ شرائط کو فوراً منظور کرلیا۔ ان دونوں مملکتوں سے اسپارٹا کے مراسم نہایت دیرینہ تھے؛ دیونی سیوس خود سر سرقوسہ کے تعلقات میں تو کسی قسم کا فرق نہیں آیا تھا، اور ایران کے ساتھ پہلے کی طرح سے دوستانہ ربط وضبط پیدا ہوگیا تھا۔

غرضکہ انتالکداس تری بازو کو ساتھ لے کر سوس سے آیا اور اپنے ساتھ شہنشاہ کا ایک پیام لایا جس کا مضمون عنقریب بیان کیا جائیگا۔ لیکن اگر اسپارٹی آخری ثانیہ میں اپنے دشمنوں پر ایک فتح حاصل نہ کرلیتے تو یہ پیام بالکل بیکار ہوتا۔ ہوا یہ کہ جب انتالکداس ابی دوس پہنچا تو اُس سے چند ایرانی اور بیس صقالوی جہاز آملے گئے؛ چنانچہ انہی جہازوں کے ایک بیڑے کے ذریعے سے اُس نے ایتھنزی کشتیوں کی ہیلیس پونٹ میں ناکہ بندی کردی اور آٹھ جہازوں کو بغیر کسی قسم کی لڑائی کے گرفتار کرلیا۔ اپنی بے بسی سے ایتھنزی سخت متردد ہوئے؛ اور جب اُنھیں جنگ ایگوس پوتامی کے بعد کی تکالیف یاد آئیں تو وہ اُنھیں شرائط کو منظور کرنے پر تیار ہوگئے جو اُنھوں نے چند سال پیشتر مسترد کردی تھیں۔ ممکن ہے کہ اس موقع پر بہت سے ایتھنزی ایسی جنگ کے جاری رکھنے کے خلاف ہوگئے ہوں جو اُنھوں نے محض تھیبز کی وجہ سے شروع کی تھی اور جس میں اُنھیں تھیبز سے بھی زیادہ نقصانات برداشت کرنے پڑے تھے۔ الغرض جب ایتھنز کے بعد آرگوس نے بھی ہتھیار ڈال دئے تو پیغام شہنشاہی کی کامیابی میں مطلق کوئی شک وشبہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ خابریاس کے ابتدائی کارنامے نمایاں دیودوروس ۱۴، ۹۸؛ ۱۵، ۲؛ تھیوپومپس جزو ۱۱۱؛ دیموستھنیس ۲۰، ۷۶؛ نیپوس: خابریاس ۲، ۳؛ براؤن باخ نے اس کا ایک ملخص تیار کیا ہے جو اُس کے مرتبہ حواشی زینوفون ۵، ۱، ۱۰ میں ملیگا۔ خابریاس ایواغورس کے بہت کچھ کام آیا۔

باب ۶ باقی نہیں رہا۔ اس پیغام کے الفاظ حسب ذیل تھے :۔

"شہنشاہ اردشیر کی خواہش ہے کہ ایشیائی بلدیات اور جزائر کلازومنائے وقبرس اُسی کے قبضے میں رہیں؛ امبروس، لیمنوس اور سکی روس حسب سابق ایتھنز کے ماتحت رہیں؛ اور دیگر یونانی بلدیات، خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، بالکل خود مختار ہو جائیں۔ شہنشاہ اور اُس کے حلیفوں نے یہ بھی تہیہ کر لیا ہے کہ جو فریق اس فیصلے کو تسلیم نہیں کرے گا اُس سے وہ برسرپیکار ہو جائیں گے"۔

اس پر تھبز نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اس صلح نامے کا حلف نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ بیوتیوں کی جانب سے بھی لے، جس سے اُس کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ اُسے بیوتیوں کا سردار تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن اسپارٹا نے ایران سے جو مدد چاہی تھی اُس کی ایک جہت یہ بھی تھی کہ تھبز بیوتیہ کی سیادت سے محروم ہو جائے۔ تھبز ہی نے جنگ کورنتھ کی ابتدا کی تھی، اور اب اسپارٹا کی دلی خواہش یہ تھی کہ اُسے اپنے کرتوت کی سزا ملے؛ چنانچہ جب تھبز نے بیوتیوں کا مستقل سرگروہ بننا چاہا تو اگے سی لاؤس نے اُس کے خلاف مہم سر کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس پر تھبزیوں نے رعب میں آ کر اپنا مطالبہ واپس لے لیا اور اعلان کر دیا کہ آئندہ سے وہ بھی بیوتی بلدیات کی آزادی کی حرمت کریں گے۔ اسی طرح آرگوس بھی کورنتھ سے دست بردار ہو گیا۔ یہی وہ صلحنامہ تھا جسے "صلح نامۂ شہنشاہی" یا صلح نامۂ انتالکداس کا لقب دیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مقدونیوں نے یونانیوں کی سیاسی حالت کو بالکل تہ وبالا نہ کر دیا اس وقت تک یہ صلح نامہ برابر اتحاد یونان کی بنیاد رہا[۵]۔

---

[۵] صلحنامۂ شہنشاہی قبول کرنے سے پہلے ایتھنز کے حالات، زینوفون ۵/ ۱، ۲۵ تا ۳۰۔ اسی زمانے میں فالوکریتوس ساکن پاروس نے ایتھنزیوں کو دشمن کے حرکات وسکنات کی خبر دی۔ اس مضمون کے نوشتے پر فوکارٹ نے "جریدۂ آثاریات" Foucart: Rev. Archeol. ۱۸، ۳۹۹ میں بحث کی ہے کہ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" (C.I.A.) ۲، ۲۲ = ڈٹن برگر ۵۸۔ اس صلحنامے کے بعد ہی ایتھنز اور خیوس کے مابین ایک معاہدہ ہو گیا۔ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۵

باب ۳

ہمارا خیال ہے کہ صلحنامۂ شہنشاہی اُس توازن قوت کا پرتو ہے جو چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں یونان میں نظر آتا تھا۔ ایشیائے کوچک کے یونانیوں کو آزاد کرنے کا واقعہ کی ایک واقعۂ ماضیہ سے زیادہ وقعت نہیں رہی تھی؛ خاص یونان میں کوئی ایسی مملکت نہیں تھی جسے دوسری ریاستوں پر کسی قسم کی فوقیت حاصل ہو؛ چنانچہ اس صلح نامے میں شہنشاہ نے ہر ایک بلدئے کی آزادی کا حکم نافذ کر دیا۔ اسپارٹا کے بعد یونان کی قوی ترین مملکت ایتھنز کی تھی، اور ممکن ہے کہ اگر ایتھنز کوشش کرتا تو اس صلح نامے کی مخالفت کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ خود اس صلح نامے میں بھی اُسے ایک خاص امتیازی کیفیت حاصل تھی جس سے دوسری مملکتیں محروم تھیں، اس لئے کہ وہی ایک ایسی مملکت تھی جسے بیرونی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ = ڈٹن برگر ۹۹۔

صلحنامے کا نام "صلحنامۂ شہنشاہی" پڑ گیا لیکن بعد میں اسے "صلحنامۂ انتالکداس" بھی کہنے لگے؛ دیکھو زینوفون ۵/۱، ۳۶ صلحنامے کا بیان زینوفون ۵/۱، ۲۹ تا ۳۱ میں ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایتھنز اور کلازومنے کے مابین ۳۸۷-۳۸۶ ق م میں ایک معاہدہ ہوا تھا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسکا نفاذ ۳۸۶ ق م سے پہلے نہیں ہوا ہوگا۔ دیکھو سوڈبودا (Swoboda) ۱۷، ۴۸ وغیرہ۔

تصویر ۲۔ (Lebas : Voyage) "سفرنامہ" لوبا؛ کلازومنے نامے کے صحیح مقام کے لئے

زینوفون ۵/۱، ۳۶ میں جو الفاظ ہیں اُنکا مطلب صلحناموں کے نفاذ کرنیوالوں سے نہیں ہے، بلکہ "پروستاتیس" کا لقب محض ایک خطاب ہی خطاب ہے جسکے ساتھ کوئی خاص حق وابستہ نہیں تھا۔ دیکھو اسی کتاب کا باب ۲۹، حواشی ہمیں اسپارٹا کی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

جہاں تک ان شرائط کا تعلق ہے جنکے ذریعے سے تھبزیوں کے ساتھ صلح کی گئی، مفصلۂ ذیل امور مدنظر رکھے جائیں:۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جسطرح اسپارٹا نے اپنے حلیفوں کیطرف سے قسم کھائی ہے اُسیطرح انھیں بھی اجازت دیجائے (زینوفون ۵/۱، ۳۲) باوجود اسکے اگےسی لاؤس اُنکے مطالبوں کو مسترد کرنے میں اسلئے حق بجانب تھا کہ جہاں اسپارٹی اپنے حلیفوں کی خودمختاری تسلیم کرتے تھے وہاں تھبزی بیوتیوں کی خودمختاری تسلیم نہیں کرتے تھے؛ چنانچہ اُنھوں نے یہ شرط کی کہ تھبزی چھوٹے بڑے سب بلدیات کی خودمختاری کا حلف لیں اور آخر میں انھیں مختلف بلدیات کی آزادی کا اعلان کر دینا پڑا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس کے بعد انھیں "جملہ بیوتیوں کی طرف سے" حلف لینے کی اجازت مل گئی یا نہیں۔

باب علاقوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ رقبے کے اعتبار سے بھی اگر اس کے مقبوضات کو اس میں شامل کر دیا جائے تو اسپارٹا کے بعد وہی یونان کی وسیع ترین مملکت نظر آتی ہے۔ لیبتوس کا رقبہ تقریباً ۳۰۰ مربع میل، افیبروس کا ۱۶۰ مربع میل اور سکی روس کا ۱۲۰ مربع میل ہے؛ اور اگر اس رقبے کو اٹیکا کے ڈیڑھ ہزار مربع میل میں ملا دیا جائے تو جملہ مقبوضات ایتھنز کا رقبہ تقریباً دو ہزار مربع میل ہو جاتا ہے۔ یونان میں جو اہم ترین مملکتیں تھیں ان میں صرف اسپارٹا ہی ایسی تھی جو اس سے بھی وسیع تھی؛ یعنی اگر مسینیہ کو علیحدہ رکھا جائے پھر بھی اس کے قبضے میں ۲۵۰۰ مربع میل سے زیادہ اراضی نکلے گی، اور اگر مسینیہ کا رقبہ اس میں شامل کر دیا جائے تو اس کی مقدار ۳۷۵۰ مربع میل ہو جاتی ہے؛ یعنی اس کے پاس ایتھنز سے تقریباً دوگنا ملک تھا۔ بلاشبہہ آرگولس کی اراضی بھی ۲۵۰۰ مربع میل تھی، لیکن اس تخمینے میں کورنتھ اور اکتے کے آزاد بلدیات بھی شامل ہیں۔ اگر تھیبز کے پاس تمام ملک بیوشیہ بھی رہتا تاہم اس کا حلقۂ اثر ۱۶۰۰ مربع میل سے زیادہ نہ ہوتا، اور اگر اس میں سے اورخومینس وغیرہ کو منہا کر دیا جائے تو اس میں مزید کمی ہو جائیگی۔ ایتھنزیوں کو اپنی قوت کا احساس ان کی حیثیت کے احساس کے مطابق تھا۔ انھوں نے اس کا اندازہ کر لیا کہ صلح نامے میں ان کی قدیم لیگ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ فی الفور اس کے احیاء کے مسئلے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ظاہر ہے کہ ہر آزاد بلدیے کو یہ اختیار تھا کہ وہ جس مملکت کے ساتھ چاہے محالفہ کر لے، اور اسی اصول پر کاربند ہو کر بہت سے بلدیات نے خود اسپارٹا سے محالفے کر لئے تھے۔ لیگ کے سرگروہ کا صرف یہ اعلان کافی تھا کہ اس کے اراکین بالکلیہ آزاد ہیں، اور جہاں تک اسپارٹا کا تعلق ہے اس نے اپنے حلیفوں پر بہت سے اختیارات چھوڑ رکھے تھے۔ اگر صلح نامے کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز کو زک اٹھانی پڑی، چنانچہ اس نے اپنے بعض سیاسی رہبروں کو اس کی وجہ سے سخت سخت سزائیں دیں۔ اس صلح نامے کے بعد ایتھنز میں سب سے نمایاں اور باا‌ثر شخص کالسٹراتوس تھا جو عمومیت پسند اگی رھیوس کا بھتیجا تھا، اور بلاشبہہ خود بھی عمومیت پسند تھا۔ لیکن باوجود اپنے اصول کے واقعات اور حالات اسپارٹا سے علیحدگی کے منافی تھے، چنانچہ اسے بھی اسپارٹا سے میل کرنا پڑا، جس کے معاوضے میں اسپارٹا نے بیوتیہ کے خلاف ایتھنز کی پشت پناہی کر کے

باب ۸

شہر اور وپوس ایتھنز کو دلوا دیا۔ [۵۸]

یونان کے لئے یہ نہایت افسوس کا مقام تھا کہ فریقین میں مصالحت کا آغاز اور صلح نامے کا نفاذ شہنشاہ ایران کے حکم سے ہوا، اور یہ وہ حکمران تھا جس کی قوت عرصۂ دراز سے محض اُس کی دولت و ثروت پر مبنی رہ گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس صلح نامے کو تسلیم کرنے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی کہ جہاں آرگوس اور ایتھنز کو ایران سے روپیہ آنا بند ہوگیا تھا وہاں اسپارٹا کے لئے ایرانی تھیلیوں کے مُنہ مروقت کھلے تھے۔ دوسرے الفاظ میں یونان کی صورت حال کچھ اس قسم کی ہوگئی تھی کہ وہ یونانی مملکت جہاں سب سے زیادہ ایرانی روپیہ آئے، اُسے اپنی ہمسایہ ریاستوں پر قابو حاصل ہو جائے۔ یہ امر یونان کے لئے دو طرح سے باعث تذلیل و توہین تھا، اول تو ایک ایسے حکمران کو جو پچھلے دنوں میں دس ہزار یونانیوں کو شکست نہیں دے سکا، کسی یونانی مملکت کی استدعا پر یا بغیر کسی کی استدعا کے یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا

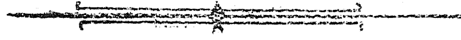
---

۵۸ ایتھنزی مدبروں کو اس صلح نامے کے بعد جو سزائیں دی گئیں اُن کے لئے بیلوخ ۱۳۰۔ اگی رھیوس اور تھراسی بولوس سا کن کولی ترس کو قید کرلیا گیا؛ "ڈیموس تھنیس"، "تموکراتیس" ۱۳۴۔ مفصلۂ ذیل کو سزائے موت دی گئی: دیو تی سیلوس (ڈیموس تھنیس : Pesi Par. ۱۸۰)؛ نکوفیموس و ارسطوفانیس (لی سیاس ۱۹)؛ ایپی کراتیس و فورمیزیوس (ڈیموس تھنیس ۲۷۷)۔ یہ امر یقینی ہے کہ ایتھنز کی ۳۸۷ق م والی حیثیت اور اب کی حیثیت میں بہت بڑا فرق تھا اور ممکن تھا کہ وہ صلح نامے کی مقاومت کرتا؛ لیکن اسی وجہ سے تو اُس کے ساتھ برتاؤ اچھا کیا گیا، اور جو شرائط اُس کے سامنے پیش کئے وہ وہی تھے جنھیں خود اسپارٹا ایک مرتبہ پہلے انطکیدیس کے سامنے پیش کرچکا تھا۔

مختلف مقبوضات کے رقبوں کے تعین میں میں نے بیلوخ: "دنیائے یونان و روما کی آبادی" Beloch : Bevoelk. der griech. und roem. Welt لائپزگ ۱۸۸۶ء، ابواب ۳ تا ۶ کا اتباع کیا ہے۔

گویا اختیار مل گیا؛ اور دوسرے آئندہ سے بجائے اپنے بل بوتے پر کھڑے ہو چکے یونانی محض ایرانی مدد پر تکیہ کرنے لگے۔

اس صلح نامے سے اسپارٹا کو فائدہ اور تھیبز کو بہت نقصان ہوا۔ اسپارٹا اب تھیبز کے ساتھ برا سلوک کرنے لگا، جس کی وجہ سے دنیائے یونان میں چند نہایت اہم واقعات رونما ہونا شروع ہو گئے۔



# باب پنجم

## اسپارٹا کا تشدّد

## مین تی نیہ، فلیوس، اولین تھوس، تھبز

۳۸۵ ق م تا ۳۷۹ ق م

صلح نامۂ شہنشاہی کے بعد اسپارٹا کو جو مہلت ملی اُس سے استفادہ حاصل کر کے اُس نے دوسرے اور تیسرے درجے کی مملکتوں پر اپنا رعب جمانا شروع کر دیا، اور گو پچھلی جنگ کورنتھ کے واقعات اُسے متنبہ کرنے کے لئے کافی تھے، لیکن اُس نے انھیں بالکلیہ نظر انداز کر کے نہ صرف لیسانڈر کے طرز عمل پر از سر نو عمل کرنا شروع کر دیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سختی برتنے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹیوں نے سنین ماضیہ سے نہ کوئی سبق حاصل کیا تھا اور نہ وہ کسی واقعے کو بھولے تھے، اور چونکہ ایران ان کے ساتھ تھا، اور خاکنائے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے انھیں کسی سے ڈرنے یا دبکنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آئی۔[1]

بہرنہج ۳۸۵ ق م میں اسپارٹا نے مین تی نیہ کے خلاف کارروائیاں شروع کردیں، اور وہاں کے باشندوں پر یہ الزامات لگائے کہ اول تو انھوں نے پچھلی جنگ میں آرگوس کو غلہ روانہ کیا، دوسرے ایک مرتبہ باوجود اسپارٹا کے قطعی حکم کے میدان جنگ جانے سے انکار کیا، اور تیسرے جنگ میں کما حقہٗ دل لگا کر حصہ نہیں لیا۔

[1] زینوفون ۵/۲/۱ کے بموجب اسپارٹی ان حلیفوں کو سزا دینے کے خواہاں تھے جنھوں نے پچھلے تنازعات میں معاندانہ روش اختیار کی تھی۔

باب ش

بلکہ اسپارٹیوں کے نزدیک اُن کے جذبات واحساسات کا میلان فی الجملہ معاندانہ ہی رہا۔ الغرض مین تی نیوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی شہر پناہ منہدم کردیں، اور جب وہاں سے انکاری جواب ملا تو اسپارٹا نے فوراً اُن کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ لڑائی ٹھن جانے کے بعد اگے سی لاؤس نے اپنے ہموطنوں سے یہ استدعا کی کہ چونکہ ستر برس پہلے مسینیہ کے خلاف مین تی نیہ نے اُس کے والد کا ہاتھ بٹایا تھا اس لئے اُسے معذور سمجھ کر خدمات سپہ سالاری سے معاف کردیا جائے، چنانچہ اسپارٹیوں نے اُس کے عذرات منظور کرلئے اور اُس کی جگہ اگے سی پولس کو سپہ سالار افواج مقرر کردیا۔ جس طرح آرگوس کے خلاف فوجکشی کے دوران میں اگے سی پولس نے آئندہ واقعات کی پیش بندی کرکے اپنی فہم وفراست کا ثبوت دیا تھا اُسی طرح اس مرتبہ بھی اس نے اپنے فرائض منصبی نہایت قابلیت سے انجام دیئے۔ سب سے پہلے تو اُس نے مین تی نیوں کو بھوکا مارنے کی غرض سے شہر کے ہر چہار طرف ایک دیوار تعمیر کرکے اُس کی ناکہ بندی کردی، لیکن چونکہ شہر میں سامان خورونوش کی کمی نہ تھی اس لئے اُس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں نکلا۔ اب اُس کا قدم اس طرف منتقل ہوا کہ اگر اُس مقام پر جہاں دریائے اوفس شہر سے نکلتا ہے[۱] ایک پشتہ بنا دیا جائے تو اُس کے باعث شہر پانی سے بھر جائیگا، اور شہر کی فصیل جو کچی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے بیٹھ جائیگی۔ جب مین تی نیہ کے باشندوں نے اپنی شہر پناہ منہدم ہوتے ہوئے دیکھی تو اُسے مضبوط کرنے کی غرض سے اُس پر جگہ جگہ سہارے لگا دئے، لیکن فصیل بیٹھتی ہی چلی گئی جس کی وجہ سے آخرکار انھیں ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ اب یہاں کے

---

سلہ دیودورس ۱۵، ۱۲ میں اوفس کے متعلق جو لکھا ہے وہ خلاف واقعہ ہے، گو بلاشبہ زمانۂ مابعد میں اُسے ضرور جنگی خندق کے طور پر استعمال کیا گیا تھا؛ مقابلہ کرو فوژیرا "مین تی نیہ کی کھدائیاں" Fougeres: Fenilles de mantinee جریدہ مراسلات یونان

Revudecor. hell. ۱۴، ۱۲-۶۵۔ پلوٹارک پیلوپیداس ۴ اور پوسانیاس ۸، ۸، ۵ اور ۹، ۱۳، ۱ میں جس لڑائی کا ذکر ہے اُس کے لئے دیکھو توان شنشرن ۳۶، ۳۷۔

باب ۵ عمومی رہبروں کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں ایسا نہو کہ اسپارٹی ہم سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیں، چنانچہ اُنھوں نے اگےسی پولس کے باپ پیوسانیاس سے جو تیگیا میں رہتا تھا، یہ استدعا کی کہ وہ اگےسی پولس سے اُن کی سفارش کر دے تو اُن کی جان بچ جائیگی۔ باپ کے کہنے سے اسپارٹی سپہ سالار نے سختی سے باز آکر عمومیوں کی جاں بخشی کردی اور اُنھیں یہ اجازت دیدی کہ وہ اسپارٹی سپاہیوں کی دو رویہ صف میں ہوکر شہر سے نکل جائیں۔ ان عمومیوں کے جانے کے بعد اسپارٹیوں نے مین تی نیہ والوں کو چار مختلف موضعوں میں آباد کرلیا، اور زینوفون کہتا ہے کہ سرانبوہوں کی حکومت سے نجات ملنے کے باعث وہ اپنی جاگیروں پر خوشی و خرمی سے اپنی زندگی گزارنے لگے۔

۳۸۳ق م میں اسپارٹا نے فلیوس پر وار کیا، اور اسے اپنے اعیانی جلاوطنوں کو واپسی کی اجازت دینے پر مجبور کیا۔ علاوہ ازیں اسپارٹا کے حکم سے ان جلاوطنوں کو یا تو اُن کی ضبط شدہ جائدادیں واپس مل گئیں یا وہ مملکت کی جانب سے ہرجہ پانے کے مستحق قرار پائے۔ اس طرزِ عمل سے فلیوس میں جو پیچیدگیاں پیدا ہوئیں اُن کے نتائج بہت جلد ظہور پذیر ہوگئے۔[۵۳]

لیکن قبل اس کے کہ اس قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوں، اسپارٹیوں کو اپنی بہادری اور شجاعت دکھانے کا ایک اور موقع مل گیا۔ ۳۸۳ق م میں دو تھریسی شہروں یعنی اکانتھوس و اپولونیا کی طرف سے ایک سفارت اس لئے اسپارٹا آئی کہ اولین تھوس کے جبر و تشدد کی شکایت اسپارٹا کے گوش گذار کی جائے۔ اُنھوں نے اسپارٹا کو اطلاع دی کہ اولین تھوس نے قرب و جوار کے بلدیات کو اپنے ساتھ اتحاد کرنے پر راضی کرلیا ہے اور ان میں آپس میں سمجھوتا ہوگیا ہے کہ ہر ایک شہر کے قوانین ہمشکل ہوں گے اور ہر ایک کے شہریوں کو اسی قسم کے حقوق

---

۵۳ معاملات فلیوس؛ زینوفون ۵، ۲، ۸ تا ۱۰؛ ۳، ۱۰ تا ۱۷۔ لوبا کے سفر نامۂ Lebas (tineraire) میں ایک نمبر ۳۲ نقشہ دیا ہوا ہے جس کے مطالعے سے یہاں کے قلعے کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

باب ۳ حاصل ہوں گے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اولین تھوس نے اسی پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ بہت سے مقدونوی بلدیات کو (جن میں پیلا جیسا وسیع شہر بھی شامل ہے) شاہ امین تاس کی حکومت سے آزاد کر دیا ہے، اور واقعہ تو یہ ہے کہ یہ بادشاہ اپنا تمام ملک کھو بیٹھنے سے بس بال بال ہی بچ گیا ورنہ اولین تھوس نے تو کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سفیروں کے قول کے بموجب اولین تھوس نے یہ سب حرکات کر کے اکانتھوس اور اپولونیا کو بھی ان کے ساتھ اتحاد کرنے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ہی یہ دھمکی دی تھی کہ اگر ان دونوں نے اس کی سرتابی کی تو وہ آتے ہی برسرپیکار ہو جائیگا۔ اسپارٹا کو اُن کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ ایتھنز اور تھیبز دونوں کے سفیر اُس وقت اولین تھوس کو اپنا جانبدار بنانے کے لئے موجود ہیں، اور اگر اس شہر کے قبضے میں ایک دفعہ پوتی دیا بھی آگیا (جو جزیرہ نما اور اقلیم یورپ کے مابین گویا حد فاصل ہے) تو پھر تمام جزیرہ نما پر اُس کا اثر قائم ہونے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہے گا۔ انھوں نے اسپارٹیوں سے کہا کہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو تم بیوتی شہروں کو آپس میں اتحاد کرنے سے روکتے ہو، اور دوسری جانب ایک عظیم الشان شمالی بلدے کو اس کی گویا اجازت دیتے ہو کہ وہ اپنے بڑے کو تقویت پہنچائے، اور تھریسی کانوں سے سونا برآمد کر کے ہمسایہ بلاد کو اپنے ساتھ ملائے اور اپنی قوت و سطوت میں اضافے پر اضافہ کئے چلا جائے؛ آخر میں انھوں نے اسپارٹا کو آگاہ کیا کہ یہی وقت مداخلت کا ہے، ورنہ جس روز مختلف بلدیات اور اولین تھوس میں اتحاد ہو گیا وہ آپس میں رشتہ داری اور اشتراک ملک کی وجہ سے باہمدگر وابستہ ہو گئے تو پھر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔ الغرض ان دلائل کو سن کر اسپارٹی اُن کی مدد کے لئے آمادہ ہو گئے[۶۵]

---

[۶۵] اکانتھوسیوں اور اپولونیائیوں کی سفارت؛ زینوفون ۵، ۲، ۱۱ وغیرہ
خالکدیسی لیگ: کون "بلدیات قدیمہ کا خاتمہ" kuhn : Die Enstehung der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء صفحہ ۲۸۳ وغیرہ، گلبرٹ: "قدیم سیاسیات یونان" Gilbert : Griech, Staatsalt. ۲، ۱۸۸۵ء، ۱۹۸ - خالکدیسی لیگ کے سکے۔

باب ۳

قصہ مختصر اسپارٹیوں نے یہ تہیہ کرلیا کہ انھیں تھریس میں ایک بہت بڑی مہم سر کرنی چاہیئے۔ اُس زمانے میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، فوجی تنظیم پر بہت کچھ زور دیا جاتا تھا، چنانچہ اسپارٹا نے اپنے حلیفوں کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر وہ اس میں اپنی سہولت سمجھیں تو بجائے سپاہیوں کے روپیہ مہیا کریں، اور چونکہ انھوں نے ایک اجیر سپاہی کے روزمرہ کے اخراجات کے لئے ایک استاتر یعنی دو درہم روزانہ کافی سمجھے اس لئے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ حلیف بلدیات پر سپاہی کے معاوضے میں اس قدر رقم روزانہ ادا کیا کریں گے لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ایک طرف تو اکانتھوس کے سفیر بے حد جلدی کر رہے تھے اور دوسری جانب ایک ایسی مہم کی ترتیب و تنظیم کے لئے زمانہ درکار تھا۔ الغرض اسپارٹا نے یہ طے کیا کہ بالفعل تو دو ہزار نیوداموڈیس* لے ریوکئی اور سکی ریتائے یو دامیداس کے زیر قیادت روانہ کر دیئے جائیں اور باقی ماندہ فوج اُس کے بھائی فی بداس کی ماتحتی میں متعاقب روانہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیڈ ۴ ۱۸ یہ سکے سونے، چاندی اور تانبے کے تھے اور اُن کے ایک طرف تو اپولو کا سر اور دوسری طرف ایک بربط یا تپائی کی تصویر، اور الفاظ "خالکیدیون" اور "اپی" کے ساتھ کسی عہدہ دار کا نام بھی کندہ تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس لیگ کے متعلق کوئی عہدہ دار بھی تھا، جو بلاشبہ اشترائی گوس ہوگا۔ اُس زمانے کے اکانتھوسی ادبل پر بھی یہی علامات اور لفظ "اکانتھیون" کندہ تھا۔

خالکدیسیوں اور مقدونیہ کے باہمی تعلقات کیلئے مقابلہ کرو فون شٹرن ۳۱ سوبود ا: "امین تاس اور خالکدیسیوں کا باہمی معاہدہ" "آسٹروی جریدۂ آثاریات وکتبیات" Swobad : Vertrag

des Amyntas mit den chalcidiern. in the Arch. epigr.

جلد ۷، ۱۸۸۳ء۔ نیز اسی موضوع پر ڈتن برگر ۶۰ میں ایک نوشتے کی نقل بھی mitth. aus Oesterreich,

کی ہے۔ یہاں بھی ہمیں اکانتھوس (جس کے ساتھ اتھی پوٹس اور پوتیائی بھی شامل ہیں) اور خالکدیسیوں کے بیانیں اختلاف نظر آتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو دیودورس ۱۴ و ۹۲ اور ۱۵، ۱۹، ۲۱۔

* یہ ایک اسپارٹی فوج کے ایک رسالے کا نام تھا جس میں ۶۰۰ پیدل سپاہی ہوتے تھے اور جسمیں زیادہ تر آرکیڈی ضلع سکی ریتس کے باشندے شامل رہتے تھے۔

باب ۵ کردی جائے گی۔

تھریس پہنچتے ہی یُوڈامیداس نے اُن شہروں میں اسپارٹی رسالوں کو متعین کردیا جنھوں نے اس کی استدعا کی تھی، اور پوتی دیا پر قبضہ کرکے اُسے اپنی مہم کا مرکز بنا لیا، لیکن فی بداس تھریس نہیں پہنچ سکا۔ وہ ۳۸۲ ق م کے موسم گرما میں شمال کا رخ کرکے تھیبز آیا اور شہر کے باہر ورزشگاہ کے قریب اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں اُس سے ملنے کیلئے شہر کے اسپارٹی فریق کا رہبر اور دو پولیمارخوں میں سے ایک یعنی لیون تیادیس اُس سے ملا؛ دوسرا پولیمارخ، جس کا نام اِزمے نیاس تھا، اسپارٹا کے مخالف فریق کا رہبر تھا، اور یہ وہ گروہ تھا جس کی عین خواہش یہ تھی کہ تھیبز خوب اچھی طرح سے طاقتور ہوجائے اور تمام متحدہ بیوتیہ پر اثر قائم کرلے۔ یہ ایک عجیب وغریب بات تھی کہ ایک ہی شہر کے دو اعلی عمال مختلف سیاسی گروہوں کے رہبر اور ایک دوسرے کے گویا خون کے پیاسے ہوں، لیکن اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہر میں ان دونوں گروہوں کی قوت کم وبیش مساوی ہوگی۔ بہر حال لیون تیادیس نے فی بداس کو قلعۂ کاڈمیہ حوالے کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا، اور کہا کہ چونکہ یہ زمانہ عید تھس موفوریا کا ہے، جس کی وجہ سے قلعہ محض عورتوں سے بھرا ہوا ہے اس لئے اُس پر قبضہ کرنے کے لئے اس سے بہتر موقع ملنا محال ہے؛ رہا وقت کا مسئلہ، سو حملے کے لئے بہترین وقت دوپہر کا ہے، جب مرد قیلولہ کر رہے ہوں گے اور اسپارٹیوں کو لڑے بغیر اپنا مقصد حاصل ہوجائیگا۔ اسپارٹی سپہ سالار نے اس خیال سے اس تحریک کو منظور کرلیا کہ اس سے اسپارٹیوں کی عزیز ترین خواہش پوری ہوجائیگی، یعنی تھیبز کو اُس کی نخوت وتکبر کی سزا مل جائیگی۔ الغرض لیون تیادیس نے قلعہ پہنچ کر اسپارٹیوں کا قبضہ کرادیا، اور اس کے بعد مجلس گاہ جاکر اِزمے نیاس کو گرفتار کرلیا۔ لیون تیادیس نے یہ تمام کارروائی اس سرعت سے کی تھی کہ فریق مخالف کو آپس میں اتحاد کرنے اور دشمن کی مدافعت کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا بلکہ اس کے بجائے وہ اس قدر مرعوب ہوگیا کہ اُس کے چار سو سرآوردہ ارکان فوراً شہر چھوڑ کے فرار ہوگئے۔ گو اس خبر کے سننے سے اسپارٹیوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا (موجودہ سیاسی حالات کے اعتبار سے) لیون تیادیس کو اس قسم کی چال چلنی چاہئے تھی یا نہیں۔ اسپارٹا کے

باب۵

سیاسی میدان میں اگے سی لاؤس کو ایک خاص وقعت حاصل تھی، چنانچہ اُس نے اس مشکل مسئلے کو حل کرنے کی اپنے ہموطنوں کو ایک ترکیب بتائی اور کہا کہ اگر کسی اسپارٹی کے فعل سے اسپارٹا کو کسی قسم کا فائدہ حاصل ہو رہا ہو تو یہ فعل اُس کے لئے بالکل مباح ہے بشرطیکہ وہ اُس کی ذمہ داری پر کیا گیا ہو۔ اگے سی لاؤس کے اس خیال سے فعل کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ فاعل کی ذات پر منحصر ہو گیا، اور اب یہ سوال نہیں رہا کہ کاڈمیہ واپس دیا جائے یا نہیں بلکہ امر متنازعہ فیہ یہ ہو گیا کہ آیا فی بداس کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ فی بداس نے محض اپنے اختیار سے تھبز پر زیادتی کی ہے جس کی پاداش میں اُسے ایک لاکھ درہم (یعنی ۱۲ ہزار ۲ سو الفت) بطور جرمانہ خزانۂ اسپارٹا میں داخل کر دینے چاہئیں۔ لیکن ایک طرف کاڈمیہ پر برابر اسپارٹی قبضہ جاری رہا اور دوسری طرف غالباً فی بداس کو جرمانے کی رقم خطیر ادا کرنی نہیں پڑی۔

اب ازمے نیاس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرنا تھا، چنانچہ اُس کے لئے بجنسہ وہی طریقہ اختیار کیا گیا جو ساٹھ برس پہلے پلاٹیہ کے خلاف اُسی گروہ کے کہنے سے اختیار کیا گیا تھا جس کی اب بیخ کنی منظور تھی۔ اسپارٹا نے ازمے نیاس کی تحقیقات کے لئے ایک فرضی عدالت قائم کی جس میں ہر حلیف ریاست کی طرف سے ایک ایک اور اسپارٹا کی طرف سے تین عادلوں کا تقرر کیا گیا۔ انھوں نے ازمے نیاس پر متعدد الزامات عائد کئے، مثلاً اُس کی بربریوں سے دوستی، رشوت لیکر شہنشاہ ایران کی طرفداری، اُس کا اندروکلی داس سے مل کر* یونان کو طرح طرح کے مصائب و آلام میں گرفتار کرنا، چنانچہ انھوں نے اُس کے خلاف سزائے موت کا حکم صادر کیا، اور ازمے نیاس فوراً تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ اس معاملے میں اسپارٹا کا طرز عمل اس درجہ خلاف انصاف رہا کہ خود زینوفون بھی (جو کسی امر پر اپنی رائے قائم کرنے سے ہمیشہ احتراز کرتا ہے) اُس کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسپارٹیوں کو ایک شخص کو ایسے فعل کے ارتکاب پر گردن زدنی ٹھہرانے پر شرم آنی چاہئے تھی جس کے وہ خود مرتکب ہو چکے تھے؛ انھیں ایک ایسے شخص کو ہرگز

* اس کے لئے اس کتاب کا تیسرا باب دیکھا جائے۔

باب ۴ سزائے موت نہیں دی جانی چاہئے تھی جس نے اس خیال میں خود ان کی پیش بندی کی تھی کہ یونان کی نجات صرف اسی طرح ممکن ہے کہ بربری اقوام کے ساتھ دوستی پیدا کی جائے۔

بہرحال خالباً بد اس برابر بیوتیہ ہی میں رہا، اور اس کی جگہ ۳۸۲ ق م میں تے لیوتیاس کو تھریس روانہ کیا گیا۔ اُس نے جاتے ہی امین تاس اور درداس والی ایلی میہ کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے، اور ابتدا میں اُسے کامیابی بھی ہوئی لیکن آئندہ سال یعنی ۳۸۱ ق م میں وہ تھریس میں مارا گیا۔ اسکے بعد خود شاہ اگیسی لاؤس افواج کی کمان لے کر خود شمال کی طرف روانہ ہو گیا[۵۹]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد ۳۸۱ ق م میں فلیوسیوں کی بے چینی کی وجہ سے پیلوپونیز میں ازسرنو تنازعات پیدا ہو گئے۔ اس شہر کے جو لوگ جلاوطن ہوئے تھے انھوں نے واپس آکر یہ شکایت کی کہ انھیں ضبط شدہ مملوکات کا کافی معاوضہ نہیں ملا اور مقامی عادلوں نے اُن کے ساتھ عام طور پر بے انصافی کا برتاؤ کیا ہے، لہٰذا انھوں نے غیر جانبدار بیرونی عادلوں کے تقرر کا مطالبہ کیا، اور جب مقامی حکام نے اُن کی یہ درخواست مسترد کر دی تو انھوں نے اسپارٹا کے سامنے ہاتھ پھیلایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا کے دونوں بادشاہوں نے حلیف بلدیات میں سے کسی نہ کسی کی سرپرستی کا ذمہ لے لیا ہو گا مثلاً جہاں اگیسی لاؤس مین تی نیہ کی پشت پناہی کرتا تھا وہاں اگیسی لاؤس فلیوس کا طرفدار تھا، اور موخرالذکر کو غالباً یہ پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ فلیوسی جلاوطن اسپارٹا سے مدد کیلئے مستدعی ہوں گے لیکن وہ اس میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی تصور کرتا تھا۔ بہرحال

[۵۹] تھبز پر یک بیک قبضہ، زینوفون ۵، ۲، ۲۴ تا ۳۶ - گو اکثر تھبز میں دو پولیمارخ ہوا کرتے تھے، لیکن اس موقع پر دو ہی تھے - مقابلہ کرو فون شٹرن ۴۴، جس میں پریوس (Preuss: "مسائل بیوتیہ" Quaest. Boeot. لائپزگ ۱۸۷۹ء) کا اتباع کیا گیا ہے۔ زینوفون کی رائے کے خلاف عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ تھبز پر جو قبضہ کیا گیا اُس کی بابت جملہ امور خاص اسپارٹا ہی میں قرار پائے تھے۔ زینوفون اپنی کتاب (۵، ۲، ۳۶) میں لیون تیادیس کی بابت جو رائے قائم کرتا ہے وہ بالکلیہ انصاف پر مبنی ہے۔

اگے سی پولس تو تھریس جا چکا تھا لہذا اس جھگڑے کی بابت فیصلہ کرنے کا اختیار تنہا اگے سی لاؤس کو تھا جس نے درخواست کی سماعت کرتے ہی فلیوس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اب فلیوس نے اس کے سوائے کوئی چارۂ کار نہ دیکھا کہ جلاوطنوں کے دعاوی کو تسلیم کرے لیکن مشکل یہ پیش آئی کہ اگے سی لاؤس کے نزدیک بغیر کسی قسم کی ضمانت کے محض زبانی وعدہ بالکل بیکار تھا اور جب اس کی نوعیت کی بابت دریافت کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ سب سے بہتر ضمانت یہ ہوگی کہ فلیوس کے اکروپولس پر اسپارٹیوں کا قبضہ ہو جائے جس کے دوسرے معنی یہ سمجھے کہ جو برتاؤ تھیبز کے ساتھ کیا گیا تھا وہی اب فلیوس کے ساتھ کیا جائیگا۔ تمام نشیب و فراز کا اندازہ کرنے کے بعد شہر کے حکام نے یہی طے کیا کہ ہم لڑینگے۔ اسپارٹیوں کو محاصرہ کرنے دو، اور چونکہ محاصرے کے ایام کے اواخر میں شہر والوں نے اپنی خوراک نصف کر دی اس لئے محاصرہ خلاف امید عرصۂ دراز تک جاری رہا۔ آخرکار ۳۷۹ ق م میں وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے اس خیال سے کہ اطاعت کی رضامندی کے اظہار پر ممکن ہے کہ اگے سی لاؤس ان پر تشدد کرنے سے باز آئے اس سے گفت و شنود شروع کر دی۔ لیکن شاہ اسپارٹا نے یہ طے کیا کہ جلاوطنوں میں سے پچاس اور اتنے ہی دوسرے فلیوسی یہ طے کریں کہ کس کس کو سزائے موت ملنی چاہیے، ساتھ ہی تین سو فلیوسی اپنے شہر کے لئے جدید قوانین مرتب کریں اور چھ مہینے تک شہر میں ایک اسپارٹی رسالہ موجود رہے۔ (فلیوس کی تسخیر سے پہلے ہی اگے سی پولس تھریسی شہر افی تو س میں راہی ملک عدم ہوا اور رواج کے بموجب اس کی نعش شہد میں محفوظ ہو کر دفن کے لئے اسپارٹا لائی گئی)۔

اسی سال اولین تھوس کو بھو کا مار کر اسپارٹیوں نے اطاعت پر مجبور کیا اور اسے بھی اسپارٹی لیگ کا رکن بن جانا پڑا۔[۱]

الغرض اس طرح اسپارٹیوں نے پیلوپونیز، وسطی یونان اور شمالی یونان میں

---

[۱] جنگ اولین تھوس: زینوفون ۵، ۲، ۲۲-۲۴، ۳۷-۴۱؛ ۳، ۱-۹، ۲۴۔ فون خفران (۳۹) یہ ثابت کرتا ہے کہ واقعات جنگ کے تسلسل پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کیا جا سکتا۔

باب ۵

اپنے مقاصد پورے کر لیئے اور سطحی طور پر اُن کی قوت پہلے سے زیادہ مستحکم نظر آتی تھی۔ لیکن ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کی ان فتوحات سے یونان کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ مثلاً اولینتھوس نے محض اپنی انفرادی آزادی قائم رکھنے کے بجائے قرب وجوار کے بلدیات کی ایک عہدیت قائم کر کے جملہ حصص یونان کے لیئے ایک قابل تعریف نمونہ قائم کر دیا تھا، اور جب اسپارٹا نے اُس کی تمام کوششوں کا جبراً خاتمہ کر دیا تو اُس نے گویا یونان کے تدریجی ارتقا کی کیفیت میں خلل انداز ہو کر مقدونیہ کے لیئے راستہ صاف کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ آئندہ اولینتھوس نے بلدیات خالکدیس کی ایک نئی لیگ قائم کر لی لیکن اسپارٹی قلعے کی وجہ سے یہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئی۔ آخر کار فیلقوس شاہ مقدونیہ نے اس شہر کو فتح کر کے اپنی آئندہ کی کامیابیوں پر گویا مہر ثبت کر دی۔ لیکن سب سے زیادہ افسوسناک اور قابل تاسّف وہ آواز ہے جو اکانتھوس سے آتی ہے، یعنی یہ کہ اگر اولینتھوس کو کامیابی حاصل ہو گئی تو وہ تھریس پر قبضہ کر لیگا اور وہاں کی کانوں سے سونا برآمد کرنے سے ایک طاقتور بیڑا تیار کر لیگا۔ ایک خالکدیسی شہر اپنے ہمسائے کی جس قوت کی شکایت کرتا ہے، وہی بہت جلد مقدونیہ کے فرماں روا کو حاصل ہو جاتی ہے۔

## یادداشت متعلق باب پنجم

باب پنجم اور اُس کے بعد کے چار ابواب کے لیئے ہماری سند دیودوروس کتاب ۱۵ ہے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے ۴۰ ابواب جن میں مشرقی اور یونانی معاملات کا تذکرہ ہے، غلطیوں سے بھرے پڑے ہیں، جن کے انکشاف کا سہرا فون شٹرن (دیکھو یادداشت متعلق باب اول) اور پوہلر ("دیودوروس بطور ماخذ تاریخ یونان ۳۷۹ ق م تا ۳۶۲ ق م" Pohler: Diodorus als Quelle Zur Geschichte von Hellas (کسل ۱۸۸۵ء) کے سر ہے۔ نیز

یادداشت متعلق باب ۸

مقابلہ کرو، شیفر: "دیموس تھنیس" Schaefer : Demosthenes ۱ (۲)، ۱۶، ۱۷-

انگر Unger نے یہ نظریہ قائم کیا تھا کہ دیودوروس ہر سال کے واقعات مقدونوی سال کی ابتدا یعنی اتھنزی ایپونیموس کے عہدے سے نو ماہ پیشتر سے شروع کرتا ہے (دیکھو یہی تاریخ، جلد ۲، اسناد متعلق باب ہفتم)؛ لیکن پوہلر کے نزدیک اس کلیے کا انطباق دیودوروس کی پندرھویں کتاب پر نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے خیال کے مطابق مختلف واقعات کو مختلف سنین کے تحت جو رکھا گیا ہے وہ صحت پر مبنی ہے۔ اگر پوہلر کا یہ قول درست ہے، تو اس سے دیودوروس کا تسلسل واقعات صحیح ثابت ہو جائیگا اور ہمیں یہ جانچنا ہے کہ اس کا استدلال کس حد تک قابل تسلیم ہے۔ سب سے پہلے تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کے استدلال کی بنیاد ہی کمزور ہے، اس لئے کہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ دیودوروس کا ماخذ ایفوروس ہی ہے، وہ صرف یہی نہیں کرتا کہ انگر نے مقدونوی سال کی بابت جو خیال ظاہر کیا ہے اس پر استدلال کرے، بلکہ اس قدیم نظریئے سے بھی کام لیتا ہے جس کے مطابق ایفوروس نے مختلف سنین کے تعین کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ پوہلر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر کہتا ہے کہ "ایفوروس نے اپنی تاریخ میں کسی خاص امر کی بابت کئی کئی سال کے واقعات متعلقہ کو یکجا کر دیا ہے اور ایسے ہمعصر حالات کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے جو ایک دوسرے سے متعلق نہ ہوں"۔ اسی طرح صفحہ ۱۸ پر وہ لکھتا ہے کہ "ہم عرصۂ دراز سے ایفوروس کی اس خصوصیت سے واقف ہیں کہ وہ مختلف واقعات کو ان کے موضوع کے لحاظ سے جمع کر دیتا ہے اور اس میں سنوی تسلسل کا مطلق لحاظ نہیں کرتا"۔ اس اصول کے مطابق جہاں کہیں دیودوروس میں سنویت کو نظرانداز کر دیا گیا ہو وہاں ایفوروس کے ماخذ ہونے کا پتا لگتا ہے، اور یہی کیفیت ان حصوں کی بھی سمجھی گئی ہے جن میں گزشتہ موسم سرما کے حالات کسی سنۂ مابعد کے سلسلے میں درج کر دئیے گئے ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر پہلا معیار درست ہے تو دوسرا خود بخود غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ دیودوروس ۱۵، ۲۵، ۱-۵۰ کی مفصلۂ ذیل تنقید میں پوہلر کا اتباع کیا گیا ہے، اور یہ نہ صرف نفس تاریخ کے لئے کارآمد ہے، بلکہ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا معیار (جس پر انگر اور پوہلر دونوں متفق ہیں) قطعاً بیکار ہے۔

یادداشت متعلق باب ۲

دیو دوروس ۱۵، ۲۵ تا ۲۷ کا پہلا سال انگر اور پوہلر کے نظریئے کا انطباق کرنے سے سمجھ میں آتا ہے، اور چونکہ اس میں ۳۷۸ ق م سے ۳۷۷ ق م تک کے واقعات مندرج ہیں اس لئے اس کی ابتدا ۳۷۹ ق م کے موسم سرما سے قرار دیجا سکتی ہے۔ لیکن خود پوہلر کے قول کے مطابق دیو دوروس ۱۵، ۲۸ تا ۳۵ کے سال میں بہار ۳۷۸ ق م سے خزاں ۳۷۶ ق م تک کے کم از کم ڈھائی سال شامل ہیں (پوہلر ۲)؛ واقعاً اس "سال" میں اس سے بھی زیادہ مدت شامل ہے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ ایتھنز نے حلیفوں کو بغاوت کی ترغیب (باب ۲۸) اعلان جنگ (باب ۲۹) کے بعد ہی دی ہو (پوہلر ۲۱)، بلکہ ممکن ہے کہ خیوس وغیرہ نے ایتھنز کے ساتھ اس سے پہلے ہی اتحاد عمل کر لیا ہو ۔ واقعہ یہ ہے کہ باب ۲۸ میں چند الفاظ ایسے ہیں جن سے دیو دوروس کی مراد متعدد سالوں سے ہوتی ہے۔ میں اس سال کے واقعات پر پھر بحث کروں گا۔ خود پوہلر اس سال کے حدود سے جو مارچ ۳۷۸ ق م کو ختم ہوتا ہے، آگے بڑھ جاتا ہے (سفوڈریاس) کا حملہ، باب ۲۹، پوہلر ۲۲)؛ اسمیں ۳۷۷/۳۷۶ ق م کی مدت برائے نام شامل ہے، اور اس کے نظریئے کے مطابق اسکی ابتدا خزاں ۳۷۸ ق م سے پہلے نہیں ہونی چاہیئے۔ تیسرا سال یعنی ۳۷۶/۳۷۵ ق م جس کا ذکر دیو دوروس ۱۵، ۳۶ تا ۳۷ میں کیا گیا ہے، خزاں ۳۷۶ ق م تک شروع نہیں ہوتا (پوہلر ۲۸)، درانحالیکہ اگر نظریہ درست ہے تو اس کی ابتدا بہار ۳۷۷ ق م میں، اور خاتمہ خزاں ۳۷۶ ق م میں ہونا چاہیئے۔ سال چہارم ۳۷۵/۳۷۴ ق م جس کا حال دیو دوروس ۱۵، ۳۸ تا ۴۰ میں بیان کیا گیا ہے، موسم گرما ۳۷۴ ق م تک جاری رہتا ہے، درانحالیکہ نظریئے کے مطابق اسے خزاں ۳۷۶ ق م میں شروع اور خزاں ۳۷۵ ق م میں ختم ہو جانا چاہیئے۔ پانچویں سال یعنی ۳۷۴/۳۷۳ ق م کا تذکرہ دیو دوروس ۱۵، ۴۵ تا ۴۷ میں کیا گیا ہے؛ پوہلر کے نزدیک زاکنتھوس کے جھگڑوں میں تموتیوس نے "مئی یا جون ۳۷۴ ق م" میں مداخلت کی، جس کے یہ معنے ہوئے کہ اس سال کے ضمن میں جن واقعات کا تذکرہ ہے وہ دراصل اس گزرے ہوئے سال کے واقعات ہیں جن کا بیان اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں سال ۳۷۲/۳۷۱ ق م میں سے ہر ایک کے حالات دیو دوروس ۱۵، ۴۸ تا ۴۹ میں

یادداشت متعلق باب ۵

مذکور ہیں۔ پہلے سال میں تو ہم ہیلی کے اور بوزرا کی تباہی کا بیان پڑھتے ہیں، دوسرے کے تحت صلح کالگیس کا ذکر دیا ہوا ہے، اور یوبلز کہتا ہے کہ ان دونوں سنین میں افوروس کا اتباع کرنے کے بجائے صحیح سنوی تسلسل قائم رکھا گیا ہے۔ اس تجزیئے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جدید نظریئے کا انطباق واقعات کے ان سات مجموعوں میں سے صرف ایک ہی سال پر کیا جا سکتا ہے۔

اس کے برعکس قدیم نظریئے کا اندازہ دورِ ثانی (دیودوروس ۱۵، ۲۸ تا ۳۵) کے حالات کو جانچنے سے ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کی تاریخ کی اہمیت (جس کے مطابق افوروس نے مختلف موضوعات متعلقہ کو یکجا کر دیا ہے) قطعاً ناقابل انکار ہے۔ اس دور کی فہرست مضامین حسب ذیل ہے:۔ ایتھنزی لیگ کا بتدریج قیام؛ سفودریاس کا حملہ ایتھنز؛ تھبز کا لیگ میں داخلہ اور لیگ کا مزید استحکام؛ خابریاس کی بحری مہمات؛ اسپارٹی لیگ کی از سر نو تنظیم؛ اگے سی لاؤس کا بیوتیہ جانا اور خابریاس کا مقابلہ کرنا؛ بعد اس کی موت بمقام تھسپئے؛ اگے سی لاؤس از سر نو بیوتیہ میں برسرپیکار ہوتا ہے اور اسے شکست ملتی ہے؛ جنگ ناکسوس میں خابریاس کی فتح۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۳۷۷-۳۷۶ ق م کی مفروضہ تاریخ میں اسپارٹا اور ایتھنز کی قائم کردہ قوت و سطوت کے استحکام اور ان کے باہمی مناقشوں میں خابریاس ایتھنز اور اگے سی لاؤس اسپارٹا کی رہبری کرتے ہیں اور خابریاس ہی اپنے رقیب سے زیادہ عاقل و دانا ثابت ہوتا ہے۔ اس دوران میں تھبز کی حیثیت محض ثانوی ہی رہتی ہے۔ کہنے کو تو یہ صرف ایک سال کی تاریخ ہے، مگر فی الواقع یہ ایک مختصر سی تاریخی تصنیف ہے، جس کی حقیقی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ایک عظیم الشان تنازع کی تصویر ایک مخصوص زاویۂ نگاہ سے کھینچی گئی ہے، اور جس میں مولف نے تھبز کو ایتھنز اور اسپارٹا کے مقابلے میں محض ثانوی حیثیت دی ہے، لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ سنوی اعتبار سے یہ تصویر بیکار محض ہے۔ اسی طرح اگر ہم دیودوروس کے ان سات تاریخی سالوں کی فہرست مضامین پر نظر ڈالیں تو بھی اس کے مخصوص انداز کا پتا چل جائیگا۔ (۱) تھبز کی علیحدگی (۲) ایتھنز، اسپارٹا، خابریاس، اگے سی لاؤس۔ (۳) خابریاس مشرق میں اور تھیودیوس مغرب میں اپنی چلت پھرت

یادداشت متعلق باب ۵

دکھاتا ہے؛ تھبز کا اور خوینوس پر قبضہ۔ (۴) ایران کی تحریک پر صلح؛ ایرانی چاہتے ہیں کہ مصر کے خلاف یونان سے کام نکالیں؛ تھبز صلح کرنے سے انکار کرتا ہے؛ پیلوپونیز میں عمومی اختلال۔ (۵) ایران کی مصر پر فوجکشی؛ اس جنگ میں ایفیکراتیس اپنے آپ کو ممتاز کرتا ہے؛ یہ تیسرا اتھنزی سپہ سالار ہے جو اس طرح ممتاز اشخاص کی صف اول میں آجاتا ہے؛ یونان کے ایسے حصوں میں جن کا ذکر ابھی تک نہیں ہوا، اختلال، خصوصاً زاکین تھوس کورکائرا اور ریبوتیہ میں۔ (۶) شگون اور عجائبات۔ (۷) تھبز کے بغیر صلح
ان اجزاء میں سے ہر ایک کے واقعات کے اعتبار سے بالکل مکمل ہے، اور ہر ایک کی ابتدا میں دیودوروس نے ایک سنہ چسپاں کر دیا ہے، جس سے صرف مرور ایام کا ہی عام اندازہ ممکن ہے۔

اس کے برعکس اپنی پندرھویں کتاب میں جب دیودوروس واقعات کی تفصیل بیان کرنے لگتا ہے تو اس سے بہت سی غلطیاں بھی سرزد ہوتی ہیں؛ اس بارے میں میں فون شٹرن کا خاص طور پر حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ دیودوروس کے بارھویں باب کے لئے اسی موجودہ باب کا حاشیہ نمبر ۲ دیکھا جائے۔ باب ۲۶ میں اتھنزی سپہ سالار دیموفون کا سرکاری طور پر مامور ہونا صحیح نہیں۔ دیودوروس کے باب ۲۷ کے لئے اس کتاب کا چھٹا باب ملاحظہ کیا جائے۔ ابواب ۲۸، ۳۲، ۳۴، ۳۴ کے لئے دیکھو فون شٹرن ۸۷، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۱۳۔ جنگ لیوکترا کے لئے اس کتاب کے آٹھویں باب کے حواشی اور فون شٹرن ۱۳۵، ۱۴۲ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ ابواب ۵۹، ۶۱ تا ۶۳، ۶۷ تا ۶۹ (پیلوپونیز میں تھبزی مہمات) کے لئے فون شٹرن ۱۴۹، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۹، ۱۹۰۔ دیودوروس کے باب ۳، ۷ کے لئے اس کتاب کا نواں باب ۸۲ تا ۸۹ کے لئے دسویں باب کے حواشی دیکھے جائیں۔

پلوٹارک پر چھٹے باب کے حاشی میں بحث کی گئی ہے۔ بد قسمتی سے اس کی سوانح عمری اپامنونداس ضائع ہو گئی ہے۔

# باب ششم

## بیوتیہ، تھبز کی آزادی، اسفودریاس

### ۳۷۹ ق م و ۳۶۲ ق م

پچھلے سات برس میں ممالک یونان میں جو تاریکی پھیلی ہوئی تھی اُس میں تھبز کی طرف سے کچھ روشنی نمودار ہوتی ہے، اور یہی وہ شہر ہے جو اب یونان کی رہبری کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ہم ضلع بیوتیہ سے کما حقہٗ واقف نہیں ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ چوتھی صدی ق م میں اسے جو چند روزہ اہمیت حاصل ہوئی اُس کا اصلی باعث اُس کی ابتدائی تاریخ ہوگی، لیکن شومئی قسمت سے اس کے واقعات نہایت تاریک ہیں۔ بہرحال جب ہم بیوتیوں کے ذاتی خصائص پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اُن میں بالکل متضاد اور متبائن خصائص نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک طرف تو اتحاد کی طرف نہایت پُرجوش میلان معلوم ہوتا ہے اور دوسری جانب وہ اُتنی ہی سختی کے ساتھ مختلف بلدیات بیوتیہ کی آزادی کے بھی خواستگار ہیں۔ علاوہ ازیں اخلاقی میدان میں جہاں ایک بڑی اقلیت مطمحی خیالات سے بھری ہوئی ہے، وہاں اکثریت پر مادّی اثرات غالب ہیں۔ ان متبائن رجحانات سے یہاں والوں کے خصائص کی تنومندی اور قوّت معلوم ہوتی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ بیوتیوں کے روزانہ کاروبار پر نظر ڈالنے سے جن ظاہری صفات کا اندازہ ممکن ہے اُن سے کہیں زیادہ عمق ہے۔

جیسا ہم اس کتاب کی پہلی جلد میں بیان کر چکے ہیں، بیوتیہ یونانی تمدن کے قدیم ترین مرکزوں میں سے ایک ہے، اور صرف آرگوس اور تھسلی ہی اُس کی قدامت کو پہنچ سکتے ہیں[1]۔ ان میں سے آرگوس کو تو تاریخی اہمیت حاصل ہی نہیں ہوئی رہا تھسلیٰ

---

[1] گو ہم بیوتیوں کے تمدن کے معیار کا قابل اطمینان طور سے اندازہ کرسکتے ہیں، لیکن یہ تقریباً

باب

سوائس کی امیدوں اور آرزوؤں کے پیدا ہوتے ہی یا د مخالف کی وجہ سے خاتمہ ہوگیا۔ ان تینوں میں سے صرف بیوتیہ ہی ایسا ملک تھا جس نے چوتھی صدی ق م میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ناممکن ہے کہ ہم تھبز کے مختلف سیاسی فریقوں کی بابت کوئی قطعی رائے قائم کریں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہاں کی سیاسیات کی بنا اس مسئلے پر نہیں تھی کہ حکومت اعیانی طرز پر چلنی چاہئے یا عمومی طرز پر، بلکہ سوال زیر بحث یہ تھا کہ بیوتیہ کو آزاد ہونا چاہئے یا پابند۔ ہم یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو فریق یہ چاہتا تھا کہ تھبز بیوتیہ پر حاوی ہو جائے وہ بہت جلد غیر مقبول ہو جاتا، اس کے برعکس وہ سیاسیین جو تھبز کی اس خواہش کی تائید کرتیں وہ ہر دلعزیز ہو جاتیں اور تھبز فوراً ان سے مخالفہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۳۸۲ق م میں تھبز نے ایران کے ساتھ معاہدہ کر لیا، اور جبکہ اسپارٹا کا مقصد تھبز کا بالکلیہ قلع قمع کر دینے کا تھا تاہم ۳۷۹ق م میں اس نے اپنے اس دشمن سے بھی دوستی کر لی، اور ایتھنز سے جس نے اس کی حمایت کی تھی کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اسپارٹا تو تھبز کے اقتدار کی توسیع پر معترض نہ تھا لیکن ایتھنز کو اس طرز عمل پر اعتراض تھا۔ لیکن جس وقت تھبز نے یہ دیکھا کہ اس کی اس خواہش کی مخالفت کی جا رہی ہے، اور اسے اپنے اس خیال کا ثبوت اول کے بعد پالکتیم کے معاملے میں (جلد ۲، باب ...) مل گیا جب اسپارٹا نے اس امر کا اعلان کیا کہ علاوہ اسپارٹا کے کسی اور مملکت کو اپنے ماتحت علاقوں پر اپنا اثر قائم رکھنے کا اختیار نہیں ہے تو اسے اس کا یقین ہو گیا، چنانچہ تھبز کی سیاسی روش میں ایک خاص تبدیلی شروع ہوا۔ اب تھبز اسپارٹا کا دشمن ہو گیا، اور تب بعد اس نے جن اعیانیوں کو برسر اقتدار کیا تھا، وہ عام بے چینی کے بھینٹ چڑھ گئے۔ ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے پلاٹیہ اور تھسپی پاسٹیہ کی آزادی کو برقرار رکھ کر گویا تھبز کی قوت و سطوت کو صدمہ پہنچایا تھا۔ خود اپامنونداس بھی صرف اس وجہ سے مسلسل برسر اقتدار رہا کہ وہ بیوتیہ کی اطاعت کے اصول سے واقف تھا۔ اسی طرح شاہ فیلقوس دوم تھبز میں صرف اسی وقت تک ہر دلعزیز رہا جب تک اس نے بیوتیہ کو تھبز سے آزاد کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی، اور جب تھبز مشتبہ ہو گئے تو فیلقوس نے موقع دیکھ کر فوراً اعلان کر دیا کہ ایتھنز کو تھبز کے مقاصد سے ہمدردی ہے جس کے بعد فوراً تھبز ایتھنز کا ہمنوا ہو گیا۔

فنون لطیفہ کے لئے دیکھو گروتوس: تاریخ یونان ۴۲ (۲)، ۱۷۰۔

باب — دُنیائے یونان پر اپنا اثر ڈالا - آرگوس اور تھسلی کی طرح بیوتیہ میں بھی بہت سے ایسے شہر تھے جن کی خصوصیات میں اختلاف پایا جاتا تھا - اس ملک میں چار یا پانچ مختلف النوع مجموعے نظر آتے ہیں - پہلا مجموعہ تو اُن شمالی شہروں کا ہے جو کوپائس جھیل کے چاروں طرف آباد تھے؛ ان کی سرگروہی کے فرائض یہاں کا قدیم شہر اورخومینوس ادا کرتا تھا، اور انہیں سے ہالیارتوس، کورونیہ اور خئیرونیہ کا بھی تعلق تھا - دوسرے مجموعے کا رہبر مجوو شہر تھیبز تھا - علاوہ ازیں مشرق میں تناگرا اور مغرب میں تھس پیائے اور (بعض امور میں) پلاتیہ کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی - ان میں ہر مجموعے کا منبع و مخرج جدا گانہ تھا؛ مثلاً اورخومینوس منیائی تھا اور غالباً اس کا کچھ نہ کچھ تعلق تھسلی کے ساتھ بھی ہوگا - عرصۂ دراز تک یہ باقی ماندہ بیوتی مجموعوں سے الگ تھلگ رہا اور اس زمانے میں بھی جب جہازوں کی وہ فہرست مرتب ہوئی تھی جس کا ہومری تحریروں میں ذکر ہے اس کی حیثیت ایک خود مختار مملکت جیسی تھی لیکن اس مملکت میں علاوہ خود اورخومینوس اور اسپلے دون کے کوئی تیسرا شہر شامل نہ تھا - بہرحال منجملہ ان مقامات کے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے پانچویں صدی ق م تک اس کا تعلق شہر خئیرونیہ کے ساتھ نہایت خاص تھا، اور اغلباً کوپائے بھی جو (اورخومینوس سے لوریموس جانے والی سڑک پر واقع تھا) کسی زمانے میں ضرور اورخومینوس کے ماتحت رہا ہوگا - اگر اورخومینوس کا ہالیارتوس اور راولن خستوس سے کوئی دیرینہ تعلق رہا بھی ہوگا تاہم ہمیں اس کی بابت بہت کم معلومات حاصل ہیں - ہم جانتے ہیں کہ گو یہ دونوں مقامات اندرونِ ملک میں واقع تھے لیکن یہاں پوسیڈون کی پوجا کی جاتی تھی، اور راولن خستوس ایک ایسی جمعیت کا سرگروہ تھا جس میں دور دراز بلدیات بھی شامل تھے؛ چنانچہ ممکن ہے کہ یہاں بھی منیائی قوم کے آثار ہوں - افسانوں سے پتا چلتا ہے کہ تھیبز پر فنیقیوں کا اثر پڑا ہوگا، اور فی الواقع بھی یہ اثرات بعید از قیاس نہیں ہیں - کہا جاتا ہے کہ بیوتیہ کے جنوب مشرقی حصے یعنی تھس پیلئے اور قرب و جوار کے مقامات میں تھریسی آباد تھے، علاوہ ازیں تھس پیائے اور ایتھنز کے باہمی روابط نہایت دوستانہ تھے بلکہ ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ تھس پیائے کے اولیں آباد کار ایتھنز سے ہی آئے تھے - بیوتیہ کے اس حصے میں میوزوں کا پہاڑ کوہ ہیلی کون واقع تھا، اور

باب ۶ اور اس پر پوجا کا جو طریقہ رائج تھا اُس کا تعلق بھی تھریس ہی سے سمجھا جاتا تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تھسپیا کی اراضی کے جنوبی سرحد کے قریب ہی کوہ کتھائرون بھی تھا جو باکھوس کی پوجا کا مرکز تصور کیا جاتا تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس طرز عبادت کا بھی تھریس ہی وطن ہوگا۔ تھبز میں بھی باکھوس کی بہت کچھ قدر و منزلت ہوتی تھی، اور یہاں کے باشندے اُسے اور ہرقل دونوں کو اپنے رکھشک دیوتا تصور کرتے تھے۔ الغرض ہمیں بیوتیہ میں منیائی، فینیقی، تھریسی اور اٹیکائی عنصر دوش بدوش ملتے ہیں۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ مختلف حصص بیوتیہ میں آلہ تحت الثریٰ کی بھی پرستش کی جاتی تھی، مثلاً اورخومینوس میں امفیاراؤس کی، تھبز میں کابیری کی اور لبادیہ میں تروفونیوس کی؛ اسی طرح ہالیارتوس میں رھادامانتھوس اور ترےسیاس کی قبریں دکھائی جاتی تھیں اور یہ بھی بیان کیا جاتا تھا کہ لبادیہ ہی میں ہرقل اور کربیروس تحت الثریٰ سے سطح زمین پر برآمد ہوئے تھے۔

بیوتی فتح کے بعد ملک کے ہر حصے میں ایک قسم کی اعیانیت پیدا ہو گئی؛ لیکن ان اعیانیوں نے مقامی روایات کو مسترد نہیں کیا بلکہ اُن بلدیات میں جو پہلے نسبتہً اہم تھے اپنا اقتدار قائم کرنا چاہا، اور اپنے اس میلان کو صاف ظاہر کر دیا کہ وہ کسی ایک شہر کی اطاعت نہیں کریں گے خواہ اُس شہر میں جدید بیوتی امرا ہی کیوں نہ صاحب اقتدار ہوں۔ یہی امور اتحاد باہمی اور سیادت تھبز کے راستے میں حائل ہو گئے۔ مثلاً اورخومینوس میں صرف قدیم منیائیوں کی اولاد ہی تھبزی اقتدار کے مخالف نہ تھی بلکہ ایولی بیوتی بھی جو وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے اور جو منیائی قوم کے گویا جانشین تھے، اس شہر کی قدیم عظمت کی نہایت پر زور تائید کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

الغرض ملک کے انتظام کے لئے ایک وفاقی دستور مرتب ہوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ بیوتی شہر (یعنی تھبز) جو اپنے ہمسایوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھا، محض ایک وفاقیہ کی سیادت پر کس طرح قانع ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُس نے اس بات کی کوشش کی کہ دوسرے بلدیات کو سیاسی اعتبار سے اپنا ماتحت بنا کر اُن کے مشترکہ معاملات کی نگرانی کرے یا کم از کم اُن معاملات میں اُس کا بول بالا ہو۔ تھبز کے اس طرز عمل کی مخالفت پر بیوتیہ کے تمام بلدیات نہایت شد و مد سے آمادہ ہو گئے۔

باب

بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اس بیوتی لیگ میں چودہ اراکین شامل تھے، لیکن زمانۂ مابعد میں صرف سات بلدیات (یعنی تھیبز کے علاوہ غالباً اورخومینوس، ہالیار توس، کورونیہ، کوپائے، تھس پیائے اور تناگرا) کو رائے دینے کا حق باقی رہ گیا تھا۔ لیگ پر نگرانی کا فرض بیوتارخوں کے ذمے تھا جن کی تعداد زمانۂ مابعد میں سات تھی۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ کونسے ادارات تھے جن کی قراردادیں تمام وفاقیہ پر حاوی ہوتی تھیں۔ ایک جگہ طوسی دیدش چار مجالس کا ذکر کرتا ہے لیکن ہمیں ان مجالس کی ترکیب سے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ ۴۸۰ ق م میں تھیبز نے ایرانیوں کا ساتھ دیا اور اُسے اپنے اس فعل کی سزا بھی نہایت سخت ملی، لیکن اُس نے اپنے اس نقصان کی بہت جلد تلافی کرلی۔ یہاں کے سپاہیوں نے میدانِ جنگ میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے، اور نہ صرف "عہد خمسینی" میں بلکہ جنگ پیلوپونیز میں بھی چلت پھرت اور تیزی میں پہلے تو تھیبز اتھنز کے برابر تھا اور پھر اس سے بھی سبقت لے گیا۔ ذہنی میدان میں تمام بیوتیہ کی طرح تھیبز بھی اپنے ہمسایہ ملک (یعنی اٹیکا) میں بدنام تھا، لیکن وہ کسی طرح اس بدنامی کا مستحق نہ تھا۔ بلاشبہ بیوتیوں کے دماغ میں وہ مستعدی نہیں پائی جاتی جو اتھنزیوں میں تھی لیکن ذہنی عمق میں وہ اتھنزیوں سے کچھ کم نہ تھے اور اسی سرزمین سے ہومر کے بعد قدیم ترین یونانی شاعر کا ظہور ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ فنون پیکر سازی میں بیوتیہ سے وہ علو ظاہر نہیں ہوتا جو بعض دوسرے یونانی اضلاع کا مایۂ ناز ہے؛ اور خود ایلیوتھرائے اور تناگرا بھی جو اس ضمن میں (اول الذکر اپنے گلی مجسموں اور ثانی الذکر میدونی کی جائے پیدائش ہونے کی وجہ سے) مشہور ہیں، اٹیکا کی سرحد پر واقع ہیں، اور ہمیشہ اٹیکا اور بیوتیہ کے مابین مابہ النزاع رہے ہیں۔ بیوتیوں کے خصائص میں ایک خاص عمق اور سنجیدگی پائی جاتی ہے، اور یہ صفات شعرگوئی کی بعض اصناف کے لئے نہایت مفید ہیں؛ چنانچہ وہ ملک جس میں تحت الثریٰ کے معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی وہی پنداَر کا جنم بھوم بھی تھا۔ بیوتیہ میں کورنا ساکنۂ تناگرا کے علاوہ میرتس ساکنۂ انتھے دون کا بھی مزاری شعرا میں شمار ہوتا تھا؛ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اتھنز سے کہیں زیادہ صنف لطیف کی عزت کی جاتی تھی۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ دنیائے یونان میں بیوتیہ کے علاوہ

باب ۷

دوسرے اقطاع میں عورتیں شعر کہتی تھیں، مثلاً ہم چھٹی صدی ق م کے اختتام پر سکیون اور آرگوس میں بھی شاعرہ عورتوں کا ذکر سنتے ہیں، لیکن کم از کم اتھنز کی تاریخ ایسی مثالوں سے بالکل معرّا ہے۔ علاوہ ازیں بیوتی سنجیدگی اور یہاں کی جنس لطیف کا مرتبہ اس امر سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جب مسلک فیثا غورس کے اقبال کا ستارہ جنوبی اٹلی میں چمکا تو اُسی زمانے میں اس مسلک کو بیوتیہ اور خاصکر شہر تھبز میں ایک قیام گاہ مل گئی چوتھی صدی ق م کے اوائل میں تھبز میں بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جن کی پاکبازی اور علوِ خیالات اُن کی ممتاز ترین صفات تھیں، اور یہی وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے اس ملک کو چند روزہ سیاسی تفوق حاصل ہوا۔ اس کے سپوتوں کی بہادری ضرب المثل تھی، اور کورونیہ و دیلیوم کی جنگوں (جلد ۲، باب ۲۳) اور سرقوسہ کی لڑائی (جلد ۲، باب ۲۷) میں اس کا کافی و وافی ثبوت مل چکا ہے۔ لیکن جن ہمسایہ شہروں نے اُس کے سیاسی مقاصد سے اختلاف کیا اُس کے ساتھ وہ نہایت بے رحمی کیساتھ پیش آیا اور اپنے اس فعل سے اُس نے اپنی ابتدائی کامیابیوں کے فوائد پر گویا پانی پھیر دیا۔ بیوتی خصائص کے روشن و تاریک دونوں پہلو اُس کے زمانۂ عروج کے واقعات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز بیوتی شہروں کے مقاصد سے ایک اور سبب سے بھی دلچسپی ہے، وہ یہ کہ دراصل یہ اُسی جدّ و جہد کا گویا ایک نقشہ ہے جس میں دنیائے یونان کی مختلف مملکتیں اپنی اپنی آزادی کے لئے مصروف کار نظر آتی رہیں۔

اسپارٹیوں کا قلعۂ تھبز پر براہ راست قبضہ تھا، اور انھیں کا ہمنوا فریق انتظامات بلدیہ پر بھی حاوی تھا۔ لیکن میلون اور پیلوپی داس کی ماتحتی میں جلاوطنوں نے خود سروں کے خلاف ایتھنز میں بیٹھ کر سازش کرنی شروع کی اور چپکے چپکے اُس کی تیاریاں کرنے لگے۔ آزادی کے بہت سے دلدادہ ایسے بھی تھے جو شہر تھبز میں رہ گئے تھے اور اُنھوں نے ایک شخص مسمی خارون کو اپنا رہبر تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ جبر و تشدد سے کچھ کام نہیں چلیگا، بلکہ اپنے مخالفوں کو نیچا دکھانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اُنھیں یک بیک نرغے میں لے لیا جائے اور یہ صرف اس طرح سے ممکن ہے کہ خود دشمن کے کیمپ میں وہ کسی شخص سے میل کریں۔ الغرض جلاوطنوں نے دو پولیمارخوں یعنی آرخیاس اور فلیپوس کے معتمد فی لداس سے ساز کر لیا، اور اس کے

ذریعے سے وہ مختلف برسر اقتدار اشخاص کی حرکات و سکنات کا پتا لگاتے رہے، ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی تیاریوں سے بھی غافل نہیں ہوئے۔

۳۷۹ ق م میں میلون اور پیلوپی داس خفیہ طور پر تھیبز آئے، اور (زینوفون کی تحریر کے بموجب) ایک دن رات مسلسل خارون کے مکان میں چھپے رہے۔ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ دونوں پولیمارخوں اور لیون تیادیس پر یک بیک حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان پولیمارخوں کی مدت عہدہ ختم ہو چکی تھی، چنانچہ وہ اپنے دوستوں کو اس موقع پر دعوت دینے والے تھے۔ فی لداس نے، جس پر ان کا پورا بھروسا اور اعتماد تھا، ان سے یہ وعدہ کیا کہ دعوت کے موقع پر وہ تھیبز کی سب سے خوبرو لڑکیوں کو اپنے ساتھ لائے گا۔ لیکن جب اس دعوت کا وقت آیا تو اس نے لڑکیوں کے عوض ان سازشیوں کو جو زنانہ بھیس بدلے ہوئے تھے، لاکھڑا کیا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ ان کے اٹھنے سے ذرا پہلے آرخیاس کے پاس ایک خط آیا تھا جس میں آنے والے خطرے سے متنبہ کیا گیا تھا، لیکن اس نے "کارِ ضروری کل پر رکھ کر" خط کو بے پڑھے ایک طرف رکھ دیا۔ بہرحال پولیمارخوں کو خنجر سے ہلاک کر کے وہ لیون تیادیس کے گھر میں گھس گئے اور اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ سازشیوں کے فریق کے بہت سے افراد قید تھے، اور اس بہانے سے کہ وہ کسی قیدی کو (پولیمارخوں کے حکم سے) نکالنا چاہتے ہیں، وہ قید خانے میں گھس گئے اور داروغۂ محبس کو جان سے مار کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بعد ازاں انھوں نے ان ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا جو چڑھاووں کے طور پر معبد ہائے عامہ میں لٹکے ہوئے تھے، اور مسلح ہو کر امفیوم پر قابض ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے رات کے تمام کارناموں کا اعلان کر دیا، چنانچہ یہ سب واقعات سن کر اکثر تھیبزی بھی ان سے آکر مل گئے۔ لیکن کادمیہ کی تسخیر کرنے کا مشکل کام ہنوز باقی تھا، اور اس پر ابھی تک اسپارٹی ہی قابض تھے۔ انھیں یہ اچھی طرح سے معلوم تھا کہ پلاٹیہ اور تھس پیاے میں تھیبز کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، چنانچہ انھوں نے ان مقامات پر کمک طلب کرنے کی غرض سے قاصد روانہ کیے۔

باب ۶ یوں تو ویسے بھی اسپارٹی مدافعت کا تہیہ کئے ہوئے تھے، لیکن وہ اس کمک کے نہایت بیتابی سے منتظر تھے۔ پلاٹیہ نے ضرور اپنی فوج بھیجی لیکن اُسے شکست اُٹھانی پڑی۔ اس کے برخلاف تھیبز نے اُس احسان کا معاوضہ ادا کیا جو تھبزیوں نے تھراسی بولوس کی مدد کر کے اُن پر کیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنی فوج تھبز کی مدد کرنے کی غرض سے روانہ کر دی۔ ایتھنز میں اس قدر جوش تھا کہ دو ایتھنزی ستراتی گوز نے اس مہم میں بذات خاص حصہ لیا، گو نہ تو اُن کے پاس جمعیت ایتھنز سے کوئی حکم آیا تھا اور نہ جمعیت کی کثرت آراء اُن کے اس فعل کے موافق تھی حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی جمعیت اصولاً اس لئے اسپارٹا کے خلاف جنگ آزمائی کرنا پسند نہ کرتی تھی کہ تھبز میں اسپارٹی اقتدار کے باعث اُنھیں دو بڑے بڑے فائدے حاصل ہو گئے تھے، یعنی ایک تو انھیں پلاٹیہ واپس مل گیا اور دوسرے اُنکا سرحدی شہر اوروپیس پر قبضہ ہو گیا تھا۔ بہرنیج کاذمیہ کے اسپارٹی سپہ سالار نے واقعات و حالات کو ملحوظ رکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اس پر زیادہ دیر تک قابض نہیں رہ سکتا، لہذا قلعہ تھبزیوں کے حوالے کر کے وہ شہر سے نکل گیا، لیکن اُسکے ساتھ جو تھبزی شہر سے نکل کر چلے جا رہے تھے اُنھیں اُس کے ہموطنوں نے پکڑ کر خود اسپارٹیوں کے روبرو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے اسلئے کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی زمانے میں کلیومنیس بھی اپنے ایتھنزی دوستوں کے ساتھ بھی بالکل ایسے ہی پیش آیا تھا۔ بہرحال جب اسپارٹی کماندار اسپارٹا پہنچا تو اُس پر فوراً مقدمہ قائم کیا گیا اور اُسے سزائے موت دی گئی۔ اسپارٹیوں نے اب تھبز پر حملہ کرنے کا تہیہ کیا، اور حملہ آور فوج کی سپہ سالاری کے فرائض اگے سی لاؤس کے تفویض ہوے؛ لیکن اُس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ ضعف پیری کی وجہ سے یہ فرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہا، چنانچہ اُس کے عوض اگے سی پولس کا بھائی اور جانشین کلیومبروتوس کماندار مقرر ہوا۔ وہ پلاٹیہ ہو کر تھبز کے قریب کینوس کیفالائے پہنچا جہاں وہ سولہ دن متواتر تھبزیوں کا منتظر رہا، لیکن جب تھبزی نظر ہی نہیں آئے تو اسپارٹی حقوق کی حفاظت کرنے کی غرض سے اسفودریاس نامی ہارموست کی ماتحتی میں فوج چھوڑ کر وہ خود واپس

چلا گیا۔؎

اسی دوران میں اتھنز کے جذبات میں ایک خاص قسم کی تبدیلی پیدا

---

؎ تھبز کی آزادی: اس کے لئے اسناد: زینوفون: "ہیلے نیکا" ۱۱ تا ۱۰۱۰، Plut. gen. Socr. ۲ تا ۱۱۱۔ ان اسناد کی تنقید کے لئے دیکھو کوئیک: "سوانح عمری پیلوپیداسس میں پلوٹارک کا ماخذ" Queck : De fontibus Plut. in vita Pelop, ڈرائبرگ ۱۸۷۶ء؛ ہانسکے: "پلوٹارک بحیثیت ایک بیوتی کے" Hanske : Plutarch als Boeoter ورتسن ۱۸۸۳ء؛ فون شٹرن: "زینوفون کی کتاب ہیلے نیکا اور بیوتی تاریخی روایات" Von Stern : Xenophons Hellenica und die boiot. Geschichtueberlieferung ڈورپ فیلڈ ۱۸۸۷ء۔ فون شٹرن یہ فرض کر لیتا ہے کہ پلوٹارک نے بیوتی دیوفی سودوروس اور اناکسس کا تاریخی مواد gen. Socr, میں اور کالس تھنیس کو اپنی سوانح عمری پیلوپیداس میں استعمال کیا، درانحالیکہ موخر الذکر نے پہلے کے دونوں مورخوں سے اپنی تصنیف میں مدد لی تھی۔ علاوہ ازیں نیپوس نے اپنی کتاب "پولی اسئے نوس" ۲، ۳، ۱ میں چند نہایت عجیب وغریب غلطیاں ملتی ہیں۔ دیودوروس (۱۵، ۲۵) نے عام رائے دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ہماری اسناد در اصل دو ہی ہیں، یعنی زینوفون اور پلوٹارک؛ ان میں سے زینوفون تو جو کچھ کہتا ہے، سوچ سمجھ کر کہتا ہے، لیکن پلوٹارک بعض مرتبہ جوش میں بھر جاتا ہے۔ زمانۂ حال کے مصنفوں نے زینوفون کے بجائے پلوٹارک کا اتباع اس لئے کیا ہے کہ اُن کے نزدیک زینوفون کی بعض رایوں میں فریقانہ جھلک پائی جاتی ہے؛ لیکن جیسا فون شٹرن اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴ پر ثابت کرتا ہے، یہ امر واقعے کے خلاف ہے۔ میں اُس کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کہ جہاں زینوفون خاموش ہو وہاں بھی پلوٹارک سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ خود زینوفون (۵، ۴، ۷) کہتا ہے کہ بعض کا خیال یہ ہے اور بعض کا دوسرا۔ زینوفون اور پلوٹارک اپنے اپنے واقعات مختلف اصول کی بنا پر منتخب کرتے ہیں؛ اس لئے ممکن ہے کہ باوجود فون شٹرن کی رائے کے (۵۵) پلوٹارک نے "پیلوپیداس" میں جو فقرہ "کار ضروری کل پہ رکھو" نقل کیا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو۔ یہ سچ ہے کہ فون شٹرن کے قول کے بموجب آرخیاس نے بےچینی کے آثار دکھائے تھے، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیشہ شرابیوں کے افعال منطقی معیار پر پورے نہیں اُترتے۔ اس کے برعکس زینوفون کا بیان ۵، ۴، ۲

باب ب

ہوتی ہے۔ اتھنزیوں نے اُن دو اسپارٹی گورنروں سے جنھوں نے کادمیہ کے محافظ لشکر پر ذاتی طور پر پیش قدمی کی تھی، مقدمہ قائم کیا، اور انھیں مجرم گردانا۔ ان میں سے ایک کو تو سزائے موت دی گئی لیکن دوسرا فرار ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتھنز چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھے۔ لیکن ان خوش امیدیوں پر اسفودریاس اور خود اسپارٹیوں کے فعل سے گویا پانی پڑ گیا۔ ۳۷۸ ق م میں اسفودریاس نے اٹیکا پر اس خیال سے حملہ کیا کہ وہ پیرائیوس پر قابض ہو جائے گا؛ لیکن وہ صرف میدان تھریا تک، جو الیوسس کے قریب واقع ہے، پہنچا ہی تھا کہ خود اپنی جرأت و ہمت سے خوف زدہ ہو کر پیچھے پلٹ پڑا؛ لیکن واپس ہوتے ہوتے اُس نے اٹیکا کے دیہاتوں کو تاخت و تاراج کر دیا۔ اس کے جواب میں اتھنزیوں نے تین اسپارٹی سفیروں کو جو اس وقت اتھنز میں اپنے پروکسینوس کالیاس کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے، گرفتار کر لیا۔ لیکن سفیروں نے یہ بیان کیا کہ انھیں اسفودریاس کی خواہشات کا مطلق کوئی علم نہیں ہے، اور اسی کے ساتھ اتھنزیوں کو یقین دلایا کہ ایفوروں نے اس حملے کی مطلق کوئی تیاری نہیں کی بلکہ وہ اسفودریاس کو بہت جلد اس حرکت کا مزا چکھا دیں گے۔ یہ سن کر اتھنزیوں نے اُن سفیروں کو رہا کر دیا۔ لیکن زینوفون لکھتا ہے کہ اسفودریاس کا بیٹا اگے سی لاؤس کے بیٹے آرخی داموس کا دوست تھا؛ چنانچہ موخر الذکر نے اگے سی لاؤس کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اسفودریاس کے خلاف رائے نہ دے؛ اور چونکہ اس کی رائے نہایت وقیع تھی نیز چونکہ کلیومبروتوس برابر اسفودریاس کا ساتھ دے رہا تھا اس لئے اس کی مخالفت کرنے کے لئے کوئی سربرآوردہ شخص باقی نہیں رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسفودریاس بالآخر چھوٹ گیا۔ قدما کے خیال کے بموجب تھیبزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ اتھنز و اسپارٹا متحد و متفق رہیں؛ چنانچہ انھوں ہی نے اسفودریاس کو اٹیکا پر حملہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس میں تو شبہ نہیں

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مشتبہ سمجھے گئے ہیں اس لئے کہ یہاں اس نے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اُن سے ہیرودوتس ۵، ۲۰ کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اگر واقعات ایک سے ہوں تو بہت سے لوگوں کا طرز عمل ایک ہی سا ہوتا ہے۔ کادمیہ کا بیان کرتے ہوئے دیودوروس ۱۵، ۲۷ دینی خطابت ختم کر دیتا ہے۔

۱ Plat : Iseer.

۲ اس کے مطابق تھیبزیوں نے اسی زمانے میں اسپارٹا سے صلح کی گفت و شنید کی ابتدا کی۔

کہ اس ناکام حملے سے علاوہ تھبز کے کسی کو مطلق کوئی فائدہ نہیں پہنچا اس لئے کہ آخر الامر اس کے بعد ہی تھبز اپنے تاوان کو دور کر کے تھبز کا ساتھی ہو گیا، اور ممکن ہے کہ اسی مقصد کے حصول کی غرض سے تھبزیوں نے یہ طریقہ ایجاد کیا ہو۔ لیکن اگر اسفودریاس اپنی حوصلہ مندی کے ساتھ بیوقوف نہ ہوتا تو وہ کبھی فی بداس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش نہ کرتا۔[۱] حقیقت یہ ہے کہ صورت حال بہت کچھ بدلی ہوئی تھی۔ اگر بالفرض وہ پرائیوس پر قبضہ کر لیتا پھر بھی اس سے اسپارٹا کی مشکلات کا آغاز ہی ہوتا، اور یہ اُن مشکلات سے بالکل مغائر ہوتیں جن سے تھبز کو دوچار ہونا پڑا۔[۲]

---

[۱] اسفودریاس؛ زینوفون اور پلوٹارک دونوں یہ فرض کر لیتے ہیں کہ تھبز ہی نے ترکیب چلی ہوگی۔ ("پیلوپی داس" ۱۴، "آگیسی لاؤس" ۲۴) - زینوفون ۵، ۴، ۲۰ کے مطابق انھوں نے اسفودریاس کو رشوت تک دی۔ مقابلہ کرو، فون اشٹرن ۲۷ معلوم ہوتا ہے کہ بیوتی اپنی چالبازی کا بڑے فخر سے ذکر کرتے تھے۔

[۲] بیوتیہ کی چوتھی صدی ق م کا خاکہ اس کے سکوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے لئے دیکھو ہیڈ؛ سکہ جات بیوتیہ، لندن سنہ ۱۸۸۱ء Heao : coins of Boeotia, Num. Chron. (جدیدہ سکہ کیات) ۳۹۵ ق م سے ۳۸۷ ق م تک لیگ کے الیکٹرون اور چاندی دونوں دھاتوں کے سکوں پر حرف ..... کندہ ملتا ہے۔ بعد ۳۸۷ ق م (صلحنامہ انتالکیداس) سے تقریباً ۳۷۴ ق م تک کم و بیش ہر بیوتی شہر اپنا اپنا سکہ ڈھالتا تھا، خئیرونیہ، کوپائے، کورونیہ، ہالیارتوس، لبادیہ، میکالے سوس، اینتھیدون (اسی طرح کندہ ہے) پلاٹیہ (پہلی مرتبہ) تناگرا، تھس پیائے اور تھبز سب میں علحدہ علحدہ سکے ڈھالے جاتے تھے۔ تھبز کی آزادی سے جنگ خئیرونیہ تک صرف تھبز میں ہی ٹکسال رہ جاتی ہے، اور اس کے سکوں پر بیوتی ڈھال، دو دستہ صراحی اور عمالوں (غالباً پولیارخوں) کے نام کندہ ہیں (ہیڈ صفحہ ۶۱)۔ گارڈنر؛ "انواع" Gardner:Types (صفحہ ۱۱) میرون کو ایک بہت بڑا نقاش قرار دے کر پانچویں صدی ق م کے بہت سے بیوتی سکوں (خصوصاً انھیں جن پر ہرقل کی شبیہ کندہ ہے) اُنکی طرف منسوب کرتا ہے (تصویر ۳، ۱۲-۱۴)۔

# باب ہفتم

## ایک جدید لیگ کے قیام کے باعث ایتھنز کا عروج۔

## تھبز اسپارٹا کے خلاف اپنی حیثیت قائم رکھتا ہے۔

## خابریاس۔ تموديوس۔ یاسون والئ فیرائے

## ۳۷۸ ق م تا ۳۶۲ ق م

ایتھنز نے یہ دیکھ کر کہ تھبز آزاد ہوگیا ہے اور اسپارٹیوں کی سفیہانہ حرکات برابر جاری ہیں، موجودہ حالات سے فائدہ اٹھایا اور آخر کار اسپارٹا سے قطعاً بے تعلق اور خود مختار ہوگیا۔ ان واقعات کی اصلیت سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم اس سے پہلے کے چند سالوں کی کیفیات پر سرسری نظر ڈالیں۔

۳۹۴ ق م میں کونون نے بحیرۂ ایجین میں ایتھنزی اقتدار کا از سر نو احیا کیا، اور (غالباً ۳۸۹ ق م میں) تھراسی بولوس نے اُس کے طرز عمل کو قائم رکھا۔ انھیں ایام میں ایتھنز اور تھریس، ایشیائے کوچک، اور جزائر کے مختلف بلدیات کے مابین چند عہد نامے ہوئے جن کے بموجب ایتھنز کو اُسی قسم کے حقوق حاصل ہو گئے جو اُسے اپنی قدیم سیادت کے عہد میں حاصل تھے۔ اُس نے محض اُن عہد ناموں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دیونی سیوس نے خود سرقوسہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر کے اپنا دائرۂ اثر وسیع کرنا چاہا، اور ساتھ ہی چونکہ ایران اُس کی دیعنی ایتھنز کی پشت پناہی کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا اس لئے اُس کی مادی قوت میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ صلحنامۂ شہنشاہی خود ایتھنز کیلئے بھی

باب　نقصان رساں تھا، لیکن اُسے اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور حاصل ہوا تھا، یعنی وہ اس کے بعد بھی جزائر لیمنوس، اِمبروس اور سکی روس پر برابر قابض تھا۔ بہرحال اُسنے نہایت خاموشی کے ساتھ غیر ایشیائی اقوام کے ساتھ عہد نامے کرنے کا گویا حق حاصل کرکے اپنے سپہ سالار خابریاس کے ذریعے سے مصری معاملات میں مداخلت کردی۔ مصر سلطنت ایران سے باغی ہوگیا تھا اور اُس پر مصری حکمران حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ ۳۸۷ ق م سے ۳۷۶ ق م تک یہاں کا فرماں روا اکتانیبوس تھا اور یہ ایواغورس کا حلیف تھا۔ ایواغورس نے بھی ایران کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا تھا، لیکن باوجود متعدد بار ایران سے برسرپیکار ہونے کے اُسے آخرکار ہتھیار ڈال ہی دینا پڑے جس کے باعث ایرانیوں نے نہایت اطمینان سے مصر کا رخ کیا۔ اس وقت تک تو خابریاس ایواغورس کا خدمتگار تھا لیکن ایواغورس کی ناکامی کے بعد اُسے اکتانیبوس نے بلاکر اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کی سپہ سالاری پر مامور کردیا۔ ظاہر ہے کہ خابریاس کو مصر اتھنزیوں نے نہیں بھیجا تھا بلکہ وہ اُس ملک میں اپنی ہی خوشی سے گیا تھا، لیکن یہ امر ضرور قابل لحاظ تھا کہ مصری فوج کا سپہ سالار ایک اتھنزی گھاندار رہے؛ اس سے اتھنز کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور لوگوں کو اُس کی قوت و سطوت کا اندازہ ہوگیا۔ خابریاس زیادہ دن تک مصر میں مقیم نہیں رہا اس لئے کہ شہنشاہ ایران کے حکم سے اتھنزیوں نے اُسے واپس بلالیا[1]

الغرض اتھنز کے حوصلوں اور آرزوؤں میں پھر ایک خاص کیفیت پیدا ہوگئی تھی، اور جب بیوتیہ میں اسپارٹا کو زک مل گئی تو اُس نے اپنی تمامتر توجہ ایک نئی لیگ کو مرتب کرنے کی طرف مبذول کردی حقیقت یہ ہے کہ اس لیگ کے قیام کیلئے مواد پیشتر ہی سے تیار تھا، اور ۳۷۸ ق م میں اتھنز نے اُس کی تکمیل کی طرف صرف آخری قدم رکھ کر اُس کی تکمیل کردی۔ اغلب امر یہ ہے کہ اگر اسپارٹا نے خود اپنے مفاد کو

---

[1] مصر خابریاس، دیوڈوروس ۱۵، ۲۹، ۴۲، ۹، ۸۱، ۲۹ - نیپاس بیوس ۹، ۳۹، ۱، ۷۶ Schol-art.

Plut. مقابلہ کرو ویڈیمان، تاریخ مصر Wiedemann : Aegypt. Gesch. ۴۳، ۷۰۳، ۷۰۴ -

باب ۳ قربان نہ کر دیا ہوتا اور اپنی قوت و اقتدار کو غلط طور پر استعمال کر کے ایتھنز کی دشمنی مول نہ لی ہوتی تو ایتھنز صرف اسی حکمت عملی پر اکتفا کرتا جسے کونون اور تھراسی بولوس نے اختیار کیا تھا یعنی زیادہ سے زیادہ یہ کرتا کہ بحری حلقوں سے اسی قسم کے معاہدے کرے جیسے فارنیبس اور کونون کے عہد میں ایتھنز کی لیگ نے کئے تھے۔ لیکن اب تھیبز کے عروج اور اسفودریاس کے طرز عمل سے صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی، اور اس جدید ایتھنز کی لیگ کا مقصد علی الاعلان یہ تھا کہ وہ اسپارٹا کے ظلم و ستم سے ہر ایک یونانی ریاست کو محفوظ رکھنے کی خواہش مند ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی لیگ میں اراکین کی تو کوئی کمی نہ ہو گی، لیکن ساتھ ہی اس کی بنیاد مستحکم و دیرپا بھی ہونا ناممکن تھا۔ چونکہ اس جدید محالفے کا اساسی اصول یہ تھا کہ آزادی کی حفاظت کی جائے اس لئے اس میں اور قدیم ایتھنز کی لیگ میں کچھ نہ کچھ فرق ہونا لازمی تھا۔ ارسطاطالیس ساکن ماراتھون کی تحریک پر ۳۷۷ ق م میں ایک قرارداد منظور ہوئی جس میں اس کی سیاسی تنظیم کے اصول مدون کئے گئے ہیں، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انھیں اصول کا اعادہ کیا گیا ہے جن کا ایتھنز اعلان کر چکا تھا۔ اس کے مطابق لیگ کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے سے ممالک یونان کی آزادی کو اسپارٹا کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائیگا۔ لیکن ہمیں یہ امر واضح کر دینا چاہئے کہ یہاں یونان سے مراد صرف یورپی یونان اور جزائر سے تھی اور ایتھنز نے صلح نامۂ شہنشاہی کو تسلیم کر کے ایشیائی یونانیوں پر سلطنت ایران کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز نے اراکین لیگ کی اراضی پر خود اپنی نو آبادیاں قائم کر کے انھیں ناراض کر دیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ انھوں نے یہ عقلمندی کی کہ اپنے حلیفوں کو ہموار کرنے کی غرض سے چھوٹتے ہی ان سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ اراکین لیگ کی اراضی پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے ایک بالکل نئے دستور کی تنظیم کی گئی اور آئندہ لیگ کی قراردادوں کے نفاذ کے لئے قواعد و ضوابط مدون کئے گئے جو نہایت ہی قابل لحاظ تھے۔ یہ قرار پایا کہ لیگ کے دو حصے کئے جائیں ایک میں صرف ایتھنز سمجھا جائے اور دیگر حلفا کی ایک سی نیڈریون یا مجلس ایتھنز میں منعقد ہوا کرے جس میں خود ایتھنز رکن نہ ہو، اس

باب

اس مجلس کی جملہ قرار دادیں کو خواہ ان کی تحریک خود ایتھنز نے کی ہو یا نہ کی ہو، خود ایتھنزیوں کے سامنے بھیجا جاتا اور انھیں ان کے منظور یا نامنظور کرنے کا کلیتہً اختیار ہوتا۔ اس سبب سے یہ ناممکن ہو گیا کہ لیگ کوئی ایسی تحریک منظور کرے جس سے ایتھنز اختلاف کرتا ہو، لیکن اسی کے ساتھ ایتھنز کو بھی کسی ایسے طرزِ عمل کا اختیار نہیں رہا جس کی مخالفت پر اراکین کی زیادہ تعداد کمربستہ ہو۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ گو ایتھنز کو اس نئی لیگ میں اب بھی چند مخصوص اختیارات حاصل تھے، لیکن پانچویں صدی ق م کی صورت حال کی طرح اسے کسی قسم کا مطلق اقتدار نہیں رہا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے ہمارے پاس اس امر کے باور کرنے کے اسباب ہیں کہ اب بھی اس کا مقصد یہی تھا کہ اپنا کھویا ہوا اقتدار ازسرِ نو حاصل کرے؛ چنانچہ گو اس نے "خراج" (فوروس) کا مطالبہ نہیں کیا، لیکن "محاصل" (سینٹاکس) عائد کیے، اور ان دونوں میں لفظی فرق ہے نہ معنوی فرق نہ تھا؛ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز نے صرف یہی کافی سمجھا کہ جس لفظ سے اس کے حلیفوں کو دلی نفرت تھی اسے استعمال کرنے سے گریز کرے۔ ہر ایک رکن کو جہاز اور سپاہی مہیا کرنے پڑتے، لیکن پہلے کی طرح اگر کوئی بلدیہ یکمشت رقم معینہ ادا کر دیتا تو وہ اس بار سے سبکدوش ہو جاتا۔ علاوہ ازیں ایتھنز کی قدیم عدالتی سیادت کا ازسرِ نو احیا کرنے کی غرض سے آسانیاں پیدا کی گئیں اور اس بارے میں مختلف ریاستوں کو گویا ایتھنز کے ساتھ سمجھوتا کرنے کی آزادی دی گئی۔ الغرض ایتھنزی اپنی تمام تر قوت اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کر رہے تھے کہ وہ آزادی کے ایک عظیم الشان دائرے کے اندر اپنی سلطنت قائم کر لیں۔ ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ لیگ نے خاص شہر ایتھنز پہ بھی مالی بوجھ ڈالا اور عین اسی سال میں جس میں اس کی بنیاد پڑی آئس فورا یا براہ راست محصول کا ازسرِ نو تعین کیا گیا (دیکھیے باب ۱۳) گو ایتھنزی اس محصول کو ناپسند کرتے تھے لیکن اس کی ضرورت روز بروز واضح ہوتی جا رہی تھی۔

ایتھنزی قرارداد کی اس نقل میں جو ہم تک پہنچی ہے، ان بلدیات کے نام درج ہیں جو لیگ میں یکے بعد دیگرے شامل ہوئے۔ لیگ کے ابتدائی ممبر

باب ۴

خیوس، متی لنہ، میتھمنا، رھوڈز اور بیزنطہ یعنی وہ تمام بلدیات شامل تھے جو ساحل ایشیا پر یا تھریس میں تھے۔ بعد ازاں اس میں تینے ڈوس، خالکس، ایریتریا دیگر یوبیائی بلدیات اور تھیبز بھی شامل ہو گئے۔ تھیبز کا شمول اس وجہ سے اور بھی زیادہ معنی خیز تھا کہ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ لیگ کا تعلق محض بحری امور سے نہیں، بلکہ جیسے جنگ کنیدوس سے پہلے تھیبز نے تحریک کی تھی، اس کا مقصد تمام بلاد یونان پر حاوی ہونے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد میں کامیابی ممکن نہ تھی، اور خود تھیبز بھی آسانی سے ایتھنز کے روز افزوں اثر کو برداشت نہیں کر سکتا تھا، بلکہ بہت جلد وہ خود اس قدر قوی ہو گیا کہ اُس نے کسی بیرونی اثر کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا، اور ایتھنز سے تو خاص طور پر اُسے پرخاش ہو گئی۔ ان شہروں کے بعد جزائر اور تھریس کے شہر اس لیگ میں آ گئے، اور آخری مقامات جو اس میں شامل ہوئے وہ مغربی اقوام و حکمران تھے مثلاً کورکائرا، اکارنانی قوم، باشندگان کیفالونیہ، مولوسی شہزادگان مسمی الکےتاس و نیوپطلیموس اور جزیرۂ زاکینتھوس کا شہر نیلوس۔ الغرض جب لیگ کا انتظام پایۂ تکمیل کو پہنچا تو اس میں تقریباً ستر بلاد و اقوام شامل تھے[۹۵]۔

---

۹۵ سنہ ۳۷۸ ق م کی ایتھنزی لیگ کے لئے دیکھو بوسولٹ: "دوسری ایتھنزی لیگ"

Busolt : Der Zweite athenische Bund, N. Jahr جلد ۷ صفحہ ۶۶۳ وغیرہ؛ لینز

Senz : Das Synedrion der Bundesgenossen گیوٹنگن برگ سنہ ۱۸۸۳ء؛ "مجلس محالف"

ہیوک: "محالفہ کی مجلس ملی" Hoek : Der Rath der Bundesgen ; N. Jahrb جلد ۱۱۷

شیفر: "ڈیموس تھنیس" ۱، ۲۹؛ گلبرٹ و بوسولٹ کے "کتابچہ جات"۔

سنہ ۳۸۰ ق م جیسے بعید زمانے میں بھی ایتھنز کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ایتھنزی "اپنی سیادت" پر بحث کرنے لگے تھے؛ Isocr : Paneg ۱۶، ۲۰۔ یہی مصنف (۱۱۴) کلیروخیوں سے دست برداری کی بھی پیش بندی کرتا ہے۔ دیکھو شیفر: "محالفۂ ایتھنز" Schaeffer : Dess c. Athen. in T لائپزگ سنہ ۱۸۵۶ء؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۷؛ ڈٹن برگر ۶۳؛ ہکس ۸۱؛ مقابلہ کرو واخسموت؛ "بلدیۂ ایتھنز" :Wachsmuth

باب

اس لیگ نے اپنا مقصد یہ ظاہر کیا کہ وہ اسپارٹا کی دست درازیوں کے خلاف یونانی مملکتوں کی آزادی برقرار رکھیگی، اور یہی درا صل اس کے سیاسی ایوان کی اساسی کمزوری تھی۔ اس اعلان سے گویا یہ مسئلہ زیر بحث آگیا کہ اگر سیاسی صورت حال کے تبدیل ہونے کی وجہ سے اسپارٹا سے خوف جاتا رہے تو کیا لیگ کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ یونانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ جب کبھی انھیں کسی فوری خطرے سے دوچار ہونا پڑتا تو وہ ایک حد تک باہمی اتحاد کے رشتے میں منسلک ہو کر اس خطرے سے چھٹکارا حاصل کر لیتے تھے، لیکن جب وہ خطرہ رفع ہو جاتا تو اس کے بعد ان کا فطری اور ناقابل زوال جذبۂ حریت از سر نو ابھر آتا اور وہ خود مختاری حاصل کرنے کے درپے ہو جاتے۔ یہی اب بھی ہوا اور جدید اتھنزی لیگ کے بہت جلد ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اس کے بعد جو دور آتا ہے اس میں لیگ کی حیثیت محض ثانوی ہو جاتی ہے گو اس میں شبہ نہیں کہ اس کے ذریعے سے ایتھنز کو اپنی قوت و اقتدار کے بڑھانے میں بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ یونان میں تین مملکتیں ایسی ہیں جو نہایت پیش پیش ہیں، یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور تھیبز؛ ان کی جبلت، بصیرت اور سیاسی عمل کے باعث ان کے مقاصد میں باہمی تصادم ہوتا ہے جس کی وجہ سے تمام یونان

---

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ Die Stadt Athen ۲، ۲۷۲ م۔ منجملہ مورخوں کے دیودورس ہماری واحد سند ہے، اور اس کے ابواب ۲۸ تا ۳۵ نہایت ہی کارآمد ہیں۔

نیز مقابلہ کرو گرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۶)، ۵۹، ۶۰، ۷۶، اور فوکار :
جریدۂ مطالعات یونان" ۱۸۸۹ء صفحہ ۳۵ وغیرہ۔ مشرق میں خابریاس اور تیمودیوس نے مختلف اقوام کو لیگ میں شامل ہونے کے لیے آمادہ کیا اور مغرب میں صرف تیمودیوس نے۔ سکوں پر لیگ کا مطلق ذکر نہیں دیلوس ۳۷۷ ق م میں ایتھنز کے اثر میں آیا: شیوفر، "معاملات جزیرۂ دیلوس" Schœffer De Deli ins. rebus برلن ۱۸۸۹ء صفحہ ۵۶۔

۳۷۸ ق م سے ایتھنز اور تھریس کے باہمی تعلقات کا بیان ۱۱، ہوک کی کتاب "ایتھنز کی مہمات تھریس میں" De rebus ab Atheniens in Thracia etc. gestis ۱۸۷۶ء صفحہ ۴ پر دیا ہوا ہے

باب ۴

لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ ابتدا میں اسپارٹا خفیف ہو رہا ہے اور اُن زیادتیوں کو برداشت نہیں کر سکتا، جو اُس پر کی گئی ہیں، چنانچہ وہ جنگ کو از سر نو جاری کرنا ہی بہتر سمجھتا ہے۔ اس کے بعد تھیبز بھی نچلا بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔ اس باہمی تصادم کے عہد میں ایتھنز ان دونوں کے توڑ جوڑ کو بغور دیکھ رہا ہے اور اپنے وسائل سے کام نکال رہا ہے، اور اس فکر میں ہے کہ موقع ملے تو میں فریقین کے درمیان آ جاؤں۔ الغرض آئندہ چند سال کے زمانے میں اسپارٹا اور تھیبز کی باہمی کشمکش اُس عہد کی تاریخ یونان کا ممتاز ترین واقعہ ہے۔

اسی عہد میں اسپارٹیوں نے بھی اپنے زعم میں تھیبز کو مغلوب کرنے یا کم از کم اُسے شدید نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنی لیگ کی بھی از سر نو تنظیم کی۔ اُنھوں نے اسے نو حصوں میں منقسم کیا، جن میں سے دو حصوں میں آرکیڈیا، اور ایک ایک حصے میں ایلس، اکائیہ، کورنتھ و میگارا، سکیون و فلیوس و بلدیات اسکتے، فوکس و لوکرس، اولینتھوس و دیگر تھریسی حلفائے اسپارٹا شامل تھے[۵۳]۔

تھیبز کی آزادی کے سال کلیومبروتس نے بیوتیہ پر ایک حملہ کیا تھا جس میں اُسے ناکامی ہوئی تھی، چنانچہ اب ۳۷۸ ق م میں اس کا بدلہ لینے کی غرض سے اگے سی لاؤس نے از سر نو بیوتیہ پر چڑھائی کی۔ زینوفون نے اپنے سرپرست کی اس مہم کا مفصل ذکر کیا ہے، لیکن اُس نے یہ واقعہ نظر انداز کر دیا ہے کہ

۵۳ اسپارٹی لیگ کی تنظیم: دیودورس ۱۵/ ۳۱۔ ہیمات زینوفون ۵/ ۴، ۳۴ تا ۴۱، ۳۷۸ ق م میں خابریاس کے کارنامے: دیودورس ۱۵/ ۳۲۔ خابریاس کی فوج کا عمدہ برتاؤ؛ اُس کا مجسمہ: دیودورس ۱۵/ ۳۲، ۳۳؛ نیپوس، خابریاس ۱ (مع حواشی مرتبہ ہیرڈے)، پولی اے نوس ۲/ ۱، ۲؛ ۳۷۸ ق م میں اسپارٹی فوج کی آزادگی، پلوٹارک

۵۴ اگے سی لاؤس ۲۶ - دیودورس (۱۵/ ۲۷) کا یہ خیال کہ تھبزی تھسپیس پیاسے کی طرف ابتدا ہی میں بڑھے تھے، غلطی پر مبنی ہے؛ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے بیان (باب ۳۳) کی پیش بندی کرتا ہے۔

اسپارٹا کے مخالفوں میں سب سے زیادہ کامیابی اتھنزی خابریاس کو حاصل ہوئی۔ اس مہم کا ایک عجیب و غریب پہلو یہ تھا کہ غالباً چونکہ تھبزی کھلے میدان میں اسپارٹیوں سے جنگ آزمائی کرنے سے ڈرتے تھے اس لئے انھوں نے اپنے ملک کے بہترین حصے میں خندقوں کا جال پھیلا دیا اور جگہ جگہ پشتے بنالئے؛ نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین میں جو کچھ لڑائی ہوئی وہ انھیں خندقوں اور پشتوں کے چاروں طرف ہوئی، اور اگے سی لاؤس کو صرف یہ کامیابی ہوئی کہ اُس نے ملک کو برباد اور مال غنیمت پر قبضہ کرلیا۔ اپنی واپسی پر اُس نے فی بداس کو تھیس پیائے میں چھوڑ دیا، لیکن فی بداس کو تھبزیوں سے لڑنا پڑا، اور ایک لڑائی میں وہ خود بھی کام آیا، جس کی وجہ سے تھبزی محبان وطن کے دل بہت بڑھ گئے۔ ۳۷۸ ق م کے موسم خزاں میں ایک اور اسپارٹی رسالہ سمندر کے راستے بیوتیہ روانہ ہوا، اور ۳۷۷ ق م کے موسم خزاں میں خود اگے سی لاؤس نے اسی طرف کا رخ کیا۔ بیوتیہ پہنچ کر وہ اس قدر خوش تدبیری سے لڑا کہ اُس کے حریفوں کو ایک دن تک سامان رسد کی کمی کی وجہ سے تکلیف اُٹھانا پڑی لیکن اسی مہم کے دوران میں اگے سی لاؤس بیمار پڑ گیا اور اُسکی جگہ کلیومبروتوس بیوتیہ روانہ ہوا

چونکہ اسپارٹیوں کو خشکی پر کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اسلئے اُن کے حلیفوں نے انھیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ اتھنز کے خلاف سمندر پر قسمت آزمائی کریں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر اتھنز کسی بحری معرکے میں ہار گیا تو اسپارٹیوں کا تھنز پر بآسانی قبضہ ہو جائیگا۔ اس دلیل سے متاثر ہو کر اسپارٹا نے پولیس کی ماتحتی میں ساٹھ سہ طبقہ جہاز روانہ کئے جنھوں نے نہ صرف اتھنز کو بہت کچھ نقصان پہنچایا بلکہ جو جہاز پونتوس سے اناج لیکر آرہے تھے انھیں بھی گیرائس توس سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اب اتھنز میں بیداری کے آثار پیدا ہوئے، اور اس نے ایک بیڑا مرتب کیا جس کے ذریعے سے خابریاس نے جزیرۂ ناکسوس کے قریب اسپارٹا کو شکست دی۔ یہ کامیابی اتھنز کے لئے اسلئے اور بھی زیادہ قابل لحاظ تھی کہ زمانۂ دراز سے اُسے اتنی کامیابی نہیں ہوئی تھی؛ رہی جنگ کنیدوس،

باب

سو وہاں کونون کی پشت پناہی کے لئے اتھنزی بیڑا موجود تھا۔ چنانچہ جب خابریاس واپس آیا تو اُس کے ہموطنوں نے اُس پر اعزاز و مبارکباد کی گویا بوچھار کر دی۔ تھریسی ساحل پر جنگ جاری رہی[۱] اور ساتھ ہی ساتھ کونون کا بیٹا تموتیوس جو علاوہ ایک شجیع و تربیت یافتہ شہری ہونے کے ایک قابل سپہ سالار بھی تھا، جہازوں کا ایک بیڑا لیکر پیلوپونیز کی طرف چلا اور جزیرہ نما کا دورہ کر کے بحیرۂ ایونیہ میں جزیرۂ کورکائرا پر قبضہ کر لیا۔ تموتیوس کا میلان عمومیت کے بجائے اعیانیت کی طرف تھا، چنانچہ اُس نے کورکائرا والوں کو اپنا قدیم اعیانی دستور برقرار رکھنے کی اجازت دیدی۔ چونکہ وہ عادتاً ہر شخص سے نہایت خُلق سے پیش آتا تھا اس لئے اُس نے بہت سے بلدیات کو رام کر لیا اور پیلوپونیزی بیڑے کو، جو نیکولوخوس کی ماتحتی میں تھا، الی زیہ کے قریب ۳۷۵ ق م میں شکست دی۔[۱]

اسپارٹیوں کا یہ خیال غلط تھا کہ انھیں کسی بحری مہم سے تھبز کے ساتھ جنگ آزمائی میں فائدہ ہوگا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے بحری معرکوں میں انھیں جو زک پہنچی اُس سے تھبز کی سیاسی حیثیت میں گونہ اضافہ ہو گیا، اور اُس نے بیوتیہ کے اکثر حصے کو ایک عہدیت کے رشتے میں منسلک کر لیا۔ ۳۷۵ ق م میں پیلوپی داس نے "قشونِ مقدس" کو لے کر دشمن کو زیر کیا اور ۳۷۴ ق م میں تھبزی فوج نے آگے بڑھ کر فوکس پر حملہ کر دیا۔ گو اسپارٹا نے فوکس کو فوراً کمک روانہ کی، لیکن باوجود اپنی عہدیت کی جدید تنظیم کے (جس میں فوکس بھی شامل تھا) وہ شمالی محاذ میں بالکل ناکام ہوئے اور انھیں اپنی ناکامی کو تسلیم کرنا پڑا۔ اسی دوران میں فارسالوس کا ایک نہایت ذی اثر شخص پولی داموس

[۱] جنگ ناکسوس، زینوفون ۵، ۴، ۶۱؛ دیودوروس ۱۵، ۳۴؛ پلوٹارک: Phoc. ۷، جو متضاد واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ خابریاس کا اعزاز Dem: Lept ۷۵–۸۶؛ خابریاس تھریس میں، دیودوروس ۱۵، ۳۶؛ ایسقراطیس ۱۵، ۱۲۱ وغیرہ تموتیوس کے لئے آئندہ باب کے حواشی ملاحظہ کئے جائیں۔ تگی را، دیودوروس ۱۵، ۳۷؛ پلوٹارک پیلوپیداس ۱۶–۱۷، فون شٹرن ۸۹۔

باب

اسپارٹا آیا اور تھسالویوں کی سیاسی کیفیت اسپارٹیوں کے سامنے پیش کر کے اُن کی مدد کا طالب ہوا۔ اُس نے کہا کہ تھسلی کا سب سے طاقتور فرماں روا فیرائے کا حکمراں یاسون ہے جو اپنے پیشرو لیکوفرون کا جانشین ہے۔ پولی داموس کے بیان کے بموجب لیکوفرون ایک نہایت قابل حکمراں تھا جس نے ایک ہزار کا لشکر منظم کر کے بہت سے تھسالوی شہر مغلوب کر لئے تھے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اب یاسون کا دانت فارسالوس پر لگا ہوا ہے، اور فارسالوس کے زیر کرنے کے بعد وہ تمام ملک تھسلی پر پورے طور سے حاوی ہو جائیگا۔ یاسون نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ حتی الامکان وہ فارسالوس پر بغیر لڑے جھگڑے قبضہ کرنا چاہتا ہے؛ لیکن اگر وہاں کے باشندوں نے اُس کا کہا نہ مانا تو وہ اُنھیں اطاعت کرنے پر مجبور کرے گا۔ فارسالوس والوں کی نگاہیں اسپارٹا ہی کی طرف اُٹھتی تھیں، بلکہ خود یاسون نے اُنھیں اسپارٹا سے مدد کی التجا کرنے کے لئے اجازت دے دی تھی۔ پولی داموس نے یہ بھی صاف کہدیا کہ یاسون نہایت حوصلہ مند اور ہمت والا آدمی ہے، جسکا مقصد یہ ہے کہ ایران جیسی سلطنت کو، جس کی کمزوریوں کا اندازہ دس ہزار کی مہم سے ہو گیا تھا، زیر کرلے۔ ان سب باتوں کو سننے کے باوجود اسپارٹیوں نے اپنی معذوری کا اظہار کیا، جس کے باعث پولیداموس کے فارسالوس پہنچتے ہی اُس کے ہم وطنوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یاسون تھسلی کا فرماں روا تسلیم کر لیا گیا، اور اُس نے اپنی کامیابی کے بعد جو فوج منظم کی اُس میں آٹھ ہزار سوار، بیس ہزار ہوپ لیت اور بے شمار ہلکے ہتھیار والے سپاہی تھے، اور زینوفون کہتا ہے کہ اُن شہروں کا شمار کرنا جہاں سے یہ فوج آئی تھی خالی از وقت نہیں ہے۔ یاسون کی سیادت میں تھسلی کا تاریخ عالم میں ایک ممتاز حیثیت پیدا کر لینا ناممکن معلوم نہ ہوتا تھا۔[۵]

---

۵ اسپارٹا میں پولیداموس، زینوفون، ۶، ۱، ۲۔ لیکوفرون کے لئے گروتیس: تاریخ یونان، ۳ (۶)، ۳۲۸، ۶۶۷۔ یاسون، ایضاً، ۶۶۷ و ۶۷۷۔ صلح کے لئے زینوفون ۶، ۲، ۱، ۲

تھسلی کے معاملات میں اسپارٹا نے مداخلت کرنے سے جو انکار کیا
اُس سے اُس نے گویا یہ تسلیم کر لیا کہ وہ اب وقت واحد میں اپنے تمام دشمنوں
سے لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ اس کے برعکس تھبز کی قوت ایتھنزیوں کیلئے
ناقابل برداشت ہوگئی، چنانچہ ایتھنز نے اعیانیت پسند کالیاس کی وساطت
سے اسپارٹا سے گفت و شنید شروع کر دی اور آخر کار فریقین کے مابین
۳۷۴ ق م میں صلح ہوگئی۔ زینوفون تو صلح نامے کے شرائط کی بابت ساکت
ہے، اور اُس کی جو تفصیل دیودورس نے دی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اُسے ۳۷۱ ق م کے صلح نامے سے خلط مبحث ہوگیا ہے۔ خیال یہ تھا کہ
"سی نیدریون" یا مجلس حلفا کی منظوری پر تھبز بھی ایتھنز کے حلیف کی
حیثیت سے اُس پر دستخط کر دے گا، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ایسا
ہوا بھی یا نہیں۔

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دیودورس ۱۵، ۳۸؛ مقابلہ کرو نون نسٹراں ۶، ۳ وغیرہ۔
تھسلی کے دستور سیاسی کے لئے دیکھو ہرمان: "مملکت قدیم" Hermann : Staatsalterth ج ۱، ۱۷۸۔

# بابِ ہشتم

## جنگ لیوکترا تک تھبز کی ترقی کا حال

### اپامنونڈاس

### ۳۷۴ ق م تا ۳۶۲ ق م

فریقین میں صلح ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اُن کے ما بین از سرِ نو مخاصمت پیدا ہو گئی[1]۔

تموتیوس نے مغرب سے اپنے وطن مالوف کی طرف چلنے سے پہلے زاکینتھوس میں وہاں کے بعض جلاوطنوں کو اُتار دیا، جس کی وجہ سے اُس جزیرے کی ذی اقتدار جماعت میں ایک عام ناخوشی کی لہر دوڑ گئی اور اُس نے اسپارٹا سے مدد کے لئے التجا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز اسپارٹا کو اپنی کمزوریوں کا کافی احساس نہیں ہوا تھا، چنانچہ جب یہ خبر پہنچی تو اُس نے فوراً جنگ کا اعلان کر دیا۔ الغرض کورنتھ، لیوکاس، امبریسیہ، ایلیس، زاکینتھوس، اکائیہ، اپی دورس

---

[1] امن و امان کا خاتمہ، زینوفون ۶، ۲، ۳۔ اُن اسباب کے لئے جن کی بنا پر اسپارٹا نے اس قدر آسانی سے امن کو خیرباد کہا دیکھو فون شٹرن von Stern ۱۰۳۔ کورکائرا کی اہمیت کے لئے دیکھو زینوفون ۱، ۳۶؛ نیز اے ہیوک: کورکائرا کی شرکت اتھنز کے دوسرے بحری اتحاد میں A. Hoek; Die Beziehungen Korkyras Zum Zweiten Athen Zeebunde ہوزم ۱۸۸۰ء۔

تھرو سے زین، ہرمیو نے اور ہالی آئش کی مدد سے انھوں نے ساٹھ جہازوں کا ایک بیڑا تیار کر کے کورکائرا روانہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ دیونی سیوس سے مدد کیلئے استدعا کی۔ اس مرتبہ بھی جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی عہد کی طرح امر مابہ النزاع یہ تھا کہ آخر بحیرۂ ایونیہ پر کس کی سیادت رہیگی، چنانچہ ہم یہ فرض کر لینے میں حق بجانب ہوں گے کہ کورنتھیوں کی پیش بندی ہی لڑائی کے از سر نو آغاز کا باعث تھی۔

الغرض حلیفوں نے جزیرۂ کورکائرا کا محاصرہ کر لیا۔ جب کورکائریوں نے ایتھنز سے مدد طلب کی تو انھوں نے پہلے تو تمودیوس ہی کو اس مہم کا سردار اعلیٰ بنایا لیکن اس نے تیاری ہی تیاری میں اپنا اتنا وقت گنوا دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی نظر میں مشتبہ ہو گیا، چنانچہ آخر کار اس کی جگہ ایفی کراتیس کو سپہ سالار بنا کر ایتھنزیوں نے ستر جہاز اس کے ساتھ کر دئے اور یہ بیڑا ۳۷۳ ق م میں ایتھنز سے مغرب کی طرف چل دیا۔[۹۲]

اُس طرف کورکائرا والوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اور ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ آخر کار انھیں ہتھیار ڈال دینے پڑیں گے۔ لیکن اسپارٹی افسروں کے طرز عمل میں اب بھی پہلے ہی کی طرح بہت سی خامیاں تھیں، چنانچہ اسپارٹی سپہ سالار مناسی پوس نے جب یہ دیکھا کہ کورکائرا والوں کو سر تسلیم خم کرنے کے سوائے چارہ ہی نہیں تو نہ صرف وہ بے پروائی برتنے لگا بلکہ اپنی فوج کے اجیر سپاہیوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرنی شروع کر دی کہ وہ بھی ناخوشی کے جوش میں اپنے فرائض سے غافل ہو گئے۔ کورکائرا والے اپنی شہر پناہ سے یہ سب دیکھ رہے تھے، چنانچہ وہ موقع پا کر یک بیک نہایت تیزی کے ساتھ نکل آئے اور اُن میں اور اسپارٹیوں میں جو لڑائی ہوئی اس میں خود

---

[۹۲] دیودورس (۱۵، ۴۶-۴۷ ہم) میں کورکائرا کی بابت چند عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔ اگر ہم فون شٹرن، ۷۰ کا اتباع کریں تو ہمیں اس کا یہ خیال مسترد کرنا پڑے گا (۱۵، ۴۷) کہ ایتھنزیوں نے تمودیوس کو معزول کر کے از سر نو اسے اپنے عہدے پر بحال کر دیا۔

باب ۴ مناسی پوس بھی کام آیا۔ جب اسپارٹیوں نے سنا کہ ایفی کراتیس بھی اُن کے خلاف پیش قدمی کر رہا ہے تو وہ فوراً اپنے جہازوں پر بیٹھے اور جلدی میں (زینوفون کے بیان کے مطابق) غلہ و شراب اور بہت سے بیماروں اور غلاموں کو وہیں چھوڑ کر وطن کی راہ لی۔ ایفی کراتیس نے مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کے دوران میں اور کورکائرا پہنچ کر جو انتظامات کئے تھے وہ اس قدر عمدہ ہیں کہ زینوفون (جو ایسے امور میں رائے دینے کا اہل ہے) اپنے نامور اہل ملک کی فراست اور تدبر کی تعریف کے طومار باندھ دیتا ہے۔ اُس نے کورکائرا پہنچتے ہی دس سرقوسی کشتیوں کو، جو اُسی وقت مغرب سے آئی تھیں، گرفتار کر کے اپنے بیڑے میں ملا لیا، اور خود اکارنانیہ اور کیفالونیہ جا کر وہاں سے معقول رقم بطور خراج وصول کی (۳۷۳ ق م)۔ اُدھر اتیھنز میں (نومبر ۳۷۳ ق م میں) تموتیوس پر عدم ادائے فرائض کا الزام لگایا گیا لیکن وہ اپنے دوستوں یعنی یاسون ساکن فیرائے اور مولوسی الکیتاس کی پیروی کے بعد آخر کار جملہ الزامات سے بری ہو گیا[۳۱]۔

جہاں مغرب میں تمام امور اتیھنزیوں کے لئے قابل اطمینان طرز پر طے ہو رہے تھے وہاں خود اُن کی سرحد پر جو سیاسی کیفیت تھی وہ اُن کے لئے ہرگز مسرت افزا نہیں تھی، اس لئے کہ اس محاذ پر تھیبز جو بظاہر اُن کا حلیف تھا، اُن کے تردّدات میں بہت کچھ اضافہ کر رہا تھا۔ تھیبز چھوٹی چھوٹی بوتی بلدیات کو زیر کرنے کی فکر میں تھا، جن میں سے بعض اتیھنزی سرحد پر واقع تھے، چنانچہ

[۳۱] ایفی کراتیس تموتیوس کے برابر ہوشیار نہیں تھا۔ مقابلہ کرو دیے لی اسے نوس ۳، ۹، ۳۰۔ تموتیوس کے مقدمے کے لئے فون شٹرن ۱۱۶۔ وہ ایک نہایت دولتمند شخص ہونے کے علاوہ سقراط اور افلاطون کا دوست بھی تھا، اور اگر اتیھنزیوں کے دل میں اسکے خلاف حسد کی آگ نہ بھڑکتی تو وہ قدیم روش کے مطابق سپہ سالار اور مدبّر دونوں بن جاتا۔ دیکھو بلاس "خطاب یونان" Blass: Griech Bereds ۲، ۹۴ وغیرہ۔ اور کلیس Cless کا مضمون پاؤلی کی "محیط المحیط" Pauly s Realenc. جلد ۶، صفحہ ۲ میں۔

باب ۳ ایتھنز انھیں تھیبز کے خلاف بطور حاجب کے استعمال کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تھیبز محض اپنی کمزوری کو محسوس کر کے ایتھنز کی ہمنوائی کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اُدھر پلاٹیا والوں نے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر ایتھنز کو مامن بنا لیا تھا، اور اب تھس پیا کو بھی خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ ۶۵ ساتھ ہی ساتھ فوکسیوں کے ساتھ جو اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کی دوستی کا دم بھرتے تھے تھیبز نے چھیڑ خانی شروع کر دی تھی۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر ایتھنز یوں نے یہ سوچا کہ موجودہ صورت حال قائم رہنے کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہوگا اگر ایک عام صلح کر لی جائے۔ سب سے پہلے اُس نے اسپارٹا سے گفت و شنود کا تہیہ کیا اس لئے کہ جب یہ دو بڑی بڑی دولتیں باہم اتحاد کریں گی تو پھر ایتھنز یوں کے خیال کے مطابق باقی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بہ آسانی صلح پر آمادہ ہو جائیں گی اور اس طرح خود اسپارٹا پر اس طرز عمل کی اہمیت عیاں ہو جائیگی۔ الغرض ایتھنز نے سنہ ۳۷۱ ق م میں خود پیش قدمی کر کے نہ صرف اپنے سفرا کو اسپارٹا روانہ کر دیا بلکہ تھیبز سے بھی اپنے سفرا اسپارٹا روانہ کرنے کی تحریک کی۔ ایتھنزی سفیر کالیاس (جس نے دو سال پہلے بھی صلح کرانے میں حصہ لیا تھا) اوتوکلیس، دیموستراتوس اور (سرابوہ) کالیستراتوس تھے۔ غالباً تھیبزیوں کے غیاب میں سب سے پہلے توکالیاس نے اپنا تعارف اس طرح کرایا کہ اُس کے جدِ امجد تریپتولیموس اور ہرقل کے مابین رشتہ داری تھی جس کے باعث گویا اس کا نسلی تعلق اسپارٹا سے تھا۔ بعد ازاں اوتوکلیس اٹھا اور اُس نے کہا کہ اسپارٹا کا طرز عمل اس خود مختاری کے اصول کے بالکل منافی ہے جو ہر یونانی کا جزو ایمان ہے، اور خود اسپارٹا بھی اس اصول کا متعدد مرتبہ اعلان کر چکا ہے۔ اوتوکلیس نے

۶۵ پلاٹیا پر ۳۷۳ ق م کے موسم سرما میں قبضہ ہوا ہوگا؛ دیکھو فون شٹرن ۱۱۸۔ یہی مصنف یہ بھی فرض کر لیتا ہے کہ (ص ۱۱۹) کہ اسی زمانے میں تھیبز نے تھس پیائے پر قبضہ کر کے اُس کے باشندوں کو مختلف قریوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور اس طرح وہ زینوفون ۶، ۳، ۷ کا پوسانیاس ۹، ۱۴، ۲ سے تطابق کرتا ہے۔

باب ۶

کہا کہ اسپارٹا کے جدید طرزِ عمل کے باعث یونان میں اُس کے بہت سے نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد کالیسترا توس کی باری آئی جس نے اپنی تقریر میں صورتِ حال کے عملی پہلو پر زور دیکر کہا کہ اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کے لئے صلح کرنا ہی مفید ہوگا تاکہ وہ ایک دوسرے کی دست برد سے محفوظ رہ سکیں، ایک خشکی پر دوسرا سمندر پر۔ قصہ مختصر یہ کہ کورکائرا کے تلخ تجربے کے بعد اسپارٹا نے صلح ہی کرنا مناسب سمجھا، چنانچہ فریقین کے مابین یہ طے ہوا کہ صلح نامۂ شہنشاہی میں جن یونانی بلدیات کو آزادی مل چکی ہے ان سب کی آزادی کا ازسرِنو اعلان کردیا جائے ساتھ ہی ساتھ اسپارٹا نے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان تمام ہارموستوں کو جو اس وقت مختلف بلاد میں برسرِ اقتدار ہیں، واپس بلالیگا اور اپنے بیڑے اور افواج کو جو غیر ممالک میں مقیم ہیں، واپسی کا حکم دیدے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ اگر کوئی مملکت ان شرائط کی خلاف ورزی کرے تو اُس پر مشترکہ فوج کشی کی جائے۔ جیسا خیال تھا، اسپارٹا اور ایتھنز دونوں کی باہمی صلح کے بعد جملہ یونانی مملکتوں نے اُن کا اتباع کیا، اور صلح نامے پر فریقین کے دستخط ثبت ہونے اور اُس کی تعمیل کا حلف لینے کی رسم ہی باقی رہ گئی۔ اب ایک طرف تو اسپارٹیوں نے اس فرض کو اپنی اور اپنے حلیفوں کی طرف سے پورا کردیا؛ دوسری جانب ایتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں نے اپنی اپنی طرف سے حلف لیا، جن میں تھبزی بھی تھے۔ لیکن دستخط کرنے کے دوسرے روز تھبزیوں نے یہ اجازت چاہی کہ وہ صلحنامے پر اپنے دستخطوں کے بجائے "تھبزی" کے "بیوتی" لکھ دیں، لیکن اگسی سی لاؤس نے انھیں اس قسم کی اجازت دینے سے قطعی انکار کردیا، جس پر تھبزیوں نے اسپارٹا کو چھوڑ کر اپنے وطن کی راہ لی، اور باقی ماندہ دوَل نے صلح کے درہم و برہم کرنے کا ان ہی پر الزام لگایا[۵]۔

[۵] اسپارٹا کی صلح کانفرنس۔ دیکھو، خصوصاً فون شترن ۱۲۳ وغیرہ۔ ہماری سند زینوفون ہے اور پلوٹارک محض اُس کی تزئین پر اکتفا کرتا ہے۔ پہلے دن تو تھبزیوں نے ایتھنزی لیگ کے ارکین کی حیثیت سے دستخط کئے، لیکن دوسرے دن کچھ سوچ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے لئے "تھبزی" کے بجائے "بیوتی" ہی لکھنا بہتر ہوتا، اور یہ مطالبہ کیا کہ انھیں اس تبدیلی کی اجازت

باب ۵

یہ کارروائی بہت سی باتوں کے اعتبار سے عجیب وغریب تھی تھبزیوں کو دستخطوں میں تبدیلی کی اس وجہ سے اجازت نہیں دی گئی تھی کہ اسپارٹیوں کے خیال کے مطابق اگر وہ اپنے ناموں کے بعد بجائے "تھبزی" کے "بیوتی" لکھ دیتے تو گویا اُن کی سیادت بیوتیہ مسلّمہ ہو جاتی، اور یہ ایک ایسا امر تھا جس کے اسپارٹا اور ایتھنز دونوں روادار نہ تھے علاوہ ازیں اگے سی لاؤس کو یہ امید تھی کہ اگر تھبزیوں کی سختی کے ساتھ مخالفت کی گئی تو وہ ضرور صلح نامۂ شہنشاہی کے موقع کی طرح اس مرتبہ بھی سر تسلیم خم کر دیں گے۔ لیکن اس مرتبہ ایک طرف تو تھبز پہلے سے کہیں زیادہ قوی تھا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دینے پر گویا تلا ہوا تھا، دوسری جانب اسپارٹا کی قوت میں انحطاط پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تھبز کے سربرآوردہ مدبروں نے تمام و کمال بیوتیہ کو مغلوب کرنے کا گویا تہیہ کر لیا تھا۔

الغرض تھبز بھی ترقی کی اُسی شاہراہ کو طے کرنا چاہتا تھا جس پر اس سے پہلے اسپارٹا اور ایتھنز گزر چکے تھے اور یہ صرف اسی طرح سے ممکن تھا کہ وہ تمام بیوتیہ پر قابض ہو جائے۔ چونکہ بیوتی شہر ایک ایسی وحدت کے رکن تھے جن کے مابین اکثر و بیشتر یک رنگی پائی جاتی تھی، اس لئے یہ امر بالکل قرین قیاس تھا کہ اگر وہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دی جائے۔ لیکن اسپارٹا کو یہ تبدیلی مطلق پسند نہ تھی۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب تھبزیوں کو صلح نامۂ شہنشاہی پر تمام بیوتیوں کی طرف سے دستخط کرنے کی اجازت مل چکی تھی (زینوفون ۵، ۱، ۳۲، دیکھو اسی کتاب کے باب ۴ کی یادداشتیں) تو پھر اسپارٹا اس مرتبہ کیوں سدّ راہ ہوا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انھیں صرف اس شرط پر اجازت دی گئی تھی کہ وہ بیوتی معاملات میں دخیل نہیں ہوں گے، اور اس مرتبہ وہ اس پر رضامند نہیں تھے، تھبزیوں کے طرز عمل کی اس تبدیلی کی وجہ سے اسپارٹیوں کا طرز عمل صحیح معلوم ہوتا ہے۔
صلح کے قیام کے نگران بڑلو میتوئس تھے (زینوفون ۶، ۳، ۱۸)، اور کبھی کو جبر کا خیال بھی نہیں تھا۔

بیوتیہ کی مرکزیت کیلئے دیکھو گلبرٹ کا "ملکت قدیمہ" Gilbert: Staatsaltert. ۲، ۵۰۔

باب دنیا میں نام پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اُنھیں پہلے سے بھی زیادہ اتحاد کا نمونہ قائم کرنا چاہئے یعنی دوسرے الفاظ میں اُنھیں تھیبز کی زبردستی کو پہلے سے بھی زیادہ قبول کر لینا مناسب ہے، اور بلاشبہہ نہ صرف اُن منفرد شہروں کا بلکہ خود بیوتیہ کا مفاد بھی اسی طرزِ عمل میں مُضمر تھا۔ لیکن اگر یہ بلدیات اس پر راضی نہ ہوں اور اپنے قدیم حقوق کی مضبوطی کے ساتھ گرفت کئے رہیں پھر بھی یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ اُنھوں نے اپنے اس فعل سے اُن اُصول کو خیرباد کہدیا جو یونانیوں کے لئے سرمایۂ ناز تھے؛ اور اگر تھیبزیوں نے ہتھیار اُٹھائے تو دیگر یونانیوں کی نگاہ میں وہ ایسے حقوق کے پائمال کرنے کے مرتکب ہوئے جو گویا اُن کی گھُٹّی میں پڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تسخیر اکثر بالجبر ہی عمل میں آتی ہے، اور اگر مغلوب ریاست ہتھیار ڈال دیتا ہے تو جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے معاملہ بالکل ختم ہوجاتا ہے لیکن اگر وہ ہتھیار نہ ڈالے تو بھی ہم اُسے کم از کم برسرِ ناحق نہیں کہہ سکتے۔ حالاتِ مذکورۂ بالا میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تھیبز کلیۃً حق پر تھا۔ اگر اُرخومینوس اور پلاٹیہ کے باشندے اُس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوگئے تو اس سے بلاشبہہ بیوتیہ کے اقتدار میں ضرور اضافہ ہوگیا، لیکن اس سے اتحادِ یونان کا خیال کوسوں دور چلا گیا۔ اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے تھیبز کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرلیا، اور موخر الذکر مملکت کے لئے یہ ناممکن ہوگیا کہ ان دونوں پر غلبہ حاصل کرے، جس کے باعث ایک ایسا بیوتیہ جو جبراً و قہراً متحد کیا گیا ہو، یونان کے انحطاطِ مزید کے لئے گویا آلہ بن گیا۔ جو لوگ تھیبزیوں کے طرزِ عمل کے موید ہیں وہ اپامینونڈاس کے اعلیٰ و افضل خصائل پر استدلال کرتے ہیں؛ لیکن ظاہر ہے کہ کسی فردِ واحد کے عادات و اطوار ملک کا مستقبل درخشاں نہیں بنا سکتے۔ اس کے علاوہ یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ تبدیلیِ دستور کے ساتھ ہی مغلوب فریق کے اراکین یا تو جان سے مار ڈالے جاتے یا جلاوطن کر دئے جاتے تھے۔ ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بیوتی شہروں کے وہ باشندے جو سیاسیات و تمدن کے میدان میں اپنے ملک کے درخشاں عہد کی داستان سے اپنی یاد تازہ کر لیتے تھے (دیکھو اسی کتاب کا باب ۶)، اگر تھیبز کے طرزِ عمل کی مخالفت پر آمادہ تھے

باب ۶ تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا یہ فعل اُن کی کج روی پر مبنی تھا؛ اور وہ یونانی جو تھبز کو بیوتیہ کا سردار بنانے کے خواہاں نہ تھے اُن پر تھبزیوں کے دعاوی کو مسترد کرنے کے باعث دشمنان ملک ہونے کا الزام کسیطرح پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔

تھبزیوں کے منصوبوں کو روکنے کا کام اسپارٹا نے اپنے ذمّے لے لیا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس نے اور ایتھنز نے صلحنامے کی تعمیل کرنے میں مطلق کوتاہی نہیں کی۔ مثلاً مؤخر الذکر نے ایلفیکراتیس کو واپس بلا کر وہ سب مال غنیمت واپس کر دیا جو صلح نامے کی توثیق کے بعد اُس کے ہاتھ لگا تھا۔ اسی طرح سے اسپارٹا نے اپنے وعدے کے مطابق اپنے ہارموست واپس بلا لئے۔ لیکن کلیومبروتوس ابھی تک اسپارٹی لشکر لئے ہوئے تھبزیوں کی سرکوبی کی غرض سے فوکس میں پڑا ہوا تھا، اور اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا اسے اسپارٹا واپس بلا لیا جائے یا تھبز کے خلاف مہم سر کرنی چاہیئے یا نہیں۔ جب اس مسئلے کے حل کے لئے کلیومبروتوس نے اسپارٹا سے ہدایات طلب کیں تو وہاں کے ایک شخص مسمی پروتھوئس نے یہ صلاح دی کہ کلیومبروتوس کی فوج فوراً برخاست کر دی جائے، حلیفوں کے چندے کا روپیہ بتکدۂ دیلفی میں جمع کر دیا جائے اور اگر تھبزی دوسرے یونانیوں کو ایذا پہنچانے سے گریز نہ کریں تو ایسی حالت میں اُن کے خلاف فوج کشی کی جائے۔ لیکن اسپارٹیوں نے اس رائے کو ماننے کے بجائے یہ طے کیا کہ اگر تھبزی بیوتیوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑیں تو بلا توقف اُن کی سرکوبی کرنی چاہیئے۔ زینوفون کا یہ بیان ہے کہ انھوں نے یہ قرارداد محض وسوسۂ شیطانی سے مغلوب ہو کر منظور کی تھی، اس کے ساتھ ہی ساتھ زمانۂ حال کے مورخ بھی اسپارٹا کے اس فیصلے کو خلاف انصاف تصور کرتے ہیں، اور اُن کا یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کو پروتھوئس کی تجویز پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن رسمی نقطۂ نظر سے اسپارٹا کا طرز عمل بالکل صحت پر مبنی تھا؛ اُس نے اپنی فوج کو واپس بلانے کا حکم بھیج دیا، لیکن ظاہر ہے کہ اگر راستے میں اُسے ایسے یونانیوں سے دو چار ہونا پڑا جو شرائط صلح نامہ کے خلاف دوسروں پر ظلم ڈھا رہے ہوں، اور اس کی پاداش میں اُن کی سرزنش کی گئی تو اُس سے نہ تو الفاظ عہد نامہ کی

باب

خلاف ورزی ہو گی نہ روانی اصول کی۔ بلاشبہ زمانہ مابعد میں اسپارٹا کف افسوس ملتے ہوں گے کہ آخر انھوں نے ایک طاقتور لشکر بھیج کر معترضوں کا منہ کیوں بند کر دیا۔ کسی شیطانی وسوسے کی وجہ سے اسپارٹا نے قواعد کی خلاف ورزی کی حماقت کی ہو؟ اس میں شبہ نہیں کہ انھیں فرق ثانی کی قوت و جبروت کا بہت ہی کم اندازہ ہوا۔ الغرض کلیمبروٹوس نے تھبیزیوں کو حکم دیا کہ وہ دوسرے بیوتیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور جب اسے انکاری جواب ملا تو اس نے فوراً بیوتیہ پر حملہ کر دیا۔ وہ تھسلی کے راستے ہو کر بندرگاہ کریوسس کی طرف اس خیال سے چلا کہ کہیں دشمن اس کے اور پیلوپونیز کے مابین حائل نہ ہو جائے۔ اس بندرگاہ پر پہنچتے ہی اس نے بارہ تھبیزی سطیفہ جہاز گرفتار کر لئے اور اسکے بعد وہ مقام لیوکترا دشمن کے انتظار میں ٹھہر گیا' اور یہی وہ مقام ہے جہاں تھبیزی سپہ سالار اپامینونڈاس نے غیر فانی شہرت حاصل کی۔

اپامینونڈاس سنہ ۴۱۸ ق م کے قریب ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جو گو زیادہ امیر نہ تھا لیکن شہر میں اس کا اثر ضرور تھا۔ اس کا مزاج قدرتی طور پر نہایت شائستہ واقع ہوا تھا' اور بیان کیا جاتا ہے کہ اسے فن موسیقی سے خاص طور پر ذوق تھا' چنانچہ قدما کی تصانیف میں ان استادوں کے نام ملتے ہیں جنھوں نے اسے ستار نوازی اور رقص و سرود کی تعلیم دی تھی۔ وہ سکندر اعظم کی طرح کشتی جیسی ورزش کو ناپسند کرتا تھا اور اس کی جگہ دوڑ دھوپ کو ترجیح دیتا تھا۔ اس نے فیثاغورس کے ایک پیرو لیسس ساکن تارنتوم سے فلسفے کا درس لیا تھا' اور اس کے دل میں اپنے استاد کی اتنی قدر پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے نہایت اصرار سے اسے اپنے مکان میں مستقل مہمان بنا لیا تھا۔ یہ درس اس کے ذاتی اوصاف کی پختگی اور نفاست کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا' اس لئے کہ اغلباً اسی کے باعث اس کے اطوار میں وہ شرافت اور انسانیت کا جذبہ پیدا ہو گیا جس کی مدح سرائی سے قدما کبھی نہیں تھکتے۔ جو کچھ اس کے ذاتی خصائل بیان کئے جاتے ہیں یعنی سنجیدگی و حلم کلام میں ایک طرح کی کشش حق کی محبت' تھبیزیوں کی بہتری کے لئے کوشاں ہونا' ان سب کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو اس کے اور

باب ۶ فارقلیس کے مابین بہت کچھ مشابہت معلوم ہوتی ہے، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ان تمام اوصاف کے ساتھ ہی ساتھ نہ صرف یونانی سپہ سالاروں میں عظیم ترین بلکہ دُنیا کے عالیشان فوجی رہنماؤں میں سے ایک تھا تو وہ ہماری نظر میں فارقلیس سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ ایک اور معاملے میں بھی وہ اس اتھنزی مدبّر سے زیادہ خوش قسمت تھا، یعنی اُس کی مجلس مشورت اور میدان جنگ دونوں میں اُس کا دلی غمخوار اور دوست "قشون مقدس" کا سپہ دار پیلوپیداس موجود رہتا تھا، جو نہ صرف اپنے عہد کی بنا پر بلکہ عملی جنگی خدمت کے باریک سے باریک پہلو سے واقفیت کی وجہ سے بھی اپامنونداس کے عظیم الشان منصوبوں کی پشت پناہی کرنے کا حد درجہ اہل تھا۔ یہ اپامنونداس اور پیلوپیداس ہی تھے جنھوں نے کم و بیش وزنی ہیولیٰ اوصاف میں کیفیت تموج پیدا کر کے انھیں تیز رو بنا دیا جس سے بعض نہایت درخشاں نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسے بہت ہی کم اشخاص قدیم و جدید دُنیا میں نظر آتے ہیں جن کی بابت اتنی ہی متفق طور پر تعریف و توصیف کی جاتی ہو جیسی اپامنونداس کی کیجاتی ہے۔ سکندر اعظم کے ذاتی خصائص بھی اپامنونداس کی طرح نفیس تھے، لیکن وہ اپنے ماحول کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا، چنانچہ اُس کی بعض حرکات نہایت بیہودہ تھیں، اور ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ چوتھی صدی ق م کے بہترین یونانی خصوصیات کا اپامنونداس ہی مظہر ہے۔ اُس کی یہ آرزو کہ تصغیر دُنیائے یونان میں ایک طاقتور مملکت بن جائے ایک نہایت قابل تعریف آرزو تھی، اور اُس نے اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقے اختیار کئے وہ سب کے سب تمام دوسرے یونانی سیاسی رہبروں کے طریقوں کی طرح زبردست تھے، اور دُنیائے یونان کی عام ترقی کی طرف اُس کی توجہ کم از کم اتنی ضرور تھی جتنی اگے سی لاؤس اور پموس تھنیس جیسے سیاسی رہبروں کی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یونان کے تخیل کے مطابق یونان کا حقیقی مفاد مختلف مملکتوں کی آزادی کے برقرار رکھنے پر ہی مشتمل تھا۔[۱]

---

۱؎ اپامنونداس۔ زمانۂ حال کے مصنفوں کی تصانیف: ڈیومیل، سیاسیات اپامنونداس کی

باب ۳

زینوفون کا یہ بیان پڑھنے کے وقت کہ ابتدا ہی سے شگون اور علامات اسپارٹیوں کے خلاف نظر آرہے تھے، ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب کچھ جنگ کے بعد ہی لکھا گیا تھا؛ لیکن اس کا یہ بیان غالبًا صحت پر مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دوپہر کا کھانا کھا کر اور شراب وکباب سے خوب سیر ہوکر لڑائی شروع کی؛ نیز اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ تھبزی سوار پیلوپونیزی سواروں سے کم نہیں تھے۔ علاوہ ازیں جب پیلوپونیزی حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھے تو انھوں نے اپنے ہلکے ہتھیاروں والے سپاہیوں کے ذریعے سے دشمن کی فوج کے اس حصے کو پیچھے ہٹاکر جو میدان جنگ سے جا رہا تھا، دشمن کے لشکر کے وسط میں جا ملایا جس کے باعث پیچھے والوں کی قوت میں اضافہ ہوگیا۔ لیکن تھبزی فتح کا سب سے بڑا سبب اُن کی فوج کی صف آرائی اور اُن کے حملہ کرنے کا طرز تھا۔ درانحالیکہ اپنی قدیم رسم کے مطابق پیلوپونیزی صف کے عمق میں ہر جگہ بارہ بارہ سپاہی ایستادہ تھے، اپامینونداس نے اس خیال سے کہ مبادا حملے کا بار اُسی پر پڑے اپنا بایاں بازو نہایت طاقتور کر لیا تھا، اور اُس کے عمق میں پچاس پچاس سپاہی کھڑے کردئے تھے۔ ہم (اسی کتاب کی جلد ۲، باب ۲۳ میں) دیکھ چکے ہیں کہ جنگ دیلیوم کے موقع پر تھبزی عمق میں پچیس پچیس سپاہی کھڑے تھے۔ اپامینونداس کا

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ "اصلی قیمت" Du Mesnil : Ueber der Werth der

Politik des Epaminondas, جریدۂ تاریخی Histor, Zeitschr سنہ ۱۸۶۳ء

پومتوو : "سوانح عمری اپامینونداس" Pomtow : Leben des

Epaminondas برلن سنہ ۱۸۷۰ء۔

پیلوپیداس کے لئے فاتر: "سوانح عمری پیلوپیداس" سالنامہ لسانیات، تتمہ سنہ ۱۸۴۲ء

Vater : Leben des Pelopidas, N. Jahrb f Phil.,

Supplementbund VIII, 1842,

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسپیا اور باقی ماندہ بیوتیہ کے باہمی تعلقات اتھنز والوں کا پلاٹیا والوں کے باہمی تعلقات سے بالکل مختلف تھے؛ درحقیقت یہ ہے کہ تھبز پلاٹیہ اور اورخومینس والوں سے اسی طرح کا برتاؤ کرتا تھا جیسے اسپارٹا مسینیہ والوں کے ساتھ کرتا تھا

باب ۸

مقصد یہ تھا کہ دشمن کے لشکر کے بہترین حصے کو، کلیو مبتروتوس کی سرکردگی میں دائیں جانب مقیم تھا، محض اپنے حملے کے زور سے شکست دے کر میدان سے بھگا دے۔ تنظیم لشکر کی اس شکل کو ترچھی یا میخ نما طرز کہتے ہیں، اس لئے کہ پیش قدمی کرنے والا حصہ گویا میخ کی طرح دشمن کی صف میں جا گھستا ہے، اور گو اس کی بنا ایک عمدہ اصول پر ہوتی ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے ایسے سپہ سالار کی رہبری کی ضرورت ہوتی ہے جو موجودہ صورت حال کو اچھی طرح سمجھتا ہو، اور یہ صفت یونان کی شہری فوج میں بہت ہی کم پائی جاتی تھی۔ یونانی شہری سپاہی صف بستہ پیش قدمی کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے، اور ان کے کماندار بھی اس میں اُن کی رہبری کرنے کے اہل تھے، لیکن یہ اصول کہ ہراول کا ایک حصہ تو آگے بڑھ جائے اور دوسرا حصہ اپنی جگہ ساکت رہے، یعنی دوسرے الفاظ میں یہ کہ لشکر کا کمزور حصہ دشمن کے تقدیمی حصے یا پیشقدمی کرنے والا حصہ دشمن کے جناحی حملے کا نشانہ بنا رہے، یہ ایک ایسا امر تھا جس کا خیال نہ تو کسی یونانی سپہ سالار کے دل میں جاگزیں ہو سکتا تھا نہ وہ اسے پورا ہی کر سکتا تھا، اس لئے کہ اُس کی قابلیت اور معمولی ہوپ لیت کی تادیبی کیفیت دونوں اُس کے لئے کافی نہ تھیں۔ یہ تھبز کی خوش قسمتی تھی کہ اُس کے سپاہیوں میں تنظیم اور اُس کے سپہ سالار میں فطری قابلیت دونوں چیزیں موجود تھیں۔ الغرض تھبزیوں نے حملہ کیا اور لڑائی میں پیلوپیداس اور اُس کے "فشون مقدس" نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ خود کلیومبتروتوس اور اُس کے ۰۰ ۷ سپاہیوں میں سے ۰۰ ۴ کام آئے اور تھبزیوں کے سر کامیابی کا سہرا رہا۔ لیکن شکست کے باوجود اسپارٹی فوج خاصی ترتیب و تنظیم کے ساتھ اُسی فوجی پڑاؤ کی طرف ہٹ گئی جہاں سے وہ چلی تھی، مشکل یہ پڑی کہ اُس میں اب اتنی قوت باقی نہ رہی تھی کہ وہ از سر نو پیش قدمی کر کے اسپارٹی مردوں کی نعشیں حاصل کرے، چنانچہ اُس نے ایک نقیب کو دشمن کی طرف روانہ کر کے اُس سے نعشوں کے حصول کی استدعا کی۔ چونکہ یونانی قواعد جنگ کے مطابق اسپارٹیوں کا یہ عمل اُن کی شکست کے مترادف تھا، اس لئے

باب

تھبزیوں نے میدان جنگ میں اپنی فتح کی ایک یادگار نصب کی اور اُس کی اطلاع ایتھنز اور یاسون ساکن فیرائے کو بھی روانہ کردی؀ لیکن ایتھنزی تھبزیوں کی اس کامیابی پر خوش نہیں ہوئے، چنانچہ ایتھنزی مجلس نے نہ تو تھبزی اطلاع کا کوئی جواب دیا اور نہ سفیروں کو معمول کے مطابق دعوت عامہ میں مدعو کیا گیا۔ یاسون ایک لشکر لے کر بیوتیہ پہنچا، لیکن جب تھبزیوں نے اُس سے اسپارٹا کے خلاف اتحاد کرنے کے لئے کہا تو اُس نے صاف انکار کر دیا اور اُسکے بجائے انھیں دشمن سے وقتی صلح کر لینے کی صلاح دی، جس پر فریقین نے عمل کیا اور اسپارٹیوں کو اپنے وطن پلٹ جانے کی اجازت مل گئی، لیکن بجائے تھبزیوں کے حلف کے وہ اپنی سرعت رفتار پر زیادہ اعتماد کر کے دوسری ہی شب کو واپس ہوگئے۔ اسپارٹیوں نے تمام توقعات کے خلاف اس شکست کی مصیبت کو

---

؀ جنگ لیوکترا پر فون شٹرن نے نہایت مفصل بحث کی ہے (۱۳۳) - اسنے دیودوروس کے بیان (۵ ۱۵) کی جو تنقید کی ہے (۱۴۲) اسکی بابت ہمارا خیال ہے کہ محض یہ واقعہ کہ افورس نے ایک تاریخ عام پر قلم اُٹھایا تھا اس مفروضے کا سدباب نہیں ہے کہ دیودوروس نے یہ مفصل بیان افورس سے اخذ کیا ہوگا، اسلئے کہ درحقیقت یہ دیودوروس ہی تھا جس نے پہلی باضابطہ تاریخ عالم لکھی - پولی بیوس کی تنقید (۱۲، ۲۵) سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ افورس نے نہایت مفصل کیفیت قلمبند کی ہے۔ مناسب ہے کہ ہم اُس بیوتی بیان کو تسلیم کر لیں جسے فون شٹرن نے دیودوروس کے ابواب ۵۱ تا ۵۳ کا ماخذ قرار دیا ہے جن میں جنگ کے پیش خیموں کا ذکر ہے؛ لیکن جب ہم نفس جنگ پر آتے ہیں تو (ابواب ۵۵، ۵۶) وہاں ہمیں دیودوروس کا معمولی طرز بیان نظر آتا ہے جس کا ماخذ اغلباً افورس ہوگا۔

پوسانیاس ۴، ۲۶ کے مطابق جنگ لیوکترا کے بعد ہی تھبزیوں نے ان مسینیوں کو جو افریقہ، صقلیہ اور اٹلی میں رہنے لگے تھے، اپنے وطن مالوف آنے کی دعوت دی، لیکن فون شٹرن کہتا ہے کہ دوراندیشی کا یہ طرز عمل بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔

؀ مقابلہ کرو گروتیس، "تاریخ یونان" ۳ (۶) ۲۹۲ تا ۲۹۳۔

باب ۸

نہایت بہادرانہ طور سے برداشت کیا جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ اسپارٹیوں میں پرانا دم خم باقی ہے۔ جب یہ خبر اسپارٹا پہنچی تو اس وقت گیمنوپی ڈیا* کا شادی آمیز میلا ہو رہا تھا اور لوگ نہایت شوق سے لڑکوں کا ناچ اور ان کے کرتبوں کو دیکھ رہے تھے؛ لیکن ایفورجل نے یہ حکم دیا کہ یہ میلا برابر جاری رہے اور اس دلخراش خبر کا لوگوں کی شادمانی اور خوشی پر مطلق اثر نہ پڑے۔ لڑائی میں جو لوگ مارے گئے تھے ان کی بیواؤں نے مطلق آہ و بکا نہیں کی، اور چونکہ مرنے والوں نے اپنے ملک پر جان قربان کی تھی اور زندہ رہنے والوں کو شہادت نصیب نہیں ہوئی تھی اس لئے شہیدوں کے اعزا و اقربا شرکوں پر خوش و خرم پھرتے نظر آتے تھے اور باقی شہری مغموم دکھائی دیتے تھے جس سے غیر ملکی انگشت بدنداں تھے۔

قصہ مختصر اگے سی لاؤس کے بیٹے آرخی داموس کو حکم ملا کہ وہ (اسپارٹا کی فوج کی حفاظت کی غرض سے) معمر سپاہیوں کو لے کر (جن کی عمریں ساٹھ سال سے تجاوز نہ ہوں) بھیجے جائے، اور راستے میں اس کے ساتھ ہو لیا، مان تی نیہ، کورنتھہ، سکیون، فلیوس اور اکائیہ کے سپاہی بھی ہو گئے۔ آرخی داموس کو لیوکٹرا سے واپس آتی ہوئی فوج مگارا کے شہر ائی گوس تھینا میں ملی؛ اسے ساتھ لیکر وہ فوراً کورنتھہ پہنچا اور وہاں اپنی فوج کو برخاست کر دیا۔

اخلاقی حیثیت سے جنگ لیوکٹرا کچھ کم اہم نہ تھی۔ اول تو اسپارٹا جیسی مملکت کو کھلے میدان میں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ بظاہر تو اسپارٹیوں نے اپنا فوجی مرکز چھوڑ کر دشمن پر حملہ کیا اور باوجود پسپائی کے وہ اپنے پڑاؤ پر برابر قابض رہے اور اس کے بعد خود ہی میدان جنگ چھوڑ کر چلے گئے؛ اور اگر انھوں نے اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھایا ہوتا جو تھبزیوں نے نہایت عقلمندی و فراست سے انھیں دی تھی تو ممکن ہے کہ آرخی داموس کی موجودگی سے میدان جنگ میں کایا پلٹ ہو جاتی لیکن انکی خود اعتمادی میں دفعتہ آجانے کی وجہ سے جنگ کے اخلاقی پہلو نے اہمیت اختیار کر لی بلاشبہ انھیں اب بھی بہت کم طاقت باقی تھی اور خود اسپارٹا کی حفاظت سے انکی قوت مدافعت کا پتا چلتا ہے، لیکن تمام یونان کے لئے جو امر قابل لحاظ تھا وہ یہ تھا کہ اب وہ اپنے آپ کو سپہ کشی فاتحین کا

* یہ ایک سالانہ میلا تھا جس میں برہنہ لڑکے ناچتے اور طرح طرح کے کرتب کرتے تھے۔ (مترجم اردو)

باب ۲ لقب نہیں دے سکتے تھے، اور اس احساس کا اثر دُنیائے یونان پر عظیم الشان پڑا۔ خود فاتحوں کے نقطۂ نظر سے بھی جنگ لیوکترا کچھ کم اہم نہ تھی۔ تھبزیوں کے ہاتھ میدان محض اُن کی ذاتی بہادری کے سبب سے رہا تھا، اور اس کامیابی میں اجیر سپاہیوں کا مطلق دخل نہ تھا۔ اس سے دُنیائے یونان میں ایک جدید قوت محسوس ہونے لگی جو اسپارٹیوں کی سطوت کے ہم پلہ تھی اور جس نے یونانیوں کے افسانہائے شجاعت میں گویا چار چاند لگا دئے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ دُنیا کو ایک ایسے سپہ سالار کا انکشاف ہوا جس کا ثانی خود اسپارٹا میں کبھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

تھبزیوں کی کیفیت عنفوان شباب کی سی تھی؛ ان کے جوش کی کوئی انتہا نہ تھی، وہ اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم حق کے لئے لڑ رہے ہیں، ان کی تادیبی اور تنظیمی کیفیت کی سطح نہایت ارفع و اعلیٰ تھی اور اُن کے سپہ سالار کا دنیائے معلوم میں کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ گویا ایک ایسے نوجوان کی مانند تھے جس کا شباب زوروں پر ہو؛ اور انھوں نے ایسے اسپارٹا کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تھے جو نہ صرف معمر ہونے کی وجہ سے رو بانحطاط تھا بلکہ جس کی آبادی بھی خطرناک طرز پر روز بروز مائل بہ تنزل تھی۔

# باب نہم

## معاملات پیلوپونیز و مقدونیہ میں تھیبز کی مداخلت

### میگالوپولس — مسینے

### ۳۷۱ ق م تا ۳۶۲ ق م

آرکی ڈاموس کے پیلوپونیز واپس چلے جانے پر ایتھنزیوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اسپارٹا کی قوت کا انحطاط ہر چند فی نفسہ خوش آئند نہ ہو لیکن اس سے انھیں اپنے اقتدار میں اضافہ کرنے کا ایک نہایت نفیس موقع مل گیا ہے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو اب بھی ایتھنز کا درجہ اسپارٹا سے کمتر تھا، اس لئے کہ جہاں صلح نامہ شہنشاہی کا حلف ایتھنز کے دوستوں نے علیحدہ علیحدہ لیا تھا وہاں اسپارٹا نے اپنے جملہ ساتھیوں کی نمائندگی کی تھی۔ اب خیال یہ ہوا کہ اگر اس جدید عہدنامے کا حلف جملہ پیلوپونیزیوں نے جدا جدا لیا تو اس سے اسپارٹا کے اثر میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور آجائیگی اور اسی مناسبت سے ایتھنزی اقتدار میں اضافہ ہو جائیگا۔ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ایتھنزیوں نے عہدنامے کی توثیق کی غرض سے اپنے شہر میں ایک کانگریس طلب کی جہاں (زینوفون کے بیان کے بموجب) ایلس کے سوائے یونان کی تمام مملکتوں نے اپنے قائم مقام روانہ کر کے صلح نامے کا حلف لیا۔ اب خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غالباً اس کانگریس میں تھیبزی بھی شریک ہوئے ہوں گے، لیکن ہماری دانست میں اس کا جواب نفی میں ہے۔ بہرنہج اس کو منعقد کر کے ایتھنز نے اپنی فتح و نصرت کا

باب ۷ گویا علم نصب کر دیا۔ ہم (اسی کتاب کی جلد ۲ باب ۱۹ میں) فارقلیس کے جس طرز عمل کی ناکامی کا ذکر کر چکے ہیں اُسی کے بموجب صلح عامّہ کے لئے تمام یونانی مملکتوں کی ایک کانگریس خاص ایتھنز میں کام کر رہی تھی اور اقتدار اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ یہاں والے صلح نامے کا حلف اُٹھوانے کی غرض سے اطراف و اکناف یونان میں اپنے قاصد روانہ کر رہے تھے۔

لیکن اس تمام علفا علفی کی وقعت نمائش سے زیادہ نہ تھی، اور نہ اُس کا اثر موجودہ صورت حال پر پڑ رہا تھا۔ قدیم فرقی جھگڑے برابر جاری تھے، اور سوال زیر بحث یہ تھا کہ اسپارٹا اور ایتھنز ان دونوں مملکتوں میں سے کونسی مملکت پہ سبقت لے جائیگی۔ شمالی یونان میں تو جنگ لیوکترا کے بعد اقتدار تھیبز بلا شبہ مسلّم ہو گیا تھا؛ جنوب میں اب پیلوپونیز تنازعے کا مرکز بن گیا تھا اور باہمی کشمکش یہاں نہایت زور شور پر تھی۔ تمام ملک میں عمومی فریق کی موافقت (اور اسپارٹا کی مخالفت) میں بغاوتیں شروع ہو گئیں، اور آرگوس میں تو جوش و خروش اس قدر بڑھا کہ وہاں والوں نے پہلے تو بہت سے مالدار باشندوں کو اور پھر بعض عمومی رہبروں کو تہ تیغ کر کے دم لیا۔ لیکن ان سب سے کہیں زیادہ اہم آرکیڈیا کے معاملات تھے جنھوں نے صورت واقعات پر گہرا اثر ڈالا۔[۱]

گو اسپارٹیوں نے (اپنے عروج کے زمانے میں) مین تی نیہ والوں کو کاشتکاری کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت کر دی تھی لیکن وہ اب اپنے شہر کو از سر نو قلعہ بند کرنے لگے۔ اُن کے اس فیصلے سے اسپارٹا کی

---

[۱] ایتھنز کی کانگریس، زینوفون ۶، ۵، ۱ تا ۳؛ مقابلہ کرو فون شٹرن ۱۴۹۔

مین تی نیہ کی فصیل کی از سر نو تعمیر، زینوفون ۶، ۵، ۳ تا ۵۔

اور خو میوس تھبزیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے؛ دیودوروس ۱۵، ۵۷؛ نیز مقابلہ کرو کتاب ہذا کا باب ۱۰، حواشی۔ تھس پیائی غالباً اُسی زمانے میں نکالے گئے ہوں گے۔

پیلوپونیز میں اندرونی اختلال، دیودوروس ۱۵، ۴۰، ۵۷، ۵۸۔

باب ۹ انتہائی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ اسپارٹیوں نے ذرا تدبر سے کام لے کر یہ اعلان کیا کہ اگر مین تی نیہ والے چند روز اور ٹھہر جائیں تو وہ خود اُن کی مدد کریں گے؛ لیکن مین تی نیوں نے محض اپنی قوت بازو اور اپنے حقیقی دوستوں کی مدد پر بھروسا کر کے بلا توقف اپنی فصیل کی مرمت شروع کر دی۔ انھیں بہت سی بستیوں نے مدد دی، مثلاً اس کام کی تکمیل کی غرض سے ایلس نے تین تالنت قیمتی سونا مین تی نیہ کی نذر کر دیا۔ الغرض یہ تحریک تمام ملک آرکیڈیا میں پھیل گئی، اور یہاں کے باشندوں نے صرف اپنے اپنے شہروں کی مرمت ہی نہیں کی بلکہ ایسے مقامات پر بھی نئے نئے شہر تعمیر کرنے شروع کر دئیے جہاں اس سے قبل آبادی کا نشان بھی نہ تھا۔ اس تحریک میں تگیا سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ زینوفون کا بیان ہے کہ تگیا کے عمومیوں نے یہ طریقہ نکالا تھا کہ اگر تمام آرکیڈیوں کی ایک جمعیت عامہ منعقد کی جائے اور اس میں ایسی قراردادیں منظور ہوں جن کا جملہ آرکیڈی شہروں پر نفاذ ہو سکے تو اس طرح آرکیڈیا میں بہت کچھ یکجہتی پیدا ہو جائے گی۔ لیکن فریق مخالف کو اس میں بہت کچھ کلام تھا؛ چنانچہ باہمی نقیضں بڑھنے کے باعث فریقین میں جنگ ہو گئی جس میں آخر کار عمومیوں کا ہی بول بالا ہوا اور انھوں نے اپنے مخالفوں کو جو پالانتیوم میں جا چھپے تھے گرفتار کر لیا اور تگیا لا کر سب کی گردنیں اُڑا دیں۔ گو زینوفون کسی جدید شہر کی تعمیر کا ذکر نہیں کرتا لیکن ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اسی دور میں میگالوپولس ضرور آباد ہوا ہوگا اس لئے کہ قدیم مورخ اس کی بنا کا تعین ۳۷۱ ق م سے ۳۶۸ ق م تک کسی سال میں کرتے ہیں۔ اس شہر کا محیط پچاس اسٹادیا (تقریباً چھ میل) تھا اور یہ قرار پایا کہ وادی ہیلوسون کے قرب و جوار کے باشندے، مائی نالی، پرھازی، ائی گی ٹیس، یوٹریزی اور کینوری اپنے اپنے مساکن کو چھوڑ کر اس "بلدئیہ عظمیٰ" میں آباد ہو جائیں اور اسی میں جملہ آرکیڈیوں کی مجلس منعقد ہوا کرے۔ یہ تمام قراردادیں عمومی فریق کے دباؤ سے ہی منظور کی گئی تھیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ آئندہ سے اُن سب آرکیڈیوں کا مجموعی نام جو وقت معینہ پر میگالوپولس میں جمع ہو کر جنگ و امن کے معاملات طے کیا کریں گے[۱] "دہ ہزار" ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ آرکیڈی جو میگالوپولس میں بر وقت موجود ہوتا رائے دینے کا مستحق تھا۔ ساتھ ہی ساتھ پانچ ہزار کی ایک مستقل فوج بھی منظم کی گئی جسے

ایپارٹی تو ئے" کہتے تھے۔ گویہ "دہ ہزار" کبھی کبھی یک جا ہو کر قرار دادیں منظور کر لیتے تھے، لیکن آرکیڈی اتحاد و مرکزیت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ خود مٹی تالی، پرھازی وغیرہ قبیلے بھی جو اپنے اپنے گاؤں کو چھوڑ چھوڑ کر جدید شہر میں آباد ہو گئے تھے، اپنے اس نئے وطن کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ہم سنتے ہیں کہ یہ شہر تجارت کے لئے عمدہ تھا، لیکن جبکہ آرکیڈی ارباب فلاحت سرے سے تجارت کے خواہاں ہی نہ تھے تو اس کی تجارتی اہمیت سے کیا فائدہ؟ علاوہ ازیں اس شہر کی بنا تجارتی اغراض سے نہیں ڈالی گئی تھی بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ جنوب مغربی آرکیڈیا میں اسپارٹا کے مقابلے کی غرض سے ایک قلعہ تعمیر ہو جائے، لیکن یہ مقصد اس لئے پورا نہیں ہوا کہ میدان میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر مدافعت کے لئے بھی اچھا نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میگالوپولس بجائے ایک "بلدۂ عظمیٰ" کے بہت جلد "صحرائے عظیم" بن گیا چنانچہ ہم کسی پہلو سے بھی اس کی بنیاد کو کامیاب نہیں گردان سکتے۔[۱۲] باب ۹

۱۲ آرکیڈی معاملات؛ زینوفون ۶، ۵، ۲۲؛ دیودورس ۱۵، ۲۹؛ پوسانیاس ۸، ۲۷، ۲۔
میگالوپولس (یونانی "ہے میگالے پولس")؛ کون: "زوال ممالک ہائے قدیمہ" Kuhn: Enstehung der staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء اور صفحہ ۲۲۳ وغیرہ۔
اس کی بنیاد کی تاریخ کے لئے پوسانیاس ۸، ۲۷ (اولمپیاد ۱۰۲، ۲ = ۳۷۱ ق م)؛ Marm. Par. (۱۰۲، ۳)؛ دیودورس ۱۵، ۷۲ (اولمپیاد ۱۰۳، ۱)؛ فون شٹرن Von Stern ۱۵۷۔

پوسانیاس کے بیان کے مطابق دو آرکیڈی (جن کے نام لکومیدیس اور ہوپولیاس تھے) جو تگیا اور مین تی نیہ کے باشندے تھے، اس کی بنیاد میں شریک ہوئے، اور باوجود دیودورس ۱۵، ۵۹ کے، موخرالذکر کی حیثیت اپنے ساتھی کی بہ نسبت اہم تر ہے۔ غالباً اسی کراتیس اور تھیوکسی نوس، جن کا ذکر پوسانیاس میں پڑھنے میں آتا ہے، وہی ہیں جن کی طرف آرکیڈی لیگ کے میگالوپولس والے سکوں پر حروف "پو" اور "تھ" کے ذریعے سے اشارہ

باب ۶

چونکہ تگیا کے شکست خوردہ اعیان اسپارٹا فرار ہو گئے تھے اس لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کیا گیا ہے؛ ہیڈ؛ "تاریخ سکہ کیات" Head : H. N. ۳، ۳۷۲۔ Plut. C. Col) ۳۲ کے مطابق افلاطون نے ارسطونیموس کو آرکیڈیوں کے پاس "اتحاد و اجتماع" کی ہدایت کرنے کی غرض سے بھیجا تھا۔ پوسانیاس (۸، ۲۷) کہتا ہے کہ شہر کے بانیوں میں ایک شخص ربھیوس بھی تھا جو زمانۂ مابعد میں مقدونیوں کا طرفدار بن گیا؛ لیکن غالباً پوسانیاس کی مراد ارسطونیموس سے ہو گی۔ دیکھو شیفر؛ "دیموس تھنیس" Schaeffer : Demosth. ۲، ۱۷۱۔

میگالوپولس کے موقع کے لئے برسیان؛ "جغرافیہ" Bursian : Geogr. ۲، ۲۲۵ وغیرہ؛ بیڈ کر ۲، ۲۱۲۔

حقیقت یہ ہے کہ میگالوپولس کی بنیاد کی اصل غایت یہی تھی کہ اسپارٹا سے جنگ آزمائی کی جائے، اور اسی کے ذریعے سے اسپارٹا کا اقتدار دریائے الفیوس کی بالائی وادی سے ہٹا دیا گیا۔ پوسانیاس کہتا ہے (۸، ۳۲، ۱) کہ "دس ہزار آرکیڈی" (جن کا ذکر سکلہ ق م جیسے قریب زمانے تک میں پڑھنے میں آتا ہے (ہرمان؛ "مملکت قدیمہ" Hermann : Staatsalt ۱۷۷) تھرسی لیم میں جمع ہوتے تھے۔ لفظ "میوریوئی" سے معلوم ہوتا ہے کہ باشندے کثیر التعداد ہوں گے؛ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس لفظ کا انطباق ہر قوم کے جملہ شہریوں پر ہوتا تھا۔ ہیرودوٹس کے نظر میں "میوریوئی" تھا، اور یونانی زبان میں "میوریاندروس پولس" مستقر حکومت کو کہتے تھے۔ گو تمام "میوریوئے" میگالوپولس میں نہ رہتے ہوں لیکن یہ اور میگالے پولس ہم معنی تھے۔

میوریوئے اور مین تی نیہ کے مابین تعلقات؛ زینوفون ۷، ۴، ۳۳۔ زینوفون ۷، ۴، ۳۲ میں جس "ٹیپاری توئے" کا ذکر کرتا ہے اُن کا بیان دیودورس ۱۵، ۶۲ و ۶۷ میں بھی ہے، اور زینوفون ۷، ۴، ۳۳، ۳۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مشاہرہ ملتا تھا۔ جدید آرکیڈی ادارات میں افلاطونی خیالات کی بھی جھلک نظر آتی ہے؛ چنانچہ زینوفون (۷، ۴، ۳۴) کہتا ہے کہ چونکہ میوریوئے رہبران قوم بھی ہیں اس لئے وہ سمجھدار بھی ہوتے ہیں کیونکہ ہیسکیلیکہ انھیں Hesych. میں "نگران عموم" کا لقب دیا ہے۔

اسپارٹیوں نے اگے سی لاؤس کو تگیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ مین ٹی نیہ کے باشندے اس شہر کی مدد کیلئے کمک بھیجنا چاہتے تھے لیکن اسوقت خود اُن پر مصیبت آئی ہوئی تھی۔ واقعہ یہ تھا کہ مین ٹی نیہ اور اورخومینوس کے مابین ہمیشہ نقیض برپا رہتی تھی، چنانچہ موخر الذکر اپنے حریف کی سرکوبی کے لئے اجیر سپاہیوں کی ایک فوج جمع کر رہا تھا۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ اب نہ صرف اسپارٹی ہی اُن کے مدمقابل بن گئے بلکہ ہرائیہ اور لیپریوم والے بھی اسپارٹیوں سے آکر مل گئے۔ الغرض مین ٹی نیہ اور اورخومینوس کے مابین مڈبھیڑ ہوئی جسمیں مین ٹی نیہ ہی کو کامیابی ہوئی۔ لیکن اس سے اُسے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اس لئے کہ باب ۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ میگالوپولس میں تمرکز کی اصل غایت یہ تھی کہ اس کے ذریعے سے جنوب مغربی آرکیڈیا کی حفاظت ہو سکے۔ اس شہر کی آبادی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فی نفسہ تمرکز کے اصول سے متنفر نہ تھے، اور اس طرح ہم گیلون اور دیونی سیوس کے طرز عمل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ نیز مقابلہ کرو گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" ۲، ۱۴۳، ۱۴۴ وغیرہ۔ یونانی وثائقیوں پر فریمین Freeman، فیشر Vischer وغیرہ نے جو کتابیں لکھی ہیں اُن پر بعد میں تبصرہ کیا جائیگا۔ چھٹی صدی ق م کے جو سکے ایسے دستیاب ہوئے ہیں جن پر الفاظ "آر" یا "ارک" کندہ ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بھی ملک اتحاد باہمی کی طرف مائل تھا۔ یہی کیفیت اُن سکوں کی بھی ہے جنھیں صرف ہرائیہ میں مسکوک کیا گیا (امہوف بلومر "سکہ جات یونان" Imhoof-Blumer : Monn. Gr. ۱۹۶)۔ اس لیگ کے جدید سکوں کے ایک طرف حروف "اب" اور زیوس لیکائیوس کے سر کی شبیہ اور دوسری جانب نشستہ "پان" کی تصویر کندہ ہے۔ (ہیڈ ۳۷۳) کرونون اور پاندوسیا میں جو شبیہ نظر آتی ہے اُس میں اور اس میں بہت کچھ مشابہت پائی جاتی ہے (دیکھو باب ۱۱)۔ لیکن سکوں کے ایک ہی مرکز پر مسکوک ہونے کا زمانہ مختصر ہی رہا، دو غالباً جنگ [illegible] کے بعد ہی مختلف بلدیات نے از سر نو سکے ڈھالنے شروع کر دیئے جن میں سب سے خوبصورت سکے فی نیوس اور ستیم فالوس کے ہیں۔ نیز دیکھو کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ ( ۲ ) ۳، ۴، ۶ و ۵، ۶، ۷۔

باب ۹

اگے سی لاؤس مین تی نیہ کے ملک میں گھس گیا، اور اگر وہ اس پر فوراً حملہ کر دیتا تو شہر کی بہت ہی بری گت بنتی۔ لیکن حملہ کرنے کے بجائے تین دن کے بعد وہ اسپارٹا کی طرف مڑ گیا۔ اس طرح گویا اس نے اسپارٹا کی لاج رکھ لی اس لئے کہ اس نے خاص مین تی نیہ میں داخل ہو کر جنگ آزمائی کرنی چاہی تھی، اور اگر فریق مخالف نے اس کا جواب نہیں دیا تو کم از کم اسپارٹا کا قصور نہ تھا۔(۲)

لیکن عین اس نازک وقت پر آرکیڈیوں کو ایک نہایت طاقتور ساتھی کی مدد ملی، یعنی (۳۷۰ ق م میں) اپامنونداس اور پیلوپیداس کی سرکردگی میں ایک تھبزی فوج نے خاکنائے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی طرف رخ کیا۔ ایتھنز تو آرکیڈیوں کو مدد دینا نہیں چاہتا تھا، لیکن اس موقع کو غنیمت جان کر تھبز نہایت خوشی سے اسپارٹیوں کو ان کی قدیم سخت گیریوں کا بدلہ دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ آرکیڈیا میں داخل ہوتے ہی تھبزیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اسپارٹی اس ملک کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اور ممکن ہے کہ وہ فوراً اپنے وطن کو واپس چلے جاتے، لیکن آرکیڈیوں اور آرگوسیوں کے کہنے سے اپامنونداس نے اپنی ختم شدہ مدت سپہ سالاری کی خود ہی توسیع کر کے لقونیہ پر حملہ کر دیا حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا کو نقصان پہنچانے کا یہ موقع ایسا نہ تھا کہ ہاتھ سے نکل جائے اور تھبزیوں کو اس کا علم تھا کہ مدت دراز تک تھبزی فوجیں اسپارٹا کے اس قدر قریب نہ پہنچیں گی۔ اس میں شبہہ نہیں کہ انھیں اس کا خطرہ ضرور لگا ہوا تھا کہ ایتھنز

---

(۲) آرکیڈیا میں جنگ، زینوفون ۶، ۵، ۱۰ تا ۲۲؛ پوسانیاس ۱۰، ۹، ۵ کے مطابق آرکیڈیوں نے اسپارٹا پر فتح پانے کے اعزاز میں بہت سے مجسمے دلفی میں نصب کئے تھے؛ اس ضیب کا یادگاری نوشتہ برآمد ہو گیا ہے؛ پومٹوف: "تحقیقات متعلق توصیف دلفی" Pomtow: Beitraege Z. Topogr, von Delphi ۱۴، ۲۹؛ وائل: "جریدۂ لسانیات برلن" Weil: Berl. Phil. Woch. ۱۸۸۹ء صفحہ ۸۱۸ و صفحہ ۹۰۸۔ یہ یادگاریں غالباً ۳۶۹ ق م میں نصب ہوئی ہوں گی۔

آرکیڈیوں کی درخواست کا ایتھنز میں مسترد کیا جانا، دیودورس ۱۵، ۶۲۔

ان کی پسپائی کے وقت اُن کا سدِّ راہ ہو جائیگا، لیکن یہ خطرہ ایسا تھا جس سے گلو خلاصی باب ۹
کی کبھی بھی امید نہ تھی۔ الغرض حلیفوں کی فوجیں لقونیہ کی طرف بڑھیں، یعنی تھنبری تو
کاریائے کے راستے سے اور آرکیڈی اویا کی طرف ہو کر؛ اور اسی مقام پر
اسخولائوس اور اس کے اسپارٹائی پیروسورائوں کی موت مرے۔ اب حلیفوں
نے سیلاسیہ پر قبضہ کر کے خاص اسپارٹا کی جانب پیش قدمی کی، وہی اسپارٹا
جس نے کبھی اس سے قبل اپنے کسی دشمن کو اپنے سے اتنا قریب نہیں دیکھا تھا۔
اسپارٹیوں کا سپہ سالار خود لسگے سی لائوس تھا۔ اُس نے بعض ہیلوتوں کو مسلح
کرنا شروع کیا، اور گو یہ فعل خطرے سے خالی نہ تھا لیکن آخر کار اس کا نتیجہ بہتر ہی
نکلا۔ علاوہ ازیں فلیوس، کورنتھ، اپی دوروس اور پیلینے کی مدد بھی آ پہنچی۔ بالآخر
جب دشمن اسپارٹا ہو کر نکلا اور امیکلائی پہنچا تو اس مقام پر اسپارٹی افواج نے
اُس کی مزید پیش قدمی کو روک اُسے شکست دی۔ باوجود اس ہزیمت کے حملہ آوروں
نے ہیلوس اور گی تھیوم پر قبضہ کر لیا جس کے بعد اپامینونداس نے ایک نہایت ہی
دوراندیشی کی چال چلی اور باوجودیکہ زینوفون اسے نظر انداز کر دیتا ہے لیکن اسکے
اہم ہونے میں مطلق کوئی شک نہیں ہے، یعنی ان مقامات کی تسخیر کے بعد اُس نے
مسینیہ کو اُس کے اصلی باشندوں کے سپرد کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسپارٹا پر
اس تدبیر سے زیادہ کاری ضرب نہیں لگ سکتی تھی۔ مسینیوں کو اپنے آبائی وطن
کے ساتھ جو دلی تعلق تھا اُسے انھوں نے کبھی فراموش نہیں کیا تھا، اور نوپاکتوس
اور کیفالے نیہ میں بھی انھیں ہر وقت یہی امید لگی رہتی تھی کہ کب موقع ملے اور کب وہ
مسینیہ واپس پہنچ جائیں۔ جیسے ہی انھیں تھیبز کی طاقت کا اندازہ ہوا انھوں نے
اُس کے علم کے نیچے پناہ لے لی، اور ملک کی متعدد بغاوتوں سے اپامینونداس
کے حصول مقاصد میں بہت کچھ آسانی پیدا ہو گئی۔ اپامینونداس کی اس تدبیر سے
مسینیہ کو ازسرِ نو ایک آزاد مملکت کا رتبہ حاصل ہو گیا اور اس کے بعد کبھی اسپارٹا
اُسے زیر نہیں کر سکا۔ اس جدید مملکت کی آزادی کو تقویت پہنچانے کی غرض سے
قلعۂ اِتھومے کے قریب جو پہلی جنگ مسینیہ میں نہایت ممتاز رہا تھا، ایک نیا شہر
مسینے آباد کیا گیا۔ اس شہر کا محیط چالیس استادیا تھا۔ اس کی فصیل کا ایک حصہ

باب ۴ جو نہایت کاریگری سے بنائی گئی تھی اس وقت تک کھڑا ہوا ہے اور شمالی آرکیڈی دروازہ اپنی قسم کا آپ ہی جواب ہے[۹۵]

یہ تمام حالات سن کر ایتھبزیوں نے تھبز کی مزید ترقی کو روک دینے کا تہیہ کر لیا۔ انھیں اس سے پہلے ہی اس امر کا احساس ہو گیا تھا کہ موجودہ حالات و واقعات کے تحت تھبز کی مزید ترقی یقینی اور لازمی ہے۔ اب اسپارٹی سفیروں نے بھی اسی طرز عمل پر زور دیا اور ایک کورنتھی اور ایک تھیوسی نے (جس کا نام پردکلیس تھا) ایتھنز کو صلاح دی کہ وہ تھبزی سپاہ کا راستہ روک دے۔ اس پر الفیکراتیس آرکیڈیا کی طرف بڑھا، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ آرکیڈی آرگوسی اور ایلسی اپنے اپنے گھر واپس چلے گئے ہیں تو وہ پلٹ پڑا اور خاکنائے پر تھبزیوں کے سد راہ ہونے کے بجائے اس نے سیدھا ایتھنز کا رخ کیا۔ زینوفون اُس کی اس حرکت پر اُسے مورد الزام سمجھتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ طرز عمل محض ملکی مصلحتوں کی وجہ سے روا رکھا ہوگا۔ تھبزی کنکریائے ہو کر اپنے وطن مالوف واپس پہنچ گئے، اور گو اپامینونداس پر اسکی توسیع مدت خدمت کا الزام لگایا گیا، لیکن جب اُس نے اپنے ممتاز کارنامے پیش کئے تو اُسے بری الذمہ کر دیا گیا۔

مندرجۂ بالا واقعات سے ہم ۳۶۹ ق م کی ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سنہ میں ایک جدید اسپارٹی سفارت ایتھنز پہنچی تاکہ ان دونوں بلاد کے مابین

---

[۹۵] تھبزی فتح لقونیہ اور مسینیہ میں، زینوفون ۶، ۵، ۲۲ تا ۳۲۔ اسپارٹا کی حفاظت کے لئے اگے سی لاؤس کی عملی تدابیر، پلوٹارک: "اگے سی لاؤس" ۳۱؛ اسی کا ذرا مجمل ذکر دیودورس ۱۵، ۶۵ میں ہے۔

مسینے، پوسانیاس ۴، ۲۶، ۵ تا ۲۷، ۵؛ ۹، ۱۴، ۲؛ دیودورس ۱۵، ۶۶، ۶۷؛ پلوٹارک: "اگے سی لاؤس" ۳۴؛ "پلوپیداس" ۲۴؛ ایسیان ۲، ۶۵ وغیرہ۔

مسینی سکوں کے ایک طرف اتھومے کا زیوس اور دوسری جانب دیمیتر کا سر ہے؛ ہیڈ ۳۶۱؛ گارڈنر "انواع" Gardner : Types، تصویر ۷، ۱۱، ۲۵، ۲۸۔

ایک محالفے پر دستخط کر دئے جائیں۔ پروکلیس ساکن فلیوس نے یہ تحریک کی کہ اسپارٹا بری افواج کی سپہ سالاری کرے اور بحری فوج کی کمان کے فرائض اتھنز کے سپرد کئے جائیں۔ لیکن ایک اتھنزی کیفی سودوتوس نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس طرح اسپارٹا کے زیر اثر تو بہترین اتھنزی ہو جائیں گے لیکن اتھنز کو بدترین اسپارٹیوں پر ہی حکم چلانے پر قناعت کرنی پڑے گی۔ الغرض اسی قسم کی بیکار لفاظی کو کام میں لاکر اس نے یہ قرار داد منظور کرالی کہ ہر دو مملکتوں کے ذمے جملہ بری و بحری سپاہ کی کمان باری باری سے پانچ پانچ سال رہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اول تو اس طرح سے بری میدان یا بحری رزمگاہ دونوں میں مطلق کامیابی کی امید نہ تھی اور دوسرے خود اتھنزیوں کو اس قسم کا انتظام پسند نہیں تھا۔[۵]

موسم گرما ۳۶۹ ق م میں اپامینونداس پیلوپونیز پر دوبارہ حملہ آور ہوا اور (زینوفون کے بیان کے بموجب) باوجود اسپارٹی پولیمارخ کی موجودگی کے اس نے زنجیرۂ اونیوم کو زبردستی عبور کر لیا۔ لیکن اب وہ فوج جو دیونی سیوس نے اسپارٹا کی مدد کے لئے بھیجی تھی پیلوپونیز میں آپہنچی؛ اس میں کلٹی اور ایبیری سپاہیوں کے علاوہ پچاس سواروں کا ایک دستہ بھی تھا اور یہ سب بیس سہ طبقہ کشتیوں میں سسلی سے آئے تھے۔ تھبزیوں نے کورنتھ اور سکیون کے درمیانی میدان پر قبضہ کر لیا تھا، لیکن صقالوی فوجوں نے انھیں اس درجہ نقصان پہنچایا کہ چار و ناچار انھیں گھر کی راہ

(۵) اتھنز میں گفت و شنود وغیرہ، زینوفون ۶، ۵، ۳۳۔ پتھو سامیاس ۹، ۱۴، ۴ کے لئے مقابلہ کرو فون شترن ۱۸۰۔

تھبزی سپہ سالاروں کا محاسبہ، پتھو ساینداس ۹، ۱۴، ۳۔ پلوٹارک "پیلوپی داس" میں جو بیان دیا ہوا ہے وہ مشکوک ہے۔ Ael ۸، ۷۲، ۱۳ V. H. Nep. Ep. ۔

اتھنز اور اسپارٹا کے مابین شرائط محالفہ زینوفون ۷، ۱، ۱۴۔

کورنتھ میں تھبزیوں کی شکست، زینوفون ۷، ۱، ۱۹، لیکن دیودورس ۱۵، ۶۹ میں جو تفصیل دی ہوئی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔

سکیون اور تھبز میں اتحاد، دیودورس ۱۵، ۶۹۔ اور فون شترن ۸۵

باب ۹

لینی پڑی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان پچاس سواروں نے جو سسلی سے آئے تھے اپنے فوجی کرتبوں اور جنگی تدبیروں کا سکہ بٹھا دیا تھا اور انکے آتے ہی لوگوں کے دلوں میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی۔

جب بظاہر تھبز کی قسمت اُس کا ساتھ چھوڑتی ہوئی نظر آئی تو اسپارٹا کے دشمنوں میں جو باہمی اتحاد ہو گیا تھا وہ رفتہ رفتہ غائب ہونے لگا۔ آرکیڈی یہ خیال کرنے لگے کہ اگر وہ صرف اپنے پاؤں پر ہی کھڑے ہوئے تو بھی وہ تھبزیوں کی طرح مظفر و منصور رہوں گے۔ لیکو مدیس ساکن مین تی نیہ نے اُن سے کہا کہ فی الحقیقت وہی جزیرہ نمائے پیلوپونیز کی سب سے طاقتور قوم کے افراد ہیں اور اُن کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنی قوت بازو سے دوسروں کا بول بالا کریں، یعنی کبھی اسپارٹا کو اور کبھی تھبز کو نفع پہنچا کر اپنا ہی نقصان کریں۔ زینوفون کہتا ہے کہ جب آرکیڈی لڑتے تھے تو انھیں نہ تو طوفان باد و باراں کی پرواہ ہوتی تھی، نہ وہ پہاڑوں کا ہی خیال کرتے تھے اور نہ لمبے لمبے کوچوں سے جھجکتے تھے۔ ہم خود بھی اس سے واقف ہیں کہ وہ دوسرے یونانیوں سے کہیں زیادہ تنومند تھے۔ چنانچہ دوسری مملکتیں انھیں اجرت پر اپنی فوجوں میں بھرتی کرتی تھیں۔ الغرض اپنی قوت کے زعم میں آکر آرکیڈیوں نے تھبز کی خواہشات کو پس پشت ڈالنا شروع کر دیا، اور دوسری طرف ضلع تری فالیہ کے حوالے کرنے سے انکار کر کے ایلسیوں کو بھی برافروختہ کر دیا۔[۵]

زینوفون طنز آمیز انداز سے لکھتا ہے کہ جب حلیف مملکتوں میں سے ہر ایک خود اپنی ہی قوت پر تکیہ کرتا تھا تو ایرانی صوبہ دار اریوبارزان کی طرف سے (۳۶۸ ق م میں) فلس کوسس خود سرابی دوس یونان میں امن و امان قائم کرنے کی غرض سے آموجود ہوا۔ اس سے قبل اسپارٹا اور ایتھنز کے مابین جو کانفرنسیں ہوئی تھیں وہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہوئی تھیں، چنانچہ اس دفعہ یہ قرار پایا کہ اگر ڈیلفی جیسے مقدس مقام میں یہ جلسہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ

---

۵ لی کو مدیس، آرکیڈیوں کی مشہور و معروف خصوصیات: زینوفون ۷، ۱، ۲۳ تا ۲۷۔

باب ۹

بار آور ہو۔ لیکن یہ ایک بالکل انوکھی بات تھی کہ مختلف جنگ آزما یونانیوں میں باہمی مصالحت کرانے کے لئے ایک ایرانی آئے اور یونانیوں کے لئے اس سے زیادہ کوئی امر باعث انگشت نمائی نہیں ہوسکتا تھا کہ دلیفی میں کانگریس ہو اور اس پر صدارت ایک ایسا ایشیائی خود سر کرے جس کی جیبیں ایرانی سونے سے بھری ہوئی ہوں۔ الغرض کانگریس ہوئی اور یہ بھی اپنے پیش رو کانگریسوں کی طرح بالکل بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ جلسے کے دوران میں فلس کوس نے یہ مطالبہ کیا کہ مسینیہ اسپارٹا کو واپس ملنا چاہیئے، جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت بھی ایران اسپارٹا ہی کا طرفدار تھا۔ الغرض جنگ برابر جاری رہی۔ دیونی سیوس والیٔ سرقوسہ نے از سر نو کمک روانہ کی اور پہلے سے بھی زیادہ زور اور استقلال سے اسپارٹا کی طرفداری میں مداخلت کی۔ لیکن سرقوسی فوجوں سے کام لینے کے مسئلے پر حلیفوں میں باہمی اختلاف رائے نمودار ہوا، اس لئے کہ ایتھنزیوں نے تو یہ خواہش ظاہر کی کہ انھیں اُن تھبزیوں کے خلاف روانہ کیا جائے جو اس وقت تک تھسلی میں برسرپیکار تھے، لیکن اسپارٹی اُن سے پیلوپونیز میں کام لینا چاہتے تھے۔ بہرحال اسپارٹا کے کہنے پر ہی عمل ہوا اور سرقوسیوں کی مدد سے آرخی داموس نے کاریائے تسخیر کرکے آرکیڈیا کے ضلع پارھازیا پر حملہ کردیا، جس نے میگالوپلس کے قیام کے بعد ایک جدید حیثیت اختیار کرلی تھی۔ یہاں میدیا کے قریب اسے آرکیڈی اور آرگوسی نظر آئے۔ اُن سے ملنے پر دیونی سیوس کی فرستادہ فوج کے سپہ سالار کسادا س نے یہ اعلان کرکے کہ اُس کی مدت خدمت ختم ہوگئی ہے، اپنے دستے کو میدان سے ہٹ جانے کا حکم دے دیا۔ لیکن جس وقت وہ واپس ہورہا تھا اُس وقت اس پر مسینی ٹوٹ پڑے اور باقی ماندہ فوج نے آرخی داموس پر حملہ کردیا، جس پر اسپارٹیوں اور صقالویوں نے از سر نو اتحاد کرکے اپنے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ لڑائی میں لاسے دیمونیوں کا مطلق کچھ نقصان نہیں ہوا، لیکن دشمن کی طرف کے بہت سے سپاہی ہلاک ہوئے۔ جب اگے سی لائوس، گیرونتیس اور ایفوروں کو اس درخشاں کامیابی کی خبر ملی تو خوشی کے مارے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور لوگوں نے (خطایانہ تضاد کے طریق کا استعمال کرکے) اس کا نام

باب ۹ "فتح بے اشک" رکھ دیا۔ زینوفون کہتا ہے کہ آرکیڈیوں کی شکست سے تھیبزی اور ایلیسی اتنے ہی خوش ہوئے جتنے خود اسپارٹی۔ بہر حال اس کے بعد اسپارٹا کے حلیف ایتھنز اور سرقوسہ کے مابین دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے جسکے باعث ایک طرف تو ایتھنز میں دیونی سیوس کے اعزاز میں متعدد اعلانات شائع ہوئے دوسری جانب ایتھنز اور سرقوسہ کے درمیان باضابطہ محالفہ ہو گیا۔ یہ احکام ہنوز موجود ہیں اور ان سے یہ پتا لگتا ہے کہ سرقوسہ اور ایران دونوں اسوقت اسپارٹا کی طرفداری کر رہے تھے۔ لیکن اس طرز عمل میں بہت جلد ایک نمایاں فرق پیدا ہو گیا، یعنی آئندہ سال ایران تو اسپارٹا کا ساتھ چھوڑ کر تھیبز سے جا ملا اور دیونی سیوس کی موت کے بعد سرقوسہ کا طرز عمل اس قدر کمزور ہو گیا کہ اسے خود اپنی حفاظت کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔ش۹

ہم اس سے پیشتر یہ کہہ چکے ہیں کہ تھسلی بھی تھیبز کے اقتدار سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ چونکہ ان واقعات کا جو بیان زینوفون میں موجود ہے وہ غیر مکمل ہے اس لئے ہمیں دوسرے اسناد پر بھروسا کرنا پڑیگا۔

---

ش۔ فلیس کوس؛ زینوفون ۷، ۱، ۲۷؛ دیودوروس ۱۵، ۷۰۔ کے مطابق شہنشاہ ایران نے اُسے اجیر سپاہیوں کی بھرتی کے لئے بھیجا تھا۔ اگر یونانی اس کے سامنے اپنے اتحاد کا اعلان کر دیتے اور اپنے ملک کے مالی وسائل بھی قیمتاً اُسکے حوالے کر دیتے تو یہ یقیناً شہنشاہ کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔ اریوبارزان اور فلیس کوس دونوں کو ایتھنزی شہری بنایا گیا Dem. Aristocr. ۱۴۱۔ خود فلیس کوس کا قتل لمپساکوس میں؛ ایضاً ۱۴۲۔

"جنگ بے اشک" میدیا یا مدیہ کے مقام پر واقع ہوئی؛ زینوفون ۷، ۱، ۲۸؛ پلوٹارک: اگے سی لاؤس ۳۳؛ دیودوروس ۱۵، ۷۲، جہاں "میریوئے" (بے شمار یا دس ہزار) آرکیڈی مارے گئے۔ اس نے جس مؤلف سے یہ واقعات اخذ کئے ہونگے اُن کی بلاشبہہ یہ رائے ہوگی آرکیڈی "قوم" ("میریوئے") میں سے بہت سے کام آئے۔

دیونی سیوس کے اعزاز میں اٹیکائی احکام مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا ۲، ۵۱ = ڈٹن برگر ۷۲؛ مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا ۲، ۵۲ = ڈٹن برگر ۷۳ (محالفہ، اولمپیاد ۱۰۳، ۱)۔

باب ۹ یاسون والیٔ فے رائے نے اس ملک میں اپنا اثر قائم کرکے اپنے آپ کو تمام ملک تھسلی کا تاگوس یا فرماں روا تسلیم کرالیا تھا۔ اُسے ایران پر حملہ کرنے کی ہمیشہ سے آرزو تھی؛ چنانچہ ایک طرف تو اُس نے اپنے مقصد کے حصول کی غرض سے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا، دوسری جانب اپنا اثر بڑھانے کیلئے فیثوی کھیلوں کے موقع پر نام آوری کا منصوبہ گانٹھا۔ الغرض اُس نے اُن اقوام کو جو اُس کے پرچم کے نیچے رہتی تھیں دیلفی میں قربانی کرنے کی غرض سے بیل، بھیڑیں، بکریاں اور سؤر مہیا کرنے کا حکم دیا، اور گو ہر قوم کو ان چوپاؤں کی ایک قلیل ہی تعداد مہیا کرنی پڑی، تاہم اس ترکیب سے اُس کے پاس ایک ہزار سے زیادہ بیل اور دس ہزار سے زیادہ دوسرے مویشی جمع ہو گئے۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک بڑی فوج ساتھ لے کر دیلفی میں داخل ہو، لیکن اُس کی حوصلہ مندی اور شدت آرزو کے باعث اُس کے دشمن بھڑک اُٹھے اور جب وہ اپنے سواروں کا معائنہ کر رہا تھا تو سات نوجوانوں نے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُسے جان سے مار ڈالا۔ اُس کا کام تمام کرکے اُس کے قاتل فرار ہو گئے جن میں سے چند نے یونانی بلدیات کو اپنا مامن و مسکن قرار دیا جہاں اُنکی بہت کچھ آؤ بھگت کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمان یونان پر نجم تھسلی کی روشنی بس کچھ یوں ہی سی نظر آنے پائی تھی کہ دفعتہً ہمیشہ کے واسطے نظر سے اوجھل ہو گئی۔ ممکن ہے کہ یاسون کی سیادت میں اُس کا ملک تاریخ عالم کے ڈھالنے میں وہی حصہ لیتا جو کچھ عرصے کے بعد مقدونیہ نے لیا، لیکن اُس کے بھائی پولی دوروس اور پولیفرون جو اسکے بعد مسند خودسری پر بیٹھے، نہایت معمولی طرز کے حکمراں تھے۔ پولیفرون نے اپنے بھائی پولیدروس کو قتل کرکے تنہا ایک سال تک حکومت کی، لیکن اُسے موخرالذکر کے بیٹے سکندر نے تہ تیغ کر دیا اور خود حکمراں بن بیٹھا۔ زینوفون کہتا ہے کہ یہ خودسر نہ صرف تھبزیوں اور ایتھنزیوں کے حق میں باعث آزار تھا، بلکہ اپنے ہم قوموں پر بھی متشدد و ظالم تھا۔ اس نے گیارہ سال حکومت کی اور ۳۵۸ق م میں خود اپنے بیٹے کی سازش سے مارا گیا۔[۵۸]

۵۸ یاسون والیٔ فے رائے کی موت؛ دینوفون ۶، ۴، ۲۸ تا ۳۲۔ سکندر والیٔ فے رائے

سکندر والئی فرائے کے مخالفوں نے پہلے تو سکندر ولد ایمن تاس والئی مقدونیہ سے مدد کے لئے درخواست کی، لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنا ذاتی اقتدار تھسلی میں وسیع کرلے تو وہ تھبز کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُن کی استدعا کو منظور کرکے تھبز نے پیلوپیداس کو ایک فوج لے کر تھسلی روانہ کیا جس پر مقدونی، جنھوں نے لاریسا اور کرانون پر قبضہ کرلیا تھا، ان شہروں کو چھوڑ کر واپس چل دئے۔ اس واقعے کے بعد سکندر نے اپنے دائرۂ عمل کو صرف فرائے تک ہی محدود کرلیا اور آئندہ سے وہ تھسلی کا "تاگوس" نہیں رہا، جس کی وجہ سے تھسالوی جماعتوں کا نظام ازسرنو مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت تک پیلوپیداس نے جو کچھ کیا تھا اُس کا نتیجہ اچھا نکلا تھا، لیکن اب (۳۶۹ق م میں) اُسنے معاملات مقدونیہ میں مداخلت کرنی شروع کردی۔ اس ملک میں دو مدعی تخت تھے، ایک تو بطلیموس الوری تھا، دوسرا سکندر، اور پیلوپیداس نے سکندر کے حق میں رائے دی۔ پیلوپیداس کے اس فعل سے تھبز شمالی سیاسیات میں بھی اتنا ہی ملوث ہوگیا جتنا وہ جنوبی معاملات میں تھا۔ اس قسم کی مداخلت اس عہد کے مخصوص امتیازات میں شمار کی جاسکتی ہے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اوّل کے قابل ترین سرفروش یونانی یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ محض اپنے وطن مالوف میں اُن کا دائرۂ عمل نہایت تنگ ہے اس لئے اُس کے حدود سے باہر اپنی قابلیت کا سکّہ جمانا چاہئے۔ ممکن تھا کہ وہ ایشیا کا رُخ کرتے، لیکن انھوں نے ایران کے خلاف اتحاد کرنے کے بجائے باہمی مناقشات اور تنازعات کو ہی ترجیح دی۔ بلاشبہہ شمالی اضلاع میں پیلوپیداس کو اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا بہت کچھ موقع مل گیا، لیکن اس سے تھبز کو نقصان ہی نقصان پہنچا۔ ۳۶۸ق م میں تھسالویوں نے پھر سکندر والئی فرائے کی شکایت کی،

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ زینوفون ۶، ۴، ۳۶، ۳۷۔

یا ستون کا کوئی [illegible] نہیں ہے لیکن سکندر کے بعض سکّے جن پر اسکا نام کندہ ہے ہنوز موجود ہیں۔ ہیڈ ۲۶۱۔

باب ۹ جس پر پیلوپیداس نے شمال کا رخ کیا، لیکن اس خیال سے کہ محض اُس کی ذاتی وجاہت ہی سے سب جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائیگا، وہ اپنے ساتھ فوج نہیں لے گیا۔ جب اُسے یہ خبر ملی کہ سکندر شاہ مقدونیہ کو، جو تھبز کا دوست تھا، اُس کے مدمقابل بطلیموس نے قتل کر دیا ہے، تو وہ تھسلی میں قیام کرنے کے بجائے سیدھا مقدونیہ چلا گیا۔ اُدھر بطلیموس کا ایک حریف پئوسانیاس پیدا ہو گیا تھا جسکے خلاف اُس نے ایفیکراٹیس سے جو اُن دنوں مقدونیہ کے قریب ہی چند ایتھنز کی جہازوں کو لے کر چکر لگا رہا تھا، مدد کی درخواست کی اور اُس کی یہ درخواست فوراً منظور ہو گئی۔ اب پیلوپیداس پر یہ لازم ہو گیا کہ مقدونیہ میں ایتھنز کا اقتدار بڑھنے نہ دے، چنانچہ اجیر سپاہیوں کی ایک فوج لے کر اُس نے اس ملک پر حملہ کر دیا۔ لیکن بطلیموس نے بہلا پھسلا کر ان سپاہیوں کو پیلوپیداس کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا، اور جب پیلوپیداس بے دست و پا رہ گیا تو اُسے مجبوراً اپنے دشمن کا ساتھ دینا پڑا اور تھبز کے حریف بطلیموس سے تھبز کی امداد کا وعدہ کرنا پڑا۔ اس کے بعد اُس نے جنوب کا رخ کیا اور تھسلی پہنچ کر اُس نے غداروں کے ان اہل و عیال کو جو یہاں آباد تھے گرفتار کرنے اور انھیں اُنکے عزیزوں کے کردار کی سزا دینے کے لئے ایک جدید اجیر فوج لے کر فارسالوس کی طرف رخ کیا۔ یہاں اُس کی سکندر والیٔ فرائے سے پھر ملاقات ہوئی اور اس زعم میں آکر کہ یہ خود سر محض اُس کے ذاتی اقتدار کے باعث اپنے خیالات بدل دیگا، وہ بے دھڑک نہتا اُس کی جائے قیام میں چلا گیا۔ لیکن اپنا طرزِ عمل بدلنے کے بجائے سکندر نے اُسے گرفتار کر لیا، اور اسطرح تھبز پر دباؤ ڈالنے کا ایک نہایت نفیس آلہ اُس کے ہاتھ آ گیا۔ سکندر نے تھبز کو زیر کرنے کی غرض سے ایتھنز کے سامنے ایک باہمی محالفے کی تحریک پیش کی، جسے ایتھنز نے فوراً منظور کر لیا اور اوتوکلیس کی ماتحتی میں جہاز اور سپاہی دونوں روانہ کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ یہی وہ موقع تھا جب ایتھنز والوں نے سسلی کی افواج کو تھسلی روانہ کرنیکے لئے استدعا کی تھی۔ اُدھر تھبز نے پیلوپیداس کو چھڑانے کی سر توڑ کوشش کی، لیکن اُس کے دو سپہ سالار یعنی کلیومنیس اور

باب ۹

ہی پارٹس جو اس مقصد کے لئے بھیجے گئے اپنی مہم میں ناکام ہوے اور اُن کی فوج بھی محض ایپامینونداس کی وجہ سے، جو اُس میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا، بچ گئی۔ اس کے بعد تھبزیوں نے خود ایپامینونداس کو سپہ سالار بناکر تھسلی روانہ کیا، اور بالآخر ۳۶۷ ق م کے اوائل میں اُس نے سکندر سے پیلوپیداس کو رہا کرالیا۔

یہاں پیلوپیداس کی شمالی مہمات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ ان سے یہ پتا لگتا ہے کہ تھبز والوں میں قابلیت اور ہمت وجرأت کی تو کسی طرح کمی نہ تھی، لیکن اُس کے مادّی وسائل کی نسبت یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کی مداخلت سے پیلوپونیز میں جو نتائج ظہور میں آئے وہ تو دیرپا اور مستقل تھے، لیکن شمالی ممالک کے تعلقات نہ تو اسوقت اور نہ بعد میں دُنیائے یونان کے لئے مفید ثابت ہوے۔[۹]

---

۹- پیلوپیداس نے شمال میں جرأت اور سرفروشی کی جو مثال قائم کی اُس سے ویلین ویبر Wuellenweber کے ساتھی ماکس مایر Max Meier کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

تھسالوی مہم کا بیان پلوٹارک "پیلوپیداس" ۲۶ تا ۲۹، دیودوروس ۲۵، ۱۷ اور پوسانیاس ۹، ۱۵ میں دیا ہوا ہے۔ فون شٹرن کے خیال کے مطابق ان تینوں کتابوں میں جو ذکر ہے وہ کسی بیوتی سند کا اقتباس ہوگا۔

Dem. Arist. ۱۲۰ میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پیلوپیداس نے تھسلی میں بیوتیہ کے نمونے پر ایک "صوبے نون" (مملکت) قائم کی تھی، جس میں چار اضلاع ("تیت رادیس") یعنی پیلاس گیوتس، فتیوتس، تھسالیوتس اور ہستیائیوتس تھے؛ ان میں سے ہر ایک پر ایک پولیمارخ نگرانی کرتا تھا اور تمام ملک کا ایک آرخن سرگروہ تھا۔ کیوہلر: "معلومات" Koehler; Mitth. ۲، ۲۰۱ وغیرہ اور گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: Staatsalt. ۲، ۱۲ میں نوشتے کی وضاحت کی گئی ہے۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ اس انتظام کو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کام میں لایا۔

# باب دہم

## سیادت تھبز کے آخری ایام، پیلوپی داس کا ورود سوس میں، آرکیڈیا و ایلس، جنگ مین تی نیہ

۳۷۱ ق م تا ۳۶۲ ق م

تھبز کا مقصد در اصل وہی تھا جسے زینوفون اپنے عہد کی زبان میں "قیادت یونان" کا لقب دیتا ہے۔ اس زمانے میں یہ لفظ "قیادت" Hegemonia اپنے اصلی معنیٰ سے ہٹ چکا تھا۔ ابتداءً اس لفظ سے فوج کی سپہ سالاری مراد لی جاتی تھی، چنانچہ جب تمام یونان کے لئے استعمال کیا جاتا تھا تو اس سے مراد بربری اقوام کے خلاف یونانیوں کی سپہ سالاری سے ہی ہوتی تھی، اور جب لڑائی ختم ہو جاتی تو "قائد" بھی برخاست کر دیا جاتا تھا۔ اس سے بھی بعید زمانے میں لفظ Prostates (رہبر) اس مملکت کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جسے دُنیائے یونان میں ایک خاص تفوّق ہوتا، اور مدّت دراز سے یہ امتیاز اسپارٹا کو ہی حاصل تھا؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پروستاتیس حکم نہیں دے سکتا تھا بلکہ اس کا منصب محض مشورہ اور کم زوروں کی پشت پناہی تک محدود تھا۔ علاوہ ازیں دوران امن میں عملاً اس امتیاز کے کوئی معنی نہ تھے

باب ۱۵ جب سنہ ۳۷۰ ق م یا اس سے قریب زمانے میں ملک کسی بیرونی مملکت سے برسرِ پیکار نہیں تھا تو صرف ایک ہی صورت میں "قیادت یونان" کے کچھ معنی ہو سکتے تھے یعنی اگر تمام ارض یونان کے لئے ایک واحد سیاسی دستور مرتب کرنے کی تجویز زیر غور ہو۔ اوّل تو اس قسم کا کسی کو خیال بھی نہ تھا، اور اگر بفرض محال کسی کے دل میں یہ خیال ہوتا بھی تاہم یہ بات مشکل سے ہماری سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اس دستور میں تمام یونانی قوم کی قیادت اعلیٰ تھیبز جیسی مملکت کے سپرد کی جا سکتی ہو۔ بلاشبہ مسینیہ میں تھیبز ایک واقعی پروستاتیس کی حکمت عملی پر کاربند ہوا تھا اور اپنے مخصوص طرزِ عمل سے ایک قدیم نقص کی اصلاح کر لی تھی؛ لیکن دیگر اطراف و اکناف میں اُس نے مختلف مملکتوں کے معاملات میں زائد از ضرورت مداخلت کر کے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان کی حفاظت کے بجائے اُنھیں اپنے دائرۂ اقتدار میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ اس کا طرزِ عمل ویسا ہی ہو گیا جیسا جنگ ائی گوس پوتامی کے بعد اسپارٹا کا تھا، اور یونانیوں نے اپنے تجربے کے بعد اس کا تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اُس کے ہرگز روادار نہ ہوں گے۔

تھیبز کا اقتدار اتنا نہیں تھا کہ یونان کے جملہ متنازعہ فیہ امور میں وہ فیصلہ کن رائے دے سکے، چنانچہ اپنی مطلب براری کے واسطے اُس نے یونانیوں کے قدرتی سرپنچ یعنی ایران کی طرف رخ کیا۔[1] اس سے پہلے اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے مدت دراز تک اسی اصول پر عمل کیا تھا۔ جب تھیبزیوں کو معلوم ہوا کہ اقلیس ساکن اسپارٹا پہلے سے ایران میں موجود ہے تو (سنہ ۳۶۷ ق م میں) پیلوپی داس خود سوس گیا، چنانچہ انطاکوس ساکن آرکیڈیا، آرخی داموس ساکن ایلس اور تماغورس و لیون ساکنان ایتھنز نے بھی ادھر ہی کی راہ لی۔ پیلوپی داس نے اُن خدمات پر زور دیا جو زرکسز کے

[1] تھیبز قیادت یونان کے حصول کی کوشش کرتا ہے، زینوفون ۷، ۱، ۳۳ - "ہیگے مونیا" یا "قیادت" کے مسئلے پر اسی جلد کے اختتام پر بحث کی گئی ہے۔

باب ۱۰

عہد سے لے کر اگسے سی لائوس کے عہد تک تھبز نے انجام دی تھیں (دیکھو اس کتاب کا باب اوّل)؛ اور اُس کی تائید تماغورس ساکن ایتھنز نے کی جب شہنشاہ نے تھبزیوں کا عندیہ دریافت کیا تو اُس کا پیلوپی داس نے یہ جواب دیا کہ اُن کی واحد خواہش مسینیہ کی آزادی کا استحکام ہے اور ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ایتھنز اپنے جہازوں کو غیر مسلح کر کے گودیوں میں رکھ دے الغرض شہنشاہ نے اس مطالبے کے مطابق اپنی رائے پیش کر دی، جس پر لیون بول اُٹھا کہ اگر صورت حال ایسی ہے تو قسم ہے زیوس کی ایتھنزیوں کو اپنا دوست کہیں دوسری جگہ تلاش کرنا پڑے گا۔ یہ سُن کر شہنشاہ نے اپنے فیصلے میں یہ اضافہ کر دیا کہ اگر ایتھنزی اس پر مطمئن نہیں ہیں تو وہ اپنے خیال کو ہمارے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد لیون نے تماغورس سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور جب دونوں واپس ایتھنز پہنچے تو اُس نے اپنے ساتھی پر غدّاری کا الزام لگا کر اُسے سزائے موت دلوا دی۔ آرخی داموس تو تھبز ہی کا طرفدار تھا، لیکن آرکیڈی انطاکوس نے شہنشاہ سے کسی قسم کے تحائف لینے سے قطعاً انکار کیا اور اُس نے اپنے افسروں یعنی "مجلس دہ ہزار" کو مطلع کیا کہ گو شہنشاہ کے خدّام میں بہت سے نان پز، باورچی اور پیالہ بردار ہوں، لیکن اُس کے محلات میں انسانیت کا تو نام و نشان تک نظر نہیں آتا؛ اور لوگ جس طلائی درخت کا، جسے لیڈوی پی تھیوس نے دارائے ایران کو تحفۃً دیا تھا، اور جو تخت شاہی پر رکھا ہے، حال سنتے ہیں؛ وہ اس قدر مختصر ہے کہ شاید انسان تو انسان کسی چیونٹی پر بھی سایہ کرنے کے قابل نہیں ہے!۔

الغرض تھبزی سفرا نے اپنے وطن کی راہ لی ۳۶۶ ق م میں تھبز نے اپنے حلیفوں کا ایک جلسہ کیا جس میں ایک ایرانی افسر نے جو اُن کے ساتھ آیا تھا، فرمان شہنشاہی کی مُہر دکھا کر اُسے پڑھ کر سُنایا اور تھبزی قائم مقاموں نے اپنے حلیفوں کے سفرا سے اُس پر حلف لینے کے لئے کہا لیکن ان سفرا نے اس سے بالکل انکار کیا اور جواب دیا کہ ہم صرف سننے کے لئے آئے ہیں اور ہمیں کسی قرارداد کے منظور کرنے کا مطلق کوئی منصب نہیں ہے بلکہ یہ فرض دراصل

باب ۱ لیگ کی ایک جمعیت کا ہے جو جنگ کا مسئلہ پیش آنے پر کسی نہ کسی مقام پر اس کے لئے منعقد کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سفیروں نے اُس قدرتی اصول پر عمل کیا تھا کہ مسئلۂ قیادت پر بحث کرنے کا وقت صرف کسی جنگ کی ابتدا پر ہوتا ہے، اور ایسے ہی موقع پر آئندہ کے طرز عمل کا تعین کرنے کی غرض سے کوئی قرارداد منظور کرنا چاہیئے۔ بہرکیف ایران کے حکم کی تعمیل کرنے سے سب نے انکار کیا۔ اب تھبز نے یہ کوشش کی کہ مختلف ممالک کو وفود روانہ کرکے حلف لوائے، لیکن سب سے پہلے کورنتھیوں نے فوراً یہ اعلان کردیا کہ وہ حلف لے کر شہنشاہ ایران کے ساتھ منسلک ہونا پسند نہیں کرتے۔ الغرض جیسا زینوفون کہتا ہے، تھبزیوں کا یہ منصوبہ کہ وہ بہت سی ریاستوں کو اپنا ساتھی بنالیگا بالکل ناکام ثابت ہوا اور اس طرح تھبز کو صرف خود اپنے ہی کرتوت سے اُس اعلیٰ وارفع مقام سے اُترنا پڑا جس پر وہ جنگ لیوکترا کے بعد پہنچ گیا تھا۔ لیوکترا میں اُس نے یہ دکھا دیا تھا کہ بہادرانہ قوت ہی مملکتوں کی قسمت کا فیصلہ کرتی ہے؛ اب اُس نے یہ کوشش کی کہ ایرانی طلا ونقرہ کی مدد سے اپنی سیادت کو یونانی مملکتوں سے تسلیم کرادے، لیکن اس کوشش میں اُسے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یونان تھبز کو اپنا اخلاقی رہنما بنائے وہ اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

الغرض اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تھبزیوں کو خود اپنے ہی وسائل پر قناعت کرنا پڑی؛ اس میں انھوں نے مطلق پہلو تہی نہیں کی بلکہ ہر ممکنہ کوشش و جستجو میں مصروف ہوگئے۔ اس سے پیشتر ہی اپامنونداس نے اکائیائی اعیان و اکابر کے ساتھ عمدہ سلوک کرکے اکائیائیوں کو تھبزی عہدیت میں شامل ہونے پر راضی کرلیا تھا؛[۵۲] لیکن اب بہت سے لوگ، خصوصاً آرکیڈی یہ کہنے لگے تھے کہ اس طرز عمل سے محض اشرافیت ہی کو فائدہ پہنچا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھبز نے اکائیہ کو اپنے ہارموست روانہ کئے اور اُنھیں وہاں عمومی حکومت کے قیام کا

۵۲ پیلوپونیز میں اپامنونداس کی تیسری مہم؛ زینوفون ۷، ۱، ۴۱ تا ۴۳۔

بانب

حکم دیا جس کے باعث ہر جگہ بےچینی کے آثار نمودار ہو گئے، اور جلاوطن اعیانیوں نے واپس آ کر اسپارٹا کی طرف سے ملک پر از سرِ نو قبضہ کر لیا۔ اسی طرح سکیون میں بھی بہت کچھ خلفشار مچا ہوا تھا؛ یہاں ایک شخص مسمّی یوفرون[۵۳] نے خود سرانہ حکومت قائم کر لی تھی، لیکن اسے شہر بدر کر کے مروا ڈالا گیا۔ فلیوس برابر اسپارٹا ہی کی دوستی کا دم بھرتا رہا[۵۴]۔ شمال اور مشرق میں ابتداءً ایتھنز کو کافی کامیابی حاصل ہوئی، مثلاً ۳۶۵ق م میں تموتیوس نے ایرانی سپہ سالار تیگرانیس سے جزیرۂ ساموس چھین لیا اور اس میں ایتھنزی شہریوں کی کلیروخیا (نوآبادیاں) قائم کر دیں۔ اسی طرح تموتیوس نے سستوس، میتھونے، پیدنا، پوتیدیا اور تورونے پر بھی ایتھنز کی طرف سے قبضہ کر لیا؛ لیکن اس سے امفی پولس کی تسخیر نہ ہو سکی، اور یہی وہ مقام تھا جس پر قبضہ کرنے کی اسے سب سے زیادہ آرزو تھی۔ ۳۶۶ق م میں ضلع اوروپوس پر، جو ہمیشہ ایتھنز اور تھبز کے مابین متنازعہ فیہ رہتا تھا، آخر کار تھبز ہی کا قبضہ ہو گیا۔ اُدھر پیلوپونیز میں ایتھنز نے آرکیڈی نمائندوں یعنی "دہ ہزار" سے محالفہ کر کے گویا تھبز پر ایک کاری ضرب لگا دی[۵۵]، جس کے باعث کورنتھ جسے ایتھنز کی روز افزوں قوت سے بہت کچھ فکر دامنگیر ہو گئی تھی، اُس کے محالفے سے دست بردار ہو گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد ہی کورنتھی محسوس کرنے لگے کہ وہ دیار یونان میں بالکل بے یار و مددگار ہیں، چنانچہ انھوں نے اسپارٹا کی اجازت سے تھبز سے صلح کر لی۔ خود تھبزی سیدھے سادے صلح نامے کے بجائے محالفے کو ہی زیادہ پسند کرتے تھے،

---

[۵۳] یوفرون: زینوفون ۷، ۱، ۴۴ تا ۴۶؛ ۳، ۱، ۱۲؛ ۷، ۲ میں زینوفون فلیوس کا مفصل حال بیان کرتا ہے۔ دیودوروس نے ۱۵، ۷۰ میں جو سنوں کا تسلسل دیا ہے وہ غلط ہے۔

[۵۴] تھبزی اوروپوس پر قبضہ کر لیتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۴، ۱؛ دیودوروس ۱۵، ۷۶۔ مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۰۹۔ تموتیوس کے مہمات؛ شیفر "دیموس تھنیس" Schaefer : Demosth. ۱، ۱۰۰ وغیرہ۔

[۵۵] ایتھنزیوں اور آرکیڈیوں کا باہمی محالفہ، زینوفون ۷، ۴، ۲۔

باب ۵ لیکن کورنتھی اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ اُدھر فلیوس نے بھی کورنتھ ہی کی حکمت عملی کا اتباع کیا۔ حقیقت میں اسپارٹا کے زوال کی یہ ایک بہت بڑی نشانی تھی کہ کورنتھ اور فلیوس جیسی ریاستیں ایک طرف تو اس کی دوستی کا دم بھرتی تھیں اور دوسری جانب اُس کے ساتھ مخالفہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھیں اس لئے کہ وہ اسے محسوس کرتی تھیں کہ اسپارٹا ان کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا۔[۵]

پیلوپونیز کی صورت حال ویسے بھی کافی پیچیدہ تھی لیکن جب آرکیڈیا اور ایلس میں باہمی ناچاقی ہوگئی تو اس کی پیچیدگی المضاعف ہوگئی۔ ایلسیوں نے ضلع تری فالیہ کے شہر لاسیوم پر جو آرکیڈیوں نے ان سے چھین لیا تھا، قبضہ کرلیا، لیکن آرکیڈیوں نے اسے دوبارہ تسخیر کیا، اور ساتھ ہی ساتھ وہ اس مقام پر بھی قابض ہوگئے جہاں تہوار منایا جاتا تھا۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے ایلسی عمومیت پسندوں کو لالیا، اور دوسری طرف اسپارٹی اور بعض اکائیائی ایلسیوں کی طرفداری کرنے لگے۔ جب ۳۶۴ ق م کے اولمپیائی میلے کا زمانہ آیا تو آرکیڈیوں نے پیزائیوں سے مل کر جو زمانۂ قدیم میں اس پر صدارت کیا کرتے تھے، یہ تہوار منایا۔ لیکن مقابلے ختم ہونے سے پہلے ہی ایلس نے اکائیہ سے مدد مانگ کر اپنی فوج کو مرتب کیا اور دشمن پر حملہ کردیا۔ اُدھر آرکیڈیوں نے دو ہزار آرگوسیوں اور چار سو ایتھنزی سواروں کو لیکر اپنا لشکر دریائے کلادیوس کے کنارے ایستادہ کیا۔ آخرکار لڑائی میں ایلسی ہی بڑھے ہوئے رہے۔ چنانچہ انھوں نے زیوس کی قربان گاہ عظمیٰ تک دشمن کا تعاقب کیا، لیکن وہ اس مقام پر پہنچے تو دشمن نے بارہ دریوں، دروازوں، ایوان مجلس اور بت کدۂ زیوس سے نکل نکل کر ان پر حملہ کرکے انھیں واپس ہونے پر مجبور کردیا جس کے باعث انھوں نے آخرکار حرم مقدس پر حملہ کرنے کا خیال بالکل ہی چھوڑ دیا۔

---

۵ معاملات کورنتھ، زینوفون ۷، ۴، ۴ وغیرہ۔ کورنتھ، فلیوس اور آرگوس کے ساتھ ایتھنزی صلح کرلیتے ہیں، زینوفون ۷، ۴، ۱۰ میں کورنتھیوں کے طرز عمل کو حق بجانب تسلیم کرلیتا ہے۔

باب ۲ اب چونکہ آرکیڈیوں کو اپنے ایپاری تو ئے یا جیش مستقل کی تنخواہ دینی تھی اس لئے اُنھوں نے اس بُت خانے کے خزانے پر قبضہ کرلیا؛ لیکن ایک طرف تو مین تی نی اسے مقامات مقدسہ کی حرمت کے خلاف سمجھتے تھے، دوسری جانب خوردہ ہزاریں سے بھی بہت سے ایسے تھے جو اس حرکت کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس جیش میں صرف وہی سپاہی رہ گئے جو اپنے اسلحہ اور سامان خورونوش کا خاطر خواہ انتظام کرسکتے ہوں؛ جس کے باعث اس میں ایک اعیانی بلکہ یوں کہو کہ لقونوی کیفیت نمایاں ہوگئی۔ جنھوں نے بُت خانے پر دست درازی کی تھی اُنھوں نے تو اپنی مدد کے لئے تھبزیوں کو طلب کیا، لیکن اکثر آرکیڈیوں نے جھگڑے سے دست بردار ہو کر ایلس کے ساتھ صلح کرلی۔ جب آخرکار تھبزی کمک آئی تو اُس نے آرکیڈیا والوں سے نہایت ہی بُرا برتاؤ شروع کیا؛ مثلاً جب تگیا کے آرکیڈی اپنے اور ایلس کے مابین صلح نامے کی یادگار منا رہے تھے تو اُس وقت تھبزی فوج کے سپہ سالاروں نے اس میلے میں حصہ لینے والے اعیانیوں کو گرفتار کرکے داخل زنداں کردیا[۵۶] لیکن تھبز کے سب سے بڑے حریف مین تی نی تھے، اور جن کی تعداد ان محبوسوں میں بہت کم تھی؛ اس لئے ممکن ہے کہ مین تی نیہ اپنے ان مٹھی بھر شہریوں کی گرفتاری سے مطلق متاثر نہ ہوتا اور یہ خیال نہ کرتا کہ تھبز کے سامنے اُس نے گویا سرِ تسلیم خم کردیا ہے؛ لیکن اُنھوں نے صورت حال کچھ کر

---

[۵۶] آرکیڈیا کے اندرونی خلفشار کے لئے دیکھو فون شٹرن ۲۲۶۔ ایتھنزیوں نے اپنے سواروں کا ایک حصہ آرکیڈیوں کی مدد اور اسپارٹا کی مخالفت کے لئے روانہ کیا تھا؛ لیکن اس رسالے کے لقونیہ میں قدم رکھنے تک ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین لڑائی نہیں چھڑی۔ اسی قسم کی دوسری مثالوں کیلئے دیکھو جلد ۲ باب ۲۱ و ۲۲۔

سیلاسیہ کو تسخیر کرنے کیلئے سرقوسی اپنی فوج اسپارٹا کی مدد کیلئے روانہ کرتے ہیں: زینوفون ۷، ۴، ۱۲۔

ایلسیوں اور آرکیڈیوں کے مابین آویزش؛ اولوروس پر قبضہ کرنے کیلئے ۳۶۵ ق م میں جھگڑا؛

ایلس اور اسپارٹا کے مابین محالفہ؛ کرومنوس پر نزاع؛ اولمپیا میں لڑائی (۳۶۴ ق م)؛ زینوفون ۷، ۴، ۱۲ تا ۳۲۔ مین تی نیہ اور خوردہ ہزار کے درمیان تنازعہ۔ زینوفون ۷، ۴، ۳۳۔

واقعات تگیا؛ زینوفون ۷، ۴، ۳۶ تا ۴۰۔

باب ۱ بہتر یہی سمجھا کہ یہ مسئلہ "دہ ہزار" کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس پر تھیبزی کمان دار نے بظاہر مرعوب ہو کر قیدیوں کو رہا کر دیا اور اپنی برأت میں یہ عذر پیش کیا کہ اُسے یہ اطلاع ملی تھی کہ ان لوگوں نے تھیبز کے خلاف اسپارٹا سے سازش کر لی ہے۔ بہر حال آرکیڈیوں نے اس کے خلاف خود تھیبز میں استغاثہ دائر کیا؛ لیکن کہا جاتا ہے کہ اپامینونداس نے کماندار ہی کی طرفداری کی اور کہا کہ وہ لوگ اعیانیوں کے گرفتار کرنے میں حق بجانب تھے اور اگر وہ تھیبز کی اجازت کے بغیر صلح کر لیتا تو یہ صریح غداری ہوتی۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو بلا شبہہ اس کا یہ اعلان یونانی تخیلات کے بالکل منافی تھا اس لئے کہ آرکیڈیوں کو ایلس کے ساتھ صلح کرنے کا بالکلیہ اختیار تھا۔ بہر حال ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر نہ صرف مین تی نی بلکہ آرکیڈیا کے دوسرے بلدیات کے شہری بھی اس نتیجے پر پہنچے کہ تھیبز فی الحقیقت اپنی سیادت کے استحکام کے لئے کوشاں ہے، چنانچہ انھوں نے اسپارٹا اور ایتھنز کے سامنے اس کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ آرکیڈیا کا خلفشار بحد انتہا پہنچ گیا تھا اور کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اقتدار واقعی کس شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے یعنی "دہ ہزار" کے ساتھ یا علیحدہ علیحدہ بلدیات کے ساتھ، اور ان دونوں میں سے کوئی بھی اپنے حقیقی مقاصد سے واقف نہیں تھا۔[۵]

امور مندرجۂ بالا کے باعث تھیبز کو معاملات یونان میں اب (یعنی سنہ ۳۶۲ ق م میں) پہلے سے بھی زیادہ تن دہی کے ساتھ مداخلت کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ موجودہ صورت حال کچھ اس قسم کی تھی کہ اُسے ایک طرف تو

---

۵ آرکیڈی ایتھنز سے درخواست کرتے ہیں؛ زینوفون ۷، ۵، ۱؛ دیودورس ۱۵، ۸۲۔
آرخون مولون کے عہد (سنہ ۳۶۲ تا ۳۶۱ ق م) میں یعنی جنگ مین تی نیہ سے پہلے ایتھنز اور مین تی نیہ کے بین جو معاہدہ ہوا تھا اُس کے اجزا کی تفسیر سب سے پہلے کیوہلر نے شائع کی۔ اس کے بعد یہ اجزا "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۵۷ (ب) = ڈٹن برگر Ditt. ۳ میں طبع ہوئے۔ دیکھو فون شٹرن ۲۳۸۔

باب ۱ اپنے دشمنوں کو زیر کرنا تھا اور دوسری جانب اس خوف سے کہ مبادا کہیں بغاوت نہ پھیل جائے، اپنے حلیفوں کو بھی کسی نہ کسی طرح مرعوب کرنا تھا۔ پچھلے چند سالوں میں اُس نے اپنا حلقۂ اثر وسیع کرنے کی سر توڑ کوشش کی تھی، اور اس میں اُسے کچھ کامیابی ہوئی تھی۔ مثلاً خاص بیوتیہ میں اُس نے اورخومینوس کی قوت توڑ کر اپنے مخالف فریق کا خاتمہ کر دیا، اور اس کے بعض باشندوں کو تو تہ تیغ کر دیا اور بعض کو بطور غلاموں کے فروخت کر دیا۔ تھسلی میں بھی تھبز کو کامیابی حاصل ہوئی لیکن یہاں کی ایک مہم میں پیلوپی داس سکندر فیرائے سے لڑتے ہوئے مارا گیا۔[۵۸] انھوں نے ایتھنزیوں کے بحری تفوق کو برباد کرنے کی نہایت ہی جانبازانہ کوشش کی، یعنی وہ ایک بیڑا تیار کر کے اُن تعلقات کو کام میں لائے جو تیس سال پیشتر قائم ہوئے تھے، اور ایتھنز کے حلیفوں یعنی رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ کو اُس کے خلاف بھڑکایا۔[۵۹] الغرض عین اُس وقت جب اُن کے

۵۸ اورخومینوس کی تاراجی؛ دیودوروس ۱۵، ۷۹؛ پئوسانیاس (۹، ۱۵، ۳) نے اس کیلئے جس سال کا تعین کیا ہے وہ اوہ قبل از وقت معلوم ہوتا ہے؛ مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۲۴۔ ا۔ میولر O. Mueller (فون شٹرن ۲۲۳) کے خیال کے بموجب اورخومینوس کے سواروں پر شکست کا الزام عائد نہیں ہو سکتا بلکہ در اصل اُنھیں دھوکا دیا گیا۔ فون شٹرن کہتا ہے (۲۱۹) کہ ۳۶۶ ق م میں تھبز کی تھسالوی مہم کا مقصد یہ تھا کہ اُسے بحری تفوق حاصل کرنے میں آسانی ہو۔

اپامنونداس کا تفوق، ایس خیلوس Aesch : P. Parap ۳۲ میں؛ لیکن یہ کیفیت صحیح بھی ہے؟

۵۹ بحری سیادت کے لئے تھبزیوں نے جو کوشش کی اُس کے لئے دیکھو فون شٹرن ۳۱۶ وغیرہ نیز دیکھو اس جلد کا اختتام۔

پئوسانیاس ۹، ۲۳، ۸ کے مطابق ایک بندرگاہ لاریمنا کا مخالفہ تھبز سے ہو گیا۔

تھبزیوں کی جانبازیاں؛ دیودوروس ۱۵، ۷۸ و ۷۹؛ سوجہاز؛ رھوڈز، خیوس اور بیزنطہ ایتھنز کی مخالفت سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ کیوس میں بیجینی کے آثار؛ دیکھو نوشتہ مندرجہ کیوہلر "معلومات" Koehler : Mitth. ۲، ۱۴۲ = ڈٹن برگر ۷۹۔ خود اپامنونداس تھریس میں

باب ۵ دلوں میں طرح طرح کے منصوبوں اور ولولوں کے بادل اُمنڈ رہے تھے تو اُنھیں دفعتہً یہ معلوم ہوا کہ پیلوپونیزی اُن کے حلقۂ اثر سے نکل جانا چاہتے ہیں، اور اب وہ اس زہر کے مارنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں سوچنے لگے۔

اپامنونداس چند بیوتیوں، یوبیائیوں اور تھسالویوں کو ساتھ لیکر پیلوپونیز آیا۔ رہے فوکسی تو یہ اُس کے ساتھ اس لئے نہیں ہوئے کہ اُن کے نزدیک یہ ایک جارحانہ جنگ تھی جس میں وہ بیوتیوں کے ساتھ تعاون کرنے پر مجبور نہیں تھے۔ جب اپامنونداس پیلوپونیز پہنچا تو آرگوسی، مسینی اور جنوبی آرکیڈی بھی جو اسپارٹا کے ہمسایہ ہونے کی وجہ سے اُس کے دشمن تھے، اُن کے ساتھ ہوگئے۔ راستے میں اُس نے بمقام نمیہ قیام کیا تاکہ وہ اُس ایتھنزی فوج کو روک سکے جو اسپارٹا کی مدد کے لئے ایتھنز سے آرہی تھی؛ لیکن جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے اُسے سمندر کے راستے سے روانہ کیا ہے تو وہ اپنے حلیف بلدیۂ تگیا کی طرف بڑھا۔ زینوفون کہتا ہے کہ اُس کی یہ پیشقدمی جنگی تدبیر کے لحاظ سے نہایت قابل تعریف تھی اس لئے کہ یہاں پہنچ کر بیوتی فوج دشمن کی نظروں سے اوجھل ہوگئی؛ علاوہ ازیں یہ مقام اس لئے بھی نہایت موزوں تھا کہ یہاں بیوتی اسپارٹا اور منتی نیہ کے وسط میں حائل ہوگئے تھے۔ اپامنونداس کا پہلا خیال یہ تھا کہ اس مقام سے اسپارٹا پر ایک کاری زخم لگائے؛ اگیسی لاؤس اسپارٹی فوج کو لے کر شمال و مغرب کی طرف چلا گیا تھا جس کی وجہ سے خاص شہر اسپارٹا میں بہت کم سپاہی رہ گئے تھے اور تگیا اور اسپارٹا کی درمیانی سڑک بالکل کھلی ہوئی تھی۔ غرضکہ اپامنونداس اسپارٹا کی طرف یک بیک مڑ گیا، اور اگر اگیسی لاؤس کو اُس کے ارادے کی خبر نہ ہوگئی ہوتی تو یقین ہے کہ تھبزی شہر پر قابض ہوجاتے۔

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ موجود تھا، جہاں اس سے پہلے تھودیوس کا رلٹ نمایاں انجام دیکھ چکا تھا۔ مقابلہ کرو ہوک Hook: "تھریس میں ایتھنزیوں کے کارنامے" وغیرہ De rebus ab Atheniens. in Thracia, etc. ۱۸۵۶ء صفحہ ۴۲ وغیرہ۔

نیز مقابلہ کرو کزینیرس ۳ (۴)، ۶۱۔

باب ۱

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو تھبزیوں کا اسپارٹا پر قبضہ فی نفسہ ایک نہایت ہی قابل لحاظ واقعہ ہوتا لیکن (ہاڑک کے برلن میں ۱۸۷۵ء میں داخلی کی طرح) اس سے جنگ کے نتیجے پر اثر نہ پڑتا۔ بہرحال ایا منونداس سے پہلے ہی اگےسی لاؤس اسپارٹا پہنچ گیا، جس کی وجہ سے تھبزی فوج نشیبی شہر کے صرف ایک حصے پر قابض ہو سکی اور اُسے بالائی حصے پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بالآخر آرخی داموس مٹھی بھر آدمیوں کو لے کر ایا منونداس پر ٹوٹ پڑا اور اُسے زک دی، چنانچہ آخرکار تھبزی فوج کو منگیا کی طرف پلٹ جانا پڑا تاکہ وہاں سے شمال کی طرف پیش قدمی کر سکے۔ یہاں پہنچ کر اُسے خیال ہوا کہ شاید مین تی نیہ پر قبضہ کرنے میں اُسے کامیابی ہو جائے چنانچہ اُس نے اپنے سواروں کو اُدھر ہی کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن اُس کے پہنچنے سے ذرا پہلے وہاں ایتھنزی کمک آ گئی تھی، اور اُس نے شہر سے نکل کر تھبزیوں کو کھلے میدان میں شکست دیدی۔ اس موقع پر زینوفون کا بیٹا گری لوس، جو اُس کے بھائی دیودوروس کے ساتھ ایتھنزی سواروں میں داخل تھا، کام آیا۔

ایا منونداس نے اب دشمن کے ساتھ، جو مین تی نیہ کے قریب پڑا ہوا تھا، ایک فیصلہ کُن جنگ کا ارادہ کر لیا۔ اس لڑائی میں تھبزیوں اور اُن کے حلیفوں نے، جن کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے، اسپارٹا شمالی آرکیڈیا، ایلیس، اکائیہ اور ایتھنز کی افواج سے، جس کا کماندار ایک آرکیڈی تھا، مقابلہ کیا۔ تھبزیوں اور اُن کے حلفا کی تعداد تیس ہزار اور اُن کے دشمنوں کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز تھی۔ ایا منونداس کی حکمت عملی کی توصیف میں زینوفون بہت کچھ رطب اللسان ہے؛ وہ کہتا ہے کہ اُس کے افعال سے یہ نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اُس روز حملہ نہیں کرنا چاہتا بلکہ اُس کا اصل مقصد محض پڑاؤ ڈالنا ہے، اور جب اُس نے دیکھا کہ دشمن اُس کی نقل و حرکت سے بےخبر ہے تو اُس نے یکایک حملہ کر دیا، چنانچہ جب تھبزی فوج پیشقدمی کر رہی تھی تو دشمن اپنی صف بندی میں مشغول تھا۔ زینوفون کے شگفتہ اور واضح بیان کے بموجب ایا منونداس کی فوج جب

باب ۱

آگے کی طرف بڑھ رہی تھی تو بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سہ طبقہ کشتی دشمن کے کسی جہاز پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے۔ میدان لیوکٹرا کی طرح اس نے اپنی بہترین فوج دشمن کے بہترین سپاہیوں کے مقابل رکھی اور دشمن کے میمنہ پر اپنے میسرہ کے ذریعے سے حملہ کیا۔ آخر کار اُسے کامیابی حاصل ہوئی اور اُس کے اعلیٰ سواروں نے دشمن کے سواروں کو زیر کر لیا۔ ایتھنزی اپنے ساتھیوں کے بائیں جناح پر ایستادہ تھے، اور چونکہ اپامنونداس یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایتھنزی اسپارٹیوں کی مدد کو جائیں اس لئے اُس نے ان کے خلاف مظاہرہ کرنا مناسب سمجھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی تدبیر بہترین تھی، اور بالآخر میدان تھبزیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ لیکن خود تھبزیوں کا سپہ سالار اور روح رواں اس فتح کی بھینٹ چڑھ گیا، یعنی اُس کے ایک کاری نیزہ لگا جس کے باعث اُس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لیکن اپنے مرنے سے پہلے اُسے اپنی فوج کی فتح و نصرت کی خبر معلوم ہو گئی تھی اور اُس نے نیزے کو زخم سے کھینچنے کی اسی وقت اجازت دی جب اُسے اطمینان ہو گیا، چنانچہ نیزہ کھینچتے ہی اُس کی روح پرواز کر گئی۔ تھبزی اُس کی موت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فتح کے باوجود اُن کے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے اور ایتھنزی سپاہیوں نے اُن کے بہت سے سواروں اور سپر برداروں کو تہ تیغ کر دیا۔[۱]

---

[۱] جنگ مین تی نیہ کے حالات کے لئے، جو دیودورس ۱۵، ۸۵ تا ۸۹ میں دئے ہوئے ہیں، مقابلہ کرو فون شٹرن ۲۳۲۔ دیودورس سے ایک اصولی غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ وہ سواروں کی اُس ٹڈبھیڑ کو جس میں گری لوس کام آیا اور جس کا جنگ مین تی نیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کا ایک جزو تصور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس نے جو کچھ اس لڑائی کا حال بیان کیا ہے اُس میں بیکار لفاظی زیادہ ہے، اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر اسوقت تک کافی غور نہیں کیا گیا ہے۔ اپامنونداس کا جسم تیروں سے چھلنی ہو جاتا ہے اور وہ "اپنے جسم سے تیر نکال کر اُن کو اپنے دشمنوں پر بوچھار کرتا ہے" اس لغو اور بے معنی فقرے سے ہمیں بیرن میونش ہاؤزن Baron Muenchhausen کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

باب ۵

زینوفون اپنی کتاب کو اس لڑائی کے حال پر ختم کرتا ہے، اور یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے آخری فقرے نقل کر دئے جائیں:- "لوگوں کو پہلے سے جو کچھ بھی توقعات اور آرزوئیں تھیں اُن کا بالکل عکس پیش آیا تھا۔ چونکہ اس لڑائی میں یونان کی تقریباً ہر ایک مملکت نے حصہ لیا تھا اس لئے عام خیال یہ تھا کہ آئندہ وہی مملکت برسر اقتدار رہیگی جس کے سر فتح ونصرت کا سہرا رہا ہے؛ لیکن مشیّت ایزدی یہ تھی کہ دونوں کو فتح کا دعویٰ ہو۔ چنانچہ فریقین نے اپنی فتح کی یادگاریں نہایت اطمینان سے منائیں، اور انہیں کوئی مزاحم نہیں ہوا۔ دونوں نے ایکدوسرے کو اپنی اپنی فاتحانہ حیثیت سے فریق مخالف کے مُردے حوالہ کر دئے۔ اس طرح گو فریقین اپنی اپنی کامیابی کے دعویدار تھے، لیکن انمیں سے کسی کو نہ کوئی فائدہ ہوا نہ اراضی میں کسی قسم کا اضافہ ہوا نہ حلقۂ اثر وسیع ہوا؛ اور واقعہ یہ ہے کہ جتنا تذبذب اور جتنی ابتری اس جنگ سے پہلے تھی اتنی ہی اس کے بعد بھی برابر قائم رہی۔"

یہاں میں اس کا ایک دوسرے واقعے سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں جس سے جنگ مین تی نیہ پر تھوڑی بہت روشنی پڑجائیگی۔ اس جنگ کے واقعات متعلقہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - اسی طرح ۵۔۸۶ میں وہ کہتا ہے کہ خطرات کی پروا نہ کرکے جنگ کا فیصلہ کرنے کیلئے وہ اپنی صفوں سے نکل آیا اور لکد مونیوں پر بذات خاص حملہ کر دیا۔ یہ قصہ بالکل لغو اور خودساختہ ہے۔ آخر اس سے کیا فائدہ تھا؟ ایک ایسے سپہ سالار کی موت سے، جس کا نام تک محفوظ نہیں رہا، لڑائی کا پانسہ کیسے پلٹ سکتا تھا؟ واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کا طرز عمل کسی ایشیائی جنگ ہی میں بھلا معلوم ہوتا ہے جہاں سرامر کا مرکز خود بادشاہ کی ذات ہوتی ہے؛ اور جس مورخ سے دیودوروس نے اپنے واقعات اخذ کئے ہیں اسنے اسی قسم کی کسی ماخذ سے کام نکالا ہوگا۔ مقابلہ کرو جنگ کوناکسا (۲-۲۳) جنگ اِسوس (۷-۳۴) جنگ گوگاميلا (۷-۶۰)۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایا مونداس نے محض ایک معمولی حیثیت کے شخص کیلئے جو دشمن کی افواج کی کمان کر رہا ہو، اپنے تمام منصوبوں اور امیدوں پر پانی پھیر دیا ہوگا؟ ان تمام امور کو مد نظر رکھکر ہم پولیبیوس (۱۲-۲۳ وغیرہ) کو حق بجانب کہنے پر تیار ہیں کہ جنگ مین تی نیہ کا جو بیان الفورس نے پیش کیا ہے وہ بالکل سمجھ میں نہیں آتا اور الفورس کو بری جنگ کی ابتدائی کیفیات کا علم تک نہ تھا۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ مورخوں کا عام قیاس کہ الفورس ہی دیودوروس کا ماخذ ہے، صحت پر مبنی ہے۔

باب ۳۵ اور مرنے والے سپہ سالار کے ذاتی خصائص سے جنگ لیوکٹرا اور گسٹاوس اڈولفس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اپامنونداس کی طرح اس بادشاہ نے ایک عظیم الشان کام اپنے ذمے لیا، اور اپنے یونانی پیشرو کی طرح وہ بھی نہایت جوش و خروش اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اس میں منہمک ہوگیا۔ علاوہ اپنے مقصد عظیم کے دونوں ایک دوسری طرح کے خیالات سے متاثر تھے؛ ایک طرف اپامنونداس کو نہ صرف اسپارٹا ہی کو زک پہنچانا مطلوب تھا بلکہ تھبز کے مفاد کا خیال بھی اُس کے دل میں جاگزیں تھا؛ اسی طرح گسٹاوس اڈولفس نہ صرف احتجاجیت کا بول بالا کرنا چاہتا تھا بلکہ اُس کی دیرینہ تمنا یہ تھی کہ سوئیڈن کو ایک بڑی قوم بنادے۔ ہم دونوں رہبروں میں یہ خاص بات دیکھتے ہیں کہ اُنھوں نے بہ نسبت اپنے حقیقی اور وسیع مقصد کے اپنے پیش نامے میں ملکی مفاد کو اولین جگہ دی۔ دونوں نے لڑائیاں لڑیں؛ دونوں کو ایسے موقع سے پسپا ہونا پڑا جہاں سے اُنھیں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کی آرزو تھی اور دونوں لڑائی میں کام آئے۔ حالات اس درجہ مساوی ہیں کہ دونوں کی موت سے اُن کے ممالک کے عہد زریں کا خاتمہ ہوگیا گو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ تھبز کی بابت یہ حکم کہیں زیادہ وثوق سے لگایا جاسکتا ہے۔ جنگ لیوٹزن کے بعد سوئیڈن کے طرز عمل اور جنگ مین تی نیہ کے بعد تھبز کے طرز عمل میں وہ پہلی سی بے تعلقی کی کیفیت باقی نہیں رہی، اور آئندہ سے دونوں مملکتوں کا طرز عمل محض خود غرضانہ جذبات پر مبنی ہوگیا۔ آخر میں ہمیں صرف یہ اور کہنا ہے کہ سوئیڈن کا فرانس سے جو تعلق قائم ہوا وہ اسی قسم کا ہے جیسا مین تی نیہ کے بعد تھبز کا ایران سے۔

اپامنونداس کی زندگی سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ کسی فرد کے عمدہ اور نفیس افعال اُس کے ذاتی خصائص سے ہمیشہ مناسبت نہیں رکھتے۔ ہمیں اپامنونداس کی شخصیت کے اعلیٰ و ارفع اور محبوب ہونے میں مطلق کلام نہیں، اور نہ صرف میدان تمدن ہی میں بلکہ عرصۂ کارزار میں بھی

باب ۲ اس کی عظمت متفق علیہ ہے۔ اس کا دشمن مشکل ہی سے کوئی نظر آتا ہے، اور اس کے سیاسی حریفوں، مثلاً زینوفون، تک کے دل میں اس کی کچھ کم وقعت نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی عملی زندگی کس طرح یونان کے لئے مفید ثابت ہوئی۔ بلاشبہ ایک خاص موقع پر اس نے اسپارٹی سیادت کو کاری ضرب لگا کر مسینیہ کی قدیم حیثیت از سرنو قائم کر دی، اور اس طرح وہ یونانیوں کی آزادی کی شاہراہ پر ایک اور قدم بڑھانے میں ممد و معاون ہوا۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس کے اس کام پر قدرتاً بہت کچھ رطب اللسان ہیں۔ لیکن آرکیڈیا کی بابت اس کا جو طرز عمل رہا اس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا، اور اس نے اتحاد یونان کی بابت تو کچھ بھی نہیں کیا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو اتحاد یونان کی خود یونانی بھی کچھ زیادہ پروا نہ کرتے تھے، اور دوسرے اس تخیل کی بابت اس کے اپنے جو خیالات تھے ان کے ہوتے ہوئے یہ کچھ زیادہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے اور خومینوس کی بربادی سے تھبز کے مخالفوں کو پہلے سے بھی زیادہ برافروختہ کر دیا، اور یہ خیال کر کے کہ وہ ایتھنز کا بڑا نیست و نابود کر دیگا اور ایک ایتھنزی بحری لیگ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، وہ نہایت ہی شدید غلطی کا مرتکب ہوا۔ جب تھبز آرکیڈیا تک کو اپنا مستقل جانبدار نہ بنا سکا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ بجائے ایتھنز کے وہ بیز نطہ اور رھوڈز جیسے شہروں کے محالفے سے کام نکال سکے۔ یہ ممکن ہے کہ پیلوپی داس کی بیچین طبیعت ہی اس مغلوبانہ تعلق کی بانی مبانی ہو جو تھبز کا ایران سے تھا (اور یہ تاریخ یونان پر ایک نہایت ہی بدنما دھبہ ہے)، لیکن ہم جانتے ہیں کہ اپامنونداس نے بھی اس کے لئے خود اپنی منظوری دے دی تھی۔ الغرض تھبز یوں کے دو بڑے بڑے سپہ سالاروں کے لاف آمیز منصوبوں کے باعث انھیں ایسے میدانوں میں قدم رکھنا پڑا جو ان کی قوت و سطوت کے دائرے سے باہر تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ پیلوپی داس اور

باب ۱۵ اپامنونداس دونوں کی موت نے عین کامیابی کے موقع پر اس دنیا سے اُنھیں جدا کر کے اُن کی شہرت اور ناموری پر چار چاند لگا دیئے۔

# باب یازدہم

## چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصے میں سسلی اور اٹلی کے حالات:

### (۱)

### یونان کے دیار مشرق و مغرب کی باہمی یکرنگی

اب ہم دنیائے یونان کے مغربی حصے کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں۔ ہم اپنی کتاب کی دوسری جلد میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ ۴۰۰ ق م میں سرقوسہ پر دیونی سیوس حکمران تھا اور اس نے اپنی حیثیت اپنے پایۂ تخت کو قلعہ بند کر کے بہت کچھ مستحکم کر لی تھی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں سرقوسہ سے محض جزیرۂ اور تی گیا مراد نہیں تھا، جہاں سے دیونی سیوس نے قدیم باشندوں کو نکال باہر کیا تھا، بلکہ اس میں ہمسایہ ساحلی علاقہ یعنی اخرادینہ کا ایک حصہ بھی شامل تھا، چنانچہ دیونی سیوس نے ان مقامات کو قلعہ بند کر کے اُن میں ایک بندرگاہ اور ایک اسلحہ سازی کا کارخانہ قائم کر دیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ اُسے سرقوسیوں کی ایک مہیب بغاوت فرو کرنی پڑی، لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس میں اُسے اسپارٹا کی امداد ملی تھی۔ ہوا یہ کہ سرقوسہ میں جو کورنتھی سفیر رہتا تھا وہ ہمیشہ شہریوں کو آزادی کا مطالبہ کرنے کیلئے بھڑکایا کرتا تھا، اور اُسے ایک اسپارٹی نے جو شہر میں رہتا تھا، قتل کروا دیا جس کی وجہ سے سرقوسیوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ الغرض اس بغاوت کے فرو کرنے کے بعد دیونی سیوس نے صقالیوں اور ان یونانیوں کو جو

باب ۱۱

جزیرے میں مقیم تھے، مغلوب کر کے کمپانیا کے اجیر سپاہیوں کو جزیرے میں آباد کر دیا۔ ہم اسی کتاب (جلد ۲، باب ۲۷) میں بیان کر چکے ہیں کہ بحیثیت پائے تخت ایک سرقوسہ کا کمزور نکتہ یہ تھا کہ اخرادینہ کے مغرب میں اس سے بالکل ملحق ایک سطح مرتفع واقع تھی؛ اب دیونی سیوس نے اس مثلث حدب کو اپنے پائے تخت کی فصیل کے اندر لے لیا اور اس کے چاروں طرف ایک دیوار تعمیر کر دی۔ اُس نے سب سے پہلے تو شمالی سمت کو لیا اور یہاں کی فصیل کو، جو ۳۰ استادیا یعنی تقریباً چھ ہزار گز طویل تھی، (قدیم مصری حکمرانوں کی طرح) ساٹھ ہزار مزدور لگا کر بیس روز میں مکمل کرا دیا۔ اس کے بعد ۳۹۹ق م میں اُس نے نہایت کثیر مقدار میں سامان اسلحہ تیار کرایا، اور کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر منجنیق کی اور چپوؤں والی پانچ قطاروں والی جنگی کشتی کی ایجاد ہوئی۔ اس کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ شہر سرقوسہ میں اپنی سیادت قائم کر دے بلکہ اصل میں وہ یہ چاہتا تھا کہ سسلی سے قرطاجنی حکومت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ اُس نے مسانا، رھیگیوم اور خاصکر لوکری سے عمدہ تعلقات پیدا کیے، اور ۳۹۸ق م میں آخر کار قرطاجینوں سے یونانی بلدیات کی آزادی کا مطالبہ کر دیا؛ جب اُن کی طرف سے انکاری جواب آیا تو اُس نے فوراً اُن کے خلاف لڑائی چھیڑ دی۔

وہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں اکثر و بیشتر اجیر سپاہی تھے، جزیرے کی مغربی سمت روانہ ہوا اور اس کے بیشتر حصے کو فتح کر لیا۔ دیودوروس کے بیان کے بموجب اُس نے موتیہ کو تو اس کے ہر چہار طرف پشتہ بنا کر مسخر کیا اور اس مضبوط مقام کے علاوہ اُس نے پہاڑی شہر اریکس پر بھی قبضہ کر لیا لیکن ابتدائے جنگ میں دیونی سیوس کو جو کچھ بھی کامیابی ہوئی اُسکی وجہ یہ تھی کہ قرطاجنی لڑائی کے لئے کما حقہٗ تیار نہ تھے۔ ابتدائی مراحل ختم ہونے پر انھوں نے باضابطہ جنگ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں، اور ۳۹۶ق م میں وہ دیونی سیوس کی فوج سے کہیں بڑی فوج لے کر جزیرے میں اُترے اور اپنے معمولی راستے کو چھوڑ کر ایک جدید راستے سے اندرون ملک

باب ۱۱

کی طرف بڑھے۔ سب سے پہلے تو وہ شمالی سسلی کی طرف بڑھے تاکہ مسانا اور نیشی اٹلی سے دیونی سیوس کی کمک کو روک دیں۔ انھوں نے مسانا پر قبضہ کر لیا اور کوہ اتنہ کے قریب سرقوسی فوج کو شکست دے کر خاص شہر سرقوسہ کی ناکہ بندی کر دی۔ خود سر کے اقبال کو زوال پر دیکھ کر باشندگان سرقوسہ میں بھی بے چینی کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ بھی اپنی آزادی کا راگ گانے لگے جس کی وجہ سے دیونی سیوس ایک نہایت ہی سخت دشواری میں پھنس گیا۔ لیکن اس مرتبہ بھی اسپارٹا کی مداخلت کی وجہ سے معاملات رو براہ ہو گئے یعنی اسپارٹی سفیر نے اپنی مملکت کی طرف سے دیونی سیوس کی دوستی اور یگانگی کا اعلان کر دیا۔ اُدھر قرطاجنی پڑاؤ میں وبائے طاعون پھیل گئی اور اُن کی فوج کا ایک حصہ اس موذی مرض کی بھینٹ چڑھ گیا۔ اب خود سر نے اپنے دشمن کے پیچ و تاب سے فائدہ اٹھا کر خفیہ طور پر اپنی فوج اور بیڑے کو حرکت دی، اور اگر محض وقتی کامیابی ہی اُس کا مقصد اعلیٰ ہوتا تو یقین ہے کہ وہ اس قرطاجنی فوج کا، جو سرقوسہ کو گھیرے پڑی تھی، بالکل ہی کام تمام کر دیتا۔ لیکن اُس نے از راہ چالاکی قرطاجنی فوج کے شہری سپاہیوں کو فرار ہونے دیا تاکہ اگر صلح کی نوبت آ جائے تو خود قرطاجنہ کا ایک گروہ اُس کا ہمنوا ہو جائے۔ بعد ازاں اس نے دشمن کی فوج کے بہترین اجیر سپاہیوں یعنی ایبریائیوں کو خود اپنے یہاں نوکر رکھ لیا۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ قرطاجنیوں کو خبر ملی کہ اُن کے افریقی مقبوضات میں بغاوت پھیل گئی ہے۔ چنانچہ وہ، گو چند روز کے لئے ہی سہی، تمام جزیرۂ سسلی کا بلا شرکت غیرے گویا مالک بن گیا۔ لیکن اُس نے اُن وسیع اختیارات سے کام لے کر جزیرے سے قرطاجنیوں کو ملک بدر کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ بظاہر اپنے دیرینہ منصوبوں کو گویا بالائے طاق رکھ دیا۔ اگر وہ اپنے قدیم خیال کے بموجب عمل کرتا تو اُسے قرطاجنہ سے مسلسل جنگ آزمائی کرنی پڑتی جس میں شاید بعض مرتبہ اُسے خود اپنا اقتدار بھی قائم رکھنا مشکل پڑ جاتا۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اگر قرطاجنہ نے اُسے شکست دے دی تو سرقوسی ضرور بغاوت کر دیں گے، چنانچہ اُس نے اپنی تدبیر و تدبّر کا مرکز اپنی حکومت سرقوسہ کو

باب ۱۱ قرار دیا اور یہ طے کر لیا کہ اگر اُس نے قرطاجنیوں کا زیادہ پیچھا کیا تو رفتہ رفتہ وہ اُسے اپنے حال پر چھوڑ دیں گے۔ ان تمام امور کو مدِ نظر رکھ کر وہ خود مختار یونانیوں کو قرطاجنیوں سے کمزور سمجھ کر ان کی طرف پلٹا تاکہ اگر تمام جزیرۂ سسلی کو نہیں تو کم از کم نشیبی اٹلی کے ایک حصے کو تو اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔

دیونی سیوس کو معاملاتِ اٹلی میں دست اندازی کرنے کا موقع بہت جلد مل گیا۔ ہوا یہ کہ رھیگیوم والوں نے ناکسوس اور کتانہ کے بعض باشندوں کو، جنھیں دیونی سیوس نے ملک بدر کر دیا تھا، سسلی کے شمالی ساحل پر بمقام میلائے (حال ملاتسو) لا بسایا اور شہر مسانا پر جو سرقوسہ کے ماتحت تھا، سنہ ۳۹۳ ق م میں حملہ کر دیا۔ اس طرح دیونی سیوس گویا اطالوی یونانیوں سے عین اُس وقت برسرِ پیکار ہو گیا جب خود سسلی میں بھی اُسے قرطاجنیوں اور بعض صقالی قبیلوں کا مقابلہ کرنا باقی تھا۔ اُسے توروِ مے نیوم میں مطلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور اس مقام پر صقالیوں کا قبضہ ہو گیا، لیکن یہ کچھ زیادہ اہم ثابت نہیں ہوا اس لئے کہ اُس نے پلٹ کر قرطاجنیوں کو بمقام اباکون شکست دے دی اور اب وہ اپنی پوری توجہ رھیگیوم کی طرف مبذول کر سکا۔

نہ صرف یہ کہ اُسے ابتدا میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا بلکہ اُس کے حملے سے نشیبی اٹلی کے یونانیوں میں پہلے سے بھی زیادہ یکجہتی پیدا ہو گئی۔ اس یکجہتی کا ایک سبب اور بھی تھا، وہ یہ کہ شمال کی طرف سے ایک نیا دشمن یعنی لوکانی انھیں دبا رہا تھا۔ یہ سامنی نسل کے افراد تھے اور اُن کی اور تھوریئی والوں کی دشمنی پانچویں صدی ق م سے یعنی اُس وقت سے برابر چلی آ رہی تھی جب گی لپوس کا باپ یعنی کلیاندرید اس ساکن اسپارٹا تھوریئی والوں کا افسرِ اعلیٰ تھا۔ کچھ بھی ہو آزادی پسند یونانیوں کی جانبازی اُن کے کچھ کام نہ آئی[1]

[1] لوکانی: دیکھو نسن: "جغرافیہ اٹلی" Nissen; Italische Landeskunde

ایک قرطاجنی حملے کی وجہ سے دیونی سیوس سنہ ۳۹۲ ق م میں اٹلی پر حملہ آور نہ ہو سکا۔ لیکن اُس کے اور قرطاجنہ کے مابین بہت جلد صلح ہو گئی جس کی بنا پر موخر الذکر نے اسے مشرقی سسلی کے بیشتر حصے کا حکمران تسلیم کر لیا۔ الغرض سنہ ۳۹۰ ق م میں وہ از سر نو رھےگیوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس امر کے علاوہ لوکری والوں کے جو دیونی سیوس ہی کے طرفدار تھے، باقی تمام اطالوی یونانی کروتون کی سرکردگی میں رھےگیوم کی پشت پناہی پر کمربستہ ہو گئے جس کی وجہ سے خود سرقوسہ کو زک اٹھانی پڑی۔ اس کے بعد اُس نے بربریوں کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ الغرض لوکانیوں نے تھوری کولائس کے قریب شکست فاش دے دی جس کے بعد اطالوی یونانیوں میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ پورے دم خم کے ساتھ دیونی سیوس کا مقابلہ کر سکیں۔ اُس نے سنہ ۳۸۹ ق م میں از سر نو میدان کارزار گرم کیا اور ضلع کالونیہ میں دریائے ہیلے پورس کے کنارے انھیں شکست دے دی۔ اس لڑائی کے بعد تشیبی اٹلی کے حالات میں ایک عظیم الشان تبدیلی رونما ہوئی۔ دیونی سیوس نے بحیرۂ ایونیہ پر کالونیہ اور بحیرۂ ترہینیہ پر ہیپونیوم پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے باشندوں کو سنہ ۳۸۶ ق م میں سرقوسہ کو منتقل کر کے اُن کی اراضی لوکری والوں کے سپرد کر دی؛ چنانچہ اب لوکری کی سلطنت دیونی سیوس کی شمالی سرحد بن گیا۔ دیونی سیوس کے حکم سے رھےگیوم اپنا مکمل بیڑا اُس کے حوالے کرنے پر مجبور ہوا؛ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اگر وہ اُس کے جملہ مطالبات پورا کئے دیتے ہیں تو وہ اُس کے بالکل دست نگر ہو جائیں گے تو انھوں نے مجبوراً اُن مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اس پر دیونی سیوس نے شہر کی ناکہ بندی کر دی اور شہریوں کو بھوکا مار کر آخر کار انھیں ہتھیار رکھ دینے پر مجبور کیا۔ الغرض سنہ ۳۸۷ ق م تک اٹلی کا مکمل جنوبی حصہ سرقوسہ کی

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (۲۳۴ ۵ وغیرہ۔ صرف پولی اسمے نوس (۲، ۱۰، ۴۵) ہی ایک ایسا مورخ ہے جس نے پانچویں صدی ق م جیسے بعید عہد میں اُس قوم کی موجودگی بیان کی ہے Frontin ۲۹۳۲ دیودورس کی کتاب میں ان کا سنہ ۳۹۳ ق م تک ذکر نہیں ہے (۱۴، ۱۰۱)۔

باب ۱۱ ماتحتی میں آگیا۔

اس طرح دیونی سیوس کی مہمات کا تقریباً صلح نامۂ انتالکداس کے ساتھ ہی ساتھ خاتمہ ہوا۔ ہم اس سے قبل باب ۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ صلح نامۂ انتالکداس کا بیشتر دار اس بیڑے پر تھا جو دیونی سیوس نے اپنے اسپارٹی حلیفوں کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اس وقت اپنی قوت و سطوت کے عین عروج پر تھا، اور جس طرح یونان کے دیار مشرق میں اس کا کوئی مد مقابل نہ تھا اسی طرح دیار مغرب میں بھی دیونی سیوس کا کوئی ثانی نظر نہ آتا تھا۔ وہ اپنی سیادت قائم رکھنے میں اپنے حلفا سے بھی زیادہ کامیاب ثابت ہوا اس لئے کہ بہ نسبت اُن کے اُس کی قوت کا مدار بیرونی مدد پر نسبتاً کم تھا۔

اس کے بعد کچھ عرصے تک دیونی سیوس کے حالات پر تاریکی کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ دیودوروس نے اپنی کتاب کو کچھ اسی انداز سے ترتیب دیا ہے، اور کچھ یہ ہے کہ جب یہ خود سر اطمینان کلی سے اپنے تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے مخالفوں کی پروا نہ رہی تو اس کی حکومت کے واقعات میں ایسے مورخ کو جسے لڑائیوں اور مہموں سے زیادہ دلچسپی تھی، خامہ فرسائی کا زیادہ موقع نہیں رہا۔ بہر حال اسے سنہ ۳۸۳ ق م میں قرطاجنہ کے خلاف اپنا علم بلند کرنا پڑا، اور اس مرتبہ قرطاجنیوں نے اٹلی کے راستے سے اس پر وار کیا! لیکن دیونی سیوس نے انھیں شکست دیدی، اور جب سنہ ۳۷۹ ق م میں انھوں نے پھر حملہ کیا تو ان کی فوج میں وبا پھیل جانے کے باعث آخرکار انھیں افریقہ واپس چلا جانا پڑا۔ اب دیونی سیوس نے یہ سوچا کہ اسے اٹلی کی طرف سے ہمیشہ خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خواہ وہ خطرہ اطالوی دول کی جانب سے ہو یا قرطاجنہ کی وجہ سے، چنانچہ اس نے یہ طے کیا کہ اٹلی کے جنوبی حصے کو ایک فصیل بنوا کر اور اس کے برابر برابر ایک خندق کھدوا کر محفوظ کر لیا جائے، اور یہ فصیل موجودہ مقام کاتانتارو کے جنوب میں جو خاکنائے ہے اس کے دونوں کناروں کو ملا دے یعنی ہیپونیوم کے شمال میں خلیج لامی توس سے خلیج سکے لے تیوم تک چلی جائے لیکن اس سرحدی خطے کی قلعہ بندی کرنے کے بجائے اس نے ان مقامات سے آگے بڑھ کر (غالباً سنہ ۳۷۹ ق م میں)

شہر کروتون پر قبضہ کر لیا اور ہیرا کی نیہ کے بت خانے کو لوٹ کر کسی نے تیوم لوکری والوں کے حوالے کر دیا۔ اس سے آگے وہ اپنا علاقہ نہیں بڑھا سکا، لیکن اسکا حلقۂ اثر واقعاً بحیرۂ ایڈریاٹک تک پھیلا ہوا تھا، چنانچہ اس نے ساحل الیریا پر شہر لسوس جا آباد کیا۔ اس کے تعلقات اسلئے تاس فرمانروائے مولوسیان سے بھی دوستانہ تھے اور اس کی جلاوطنی کے زمانے میں ۳۸۵ ق م میں دیونی سیوس ہی نے اس کی میزبانی کی تھی۔ ۳۸۴ ق م میں دیونی سیوس کے اجیر سپاہیوں نے چند یونانیوں کو الیریائی بربریوں کے جنگل سے چھڑایا، اور اسی سال آگے بڑھ کر ایتروریہ کے شہر کیرے کے قریب بتخانۂ الیتھیہ کو تاخت و تاراج کر کے اپنا خزانہ بھرا۔ یہی وہ زمانہ ہے جب باشندگان غالیہ روما پر دباؤ ڈال رہے تھے، چنانچہ دیونی سیوس نے اُن کے سربرآوردہ رہبروں سے بھی محالفے اور عہدنامے کر لئے۔

دیونی سیوس کی سلطنت میں سب سے مقتدر جماعت اجیر سپاہیوں کی تھی اور ان کے بعد سرقوسی شہریوں کا نمبر آتا تھا۔ ممکن ہے کہ اسکے حلقۂ اقتدار کے بعض شہروں کو بعض سے زیادہ آزادی حاصل ہو، لیکن عام طور پر اسکا برتاؤ اپنی رعایا کے جان و مال پر بالکل ایسا ہی تھا جیسا کسی خودسر کا ہونا چاہیئے۔ اگر اُسے روپے کی ضرورت پڑتی تو وہ طرح طرح کے حیلے حوالوں سے اپنا مقصد حاصل کر لیتا؛ مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی سکوں کو کھوٹا کر دیتا اور لوگوں کے ذاتی مال و دولت پر ہاتھ ڈالنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا جب اسکا موقعہ آیا کہ اُس کی سلطنت میں ایک ہی قسم کا سکہ جاری کیا جائے تو اُس نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اپنا مقصد حاصل کیا۔ جتنے شہر اُس کے ماتحت تھے سب کا نقرئی سکہ ڈھالنا بند کر دیا گیا اور صرف ایک ہی شہر سرقوسہ میں دارالضرب قائم رکھا گیا جس کے نکلے ہوئے سکے نہایت لطیف و حسین ہیں۔ دیونی سیوس نے اپنے پائے تخت کی مادی ثروت بڑھانے میں بہت کچھ کوشش کی، اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ شہر دنیائے یونان کا عظیم ترین شہر بن گیا۔ اس کی فوج کی نفاست اور جہازوں کی تعداد کا کوئی دوسری یونانی مملکت

باب ۱۱

مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ بلاشبہ وہ ظالم وسفاک اور شکّی وبدگمان تھا، لیکن وہ کلس تھغنیس والی سکیون کی طرح ایسے خودسروں کے زمرے میں تھا جو دُنیا کو دیکھ دیکھ کر لطف اُٹھاتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اُسے عوام سے اُن کی اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے ایک طرح کی نفرت سی ہوگئی تھی۔ بنی نوع انسان کو وہ اس درجہ حقیر و ذلیل تصور کرتا تھا کہ اُس نے اپنے تصنیف کردہ دردیوں میں بعض عجیب و غریب اخلاقی چٹکلے لکھ دئیے ہیں، مثلاً "خودسری تمام بے انصافی کی جڑ ہے"۔ ایتھنزیوں کے ساتھ محالفہ کرنے کے بعد انھوں نے محض اُس کا دل خوش کرنے کی غرض سے اُس کے دردیوں کو مستحق انعام گرداناتھا۔ چنانچہ جب اُسے مقابلے میں ایک انعامی گھیرا ملا تو اُسے بچوں کی طرح مسرت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مدت دراز تک بہت لوگوں نے اُس کی شعر شاعری کا مضحکہ اُڑایا تھا، اور ان میں اُس کے دست نگر بھی تھے اور ایسے بھی جنھیں اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، چنانچہ جب اُس کے دردیئے مستحق انعام قرار پائے تو اُس نے اس خوشی میں اتنی شراب پی کہ پیتے پیتے اُس کی جان نکل گئی۔ ممکن ہے کہ یہ قصہ اُس کے ہمعصروں کی من گھڑت ہو اس لئے کہ بقول مثل "آخر میں ہنسنے والا ہی سب سے زیادہ ہنستا ہے"۔ بہت سے لوگوں نے اس لغو گو اور مغرور خودسر کے خاتمے کی وجہ سے خوب بغلیں بجائی ہوں گی۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ نہ صرف اپنے زمانے کی سب سے زبردست شخصیت بلکہ سب سے ہوشیار مدبر بھی تھا۔ اُس نے قرطاجنیوں سے دوستی کی، سسلی اور نشیبی اٹلی کے ایک بڑے حصے کو اپنا باجگزار بنا لیا اور یونانی معاملات میں کچھ اس طرح دست اندازی کی کہ اُس کی تحریکات کو کچھ نہ کچھ کامیابی ضرور ہوئی۔ ۳۸۷ق م میں وہی صلحنامۂ شہنشاہی کے اعلان کا موجب ہوا؛ ۳۷۳ ق م میں اُسی نے ایتھنز کے مقابلے میں اسپارٹا کو مدد دی، گو اس موقع پر اسے ایفیکراتیس کے ہاتھوں شکست ہی کیوں نہ پہنچی ہو؛ ساتھ ہی ۳۶۹ ق م میں سرقوسی امدادی فوج نے تھیبزی حملۂ پیلوپونیز کے موقع پر کارہائے نمایاں انجام دئے اور ۳۶۸ ق م میں

باب ۱۱

اِس نے اسپارٹیوں کو "فتح بے اشک" جیسی کامیابی میں مدد دی۔ جب کبھی یونانیوں کو اُس کی مدد کی ضرورت ہوتی تو وہ اُس کی بڑی آؤ بھگت کرتے، ورنہ وہ اُسی زمرے میں رکھا جاتا تھا جس میں اُن کی نظروں میں شہنشاہ ایران تھا، اور وطن دوست یونانیوں کی نگاہ میں بھی وہ شخص یونانی آزادی کے بدترین دشمن تھے۔ انھیں جذبات کے باعث ۳۸۴ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر لی سیاس نے یہ تحریک کی تھی کہ دیونی سیوس کو رتھ دوڑ میں شریک ہونے کی ممانعت کر دی جائے، لیکن یہ تحریک منظور نہیں ہوئی۔[۲]

۲؎ دیونی سیوس کی خودسری کی خصوصیات میری کتاب "تاریخ سسلی قدیم" Geschichte Sic. in Alt جلد ۲ میں دی ہوئی ہیں۔ ج، بیلوخ اپنی کتاب "سلطنت سلسلی بزمانۂ دیونی سیوس" L. Beloch: L'impero Siciliano di Dionisio (روما، ۱۸۸۱ء) میں بعض جدید معلومات کا اضافہ کرتا ہے۔ وہ اپنے اس خیال پر بہت کچھ زور دیتا ہے کہ دیونی سیوس کی خودسرانہ حکومت ایک طرح کی دستوری سلطنت تھی، لیکن وہ اس نظریے کو پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچا سکتا۔ چنانچہ میں نے اس پر اپنے مضمون مندرجۂ سالیانۂ برسیان" Rec. der Abh. in Bursian's Jahresber ۱۸۸۱ء میں مدلل بحث کی ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو یونانیوں کو ہمیشہ خودسروں سے واسطہ پڑتا تھا لیکن اُنھوں نے کبھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ خودسری حکومت انصاف پر مبنی ہو سکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ یونانی دستوری حلقے سے باہر ہی رہتی تھی۔ اسی لئے قدما ہمیشہ اُسے "غیر ذمہ دار حکومت" کا لقب دیتے تھے۔

سکوکیات :۔ ۴۱۳ ق م سے ۳۵۷ ق م تک سسلی کے شہر کے سکوں کے لئے مہرکنی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے میں کوشاں تھے۔ مہرکنوں کے کارناموں کے لئے دیکھو وائل: "سسلی کے سکوں کی مہریں" Weil: Die Kuensterinshriften der Sicilischen Muenzen, Berl., Winckelmannspr. ۱۸۸۴ء۔ ان میں سے مشہور ترین مفصلۂ ذیل ہیں :۔

باب ۱۱

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اٹلی میں بعض بعض بلدیات کو اب بھی خود مختاری حاصل تھی جن میں سب سے اہم شہر تارنتوم تھا۔ اس کا روح رواں ایک فیثاغورسی مسمی آرخی تاس تھا جو فہم و فراست اور مدنیت کے باعث ممتاز تھا اور جسے متعدد مرتبہ تارنتوم کا استراتی گوس منتخب کیا جا چکا تھا۔ بہرحال امتداد زمانہ سے تارنتوم روز بروز عیش و عشرت کی وجہ سے بدنام ہو گیا اور اس سے یہ امید نہ رہی کہ وہ خود شہر سرقوسہ کا سدراہ بن سکیگا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہرقلیداس کتانہ میں، اقلیداس، بواسطۂ نیتوس اور کیمون شہر قوسہ میں۔ ان میں سے آخری دو مہر کنوں نے سرقوسی دو درہمیوں کا ٹھپہ بنایا جو اپنی نفاست میں لاثانی ہے۔ سکہ جات سسلی میں خصوصیت کے ساتھ دریائی دیوتاؤں اور نمفوں کی جوڑی اور چوکڑی گاڑیوں کی تصاویر ہیں اور ان معبودوں میں ممتاز ترین ارتی تھوزا ہے۔ ۴۰۶ق م کے بعد سلی نوس ہمرا، اکراگاس اور گیلا کی تاراجی اور جزیرے کے مشرقی حصے کی دیونی سیوس کے ہاتھوں تسخیر، ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دیونی سیوس کے دارالضرب کے علاوہ جزیرے میں مشکل سے کوئی دوسرا دارالضرب باقی رہا ہوگا۔ اس خود سر نے سوائے خود اپنے نقرئی سکوں کے باقی تمام چاندی کے سکوں کی ممانعت کر دی تھی اور اب مفصلۂ بالا نقاشوں کی مدد سے اُسے سرقوسہ کے سکوں کے حسن کی شہرت برقرار رکھی۔ مقابلہ کرو ہولم: "تاریخ سسلی قدیم" Holm : Gesch. Sic. im Alt. جلد ۲، ۴۷۱۔ قرطاجنیوں نے جزیرے کے مغربی حصے میں سرقوسی سکوں کی نقل اُتاری؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانورموس، اریکس، موتیہ اور سیگستا میں مقامی سکّے بھی موجود تھے، اور گو بعض مورخوں کے نزدیک سیگستا کا زوال ۴۰۹ق م میں ہی شروع ہو گیا تھا، لیکن اسکا کوئی خاطر خواہ ثبوت نہیں۔ سیگستا کی جو زرہی سے جس پر ایک شکاری کی تصویر بنی ہوئی ہے جو اپنا پاؤں پکڑے ہے (ہیڈ ۱۴۵)، تشبیبی اٹلی کے مہر کنوں کا پتا لگتا ہے۔ (دیکھو کروتون اور پاندوسیہ کے متعلق حواشی)۔ یہاں اُس وثنیاتی تعلق کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو سیگستا اور اٹلی کی قوم فلوک تے تیس کے مابین بیان کیا جاتا ہے؛ اس قوم کی جائے سکونت کروتون اور پاندوسیہ کے قریب تھی، اور یہی مقام تھا جہاں شہر کریمیسہ سے سیگستا کے قریب دریائے کریمیسوس کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

باب ۱۱

بلکہ اُس کے نزدیک اگرا جیر سپاہیوں کی مدد سے وہ خود اپنی اور اپنے ہمسایہ بلاد کی آزادی کو کسی طرح برقرار رکھ سکتے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا۔ اُس کے حلیفوں میں سب سے ممتاز شہر ہرقلیہ، میتاپونتوم اور تھوریم تھے۔ بحیرۂ ترھینیہ پر شہر ایلیہ اور نیاپولس نے بھی اپنی خود مختاری قائم رکھی تھی لیکن ان سب کو لوکانیوں کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لوکانی ۳۹۰ ق م جیسے بعید زمانے ہی میں لاؤس اور پوسئیدونیہ کو اپنا دست نگر بنا چکے تھے اور اسکے علاوہ بحیرۂ ایونیہ پر کروتون کے قریب کے ملک پر بھی قابض تھے جسمیں بعض نہایت قدیم مقامات مثلاً پیتے لیہ، خونے اور کریمیسہ تھے اور اُنکی بابت یہ روایت مشہور تھی کہ انھیں فلوک تے تیس نے آباد کیا ہے۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لوکانیوں اور دیونی سیوس کے مابین تعلقات دیرینہ تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اول الذکر نے شہر کروتون اور لی کی نیہرا کا بت خانہ اُسی کے قبضے میں دیدیا تھا۔ لوکانی قوم بحیرۂ ترھینیہ سے بحیرۂ ایونیہ تک مسلسل ملک پر قابض تھی اور اُس نے اطالوی یونانیوں کو گویا دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا[۵۳]۔

۵۳ اٹلی کے یونانی ملک کے جنوب و مشرقی جزیرہ نما میں جسے آجکل کالابریہ کہتے ہیں، آباد تھے، اور اس کی چوتھی صدی ق م کے نصف اول کی تاریخ پر اُس کے سکوں سے بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

رھے گیوم کو دیونی سیوس نے ۳۸۷ ق م میں فتح کیا (دیودوروس ۱۴، ۱۱۱)۔ اس وقت تک اس شہر میں نہایت نفیس سکّے ڈھالے جاتے تھے۔ اسے ۳۵۶ ق م مقامی خود سری سے آزادی حاصل ہوئی تھی، اور اسی وقت سے اُس کے سکوں پر خرگوش اور خچروں کی جوٹ کی تصویر منبت ہونی موقوف ہوگئی جو اناکسی لاس کے عہد میں رائج تھی، بلکہ اُس کے بجائے ساموسی سکوں کا اتباع کیا جانے لگا جن کی وضع اناکسی لاس سے پہلے یہاں مرقج تھی، یعنی ایک طرف تو تصاویر کے منہ پر شیر کا نقلی چہرہ اور دوسری جانب ایک نشستہ شخص کی تصویر جو تارنتوم کے سکوں کی طرح) عام طور پر دیموس کی شکل کی بنائی جاتی تھی۔ (واضح ہو کہ ہیڈ اس نظریے کی تردید کرتا ہے)۔ زمانۂ مابعد میں رھے گیوم کے سکوں پر کور نتھی وضع کے پیگاسا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (پیدا ہو گھوڑ سے) نظر آتے ہیں؛ یہ در اصل تمولیون کے اثر کا نتیجہ ہے جس کا پلوٹارک ("تمولیون" ۹، ۱۰) کے نزدیک رجے گیوم نے نہایت دوستانہ انداز سے خیر مقدم کیا تھا۔

اس زمانے میں لوکری میں کوئی ٹکسال نہیں تھی جس کی وجہ یا تو اُس کے سخت قوانین ہوں گے ورنہ یہ ہوگی کہ وہ سرقوسہ کا دست نگر تھا۔

ہیپونیوم مونتے لیونے کے قریب لوکری کی ایک نو آبادی تھی۔ استرابو ۶، ۲۵۶۔ ہیپونیوم کے قدیم ترین سکے تانبے کے ہیں اور اُن پر لفظ VEIP کندہ ہے جس کا V اوسکانی طرز کا ہے، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے سکے صرف اُس وقت ڈھالے گئے ہوں گے جب شہر کی اصلی یونانی کیفیت زائل ہو چکی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوکری کی جگہ ہیپونیوم میں بھی ابتدائی زمانے میں سکے نہیں ڈھلتے تھے۔ مفصلۂ ذیل امور کو پیش نظر رکھنے سے سکوں کی ابتدائی کیفیات پر روشنی پڑیگی، لیکن اس ضمن میں سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس ہیپونیوم کی بابت بہت ہی کم ذرائع معلومات ہیں۔ سنہ ۳۸۹ ق م میں دیونی سیوس نے اُسے تاراج کر کے اُس کی اراضی لوکری والوں کو دے دی (دیودورس ۱۴، ۱۰۷)۔ سنہ ۳۷۹ ق م میں قرطاجینوں نے اُسے واپس کر دیا (دیودورس ۱۵، ۲۴)۔ غالباً سنہ ۲۹۴ ق م میں اس پر اگاتھوکلیس نے قبضہ کر لیا (دیودورس ۲۱، ۸)، لیکن بہت جلد اُس کی آزادی از سر نو قائم ہو گئی۔ ہمارے واقعی معلومات بس انھیں واقعات تک محدود ہیں۔ لیکن ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ جب سنہ ۳۷۹ ق م میں یا اُس کے بعد قرطاجینوں نے شہر کو چھوڑ دیا تو ہیپونیوم ضرور دیونی سیوس کے حلقۂ اقتدار میں آگیا ہوگا، لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دیونی سیوس اوسکانی حروف کی سنبت کی کبھی اجازت نہیں دیسکتا تھا؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایسے سکے ضرور سنہ ۳۵۶ ق م (یعنی سلطنت دیونی سیوس کے انتزاع کے بعد ڈھالے گئے ہوں گے اور اُسی وقت اُن پر اوسکانی اثر پڑا ہوگا۔ رومیوں نے اس شہر کا نام ویبو والین تیہ رکھا اور کتبۂ VEIP سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ "ویبو" اوسکانی الاصل ہوگا۔ نیز دیکھو حواشی متعلق باب ۲۸۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اب ہم کردتون کی طرف رجوع ہوتے ہیں جو رھے گیوم کے بعد اس حصۂ ملک کا سب سے بڑا شہر تھا۔ دیودن ساکن ثانی کا زناسوس (۳۰، ۷) کے نزدیک یہ شہر اور رھے گیوم دونوں بارہ برس تک دیونی سیوس کے ماتحت رہے؛ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ دیونی سیوس نے کردتون ۳۷۹ء ق م میں یعنی اپنی موت سے بارہ برس پیشتر فتح کیا ہوگا۔ لیوی ۲۴، ۳ کے بموجب دیونی سیوس نے دھوکا دے کر اس کے قلعے پر قبضہ کیا تھا۔ ابتدائی زمانے میں کردتون کے سکوں پر ایولو کی تپائی بنی ہوئی ہے، لیکن بعد میں (اگر طرز نقاشی سے استدلال کیا جائے تو ۳۸۰ء ق م کے قریب) ان میں بھی نشستہ ہرقل کی شبیہ (جس نے کردتون آباد کیا تھا) بتائی جاتی ہے، اور پرانی تپائی کے برابر اژدہے کو مارتا ہوا ایولو نظر آتا ہے۔ بعض سکوں میں ہیرا کی شبیہ اور ایولو کی شبیہیں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کے بعد جو سکے ڈھالے جاتے ہیں اُن پر ایک طرف ایولو کا سر اور دوسری جانب تپائی بنی ہوتی ہے اور (ہیڈ ۸۳ کے بموجب) ان سے سرقوسہ کے الکترون کے سکوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ان موخر الذکر سکوں کو ۳۴۵ء ق م سے پہلے کے زمانے میں نہیں رکھا جا سکتا (تمولیون)؛ چنانچہ کردتون کے سکے بھی ۳۷۰ء ق م سے ۳۳۰ء ق م تک کے وقفے میں بنے ہوں گے بلکہ شاید اُن کا زمانہ ۳۴۵ء ق م کے بعد ہی کا زمانہ ہے۔ اس ضمن میں ہیڈ کی رائے غلط معلوم ہوتی ہے۔ ان سب باتوں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ دیونی سیوس کی فتح کے بعد سے اُس کے انتقال تک کردتون میں سکے ڈھلنا بند ہو گیا ہوگا۔ ہم اس کتاب کے باب ۳ کے حاشیے میں کردتون کے اس سکے پر بحث کر چکے ہیں جس پر سانپ کا گلا گھونٹتے ہوئے ہرقل کی شبیہ بنی ہوئی تھی۔

تیرینہ کردتون ہی کی ایک نوآبادی تھی (پلینی ۳، ۱۰)؛ استیفان ساکن بیزنطہ ف، لینورماں "یونان کبیر" F. Lenorment : G. G. ۳، ۹۸ وغیرہ) کی رائے کے مطابق یہ مقام بانتی دی سان پوسفے میہ اور سمندر کے مابین واقع تھا۔ اس کے سکے غیر معمولی طور پر حسین ہیں، اور ان پر بحری پری تیرینہ اور ایک نشستہ ننگے پالی گایا کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ (۵۶) اور ایونز ("سواران تارنتوم" Evans : The Horsemen of Tarentum (۳۱) کہتے ہیں کہ ۳۵۶ء ق م میں دیونی سیوس نے اس شہر کو بروکیوں کے حوالے کر دیا؛ لیکن دیودورس

باب ۱۱ | ایک دوسرے کی ہو بہو تصویریں ہیں۔ قرطاجنہ، سسلی کے یونانیوں پر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (۱۴، ۱۰۶، ۱۰۷) کا بیان ہے کہ صرف ہیپونیئم اور کاؤلونیہ پر اُن کا قبضہ کرایا گیا تھا۔ ہیڈ کا خیال ہے کہ تیرینہ کے تری کونترا یا ثلث استاتر سے صقالی یعنی دیونی سیوسی حکومت کا پتا لگتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ دیونی سیوس نے صرف اسی مقام پر سکے ڈھالنے کی اجازت دی ہو؟ اس کے برعکس مروجہ روایت کے بموجب (دیو دوروس ۱۶، ۱۵) ۳۵۶ ق م میں تیرینہ کو قوم برے تیّی نے فتح کرلیا تھا اس کے بعد کورنتھی استاتروں کا نمبر آتا ہے، اور انھیں ہیڈ (۹۸) ۳۸۰ ق م اور ۳۵۰ ق م کے درمیان رکھتا ہے۔ لیکن یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ عہد خود سری میں کورنتھی اثر کے قائم رہنے کے کیا وجوہ تھے؟ دیکھو ہیڈ ۸۶۔ اس کا کیا سبب ہے کہ تیمولیون ہی کے زمانے میں کورنتھی طرز تیرینہ میں رائج نہیں ہوئی؟ تیرینہ ہنی بال کے ہاتھوں تاراج ہوا (استرابو ۶، ۲۵۶)۔ راٹ گیبر (یونان کبیر و فیثا غورس Rathgeber : Grossgrie — Chenlend und Pythagoras گوٹا ۱۸۶۲ء) نے تیرینہ کی بابت مفصل قیاسات کا اعادہ کیا ہے؛ مقابلہ کرو گروسر "کروتون" Grosser : Kroton جلد ۲، دیباچہ، مشڈن ۱۸۶۹ء۔

ہمسایہ شہر تیمیسہ کی آبادکاری کی بابت (جو لینورمان کی رائے کے مطابق آجکل کے اتونا تے کے موقع پر واقع تھا" یونان کبیر" ۳، ۹۳) استرابو ۶، ۲۵۵ دیکھا جائے۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ تیمیسہ پر لوکریوں کا کب قبضہ ہوا۔ بلاشبہ لوکری اور تیمیسہ کے مابین روایتی تعلق ضرور ہے (پوسانیاس ۶، ۲۶ وغیرہ) کم از کم سکوں کی مدد سے تو یہ تعلق بہ نسبت لوکری کے زیادہ معلوم ہوتا ہے، مثلاً ان سکوں سے جن کی ایک طرف کروتون کی تپائی ہے اور دوسری جانب "خود" ہے جو خاص تیمیسہ کی علامت ہے (ہیڈ، ۸)۔ یہ سکے پانچویں صدی ق م کے ہیں اور ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تیمیسہ کا کوئی سکہ ۳۸۰ ق م سے بعد کا موجود نہیں ہے۔ تیمیسہ بھی آخرکار دیونی سیوس کی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ اتونا تے باتئی دی سان یوفے میہ کے شمال میں واقع ہے۔ کاش کہ ان مقامات کے مواقع کا قطعی تعین ہو جاتا تو مورخ کو بہت بڑی مدد ملتی۔

تقریبًا اسی وقت حملہ کرتا ہے جس وقت ایتھنز کے خلاف ایرانی اپنے غیظ وغضب کا | باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کاؤلونیہ بحیرۂ ایونیہ پر دریائے ساگراس کے شمال میں واقع تھا، اور اُسے استرابو (۶، ۲۶۱) "اکائیائی نوآبادی" کا لقب دیتا ہے۔ محققوں کا خیال ہے کہ یہ شہر کاسٹل ویتیرے کے قریب لوکری (جیراچے) کے شمال میں ہوگا۔ سنہ ۳۸۹ ق م سے اسے دیونی سیوس نے برباد کرکے لوکریوں کے حوالے کردیا (دیودوروس ۱۴، ۱۰۶)۔ استرابو کہتا ہے کہ سکی لے تیوم (موجودہ سکی لاچی) جس کی نسبت لینورمان نے نہایت طویل بحث کی ہے ("یونان کبیر" ۲، ۳۲۹ وغیرہ) اور جو کاؤلونیہ کے شمال میں واقع ہے، کروتون کے ماتحت تھا۔ اس کا کوئی سکہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ استرابو کہتا ہے کہ دیونی سیوس نے یہ شہر بھی لوکریوں کے حوالے کردیا۔ کاؤلونیہ کے وہ نہایت عجیب سکہ جات جن کے ایک طرف تو ایک شخص ہاتھ پھیلائے ہوئے اور دوسری جانب ایک بارہ سنگھا نظر آتے ہیں، دراصل سنہ ۳۸۹ ق م سے پہلے کے نہیں ہیں۔

اندرون ملک میں کروتون سے مغرب کی طرف دریائے آخیرون کے کنارے تین پہاڑیوں پر اور استرابو (۶، ۲۵۶) کے بموجب کونسن تیہ کے ذرا شمال میں پاندوسیہ آباد تھا۔ لیکن اس شہر کے موقع کی ہنوز قطعی طور پر کوئی تحقیقات نہیں ہوئی۔ لینورمان ("یونان کبیر" ۱، ۳۴۵) نے اس موقع کو مشخص کرلیا ہے اور ہیڈ (۹۱) نے اُس کے نتائج کو تسلیم بھی کرلیا ہے، لیکن جیسا میں نے لینورمان کی کتاب کے تبصرے میں، جو برسیان کے سالیانہ سنہ ۱۸۸۱ء Jahrebericht. 1881 میں چھپا ہے، ظاہر کیا ہے، اس کے استدلال کی بنا محض سطحی واقعات پر ہے۔ چونکہ شہر کا نام تھسپروتیان ہے اس لئے ابتدائی آبادکار ضرور یا پائروس سے آئے ہوں گے۔ ہیڈ (۹۱) کا خیال ہے کہ پاندوسیہ پر سنہ ق م کے بعد برے تئی قوم کا قبضہ ہوگیا، لیکن مجھے اس قصے کی مطلق کوئی سند نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاندوسیہ کے سکوں کا زمانہ سنہ ق م سے زیادہ بعد کا زمانہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ وہی عہد ہے جب دیونی سیوس اُس کے ہمسایہ شہر کروتون پر قابض ہوگیا تھا۔ لینورمان (۱، ۳۴۴) سیبارس اور پاندوسیہ کے لیگ کے سکوں کا ذکر کرتا ہے، اور ہمارے نزدیک اس نے پاندوسیہ اور پوسیڈونیہ کے مابین خلط مبحث کردیا ہے۔ پاندوسیہ کے خوبصورت سکوں سے کروتون کے ساتھ

اظہار کرتے ہیں (سنہ ۴۱۲ ق م) لیکن گو ایتھنز کو رشوت دے کر بھی کچھ زیادہ کامیابی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس کے تعلق کا پتا لگتا ہے۔ آخری سکوں میں، جو غالباً سنہ ۴۲۰ ق م کے قریبی زمانے میں ڈھلے ہوں گے، ایک طرف تو (کروتون کے ہمعصر سکوں کی طرح ہیرالی کی نیہ کا پورا چہرہ ہے (ہیڈ ۸۲ و ۹۰) جس کا رواج تقریباً سنہ ۴۲۰ ق م میں پڑ گیا تھا؛ دوسری طرف (ریگیوم اور کروتون کے سکوں کی طرح) ایک نشستہ شبیہ ہے جو (پاندوسیہ کے سکوں میں) پان دیوتا کی ہے۔

ہمسایہ شہر کونسن تیہ (یونانی "کوسن تیہ" حال "کوسنتزا") میں جسے استرابو (۶، ۲۵۶) "برے تیّ مرکز" کا لقب دیتا ہے، تانبے کے سکے ڈھالے جاتے تھے، اور ہیڈ کے نزدیک یہ ۳۵۶ ق م کے ساختہ ہیں۔ خالص برے تیّ سکوں کی ابتدا جن پر لفظ "برے تیون" کندہ ہے، سنہ ۳۵۰ ق م کے بعد تک نہیں ہوئی۔ برے تیون کے متعلق دیکھو باب ۲۸۔ اسی طرح پے تے لیہ میں بھی جو آجکل "سترونگولی" کہلاتا ہے اور جو لوکانیوں کا مستقر تھا (استرابو ۶، ۲۵۴) ایک زمانۂ بعد تک سکے نہیں ڈھالے گئے۔

اب تھوری آئیے، جو برونتیوم اور لوکانیہ کی سرحد پر واقع تھا، سنہ ۳۹۰ ق م میں اس شہر کو لوکانیوں کے ہاتھوں بمقام لاؤس ایک بڑی زک اٹھانی پڑی (دیودوروس ۱۴، ۱۰۲) لیکن اس کی تسخیر کی بابت (جس کا ذکر کرسٹ نے اپنی کتاب "ادبیات یونان" Christ : Gr. Lit. ۲۰۱ میں کیا ہے) ہمیں کوئی سند نہیں ملی؛ بہرحال اس زک کی وجہ سے اسکی قوت میں بہت کچھ کمی ہو گئی سنہ ۳۵۶ ق م میں یا اس کے کچھ عرصے بعد تیرینہ اور غالباً ہپونیوم کے ساتھ ہی ساتھ برے تیّ قوم نے اسے مغلوب کر لیا۔ دیودوروس ۱۶، ۱۵ (لینورمان "یونان کبیر" ۱، ۳۱۱) نے تھوری کی تاریخ سمجھنے میں خلط مبحث کر کے دوسروں کو بھی غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کم سے کم یہ امر تو قطعی ہے کہ تھوری کی آزادی کی تجدید ۳۵۵ ق م سے پہلے تو کسی حالت میں نہیں ہوئی ہو گی۔ اگر ہم تھوری کے سکوں کا مطالعہ کریں تو بھی ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے۔ ان کے ایک طرف تو اٹیکائی خود پہنے ہوئے پالاس کی شبیہ ہے اور دوسری طرف اتراتے ہوئے سانڈ کی شکل کندہ ہے۔ اس قسم کے سکے برابر چوتھی صدی (غالباً ۳۵۶ ق م) تک ڈھلتے رہے۔ لیکن تھوریوں کا مخصوص سکہ سنہ ۳۵۰ ق م میں بھی یعنی برے تیوں کی فتح کے

نہیں ہوتی، قرطاجنیوں کو اپنے تادیب یافتہ اجیر سپاہیوں کے ذریعے سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ زمانے میں بھی بند نہیں ہوا اس لئے کہ تھوری کے وہ سکے جن کی تصاویر "سکہ جات قدما" Coins of the Ancients (تصاویر نمبر ۴۳ و نمبر ۲۲ و نمبر ۴۵ وغیرہ) میں دی ہوئی ہیں، صاف طور پر اس کے بعد کے معلوم ہوتے ہیں، اور پہلا سکہ تو یقیناً چوتھی صدی ق م اور دوسرا تیسری صدی ق م کا ہے۔ تیسری صدی ق م کے ابتدا میں تھوری کی آزادی کا مزید ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ لیوی Epit. XI کے مطابق رومنوں نے لوکانیوں کے خلاف تھوریوں کو مدد دی۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ برتی کی فتح کے بعد تھوری والے زیادہ دن تک ان کے حلقہ بگوش رہے ہوں گے۔

تھوری کی حالت سے ہمیں بروتیوم اور لوکانیہ کی کیفیت کے درمیان امتیاز نظر آتا ہے چونکہ سسلی کی طرح بروتیوم کے شہروں کی ترقی دیونی سیوس کی فتوحات کی وجہ سے رک گئی اس لئے ۳۸۰ ق م میں ان کے سکے ڈھلنا بھی موقوف ہو جاتے ہیں، چنانچہ ریگیم، کروتون، تیرینہ، تمیسہ اور کالونیہ کی بجنسہ یہی کیفیت ہے۔ ابھی لوکری اور ہپونیوم نے اپنے سکے ڈھالنا شروع نہیں کیا تھا۔ اس کے برعکس لوکانیہ کے شہروں پر لوکانی قوم کا بہت کچھ دباؤ پڑ رہا تھا لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی آزادی قائم رکھی۔ تھوری کو بھی بروتیوں نے ۳۵۶ ق م تک تسخیر نہیں کیا اور اس سال میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مستقل طور پر اس کا دست نگر ہو گیا تھا۔

لوکانیہ میں بحیرۂ ایونیہ کے کنارے پر اس پہاڑی ملک کے شمال میں جو ۴۰ درجہ طول البلد پر سمندر کے بالکل قریب تک آ جاتا ہے، ہرقلیہ واقع تھا، اور استرابو (۶، ۲۶۴) کے قول کے مطابق اسی مقام پر کسی زمانے میں قلعہ الکاریہ تھا جسے ایپوس اور فوکسیوں نے مل کر آباد کیا تھا۔ بہر نہج اس میں شبہ نہیں کہ اس مقام پر کوئی اہم یونانی شہر آباد نہیں ہوا۔ اس پہاڑی علاقے کے بجائے یونانیوں کو میدان زیادہ پسند تھا، چنانچہ انھوں نے ہرقلیہ (حال پولی کورو) آباد کیا تاکہ انھیں قدیم اور مشہور شہر سیرس کا نعم البدل حاصل ہو جائے۔ استرابو (۶، ۲۸۰) کے بموجب سکندر والیٔ مولوسیان کی آمد تک یونانی کی اجتماع گاہ ہرقلیہ ہی کی اراضی تھی۔ لیسنورمان (یونان کبیر ۱، ۱۲۸) کا خیال ہے کہ مولوسی سکندر کے بعد یہ اراضی از سر نو لوکانیوں کے

باب ۱۱ بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے ۔ سنہ ق م کے قریب سسلی کے محض مشرقی حصے پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ قبضے میں چلی گئی؛ لیکن اس کی سند کیا ہے؟ ہیڈ بالکل درست کہتا ہے (۵۹) کہ "بہر حال یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کی آزادی سلب کر لی گئی ہو گی" اور اگر لینورمان کی رائے کو ہیڈ کی طرح بالکل درست سمجھ لیا جائے تاہم اس مفروضے کے بعد وہ بیکار ہو جاتی ہے ۔ ہرقلیہ کے خوبصورت سکوں پر ایک طرف پالاس کا سر منقوش ہے جس پر اکثر اژدہا (?) تھتری خود رکھی ہوتی ہے اور دوسری طرف ہرقل کی تصویر ہے جو خواہ بیٹھا ہوا اور نہ شیر سے لڑتا ہوا نظر آتا ہے ۔ واضح ہو کہ ہیڈ نے تصویر نمبر ۲۳ کو اپنی کتاب "سکہ جات قدما" Coins of the Ancients تصویر ۲۴، ۱۱ کے تحت نیچے بتاتا ہے، اور ہمارے خیال کے مطابق بھی اس قسم کی "پالاس" بالکل خلاف معمول ہے ۔ نشستہ ہرقل کی شبیہ ان تصاویر کے زمرے میں بھی آتی ہے جن سے ہم کروتون اور پاندوسیہ میں دوچار ہو چکے ہیں، ساتھ ہی یہ سکستہ اور تاراس کے سکوں پر بھی ملتی ہے (ایونز Evans تصویر ۱، ۱۲) ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے نشستہ اشخاص کی شبیہیں جن کے سامنے یا جن کے قبضے میں کوئی چیز موجود ہے، سنہ ق م کے قریب زمانے میں بنائی گئی ہوں گی ۔ ایونز "شہسواران" Evans: Horsemen (۵۳) کی رائے کے مطابق ہرقلیہ، کروتون، اور پاندوسیہ کے سکوں کی نشستہ شبیہوں میں یا نتھے توان کے نتھے سیوس کا خاکہ نظر آتا ہے ۔ سانپ کا گلا گھونٹنے والے ہرقل سے غالباً نشیبی اٹلی کے شہروں کی لیگ مراد ہے جس کی "اجتماع گاہ" کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے ۔ اسی قسم کا مجموعہ تاراس اور مشرق میں کیلیکیہ کے شہر مالوس میں (اِفہوف) اور قبرص کے شہر کی تیوم میں بھی نظر آتا ہے (سکس)؛ اغلب یہ ہے کہ ان مقامات میں بھی اس کا تعلق آزادی سے ہو گا ۔ نیز دیکھو حواشی متعلق باب ۲۸ ۔ باب ۳ میں ہرقل کی جس شکل سے بحث کی گئی ہے وہ اس کے مدمقابل ہے جس کا ذکر اس سے قبل کروتون کے تحت کیا گیا ہے ۔

چوتھی صدی ق م کی تاریخ میں میتاپونتوم زیادہ ممتاز نہیں ہے چنانچہ اس کے سکوں میں کوئی امر بیّن طور پر قابل لحاظ نہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ارتقا مسلسل ہوا ہو گا ۔ اسی زمانے میں جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں اس کے سکوں میں ایک طرف تو اناج کی بال نظر آتی ہے اور دوسری جانب یا تو اپولو یا ہرقل ور دو افسان کی شکل میں دریائے اخ لوئس (جس کے سر پر بیل کے سینگ ہیں) نظر آتا ہے ۔ ہیڈ (۶۳) ایسے سکوں کا ذکر کرتا ہے جس پر زنانہ سر

یونانی قابض نظر آتے ہیں، لیکن اس موقع پر قرطاجنی عفریت کو دیونی سیوس اکبر کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بنے ہوئے ہیں، اور جو یہاں کی تاریخ کے عہد سوم کے، یعنی ۳۸۰ ق م سے ۳۴۵ ق م تک کے معلوم ہوتے ہیں، اور ان پر مختلف نام مثلاً ہیکی آتیا، ہومو نویا اور داماتر کندہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول ہی میں نہیں بلکہ اس کے بعد بھی میتاپونتوم کو آزادانہ ارتقا کا موقع مل گیا ہوگا۔

اس کے بعد تارنتوم کی باری آتی ہے۔ اس شہر کے سکوں پر اے جے ایونز کا ایک نہایت نفیس مضمون مسمّی "سواران تارنتوم" جریدۂ مسکوکیات، A. J. Evans: The Horsemen of Tarentum, Num. Chron. ۱۸۸۹ء صفحہ ۱ تا صفحہ ۲۲۹ ہے۔ ایونز عہد زیر تذکرہ کو عہد آرخی تاس (سنہ ۳۴۴ ق م تا ۳۳۴ ق م) کا لقب دیتا ہے۔ اگر ہم سکوں کو اپنا معیار قرار دیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے پر حق بجانب ہیں کہ یہ زمانہ میتاپونتوم کی طرح تارنتوم کے لئے بھی امن و امان کا زمانہ تھا۔ سکوں میں مچھلی پر بیٹھا ہوا تار اس نظر آتا ہے اور اکثر اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار دکھلائی نہیں دیتا۔ علاوہ تارنتوم کی لتراسے کے اٹیکائی اوبول (دو اوبولیاں، ہیڈ ص ۴۴) بھی ملتے ہیں، جن کے ایک طرف تو تھوری کے سکوں کی طرح پالاس کا سر بنا ہوا ہے اور دوسری طرف ہرقلیہ کے سکوں کی طرح ہرقل شیر کا گلا گھونٹتا نظر آتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ سکّے دراصل مشرقی یونان کبیر کے متذکرۂ بالا لیگ کے عہد کی یادگار ہیں۔ ایونز (ص ۱) کی رائے کے مطابق اس مخصوص طرز کے سکوں کی ابتدا کا سہرا ایک نقاش کے سر ہے جس نے ان پر اپنا نام حرف "ف" کے ذریعے سے ظاہر کیا ہے اور جس نے ہرقلیہ، تھوری، تیرینہ اور نیاپولس کی بھی خدمات انجام دی تھیں۔ پول Poole کے نزدیک اس میں اٹیکائی طرز کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہم ان خیالات پر ان معلومات کا بھی اضافہ کریں جو دوسرے ذرائع سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں مغربی یونان میں دو مختلف شاہراہیں نظر آتی ہیں جس میں پہلی کا مرکز سرقوسہ ہے اور یہ مطلق العنانی کے رنگ سے رنگا ہوا ہے، اور دوسری آزادی کے جذبات سے متاثر ہے اور اس کا مرکز تھوری سے تارس تک کے شہروں کی لیگ ہے۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ اس لیگ کا رکھشک دیوتا ہرقل ہے، جو سکوں پر

باب ۱۱ | قومیت کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ دیونی سیوس یونانی قومیت کی حفاظت کرنیکے ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کہیں تو سانپ کی گردن دباتا اور کہیں شیر کو مارتا نظر آتا ہے، اور اُس کا تعلق سیاسی اعتبار سے تو تھبز کے ساتھ ہے لیکن فنی لحاظ سے وہ ایتھنز کے ساتھ وابستہ ہے۔

اب ہم بحیرۂ ایڈریاٹک کو چھوڑتے ہوئے، جہاں کے سکّوں پر یونانی عنصر کا اثر کم از کم اس زمانے میں نہیں معلوم ہوتا، مغربی اضلاع کی طرف، جو بحیرۂ ترہینیہ پر واقع ہیں، رخ کرتے ہیں یونانی شہر لاؤس کہ جسکے سکّوں سے اُس کا سیباریس کے ساتھ قدیم تعلق ظاہر ہوتا ہے، سنہ ۳۹۰ ق م میں لوکانی تھا (دیودوروس، ۱۴، ۱۰۱)۔ الفاظ "سنا" اور "اوسیی" بعض سکّوں پر نمودار ہوتے ہیں، اور اغلباً ان علامات سے "سناتیوس" اور "اوسیی اوس" جیسے شہروں سے مراد ہوگی جو بلاشبہ اوسکانی الاصل تھے۔ چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ ایسے سکّے اُس وقت مسکوک کئے گئے ہوں گے جب لاؤس لوکانیوں کے قبضے میں تھا۔ ان سکّوں پر لفظ "لائکن" وہ نہیں جو اس قسم کے دوسرے تانبے کے سکّوں پر پایا جاتا ہے۔

ایلیا کی توصیف پر شلوئی ننگ کا مضمون "ویلیہ بہ ملک لوکانیہ" کارآمد ہے جو "سالیانۂ انجمن آثاریات" ۴، ۳، صفحہ ۱۶۹ تا ۱۹۵ میں دیا ہوا ہے۔ Schleuning :

Velia in Lukanien, Jahrb. des arch. Inst. IV. 3, 169-195

استرابو (۶، ۲۵۲) کہتا ہے کہ اس شہر نے لوکانیوں کا مقابلہ کرکے اپنی آزادی کو قائم رکھا۔ اسکا امتیازی نشان سیلیہ کی طرح شیر تھا، اور دونوں مقامات کی بنا فوکسیوں نے ڈالی تھی۔ ہرقلیہ کے قدیم سکّوں پر بھی بعینہ اسی قسم کا شیر نظر آتا ہے ("سکّہ جات قدما" Coins of the Ancients ۵، ۱۵) اور انھیں ہیڈ سنہ ۴۰۰ ق م سے پہلے کا بتاتا ہے سنہ ۴۰۰ ق م کے بعد ایلیائی سکّوں پر پالاس کا سر، جس پر اٹیکائی خود ہے اور دوسری طرف ایک اُلّو کی تصویر کندہ ہے (ہیڈ ۷۵)۔ کیا اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ایلیا کے تعلقات ایک طرف تو شہروں کی اس لیگ سے تھے جس کا مرکز بحیرۂ آیونیہ تھا؟ اور دوسری جانب ایتھنز سے بھی اس کے روابط تھے؟ ہمارے نزدیک یہ امر قرین قیاس نہیں ہے۔

استرابو (۶، ۲۵۲) کہتا ہے کہ پوسیدونیہ پر لوکانی اثرات پیدا ہو گئے۔ لیکن وہ اسکی بابت کسی مخصوص سال کا تعین نہیں کرتا۔ ہمارے نزدیک لوکانیوں نے سنہ ۴۰۰ ق م کے قریب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ زمانے میں زیر کیا ہوگا۔ باوجودیکہ ایلیا لوکانی مرکز کے قریب تر تھا لیکن لوکانیوں نے کبھی اس پر قبضہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایلیا کی قوت مدافعت نسبتہً زیادہ تھی۔ فوکیہ کی طرح ایلیا ایک پہاڑی قلعہ تھا، اور سیبارس کی طرح پوسئیدونیہ ایک میدانی شہر۔ استرابو کہتا ہے کہ دریائے سیلاروس کے دہانے پر ہیرا آرگائیہ کی پوجا کی جاتی تھی، اور آخری سکہ جات پوسئیدونیہ پر ہیرا کا پورا چہرہ کندہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ق م سے کچھ زیادہ عرصہ پیشتر پوسئیدونیہ نے اپنی آزادی نہیں کھوئی۔ ہیرا کا پورا چہرہ کمپانی شہروں یعنی فستی لیہ، ہیریہ، اور نیاپولس کے سکوں میں بھی نظر آتا ہے (ہیڈ ۶۸)۔

اب صرف کمپانیہ باقی رہا جہاں کے یونانیوں کی سیاسی حیثیت اس عہد میں نہایت ہی کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس حصۂ ملک میں یونانی تمدن کی قومیت میں کسی قسم کا فرق آیا ہوگا، بلکہ اس کے برعکس اب بھی کیمپے میں نہایت نفیس یونانی برتن بنائے جاتے تھے (دیکھو اسی کتاب کا باب ۲۹)، اور سکوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان مقامات میں بھی جو دوسرے اسناد کے لحاظ سے بالکل غیر معروف ہیں بلکہ شائد یونانی الاصل بھی نہیں ہیں، ان میں بھی یونانی تمدن سرایت کر گیا تھا۔

گو نیاپولس میں اوسکانی عنصر کی آمیزش تھی لیکن اس شہر میں یونانیت کو مسلسل فوقیت کا درجہ حاصل رہا۔ اس کے بعض سکوں پر ایک زنانہ سر ہے اور بعض پر پالاس کا سر معہ ایتکائی خود کے ایک طرف اور دوسری جانب انسانی سر والا بیل کندہ ہے جن میں سے موخر الذکر سے شائد دیونی سیوس مراد ہے۔ پورا چہرہ جس کا اوپر ذکر آچکا ہے، یہاں کے سکوں پر بھی نظر آتا ہے۔ نیاپولس اور روما کے محالفے سے، جس کے بعد بھی یہ شہر برابر آزاد رہا، یہاں کے سکوں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جیسا اموف بلومر نے اپنی کتاب "سکہ جات یونان کبیر"

Imhoof Blumer : Zur Muenz Kunde Gros-griechen lands

(دی انالز ۱۸۸۶ء، ۲۲۳ وغیرہ میں دکھایا ہے، کمپانیوں کے وہ سکے جن کا ذکر ہیڈ ("تاریخ سکوکیات" H. N. ۲۷) کرتا ہے ہسپانیا میں نہیں بلکہ نیاپولس میں ڈھالے گئے تھے۔

باب ۱۰ | جو ایک طرف ترپوروپی یونانیوں پر ستم ڈھاتا ہے اور دوسری جانب دیونی سیوس سے مخالفہ کر کے کچھ عرصے کے لئے ایشیائی یونانیوں کو ایران کی دست برد سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ہیریا کے سکوں سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں؛ اوّل تو اس شہر کے صحیح موقع کا ہی تعین نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن غالباً یہ تولا کے قریب ہی ہوگا، بلکہ بعض مورخ تو یہاں تک دعوے کرتے ہیں کہ تولا اور ہیریا کا محل وقوع بالکل ایک ہی ہے اس مسئلے پر آخری مفصل بحث اِمهوف بلومر نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰۶ وغیرہ میں کی ہے اور اس نے دکھایا ہے کہ لفظ "سفسر" جو بعض سکوں پر کندہ ہے در اصل "نمپنسر" ہے، اور یہ سکے ہیریا کے ہیں (ہیڈ ۳۶) - ہیڈ کا خیال ہے کہ اس لفظ کا تعلق "ولیسیریس" سے ہے جو لیوی ۸/۲۷ میں اس شہر کے لئے استعمال ہوا ہے - ہیریا کے سکوں پر ایک طرف تو پالاس کا سر جس پر اتھنزی خود رکھی ہے یا ہیرا کا پورا چہرہ بنا ہے، اور دوسری جانب کمپانی بیل کی شبیہ کندہ ہے - ہیڈ کے نزدیک یہ سکے ~~~~ ق م میں ڈھالے گئے ہوں گے۔

ذرا اور اندرون ملک میں بڑھ کر سامنیوم میں دریائے ولٹرنوس کے کنارے پر الیفائے اور فستے لیہ واقع تھے جہاں یونانی وضع کے سکے ڈھالے جاتے تھے، لیکن جن پر چوتھی صدی ق م کے نصف ابتدائی میں اوسکانی کتبے کندہ تھے - الیفائے کو آجکل الیفے کہتے ہیں، اور غالباً فستے لیہ تیلیزے کے قریب آباد ہوگا - مقابلہ کرو ڈریسل کے مضامین تاریخ و لسانیات جو کرتیوس کے نام نامی پر معنون کئے گئے ہیں: Dressel: Hist. u. Philol. Aufs., dedicated to E. Curtius برلن سنہ ۱۸۸۴ع

ص ۲۴۵/۲۵۸ جن میں ان تمام مسائل پر بحث کی گئی ہے - الیفائے کے بعض سکوں پر پالاس کا سر اور کمپانی بیل کی شبیہ کندہ ہیں؛ ہیڈ ۲۶ - فستے لیہ کے سکوں کے لئے دیکھو "یوسلید ونیہ" کے ضمن میں میرے خیالات - ایک سکے پر کتبہ "اپ سی اس" کندہ ہے (ڈریسل ۲۵۳)؛ دیکھو حاشیہ متعلقہ "لاؤس"۔

آرتی تاس کے لئے دیکھو مضمون پاؤلی کے محیط المحیطین، ۱، ۲، ۱۴۸۱ تا ۱۴۸۳، اور لورنتز: "تارنتوم کا قدیم بلدیہ" Lorentz: De Civit Vet. Tar.

باب ۱۱

بجاتا ہے۔ اس موقع پر مشرق اور مغرب کی تاریخ تقریباً ایک دوسرے کا اعادہ کرتی ہے۔ دیونی سیوس اپنی عظیم الشان جنگ قرطاجنہ کی ابتدا ۳۹۷ ق م میں کرتا ہے، اور اسپارٹا ایران کے خلاف فوج کشی ۳۹۶ ق م میں یعنی اس وقت کرتا ہے جب وہ دیکھ لیتا ہے کہ ایرانی یونان پر وار کرنے والے ہیں۔ ادھر ایرانی عین اس وقت حملے کی تیاریاں کرتے ہیں جب واقعات نے قرطاجنہ کو متحیر اور بےچین کر دیا ہے اور قرطاجنی اپنی فوج کو مجتمع کر کے سرقوسہ کو تاراج کرنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں لیکن جہاں ہمیں ایران و یونان کے باہمی تعلقات بابعد کی بابت تھوڑی بہت معلومات حاصل ہیں، وہاں قرطاجنہ اور دیونی سیوس کے باہمی تعلقات کی بابت ہم گونہ تاریکی میں ہیں۔ بلاشبہ آئندہ ان دونوں مغربی دول کے مابین اتنا ہی کم اختلاف رہتا ہے جتنا اسپارٹا اور ایران کے مابین، اور جس طرح بعض مرتبہ اسپارٹا ایران کے خوشامد میں رہتا ہے اسی طرح دیونی سیوس بھی کبھی کبھی قرطاجنہ کے رنگ کا نظر آتا ہے لیکن باہمدگر مخالف مملکتوں کے باہمی تعلقات کی کیفیت مشرق اور مغرب میں بالکل جداگانہ ہے، اور فی الجملہ مغربی یونانیوں اور غیر یونانیوں کے افعال میں اتنی ہی قوت، اور توانائی نمایاں ہے جتنی مشرق میں بے لبی اور بے پروائی مشرقی میدان میں، بہ نسبت مشرق کے مغرب میں قومی احساس زیادہ نظر آتا ہے۔ قبل اس کے کہ ۳۹۷ ق م میں دیونی سیوس قرطاجنہ کے خلاف اپنی عظیم الشان مہم شروع کرے، سسلی کے بربریوں کا ایک بغاوت کے سلسلے میں قتل عام کر دیا جاتا ہے، اور اس سے ۱۲۸۲ء والے سسلی کے فرانسیسیوں کے قتل عام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مشرق میں اسگے سی لاؤس کی مہمات میں یونانی اور بربری کا باہمی فرق عیاں ہو جاتا ہے، لیکن صورت حال میں بہت جلد کچھ ایسی تبدیلی ہوتی ہے کہ وہاں ایک بھی ایسی یونانی مملکت

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳۳۶ صفحہ ۳۸ و ۳۹ - دیدچانس لیمرنز کے مطابق وہ چھ سات مرتبہ ستراتی گوس مقرر ہوا اگو تارنتوم کے باشندے معمولاً کسی ایک شخص کو ایک سے زائد مرتبہ ایک ہی عہدے پر فائز نہ کرتے تھے۔

باقی نہیں رہتی جو دو بنا تو ہو کر ایرانی زر و مال کی پوجا کرنے کے لئے تیار نہ بیٹھی ہو۔ مغرب میں بھی جذبات کا بول بالا ہو جاتا ہے، مشرق میں سازش اور منصوبہ بازی کا۔ مغرب میں اب بھی چند آزاد یونانی مملکتیں باقی ہیں، لیکن جیسے اسپارٹا مشرقی مملکتوں کی آزادی کی بیخ کنی کی فکر میں رہتا تھا یہی برتاؤ دیونی سیوس اُن یونانیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ لیکن دونوں کا نتیجہ ایک دوسرے سے مختلف نکلتا ہے۔ مغرب میں محض قوت کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور دیونی سیوس کو اس طرح سزا نہیں ملتی جس طرح اسپارٹا کو ملتی ہے۔ تھیبز اور لیوکترا میں بحیثیت ایک مدبر کے آرچی تاس ساکن تارنتوم کا مقابلہ ایک دوسرے تھیباغورسی یعنی اپامینونداس سے نہیں کیا جا سکتا۔ دیونی سیوس تو اپنے انتہائی عروج کے زمانے میں مر جاتا ہے، لیکن اگے سی لاؤس اپنی زندگی ایک غیر ملک میں اجیر سپاہیوں کے رہبر کی حیثیت سے ختم کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسپارٹیوں کے قبضے سے مسینیہ نکل جاتا ہے۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ شمالی اقوام کے تعلقات میں بھی مشرق اور مغرب کی تاریخ میں ایک طرح کی یکرنگی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ شمالی یونان یا تھسالی جس قسم کی کوشش کر رہے ہیں اُن کی تکمیل لوکانیوں کے ہاتھ سرزمین اٹلی میں ہوتی ہے۔

دنیائے یونان کے مشرقی و مغربی حصوں میں فی الحقیقت ایک قسم کی یکرنگی پائی جاتی ہے اسی لئے ان دونوں کے ارتقا میں بہت سی باتیں ایک سی نظر آتی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کے علاوہ دونوں کا ایک دوسرے پر براہ راست اثر بھی پڑتا ہے۔ اول تو یہ امر نہایت درجہ قابل لحاظ ہے کہ خاص خاص مملکتیں اور مخصوص افراد مشرق اور مغرب دونوں میں بیک وقت کار ہائے نمایاں انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ دنیائے یونان کے دونوں حصوں میں کورنتھ مطلق العنانی کے خلاف قدم اُٹھاتا ہے، یعنی مشرق میں اسپارٹا کے خلاف اور مغرب میں دیونی سیوس کے مقابل، اور اسی طرح لیساندر جو مشرقی یونان کا گویا مالک بن گیا ہے، مغرب میں اپنے ہم خیال خود سر سرقوسہ کے

دربار میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح گیلپس نامی ایک اسپارٹی جسے مشرقی بیڑے کا
کماندار بنایا جاتا ہے مغرب میں بھی نظر آتا ہے جہاں دیونی سیوس اسے باب ۱۲
افلاطون کے فروخت کا حکم دیتا ہے۔ مولوسی الکے تاس کا نام بھی دیونی سیوس
کے سوانح اور تاریخ مشرق دونوں میں پڑھنے میں آتا ہے۔ کونون کی اس کوشش سے
کہ کسی طرح ایواغورس کے ذریعے سے دیونی سیوس ایتھنز کا ہمنوا بن جائے،
قبرص اور سرقوسہ کا باہمی تعلق عیاں ہو جاتا ہے۔ فرنا بازو اسپارٹیوں کو
جہاز سازی کے لئے لکڑی تحفہ پیش کرتا ہے، اور ہرموکراتس ساکن سرقوسہ
کو کچھ روپیہ اور غالباً جہاز بھی نذر کرتا ہے تاکہ وہ سسلی کی مخالفت کے لئے
تیار ہو جائے۔ ان واقعات میں بہت سے دوسرے اسی قسم کے حالات کا
اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی یونان کے بہت سے
شہروں کے سکوں پر ہرقل کی تصویر کندہ ہے جس میں وہ سانپ کا گلا گھونٹتا
ہوا یا شیر کو مارتا ہوا نظر آتا ہے؛ یہ سکے تقریباً معاصر ہیں، اور اول الذکر
لمپساکوس اور رھوڈز سے کروتون تک اور ثانی الذکر تارنتوم، ہرقلیہ،
صقالوی ناکوس اور قبرصی کیتیوم میں پائے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا
ہوتا ہے کہ آیا ہم ان علامات کے ذریعے سے یہ نتیجہ نکالنے پر حق بجانب
ہیں کہ اسپارٹا اور سرقوسہ نے آزادی کو پسپا کرنے کی جو کوشش کی اسکا مقابلہ
کرنے کے لئے دور دراز شہروں تک کی آزادی کے پرستاروں نے کامیابی
کے ساتھ ایک دوسرے سے تعلقات پیدا کر لئے اور ایک ہی طرح کے
سیاسی مطمح نظر کے ذریعے سے جو اخلاقی حبل متین وجود میں آئی تھی اسکے
باعث ایسے لوگ باہمی متفق و متحد ہو گئے جنھوں نے ایک دوسرے کو کبھی
دیکھا بھی نہ تھا۔ ہمیں اس ضمن میں آخری بات یہ بیان کرنی ہے کہ جب ہم
دیکھتے ہیں کہ آرخی تاس ایک فیثاغورسی تھا اور اپامنونداس کی پرورش
بھی ایک فیثاغورسی ہی نے کی تھی اور ساتھ ہی فیثاغورسی برادری میں
دیونی سیوس کے سخت ترین مخالف موجود تھے، تو ہم یہ کہے بغیر نہیں
رہ سکتے کہ اس بھائی چارے نے دنیائے یونان کے اس عہد غلامی میں

باب ۱۱

اصول آزادی کے لئے جائے پناہ کا کام دیا تھا اور اس کی کوششوں کو ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہوگئی تھی۔ اگر ہم یونانیوں کی فطری انتظامی قابلیت اور اُن کی اس خصوصیت کو کہ وہ دور دراز ممالک میں اطمینان اور چین کی زندگی بسر کرسکتے تھے، پیش نظر رکھیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ جغرافی دوری کے باوجود ان میں باہمی تعلقات کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہیں۔

اب ہم دیونی سیوس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تاکہ اس بوڑھے خودسر کے عہد کے اختتام اور اُس کے بیٹے کے عہد کی ابتدا کا حال بیان کریں۔ اپنی زندگی کے خاتمے پر دیونی سیوس امن وامان کا خواہاں ہوگیا تھا، اور نہ صرف وہ خود شعر کہتا تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ قدیم خودسروں کی طرح اُس کے دربار میں بھی شعرا و مصنفین کا جمگھٹ رہے۔ گو اس عہد میں دُنیائے یونان میں مشہور و معروف شعرا کا کم و بیش فقدان تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دربار سرقوسہ میں بعض ادیب ضرور نظر آتے تھے مثلاً اُس وقت کے ممتاز ترین شعرائے یونان میں سے ایک شاعر یعنی مزباری فلوکسے نوس اسی دربار میں رہتا تھا، اور وہ اس فن سے واقف تھا کہ کسی خودسر کے روبرو اپنی خودداری اور رکھ رکھاؤ کیسے قائم رکھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دیونی سیوس کے اشعار کی تخریب کرنے اور اُس کی بے ادبی کی پاداش میں اُسے پتھر کی کان کے مشہور محبس میں بند کردیا گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اُس نے از سر نو دربار میں رسوخ پیدا کرلیا اور اُسے اپنے اشعار بآواز بلند سنانے کا موقع مل گیا۔ دیونی سیوس کی عین خواہش تھی کہ وہ اُس کی زبان سے اپنے اشعار کے متعلق کچھ تعریف و توصیف کے الفاظ سُنے، چنانچہ اُسے بلا کر خودسر نے اپنے چند اشعار سنائے۔ اس پر بجائے اسکے کہ فلوکسی نوس ان اشعار کے متعلق کچھ کہتا اُس نے سرکاری چوبداروں کیطرف دیکھا اور اُن سے کہنے لگا کہ بھائی اب دیر نہ کرو، مجھے پتھر کی کان کے محبس میں لے جاکر بند کردو! فلسفیوں میں ایک شخص ارسطی فوس تھا جو دُنیاداری کی باتیں کرنے میں کمال رکھتا تھا، چنانچہ انسانی زندگی اور فی الجملہ بنی نوع انسان پر طعنہ زنی کرنے پر اُسے خودسر نے انعام عطا کیا۔ اسی طرح افلاطون بھی

سرقوسہ پہنچا۔ افلاطون کے نزدیک ایک طرف تو اتھنزیوں میں نیک اور اچھے شہری بننے کی مطلق اہلیت نہیں تھی اور دوسری جانب سسلی کے خود سر یعنی دیونی سیوس اور اُس کے بیٹے سے اُسے مایوسی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ گو اُس نے دیونی سیوس کے داماد دیون کو اپنا ہمخیال بنا لیا تھا، لیکن خودسر کے دل میں اُس کی طرف سے طرح طرح کے شکوک پیدا ہو گئے اور آخرالامر اُس نے اُسے اپنے ملک سے نکال دیا، بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے پولس ساکن اسپارٹا کو حکم دیا کہ وہ اُسے بطور غلام کے فروخت کردے۔ دیونی سیوس کے نزدیک تقریباً ہر چیز، خصوصاً شعر و شاعری اور فلسفہ کی قدر آلۂ تضحیک سے زیادہ نہ تھی، چنانچہ اس دُنیا کے لئے ارسطی فوس سے بہتر کوئی فلسفی ملنا دشوار تھا؛ رہا افلاطون، تو جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی امیدیں دیونی سیوس جیسے شخص سے وابستہ تھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ دُنیا اور بنی نوع انسان کے اصلی حالات سے ناواقف تھا۔

باب ۱۱

۳۶۷ ق م میں دیونی سیوس کی موت کے بعد اُس کا ۲۷ سال کا بیٹا دیونی سیوس دوم تخت نشین ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ تو فطرتاً اس مرتبے کے قابل تھا اور نہ اُسے مناسب تربیت ہی دی گئی تھی اس لئے کہ اُس کے باپ نے محض حسد کی وجہ سے اُسے اپنی زندگی میں کسی طرح کا عروج حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ الغرض یہ بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ وہ ایسی سلطنت پر حکمرانی کا مطلق اہل نہیں جس کی بنیادیں تو مضبوط ہوں لیکن جس میں بے اعتباری سرایت کئے ہوئے ہو اور جو محض جبر و قوت کے زور پر قائم رہ سکتی ہو۔ ابتدا ہی میں اُس کے عزیز دیون نے قرطاجنہ کے ساتھ ایک قابل اطمینان صلحنامہ کر لیا جس کے باعث دیونی سیوس کو امن و امان سے حکومت کرنے کا موقع مل گیا، لیکن اُس نے اس موقع کو بھی ہاتھ سے جانے دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جنگ میں تو کیا، امن میں بھی وہ بحسن و خوبی حکومت کرنے کا اہل نہیں ہے۔ بہرنہج اُس میں یہ سمجھنے کی قابلیت ضرور تھی کہ حکمران کو علم کی اشد ضرورت ہے چنانچہ اُس نے علم حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، بس یہ دیون نے

باب ۱۱

نہایت ہمت کر کے افلاطون کو سرقوسہ واپس بلالیا۔ دیون کا خیال ہوا کہ شاید افلاطون کے اثر سے دیونی سیوس کچھ سنبھل جائے یا اُس کی فلسفیانہ صحبت کے اثرات حکومت پر پڑ کر مفید نتائج پیدا کریں۔ الغرض افلاطون واپس آگیا، اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ دیونی سیوس اور اُس کے درباری علم ہندسہ کا سبق لینے لگے اور مدور، مربع اور مستطیل شکلیں بالو پر بنانے لگے بلکہ دیونی سیوس تو یہاں تک بڑھا کہ وہ اپنے باپ کا مشہور فقرہ کہ "خودسری تمام بے انصافیوں کی جڑ ہے" بار بار دہرانے لگا۔ لیکن اُسے عیش وعشرت سے جو فطری لگاؤ تھا اُس کی وجہ سے وہ بہت جلد ہندسیات اور فلسفہ سے عاری آگیا، اور دربار خودسری کے عملی سیاست داں جو دورِ فلسفہ میں پیچھے ہٹا دئے گئے تھے رفتہ رفتہ پھر اوج پر پہنچ گئے اور خاندان خودسری کا ایک فرد فلس توس جو مدبر بھی تھا اور مورخ بھی، اور جو طبعاً مطلق العنان طرز حکومت کا دلدادہ تھا، وہ نوجوان دیونی سیوس کا مشیر وصلاح کار بن گیا۔ اب دیون پر یہ تہمت لگائی گئی کہ وہ حکومت کے خلاف سازشوں میں حصہ لیتا ہے اور خود تخت نشیں ہونا چاہتا ہے، چنانچہ اُسے فوراً ملک بدر کر دیا گیا۔ رہا افلاطون، سو وہ چند روز تک تو سرقوسہ ہی میں رہا، لیکن بالآخر اُسے بھی علٰحدہ کر دیا گیا۔ دیون تو سیدھا یونان چلا گیا جہاں وہ متمول یونانیوں کی طرح عزت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن افلاطون ایک مرتبہ پھر سرقوسہ طلب کیا گیا اور اُسے تیسری بار اُسی مہیب جزیرے انھیں خاربدلیس جیسی چٹانوں یعنی اسی شہر کو جانا پڑا جہاں اُسے اس سے قبل مایوسی کا منھ دیکھنا پڑا تھا۔ لیکن لوگ اس سے بہت جلد تنگ آگئے چنانچہ اس دفعہ بھی اُس کے ساتھ پہلے ہی کی طرح برتاؤ کیا گیا، اور خودسر کے اجیر سپاہی اُس سے اتنے متنفر ہو گئے کہ اُسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ اُسے قتل نہ کر دیں۔ آخرکار افلاطون سرقوسہ کے شاہی باغیچے میں ایک قیدی کی طرح زندگی بسر کرنے لگا۔ قصہ مختصر آرخی تاس ساکن تارنتوم نے دیونی سیوس سے سفارش کر کے اُسے عزت وآبرو کے ساتھ

علیحدہ کرادیا۔ یونان واپس آنے پر ۳۶۰ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر اُس کی اپنے پرانے دوست دیون سے ملاقات ہوئی۔ بہت سے لوگوں نے دیون کو یہ صلاح دی کہ سرقوسہ جاکر دیونی سیوس کو تخت سے اتار دے لیکن افلاطون نے اُسے اُس وقت باز رکھا۔ الغرض ۳۶۲ ق م میں دیار مغرب اور دیار مشرق کی حالت تقریباً ایک سی ہی تھی اور ہر جگہ معاملات درہم برہم نظر آتے تھے۔ بلاشبہہ سسلی دیونی سیوس اور قرطاجنیوں میں باہم منقسم ہوگئی تھی لیکن دیونی سیوس کی حکومت اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ وہ دن دور نہ تھا کہ سیاسی صورت حال میں کچھ نہ کچھ تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ اٹلی کا جنوب ترین حصہ دیونی سیوس کے ماتحت تھا؛ اس کے بعد لوکانیوں کا ملک آتا تھا، زاں بعد بعض خود مختار بلدیات کی اراضی تھی جن میں سے تارنتوم کو ہی تھوڑی بہت اہمیت حاصل تھی۔

# یادداشت متعلق باب یازدہم

سسلی کے حالات کے لئے ہماری مخصوص سند دیودوروس کتاب ۱۴ و ۱۵ ہے۔ لیکن صرف کتاب ۱۴ میں ہمیں واقعات کی کچھ تفصیل ملتی ہے اور کتاب ۱۵ میں مولف تفصیل سے بالکلیہ کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے اس لئے کہ صلح نامۂ شہنشاہی سے جنگ مین تی نیہ تک مشرقی معاملات اُس کی توجہ کو مشغول کرلیتے ہیں اور سسلی کے واقعات کا جہاں تہاں حوالہ دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

زمانۂ حال کی کتابوں میں مقابلہ کرو ہولم: "تاریخ سسلی قدیمہ" Holm: Gesch. Siciliens im Alterthum جلد ۲، لائپزگ ۱۸۷۴ء؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer: Gesch. der Karthage جلد ۱ برلن ۱۸۷۹ء؛ کاوالاری وہولم: "سرقوسہ کی آثاری توصیف" Cava lari—Holm: Topografia archaeologica di Siracusa پالرمو ۱۸۸۳ء (جرمن ترجمہ لوپوس: "شہر سرقوسہ بزمانۂ قدیمہ" Lupus: Derstadt Syrakus in Alterth. اشتراس برگ ۱۸۸۷ء)۔ نشیبی اٹلی کی کوئی قابل اعتبار عام تاریخ نہیں ہے؛ اس کے لئے لینورمان کی کتابیں قابل مطالعہ ہیں؛ دیکھو کتاب ہذا کی جلد ۱، باب ۲۱، حاشیہ ۳۸۔ لورنیتنز کے مفصل مضامین جو اُس نے تارنتوم پر لکھے ہیں اور جن کا اقتباس حاشیۂ بالا میں دیا گیا ہے واقعات سے لبریز ہیں۔

سسلی کی بابت میں نے اقتباسات سے بچنے کی کوشش

یادداشت متعلق باب

کی ہے اس لئے کہ جو کچھ مواد درکار ہے وہ سب مفصلۂ بالا کتابوں میں دیا ہوا ہے ۔ جہاں جہاں اقتباسات کارآمد معلوم ہوئے اُنھیں سکّوں کے ضمن میں دے دیا گیا ہے جن کے متعلق ہیڈ کی "تاریخ مسکوکیات" Head: Historia Num؛ گارڈنر: "انواع" Types امہوف کے مختلف تصانیف اور ایونز Evans کی کتاب متعلق تارنتوم جن کے اقتباسات آگے دئے گئے ہیں، ان سب کتابوں میں معلومات کا ایک بڑا ذخیرہ ملے گا۔

# باب دوازدہم

## ادبیات، علوم و فنون چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں

چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں یونان کی ذہنی ترقی کی تقریباً وہی کیفیت رہی جو اس سے پہلے کے عہد میں نظر آچکی ہے، لیکن ان دونوں عہدوں میں کچھ تھوڑا بہت فرق بھی ہے جس کا اصلی سبب اس زمانے کے خصوصیات اور اُن کے مختص خیالات تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمدن کی بہت سی شاخیں جو عہد ماقبل میں اپنی روشنی سے دُنیائے یونان کو منور کر رہی تھیں، خاموشی اور تاریکی کے عالم میں ہیں، اور ان کے برعکس دوسری شاخوں میں ارتقائی کیفیت نظر آتی ہے۔ اول الذکر میں سب سے پہلا شمارہ نظم کا ہے اور شق دوم میں نثر کا۔ اس عہد جدید میں نظم کی وہ قسم جو عوام کے مفاد کے لئے لکھی جاتی تھی اب نظر نہیں آتی، بلکہ اب ایسی نظم لکھی جانے لگی ہے جو علوئے تخیل کی وجہ سے صرف ایک محدود طبقے کو ہی لطف اندوز کر سکتی ہے، اور بجائے اس کے کہ بڑے بڑے جلسوں میں اشعار زبانی سنائے جائیں اب انھیں چھوٹی چھوٹی صحبتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظم کی ان دونوں قسموں کے مابین جو امتیاز ہے وہ معمولی ادبی تاریخوں میں واضح نہیں کیا جاتا، بلکہ ان میں تینوں انواع نظم کو، یعنی رزمیہ، مزامیری اور تمثیلی اشعار کو محض اس وجہ سے صرف ایک ہی شق میں رکھا جاتا ہے کہ اُن کی روایت کا طرز صرف ایک ہی ہے۔ لیکن ہم نے جو امتیاز پیدا کیا ہے وہ نہایت درجہ اہم ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ دراصل نظم مسرت آمیز طبیعت کا

باب ۱۲

ایک مظاہرہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے لوگ بیک وقت اس سے محظوظ ہوں، اور اسی وجہ سے اس کا موسیقی کے ساتھ گہرا تعلق دکھایا جاتا ہے۔ گو ابتدائی زمانے میں نظم پڑھنے کے لئے کہی جاتی تھی اور اس سے انسان محض تنہا محظوظ ہو سکتا تھا، لیکن اس قسم کی تصانیف مستثنیات سے سمجھنی چاہئیں، اور نظم کا اولیں مقصد بہت جلد یہی سمجھا جانے لگا کہ اس سے بہت سے لوگ محظوظ ہوں۔ ایسے جلسے جن میں عوام اشعار سے مستفید ہوتے تھے، یا تو مذہبی ہوتے تھے یا دنیوی، لیکن موخر الذکر جلسوں کا بھی مذہب سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور ہوتا تھا۔ پھر اشعار چند خاص قواعد کے مطابق پڑھے جاتے تھے جس کے باعث شعراکو اپنے طرز بیان میں آزادی تامّہ حاصل نہ تھی۔ علاوہ ازیں اس کا وجود بھی فی نفسہٖ آزادانہ اور دوسرے ادبی اصناف سے غیر متعلق نہ تھا، اس لئے کہ ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ ان رسوم میں لوگوں کی دلچسپی کم ہوئی اور خود شعر و شاعری کا خاتمہ ہوا۔ آخر میں چل کر کچھ اسی قسم کے کیفیات پیدا ہو گئے، اس لئے کہ جب مرفہ الحال طبقات نے ان بڑے بڑے معاشری جلسوں میں دلچسپی لینا موقوف کر دیا جہاں حاضرین قدیم افسانوں کے سننے کے لئے جمع ہوتے تھے، تو رزمیہ نظم کا باب بھی مسدود ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رزمیہ اشعار کا عروج و زوال بعض تہواروں اور اجتماعوں کی مقبولیت اور عدم مقبولیت کی مناسبت کے ساتھ ہوا۔ آخری بات یہ ہے کہ ناٹک کا گہرا تعلق ایتھنزیوں کے معاشری رسم و رواج کے ساتھ تھا، چنانچہ اس عہد میں جس کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں، رزمیہ و مزماری شعر گوئی اور دردیہ نویسی میں کسی قسم کا ارتقا نہیں ہوا۔ جب لوگ یکجا ہوتے تو ایسے اشعار سننا پسند نہ کرتے اور ان کے بجائے دوسرے قسم کے مضامین سننے کے خواہاں ہوتے۔ اُس وقت تک رسمی اصول کی نظم نویسی کا تخیل پیدا نہیں ہوا تھا، اور شعرا کے دل میں ہنوز یہ سوال موج زن نہیں ہوا تھا کہ میں اس وزن یا اُس وزن میں کس قسم کے مضمون کو ڈھالوں۔ یہ صورت حال مخصوص طور پر دردیہ نویسی میں

باب ۱۲ بالکل عیاں ہے۔ اس میدان میں نہ صرف بعض بعض اصول بلکہ بعض بعض مضامین بھی سینہ بہ سینہ چلے آتے تھے جن سے کسی قسم کی گریز بالکل ممکن نہیں تھی۔ پرانے افسانوں کو بار بار سانچے میں ڈھالا جاتا تھا اور چونکہ اس بارے میں جدید شعرا اپنے پیش رؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے قدیم ناٹک ہی بار بار تماشا گاہ پر لائے جاتے تھے، چنانچہ اتھنزی مدبر لیکرگوس نے زمانۂ مابعد میں اسی ضمن میں اتھنزی تماشا گاہوں کے لئے قوانین مرتب کئے۔ بدیں سبب اس باب میں جہاں ہم یونانیوں کے ذہنی تمدن کا ذکر کریں گے یہ بیکار معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے دردیہ نویسوں کی ایک فہرست ہدیۂ ناظرین کریں جن کی بابت ہمارا ہی معلومات بھی باوثوق نہیں کہی جا سکتیں۔ درد آمیز نظموں کی دلچسپی میں جو کمی پیدا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ جہاں پانچویں صدی ق م میں لوگوں کو اشعار کے ذریعے سے تعلیم و تربیت دی جاتی تھی وہاں اب ان کی توجہ بالکلیہ فلسفیانہ تحریک کی طرف منتقل ہو گئی اور اس پر ادبیات نثر نے نسبتۃً براہ راست متنوع حیثیت سے اثر ڈالا۔ ہم اس کا ذکر آگے کریں گے۔

اس کے برعکس سروریہ جات میں، جن کا واحد مقصد لوگوں کیلئے سامان تفریح مہیا کرنا تھا، اب بھی برابر ارتقا ہو رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اسمیں سے سنگت اور پاراباسس * (گریز) کا جزو نکل گیا، اور جب عوام یہ محسوس کرنے لگے کہ سروریہ کا ایک رخ خطرناک بھی ہو سکتا ہے تو اس سے سیاسیات کو جو تعلق تھا وہ بالکل جاتا رہا، چنانچہ اب سروریہ نویسوں کا مقصد صرف یہ رہ گیا کہ مروجہ عادات و خصائل کا خاکہ کھینچیں، اور اسی قسم کے سروریہ کو "سروریۂ جدیدہ" کہنے لگے۔ گو جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں

* سروریہ کے کھیل کے وسط میں سنگت تماشا گاہ پر آتا تھا اور ناظرین کے سامنے ناٹک کے مصنف کے خیالات کا اظہار کرتا تھا؛ اسے پاراباسس یا "گریز" کہتے تھے۔ [مترجم ۱۲]

باب ۱۲

اُس کے تصنیف کردہ سرودریوں کو "سرودریہ جات وسطی" کہتے ہیں، لیکن انمیں کوئی ممیز خصوصیت نہیں نظر آتی۔ ان کے لکھنے میں ایتھنزیوں نے کوئی خاص امتیاز پیدا نہیں کیا، اس لئے کہ انا کساندریداس تو کامیروس کا باشندہ تھا اور الک سس تھوری کا، اور ان میں سے موخرالذکر کا تعلق دراصل عہد مابعد سے تھا۔ سرودریہ نویسی جلد اس قدر مقبول ہوئی کہ وہ بہت جلد گویا دنیائے یونان کی مشترکہ نتیجہ فکر بن گئی؛ اس کے برعکس مزماری نظم چراغ سحری کی طرح آخری مرتبہ ٹمٹمائی اور فلوکسی نوس نے، جو دیونی سیوس خود سر سرقوسہ کے دربار میں مقیم تھا، باکھوس کے عہد کے ترانے گائے۔ اسی طرح فن موسیقی میں تمودیوکس نے نام پیدا کیا اور اس میں بہت سی جدتیں کیں۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ سنانے کے قابل ہے: وہ یہ کہ جب تمودیوس نے اپنے ستار میں چند نئے تاروں کا اضافہ کیا تو اسپارٹی الفوروں نے محض اس خیال سے کہ ستار میں قدیم تار ہی کافی ہیں اور اس میں کسی قسم کا اضافہ بدعت سیئہ کا حکم رکھتا ہے اس کے ستار سے حکماً جدید تار کٹوا کر پھنکوا دئے۔

اس عہد کی شاعری کے متعلق ہمارا ذخیرہ معلومات اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ... جو کچھ اس عہد میں نظم کیا گیا وہ سب کا سب تلف ہوچکا ہے، لیکن اگر وہ نظمیں اس وقت موجود بھی ہوتیں تاہم اغلب امر یہ ہے کہ اس قسم کی عام تاریخ یونان میں شاید ان پر اس سے زیادہ تبصرہ نہ ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد کے ادبیات کی اہمیت کی بنا اسکے اشعار پر نہیں بلکہ اُس کی نثر پر ہے، اور اس شعبے کی تین شقوں یعنی تاریخ بلاغت اور فلسفے کو اس عہد میں خاص کامیابی حاصل ہوئی اور بڑے بڑے نامور نثاروں نے کتابیں لکھیں جو آج تک موجود ہیں۔

اس عہد کی نثر پر تمدن جدید کے ان قائم مقاموں کا بہت بڑا اثر پڑا جن کا عہد ماقبل میں ہم سے تعارف ہوچکا ہے، اور جن میں ممتاز ترین ہستیاں خطابوں اور حکیم الحکماء سقراط کی ہیں۔ سقراط کی شخصیت اس درجہ

باب ۸

عظیم الشان ہے کہ اُس نے تاریخ اور فلسفہ دونوں پر پورے طور سے اپنا رنگ جمادیا ہے۔ اس زمانے میں نثر نویسی کو بہت سے امتیازات حاصل تھے جن کی وجہ سے ہم اسے شاعری کا بدل قرار دے سکتے ہیں۔ گو (جیسا ہم آگے چل کر دیکھیں گے) جہاں تک اصول تحریر کا تعلق ہے، نثر کی کوئی تصنیف نظم کے برابر بلند پایہ نہیں ہو سکتی، لیکن عہد زیر بحث میں یونانی نثر ہی سے اپنی عملی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اس عہد کے بڑے بڑے نثر نویس لی سیاس، الیسقراطیس، زینوفون اور افلاطون ہیں، اور ان کی تحریروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونان کی عام زندگی کے عموماً اور ایتھنز کے خاص طور پر قائم مقام ہونے کی حیثیت سے انھیں ایک خاص اہمیت حاصل ہے، چنانچہ ہم ان کی تصانیف سے یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عہد میں تعلیم یافتہ یونانیوں کی تمناؤں اور آرزوؤں میں کس حد تک تخالف و تضاد پایا جاتا تھا۔ یہ چاروں کے چاروں ایتھنزی تھے، لیکن ان میں سے صرف دو نے یعنی لی سیاس اور السیقراطیس نے ایتھنز کی خدمت کرنا اپنا فرض عین سمجھا، اور ان میں سے بھی الیسقراطیس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے عمدہ سیاسی اصول پیش کر کے صرف ایتھنز ہی کی نہیں بلکہ تمام یونان کی خدمت کی؛ زینوفون اسپارٹا کا ہمنوا تھا، رہا افلاطون، تو اس کی تو عین خواہش تھی کہ ہر مملکت کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دے اور اُسے ایک مُطّہر جامہ پہنادے۔ ان چار حکما میں سے صرف لی سیاس ہی عمومیت پسند ہے، باقی تینوں اعیانیت کے ہمنوا ہیں۔

اب ان چاروں ادیبوں پر علحدہ علحدہ غور کیجئے اور سب سے پہلے خطابیوں کو لیجئے۔ لی سیاس ولد کیفالوس ساکن سرقوسہ غالباً سرقوسہ میں تقریباً ۴۵۰ ق م میں پیدا ہوا تھا، لیکن اوائل عمر ہی میں اپنے باپ کے ساتھ ایتھنز آکر رہنے لگا تھا۔ بعد ازاں اُس نے تھوریئ آکر بود و باش اختیار کر لی،

لیکن وہاں سے آخرکار مستقل طور پر ایتھنز آکر رہنے لگا۔ اس کا خاندان "غیر ملکی" طبقے میں سے تھا اور نہایت متموّل تھا۔ جب "تیس خودسروں" کا دور دورہ ہوا تو اُنھوں نے اس خاندان کے مملوکات پر قبضہ کرلیا اور لی سیاس کے بھائی پولیمارخوس کو مروا ڈالا۔ ظاہر ہے کہ جب وقت آیا تو لی سیاس نے ان خودسروں کے خلاف جمہوریوں کو مدد دینے سے گریز نہیں کیا جس کے صلے میں تھراسی بولوس نے تحریک کی کہ اُسے ایتھنزی شہریت کے جملہ حقوق عطا کردئے جائیں۔ لیکن اُس کے دشمنوں نے اس کے خلاف اتنی کوشش کی کہ بالآخر اس تحریک کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، چنانچہ ایک طرف تو آئندہ سے اُسے ایتھنزی شہریوں کے برابر محاصل ادا کرنے پڑے اور دوسری جانب اُسے مملکت میں حصہ لینے کا مطلق کسی قسم کا اختیار نہیں رہا۔ اُس نے اپنی زندگی دوسروں کے لئے تقریریں لکھنے کے واسطے وقف کردی یعنی اس نے اپنا پیشہ تقریرنویسی مقرر کرلیا جو کچھ زیادہ قابل وقعت نہیں تھا۔ اس کی تمام تقریروں میں سادگی، صفائی اور زندہ دلی بھری ہوئی ہے اور ان میں بہت سا ایسا مواد موجود ہے جس سے اُس زمانے کے سیاسی حالات سے ہمارے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر دو اور ہمعصر خطابوں یعنی ازائیوس اور اندوکیداس کا ذکر کریں۔ ان میں سے ازائیوس ساکن خالکس لی سیاس کی طرح ایک "غیر ملکی" اور تقریرنویس تھا، اور اپنی تیزفہمی کی وجہ سے مشہور خاص و عام تھا۔ اُس نے مملکت کے خانگی قانون کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا چنانچہ وہ اپنے ہمچشموں میں فرائض وراثت کا مبصّر سمجھا جاتا تھا۔ خود دیموس تھنیس نے اپنے مخصوص فن کی تعلیم اسی سے حاصل کی تھی۔ اندوکیداس کی اہمیت ازائیوس سے کم ہے ہم جنگ پیلوپونیز کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ یہی وہ شخص تھا جس نے مجسمۂ ہرمیس کے قصّے سے اپنے آپ کو نکالنے کے لئے دوسرے بتوں کو توڑ ڈالا تھا۔ زمانۂ مابعد میں یہ اس قدر عزت کا مستحق سمجھا گیا کہ جنگ کورنتھ میں ایتھنزیوں نے

باب ۱۲ اسی کو سفارت لے کر اسپارٹا روانہ کیا گیا۔[1]

[1] یونانی فن بلاغت پر بہترین کتاب بلاس: "خطابت یونان" Blass: Die Griech. Beredsamkeit ۴ جلد، لائپزگ ۱۸۹۸ء۔ نیز دیکھو سٹل و کرسٹ کے ابواب ادبیات کی شاخوں میں شاید فن بلاغت ہی ایسا ہے جس کا مطالعہ مقابلۃً ہنوز ابتدائی حالت میں ہے، حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ مختلف تصانیف کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے یہ نہایت ہی لازمی اور ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو طالب علم انگلستان و فرانس کے بڑے بڑے مقرروں سے واقف نہیں وہ یونانی مقرروں کے حسن و قبح کا نسبتۃً کم ہی اندازہ کر سکتا ہے۔ ملک جرمانیہ کے لئے قدیم و جدید خطابت کی تاریخ خاص طور پر مفید و کار آمد ہوگی، اور اس ضمن میں ایلبرٹی نے اپنی کتاب "مسالک مقررین" Alberti: Die Schuele des Redners (لائپزگ ۱۸۹۰ء) لکھ کر تحقیقات کی گویا ابتدا کر دی ہے۔

ایتھنز میں عام طور پر لوگ دوسروں کے لئے تقریریں مرتب کرتے تھے اور اس سے خصوصیاتِ انسانی کا خاکہ کھینچنے کا تقریر لکھنے والے کو بہت اچھا موقع ملتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے تقریر لکھتا جسے دوسرے کو کسی جلسے کے روبرو پڑھنا ہوتا تو اثر پیدا کرنے کی غرض سے لکھنے والے کے لئے یہ بہت ضروری تھا کہ وہ نفس تقریر کو مقرر کی خصوصیات کے ساتھ بالکلیہ منطبق کر دے۔ مثلاً لی سیاس جو ہمیشہ دوسروں کے لئے تقریریں مرتب کیا کرتا تھا، اس فن میں مشہور آفاق تھا۔ ایتھنز میں یہ بات بالکل عام ہو گئی کہ تقریر نویسی کے لئے خصوصیات انسانی کا مطالعہ کیا جائے جس سے سرِدست یہ نویسی کو دو طرح سے فائدہ پہنچا۔ اول تو بہت سوں نے اس میں مہارت پیدا کر لی اور دوسرے عوام الناس کیلئے ایک جدید آلۂ تفریح پیدا ہو گیا۔ جب کبھی کوئی "نااہل شخص" اپنی روزانہ کی اجرت لینے کی غرض سے تقریر کرنے لگتا (لی سیاس ۲۴) تو ہر کس و ناکس کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ تقریر لی سیاس ہی نے لکھی ہوگی، اور سننے والے اسے شاہکار سمجھ کر اس سے خوب حظ اٹھاتے، اور انھیں یہ "نااہل" بالکل ایک ایکٹر کی طرح نظر آتا جس کا پارٹ لی سیاس نے لکھ دیا ہو۔ اس سلسلے میں

باب ۱۲ اگر ہم اسیقراطیس کی زندگی پر غائر نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے اور اُن مقرروں کے مابین عظیم الشان تباین نظر آئیگا۔ وہ ۴۳۶ ق م میں پیدا ہوا اور ۹۸ سال زندہ رہ کر ۳۳۸ ق م میں راہی ملک عدم ہوا۔ اوائل زندگی میں

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دیموس تھنیس نے اولمپودوروس کے خلاف جو تقریر کی تھی اس کی بابت بلاس (Blass) وائل (Weil) کے دلائل کو پورے طور پر نہیں سمجھا (بلاس ۳، ۴۹۴)۔ بلاس کہتا ہے کہ اس تقریر کے اسلوب بیان میں دیموس تھنیس کا سا علو نہیں ہے۔ وائل کے نزدیک اس خصوصیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فن کے داؤ پیچ سے خوب اچھی طرح سے واقف تھا، لیکن بلاس کے قول کے مطابق وائل نے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ دیموس تھنیس یا کسی دوسرے بڑے خطاب نے برا اسلوب محض فریب کے لئے استعمال کیا ہو۔ لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ جب کوئی امر بالکل عیاں اور بیّن ہو تو پھر اُس کے ثبوت کی کیا حاجت ہے۔ دیموس تھنیس نے کالیستراتوس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوائے جو اُس کی ذاتی خصوصیات کے بالکل مطابق تھے۔ اگر کالیستراتوس ایک پاجی اور بدذات شخص تھا، اور اس کی زبان بھی خراب اور دیہقانی تھی، تو دیموس تھنیس، جو محض ایک تقریر نویس تھا، اُس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلوانے میں حق بجانب تھا جو نہ صرف غیر فصیح ہوں بلکہ جن سے اس کا پاجی پن اور بدذاتی دُنیا کے سامنے آجائے۔ ممکن ہے کہ موخر الذکر خصوصیت سے اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، لیکن کم از کم عدم فصاحت کا یقیناً کوئی اثر نہیں پڑا ہوگا۔

جو تقریریں عدالتوں اور مواقع عامہ میں کی جاتی تھیں اُنہیں سے اکثر پہلے سے تیار کیجاتی تھیں۔ عدالتوں میں جو بحث کی جاتی تھی اُن میں سیاسی تقریریں بھی شامل تھیں، اور اُن کی قبل از قبل تیاری اس لئے اور بھی ضروری تھی کہ "پن گھڑی" کے ذریعے سے ان کے واسطے وقت مقرر کر دیا جاتا تھا، چنانچہ مختلف مقرروں کو اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ دوران تقریر میں مختلف سوالات کا جواب دے سکیں۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جمعیت میں تقریر کرنے والے کی حیثیت مقدس ہوتی تھی، اس لئے یہاں کی تقریریں آج کل کی پارلیمنٹی تقاریر کی طرح مکالمے کی شکل اختیار نہیں کرتی تھیں۔ Dem. cor. دلچسپ مستثنیات میں سے ایک ہے۔

باب ۱۵ وہ حکیم سقراط کے ساتھ رہا اور اپنے فلسفے سے اس قدر دلچسپی کا اظہار کیا کہ اُس کے
مقربوں اور ہم جلیسوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ غالباً اپنی عمر اسی کے لئے
وقف کر دے گا۔ لیکن اس کے بجائے اُس نے ایک دوسرے طرز کی عملی
زندگی کو ترجیح دی یعنی پروڈیکوس اور گورگیاس کے سامنے سوفسطائیت
اور بلاغت کے حصول کی غرض سے زانوئے تلمذ خم کیا، اور کچھ عرصے تک
دوسروں کے لئے تقاریر تیار کرنے کے بعد تقریباً سنہ ۳۹۰ ق م میں
مقرری اور عملی فراست کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ قدیم خطابوں
اور سوفسطائیوں کی طرح وہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پھرتا
نہیں رہتا تھا بلکہ جو لوگ اس کی شاگردی کا فخر حاصل کرنا چاہتے تھے خود
انھیں ہی ایتھنز آنا پڑتا تھا۔ سیاسیات میں اُس نے ضرور حصہ لیا لیکن
سیاسیات سے یہاں محض اندرونی حکمت عملی یا ایتھنزی مدبروں کے
تنازعات سے مراد نہیں سمجھنی چاہئے بلکہ وہ تمام دنیائے یونان کے
معاملات سے دلچسپی لیتا تھا۔ وہ ممالک یونان کے باہمی اتحاد کا نہایت
جوش و خروش کے ساتھ حامی تھا، اور اُس کا عقیدہ تھا کہ تمام یونانی
مملکتوں کو ایسے طرز عمل سے کنارہ کش ہونا چاہئے جس میں خود غرضی کی
جھلک شمہ بھر بھی ہو، بلکہ اس کے برعکس یونانیوں کے لئے بہترین شغلہ
یہی ہے کہ بربریوں، یعنی ایرانیوں، سے برسر پیکار ہو جائیں۔ اصل میں
انھیں اسباب کے باعث اُس نے اپنے آخری زمانے میں دولت مقدونیہ
کے ساتھ جس نے گویا اپنے تئیں ایرانیوں کی مخالفت کا علم لکھ دیا
تھا، سمجھوتہ کرنا چاہا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے جنگ خیرونیہ کے بعد
فاقہ کشی کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے مکتب میں طالب علموں
کی ایک بڑی تعداد پڑھتی تھی، اور وہ قدیم خطابوں اور سوفسطائیوں
کی طرح اسی ایک رقم خطیر یعنی تین چار سال کے میقات کے لئے
ایک ہزار درہم لیتا تھا۔ اس کی تعلیم گاہ کے سند یافتگاں میں سے
لی کرگس اور انس تھنیس کا شمار ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کی

فطری قابلیت کا اندازہ لگا لیتا تھا، اور جب وہ یہ دیکھتا تھا کہ سیدھی سادی
مقرری اُن کے حسب حال نہیں ہے بلکہ اُس کے بجائے عملی
بلاغت اُن کے قدرتی میلانات کے مطابق ہے تو فوراً اُن کا ذہن
اُس فن کی طرف مبذول کر دیتا، چنانچہ اسی نے ایفوروس اور
تھیوپومپوس دونوں کو تاریخ نویسی کی طرف مائل کیا۔ اس کے درس
میں شریک ہونے والوں میں سے تھودیوس جیسے مدبر بھی تھے،
اور اُس نے ایواغورس والئ قبرص اور اُس کے بیٹے نکوکلیس کو بھی
درس دیا تھا، آرچی داموس والئ اسپارٹا، دیونی سیوس خودسر سرقوسہ
اور فیلقوس شاہ مقدونیہ سے بھی اُس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے۔
اُس نے نہ صرف فن تقریر بازی سکھانے پر اکتفا کیا، بلکہ اُس کی تقریریں جو بعض اہم مواقع پر
دی گئی تھیں اُسکے فن کی نہایت درخشاں مثالیں تھیں۔ وہ خود بھی انھیں اپنے طرز تحریر کا
بہترین نمونہ تصور کرتا تھا، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی
ایک تقریر مسمی "عیدیاں" Panegyricus پر دس سال صرف کئے
تھے۔ نثر کی تصنیف کے لئے یہ زمانہ نہایت طویل معلوم ہوتا ہے،
لیکن اگر اسے بنظر غائر دیکھا جائے تو اُسے اپنے طرز کا ایک فنی نمونہ
قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں تھا، خصوصاً اس لئے کہ گورگیاس نے
نثر نویسی کو کچھ ایسے راستے پر ڈال دیا تھا کہ اس کے بعد بڑے سے بڑے
نثر نویس کو اپنی تصنیف پر مدت دراز صرف کرنا مناسب معلوم ہوتا
تھا۔ عمدہ نثر کے لئے جو قواعد مقرر کئے گئے تھے اُن میں سے ایک
اہم قاعدہ یہ تھا کہ کسی جگہ دو ایسے الفاظ یکجا نہ کئے جائیں جن میں
پہلے کا آخری حرف اور دوسرے کا پہلا حرف دونوں حروف علت
ہوں۔ ایک اور قاعدہ یہ تھا کہ فقرے کے مختلف حصوں میں
خاص تناسب پیدا کیا جائے تاکہ اُن کے حصے ایک دوسرے کے
مطابق ہو جائیں اور اُن کے معنی اور آواز دونوں میں وزن کی کیفیت
پیدا ہو جائے (دیکھو جلد ۲ باب ۲۶)۔ الیسقراطیس کی مشہور ترین تقریر

باب ۱۲ مسمیٰ "وہ عیدیان" Panegyricus سے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے اور جس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ گورگیاس جیسے اُستادوں نے اولمپیا کی عید کے موقع پر جو تقریریں کی تھیں اُن کا جواب لکھا جائے۔ اس تقریر میں وہ یونانیوں کو یہ صلاح دیتا ہے کہ وہ ایتھنز کی سیادت میں ایران پر حملہ کریں اور ساتھ ہی اسپارٹا کے مقابلے میں وہ ایتھنز کو یونان کا سب سے بڑا مربّی قرار دیتا ہے۔ یہ تقریر تقریباً ۳۸۰ ق م میں لکھی گئی اور اس کے بعد ایسقراطیس یونان کی ممتاز ترین ہستیوں میں شمار کیا جانے لگا۔ گو اُس نے اس موقع پر اسپارٹا کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا تھا، لیکن ۳۶۶ ق م میں اُس نے آرخی دامُوس کے لئے ایک تقریر لکھی جس میں اُس نے اسپارٹا کا ساتھ دیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ مسینیہ اسپارٹیوں کی جائز ملک ہے اس وجہ سے اسپارٹا کو اس سے دست برداری کی مطلق ضرورت نہیں۔ جب ایتھنز نے امفی پولس کے لئے فیلقوس سے جنگ آزمائی کرنا شروع کی تو اُس نے ایتھنز کے اس طرزِ عمل کی مخالفت کی۔ لیگ کی جنگ کے اثنا میں بھی اُس نے امن و اماں کے موضوع پر ایک تقریر شائع کی جس میں اُس نے یہ کہا کہ اگر ایتھنز کا خارجی اثر بالکل زائل ہو جائے تو بھی تمام یونانیوں کو باہمی اتحاد کر لینا چاہیئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تقریر موسومہ اریوپاگی تی کوس ("رکن آریوپاگوس") اس سے تھوڑے ہی دن کے بعد شائع ہوئی ہوگی۔ اس تقریر میں اُس نے ایتھنزیوں کو یہ صلاح دی ہے کہ سولون اور کلس تھنیس سے پہلے اُن کے شہر کا جو دستور تھا اُسے پھر جاری کریں اور اس امر پر زور دیا ہے کہ اگر اریوپاگوس کو اُس کے قدیم اختیارات دوبارہ حاصل ہو گئے تو ایتھنز کی پرانی عظمت از سرِ نو عود کر آئے گی۔ ۳۴۶ ق م میں یعنی صلح نامۂ فلوکراتیس کے بعد ہی اُس نے اپنی تقریر لکھ کر فیلقوس کے پاس روانہ کی اور نہایت لجاجت سے اُس سے یہ استدعا کی کہ وہ یونان کو متحد کر کے ایران کے خلاف تلوار اٹھائے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ اُس نے اپنے سیاسی خیالات کا ایک ملخص ۳۴۲ ق م میں شائع کیا

۳۳۹

اور اُس کا نام پان اتھے نائکوس رکھا، اس تصنیف میں اور اُن تصانیف میں جو اس سے پیشتر مرتب کی گئی تھیں یہ فرق ہے کہ اس میں وہ طرز تقریر کے اسلوب کو خیر باد کہہ کر محض مکالمے کی شکل پر اکتفا کرتا ہے اور اس طرح گویا تقریباً سو سال کی عمر میں اس اسلوب کو اختیار کر لیتا ہے جو اس عہد میں مقبول عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے عہد میں جس میں بڑے بڑے ارباب علم و فضل کی کمی نہ تھی، ایسقراطیس کی حیثیت نہایت ممتاز ہے اور فی الواقع وہ زمانۂ حال کی لغت کے مطابق اصلی معنی میں مبصّر امور عامہ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ بلا شبہ اُس کے ہمعصروں نے اُس کے سیاسی تخیلات کی تائید نہیں کی لیکن اس سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اُن سے کہیں آگے بڑھا ہوا تھا۔ زمانۂ مابعد میں خود دیموس تھنیس ایسقراطیس کا ہم خیال بن گیا اور اُس نے اعلان کر دیا کہ جبر و اکراہ سے کام لے کر ایتھنز کو کبھی حکومت نہیں کرنی چاہیئے۔

ایسقراطیس کے لئے دیکھو بلاس، جو جملہ امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔
سٹل، کرسٹ، شرویڈر، مسائل ایسقراطیس Sittl, Christ, Schroeder, Quaest. Isocarateae
و اونکن: "ایسقراطیس و ایتھنز" Onken: Isocrates und Athen ہائیڈلبرگ ۱۸۶۲ء۔

بہت سے مورخوں کو ایسقراطیس سے محض اس وجہ سے تعصب ہے کہ وہ فیلقوس کا مخالف تھا، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ وتیرہ ہر ایتھنزی کو اختیار کرنا چاہیئے تھا۔ بلاس Blass (۲، ۵۸) کو اس خیال میں اس قدر غلو ہے کہ اُس کی رائے میں ایسقراطیس کی شخصیت میں کسی قسم کا زور نہیں پایا جاتا، اس لئے کہ "فیلقوس کی غدارانہ اور ظالمانہ حکمت عملی" کے باوجود اُس نے "اس سے کنارہ کشی اختیار نہیں کی۔" ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ فیلقوس نہ تو غدار تھا نہ ظالم، اور ہمارے پاس

باب ۱۲

اب ہم سقراط اور اس کے مخصوص مسلک کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں، اور ابتدا ہی میں یہ بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس کتاب میں اُس کے اور اُس کے شاگرد فلسفیوں کی بابت محض مجمل بیان ہی پر اکتفا کریں گے۔ سب سے پہلے تو زینوفون کو لیجئے۔ زینوفون جو غالباً ۴۳۰ ق م میں پیدا ہوا ایک مرفہ الحال اتھنزی خاندان کا رکن تھا۔ اس کے بہت سے سیاسی ہمنوا اپنے آپ کو خوبصورت اور خوب سیرت تصوّر کرتے تھے، لیکن وہ فی الواقع جسمانی اور ذہنی دونوں اعتبار سے تشکیل انسانی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھا۔ زینوفون حکیم سقراط کے وفادار ترین پیروؤں میں سے تھا،

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مطلق کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہے کہ ایسقراطیس عالی مرتبت شخص نہ تھا، بلکہ اُس کی تمامتر زندگی سے اُس کے اوصاف میں عالی ہمتی نمایاں ہے۔ محض یونانی سیاسیات کے سلسلے میں اس کا مضمون "سیوماخی کوس" (شوافق محاذ) گویا اُس کے منھ پر مارا جاتا ہے۔ بلاس (۲، ۲۷۷) نے اُصول امن کے موافق اس تقریر کی جو مذمت کی ہے اگر اُس میں اُس نے پولیبوس کا اتباع کیا ہے، تو ہمیں یہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ پولیبوس پر آج کل جو حکم لگایا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے، چنانچہ محض یہ امر ایسقراطیس کو ملزم گرداننے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ دمیوس تھنیس (Cherr ۴۲) کہتا ہے کہ اتھنزی توسیع سلطنت کے معاملے میں اپنے خودغرضانہ جذبات کو اپنے قابو میں رکھتے تھے، جس پر وائیڈمان (Weidmann) کے مدیروں نے اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس فقرے سے اتھنزیوں کے خصائص کا ایک معقول اندازہ ہوتا ہے؛ لیکن ہمارے نزدیک یہ صحت پر مبنی نہیں ہے اسلئے کہ خودغرضی اور طماعی میں اتھنزی دوسرے یونانیوں سے ہرگز کچھ کم نہ تھے لطف یہ ہے کہ دمیوس تھنیس ان کی مدح سرائی اس لئے کرتا ہے کہ اس کے نزدیک اُن کی فطرت ہی میں خودغرضی کا مادّہ نہیں تھا؛ چنانچہ اگر ۳۵۵ ق م جیسے ابتدائی زمانے میں ایسقراطیس نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ سلطنت قائم کرنا مناسب نہیں ہے اور وہ بھی اُسوقت جب بہت لوگ اس کے ہمنوا تھے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی طبیعت میں علو اور زہد ضرور ہوگا۔

باب ۱۲ لیکن ایتھنز میں عمومی حکومت قائم ہوتے ہی (جس سے اُسے مطلق کوئی دلچسپی نہ تھی)، عملی زندگی کی دیرینہ خواہش کی وجہ سے وہ فوراً ایشیا گیا اور وہاں پہنچ کر شاہزادہ کورش کی ملازمت اختیار کرلی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے اجیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر پہاڑی زنجیروں کو عبور کیا اور جو وحشی قبیلوں کے خطوں میں ہو کر بحیرۂ اسود کے کنارے تک پہنچ گیا، اور اُس وقت تک ان سپاہیوں کی حفاظت کرتا رہا جب تک اُن میں سے جو باقی بچے تھے اسپارٹا نے اپنے یہاں ملازم نہ رکھ لیا۔ اس کے بعد اس میں اور اگے سی لاؤس میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوگئے چنانچہ سنہ ۳۹۴ ق م میں وہ واپس یونان آگیا اور جنگ کورونیہ کے موقع پر اپنے ہم وطنوں کے خلاف (جنھوں نے اُسے ملک بدر کردیا تھا) لڑا۔ اس کے بعد اسپارٹیوں نے اُسے اولمپیا کے قریب سکی لوس کی جاگیر عطا کردی جہاں وہ ایک جاگیردار کی سی زندگی بسر کرنے لگا، لیکن سنہ ۳۷۱ ق م میں تھبزیوں نے پیلوپونیز پر حملہ کیا اور اُسکی جاگیر ضبط کرلی جس کے بعد اُسے گویا دنیا میں روزی کمانے کے لئے دربدر پھرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جب ایتھنزیوں نے قطعی طور پر اسپارٹا کا ساتھ دینا شروع کیا تو اُنھوں نے زینوفون کو واپس بلانا چاہا، لیکن بجائے خود آنے کے اُس نے اپنے بیٹوں مسمی گری لوس و دیودوروس کو ایتھنزی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے بھیج دیا جن میں سے اول الذکر میدان مین ٹی نیہ میں سواروں کی لڑائی میں کام آیا۔ زینوفون نے تقریباً سنہ ۳۵۹ ق م میں وفات پائی۔

زینوفون کی بعض تصانیف کی نوعیت بالکل تاریخی ہے اور بعض میں تاریخی مواد کو پیش نظر رکھ کر گویا عملی تعلیم دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی تصانیف کی سب سے درخشاں خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اُس نے اپنے اُستاد کے طرز تعلیم اور اُس کے خیالات کو "یادداشت ہائے سقراط" (Memorabilia) میں منضبط کردیا ہے، جس میں حکیم سقراط کے مکالمے

باب ۱۲

درج کئے گئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ حکیم سقراط مکالموں کے ذریعے سے تعلیم دیتا تھا، چنانچہ جتنے اس کے نامور شاگرد ہوئے ہیں ان سب نے اپنے اور اپنے اُستاد دونوں کے اصول کو اسی شکل میں ترتیب دیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انٹس تھنیس، اقلیدس اور فیڈون تینوں نے یہی طریقہ اختیار کیا، اور اسی پر دیو جانس کلبی ساکن اسنوف کا اُستاد انٹس تھنیس بھی کاربند ہوا؛ یہی وہ شخص تھا جس نے اصول "کلبیت" کی بنیاد رکھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ انسان کو اپنی ذاتی ضروریات سے بالکلیہ آزاد رہنا چاہئے۔ اسی طرح ارسطفوس بھی مکالموں کے ذریعے سے تعلیم دیتا تھا؛ یہ مسلک سرنی کا بانی تھا جس کے بموجب انسان کا مقصد حیات عیش و عشرت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب ادبیات کا بیشتر حصہ مکالمات پر مشتمل ہو گیا۔ اتھنزیوں کی یہ خصوصیت تھی کہ جب کبھی کسی قسم کے بحث و مباحثہ کی آواز ان کے کان میں پڑتی تو وہ فوراً اُسے سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جاتے، چنانچہ وہ ہمیشہ کسی قسم کے مقابلے سے بدرجۂ اتم محظوظ ہوتے اور یہ جدید طرز تعلیم اُن کے لئے خصوصاً اور یونانیوں کے عموماً نہایت پسندیدہ تھا۔ ایک امر ایسا ہے جسے اس وقت تک اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مکالمات سقراطیہ سے ڈرامہ کے زوال میں سرعت پیدا ہو گئی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عام طور پر ڈراموں میں، خصوصاً یوری پدیس کے زمانے کے بعد، یہ گویا قاعدہ بن گیا تھا کہ ڈرامہ کے سانگی تیزی، طراری اور حاضر جوابی کے ساتھ ایک دوسرے سے گفتگو کریں، چنانچہ عام طور پر قصّے کی نوعیت کی زیادہ اہمیت نہیں رہی نیز علی العموم ایک ہی قسم کے افسانے بار بار دُہرائے جانے کی وجہ سے ڈراموں میں کسی قسم کی جدت طرازی کی امید رکھنا کم و بیش لاطائل تھا۔ ان اسباب کی بنا پر لوگوں کی دلچسپی کا مرکز رفتہ رفتہ واقعات قصّہ کے بجائے کیفیت مباحثہ و تحصیص بن گیا۔ اسی دلچسپی سے جو لوگوں کو مباحثوں کے ساتھ ہو گئی، مسائل فلسفہ کے ابتدائی مدارج میں بہت کچھ کام نکالا جا سکتا تھا، اور

باب ۱۲

جو لوگ ذاتی طور پر بڑے بڑے فلسفیوں کی گفتگو کے وقت موجود نہ رہتے وہ بآسانی تحریری مکالمات پڑھ کر کافی حظ اٹھا سکتے تھے۔ ان مکالموں میں جو دلچسپی لی جاتی تھی وہ حکیم افلاطون کی Symposium سے معلوم ہوتی ہے۔ الغرض تعلیم یافتہ جماعت کو دردیوں سے مطلق کوئی دلچسپی نہیں رہی چنانچہ رفتہ رفتہ دائرۂ تعلیم و تعلم میں یہ بالکل بیکار ہو گئے اور خود یہ دردیہ نویسی بھی بتدریج معدوم ہو گئی۔

"یادداشت ہائے سقراط" کا پانچواں حصہ موسومہ بہ "خانہ داری" (Oeconomicos) ہے، جس میں خاندانی زندگی کے بعض نہایت نفیس اصول کا اعادہ کیا گیا ہے اور جس میں سقراط کے دوش بدوش اسپازیہ کی شخصیت کی بھی مدح سرائی کی گئی ہے۔ جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ اسپازیہ کو جو کچھ اہمیت حاصل تھی وہ سب فارقلیس کی بدولت تھی تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں کہ زینوفون کی یہ تالیف دراصل اتھینز کے دو بڑے بڑے مصلحوں کے باہمی تعلق دکھانے کے لئے لکھی گئی ہوگی، ایک تو اتھینزی مدبر فارقلیس، دوسرا اتھینزی فلسفی سقراط۔

زینوفون کی باقی ماندہ تصانیف میں اس کی تاریخی کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس نے اپنی مشہور کتاب "اقدام" (Anabasis) میں اپنے چشم دید اور نہایت دلچسپ واقعات کا اعادہ کیا ہے، اور ہمیں اس کتاب کو تاریخ یونان کے اولین اسناد میں شمار کرنا چاہیئے۔ اس کی دوسری کتاب ہیلینیکا (Helenica) مدت دراز سے زیر بحث رہی ہے اور اس کے نقادوں نے اس پر مضمونیت کا الزام لگایا ہے، لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ہر مؤرخ کو تاریخی واقعات سے (جن کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے) انتخاب کرنے کا یقینی حق حاصل ہے، اور اسے جس امر کی ایسا ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ وہ حق پرست ہو۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک سالہ ق م سے ۳۶۲ ق م تک کے

واقعات کا تعلق ہے، کسی نے آج تک زینوفون پر کم از کم غلط بیانی کا الزام تو لگایا نہیں ہمیں اس امر کا یقیناً افسوس ہے کہ وہ اتنا دور اندیش نہ تھا کہ شہر میسینے کی تعمیر کی اہمیت کا صحیح اندازہ کر سکتا، اور اس کے علاوہ جو فروگذاشتیں اس سے ہوئی ہیں اُن کی بابت ہم اس سے قبل ہی (یادداشت متعلق باب ا میں) کہہ چکے ہیں کہ وہ قابل معافی ہے۔ بلاشبہ وہ اپنی رائے کا اظہار اسپارٹی نقطۂ نظر سے کرتا ہے، لیکن ہم جانتے ہیں کہ جب کبھی اُس کی نظر میں اسپارٹا راہ کج پر ہوتا ہے تو وہ اُس کی مذمت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ ہم کبھی اسے اس قسم کے کینہ ور الفاظ استعمال کرتے ہوئے نہیں سنتے جیسے طوسی ویدش ہجی پر بولوس کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بیشک بحیثیت ایک مورخ کے اس میں طوسی ویدش کے سے اوصاف نہیں پائے جاتے، اور جس طرح طوسی دیدش محاصرہ سرقوسہ جیسے واقعے پر کلیتہً حاوی ہوجاتا ہے، اُس طرح زینوفون کے لئے بالکل غیر ممکن ہے؛ لیکن ہمیں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کا مقصد طوسی ویدش کی طرح کوئی فنی شاہکار تیار کرنے کا نہیں تھا جہاں طوسی ویدش خطابوں کا شاگرد تھا وہاں زینوفون حکیم سقراط کے مسلک کا پیرو تھا، اور وہ سب جن کا عقیدہ ہے کہ کسی بڑے آدمی کے خصوصیات کے ارتقا کے لئے اُن کی طبیعت میں فطری علو موجود رہتا ہے، وہ اس پر اتفاق کریں گے کہ زینوفون کی طبیعت میں اس قسم کے عناصر ضرور موجود تھے، جس کے باعث وہ طوسی ویدش کی کتاب کے ساتھ اُسکی کتابوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اُسے وقعت کی نظر سے دیکھیں گے۔ زینوفون کی عظمت کا راز یہ ہے کہ اُسے حق کے ساتھ فطری الفت تھی۔ (اور یہ سقراطی مسلک کا ایک ممتاز خاصہ ہے)؛ اُس نے حق کو تاریخ پر منطبق کیا، اور جو چیز ہمیں سب سے زیادہ اُس کا گرویدہ کر لیتی ہے وہ اُس کا سچا اور دلی انکسار ہے۔ جو شخص اپنے دس ہزار ساتھیوں کو بحفاظت تمام یونان واپس لا سکتا تھا، اُس کے لئے یہ بالکل ممکن تھا کہ

باب ۱۴ وہ اس ملک کے سیاسی اور فوجی امور میں اہم حصہ لیتا۔ زینوفون کا ذہن بھی اس کام کے لئے رسا تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے نہ صرف یونان کے معاملات میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا بلکہ شاید اس وجہ سے کہ اُسے اپنے آبائی وطن کی پشت پناہی نصیب نہیں تھی وہ کسی قسم کا حصہ لینا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ممکن ہے کہ بحیثیت اجیر سپاہیوں کے سپہ سالار کے وہ نام پیدا کرتا لیکن اُسے ایک دیس نکالے سپہ دار کی زندگی مطلق پسند نہیں آئی، چنانچہ جہاں تک سیاسیات اور فوجی امور کا تعلق ہے اُس کی زندگی کا باقی حصہ کم و بیش تاریکی میں بسر ہوا انکساری کی جھلک اُس کی تاریخ میں بھی نظر آتی ہے جہاں وہ صرف انھیں امور کو پیش کرتا ہے جن کی بابت اُسے اس کا یقین ہے کہ کم از کم اس پر مخالفانہ جنبہ داری کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ آخر میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ۴۱۱ ق م سے ۳۶۲ ق م تک کے واقعات کے لئے زینوفون کی تصنیف واحد باوثوق اور صریح تذکرہ ہے[۵۳]

۵۳ زینوفون کے لئے دیکھو باب ۱، یادداشت متعلقہ۔ اس کی بابت مورخوں میں کچھ اس قسم کا تعصب پھیلا ہوا ہے کہ سٹل جیسے مورخ اس کی تصویر مسطوحنیس پر آواز کستے ہیں (ہیلے نیکا ۲، ۴۳۹)۔ سٹل اپنی کتاب کے صفحہ ۴۴۲ حاشیہ ۲ پر ہیلے نیکا کے دو فقرے نقل کرتا ہے (۲، ۱، ۳۱؛ ۲، ۳، ۲۱) اور ان میں نقائص بھی نکالتا ہے، لیکن لطف یہ ہے کہ جو کچھ سٹل کہتا ہے اُس کا ان فقروں میں شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، یعنی نہ تو پہلے فقرے میں زینوفون نے لیسانڈر کو سراہا ہے نہ دوسرے میں اسپارٹیوں کو۔ فون شٹرن ("تاریخ" Von Stern: Geschichte صفحہ ۷۴) کہتا ہے کہ فاٹر (Vater) اپنی "حیات پیلوپی داس" میں زینوفون کو "قابل نفریں" گردانتا ہے۔ لوگ حکیم سقراط کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو جاتے ہیں، لیکن جس مورخ نے سقراط کے اصول کا انطباق کیا، یعنی حق کی موافقت کی اور محض بلاغت و سوفسطائیت کے مخالفت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا، اسکی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ اُسنے ایک ایسی کتاب (ہیلے نیکا) لکھی ہے جو اسکے ذاتی معیار سے کہیں گری ہوئی ہے۔ (سٹل ۴۴۱)

اب ہم نہ صرف اُس عہد کے بلکہ تمام دنیائے یونان کے سب سے بڑے اور صاحب فکر مصنف یعنی حکیم افلاطون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ افلاطون ایتھنز کے ایک اعیانی خاندان کا رکن اور خود سر کریٰ تیاس کے عزیزوں میں سے تھا۔ وہ ۴۲۸ ق م میں پیدا ہوا تھا، اور نہ صرف ذہنی لحاظ سے بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی خدا نے اُسے خاص قابلیت ودیعت کی تھی۔ اُس کے عادات واطوار اعلیٰ درجے کے تھے۔ وہ حکیم سقراط کے شاگردان رشید میں سے تھا، اور جہاں تک سیاسی عقائد کا تعلق ہے، سقراط کے بہت سے شاگردوں اور اُس عہد کے ممتاز ترین ارباب فکر کی طرح اعیانیت پسند تھا، یہی وجہ تھی کہ اس کے لئے اپنے وطن مالوف یعنی ایتھنز میں، بالخصوص آزادی اور عمومیت کی تجدید کے بعد، سیاسی معاملات میں کسی قسم کا حصہ لینا قطعاً ناممکن تھا۔ اُس نے اپنے معلومات وسیع کرنے کے لئے بہت کچھ سفر کیا اور منجملہ دیگر مقامات کے مصر بھی گیا۔ اس نے یہ کوشش کی کہ اپنے سیاسی خیالات کو کسی غیر ملک میں عملی جامہ پہنائے، اور چونکہ اُس کی رائے تھی کہ بہ نسبت کسی مجلس کے ایک مطلق العنان حکمران احکام عقل کا اتباع زیادہ آسانی سے کرسکتا ہے، اس لئے اُس نے اپنے سیاسی تجربوں کے لئے سسلی کے خود سر کا دربار منتخب کیا۔ شومئی قسمت سے باوجودیکہ اُس نے سسلی کا تین بار سفر کیا لیکن نہ تو چالاک دیونی سیوس اول اور نہ غیر مستقل اور متلوّن مزاج دیونی سیوس دوم نے اُس کے اصول کی پیروی کی، اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ دیون کو بھی جو اُس کے معتقدات کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا اور انھیں عملی جامہ بھی پہنانا چاہتا تھا، کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ افلاطون کو دیار مغربی میں قیام سے ایک فائدہ ضرور ہوا، وہ یہ کہ وہ جنوبی اٹلی کے فیثاغورسیوں، خصوصاً آرخی تاس ساکن تارنتوم سے ملا اور اور ایسے لوگوں نے اُس کے فلسفیانہ خیالات پر بہت کچھ اثر ڈالا۔ آخری دوسرتبہ مغرب کی طرف جانے سے اُس کے درس وتدریس میں،

باب ۱۲

جو اس نے اتھنز میں جاری کر رکھا تھا، بہت کچھ حرج ہوا۔ صلحنامۂ شہنشاہی کے زمانے میں (جس کی بابت یہ امید تھی کہ اس کے باعث طویل جنگ و جدال کے بعد یونانیوں کو تھوڑا بہت آرام مل جائے گا) اُسے کولونوس میں باغیچۂ اکادیموس کے قریب کچھ اراضی مل گئی تھی اور اس نے اس "اکادیمی" میں اور خود اپنے قدیم باغیچے میں ایک مدرسہ کھول لیا تھا جس میں وہ تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتا اور اُن کے درس و تدریس کا انتظام کرتا تھا۔ افلاطون نے اکیاسی برس کی عمر میں ۳۴۷ ق م میں انتقال کیا۔

۵۴۔ حکیم الحکما افلاطون دراصل بذاتِ خود ایک دُنیا کے مماثل ہے، اور اُس کے موضوع پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اُن سے فی الحقیقت ایک پورا کتاب خانہ بھر جائے گا۔ افلاطون پر آخرترین مباحث، جن میں ان سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابوں کے حوالے بھی دئے ہوئے ہیں، ونڈل بانڈ Windelband کرسٹ Christ اور سِٹل Sittl کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ بعض محققوں نے نہایت باریک بینی سے، اور بال کی کھال نکال کر اس حکیم کی کتابوں کا سنوی تسلسل دریافت کرنے کی کوشش کی ہے ان میں بہت کچھ باہمی اختلاف پایا جاتا ہے؛ مثلاً کرسٹ تو کہتا ہے (صفحہ ۳۴۴) کہ کتاب "انائید" تقریباً ۳۸۸ ق م میں لکھی گئی تھی، لیکن ونڈل بانڈ (صفحہ ۲۲۶) کے نزدیک اس کا زمانہ ۳۶۷ ق م کا ہے۔

اس عجیب و غریب بات کا بہت ہی کم لحاظ کیا گیا ہے کہ فیثاغورس کی طرح افلاطون کا بھی اپولو کے ساتھ رابطہ ہو گیا، بلکہ لوگوں نے تو یہ تک کہنا شروع کیا کہ وہ اپولو کا فرزند ہے؛ (Vita Plat. West, ۳۸۲) جس کا اقتباس روشر نے اپنی قاموس Roscher's Lexicon ۲۵۳۵ میں دیا ہے۔

تاریخ یونان کے طالب علم کے لئے افلاطون کی کتاب مسمیٰ "دولت عامّہ" کی حیثیت اُس کی کتابوں میں نہایت ممتاز ہے، اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممالک یونان کے لئے حکیم افلاطون کس قسم کے سیاسی خیالات کو پسند کرتا تھا، دراصل اس کے سامنے بہترین مملکت کا نمونہ گویا ملکھی جامے میں اسپارٹا تھا، لیکن

اغلباً اس کی جملہ تصانیف ابتدا میں واقعی فلسفیانہ یادداشتوں پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ آزادی کی مسلسل تحدید کی وجہ سے اس کا حصول بالکل ناممکن ہوگیا تھا۔ افلاطون نے اپنی تصانیف موسومہ "جمہوریہ" و "گورگیاس" دونوں میں مویشی کی پرورش کے اصول کو انسان کی تربیت پر منطبق کیا ہے (۵ "۴۵۹)۔ (اٹیکائی زبان کے لفظی تنوع کے باعث) گلاؤکون افلاطون کے ہر سوال کے جواب میں ہزار طرح سے اثبات میں جواب دے کر نہ تو افلاطون کو تھکاتا ہے نہ زمانۂ حال کے پڑھنے والوں کو' لیکن گلاؤکون کبھی یہ دریافت نہیں کرتا کہ آخر ایسی فوق الفطرت ہستیاں کہاں آباد ہیں جو حکام سیاسی اور سرگروہان عوام سے اسقدر بالاتر ہیں کہ مویشیوں کی طرح ان کی تربیت کی نگرانی کرسکتی ہیں۔ باوجود زمانۂ حال کے اس قسم کے تصانیف جیسے سرطامس مور کی "لامکان" (یوٹوپیا) ہیرنگٹن کی "اوقیانیہ" (اطلانتس) کمپانیلا Compancella کی "بلدیہ آفتاب" (چیاد یل سولے) اور فورئے Fourier اور سین سیمون St. Simon کی تصانیف کے کابے Cabet اپنی اکاریہ میں یوروپیوں کی نوآبادی قائم نہیں کرسکا' اور نہ زمانۂ حال میں صرف ایک ملک یعنی پارا گوئے میں حلقۂ مسیحی کے مبلغوں نے اندیانیوں کی ایک ایسی نوآبادی قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اس امر پر علمی دنیا میں مباحثہ شروع ہوگیا ہے کہ آیا اکادمی کی طرف سے عملی سیاسیات میں ملوکیت' خصوصاً مقدونوی ملوکیت کی تائید کی گئی یا نہیں۔ ج' برنیز Bernays: اپنی کتاب "فوکیون اور اس کے زمانے کے نقاد" Phokion und seine neueren Beurtheiler (برلن ۱۸۸۱ء) میں یہ فرض کرلیتا ہے کہ اس نے تائید کی' لیکن گومپرتز (" اکادمی اور اس کی مفروضہ مقدونیہ پرستی" Gompertz: Die Acadamie und ihr Vermeinter Philomaked" مطالعات و اشاعت ۱۸۸۲ء) کی رائے اس کے خلاف ہے اور اس نے برنیز کے بعض تفصیلی واقعات کی تصحیح بھی کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مدرسے کا رجحان اُس کے

مشتمل ہوں گی، لیکن بہت جلد افلاطون نے انھیں مستقل فنی تصانیف کا رتبہ باب ۱۲

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ مدرسہ کے میلانات کے موافق تھا، یعنی وہ ایک طاقتور اور ذی اقتدار مملکت کا ہم نوا تھا؛ لیکن ممکن ہے کہ اُس کے بعض دور بیں شاگرد اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر جمہوری حکومت کے طرفدار ہو گئے ہوں - اس اکادمی کے جمہوریت پسندوں میں فوکیون اور ہیرنطینی لیون ممتاز ترین تھے لیکن دیون اور ارسطونیموس بین بین تھے (دیکھو باب ۹)؛ اور خلیروں خود سر بن گیا (Ath. ۱۱، ۵۰۹)- ہرقلیہ کا خود سر کلیارخوس اور اُس کے قاتل دونوں حکیم موصوف کے شاگرد تھے؛ بلاس: "خود سری" Blass: Tyrannis ا، ۲۵۷ و ۲۵۸- دیموس تھنیس (ارسطقراتیس Dem: Aristocr ۱۶۱، ۱۴۷) کے نزدیک افلاطون کے دو شاگردوں یعنی فیثون اور ہیرقلیدیس نے کوتیس کو مار ڈالا؛ لیکن بالآخر اوّل الذکر فیلقوس کا ہم نوا بن گیا - بلاشبہہ افلاطون نے فیثاغورسیوں سے بہت کچھ سبق حاصل کیا؛ لیکن اُس نے اُن کی جگہ کوئی سیاسی گروہ نہیں قائم کیا جس کا مقصد ایسے لوگوں کو تیار کرنا تھا جو سیاسیات کے میدان میں عملی حصہ لیں - اس کے بجائے وہ صرف اپنے خیالات کی تبلیغ کرنی چاہتا تھا - بلاشبہہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک فوکیون کا تعلق ہے ان خیالات میں سیاسی اہمیت پیدا ہو گئی تھی؛ لیکن ان کا سیاسیات پر جو انطباق کیا گیا وہ درحقیقت فوکیون کی مخصوص شخصی حیثیت کے باعث تھا - ارکان اکادمی میں جو باہمی تعامل ہوتا تھا وہ فیثاغورسیوں کے تعامل کی ایک نہایت بعیدی نقل تھی، بلکہ خود موخر الذکر بھی چوتھی صدی ق م میں اس قدر مرتب و مہذب نہیں تھے جتنا وہ چھٹی صدی ق م میں رہ چکے تھے -

ہم نے چوتھی صدی ق م کو عہد نثر نویسی کا لقب دیا ہے اور اس کا تباین پانچویں صدی سے دکھایا ہے جس کی ممتاز خصوصیت شاعری تھی - اس مقابلہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی ق م کی تاریخ فرانس سے کیا جا سکتا ہے - جس طرح پانچویں صدی ق م میں شعرا مثلاً ائس خیلیس، سوفوکلیس، یوری پدیس اور ارسطوفانیس میدان ادبیات میں ملک کی رہبری کرتے ہیں اسی طرح فرانس میں سترھویں صدی عیسوی کیا کورنی Corneille

باب دے دیا اور اُس کا مقصد اوّل یہ ہو گیا کہ پڑھنے والے اُن کی اسی نوعیت
سے استفادہ حاصل کریں۔ بظاہر وہ حکیم سقراط کے مکالمات و مباحث
کی یادداشتیں تھیں، مگر اغلب امر یہ ہے کہ خود مولف بھی ان سب
مکالموں کو سقراط کی طرف منسوب نہ کرتا ہوگا، بلکہ در اصل عام طور پر
دیکھا جائے تو افلاطونی سقراط افلاطون ہی کا دوسرا نام سمجھنا چاہیئے۔
اپنی کتاب کو سقراطی مکالمات کا جو جامہ اُس نے پہنایا اُس کا سبب
یہ تھا کہ وہ سقراط کے اسلوب بیان کے مطابق لکھنا چاہتا تھا اور اس
گفتگو کو ضبط تحریر میں لانا چاہتا تھا جو سقراط کے مختلف مواقع پر عالمانہ
موضوعات پر کیں، چنانچہ ممکن ہے کہ افلاطون نے اپنا ایوان اسی بنیاد
پر قائم کیا ہو جو واقعاً سقراط ہی نے تیار کی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ابتدا میں
اس کا خیال رہا ہو کہ وہ ہو بہو سقراط کی گفتگو کا چربہ اُتار رہا ہے، لیکن
بلاشبہہ اسے رفتہ رفتہ یہ یقین ہو گیا ہو گا کہ اُس کا ساختہ پرداختہ سقراط

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ راسین Racine مولی ایر Molière اور اٹھارھویں
صدی عیسوی میں مونٹسکیو Montesquieu وولٹیر Voltaire روسو Rousseau
اور میرابو Mirabeau رہبران ادبیات قرار دئے جا سکتے ہیں۔ یونان میں تو
چوتھی صدی ق م میں اور فرانس میں اٹھارھویں صدی عیسوی میں ناٹک کو مسلسل
فروغ حاصل رہتا ہے، لیکن دونوں میں یہ تسلسل محض رواجی اور مصنوعی ہے
(کریبیون Crebillon، رے نیارڈ Regnard)، تا آنکہ یونان میں سرودیۂ جدید
اور فرانس میں طبقۂ اوسط کے سروریوں اور بومارشے Beaumarchais
سے ادبیات میں ایک جدید باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ سترھویں صدی
عیسوی کے بعد زمانے میں فرانس میں اور پانچویں صدی ق م میں
یونان میں نثر کو کافی اہمیت حاصل تھی (پاسکال Pascal بوسیوے
Bossuet ہیروڈوٹس، طوسی ڈیڈس)، لیکن عالمگیر انداز سے اثر آفریں نثر
دونوں ممالک میں ایک صدی بعد تک دکھائی نہیں دیتی۔

باب ۳ ایسے مسائل پر بھی اپنی رائے ظاہر کر رہا ہے جن پر اصلی سقراط نے شاید کبھی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس نے اپنے مخصوص طرز کے لئے ایک اور بہانہ ڈھونڈھا ہو۔ سقراط کا مقصد فی نفسہٖ تعلیم دینے کے بجائے تحقیق امور مختلفہ کے طریقے سکھانا تھا، اور افلاطونی مکالمات میں بھی بجنسہٖ یہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔ مزید براں ہم دیکھتے ہیں کہ خود افلاطون کی روش میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہوگئی اور اُس کے خیالات میں ایک خاص قسم کی ترمیم ہوگئی جس کی وجہ سے اُسکی تصانیف کے مطالعے سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ کونسی کتاب پہلے اور کونسی پیچھے لکھی گئی ہوگی؛ باوجود اس کے ہم آج بھی ممتاز ترین مکالموں کی صحیح تاریخ کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔

افلاطون کی تصانیف اہم فقروں سے بھری پڑی ہیں لیکن شاید اس کے اُصول میں سب سے دلچسپ اصول تصورات کا ہے۔ وہ دو مختلف عالم فرض کر لیتا ہے، یعنی محسوسات کا غیر مکمل عالم اور مُثل (تصورات) کا مکمل عالم۔ جو شخص غیر مکمل دُنیا میں رہتا ہے اُس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ثانی الذکر عالم تک رسائی کا ہے۔ افلاطون کے نزدیک انسان ذہن کی ایک خاص قوت کے ذریعے سے ان "مثل" تک پہنچ جاتا ہے اُس کا خیال ہے کہ روح کے تین اجزا ہیں"، یعنی عقل، ارادہ اور خواہش، اور ان میں سے اوّل الذکر باقی اجزا سے ارفع و اعلیٰ ہے اور جو حقیقۃً خیالات کو اخذ کرتی ہے۔ افلاطون اس امر پر بہت کم روشنی ڈالتا ہے کہ بغیر محسوسات کے ادراک کے محض عقل کے ذریعے سے کیونکر خیالات اخذ کئے جا سکتے ہیں اور ان عام خیالات کا، جو احساس پر مبنی ہوتے ہیں مُثل یا تصورات سے کیا تعلق ہے۔ نہ صرف یہ کہ خود افلاطون نے بھی اس کے متعلق کوئی بات طے نہیں کی تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ بجائے خود لاینحل ہے۔ مختلف مکالمات میں یہ نہایت درخشاں نظریہ بیان کیا گیا ہے کہ باوجودیکہ انسان جو کچھ محسوس کرتا ہے جو اس فطریہ کے باعث محسوس

باب ۱۲

کرتا ہے، تاہم یہ بالکل ممکن ہے کہ انسان ذات لامحدود کا اندازہ کرے؛ لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی اُن بے اشمار کوششوں میں سے ایک ہے جن کا انسان بار بار اعادہ کرتا ہے اور اسے بار بار ناکامی کا منھ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس حکیم نے اپنی اس رائے کا جس کے مطابق روح کے تین حصے کئے گئے ہیں جملہ بنی نوع انسان پر منطبق کیا، اور اس ضمن میں یہ خیال پیش کیا کہ فرد کی طرح بنی نوع انسان کا مقصد عظیم یہ ہے کہ وہ تصوّرات کی تہ کو پہنچ جائے؛ چنانچہ اُس نے اپنے سیاسی مسلک کی بنیاد اسی اصول پر رکھی ہے۔ جس طرح پر انفرادی روح کے تین اجزا یعنی عقل، قوّت ارادی اور خواہش ہوتے ہیں اسی طرح مجموعی طور پر بنی نوع انسان تین طبقوں پر منقسم ہے، ایک وہ جن کی قسمت میں جسمانی محنت لکھی ہے، دوسرے وہ جو اپنی قوت ارادی کے ذریعے سے قوم کی خدمت کرتے ہیں، اور تیسرے وہ جن میں فطرۃً عقل کا غلبہ ہوتا ہے۔ طبقۂ اول میں عوام یا آبادی کا کارکن حصہ شامل ہے، طبقۂ دوم میں جنگ جو اور دفتری لوگ اور طبقۂ سوم میں عقلا اور حکمراں۔ افلاطون کا خیال ہے کہ مطمح مملکت میں ہر شخص صرف ایک ہی طرح کی فطری قابلیت سے کام لیگا، ایک سے زیادہ نہیں۔ اس تنظیم کا بدیہی نتیجہ یہی نکلے گا کہ قوم مختلف ذاتوں میں منقسم ہو جائے گی؛ چنانچہ افلاطون کے خیال کے مطابق فرد ہمیشہ کسی نہ کسی ورن کا رکن بنا رہتا ہے اور مختلف ورنوں میں اُن کے ایک حد تک محدود ہونے کا ہمیشہ میلان رہتا ہے جو شخص حاکموں یا سپاہیوں کے گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ خود بھی اپنی تربیت اور ماحول کی وجہ سے حاکم یا سپاہی بن جاتا ہے اور اپنی زندگی اسی پیشے میں بسر کرتا ہے؛ اسی طرح اگر کسی شخص کے ماں باپ مزدور ہوں وہ اپنی پیدائشی حیثیت سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ہر طبقے کیلئے ایک خاص قسم کی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ورن والوں کو اپنے ورن کے فرائض میں ماہر و مبصّر بنایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ افلاطونی مملکت کی بجنسہٖ وہی کیفیت ہوگی جو مملکت ہند میں پائی جاتی تھی جہاں کا

باب ۱۲ معاشرہ برہمنوں، چھتریوں اور ویشیوں پر مشتمل تھا۔ حکیم افلاطون نے اپنی کتاب "دولت عامّہ" میں انھیں اصول پر بحث کی ہے، اور اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عملاً ایسی قوم کی زندگی کیسی ہوتی ہوگی، اور جو طرز حیات اس نے پیش کیا ہے اس کا نتیجہ اشتمالی اصول کی ترویج اور انفرادی آزادی کا فقدان ہے۔ اس کا گمان تھا کہ اس کے خواب کی تعبیر کسی دیوتی سیوس کے ذریعے سے حاصل ہوگی، لیکن یہاں وہ یونانی فطری خصائص کا کما حقہٗ اندازہ نہیں کر سکا۔ یونانی افراد اپنے افعال و اعمال کی کمل نگرانی کے صرف اسی وقت روادار تھے جب وہ اُسے کسی عملی ضرورت کے وقت لازمی سمجھتے تھے، ورنہ محض مجرد اصول کے تحت وہ آزادی کے کسی قسم کے فقدان کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اسے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ اس قسم کے ادارات کا قیام صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کوئی فاتح آسانی سے مغلوب ہونے والی قوم کو نیچا دکھا دے، لیکن اس قسم کے ادارات یونانیوں کی جیسی غیور اور متمدن قوم کی تہذیب و تنظیم کے واسطے کبھی کارآمد نہیں ہو سکتے تھے؛ واقعاً بھی ابتدائے تاریخ سے یونانی یا تو خود مختار رہے تھے۔ ورنہ طوعاً و کرہاً چند روز کیلئے کسی خود سر کی ماتحتی قبول کر لیتے تھے۔ جب اپنی زندگی کے اختتام کے قریب حکیم افلاطون کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ کوئی خود سر بھی اس کی پسندیدہ مملکت کے اصول کو جاری نہیں کر سکتا تو اُس نے اپنی مشہور و معروف کتاب النوامیس لکھی، جس میں اس نے اپنی مطمح دولت عام کے اصول میں ترمیم کر کے نسبتہ ایک اعیانی مذہبی مملکت کی بنیاد رکھنی چاہی۔ اس کا یہ قول کہ جب تک مملکتوں کے حکمراں فلسفی نہ ہوں یا اُن کے فلسفی حکمراں نہ ہوں اس وقت تک انھیں خوشی حاصل نہیں ہو سکتی، بیشک حقیقت پر مبنی ہے، لیکن اس مقصد کا حصول بیحد دشوار ہے۔

یہاں ہم حکیم افلاطون کے باقی ماندہ مکالمات کو جن میں سے بعض مثلاً فیڈو وادر سم اور پوزیون کو نظر انداز کئے دیتے ہیں۔ ہمارے

باب ۱۲ موجودہ مقاصد کے اعتبار سے اس کے بہت سے اصول کی اہمیت نہایت کم ہے، اور جو کچھ ہے وہ صرف اس لئے کہ اس کا ایک خاص میلان ہے یعنی وہ ایک مخصوص Ideal یا مطمح نظر کی طرف قدم اُٹھاتا نظر آتا ہے۔ بلکہ خود یہ لفظ Ideal اسی کا ساختہ پرداختہ ہے۔ افلاطون کا نام تاریخ دنیا میں اس وقت تک درخشاں و تاباں رہیگا جب تک انسان میں یہ میلان قائم رہے، یعنی جب تک وہ ایسے مقاصد کے حصول کی کوشش میں لگا رہے جن کا وجود علاوہ اس کے دماغ کے کسی جگہہ نہیں ہوا، ایسے مقاصد کے حصول میں جہاں تک اُس کی پہنچ قطعًا ناممکن ہے، اور جب تک اعلیٰ مدارج سے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچنے کی کوشش بنی نوع انسان کی دیرینہ آرزو باقی رہے گی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ خود یہ حکیم الحکما اپنے پیش کئے ہوئے مسائل کو سلجھانے سے قاصر رہا تو اس کے نظریوں کی اہمیت اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ بہت سے مکالمے ایسے ہیں جن کی بحث و تحقیق اس ایک فقرے پر ختم ہو جاتی ہے کہ موضوع مزید غور و فکر کا محتاج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افلاطون اُن امنگوں اور آرزوؤں کا واقعی قائم مقام ہے جو یونانیوں کے بیچین دلوں میں موجزن رہتی تھیں اور اسی سقراط کا شاگرد رشید ہے جس نے سرے سے اپنے صاحب علم ہونے ہی کا انکار کر دیا تھا۔ سقراط کا اثر افلاطون کے طعنہ آمیز اسلوب میں بھی ظاہر ہوتا ہے جب ہم افلاطون کی کسی تصنیف کو پڑھتے ہیں تو بعض مرتبہ ہمیں اس کا یقین نہیں ہوتا کہ وہ فی الواقع اپنی تحقیقات کے نتائج تسلیم کرانا چاہتا ہے یا نہیں اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ پڑھنے والوں کا مذاق اُڑانا چاہتا ہے لیکن اکثر و بیشتر وہ استعارات و تشبیہات کو کچھ اس طرح سے استعمال کرتا ہے کہ اگر تم اس کے الفاظ کو معمولی لغوی معنی پہناؤ تو تم اس کے اصلی مفہوم سے بہت دور ہٹ جاؤ گے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ گو فی نفسہٖ نظم کو پہلے کی سی مقبولیت حاصل نہیں رہی تھی، لیکن اب بھی اس کی ضرورت برابر محسوس ہوتی تھی، اور جس زمانے کا ہم اس وقت

باب ۱۲ ذکر کر رہے ہیں اس میں خطیب اس ضرورت کو محض ظاہری شکل و صورت کی حد تک پورا کرتے تھے نہ کہ بہ اعتبار نفس مضمون کے۔ خطابوں کے بعد فلسفۂ افلاطونیہ کا دور ہوا، جو اکثر و بیشتر نثر کے قالب میں نظم ہی پر مشتمل ہے، بلکہ اس امر کا ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ خود قدما بھی اس حقیقت کی تہ کو پہونچ گئے تھے۔ پرانے زمانے میں جس چیز کو "درویہ" کا لقب دیا جاتا تھا وہ دراصل چھوٹا نٹکوں کا ایک مجموعہ ہوتا تھا؛ زمانہ زیر بحث میں متمدن طبقات کے لئے ناٹک کی جگہ فلسفیانہ مباحث اسقدر مروج ہوگئے کہ خود افلاطون کی مکالمات بھی "چوبولوں" کے مجموعوں کی شکل میں مرتب کئے گئے، لیکن ظاہر ہے کہ درویوں اور فلسفیانہ مباحث کے مابین جو یکسانی ہے وہ اسقدر صریح اور بدیہی نہیں ہے کہ درویوں نے جو شکل خود بخود اختیار کی وہ بالالتزام فلسفی مباحث میں بھی پیدا ہو جائے۔ افلاطون کے بعد فلسفے کا مطالعہ اہتھنزیوں اور ان غیر ملکیوں کا جو اہتھنز میں موجود تھے مشغلہ بن گیا۔ افلاطون سامعین کے سہولت کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ سقراط کا تو یہ وتیرہ تھا کہ وہ راہگیروں کو روک کر انپر سوالات کی بوچھار کرتا، اور اسیں نہ اسے جگہہ کا خیال آتا نہ دھوپ چھاؤں کا؛ لیکن افلاطون نے تعلیم و تدریس فلسفہ کے لیئے ایک سایہ دار مقام منتخب کیا؛ چنانچہ باغیچہ اکادیہ اور سیوزوس کا حرم اہتھنز کے قابل دید مقامات میں سے ہوگئے۔

الغرض اپنے حکما کی وجہ سے یونان کی علمی زندگی میں چوتھی صدی ق م کا اہتھنز پانچویں صدی ق م کے اہتھنز سے زیادہ ممتاز تھا۔ گو سیاسی اعتبار سے اس کی حیثیت ایک اعلےٰ درجہ کی عمومیت کی جیسی تھی، لیکن اب وہ ایسقراطیس اور افلاطون کے ذریعے سے اعیانی تمدن کا ایک لاجواب گہوارہ بن گیا۔ جو طلبہ حقیقت اشیاء کی جستجو کرنا چاہتے وہ اکادمی آتے اور نہایت آزادانہ طور سے استاذ الحکماء افلاطون سے مباحثہ کرتے؛ جو علمی زندگی کے میدان میں جا کر آہستہ سے مسلح ہونا چاہتے وہ ایسقراطیس کے سامنے اجرت تعلیمی پیش کرکے اس کی تعلیم سے استفادہ حاصل کرتے۔

باب ۱۲

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز کی ادبیات میں بھی اعیانی میلان صاف طور پر نظر آتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اسکے قوائے ذہنیہ و مادیہ دونوں کو شباب حاصل تھا اور جس میں طوسی ڈیڈس نے اپنی تاریخ اور ارسطو فانیس نے اپنے اشعار موزوں کیئے اور جس میں سقراط نے اپنی تعلیم و تدریس سے دنیا کو منور کیا، لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز غیر ملکیوں کا اتنا مرجع نہیں تھا جتنا وہ چوتھی صدی ق م میں بن گیا۔ عین اسوقت جب ایتھنز اپنی ذہنی اور فنی عظمت کے معراج کمال کو پہونچ گیا تھا، اسوقت جنگ پیلو پونیز چھڑ گئی جس کے باعث بیس سال کے طویل عرصے کے لئے ایتھنز کے دروازے دنیا یونان کے واسطے گویا مسدود ہو گئے۔ چنانچہ اس جنگ کے بعد ہی عالم یونان اس درخشانی و خوبروئی سے لطف اندوز ہو سکا جو صرف ایتھنز ہی میں نظر آتی تھی۔ ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں ایتھنز ہی وہ مرکز تھا جہاں سے دنیا تصورات گوناگوں کی دولت سے مالا مال ہو رہی تھی، اور تاریخ عالم میں ہمیں ایسا کوئی عہد نہیں ملتا جس میں کوئی ایک شہر ایتھنز کا ہم پلہ نظر آتا ہو۔

الغرض میدان ذہنیات میں ایتھنز بلا شرکت غیرے حکومت کرتا تھا۔ لیکن یہہ حکم اس سے قبل کی صدی پر نہیں لگایا جا سکتا اسلیئے کہ اس میں ہمیں دنیاء یونان میں ایک کی بجائے تمدن کے چھ مختلف مرکز نظر آتے ہیں۔ لیکن اب سسلی پر تو بربریوں اور خود سروں کا تسلط ہو گیا ہے، اٹلی میں بربریوں کو تفوق حاصل ہے اور یونان کے دوریانی اضلاع خانہ جنگی کی وجہ سے پست پڑ گئے ہیں۔ اب علاوہ ایتھنز کے ایشیا، تھریس و مقدونیہ باقی رہ گئے ہیں لیکن ایتھنز ان سب سے بازی لے گیا ہے۔ بایں ہمہ ہمیں لو دوکسوس ساکن کنیدوس کو نہیں بھولنا چاہئے، یہ طبیب، مقنن اور فلسفہ فطرت کا ماہر تھا جسنے آفرینش مخلوق کے متعلق چند عجیب و غریب نظریئے قائم کئے۔ لیکن ہمیں یہہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ فنون لطیفہ کے میدان میں ایشیا بہت آگے بڑھا ہوا ہے گو عام طور پر فنون لطیفہ اسی زمین میں نشو و نما پاتے ہیں۔

باب ۱۲

جہاں آزادی کا دور دورہ ہوتا ہے، لیکن انھیں انھی ممالک میں فروغ ہوتا ہے جہاں دولت وافر ہو اور ساتھ ہی لوگوں کو ان سے مس بھی ہو، اور خود مصور دونوں کو ان سے دلچسپی ہوتی ہے۔

میدان فنون لطیفہ میں یونان نے جو رتبہ حاصل کیا اسے اب بیان کیا جائے گا، اور اسکے لئے ہمیں پانچویں صدی ق م کے واقعات پر نظر ڈالنی پڑیگی جس کے آخری تیس سال کی فنی کیفیات پر ہم ہنوز بحث نہیں کر سکے۔ تاریخ فنون میں ہم ان دو عہدوں یعنی پانچویں صدی ق م کے آخری ایام اور چوتھی صدی ق م کے نصف اول کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے، اسلئے کہ گو ان دونوں کے درمیان امتیازی کیفیت ضرور ہے، لیکن ہمارے پاس کافی ناقابل انکار اصلی نمونے موجود ہیں جن کی بناء پر ہم اپنی راء قائم کر سکتے ہیں۔

پولیگنوتس کے بعد سب سے پہلا نقاش جسنے ہمارداتنگ عالم پر اپنا سکہ بٹھا دیا، اگاتھارخوس ساکن ساموس تھا جسنے الکبیادیس کے مکان کو تصاویر سے آراستہ کیا تھا، چنانچہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ خانگی عمارات کے لئے نقاشی کے استعمال کی ابتدا اسی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد اپولودورس ساکن اتھینز نے شاہراہ ترقی پر قدم اٹھایا، اور یہ پہلا شخص تھا جسنے تختیوں پر عمدہ تصاویر کھینچیں جسکے باعث اب فن تصویر کشی آرائش مکانات سے بالکلیہ آزاد ہو گئی۔ اسے لوگ "نقاش ظلی" کہتے تھے، جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اسی نے پہلی مرتبہ ظل وضوء کو نقاشی کا ایک لازمی جز قرار دیا، اور جیسا اس سے پیشتر بھی کہا گیا ہے، وہ سطح تختی پر بعد ثالث کا چربہ اتارنے میں کامیاب ہوا۔ ان دونوں نقاشوں نے تو اتھینز ہی میں اپنا کمال دکھایا، لیکن اسکے جانشین ایشیاء کوچک کے باشندے تھے، اور انھی کے زمانے میں فن تصویر کشی گویا جملہ اقوام یونان کی قومی ملک بن گئی۔ ان میں سے اولین نقاش زیوکسس غالباً بحیرۂ اسود والے ہرقلیہ کا باشندہ تھا۔ اس نے سسلی اطلی والوں کے لئے بہت سی تصاویر تیار کیں، لیکن اسکے

بعد وہ ایفی سوسس چلا گیا۔ یہی وہ مصور ہے جسنے سب سے پہلے ساکن جاندار وں کی ہو بہو تصویر اتارنے کی کوشش کی ہے اور اس نے ہیلی نا کی جو تصویر کروتون والوں کے لئے تیار کی وہ مشہور آفاق تھی۔ اگر یہہ واقعہ حقیقت پر مبنی ہے کہ اس نے اس تصویر کو پانچ مختلف نمونوں سے تیار کیا تھا تو اس سے یہ صریحاً ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ جسم انسانی اور فنون لطیفہ دونوں کے اصول سے کچھ زیادہ واقف نہ تھا لیکن اسے بھی غالباً اسی قسم کے بے شمار قصوں کیطرح، جن سے تاریخ فنون لطیفہ بھری پڑی ہے، نقاشوں کے دل بہلاؤ کیلئے ایک چٹکلہ سے زیادہ وقعت نہیں۔ اس کا مد مقابل پرہازیوس ساکن ایفی سوس تھا، جسکی اکثر تصاویر دنیا، یونان کے مشرقی حصوں میں ملتی تھیں۔ پرہازیوس کا موضوع دنیا کی مناظر پر مشتمل تھا اور اسکی کوشش یہ تھی کہ روح کے اندرونی مظاہروں کو اپنی کوبچی کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کرے۔ زیوکسس اور پرہازیوس دونوں اپنی دولت کی نمایش کرنا، جو انھوں نے اپنے فن کے ذریعے سے کمائی تھی، پسند کرتے تھے، اور دونوں نے تقریباً ایک ہی زمانہ یعنی کم و بیش سنہ ق م میں وفات پائی۔ یہاں سکیون کے دو نقاشوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، جن میں سے ایک تمانتھیس اور دوسرا پاؤزیاس یا انہیں سے اول الذکر ایفی گے نیا کے ایثار کی تصویر کی وجہ سے مشہور ہوا جسکے فن کا تھوڑا بہت اندازہ پومپیائی کی اس دیواری تصویر سے ظاہر ہوتا ہے جس میں اس موضوع کو دکھایا گیا ہے، اور پاؤزیاس نے چھوٹی چھوٹی تصاویر اور بچوں کے مرقعوں میں کمال پیدا کیا۔

اس عہد میں سنگ کاری بھی شاہراہ کمال پر گامزن تھی، اور گو اس کا مبدا اور ایتھنز ہی تھا، لیکن باقی ماندہ عصص یونان میں یہ زیادہ مقبول تھی۔ اس عہد کا اولین سنگتراش کیفی سوڈوتوس ساکن ایتھنز ہے، اور یہہ وہی شخص ہے جس نے آئی رینی کا بت (جسکے گود میں پلوتوس دکھایا گیا ہے) تیار کیا تھا۔ اس مجسمے کی نقل اسوقت تک میونخ کے تصویر خانے میں موجود ہے۔ اسکے بعد سکوپاس ساکن پاروس کا نمبر آتا ہے، جسنے تگیہ کے بت کدۂ ایتھنے الیا کے از سرِ نو باب ۱۲

باب ۱۲ تعمیر کے موقع پر اپنے فن پیکر تراشی کے کمالات سے اُسے مزین کیا تھا، اور اُسی نے سنہ ۳۵۳ ق م میں موسولوس ساکن کاریہ کی وفات پر اسکے مقبرے موسومہ موسولیوم " کے لئے بھی مجسمے تیار کئے تھے۔ جس بت خانے کا ابھی ذکر کیا گیا ہے وہ کلیتہً سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا، اور اس کے سر مثلث پر جو بُت بنے ہوئے تھے انکے بعض ٹکڑے اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے مشرقی حصے پر کالیدونی شکار کی اور مغربی پر تیلے فوس اور آکلیس کی باہمی کشتی کی تصویر کندہ تھی۔ امیزنوں کی لڑائی کی تمثیلیں جو موسولیوم کی بعض تختیوں پر کندہ ہیں اور جو اسوقت تک موجود ہیں وہ سب سکوپاس کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ اسی طرح سنگ مرمر کا ایک حاشیہ جو اب میونخ میں ہے اور جس میں پوسیدون اور امفتریت کو تری تونون کے ساتھ دکھایا گیا ہے، وہ سکوپاس کے اسلوب کے مشابہہ قرار دی گئی ہے، اسلئے کہ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اسی نے اس موضوع کو پتھر میں کندہ کیا تھا اور یہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے بحری معبودوں کی مختلف حیثیتوں کو پتھر میں پیش کیا تھا۔ نیوبے کے مجموعے کے متعلق قدما میں یہ امر بائبہ النزاع تھا کہ آیا اسے سکوپاس نے موزوں کیا تھا یا پراکسی تے لیس نے؟ یہ مجموعہ عہد روما کے بتکدہ اپولو میں رکھا تھا، اور اس میں سے نیوبے اور اس کی اولاد کے بت، جو روما میں سنہ ۱۵۸۳ء میں دستیاب ہوئے، اور اب فلورنس کے عجائب خانے میں رکھے ہیں، اپنی طرز کے بہترین مجسمے ہیں۔

کیفی سودوتوس کا بیٹا پراکسی تے لیس تھا اور اس نے نوجوانوں کے جسم کی شبیہہ بنانے میں کمال حاصل کیا تھا۔ اس کا مشہور ترین مجسمہ کنی دوس والی افرودیت کا تھا، جسے اس نے غسل کے برتنوں پر اپنا لباس رکھتے ہوئے دکھایا تھا۔ افرودیت کے نوع کے بتوں پر اس مجسمے کا بہت بڑا اثر پڑا، جو میدیچی کی وینس اور کاپی تول کی وینس میں صاف نظر آتا ہے۔ اس نے ایروس کے جو مجسمے تیار کئے انہیں سے تھس پیائے اور پاریوم (ہیلیس پونت) والے بُت مشہور ترین تھے، اور اسوقت بھی ویٹی کان اور نیپلز میں ایسے مجسمے

باب ۱۲

موجود ہیں جن سے اسکے اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے، اسکے اپولوساؤروکتونوس ("چلپاسہ کش") کی، جسکے اسلوب کا اکتشاف پراکسی تےلیس نے کیا تھا، بہت سی نقلیں موجود ہیں، اسنے Satyr نیم انسان نیم حیوان دیوتا کا ایک مجسمہ تیار کیا تھا جسمیں وہ ایک تپائی پر اپنا ہاتھ رکھے کھڑا ہوا تھا، اور اس کی ایک مشہور نقل کاپی تول کے نوادر خانہ میں رکھی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس خود پراکسی تےلیس کا بنایا ہوا ایک مجموعہ بھی ہے جس میں ہرمیس شیرخوار باخوس کو اپنی گود میں اٹھاتا ہوا دکھایا گیا ہے؛ یہ مجموعہ ۱۸۷۷ء میں اولمپیا کے بت کدۂ ہیرا میں عین اسی جگہ ملا جہاں اسکے سنگتراش نے اُسے تیار کیا ہوگا۔ پراکسی تےلیس نے انفرادی انسانوں کے مجسمے اور عام معاشری زندگی کی تمثیلیں بھی پتھر میں تراشیں۔ اسکے بتوں سے اس زمانے کی شہوت پرستی کے میلانات کا خوب اندازہ ہوتا ہے، اور اس کا یونانی فنون لطیفہ پر گہرا اثر پڑا۔ اسکے بیٹے کیفی سودوتوس اور تمارخوس بھی بت تراش تھے، اور شاید دیتی کان والے منا ندر اور پوسی دی پوس کے نشستہ مجسموں سے ان دونوں کے اسلوب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ یہ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ پراکسی تےلیس کے انداز کی پیروی برابر چوتھی صدی ق م کے نصف آخر تک کیجاتی ہے۔

اسی جلد میں ہمیں ایک مرتبہ اور یونانی فنون لطیفہ کی طرف رجوع ہونا پڑیگا چنانچہ ہم فن تعمیر اور سکلوکیات کو اسوقت تک چھوڑ دیتے ہیں۔[۵]

---

۵ آجکل یونانی فنون لطیفہ کے میدان میں اسقدر تحقیقات کی جارہی ہے اور اس میں اتنے اکتشافات ہورہے ہیں کہ صف اول کے مبصر بھی ہمیشہ اسے بروقت اور برمحل کام میں نہیں لاسکتے۔ اسی لئے میں محض ان معلومات پر اکتفا کرتا ہوں جو میرے لئے لازمی ہیں۔ نقاشوں کی تاریخ پر حال میں و، کلائن نے ایک بسیط مضمون "تاریخ نقاشی یونان جریدۂ آثاریات و نوشتیات اسٹریا W. Klein; Studien Zur griech. Kunsldergeschichte; Archaelog.-epigr. Mittheil. aus Oesterreich. جلد ۱۱ و ۱۲- اگاتھارخوس

باب ۱۲ مندرجۂ بالا بیان سے یہہ عیاں ہوتا ہے کہ جہاں چوتھی صدی ق م کے نصف اول کی ادبیات کا مرکز ایتھنز ہے وہاں فنون لطیفہ کا جنم بعموم کسی اور جگہہ ہے، اور اسمیں جو جدتیں کیجاتی ہیں وہ ان ممالک میں جیسے ایشیاء کوچک جن میں آزادی سے ذرا کم لگاؤ ہے۔ ظاہر ہے کہ سلطنت ایران میں بھی لوگ فنون لطیفہ سے محظوظ ہو سکتے تھے، اسلئے کہ محض فنون لطیفہ کے لوازمات میں ذہنی قوت نہیں ہے لیکن ایفی سوس یا ہالی کارناسوس میں کسی افلاطون یا ایسقراطیس کا وجود قطعًا ناممکن ہوتا۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کے لئے دیکھو کلائن ۲ ا، ۸۷؛ جہاں Vitr 7, Praef. 11. کے الفاظ Scenam fecit کی تشریح کی گئی ہے۔ اپولودوروس کے لئے دیکھو کلائن ۲ ا، ۱۰۱؛ زیوکسس اور پارھازیوس کے لئے ایضًا ۱۰۲ وغیرہ۔ کلائن کا خیال ہے کہ زیوکسس ہرقلیہ واقع بحیرۂ اسود سے آیا تھا، تا ن تھیں؛ ایضًا ۱۱، ۲۱۲۔

کروتون کے باشندے اور ہیلی نا؛ Cic. de Iny ۱، ۲؛ پلینی ۳۵، ۶۴ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ پہلے زبان زد عوام ہوا، اور پھر زمانۂ مابعد کے مصنفوں نے اسپر خوب نمک مرچ چھڑک کر فرضی واقعات کا اضافہ کیا۔ اس باب اور باب ۲۹ کے لئے رائناش کی کتابچہ لسانیات قدیم Reinach : Manuel de philolgie classique جلد ۲، پیرس ۱۸۸۴ء کو دیکھا جائے۔

# باب سیزدہم

## اتھینز کی کیفیت تقریباً ۳۶۰ ق م میں

اب ہم از سرِ نو سیاسی کیفیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اپامنونداس کی وفات کے بعد اتھینز دوبارہ ارضِ یونان کا مرکز بن جاتا ہے۔ جہاں تہذیب کی عظمت و سطوت کا انحصار وہاں کے ممتاز شہریوں پر تھا، وہاں جنگ لیوکترا کے بعد اسپارٹا کی حالت میں تین فرق پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں وہ پرانی بات باقی نہیں رہتی۔ ان دونوں مملکتوں کے زوال کے بعد اتھینز ہی ایک ایسا شہر رہ گیا جس میں اب بھی پرانا دم خم باقی تھا، چنانچہ اسے ہر یونانی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اتھینز ہی تھا جس نے شمالی بادشاہ کے خلاف اپنی تلوار نیام سے نکالی اور جو اس وقت کے بعد بھی مسلسل فیلقوس کے خلاف دم بھرتا رہا جب اتھینز کے حرکات کی وجہ سے موخر الذکر نے خاص سرزمین یونان پر حملہ کر دیا۔ ان اسباب کی وجہ سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حالات متفرقہ پر تبصرہ کرنے سے پیشتر اتھینز کی اس زمانے کے تاریخ سے دوچار ہوں جب اس میں اس شمالی سلطنت سے جنگ آزما ہونے کی تیاریاں کی جارہی تھیں، اور اسکے سمجھنے کے لئے تھوڑے سے واقعات ماضیہ کا اعادہ بہتر ہوگا [1]

[1] اتھینز کے اندرونی ارتقا اور ۳۷۹ ق م سے ۳۶۱ ق م تک کے سیاسی فرقوں کے

باب ۱۳

تھیبز کی آزادی کے بعد (۳۷۹ ق م) میں ایتھنز کی حکومت کا افسر اعلیٰ کالیستراتوس تھا، اور وہی باوجود اسپارٹا کے ہمدرد ہونے کے مسلسل ذی اختیار رہا اور جدید لیگ کے قیام میں پیش پیش رہا۔ ابتدا میں تو اس نے خابریاس اور تیموتھیوس کے ساتھ مل کر کام کیا، لیکن بالآخر مؤخرالذکر کو معزول کرا کر چھوڑا اور اس کی جگہ ایفیکراتیس کو مقرر کرا دیا۔ تھیبز کی تاراجی پلاٹیہ اور صلح کانفرنس کی ناکامی کے بعد ایتھنز نے ابتدا میں تو محض زبانی اور مابعد عملاً اسپارٹا کی ہمنوائی شروع کی، اور جنگ لیوکترا کے بعد اس میں برابر اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ جب اپامینونڈاس نے پیلوپونیسس پر حملہ کیا تو ایتھنزیوں نے اسپارٹا کی مدد کے لئے خود ایفیکراتیس کو روانہ کیا۔ ۳۶۹ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے باہمی محاربے کے شرائط طے ہو گئے، اور جب پیلوپیداس کی کوشش سے ایرانی تھیبز کے ساتھ مل گئے تو تھیبز نے ایتھنز کے خلاف

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حالات کے واسطے شیفر کی حیات ڈیموس تھینیس Schacfer : Demosthenes اشاعت دوم (لائپزگ ۱۸۸۵ء) جلد ۱، اور بیلوخ "سیاسیات اٹیکا" Beloch Attische Politik (لائپزگ ۱۸۸۴ء) کا مطالعہ کیا جائے۔

اس عہد اور عہد ماقبل کے اٹیکائی مدبروں کے اختیارات سلب کر لئے گئے اور انھیں سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ ۳۸۲ ق م تھراسی بولوس کا دوست ارگوکلیس، بیلوخ ۱۳۲؛ ۳۷۹ ق م کتاب ہذا کے باب ۴، حاشیہ ۸ میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان کا بیان بیلوخ ۱۳۸ میں دیا ہوا ہے؛ ۳۷۳ ق م تیموتھیوس کا دوست انتی ماخوس، بیلوخ ۱۴۵؛ ۳۶۶ ق م تاغورس کی سفارت سوس، بیلوخ ۱۵۳؛ ۳۶۲ ق م کالس تھنیس، بیلوخ ۱۵۹۔

ارسطوفون پر پچھتر مرتبہ مواخذہ کیا گیا، لیکن وہ ایک مرتبہ بھی سزا کا مستوجب نہیں گردانا گیا، اور کیفالوس پر کبھی "تحریر خلاف آئین" کا الزام عائد نہیں کیا گیا۔ ۳۵۹ ق م میں تھراسی واقعات کے متعلق مقدمات دائر کئے گئے Sch D ۱، ۱۶۰۔

اور دیوسی الزامات اور سکندر روانگی فیرائے کے حملے کیلئے دیکھو کرتیوس ۳ (۶) ۴۹، ۷۔

ارسطوفون کیلئے دیکھو دیموس تھنیس (Cor.) ۱۶۲؛ اس خینیس "کتے سیاس" ۱۹۴؛ شیفر دیموس تھنس ۱، ۱۴۸ اور نمبرہ

نہایت سرعت سے تیاریاں شروع کردیں پہلے تو اتھنز یوں نے اوروپس باب ۱۲
پر قبضہ کرلیا (اور اسی سلسلے میں کالیستراتوس پر عدم ادائگی فرائض کا الزام لگایا
جس سے وہ آخر کار بری ہوگیا)؛ ازاں بعد انھوں نے اتھنز کی بحری سیادت
پر حملہ کرنا شروع کیا، اور خود اپامینونداس کی سرگردگی میں اتھنزی بیڑے کو نیچا دکھایا۔
ان پے در پے ہزیمتوں کے باعث اتھنز کے معاملات عامہ میں ایک
خاص حرکت پیدا ہوگئی؛ تیموتھیوس نے سیاسیات میں ازسرنو حصہ لینا شروع
کیا اور تھریس میں اتھنز کی خدمت کرنے کا تہیہ کیا؛ دوسری طرف کالیستراتوس
پر جو اعتبار تھا اس کی بنیاد اب ہل گئی، اور جب اسے آرکیڈیوں کو اتھنز کا
ہمخواہ بنانے میں ناکامی ہوئی تو اسکے اثر میں پہلے سے بھی زیادہ کمی پیدا
ہوگئی، گو وہ جنگ میں ۳۶۱ ق م تک اپنے عہدے سے علیحدہ نہیں کیا گیا؛ اسکے
زوال کے اسباب کا صحیح تعین نہیں ہوسکتا؛ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کا
فوری سبب یہ ہوگا کہ اسی کے عہد میں اتھنز کو دیار شمالی کے مہمات میں
شکست پہنچی جب شاہ کوٹیس نے تھریسی خرسونیز میں اپنے قدم جمائے تو
بیزنطیوں، خالکدونیوں اور کیزیکوسیوں نے غلہ اتھنز جانے سے روک دیا،
جسکی وجہ سے اتھنز کو مجبوراً پردکاس کے ساتھ ایک نقصان رساں صلح نامے
پر دستخط کرنے پڑے۔ لیکن سب سے زیادہ جس بات سے اتھنز کو
پریشانی ہوئی وہ یہ تھی کہ سکندر والی فیرائے نے جزائر کو بے دریغ تاراج
کرنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا؛ جزیرہ پے پارے تھوس پر قبضہ کرلیا،
اور جب اتھنز کیطرف سے اسکی سرکوبی کے لئے لیوس تھنیس گیا تو سکندر
نے اسے چاروں طرف سے گھیر کر اتھنز کی فوج کو شکست دیدی۔ اسکے
بعد وہ اسپارٹی تےلیوتیاس کیطرح پرائیوس پر یکایک آگرا اور یہاں
کے بازار اور صرافے کو خوب اچھی طرح سے لوٹا۔ اتھنز یوں میں ان مسلسل
شکستوں کی وجہ سے بحد جوش پیدا ہوا اور انھوں نے اول تو یہ تہیہ
کیا کہ وہ بحری سیادت کو اپنے قبضے سے ہرگز نہ جانے دینگے؛ پھر لیوس تھنیس
اور کالیستراتوس کو سزاء موت کا حکم سنایا جسکے بعد وہ دونوں اپنا وطن چھوڑ کر

باب ۱۲ — از خود دستبردار ہو گئے، اور موخر الذکر کی جگہ ارسطو فون مقرر ہوا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ وہ یوتیہ کا دوست ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ذرا توقف کر کے ایتھنز کی سیاسی کیفیت پر نظر دوڑائیں۔

ایتھنز کا اب بھی بجنسہ وہی دستور تھا جو فارقلیس کے عہد میں مروج تھا، چنانچہ مجلس خاص اور ہیلیایہ کے اختیارات میں مطلق کوئی ترمیم نہیں کی گئی تھی۔ اس دوران میں صرف ایک ضمن میں یعنی صدارت کے متعلق ضرور تبدیلی ہوئی تھی، وہ یہ کہ پہلے تو جمعیت کی صدارت پری تانیس کرتا تھا، لیکن اب ان قبائل میں سے جو برسر اقتدار نہیں ہوتے تھے، ایک ایک پروئیدروس قرعہ کے ذریعے سے منتخب ہونے لگا اور یہ سب پروئیدری مل کر ایک ایپیستاتیس منتخب کرنے لگے جو جمعیت کا صدر ہوتا تھا۔ اس پیچیدہ انتخاب کا مقصد یہ تھا کہ مجلس خاص کے اثر کو کم کیا جائے۔ ان عدیدی سازشوں کے باعث، جن کا ایتھنز پانچویں صدی ق م میں شکار بنا ہوا تھا، عوام الناس میں اپنے رہبروں کی طرف سے بے اعتباری پیدا ہو گئی تھی، چنانچہ اب سپہ سالاروں اور محرکین تجاویز کی ذمہ داری پر پہلے سے زیادہ زور دیا جانے لگا اور یہ انتظامی اور تحریکات خلاف دستور کے مقدمات کی تعداد میں گونہ اضافہ ہو گیا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس سے قبل بھی مدبروں کے خلاف تشدد عوام کی انجھ کمی نہ تھی، چنانچہ ملتیادیس، انتی فون اور جنگ ارگی نوسائے والے سپہ سالاروں پر جو الزامات لگائے گئے تھے اُن سے یہی اصول واضح ہوتا ہے لیکن چوتھی صدی ق م میں اس قسم کے مقدمات اور احکام کی تعداد پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی، چنانچہ تھراسی بولوس جیسا شخص سوا غدہ سے بال بال بچا؛ ۳۷۳ھ ق م میں تیمودیوس کو بعض غیر ملکی دوستوں کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے سزا موت سے نجات ملی؛ کالیستراتوس جو اپنی حماقت کی وجہ سے ایتھنز واپس آ گیا تھا، آخر کار موت کے گھاٹ اتار دیا گیا؛ تھراسی بولوس کے دوست ارگوقلیس کو سزا موت دی گئی؛ اصلحنامہ شہنشاہی

باب ۱۳

کے بعد دیو پی تھیوس اور بہت سے دوسرے سپہ سالاروں اور سفیروں کو نیز ان دو سپہ سالاروں کو جو سنہ ۳۴۹ ق م میں ایتھنز کی امداد کے لئے گئے تھے۔ سزا موت کا حکم سنایا گیا، اور یہی حال جنگ مین تی نیہ سے پہلے تموراوس کے ساتھی انتی ماخوس، تماغورس (جو سوس کی سفارت پر گیا تھا) اور کالیستراتوس کا ہوا۔ بحقیقت حال یہ ہے کہ اس عہد میں کسی شخص کا بحیثیت ایک صلاح کار و سپہ سالار کے ایتھنز کی خدمت کرنا بیحد خطرناک تھا، چنانچہ ارسطوفون کو بھی تحریکات خلاف دستور کے الزام میں متعدد مقدمات میں جواب دہی کرنی پڑی، لیکن اپنی خوش قسمتی سے وہ ہر ایک الزام سے بری ہو گیا۔ کم از کم اس واقعہ سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ مقدمات ایسا ہمیشہ ملزم کو سزا کا مستوجب نہیں گردانا جاتا تھا۔ بعض کی رائے میں یہ مقدمات صرف اسلئے دائر کئے جاتے تھے کہ ان کے ذریعے سے جرمانوں کی سزا دیجائے اور رقوم محصلہ سے خزانے بھرے جائیں، لیکن اس میں مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی ہے، اسلئے کہ علی العموم اس قسم کے مقدمات محض کسی سیاسی گروہ کیجانب سے دائر کئے جاتے تھے، اور ان کا مقصد صرف یہ ہوتا تھا کہ کسی سیاسی مخالف کو نیچا دکھایا جائے۔ اسیطرح یہہ خیال بھی مبالغے سے خالی نہیں معلوم ہوتا کہ مستغیث محض اپنی جیبیں پر کرنے کے غرض سے شرفا پر مقدمات لگاتے تھے۔ بلاشبہہ اس قسم کے لوگ ایتھنز میں ضرور موجود تھے جو خاموش اور شریف شہریوں کے فطری خوف مقدمہ بازی سے فائدہ اٹھاتے تھے لیکن ہمیں یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کے مستغیثوں کو ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ اگر اسکے موافق بیس فیصدی رائیں نہ آئیں تو اُسے ایک ہزار درہم بطور جرمانہ کے داخل کرنے پڑیں گے، جس کی وجہہ سے بہت سے لوگ جرمانہ کے خوف سے بے بنیاد استغاثوں سے پرہیز کرتے تھے۔ فی الجملہ ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ مخالفت دستور کے مواخذات عامہ میں جو خرابیاں تھیں ان سے کہیں زیادہ اسکے محاسن تھے، جن میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ لوگوں کے دھیان میں ہمیشہ محرک کی ذمہ داری کا احساس رہتا تھا۔ جمعیت ایتھنز کے جلسوں میں کبھی اسقدر شور برپا نہیں ہوتا تھا جتنا زمانہ حال کی بعض پارلیمنٹوں میں۔ بلاشبہہ بعض مرتبہ یہ جلسے طوفان خیز ہوتے تھے،

باب ۱۳

اور جب جمعیت کسی مقرر کی تقریر سننا پسند نہیں کرتی تھی تو اسے شور و غل کر کے روک دیا جاتا تھا، لیکن عام طور پر لوگ اپنے سے زیادہ فہیم و فریس اشخاص کی رائے سننا پسند کرتے تھے، اور کسی خطرے کے وقت وہ ہمیشہ کسی ایسے شخص کی صلاح لینے سے گریز نہیں کرتے تھے جسے وہ اپنے سے بہتر تصور کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ہماری دانست میں صریح بے انصافی کی کوئی ایسی مثال جو پچھلی صدی کی کتابوں میں ملتی ہے جیسی جنگ آرگے نوسائے کے بعد دیکھی گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف وہی لوگ جو دستور ایتھنز سے ناآشنا ہیں وہاں کی حکومت کو انبوہ شاہی کا لقب دے سکتے ہیں، اور فیلقوس کے قبضہ ایلاتیہ کے بعد ایتھنز میں جو بحث مباحثہ ہوا اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کی حکومت میں انبوہ عامہ کا بہت ہی کم اثر تھا۔

بہر حال ہمیں دستور ایتھنز کے تاریک پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ اس میں کسی ایسی مستقل حکومت کا قطعی فقدان تھا جس کے باعث امور تصفیہ طلب میں یکسانی پیدا ہونا ممکن ہوتا۔ ایتھنز میں خود عوام کے ہاتھ میں زمام حکومت تھی اور انھیں ہر ایک امر کو منظور یا نامنظور کرنیکا اختیار تھا، چنانچہ کوئی دنیوی طاقت ایسی نہیں تھی جو انھیں خود اپنی ہی قرارداد مسترد کرنے یا اپنے من مانے کرنے سے روک سکتی۔ مثلاً یہ ممکن تھا کہ ایک دن تو وہ یہ تصفیہ کریں کہ جو شخص فیلقوس کی جان لیگا اسے عدالت کے سپرد کر دیا جائے گا، اور دوسرے ہی روز یہ قرارداد منظور ہو جائے کہ فیلقوس کا خاتمہ کرنے والے کا عزت و احترام کیا جائے گا؛ اور لطف یہ ہے کہ یہ سب محض ایک شخص کی تحریک اور اسکی ذمہ داری پر کیا جاتا۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں تھا کہ وہ اعلان جنگ کریں، اور میدان کارزار کو بھیجنے کے لئے سپاہیوں اور ملاحوں کی تعداد بھی مقرر کریں، لیکن اس مہم کے واسطے روپیہ منظور کرنے کی ذمہ داری کسی پر عائد نہیں ہوتی تھی، اور لطف یہ ہے کہ چونکہ کوئی شخص کسی غیر منظورہ رقم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اسلئے ایسی حالت میں کوئی شخص سرے سے اس مہم کی روانگی کا مطلق ذمہ دار نہیں تھا۔ یا پھر

باب ۳۱

یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بیڑا اور فوج روانہ کرنے کے لئے تو قرار داد منظور ہو لیکن کچھ عرصے کے بعد خزانے میں روپیہ کی کمی کی وجہ سے خرچ کے لئے منظوری دینے سے اغماض کیا گیا ہو، اور کوئی شخص اخراجات کی کفالت کی تحریک پیش کرنے کی ضرورت یا ذمہ داری محسوس نہ کرتا ہو۔ چاہے کوئی تحریک کسی پیشہ ور مشیر ادراد کا فطری نتیجہ ہی کیوں نہ ہو، اسکے لئے ایک ذمہ دار محرک کی ضرورت تھی، اور ظاہر ہے کہ کسی اتھینزی شہری کو کسی امر کی تحریک کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ الغرض یہ بالکل ممکن تھا کہ عین نازک وقت پیش آنے پر ہی کچھ مشین کل بالکل رک جائے اور جیسا ہم عنقریب دیموس تھنیس کے احتجاجات سے دیکھیں گے، ایسا اکثر ہوا بھی کرتا تھا۔ جب کبھی کوئی شخص میدان مباحثہ اور میدان عمل دونوں میں لوگوں کی نظروں میں قابل عزت و احترام ہوتا تو برائیاں اسقدر نمایاں نہ ہوتیں، لیکن اگر کوئی ایسا ذی اثر مدبر ہوتا جسکے سپرد سپہ سالاری کی خدمات نہ کی جاتیں تو یہ سب خرابیاں الیضاعف ہو جاتیں، اور یہی کیفیت چوتھی صدی ق م کے ابتدائی حصہ میں تھی حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے خابریاس، تموتیوس اور انفیکراتیس جیسے سپہ سالاروں پر کبھی پوری طور سے اعتماد نہیں کیا بلکہ انہیں ہمیشہ شہریوں کی آزادی کے لئے خطرناک تصور کیا جس کی وجہ سے اہم ترین امور کی تحریک کا فرض بجائے ان کے دوسروں کے گردن پر عائد ہوتا تھا۔ بلاشبہ تھارقلیس کی طرح فوکیون مسلسل خدمت استراتی گوس پر مامور تھا اور ساتھ ہی میدان تدبر میں بھی کسی کے پیچھے نہیں تھا۔ لیکن دونوں میں یہ فرق تھا کہ جہاں بہتوں نے تھارقلیس کی پیروی کی وہاں فوکیون کا کوئی پیرو نہ تھا، بلکہ اُسے قوم کا مخدوم نہیں خادم کہنا چاہئے۔ پانچویں صدی ق م سے استراتی گوا کی حیثیت میں زوال آ گیا تھا (دیکھو جلد ۲، باب ۱۲) اور اہم ترین تحریکیں کرنے کا فرض جو ابتدا میں ارخنون اور پھر استراتی گور کو حاصل تھا وہ اب ایسے مقرروں کے ساتھ وابستہ ہو گیا جو وطن یا میدان جنگ دونوں میں سے کسی میں بھی ذی اقتدار نہ ہوتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ عدالتوں اور سیاسی مجالس دونوں میں فوری جوش و خروش کا بہت بڑا اثر ہوتا تھا۔ ایک طرف

باب ۲۱ عدالتوں میں اراکین ہیلیایہ کو تجویز دینے کا مکمل اختیار تھا اور نہ صرف اُن کی تجاویز ناطق ہوتی تھیں بلکہ وہ دلائل و براہین پیش کرنے پر بھی مجبور نہ تھے؛ دوسری جانب میدانِ سیاسیات میں جمعیت ہر ایک تفصیلی امر پر جزءًا و کلًّا حاوی تھی۔ جس طرح دائرۂ قانون میں ہیلیایہ کے کسی حکم کے مرافعے کی سماعت کا اختیار کسی دوسری عدالت کو نہیں تھا، اسی طرح سیاسیات میں کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو عوام الناس کی خواہش کے بموجب تفصیلی امور طے کر سکے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ قانون و سیاسیات دونوں کی کیفیت ایسی انفرادی قراردادوں کے مجموعوں کی سی ہو گئی، جن کے مابین بعض مرتبہ کسی قسم کی یکسانی یا مناسبت نہ پائی جاتی ہو۔ اس صورت سے جو خرابیاں پیدا ہوتیں اُن کا سب سے زیادہ اثر خارجی معاملات پر پڑتا تھا، اور یہی وہ معاملات تھے جنھیں ایتھنز کے مدبّر اکثر جلبِ زر اور سوفسطائیت کے اصول پر عمل کر کے انجام دیتے تھے، جس کی وجہ سے ایتھنز کو اُن کی غلطیوں کا اور بھی زیادہ خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خارجی حکمتِ عملی کی انھیں خامیوں کی وجہ سے ایتھنز کو زوال کا منہ دیکھنا نصیب ہوا[۵۲]۔

---

۵۲ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آنی توس نے اراکین ہیلیایہ کی رشوت کو مروّج کیا، پلوٹارک (Cor.) ۱۴ - دیکھو واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" (Wachsmuth: Die Stadt Athen) ۲، ۳۷۴ - ایتھنزیوں کی طماعی کو ل۔ شمٹ نے "اخلاق یونانیان قدیمہ" (L. Schmidt: Die Ethik der alter Griechen) ۲، ۲۴۰ وغیرہ میں اپنے اصلی رنگ میں دکھایا ہے۔

بدگمانی یا بے اعتباری ("ایپستیا") کو دیموس تھنیس خاص طور پر بطور ایک عمدہ صفت کے شمار کرتا ہے ("فیلقوسی" ۲، ۲۴؛ "ارسطقراطیس" ۱۱۱)۔ حقیقت یہ ہے کہ دیموس تھنیس کے سکھائے ہوئے بغیر بھی اُن کا اس عادت کی طرف میلان تھا۔

دراصل ایتھنزیوں کو جس قسم کی عمومیت سے نقصان پہنچا وہ عمومیت محض نہ تھی بلکہ اُس کی وہ خاص شکل تھی جو اُس میں رائج تھی جسے شیقلے "عمومیت بلاواسطہ" کہا

باب ۱۳ | مملکت ایتھنز کے مالیات کی حالت اتنی اچھی نہیں تھی جیسی عہد فارقلیس میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لقب دیتا ہے (محیط المحیط السیاسیات Encyklopaedie der Staatslehre) صفحہ ۳۱۰) اور اس سے وہ ایسی عمومیت مراد لیتا ہے جس میں بلا شرکت غیرے عموم کی حکومت ہو، اور جس میں ہر تفصیلی امر پر عموم پورے طور پر حاوی ہوں۔ اسی لئے اس قسم کی عمومیت سے کبھی ایسی حکومت کا ارتقا ہونا ناممکن ہے جو سیاسی فریق بندی پر مشتمل ہو، اور جس میں یکے بعد دیگرے مختلف سیاسی فریق خود حکومت بن جاتے ہوں یعنی مختلف سیاسی گروہ مختلف اوقات میں ضروریات حکومت پوری کرتے ہوں جیسے آج کل انگلستان میں ہوتا ہے۔ ایتھنز میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی متفق ہمرائے گروہ حکومتی قرار دادوں کے لئے ذمہ دار ہوتا، بلکہ یہ ذمہ داری ہمیشہ کسی نہ کسی فرد واحد پر عائد ہوتی تھی۔ ایتھنز میں فرد کے مقابل غیر منظم مملکت نظر آتی ہے اور اس صورت حال کی وجہ سے جب کبھی فارقلیس یا دیموس تھنیس کی طرح کوئی ذی اثر شخصیت نہیں ہوتی جس میں عوام کی معتمد علیہ بننے کی اہلیت نہ ہو، تو مختلف تجاویز یا قرار دادوں پر فوری جذبات و احساسات کا اثر پڑتا ہے، چنانچہ بجنسہٖ یہی صورت حال جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام کی کارروائیوں میں نظر آتی ہے۔ میں اس امر پر اس قدر زیادہ زور اس لئے دے رہا ہوں کہ جرمانیہ میں یا تو اسے بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے ورنہ اس کا کافی اندازہ نہیں کیا جاتا مثلاً ویسٹرمان روزنبرگ جب دیموس تھنیس ا، ۲۴۴ پر حاشیہ لکھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ادلنتھوس وغیرہ کے حالات کو پیش نظر رکھ کر ایتھنزیوں کو "اس فریق کے قبضے سے حکومت کو نکال لینا چاہیئے تھا"۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز میں کبھی ایسی حکومت کا وجود نہیں ہوا جسے پارلیمنٹی وزارت کی طرح برخاست کیا جا سکے۔ حکومت تجاویز عوام کے ذریعے سے چلتی تھی، اور ہر وہ شہری جس کے حقوق سلب نہ کئے گئے ہوں کسی تجویز کی تحریک کر سکتا تھا۔ ویسٹرمان روزنبرگ (Westermann Rosenberg) یہی رائے تیسرے فیلقوس کی تقریر کے متعلق بھی ظاہر کرتا ہے جو ۳۴۱ق م میں دی گئی تھی دیموس تھنیس اس تقریر سے عرصہ دراز پہلے سے عوام کا معتمد علیہ تھا، اور اسے یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ تحریک پیش کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا لے۔ اگر ناظرین اس طریقے کو معلوم کرنا چاہیں جس سے

باب ۱۳ بلاشبہ اب بھی ایسے حلیف موجود تھے جو خراج ادا کرتے تھے، لیکن ان خراجیوں کی تعداد میں بہت کچھ کمی ہو گئی تھی، اور اس کے برعکس چونکہ اب ہمیشہ کہیں نہ کہیں جنگ جاری رہتی تھی اس لئے مصارف پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے تھے۔ ان اخراجات کی کفالت کے لئے اس براہ راست محصول کی ایک مستقل شکل ہو گئی تھی جو سب سے پہلے آرخن نوزی نی کوس کے عہد (۳۷۸-۳۷۷ق م) میں لگایا گیا تھا۔ چونکہ محصول کی ادائگی میں لازماً تھوڑا بہت توقف ہوا کرتا تھا اس لئے یہ مناسب معلوم ہوا کہ ایسے درمیانی لوگ مقرر کئے جائیں جو بلا واسطہ مملکت کے سامنے وصول رقم کے لئے ذمہ دار ہوں۔ یہ لوگ رقم وصول کرنے میں سے ایک جز و جمع کرتے اور ساتھ ہی ایک دوسرے کے ضامن بھی ہوتے تھے۔ خود شہریوں کا ہی اس میں نفع تھا کہ جس قدر رقم مطلوبہ ہو وہ سب کی سب تمام و کمال جمع ہو جائے اور ساتھ ہی مملکت کو یہ رقوم نسبتہً تھوڑی قسطوں میں مل جائیں۔ ان درمیانی لوگوں کو مجموعی طور پر سیئومورائے (جماعت) کا لقب دیا جاتا تھا اور ان کی جماعتیں سب سے پہلے ۳۷۸-۳۷۷ق م میں قائم ہوئی تھیں۔ اسی طرح ترِیرارخیا کو بھی از سر نو منظم کیا گیا۔ جنگ پیلوپونیز جیسے بعید زمانے میں بھی اتھنز میں متموّل لوگوں کی تعداد میں اس قدر کمی پیدا ہو گئی تھی کہ اب ہر سہ طبقہ جہاز کے تیار

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ عوام حکومت کے کل پرزے سے گہری دل چسپی لیتے تھے تو انھیں فوکارٹ کا دلچسپ مضمون "۳۵۲ق م کی تجویز جو الیوسس میں ملی" جریدۂ مراسلات یونان ۱۸۸۹ء

(Fouc art: Decret althenien de l'an 352 trouve a Eleusis, Bull. de Corr. hell.) صفحہ ۳۴۴ پڑھنا چاہیئے۔ لیکن ہمیں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ اتھنز میں بہت سے ایسے اسباب بھی موجود تھے جن سے فوری جذبات کے اثر کی خرابیوں کا انسداد ہوتا تھا مثلاً "نوامیس" یا "قوانین" کا جو احترام کیا جاتا تھا اس سے یہی نتیجہ مترتب ہوتا تھا لیکن چونکہ نوامیس کا تعلق صرف اندرونی معاملات سے ہوتا تھا اس لئے امور خارجیہ میں عوام کے تلوّن کو بہت کچھ دخل تھا، چنانچہ اسی شعبۂ سیاسیات میں اس طرز کار کی خرابیاں زیادہ نمایاں ہیں۔

کرنے کی ذمہ داری بجائے ایک ایک شہری کے دو دو شہریوں کے کندھوں پر آ گئی تھی چنانچہ ۳۵۸/۳۵۷ء ق م میں تریرارخیا کے لئے دو دو اراکین کی سیموریا یا جماعتیں ترتیب دی گئیں[۵۲] لیکن یہ جماعتیں اس مقصد کے حصول کے لئے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئیں۔ تریرآرخ کو دو قسم کے فرائض انجام دینے پڑتے تھے، یعنی وہ خود ہی ایک سہ طبقہ جہاز تیار کرتا اور خود ہی اس کی کمان کرتا، بلکہ اس جہاز کو وہ خود اپنا تصور کر کے اس کی خوبروئی اور نفاست پر فخر کرتا تھا۔ لیکن جدید تنظیم کی بدولت تریرآرخی کا تعلق زیادہ تر مالیات سے ہو گیا، اور فرائض کمان داری تریرارخوں میں سے اس شخص کے ساتھ وابستہ ہونے لگے جسے سیموریا مقرر کرتی چنانچہ کمان دار نہ صرف مملکت کے سامنے بلکہ اس جماعت کے سامنے بھی ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔ اسے نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا روپیہ خرچ کرنے کا اختیار ہوتا، اور اگر جہاز کو باوجود اپنے کارہائے نمایاں کے نقصان پہنچتا تو اخراجات کا بار تمام جماعت پر پڑتا، لیکن کارہائے نمایاں کے امتیاز سے کوئی بھی مستفید نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس سے قدیم جذبۂ وطن دوستی میں ضرور فرق آ گیا ہو گا۔ اسی زمانے میں

---

۵۲ جماعت تریرارخیا میں جو تبدیلی ہوئی اس سے نقصان ہی پہنچا، اور خود دیموس تھنیس کی اصلاحات اس کی خرابیوں کے انسداد میں قاصر رہیں۔ یہ سیموریا جنگ حلفا کی ابتدا میں یعنی ۳۵۸/۳۵۷ء ق م میں قائم کئے گئے اور اسی جنگ میں ایتھنزیوں کو بحری معرکے میں شکست ملی۔ سنہ ۳۴۰/۳۳۹ء ق م میں دیموس تھنیس نے اصلاح کی (گلبرٹ ا ۱۴۵) لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے عظیم الشان بیڑے میں ہو کر تھوڑے سے مقدونوی جہاز ہیلیس پونٹ سے نکل گئے (شیفر: دیموس تھنیس : Schaefer: Demosth) کی سمجھ میں اس کا سبب نہیں آتا، لیکن میری دانست میں اگر ہم ان تریرارخیوں کو ایسی شرکتہائے سرمایۂ مشترکہ تصور کریں جنھیں سب سے زیادہ فکر اس کی ہوتی تھی کہ اُن کے کسی فعل سے کہیں انھیں مالی نقصان نہ پہنچ جائے، تو ہمیں اس کا سبب صاف نظر آ جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان ایتھنزیوں کے پاس ۲۵ مینائے سے کم ثبت ہوتی تھی ان پر اس قدر کا محصول عائد نہیں ہوتا تھا

باب ۱۳ مالیات کے انتظام میں بھی تبدیلیاں کی گئیں۔ پہلے نوتامیوں یا محصّلین خراج کی برخاستگی کے بعد سے کسی قسم کا مرکزی دفتر نگرانیٔ مالیات قائم نہیں رہا تھا، حالانکہ اس قسم کے دفتر کا وجود مالیات مملکت کے لئے مفید ہوتا۔ اس قسم کے ایک شعبے کا ذکر چوتھی صدی ق م کے نصف دوم کے بعض مصنّفوں اور تحریروں میں ملتا ہے اور گو اس کے مختلف کتابوں میں مختلف نام دئے ہوئے ہیں لیکن اغلب یہ ہے کہ ان سب کا مفہوم ایک ہی ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شعبہ کب قائم ہوا ہوگا۔ اس کے جواب میں مورّخ مختلف الرّائے ہیں، لیکن چونکہ مالیات کی تاریخ میں اہم ترین زمانہ نوزی نی کوس کا عہد شمار کیا جاتا ہے (۳۷۸ ق م)، جس میں لیگ کی از سر نو تنظیم عمل میں آئی اور طرز وصول محاصل میں تبدیلیاں بھی کی گئیں اس لئے یہ خیال بالکل فطری معلوم ہوتا ہے کہ اسی عہد میں یا اس کے بعد بہت جلد بڑے بڑے عہدہ داران مالیات مقرر کئے گئے ہوں گے ۱؎ ایک جگہ اعلیٰ ترین عہدہ دار کا لقب "منتظم مالگزاریات عامّہ" ۲؎ دیا ہوا ہے، اور یہ ایسے عہدہ دار کا نہایت ہی مناسب خطاب ہے جس کے فرائض منصبی میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اراکین لیگ کے چندوں کو وصول کرے۔ یہ عہدہ دار ہمیشہ چار سال کے لئے منتخب ہوتا تھا۔

پانچویں صدی ق م میں سلطنت ایتھنز کی حالت چوتھی صدی ق م سے بالکل مختلف ہے۔ نوزی نی کوس کے زمانے سے مجالس لیگ میں اراکین لیگ کی

۱؎ فیلنر: "تاریخ مالیات اٹیکا" اکادمی وائنا (Feliner: Zur Gesehichte der) (attischen Finanzwesen, Wiener Akademic) ۱۸۷۹ء کے مطابق مالیات کے افسر اعلیٰ کا تقرر ۳۷۸ ق م میں ہوا تھا۔ اسے "جعلی پلوٹارک" اپنے "سوانح خطّاب عشرہ" Pseudo-Plutarch : Vit. x. orat. میں سترا تو کلیس کی تحریک کردہ ایک تجویز عوام میں "ناظم مال گزاری عامّہ" کا لقب دیتا ہے۔ اس کی ابتدا کی تاریخ کی بابت جو اختلاف ہے اس کے لئے دیکھو بوسولٹ کی رائے "اکوان میولر" (۲)، ۲۳۷ وغیرہ میں۔

باب۳۱ حیثیت ایتھنز سے بہت کچھ آزادانہ ہوگئی تھی۔ نہ صرف مختلف ارکین کے باہمی نقیضوں کو بلکہ خود ایتھنز اور کسی رکن کے تنازعات کو طے کرنے کے لئے یکساں طریقے وضع کئے گئے تھے۔ علاوہ ازیں خود لیگ کا وجود بھی معرض خطر میں رہتا تھا اور مشکل سے کوئی سال ایسا گزرتا ہوگا جب ایک نہ ایک شہر، خواہ باضابطہ یا بے ضابطہ طور پر لیگ سے کنارہ کشی اختیار نہ کرلیتا ہو۔ باوجودیکہ ایتھنز نے اس پرانے قاعدے کا ازسرنو اعلان کردیا تھا کہ کسی رکن کی لیگ سے علیحدگی بالکل خلاف قانون ہے، لیکن اسے بالکل نظرانداز کرکے تھبز نے لیگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ ایک خاص معاملہ میں خود ایتھنز سے زیادتی سرزد ہوئی۔ جو عہدنامہ اُس کے اور اُس کے حلفا کے مابین ہوا تھا اس میں اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ حلیفوں کی اراضی کے کسی حصے کا الحاق نہیں کرے گا اور اُن نوآبادیوں کا احیا جن سے حلیف دلی نفرت کرتے تھے، ازسرنو نہیں کیا جائیگا۔ گو ممکن ہے کہ اس شرط پر رسمی طور پر عمل درآمد کیا گیا ہو، لیکن واقعا ایک مقام پر ایتھنز نے کلیروچی قائم کی جو اُس کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئی[۵] ساموس کے سکوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس جزیرے اور ایتھنز کے حلیفانہ تعلقات جنگ کنیدوس سے

---

۵ ساموس کے لئے دیکھو دیودوروس ۱۵، ۴۷، ۹؛ زینوفون ۴، ۸، ۲۳؛ گلبرٹ ۲، ۱۵۱؛ کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳، ۹/۷۷۔ کرتیوس نے اس موضوع پر 2nd Progr ویزل ۱۸۷۳ء و لیوبک ۱۸۷۸ء میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے

۳۵۳ ق م میں سستوس ایتھنز کی نوآبادی بن گئی۔ ایتھنزیوں نے یہاں جو مظالم ڈھائے اُن کے لئے دیودوروس ۱۶، ۳۴؛ بمقابلہ کروشیفر: "دیموس تھنیس ۱، ۱۶۴ و ۴۴۴۔

۱۔ مے یر نے اپنے مضمون "اٹیکا و لیمنوس میں پیلاسگی عنصر"، جریدہ لسانیات،
(A Meyer: Die Palasger in Attika und auf Lemnos, Philol)
۴۸، ۳۴ میں یہ خیال پیش کیا ہے۔ ایتھنز نے لیمنوس و امبروس پر مفروضہ زمانے سے پہلے ہی قبضہ کر لیا تھا۔ ایتھنز اور تھرس کے باہمی تعلقات کیلئے ہوک (Hoeck) کا وہ رسالہ دیکھا جائے جس کا اقتباس اس کتاب کے باب ہفتم کے حواشی میں کیا گیا ہے

شروع ہوتے ہیں، لیکن سنہ ۳۹۰ ق م میں اُس نے اسپارٹا کا ساتھ دیا تھا اور باب ۱۳
اس کے بعد اُس نے اپنے دروازے ایک ایرانی دستے کے لئے بھی کھول
دیئے تھے۔ لیکن سنہ ۳۶۵ ق م میں تموتیوس نے اس جزیرے پر از سر نو قبضہ
کر لیا اور ایتھنزی آبادکاروں نے اُس کے باشندوں کو نکال باہر کیا، چنانچہ
جب عرصۂ دراز کے بعد سنہ ۳۲۲ ق م میں پردکاس ساموسیوں کو دوبارہ جزیرے
میں لایا تو حق بحقدار رسید کے اصول کے مطابق اُس کا یہ فعل بنظر استحسان دیکھا
گیا۔ علاوہ اس ناجائز قبضے کے ایتھنز کا جزائر سکیروس، امبروس اور لیمنوس
پر بالکل جائز قبضہ تھا، جس کی وجہ سے ہیلیس پونٹ تک اس کا راستہ
بالکل صاف تھا۔ سنہ ۳۵۳ ق م میں اُس نے علاقہ شہر کاردیہ کے تمام
جزیرہ نمائے خرسونیز پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر بحیرۂ اسود کے وہ اضلاع جو
بوسفورس کے چاروں طرف واقع تھے، ایتھنز کے ساتھ دوستی کا دم
بھرتے تھے، چنانچہ ابھی تک پونتوس کی تجارت، جس پر ایتھنز کی گویا
موت و زیست کا دار و مدار تھا، انہی کے قبضے میں تھی۔ ایتھنز تھریسی ساحل
پر بہت کم مقامات پر قابض تھا، لیکن پیدنا اور میتھونے اُس کے حلیف
تھے، اور گو اُس کا امفی پولس پر قبضہ نہیں تھا، لیکن وہ ہمیشہ اس پر اپنا حق
جتاتا رہتا تھا۔ پانچویں صدی ق م کی طرح ایتھنز کے تعلقات تھریس اور
مقدونیہ سے برابر بدلتے رہتے تھے۔ الغرض اس وقت بھی ایتھنز
مشرق کے عظیم ترین دول میں سے تھا۔ اس کے سہ طبقہ جہازوں کی تعداد
بہت کافی تھی چنانچہ سرکاری طور پر اُن کی تعداد ۳۰۰ بیان کی جاتی تھی، اور
گو واقعتاً یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوئی لیکن کسی مشرقی دولت کے پاس تو اتنا
بڑا بیڑہ بھی نہیں تھا۔ اس کے بہترین سپہ سالار وہی تھے جن کے نام اس
تاریخ میں بار بار آتے ہیں، یعنی فوجی مصلح ایفیکراتیس، جنگ ناکسوس کا فاتح
خابریاس اور کونون کا بیٹا تموتیوس، جو متمول ہونے کے ساتھ ہی نہایت خوش اخلاق
شخص تھا اور جس نے بہت سے بلدیات کو اپنی ترکیبوں سے اپنا ہم نوا بنا لیا
تھا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اب جو مہمیں سر کی جاتی تھیں انہیں بجائے ایتھنزی شہریوں کے

باب ۱۸ | اجیر سپاہی زیادہ تر حصہ لیتے تھے[۶] اس کے دو اسباب تھے، ایک توفتی اور

[۶] اجیر سپاہیوں کے کپتانوں کی حرکات کے لئے دیکھو دیموس تھنیس کی تقریر ارسطقراتیس کے خلاف۔ یہ کپتان ہمیشہ افسری کے خواہاں رہتے تھے (ارسطقراتیس ۱۳۹)؛ ایتھنز۔ انھیں صرف اس لئے ملازم رکھتا تھا کہ اگر وقت پڑے تو دوسری حکومتوں کو انھیں عاریۃً دیدے، اور اس میں کم از کم بالواسطہ ایتھنز کا فائدہ ہی تھا (ارسطقراتیس ۱۰۴)۔ جب دو تھریسی حکمراں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے تو وہ ایتھنز کے اجیر سپاہیوں کو نوکر رکھ لیتے، چنانچہ خاریس نے تو ایرانی صوبہ داروں تک کی خدمت گزاری کی تھی۔ دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۵۔ دیموس تھنیس کی اولنتھوسی تقریر ۲، ۲۸ کے مطابق ایتھنزی سپہ سالار بہ نسبت یورپ کے کسی ایشیائی حکومت کی خدمت کو ترجیح دیتے تھے، جس کا سبب یہ تھا کہ جہاں یورپ میں ایتھنز مال غنیمت پر قبضہ کر سکتا تھا، صلح نامۂ شہنشاہی کی شرائط کے بموجب ایشیا میں ایتھنز کو کسی شے پر قبضہ کرنے کا حق نہیں تھا جس کی وجہ سے ایشیا میں مختلف افواج کے سپہ سالاروں کو نہایت سینہ زوری سے لوٹ مار کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی۔ مقابلہ کرو Dem. Cherr. ۲۴ وغیرہ۔ جب ہم سکندر اعظم کی خصائص کا اندازہ کرنے لگیں تو ہمیں اس صورت حال کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جب تک ایشیائے کوچک پر ایران کا قبضہ رہا اُسوقت تک ہر شخص گویا اپنے ہمسایہ کا دشمن بنا رہا اور سکندر پہلا شخص تھا جس نے اس ملک میں حقیقی امن و اماں قائم کیا۔ "سفرا" بھیجے جانے پر ملک کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے Plut. Phoc. ۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ اجیر سپاہیوں کے کپتانوں اور فلسکوس جیسے سازشیوں کو ایتھنزی شہریت کے حقوق دے کر ان کی عزت و توقیر کی جاتی تھی؛ دیموس تھنیس: "ارسطقراتیس" ۱۴۲۔

جہاں تک افواج کی ترکیب کا تعلق ہے، دیموس تھنیس کی یہ خواہش حق بجانب تھی کہ تھریسی فوج کا چوتھائی حصہ محض شہریوں پر مشتمل ہو۔ لیکن ان شہریوں کے فرائض کے متعلق اس کے خیالات عجیب و غریب ہیں ("فیلقوسی" ۱، ۴، ۲۵)۔ وہ کہتا ہے کہ انھیں خود سپہ سالاروں کی حرکات و سکنات کی نگرانی کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس

باب ۱۳ دوسرا عام - پہلا سبب یہ تھا کہ نہ صرف سپہ سالاروں کے نقطۂ نظر سے بلکہ عام سپاہیوں کے لئے بھی جنگ کی حیثیت ایک مخصوص فن کی سی ہوگئی تھی - اس امر کو ہمیشہ نظر انداز کردیا جاتا ہے، جس کے باعث ایتھنزی شہریوں پر بعض اس قسم کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں جن کے وہ ہرگز مستحق نہیں - اگر ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ ایفیکراتیس جیسے شخص کو سپہ سالار بنائیں تو سپاہیوں کی ایک معقول تعداد اُس کے ساتھ کرنی لازمی تھی، جن کے بغیر ظاہر ہے کہ وہ بالکل بے دست و پا ہو جاتا - اگر اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ فنی اعتبار سے ایتھنز کے لئے اجیر سپاہی بالکل لازم و ملزوم ہو گئے تھے - ایتھنزی فوج میں اجیر سپاہیوں کے ہونے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ جنگ آزمائی کے علاوہ ایتھنزی شہریوں کو دوسرے بہت سے امور بھی درپیش رہتے تھے جن کے باعث وہ میدان جنگ میں مسلسل حصہ نہیں لے سکتے تھے - ایتھنزی اپنے وطن مالوف کی حفاظت کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے لیکن کسی غیر ملک میں طویل مدت تک فوجی خدمت انجام دینے کے نہ تو وہ خواہاں تھے اور نہ اُن میں اُس کی قابلیت تھی - اُس زمانے میں ایتھنزیوں کی کچھ اُسی قسم کی حیثیت تھی جیسی زمانۂ حال میں کسی استعماری مُلک کی، اور کون ایسا شخص ہے جو آج کل اُن ممالک پر الزام لگائیگا جو اجیر سپاہیوں کے ذریعے سے کسی نوآبادی کو زیر رکھتے ہیں - الغرض ایتھنز کے لئے ایک مستقل فوج کی انھیں دو وجوہ سے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ طرز عمل سے عجیب و غریب صورت حال پیدا ہو گئی ہوتی، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس کو امور جنگی میں کافی ملکہ نہ تھا۔ "اولینیائی" ۳، ۳۰ میں وہ کہتا ہے کہ قدیم زمانے میں جب شہری مختلف مہمات میں حصہ لیتے تھے تو وہ گویا مدبروں کے آقا ہوتے تھے، لیکن اب اُن کی حیثیت مدبروں کے خدمت گزاروں سے زیادہ وقیع نہیں - اُس نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار "ارسطقراتیس" ۲۰۹ میں کیا ہے -

شہر کے چوک اور اکروپولس کے مجسموں کے متعلق دیکھو "شہر ایتھنز" ۲، ۳۰۸ و ۱۴، ۵۸ -

باب ۱۳ ضرورت تھی' اور جو لوگ اس پر الزام رکھتے ہیں وہ در اصل ان خطابوں اور مقرروں کی ہم نوائی کرتے ہیں جو محض اپنے مفاد کی خاطر واقعات ماحول کو نظر انداز کرنے میں کسی قسم کا مضائقہ تصور نہیں کرتے تھے۔ یوں تو ایتھنزی پانچویں صدی ق م میں بھی ملاح گری بھی کرتے تھے' لیکن اب ایتھنزی شہریوں کے لئے ملاح گری فوجی خدمت سے بھی زیادہ آسان ہو گئی۔ بلاشبہ گو اجیر سپاہیوں اور ان کے رہبروں کی خدمات ایتھنز کے لئے لازمی ہو گئی تھیں' لیکن اس میں خرابیاں بھی بہت سی تھیں۔ سپہ سالار اپنے وجود کو مملکت کے لئے ضروری تصور کرنے لگے تھے' چنانچہ وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے اور عوام کی خواہشات کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے' اور چونکہ اجیر سپاہیوں کا مقصد اعلیٰ حصول زر تھا اسلئے ان کے لئے دن میں دو مرتبہ پیٹ بھر کر کھانا تامل جاتا بسا ضروری تھا' چنانچہ اگر ایتھنز سے روپیہ آنے میں دیر ہوتی تو وہ حلفائے ایتھنز سے جبری قرضے وصول کرنے میں مطلق تامل نہیں کرتے تھے۔ یہ صورت حال اسی عہد کے لئے مختص نہ تھی بلکہ جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر بھی ہر سمت سے روپیہ جبراً و قہراً وصول کیا جاتا تھا۔

اگر اس عہد کے ایتھنزی اپنے سپہ سالاروں کی پیروی صرف میدان جنگ میں کرتے تھے اور انھیں ان کے احکام کی امن کے زمانے میں مطلق پروا نہیں تھی' تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ان کی عزت و توقیر میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جاتی تھی بلکہ وہ کسی حوصلہ مند سپاہی کے لئے باعث رشک ہوتی تھی۔ چوتھی صدی ق م کے وسط میں ان لوگوں کے مجسّمے' جنھوں نے مملکت کی خدمات انجام دی تھیں' سرِ بازار نصب کئے گئے۔ ان ممتاز ہستیوں میں' علاوہ خوسروں کے قاتلوں' سولون اور ایواغورس کے کونون' خابریاس اور تیموتیوس کے بت بھی تھے' اور سلکلہ ق م میں ایفیکراتیس کا مجسمہ پارتھے نون کے روبرو نصب کیا گیا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ علاوہ ظاہری عزت و توقیر کے بڑے بڑے سپہ سالاروں کا لوگوں پر بہت ہی کم

باب ۱۳ اثر تھا، اور ایسے خوش قسمت سپہ سالار تعداد میں زیادہ نہیں تھے جن کے مجسمے ایتھنز کی سڑکوں پر نظر آتے ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورما پوجا پچاس سال پیشتر کی حد کو نہیں پہنچی تھی۔

پانچویں صدی ق م کے ایتھنزیوں کی خانگی زندگی کی بابت جس قدر معلومات ہمیں ارسطو فانیس کی تصانیف سے حاصل ہوتی ہیں اتنی ہی چوتھی صدی ق م کے خطابوں کی تقریروں سے حاصل ہوتی ہیں۔ انھیں پیش نظر رکھ کر ہم ان مورخوں سے اختلاف کرنے پر مجبور ہیں جن کی رائے میں پانچویں صدی ق م میں ایتھنزی خانگی زندگی کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ ہمارے نزدیک چوتھی صدی ق م میں بد اخلاقی یا عیش پرستی میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوا تھا، رہی عام نوجوانوں کی زندگی، اس کی بابت ہمارے خیال میں ہی پرائیدیس (جس نے فرینے کی بر سر عدالت پیروی کی تھی) اور الکبیادیس میں کوئی بین فرق نظر نہیں آتا۔ اگر عام زندگی میں کوئی تبدیلی ہوئی تھی تو وہ صرف یہی کہ عیش پرستی میں ذرا کمی پیدا ہو گئی۔ ایتھنز کی اس سیاسی حیثیت میں جو اسے پانچویں صدی ق م میں حاصل تھی، اب معتد بہ کمی ہو جانے کی وجہ سے ہر شے طبقۂ وسطی کے حسب حال ہو گئی تھی۔ اس واقعے کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مصنفوں نے اس عہد کی عیش پرستی کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے، لیکن اس کے ثبوت میں وہ کیا شہادت پیش کر سکتے ہیں؟ صرف الکبیادیس کا حشم و خدم اور مدیاس طرز زندگی! لیکن ہم جانتے ہیں کہ ۴۱۵ ق م جیسے بعید زمانے ہی میں الکبیادیس کا جملہ مال و اسباب فروخت ہو چکا تھا، اور مدیاس کے خلاف اس کا جانی دشمن دیموس تھنیس صرف یہی زہر اگل سکتا ہے کہ ایتھنز کے مکان کے علاوہ الیوسس میں اس کی ایک محل سرا موجود تھی، اس کی بیوی سفید گھوڑوں کی گاڑی میں چڑھی پھرتی تھی اور خود اس کی زین پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ بہرنہج ہمیں تو کسی غیر معمولی متمول گھرانے کا پتا نہیں چلا۔ رہی ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت، تو مورخوں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جنگ خئیرونیہ سے پہلے اور اس کے بعد ایتھنزیوں نے

باب ۱۷ جو روش اختیار کی اُس سے اُن کے اخلاقی تنزل کا ہرگز پتا نہیں چلتا[95]۔ بلاشبہ سوفسطائیت سے اخلاقی کمزوری کی طرف ضرور میلان پیدا ہونا چاہیے تھا، لیکن حکیم سقراط اور اُس کے پیروؤں نے اس مسلک کے خلاف اپنا علم جو بلند کیا اُس سے اس نقصان کا ایک بڑی حد تک ازالہ ہو گیا، اور اسمیں شک نہیں کہ افلاطون جیسے شخص کے عمیق غور و فکر اور زینوفون کی تصانیف کی

[95] کرتیوس اپنی کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۴۵۹ و صفحہ ۷۸۱ میں اتھنز کی عیش پرستی کا ذکر کرتا ہے، لیکن ثبوت میں وہ صرف اُن واقعات کا پیش کرنا کافی سمجھتا ہے جن کا حوالہ میں نے اس کتاب کے متن میں دیا ہے، اور یہ میرے نزدیک عیش پرستی کے الزام کے ثبوت میں کافی نہیں۔ اس کے برعکس میری اس رائے کا ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ اتھنز والوں میں نسبتہً سادگی آ گئی تھی۔ ممکن ہے کہ بڑے بڑے زمیندار یا متمول تجار عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے ہوں، اور اتھنز میں اس قسم کی طرز زندگی کو پسند کیا جاتا ہو، لیکن جب بوئخ (Boeckh) اوسولئے (Haussaulier) ("اٹیکا میں بلدی زندگی" La vie municipale en Attique) پیرس ۱۸۸۴ء) وغیرہ (دیکھو کتاب ہذا جلد ۲ باب ۲۴) تسلیم کرتے ہیں، چوتھی صدی ق م میں اٹیکا میں بڑی بڑی زمینداریاں نوادرات سے تھیں، اور دیموس تھنیس نے جس جاگیر کے چالیس استاویا محیط ہونے کا ذکر کیا ہے وہ غالباً اپنی نوع کی تنہا جاگیر تھی۔ تجارت ضرور فروغ پر تھی، لیکن اتنی نہیں جتنی پانچویں صدی ق م میں۔ دیموس تھنیس ("ارسطقراتیس" ۲۰۸) نہایت مغالطے سے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے، لیکن واقعات سے بہت کم سروکار رکھتا ہے۔ دیکھو واخسموت: "بلدیۂ اتھنز" (Wachsmuth : Die Stadt Athen) ۱، ۶۰۶۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ چوتھی صدی ق م کے بڑے بڑے صناعوں کو جن میں نقاش اور سنگ تراش دونوں شامل تھے، اتھنز میں روزگار اُتنی آسانی سے نہیں ملتا تھا، جتنا ممالک غیر میں۔ ایسی حالت میں سمجھ میں نہیں آتا کہ عیش پرستی کی تیسری شکل کیا ہو گی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ تھیوپومپوس (جزو ۱۱، میولر) کے مطابق خابریاس عیش پرستی اور خراجی کی وجہ سے اتھنز سے گریز کرتا تھا؛ اسی وجہ سے خابریاس مصر میں، کونون قبرص میں، تموتیوس لسبوس میں اور خاریس رصیگیوم میں رہنا پسند کرتے تھے۔

باب ۳۱ تعلیم وتدریس سے لوگوں پر بہت ہی اچھا اثر پڑا ہوگا۔ کیا قوم کے اُن اخلاق کو فی الواقع خراب کہا جا سکتا ہے جیسے خود دیموس تھنیس کی (De Corona') میں اس قدر زور وشور سے پیش کئے گئے ہیں؟۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ان باتوں سے یہ استاج کیا جا سکتا ہے کہ عیش وعشرت کی نمائش اتھنزیوں کو مطلق پسند نہ تھی۔ تھیوپومپوس کی شہادت اس لئے اور بھی زیادہ اہم ہے کہ وہ عمومیت کا مخالف تھا، اور اس اصول کو حتی المقدور بُرا بھلا کہنے سے گریز نہیں کرتا تھا، دیکھو باب ۱۵، حاشیہ ۵۔ اتھنز میں چوتھی صدی ق م میں دوسرے مقامات کی بہ نسبت عیش وعشرت کا چرچا کم تھا، اور اتھنزی جس خصوصیت سے زیادہ تر متاثر ہوتے تھے وہ علوم وفنون تھے نہ کہ چین وآرام۔

؎۵۸ گرتیوس کا خیال ہے کہ پانچویں اور چوتھی صدی دونوں میں، یعنی تقریباً سنہ ۴۳۱ ق م اور سنہ ۳۶۰ ق م میں اتھنزیوں میں تنزل کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے؛ اس کے نزدیک دونوں صدیوں میں زوال کے اسباب ایک ہی قسم کے تھے، اور وہ اس کے ثبوت میں مفصلۂ ذیل امور پیش کرتا ہے:-

| پانچویں صدی ق م۔ گرتیوس جلد ۲ | چوتھی صدی ق م۔ گرتیوس جلد ۳ |
|---|---|
| صفحہ ۴۰۸ تنزل۔ "کاہلی اور کھلنڈری شہری زندگی" | صفحہ ۴۵۹۔ "اخلاقی تنزل" |
| صفحہ ۴۲۶ "تھوڑے ہی عرصے میں اتھنزی شہریوں کی حیثیت غیر منظم انبوہ سے زیادہ نہ رہی۔ | صفحہ ۴۵۹۔ شہریوں میں "رکھ رکھاؤ کی کمی"۔ |
| صفحہ ۴۲۷۔ "نوجوان لوگ جنھوں نے ورزش خانوں میں جانا چھوڑ دیا" | صفحہ ۴۵۸ "قدیم رسم ورواج باقی نہ رہنے کے ساتھ ہی ورزشی تعلیم کی بیّن طور پر کمی ہو گئی" |
| صفحہ ۴۳۱ "بزدل سرانبوہ" "سپہ سالاروں اور خطّابوں کے مابین تنازعات"۔ | صفحہ ۴۶۱ "سپہ سالاروں کی..... ہر وقت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا" |

باب ۱۳

اگر ہم ایتھنز کے اندرونی ادارات کا مطالعہ کریں اور اُن کتابوں کو پڑھیں جو اوسو لئے (Haussoulier) فوکارٹ (Foucart) اور دوسرے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ

پانچویں صدی ق م ۔ کریتوس جلد ۲

صفحہ ۴۳۶ "معاملات عامہ میں شرکت روز بروز بیکار لوگوں کا مشغلہ ہوگیا"

صفحہ ۴۹۲ "بہت سے لوگ جو تہذیب تمدن یافتہ تھے، جمعیتوں سے الگ تھلگ رہنے لگے"

ہی پربولوس اور اُس کی وضع کے لوگ "آزادانہ تعلیم" سے بالکل بے بہرہ تھے۔

چوتھی صدی ق م ۔ کریتوس جلد ۳

صفحہ ۴۵۹ "مختلف جمعیتوں میں لوگ محض اپنے دل بہلاؤ اور تفریح طبع کے لئے شریک ہونے لگے"

صفحہ ۴۵۹ "صرف وہی لوگ فصحا و بلغائے عامہ کی پیروی کرتے تھے جنھیں اعلیٰ قسم کے تمدن سے کوئی تعلق نہ تھا اور جنھیں آزادانہ تعلیم میسر نہیں ہوئی تھی"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۳۱ ق م اور سنہ ۳۶۰ ق م میں اخلاقی تنزل کی ایک ہی قسم کی علامتیں نظر آتی ہیں ۔ یہ صرف ایک ہی طرح سے ممکن ہے، یعنی اگر ان دونوں تاریخوں کے وسطی زمانے میں ایتھنزی زندگی کا ایک عام احیا ہوا ہو اور نوجوان لوگ ورزش گاہوں میں جانے لگے ہوں، خطابوں اور سپہ سالاروں میں باہمی دوستی ہوگئی ہو اور آزادانہ تعلیم پائے ہوئے لوگ رہبری کے فرائض انجام دیتے ہوں ۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ احیا کب ہوا؟ اس کا جواب ہمیں نہیں دیا جاتا: ایسی صورت میں جو کچھ واقعات جلد ۳، صفحہ ۴۵۸ تا صفحہ ۴۶۱ میں دئے ہوئے ہیں وہ سب بیکار ہیں اور سنہ ۳۶۰ ق م کے قریب کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ محض خیالی ہے۔ اس کے برعکس کریتوس پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے چند واقعات بیان کرتا ہے جن سے ہم ایسے نتائج اخذ کرسکتے ہیں جو اُس کے استدلال سے بالکل متغائر ہیں ۔ کریتوس پانچویں صدی (سنہ ۴۱۱) ق م میں جب مجلس چہار صدکا زوال ہوتا ہے تو اُس زمانے کی نفاست اخلاق کی تعریف کرتا ہے (۲، ۴۳۷)، اور ساتھ ہی چوتھی صدی ق م میں جنگ خلیرونیہ کے بعد (جس سے مارا تھون اور سالامس کی یاد تازہ ہوتی ہے) لوگوں کے عام رجحانات و میلانات

باب ۱۳ | مورخوں نے خطابوں کی تقریروں، نوشتوں اور دیگر اسناد پر مبنی کر کے بلدی زندگی

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ کی بھی تعریف کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے دقت طلب مواقع پر شہریوں نے اپنی عمدہ خصلت کا ثبوت جو دیا تو اس کا اصلی باعث کیا تھا؟ جواب یہ ملتا ہے کہ ۳۳۸ء ق م میں تو اس کا سہرا عمومیت کے سر تھا، اور ۴۱۱ء ق م میں "آزادانہ تعلیم" پائے ہوئے عدیدیوں کے جانی دشمنوں کے سر۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تاریخ ایتھنز کے اس حصّے میں اگر کوئی امر واقعی عتیقہ ہے تو یہی کہ جب کبھی لوگوں کی اخلاقی کیفیت میں بہتری نظر آتی ہے تو اس کا اصلی سبب عمومیت پسند گروہ ہی ہے۔ "قیس" کے خلاف ایتھنزیوں نے جو بغاوت کی (جلد ۲ صفحہ ۵۲۳ و ۵۲۴) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے، اور اس سے بھی زیادہ جو امر قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ تیسری صدی ق م کے واقعات سے بھی ہم اسی استدلال پر مجبور ہوتے ہیں۔ ڈرو اے سن ("یونانیت (Droysen : Hellenismus) ۳ء ۲۲۸ بعد") کا منھ جنگ خرمیونیہ (۲۶۶ / ۲۶۳ ق م) کے دوران میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت کا ذکر کرنے سے سوکھتا ہے۔ اس جنگ میں ایتھنزی ایک اور مرتبہ اپنی پرانی ماراتھونی خصائص کا اعادہ کرتے ہیں، اور اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے ڈرو اے سن کہتا ہے کہ یہ عوام الناس ہی تھے جنھوں نے اپنی فطری قابلیت کا ثبوت دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نہایت ہی دقیق بحرانی زمانوں میں، جن میں ہو کر ایتھنز کو ۴۱۱ء و ۴۰۳ء و ۳۳۸ء و ۲۶۶ء ق م میں گزرنا پڑا، سب سے درخشاں اصول عمومیت ہی کا تھا؛ اور کیا ہم ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ تسلیم کرنے میں حق بجانب نہیں ہوں گے کہ ان صدیوں میں جن کی بابت بہت سے مصنف محض خطابوں کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر ایتھنزی شہریوں کی اخلاقی کمزوری کا الزام لگاتے ہیں فی الحقیقت ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت بہت کچھ ارفع و اعلیٰ تھی؟ ہم دو مثالوں سے یہ دکھائیں گے کہ مفروضہ تنزل کے آثار کا انطباق ہیں کس قدر دھوکے میں ڈالنے کے لئے کافی ہے:- (۱) کرتیوس (۳، ۴۵۹) کہتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے ایتھنزیوں کی اخلاقی خرابی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ خطاب عوام الناس کے سامنے اپنے "کندھے برہنہ کر کے" آتے تھے اور آگے یہ بات نہایت درجہ قابل گرفت معلوم ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس فعل قبیحہ کا مرتکب آخر کون ہوا؟ الکیس خنیس نہیں، نہ فوکیون،

باب ۱۲ اور خانگی ادارات کے موضوع پر لکھی ہیں، تو ہم یقیناً اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ : ہمنوایان مقدونیہ، بلکہ دیموس تھنیس اور اُس کا دوست آوارہ مزاج تمارخوس (شیفر: "دیموس تھنیس ۲، ۳۳۵) اور لطف یہ ہے کہ خود دیموس تھنیس اُن لوگوں کا مضحکہ اُڑاتا ہے جو چاہتے ہیں کہ اپنے کندھے برہنہ نہ کریں (peripharapr ۲۵۱-۲) کرتیوس کہتا ہے (۳، ۲۶۷) کہ اب صلح ناموں پر دستخط تو ہوتے ہیں، لیکن اُن کے ایفا کا مطلق ارادہ نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں یہ نہایت ہی بُری بات ہے، لیکن صلح نامۂ فلوکراتیس کے سلسلے میں خود دیموس تھنیس اس کا مرتکب ہوا (شیفر ۲، ۳۰۳)۔ الغرض اگر ان دونوں معیاروں کی کچھ بھی وقعت ہے، تو ان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تمام اتھنزیوں کے اخلاق خراب نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اگر ہوئے تھے تو صرف اُسی فریق کے جو اپنے آپ کو مخالفین مقدونیہ میں سے شمار کرتا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ حکم بھی غلطی سے مبرّا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانبین کی نیت ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ پہلے موقع پر صلح نامے کو توڑ دیں، اور خود دیموس تھنیس کا میلان، جو اُس کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقضِ عہد کے فن میں اُس شخص سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا، اور اُس کی خواہش یہ تھی کہ وہ اس میدان میں سب سے بڑھا چڑھا نظر آئے۔ لیکن اس سے اہم تر معاملات میں بھی تاریخ اتھنز کے دوران میں یہاں کے شہریوں کا ہمیشہ یہی طرز عمل رہا ہے جس سے اتھنزیوں پر اس قسم کا الزام عائد ہوسکتا ہے۔ سپہ سالاروں پر خطابیوں نے جو حملے کئے اُن کی مثالیں زانتھی پوس کی مخالفت ملتیا دیس، لیکرگوس کی مخالفت لی سکلیس سے ملتی ہیں، تاہم لیکرگوس کو قدیم مسلک کا قائم مقام تصور کیا جاتا ہے۔ دیکھو دیودورس ۱۶، ۸۸ میں لیکرگوس کے زبانی لی سکلیس کی مخالفت میں جو تقریر نقل کی گئی ہے اُس سے متذکرہ کی غداری کا اتنا ثبوت نہیں ملتا، جتنا فن بلاغت کے ایک معمولی کرشمے کا، جس میں ایک زندہ سپہ سالار اور اُن شہریوں کے درمیان تباین ظاہر کیا گیا ہے جو اُس کی رہبری کے دوران میں مارے گئے ہیں۔ اگر کوئی شخص بغیر واقعات کے اعادے کے کسی مجمع کو کوئی فعل کرنے پر اکسانا چاہے تو اُس کے لئے اس قسم کے نتائج کا اخذ کرنا بالکل کافی ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ میں نے مفصلۂ بالا فقرات میں چند امور کو ثابت کردیا ہے :-

باب ۱۳ زوال ایتھنز کی حقیقت، جس کا اتنا شور سننے میں آتا ہے، محض قصہ کہانیوں سے زائد نہیں ۹۔ ان مورخوں کی تحقیقات سے اس قابل لحاظ واقعے کا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ (۱) پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں ایتھنز عام بداخلاقی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ بلاشبہ دوسرے مقامات کی طرح ایتھنز میں بھی ذرا کج روی نظر آتی ہے، لیکن صراطِ مستقیم سے یہ گریز محض بتدریج پیدا ہوئی ہے، اور اس میں سوفسطائیت اور خطابت دونوں ممد و معاون ہوئے ہیں۔ (۲) ایتھنز میں اصول عمومیت کی وجہ سے تنزل نہیں ہوا بلکہ دراصل یہ اصول شہر کے اخلاق کی گویا ایک ضمانت ہے۔ اخلاقی تنزل بجائے پوری قوم کے صرف عوام النّاس کے وقتی رہبروں میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ (مثلاً راؤخن شٹائن اپنی کتاب "ایسقراطیس" (Rauchenstein : Isocrates) صفحہ ۲۰، اور وائیڈمان و کرتیوس "تاریخ یونان" (Weidmann & G. G. curtius) ۳ (۶)، ۴ ۶۷ و ۶۷۵ میں) یہ فرض کر لیتے ہیں کہ دیموس تھنیس نے کچھ عرصے کے لئے ایتھنزیوں کی اخلاقی سطح ذرا بلند کر دی۔ لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے، بلکہ جیسا ہم عنقریب دیکھیں گے خود دیموس تھنیس کے اصول ہمیشہ ارفع و اعلیٰ نہیں ہوتے تھے۔ یہاں ان خصائص پر بحث کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا جو ایتھنزیوں کے ایسے عہد میں تھے جب علمی دائرے بیّن طور پر عمومی اصول کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے، مثلاً دیکھو "جدید کہ تاریخ" (Historischer Zeitschrift) سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۷۰، ۴۰ اور اس کے متبائن شمٹ: "اخلاق ایتھنزیاں" (Schmidt : Ethik der Griechen) ۲، ۲۵۰ وغیرہ۔

ایتھنزیوں نے فیلقوس کے ہاتھوں جو شکست کھائی اُس کا سبب اُن کی بداخلاقی نہ تھی۔

۹ ادسولڈ کی کتاب سے جس کا حوالہ حاشیہ ۷ میں دیا ہوا ہے، ایتھنزی رسم و رواج اور اداروں کی بابت ہماری معلومات میں نہایت قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔ مقابلہ کرو فوکارٹ: "یونانیوں کے ادارات مذہبی" (Foucart : Les associations religieuses chez les grecs) پیرس سنہ ۱۸۷۳ء، لیوڈرز: "دیونی سیوسی نقّاش"

باب ۱۳ علم ہوتا ہے کہ حکومت خود اختیاری کے نظام نے معاشرے کے چھوٹے سے چھوٹے دائرے میں جگہ کرلی تھی، اور چونکہ معاشرے کے چھوٹے چھوٹے شعبوں کا کام چلانے کی شہریوں کو مشق ہوجاتی تھی اس لئے وہ امور مملکت عمومی اصول پر نہ صرف قائم رکھنے پر قادر ہوجاتے تھے بلکہ اپنے ہاتھوں اسے شاہراہ ترقی پر بھی چلا سکتے تھے۔ یہ آزادانہ طریق کارروائی علی الخصوص دیموں کے کاروبار میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (Luedars : Die Dionysischen Kuenstler) برلن ۱۸۷۳ء۔ غالباً دیونی سیوسی نقاشوں کا سب سے پہلے جو حوالہ نظر آتا ہے وہ ٹیپفر (وہ انساب اٹیکا" برلن ۱۸۸۹ء، صفحہ ۱۸۳ (Toepffer : Att. Genealogie Ath.) کے بموجب ۳۰۷ء میں ملتا ہے۔

ایسے مدارس فلسفہ کے لئے جن کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر تھا، دیکھو فون ولاموونز "انتی گونوس ساکن کارستوس" Von Wilamovitz . Antigonus von Karystos صفحہ ۲۶۳ وغیرہ اور مضمون "ہیروص" روشر کی قاموس "Heros" in Roscher's Lexicon ۲۵۳۴ وغیرہ میں۔

ایتھنز کے نظام تعلیم کے لئے دیکھو پ. ژیرار: "ایتھنزی نظام تعلیم پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں" (Girard : L'education athenienne au 5 et au 4 siecles av. J.—Chr.) پیرس ۱۸۸۹ء۔ واخسموت: "بلدیہ ایتھنز جلد ۲" لائپزگ ۱۸۹۰ء میں پیرائیوس اور ایتھنز کے عام طرز معاشرت کی بابت مواد مل جائے گا۔

ایتھنزی عمومی دستور کی عمدگی کا اس امر سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ اسی کے ذریعے سے چھوٹی چھوٹی انجمنوں کے مالیات کی نگرانی کی جاتی تھی۔ مثلاً یہ کبھی سننے میں نہیں آیا کہ زمانۂ حال میں جنوبی یورپ کے بعض ممالک کے برخلاف جہاں صدیوں کی شخصی حکومت کی وجہ سے اخلاق عامہ خراب ہوگئے ہیں ایتھنز میں سرکاری روپیہ لوگوں کی ذاتی اغراض پر خرچ کیا جاتا ہو۔ اس صورت حال کے برخلاف زمانۂ حال کا یونان خدمات عامہ کے معاملے میں خصوصاً قدیم ایتھنز کا ایک قابل سپوت معلوم ہوتا ہے

نظر آتی ہے، چنانچہ یہ دیمے امور مملکت کے لئے بطور نفیس درس گاہوں کے کام دیتے تھے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دیمے اپنی مملوکات عامہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرتا تھا، اُس کے اخراجات اراضی، مکانات اور محاصل سے نکلتے تھے، اور اس آمدنی کو مخصوص طور پر ان مقاصد پر صرف کیا جاتا تھا جن کا تعلق عبادات عامہ سے تھا۔ ہر دیمے کی جمعیت کو اعلیٰ ترین اختیارات حاصل تھے، اور جملہ عہدہ دار جن کا سرگروہ دیمارخ کہلاتا تھا، دیمے کے مخدوم نہیں بلکہ اُس کے قائم مقام شمار کئے جاتے تھے اور ان کا انتخاب ہر سال قرعہ اندازی سے کیا جاتا تھا۔ دیمے کا مالی انتظام کلیۃً دیموتائے کی جمعیت کے سپرد ہوتا تھا اور وہ چھوٹی سی چھوٹی باتوں کی نگرانی سے بھی گریز نہیں کرتی۔ ان سب باتوں سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ معاملات عامہ میں حصہ لینے کی عادت اتھنزی شہریوں کی گویا طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، جس سے بلدی سواراج میں یقیناً بہت کچھ سہولت پیدا ہو گئی ہو گی۔ اگر ہم ان امور کو ملحوظ رکھیں تو اس سے اتھنزی جمہوریت کا امکان ہماری سمجھ میں بخوبی آجائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیموں کے انتظام میں جو کامیابی ہوئی اُس سے اتھنزیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ انھیں اصول پر مملکت کا انتظام بھی ممکن ہے۔

لوگوں کو سواراج کی جو عادت پڑ گئی تھی اُس کا مظاہرہ ان انجمنوں کی شکل میں بھی ہوا جو بعض مخصوص مقاصد کی انجام دہی کی غرض سے ممالک محروسۂ اتھنز میں قائم کی گئی تھیں۔ سولون کے زمانے سے ان انجمنوں کو مملوکات پر قبضہ کرنے کا بھی اختیار تھا۔ مملکت کی طرح ان انجمنوں کے بھی مذہبی مرکز تھے، اور اُن کے اراکین میں کسی نہ کسی عبادت یا مذہبی قربانی کے ذریعے سے باہمی تعلق پیدا کیا جاتا تھا۔ یہ انجمنیں نہ صرف تدفین موتیٰ، جہاز رانی و تجارت کان کنی کے اغراض کے لئے بلکہ بحری قزاقی تک کے واسطے بنائی جاتی تھیں۔ معاشرتی اجتماعات کی بھی کچھ کمی نہ تھی، مثلاً ظریفوں کا ایک دائرہ تھا جس کے اراکین نہایت پابندی کے ساتھ فلع دیومیہ کے حرم ہرقل میں جمع

باب ۲۵

ہوتے تھے، اور یہ اس قدر معروف و مشہور تھا کہ فیلقوس شاہ مقدونیہ اُس کی روداد کے حصول کے واسطے ایک رقم خطیر خرچ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسی طرح سانگیوں کا ایک دائرہ تھا جو روز بروز زیادہ وقیع ہوتا جارہا تھا اور جس کے اراکین نے اپنا لقب " فن پسند ان دیونی سیوس" یا " فن پسند" رکھا تھا۔ یہ سانگی تمام ارض یونان میں پھیلے ہوئے تھے؛ بڑے بڑے شہروں میں تو اُن کی مستقل شرکتیں تھیں اور چھوٹے قصبوں میں وہ وقتاً فوقتاً دورہ کرتے رہتے تھے۔ خاص ایتھنز میں ایسی شرکتوں کا پتا اُس کی بحری طاقت کے عروج کے جیسے بعید دور یعنی پانچویں صدی ق م تک میں لگتا ہے اور اُس زمانے سے اُن کی اہمیت میں مسلسل اضافہ ہی اضافہ نظر آتا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت تک ایسی مراسلت موجود ہے جو مجلس انجمن ہمسایگاں کی طرف سے ایتھنزی جمعیت عوام کے نام سے موسوم ہے، اور جس میں ان سانگیوں کو بڑے بڑے استحقاقات، مثلاً ذاتی تامین، آزادی محاصل، فوجی خدمت سے معافی، و دیگر حقوق کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے مقدّس فرض کی ادائگی کے قابل ہو جائیں۔ قرض دار سانگی صرف چند مخصوص حالات ہی میں محبوس کیا جا سکتا تھا، اور اگر کسی " فن پسند دیونی سیوس" کو کوئی گزند پہنچتا تو اُس کی ذمہ داری تمام شہر کی گردن پر عائد کی جاتی۔ الغرض آج بھی گانے والیوں اور سانگیوں کو اس قدر آزادی حاصل نہیں ہے جتنی انھیں یونان قدیم میں تھی۔ جس طرح سانگی دیونی سیوس کو اپنا مربی و سرپرست تصور کرتے تھے اسی طرح فلسفیوں نے میوزوں یا ملکات کو اپنا محافظ سمجھ رکھا تھا۔ حکیم افلاطون کی اکادمی میں تمام میوزوں کو مساوی الرتبہ قرار دیا جاتا تھا۔ اس انجمن کو قانونی حقوق حاصل ہو گئے اور یہ دوسری فلسفیانہ انجمنوں کے لئے گویا ایک نمونہ بن گئی۔ زمانہ مابعد میں شہر اسکندریہ کے " میوزیوم" یا " ملکات خانے" نے آئندہ مجالس علمیہ کے لئے ایک شاہراہ قائم کر دی۔ ان سب انجمنوں کا مقصد علاوہ مطالعۂ عامّہ کے طعام عامّہ بھی تھا چنانچہ زمانۂ حال کے معاشری اجتماعات بھی اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر قائم کئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ ان انجمنوں میں اپنے مذہبی مقاصد کے حصول کے لئے

ہوتے تھے، اس لئے کہ ایک طرف تو عوام النّاس کو ضروریات مذہبی کا بہت کچھ باب ۱۳
شریک احساس تھا، دوسری طرف مملکت، قبیلہ، دیمے اور برادری کے مذہبی انتظامات
ان ضروریات کے لئے مکتفی نہیں ہوتے تھے۔ چونکہ مذہب کو مملکت کے ساتھ
وابستہ سمجھا جاتا تھا اس لئے یہ مملکت کا اختیار تھا کہ غیر ملکیوں کو مختلف معبودوں
کی پرستش خواہ کرنے دے یا نہ کرنے دے۔ لطف یہ ہے کہ خود ملکی بھی ان غیر ملکی
معبودوں کی پوجا پاٹ میں حصّہ لینے لگے، اور پانچویں صدی ق م جیسے بعید
زمانے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب تھریسیوں اور ایتھنزیوں کے باہمی تعلقات
میں زیادتی ہوئی تو تھریسی معبودوں مثلاً کوتی تو دیپ کی عبادت ایتھنز میں عام ہو گئی
اور اس کے پرستار "باپتائے" کہلائے جانے لگے۔ اس پر سرودی شعراء نے
اس کا مضحکہ اڑانا شروع کیا اور یہ مشہور کیا کہ اس کی پوجا میں بداخلاقی کی
حرکات کا ایک بڑا عنصر شامل ہے۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے ہی سے
ادونس کی پرستش عام ہو گئی اور اس میں جملہ ایتھنزی شہری حصّہ لینے لگے
اسی طرح افروجیہ کی "امّ الآلہہ" کی عبادت ایتھنز اور پرائیوس میں مقبول عام
تھی۔ ان دونوں شہروں میں "میترو ا" تھے جن میں سے ایتھنز کے میتروں میں
سرکاری کاغذات بحفاظت تمام رکھے جاتے تھے۔ چوتھی صدی ق م میں اس
"ام الآلہہ" کے متعلقین میں سے ایک یعنی سابازیوس کے پجاریوں کی جمعیت
("تیاسوس") کا حال سننے میں آتا ہے، چنانچہ دیموس تھنیس نے اسکنیس
کی والدہ کے خلاف جو زہر اگلا تھا اس میں اس پر ہنسی اڑائی تھی۔ اکثر غیر ملکی مذاہب
کا مرکز پرائیوس تھا۔ اس مقام پر ۳۳۳ ق م کا ایک نوشتہ برآمد ہوا ہے جس میں
کی تیوم (قبرص) کے بعض لوگوں کو قبرصی افرودیت کے نام پر ایک بت خانہ
تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس اجازت کو حق بجانب قرار دینے
کے لئے ایسس کے ایک بت خانے کا، جو پرائیوس میں تھا، حوالہ دیا گیا
ہے۔ تھریس، ایشیائے کوچک، شام اور مصر، ان سب ملکوں کے مذہبوں میں
ایک بات مشترک تھی، وہ یہ کہ ان کے رسوم کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے حاضرین
پر حال کی ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی جس سے وہ یہ سمجھنے لگتے تھے کہ انھیں

باب ۱۳ گویا معبود کا قرب خاص حاصل ہوگیا ہے۔ ان مذہبوں کی تبلیغ کی اجازت بھی تھی؛ اور "اُمّ الآلہہ" کے مسلک کی تبلیغ ادھر اُدھر پھرنے والے مبلغوں کے سپرد تھی جنھیں متیر اگیرتائے کہتے تھے۔

یونانی مذہب جو بالکلیہ رسوم ظاہری پر مشتمل تھا، لوگوں کے حقیقی مذہبی جذبات کے لئے کفیل نہیں ہوتا تھا؛ اور یہ کیفیت جملہ بلاد یونان میں نظر آتی تھی۔ ہمیں معلوم ہے کہ اسرار ایلیوسس لوگوں کی طبایع میں ایک طرح کا عمق پیدا کرتے تھے، لیکن اُن کی حیثیت مملکتی ادارات کی تھی؛ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ اُن سے مطمئن نہیں تھے۔ اصل میں لوگ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے معبود کے ساتھ براہ راست تعلقات پیدا کریں؛ چنانچہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے انھوں نے طرح طرح کے مذاہب کی طرف رجوع کیا۔ بعض تو مملکتی مذہب کے سیدھے سادے پیرو تھے جن میں سے بہت سوں کا اُس سے بے شمار پجاریوں کے سلسلے کے ذریعے سے تعلق تھا؛ ایتھنز کے تمام عالی نسب خاندان اسی زمرے میں آتے تھے۔ لیکن بہت سے ایسے خاندان تھے (جن میں سے اکثر شہر کے ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتے تھے) جن کی ضروریات مملکتی مذہب سے پوری نہیں ہوتی تھیں اور اسی لئے وہ غیر ملکی پوجا پاٹ میں حصہ لینے لگتے۔ علاوہ ازیں ایسے یونانی بھی تھے جن کے نزدیک انسان خود تحقیق و تدقیق کرکے قابل اطمینان حقایق معلوم کرسکتا ہے؛ ایسے لوگ کسی نہ کسی فلسفیانہ مسلک کے پیرو بن گئے جن میں سے ممتاز ترین مسلک حکیم سقراط کا تھا۔

اس امر سے کہ ایتھنز کے شہری اکثر دیہات ہی میں بود و باش کرتا تھا، یہ منکشف ہوتا ہے کہ لوگ نسبتہً تندرست ہوتے ہوں گے۔ اُن کی جاگیریں دیہات ہی میں پھیلی ہوتی تھیں، لیکن خواہ ذاتی مملوکات کہیں بھی ہوں ہر شہری کا تعلق اسی دیہے میں سمجھا جاتا تھا جس کے دفتری کاغذات میں اس کا نام شامل تھا۔ اُسے اکثر اپنے دیہے والوں سے کام رہتا تھا، چنانچہ خود شہر ایتھنز میں ایسے مقامات تھے، جہاں ایک دیہے والے مل کر تبادلۂ خیالات

کر سکتے تھے، جیسے بازار کے قریب کسی حجام کی دکان وغیرہ۔ شہر ایتھنز صرف حکومت کا مستقر تھا بلکہ مرکز عبادت عامہ بھی تھا، اور اسی کے ذریعے سے لوگوں میں اتفاق و اتحاد کی لہر دوڑتی تھی؛ پرائیوس کے ذریعے سے مختلف حصہ جات ملک کے مابین تجارتی تعلقات پیدا ہوتے تھے، چنانچہ وہ تجار، میتوئکی اور غیر ملکیوں کا مسکن تھا؛ ایلیوسس مذہبی مرکز تھا جہاں متمول اور معزز ایتھنزیوں نے اپنے اپنے مکانات بنا رکھے تھے۔ علاوہ ازیں اٹیکا میں جگہ جگہ قلعہ بند مقامات بھی تھے جہاں ملک کے نوجوان فوجی خدمت انجام دیتے تھے، اور ان میں عملی فوجی زندگی کی چہل پہل نظر آتی تھی جس میں ممتاز ترین حصہ نوجوان سپاہیوں کا ہوتا تھا۔ باب ۱۳

گو متمدن زندگی کے مختلف شعبوں میں بعض یونانی شہر (جن میں مشرقی بلدیات بھی شامل تھے) ممتاز حیثیت رکھتے تھے، مثلاً تجارت میں بیزنطہ، نقاشی و سنگ تراشی میں الفی سوس، ناٹک میں تیوس، فنون لطیفہ، تجارت و خطابت میں ہالی کارناسوس، رھوڈز و کوس؛ گو شاہراہ تمدن کا میلان، جس کا رخ پانچویں صدی ق م میں مغرب کی طرف معلوم ہوتا تھا اب از سر نو مشرق کی طرف پھر گیا تھا؛ تاہم ایتھنز اب بھی یونان کا علمی، فوجی اور ذہنی مستقر بنا ہوا تھا، اور اسے اب بھی یونان کا ذہنی مرکز ہونا تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب جمہوریہ ایتھنز کو ایک بالکل مختلف طرز کی حکومت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور وہ دیار شمال میں سے ایک ہے۔

# یادداشت متعلق باب سیزدہم

پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے مابین ایک ایسا فرق ہے
جو قابل لحاظ ہونے کے باوجود بعض مرتبہ نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ پانچویں
صدی ق م میں ہمیں عدیدیوں اور عمومیوں کے مابین تنازعے کی کیفیت
نظر آتی ہے جس میں عدیدی تخوّف اور تشدّد کے ساتھ حصّہ لیتے ہیں؛ اس
ضمن میں ہم ناظرین کی یاد الفیالتیس وہی پرلولوس کے قتل اور ہتائریا "چار سَو
اور "تیس" کے قصوں سے تازہ کرتے ہیں۔ در اصل عوام الناس اکثر قانونی
وسائل سے، لیکن بعض مرتبہ جبر و قوت کے ذریعے سے بھی جس حکومت کی
مخالفت کرتے ہیں وہ ایک طرح کی اعیانی انبوہ سری ہے۔ چوتھی صدی ق م
میں جبر و قوت سے مطلق کام نہیں لیا جاتا؛ اب عمومیت ایتھنز مکمل طور پر
تادیب دادہ ہے، لوگوں کو اپنے جذبات پر قابو آگیا ہے اور وہ مشکل ترین
مواقع پر بھی اپنے خود دارانہ انداز اور ٹھنڈے دل کا ثبوت دیتے ہیں۔
بلاشبہہ عوام تشدّد سے بھی کام لیتے ہیں، لیکن وہ اپنا تمامتر تشدّد ذمہ دار
رہبروں پر صرف کرتے ہیں۔ یہاں تک تو اُن کا رویّہ بالکل ٹھیک اور درست
ہے؛ لیکن اب ہمیں تصویر کے تاریک پہلو پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ ہر بات کا
تصفیہ عدالتوں کے ذریعے سے ہوتا ہے؛ اس میں بھی مضایقہ نہیں لیکن
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عدالتوں میں جملہ کاروبار کیسے انجام کو پہنچتا ہے؟
اراکین ہیلیایہ مختلف قوانین کا انطباق خود اپنی ضمیر کے مطابق کرتے ہیں
اور انھیں اصول قانون سے مطلق مس نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے انھیں

یادداشت متعلق بابِ ۲

فریقین مقدمہ تعلیم یافتہ خطابوں اور سوفسطائی وکلا کے ذریعے سے دعوے کا دیتے ہیں۔ اس کتاب کے آیندہ باب کے مطالعے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ طریقہ سیاسیات اور خارجی معاملات میں بھی برتا جاتا تھا، اور مختلف سرانہوں کے نزدیک جو کسی فرد کے لئے بھی تقریر نویسی کے فرائض انجام دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے، حالانکہ غیر کی نوعیت محض فریقان مقدمہ کی سی سمجھتے تھے۔ لوگوں کو اس دھوکے میں رکھا جاتا تھا کہ انھیں صرف امور متنازعہ فیہ کا تصفیہ کرنا ہے، روپے کی منظوری دینی ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے فوج تیار کرنی ہے۔ امفی پولس کی طرح کسی مقام کو چال چل کر تسخیر کرنا ہی مقبول ترین طریقۂ جنگ سمجھا جاتا تھا۔ گو فریق ثانی کو سنگین مجرم سے زیادہ وقعت نہیں دی جاتی تھی، تاہم اتھنزی معاملات خارجہ میں اُتنے ہی حریص اور لالچی نظر آتے ہیں جتنے اُن کے دشمن۔ بلاغت اور سوفسطائیت کا ہر شعبے میں دور دورہ نظر آتا ہے؛ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م اگر نظم کا عہد تھا تو چوتھی صدی ق م میں نثر کا دور دورہ تھا، اور ادبیات کے علاوہ اس صریح تبدیلی کا اثر دوسرے شعبہ جات زندگی پر بھی پڑنا لازمی تھا۔

# باب چہاردہم

## مقدونیہ

حدود دنیائے یونان کے اندر ایتھنزیوں کا کسی قوم سے اس قدر تخالف و تباین نظر نہیں آتا جتنا مقدونوی قوم سے[1] اس میں شک نہیں کہ اگر لفظ "یونانی" کے معنی کو ذرا وسعت دی جائے تو ہمیں اس قوم کو بھی دائرۂ یونان میں شامل کرنا پڑے گا، اس لئے کہ اول تو اُن کی زبان اور یونانیوں کی بولی میں کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آئے گا، اور دوسرے ہمیں اس کے باور کرنے کی مطلق کوئی وجہ نہیں کہ عام یونانیوں سے اُن کے رسم و رواج کریٹیوں یا ایپائروسیوں کے رسم و رواج کی نسبت زیادہ مختلف ہوں گے۔ لیکن جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے، وہ اس زنجیر کی گویا بالکل آخری کڑی ہیں جس کی ایتھنز سے ابتدا ہوتی ہے۔ یونانیوں کی بعض ممتاز ترین خصوصیات کا، مثلاً ہر شعبے میں انفرادیت کا غلبہ اور بلدی تنظیم، نشوونما، ایتھنز میں ہوا۔ اس کے برعکس مقدونوی آبادی کا بیشتر حصہ کاشتکاروں پر مشتمل تھا جس کی وجہ سے بادشاہ اور اعیان سلطنت کے قبضے میں بہت کچھ اختیارات آ گئے تھے۔ بعض مورخوں کا یہ

---

[1] مقدونیہ کے لئے دیکھو ابیل: "مقدونیہ قبل شاہ فیلقوس" O. Abel : Makedonien vor Koenig Philipp لائپزگ ۱۸۴۷ء؛ اشیفر: "دیموس تھنیس" A. Schaefer : Demosthenes und seine Zeit جلد ۲، باب ۱؛ کرتیوس: "تاریخ یونان" ۳ (۶) باب ۷ مع حواشی Curtius : Griech. Gesch. پاؤلی: "محیط المحیط" Pauly's R. E. بعنوان "مقدونیہ"

باب ۱۲ خیال ہے کہ مقدونوی ایسے یونانی تھے جو اپنی تہذیب و تمدن میں ہومری کیفیات سے آگے نہیں بڑھے تھے۔ مقدونیہ کی طرح ہومری نظموں میں بھی ذاتی اقتدار کا بول بالا ہے اور تحریری قوانین کا کہیں پتا نہیں چلتا ہم پڑھتے ہیں کہ سکندر اعظم کو ہومر سے خاص شغف تھا، اور ہمارا خیال ہے کہ اس شغف کی بنیاد محض ادبی شوق سے کہیں زیادہ وسیع تھی؛ اور سکندر سمجھتا تھا کہ ہومری دنیا اس کی اپنی دنیا ہے؛ درانحالیکہ دیموس تھنیس جیسے شخص کے لئے اس میں تاریکی ہی تاریکی نظر آتی تھی۔ بہرحال سب سے پہلے ہم مقدونیہ اور مقدونوی قوم کی خصائص پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

تھسلی میں اور اس کے شمال میں جو خطۂ زمین ہے اس میں بناوٹ کے اعتبار سے بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے۔ مقدونیہ اور الیریہ کے درمیان زنجیرۂ پندوس حائل ہے۔ جس طرح الیریہ کو ایک حد تک ایپائروس کا شمالی جواب کہا جا سکتا ہے اسی طرح مقدونیہ گویا تھسلی ہی کا شمالی نمونہ ہے۔ ایپائروس اور الیریہ دونوں میں تو سلسلہ بسلسلہ دریا بہتے ہیں؛ جن میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ سمندر میں گرتا ہے؛ لیکن تھسلی اور مقدونیہ دونوں ایسے دریاؤں کے دو بڑے بڑے طاس ہیں جو یکجا ہو کر سمندر میں گرتے ہیں؛ دونوں میں فرق صرف یہی ہے کہ مقدونیہ کا رقبہ تھسلی کے رقبے سے بڑا ہے، اور اس میں ایک چھوٹا اور دو بڑے بڑے دریا بہتے ہیں، یعنی جنوب میں ہالیاکمون؛ شمال میں اکسیوس اور ان دونوں کے بیچ میں لودیاس جو سب کے سب تقریباً ایک ہی مقام پر سمندر میں گرتے ہیں۔ ہالیاکمون اور اکسیوس کے دہانے ایک دوسرے سے صرف نو میل کے فاصلے پر ہیں چنانچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دہانے دراصل کسی بڑے دریا کے ڈیلٹا کی شاخیں ہوں گی۔ اکسیوس کی ایک اہم معاون ایریگون ندی بھی قابل ذکر ہے۔ اکسیوس کے فاصل آب کے مشرق میں پہاڑوں کا ایک سلسلہ ہے جو خالکدیس کی راسوں پر جا کر ختم ہوتا ہے؛ اس کے مشرق میں دریائے استریمون ہے اور اس کے بعد زنجیرۂ پنگائیوم ہے جس کے روبرو جزیرہ تھاسوس

باب ۲۵ واقع ہے۔ خالکدیس سے گویا ملک تھریس کی ابتدا ہوتی ہے؛ ساتھ ہی اس کے مغربی ساحل اور تھسلی کے مشرقی ساحل کے مابین خلیج تھرما واقع ہے جس کی گویا پشت پر مقدونیہ شروع ہوتا ہے۔ اس خلیج کے مقابل ہی یہ جزائر سکیا تھوس، پے پاریتھوس، اِکوس اور دوسرے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جو اس کے دہانے کو ایک حد تک بند کئے ہوئے ہیں۔ خاص ملک مقدونیہ کا ساحل کچھ ایسا طویل نہیں ہے، اور یہ مشرق میں تھرما سے مغرب میں کوہ اولمپوس کے دامن تک چلا گیا ہے۔ اس ساحل کے شہروں کی بابت ہم اس امر سے واقف ہیں کہ وہ یونانی بستیاں تھیں اور ان میں مقدونوی عنصر غالب نہیں تھا، اور عہد تاریخی میں صرف اندرونِ ملک ہی کلیّۃً مقدونوی نظر آتا ہے، گو ممکن ہے کہ ابتدائی ایّام میں ساحلی علاقے میں بھی مقدونوی آبادی ہو۔ مقدونیہ اور تھسلی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ جہاں سمندر سے تھسلی کو جانے کا راستہ تیمپے کی تنگ وادی میں ہو کر گزرتا ہے وہاں مقدونیہ کا ساحل نسبۃً زیادہ کھلا ہوا ہے، چنانچہ ہم اس کو مدِنظر رکھ کر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ بہ نسبت تھسلی کے مقدونیہ معاملاتِ دُنیا میں زیادہ آسانی سے حصّہ لے سکتا تھا، اور اُس حکومت کو جس کے قبضے میں اندرون ملک اور تینوں دریاؤں کے دہانے ہوں گے اُسے بحری معاملات میں نسبۃً زیادہ دلچسپی ہوگی، ساحل کے قریب بوتیائی رہتے تھے جن کے متعلّق کریتی النّسل ہونا مشہور تھا؛ ان سے ذرا اندر کی طرف دریائے ہالیاکمون کے کنارے پر ایلی میوتائے تھے؛ ہالیاکمون اور ایریگون کا درمیانی علاقہ یوردیائیوں کے قبضے میں تھا؛ اس دریا اور بالائی اکسیوس کے مابین پیلاگونی، بالائی اکسیوس پر پایونی اور ہالیاکمون تک مقدونیہ اور الیریہ کی سرحد پر اوریس تائی آباد تھے۔ یہ وہ قبیلے تھے جن کا مجموعی نام بالآخر مقدونوی پڑ گیا۔

ابتداءً یہ سب ایک مملکت میں متحد و متّفق نہیں تھے[۵۳]، بلکہ مختلف

---

۵۳ طوسی ڈیڈش ۲، ۹۹ میں مقدونوی شاہی خاندان کی ابتدائی تاریخ کا بیان دیا ہوا ہے۔

باب۱۲

دیہات اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت تھے جن میں سے بعض کے اختیارات بہت کچھ وسیع تھے۔ ان وسیع الاختیار حکمرانوں میں قبیلۂ لینکستائے کے حکمراں بھی تھے جنھیں کورنتھی ہرقلیوں کی اولاد میں سے ہونے کا فخر حاصل تھا۔ لینکستائے سے بھی زیادہ ذی اثر آرگیاذی خاندان تھا جو غالباً ابتدا میں اور ستیوں پر حکومت کرتے ہوں گے اور جو اپنے آپ کو آرگوسی ہرقلیوں کی اولاد بتاتے تھے چنانچہ اسی مناسبت سے انھوں نے اپنا نام "تیمے نوسی"* رکھ لیا تھا، لیکن یہ مناسبت غالباً "آرگیاذی" اور "آرگوس" کی ظاہری یکسانی کی وجہ سے پیدا کی گئی ہوگی۔ اس خاندان کا سب سے پہلا فرد جس نے اس ملک میں قدم رکھا، کارانوس بتایا جاتا ہے جس کے لغوی معنی غالباً "سردار" کے ہیں، اور یہی وہ گھرانا ہے جس کا اثر رفتہ رفتہ تمام دیار مقدونیہ پر چھا گیا۔ اس نے اپنا پائے تخت ایدیسہ یا آئے گائے مقرر کیا جو بالائی لودیاس کے کنارے پر سمندر کے قریب ہی واقع تھا، اور اسی مقام سے مقدونوی حکمراں سمندر کی طرف گویا للچائی ہوئی نظر سے دیکھتے تھے۔ پہلا مشہور و معروف آرگیاذی پردکاس تھا جس کا زمانہ ۷۰۰ ق م کے بعد کا ہے۔ ان حکمرانوں کو دو حریفوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا، ایک طرف تو اُن قبائل کا جو مرکزی اثر سے آزاد ہونا چاہتے تھے، اور دوسری جانب غیر ملکیوں خصوصاً الیریائیوں کا جو ہر وقت مقدونیہ پر حملہ کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ پردکاس کے بعد اس سے پانچواں حکمراں امین تاس تھا، جس کے عہد میں ایرانیوں نے مقدونیہ کو زیر کرنے کی کوشش کی، لیکن اُسکے بیٹے سکندر نے انھیں شکست دے دی۔ لیکن ۴۸۰ ق م میں، جب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ پردکاس اور کارانوس کے افسانے کے لیے کرتیوس ۱، ۲، ۳، ۷، ۷ح کارانوس "ایشیائے کوچک میں"؛ زینوفون: "ہیلے نیکا" ۱، ۴، ۳۔

* تیمے نوس خاندان ہرقلیان میں سے تھا اور کہا جاتا ہے کہ اُس نے آرگوس چھوڑ کر مقدونیہ میں بود و باش اختیار کی تھی [مترجم اردو]

باب ۱۲

ایرانی تمام ملک پر ٹڈی دل کی طرح چھا گئے تو اسی سکندر نے جواب بادشاہ ہو گیا تھا، اُن کی ہمنوائی کا شیوہ اختیار کر لیا، لیکن ساتھ ہی دوسری طرف رخ کر کے یونانیوں کے سامنے اپنے اس دلی لگاؤ کو پیش کیا جو اُسے فطرۃً تمدن کے ساتھ تھا اور اس طرح یونانیوں پر بھی اپنا اثر قائم کر لیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تہذیب و تمدن مقدونیوں کے لئے کچھ نیا نہ تھا۔ مقدونوی ایک طرف تو افرجیوں اور تھریسیوں اور دوسری جانب ایپائروسیوں اور تھسالونیوں کے درمیان گویا ایک کڑی تھے، اور ان کے ملک میں چھٹی صدی ق م جیسے بعید زمانے میں بھی جو سکے رائج تھے ان پر یونانی الفاظ کندہ تھے۔ یہی بادشاہ سکندر جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، یونانی قومی میلوں اور عیدوں میں حصہ لیتا تھا اور ذاتی طور پر اس میں اور اصلی یونانیوں میں مطلق کوئی فرق نہ تھا۔ اس نے اپنے پائے تخت تھریس کے قریب پیدنا کو منتقل کر دیا۔ جیسا جیسا مقدونوی حکمران یونان کے نزدیک آتے جاتے تھے، ویسا ہی ان دونوں کے مابین تنازعات اور مناقشات کی کیفیت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ان تنازعات کی ابتدا اسکندر کے جانشینوں کے عہد میں ہوئی جن میں سے سب سے اہم وہی پرڈکاس تھا جس کا ذکر ہم جنگ پیلوپونیز کے ضمن میں کر چکے ہیں اور جس نے غالباً ۴۵۵ ق م سے ۴۱۳ ق م تک حکومت کی۔ پرڈکاس نہایت چالاک اور بے دھڑک شخص تھا جس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اپنا اقتدار قائم کر کے اپنے ذاتی اختیارات میں اضافہ کرے، چنانچہ کبھی تو وہ ایتھنز کے موافق ہو جاتا تھا کبھی مخالف، اور اس کا طرز عمل کلیتہً اپنے ذاتی مفاد کے تابع تھا۔ پرڈکاس کی موت کے بعد دوسرے شاہی خاندانوں کے ورثا کی طرح بہت سے اعزا و اقربا کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ارخی لاؤس تخت پر بیٹھا، اور تخت نشینی کی کوشش میں اس نے اپنے ایک چچا، ایک چچیرے بھائی اور ایک سوتیلے بھائی کو (جو واقعتاً وارث تخت و تاج تھا)، ملک عدم کو پہنچایا۔ ایک مرتبہ تخت پر بیٹھنے کے بعد اس نے نہایت عمدگی اور قابلیت کے ساتھ یونانی تمدن کے اصول کے مطابق حکومت کی؛ اس نے شہر آباد کیے، سڑکیں تعمیر کیں، فوج منظم کی، اور لوکیکرائیس، ہیئے رو ساکن سرقوسہ، کی سستراتوس کے

خاندان کے افراد اور ایسے ہی دوسرے نقاشوں، شاعروں اور حکمرانوں کو اپنے دربار میں جگہ دے کر دیار یونان میں اپنا نام پیدا کیا۔ اس کے دربار میں اگاتھون رزمیہ شاعر خوئے ریلوس، موسیقی داں تھودیوس اور نقاش زیوکسس آتے جاتے رہتے تھے، اور یوری پدیس کا تو وہیں انتقال بھی ہوا۔ اس کا پایۂ تخت پیلا تھا جو آئے گائے کے قریب ہی واقع تھا، لیکن اس کے علاوہ اس نے کوہ اولمپوس کے دامن میں ایک قلعہ بند شہر دیون بھی آباد کیا۔ آخرکار چودہ سال حکومت کرنے کے بعد وہ سنہ ۳۹۹ ق م میں مارا گیا، اور حسب معمول اُس کی موت پر بھی تخت کے حصول کے لئے مختلف دعویداروں نے کشت و خون کا بازار گرم کیا، جس کے بعد اُس کا بیٹا اورستیس ایک شخص ائے روپوس کی تولیت میں تخت نشیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ائے روپوس خاندان لینکستا کا ایک فرد تھا جو کبھی کبھی آرگیا دیوں کے مدمقابل بن جاتے تھے۔ بہر حال یہ متولی حقدار بادشاہ کو قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا۔ سنہ ۳۹۲ ق م میں ائے روپوس کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ملک کئی سال طوائف الملوکی میں مبتلا رہا جس کے بعد آخرالامر امین تاس تخت مقدونیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ یہ امین تاس شاہ سکندر سے چوتھی پشت میں تھا، چنانچہ اُس کی تخت نشینی سے خاندان تیمے نوسیان کی حکومت از سر نو قائم ہو گئی۔ اس کے عہد حکومت میں ملک کو شدید ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور الیریائیوں کے حملوں کے باعث بادشاہ فرار ہونے پر مجبور ہوا۔ اس کے بعد ایک شخص ارگائیوس جس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات نہیں والی تخت و تاج بن بیٹھا، لیکن صرف دو سال کے بعد ہی امین تاس تھسلی سے واپس آ کر اپنی میراث پر قابض ہو گیا اور حکمران ایلی میہ کی بیٹی یوری دیس سے شادی کر لی۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ سرزمین یونان میں جو مملکت طاقتور ہوتی اُسی کے ساتھ وہ مخالفہ کر لیتا، چنانچہ پہلے تو اُس نے اسپارٹا سے ہاتھ ملایا اور پھر پاسون والی فے راے سے دوستی پیدا کر لی۔ سنہ ۳۷۰ ق م کے کچھ ہی عرصے کے بعد تین بیٹے یعنی سکندر، پردکاس اور فیلقوس چھوڑ کر یہ بادشاہ راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے بعد

باب ۱۲

سکندر تخت نشین ہوا، لیکن اُس کے نسبتی بھائی بطلیموس نے جو یوری دیس کا ہم نوا تھا، اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس موقع پر تھبز نے مداخلت کی چنانچہ پیلوپی داس نے ایک عہد نامے پر دستخط کرائے جس کے بموجب بطلیموس کو شہر الوردس تو مل گیا لیکن اُسے سکندر کو شاہ مقدونیہ تسلیم کرنا پڑا۔ لیکن کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ سکندر قاتل کے ہاتھوں اس دنیا سے کوچ کر گیا، اور اس کے بعد یوری دیس نے بطلیموس سے جو جدید شاہ مقدونیہ پردکاس کا متولی بنا تھا، نکاح کر لیا۔ لیکن بطلیموس پر ایک شخص پوسانیاس نے حملہ کر دیا جس پر یوری دیس ایفیکراتیس کے پاس، جو پائے تخت کے نواح ہی میں تھا، بھاگ گئی، اب پیلوپی داس نے دوبارہ مداخلت کی اور ایک جدید عہد نامے پر دستخط کرائے، لیکن یہ عہد نامہ بھی پہلے ہی کی طرح ناکام ثابت ہوا۔ بطلیموس نے تھبزیوں کو اس موقع پر جو یرغمال سپرد کئے اُن میں سے غالباً بادشاہ کا چھوٹا بھائی فیلقوس بھی تھا جسے کچھ عرصے تک تھبز میں رہنا پڑا۔ ۳۶۵ ق م میں پردکاس نے بطلیموس کو قتل کر کے زمام حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اُس نے ایتھنزیوں کے ساتھ مل کر تموتیوس کی معیت میں اولنتھوس کے خلاف جنگ آزمائی کی، لیکن عین اس موقع پر ۳۵۹ ق م میں الیریائیوں نے ملک پر حملہ کر کے بادشاہ کو مع چار ہزار مقدونیوں کے تہ تیغ کر دیا۔ اصلی حقدار تو پردکاس کا بیٹا امینتاس تھا، لیکن

۱ہ اولنتھوس کے خلاف مقدونیہ و ایتھنز نے جو لڑائی ٹھانی اُس کا ذکر دیموستھنیس، و اسکائنیس "۹۹" وغیرہ میں مندرج ہے؛ دیکھو شیفر: "دیموستھنیس" ۲، ۱۳، ۱۴۔ تموتیوس نے پوتی دیہ د توروںے کو تسخیر کیا؛ ایسقراطیس: Antid ۱۰۸۔ اس جنگ میں ایتھنز کو امفی پولس پر فتح حاصل ہوئی؛ Schol. Aesch. ۲، ۳۱۔ پردکاس کی وفات، دیودوروس ۱۶، ۲۔ فیلقوس کی زندگی کے ابتدائی حصے کے لئے شیفر: "دیموستھنیس" ۲، ۱۱ وغیرہ۔ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تھبز میں کب تھا؛ شیفر "دیموستھنیس" ۲، ۱۳۔ .Just ۶، ۹ و ۷ کے بموجب وہ وہاں تین سال رہا۔

باب ۱۲

اول تو وہ محض بچہ تھا، دوسرے فیلقوس کا اقتدار وسیع تھا، اور اس قسم کے شاہی خاندانوں میں زیادہ سختی نہیں برتی جاتی تھی چنانچہ وہی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ یہی غنیمت تھا کہ فیلقوس نے امینتاس کو جان سے نہیں مروایا، لیکن فیلقوس کی اس غلطی کا اس کے بیٹے سکندر نے اپنی تخت نشینی کے وقت انسداد کر دیا! الغرض فیلقوس کی تخت نشینی کے بعد تاریخ یونان کی مرکزی شخصیت اسی کی ہے۔

مقدونوی قوم محنتی کاشتکاروں، تیز رو سپاہیوں اور شکاریوں کی قوم تھی؛ کوئی ایسا شخص اپنے دوستوں کے ساتھ دسترخوان پر نہیں بیٹھ سکتا تھا جس نے کم سے کم ایک جنگلی سؤر نہ شکار کیا ہو، اور جنھوں نے کبھی کسی دشمن کو جان سے نہیں مارا تھا وہ اپنے گلے میں رسّی ڈالے پھرتے تھے۔ بلاشبہ وہ اپنے بادشاہوں کی عزّت وحرمت کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی وہ اپنے قبیلوں کے سرداروں کے اتباع کو اس پر ترجیح دیتے تھے۔ ان پر اعیانی گروہ کا بڑا بھاری اثر تھا، اور بہت سے اعیان وکبار بادشاہ کے صرف اس لئے مصاحب بن جاتے تھے کہ وہ مال غنیمت میں حصّہ دار بنیں۔ اس سے جرمانی قوم کے "مصاحبین سردار" Comitatus کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ان کے رسم ورواج میں بربری عنصر کی جھلک موجود تھی۔ بادشاہوں کی اکثر کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں، اور چونکہ ان میں سے بعض غیر ممالک سے لائی جاتی تھیں اس لئے ان کے ذریعے سے مقدونیہ میں ان ممالک کے رواج جڑ پکڑ لیتے تھے۔ بالخصوص رسوم واسرار سے اس بربریت میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا، جن میں سے بعض ممکن ہے کہ تھریس سے آئے ہوں۔ ان میں شراب نوشی عام تھی۔ ہمارے نزدیک جب مقدونیوں اور جرمانیوں نے اپنے اپنے وطن کو خیرباد کہا اس وقت ان دونوں کی حالت میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے، اس لئے کہ عظیم الشان شجاعت، بربری رسم ورواج اور شراب خوری دونوں میں عام تھیں۔ مقدونوی وہ قوم تھی جس نے ایسے بادشاہوں کی سیادت میں یونان کو زیر کیا جنھیں خود

یونانی تصور کیا جاتا تھا۔[۹۴] ان دونوں کے مابین جھگڑے کی ابتدا اس مسئلے سے ہوئی کہ مقدونیہ اور تھریس کے ساحل پر کس کو سیادت حاصل ہے، اور یہاں سے جو شعلہ اُٹھا اُس نے خود یونان ہی کو آلیا۔

---

۹۴؎ باوجودیکہ "یونانی" اور "مقدونی" ایکدوسرے سے متغائر سمجھے جاتے تھے، تاہم یونانی مقدونیوں کو بربری تصور نہیں کرتے تھے؛ الیسقراطیس .Phil ۱۹- یہ امر دیموس تھنیس .Phil ۳۱،۳ سے ثابت ہوتا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ یونان میں مقدونیہ سے غلام نہیں آتے تھے؛ اسکی وجہ یہ ہی تھی کہ تھریسیوں، افرجیوں وغیرہ کے برخلاف یونانی مقدونوی قوم کو بربری تصور نہیں کرتے تھے

# یادداشت متعلق باب چہارم

کریٹ اور مقدونیہ کے مابین ایک معاملے میں تباین اور دوسرے امور میں یکسانی پائی جاتی ہے۔ قدیم افسانوں میں تو یہ ایک دوسرے سے متعلق ہیں چنانچہ استرابو (۲۷۹،۶) کہتا ہے کہ بوتیائی دراصل کریٹی ہی تھے، لیکن دونوں کا طرز حکومت ایک دوسرے سے بالکل جداگانہ ہے یعنی مقدونیہ میں ملوکیت ہے اور کریٹ چھوٹی چھوٹی جمہوریتوں پر مشتمل ہے اور یکسانی اس لحاظ سے ہے کہ دونوں کا تمدن نہایت درجہ پست حالت میں ہے۔ تاریخی زمانے میں چوتھی صدی ق م تک دونوں ممالک میں سے کسی نے یونانی تمدن کے نشوونما میں کوئی حصہ نہیں لیا، لیکن زمانۂ قبل تاریخ میں بخلاف مقدونیہ کریٹ نے اس تمدن کے ارتقا میں بہت کچھ مدد دی کریٹ اپنے زمانۂ افسانہ جات کے باعث ممتاز ہے، لیکن تاریخی عہد میں صرف دو ممتاز کریٹیوں یعنی تھالے تاس اور اپی منیدیس کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے، لیکن ان دونوں کی حیثیت بھی بہ نسبت تاریخی کے افسانہ آمیز ہی ہے۔ کریٹیوں نے یونانی سرفروشیوں میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا۔ لیکن اسکے برعکس میدان فنون لطیفہ میں انھیں بہت کچھ امتیاز حاصل ہوا، چنانچہ ان کے تاریخی زمانے کے سکے خاص طور پر قابل لحاظ ہیں، گویان Jahn، گارڈنر Gardner اور ہیڈ Head تینوں کی رائے میں ان میں بربریت کی جھلک نمایاں ہے۔ دیکھو گارڈنر: انواع Gardner Types جلد ۹، ۱ - ۲۵، صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۷۔ ان سکوں سے کسی تاریخی واقعے کا پتا نہیں چلتا، لیکن ان سے

یادداشت متعلق باب ۱۶

یونانی مذہب پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اور ایسے معبودوں اور سورماؤں کا پتا چلتا ہے، جیسے فیلخانوس (زیوس) جن کی بابت کسی دوسرے ماخذ سے ہمیں معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ جن معبودوں کی ان سکوں پر تصاویر منقوش ہیں وہ درختوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ کریٹ کا مشہور و معروف قانون گورتین بھی نہایت اہم ہے،* تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اگر سوورونوس Svoronos کی رائے درست ہے (*جریدۂ مراسلات یونان ۱۸۸۸ء) تو یہ قانون پانچویں صدی ق م کے نصف اول کے بعد موضوع ہوا ہوگا۔ کریٹ کا مقابلہ مختلف دیار یونان، مثلاً تھسلی، آرکیڈیا، اکارنانیہ اور ایتولیہ سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ سب کے سب کاشتکاروں اور سپاہیوں سے آباد تھے اور سب کا معیار تمدن پست حالت میں تھا۔ یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ کریٹ کی طرح تھسلی اور آرکیڈیا دونوں میں خوبصورت سکوں کی خاص طور پر قدر کی جاتی تھی۔

---

# باب پانزدہم

## فیلقوس شاہ مقدونیہ

## ایتھنز اور اُس کے حلیفوں میں باہمی آویزش

### ۳۵۹ ق م تا ۳۵۳ ق م

نئے شاہ مقدونیہ کی بابت اُس کے اوائل عہد میں کسی شخص کو یہ وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے پیش رووں سے زیادہ قوت حاصل کر سکے گا اسلئے کہ مقدونیہ کو اتنی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا کہ خود اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو کس مپرسی کے عالم سے نکالنے کے لئے اُسے اپنے تمام تر قوائے عقلی سے کام لینا لازم و لابُد تھا۔ جب وہ ۳۵۹ ق م میں تخت پر بیٹھا تو اُس نے محسوس کیا کہ مقدونیہ کو الیریائیوں، پالیونیوں اور تھریسیوں کی طرف سے خطرہ ہے، اور خود اپنے ہی ملک میں اُسے اپنے مدمقابل آرگائیوں سے دوچار ہونا پڑا جس کی تائید و پشت پناہی کے لئے ایتھنزی کمربستہ تھے۔ لیکن کم عمری کے زمانے کی مشکلات و مصائب نے فیلقوس کی درخشاں فطری قابلیت میں چار چاند لگا دئے تھے اور تھیبز میں رہکر وہ یونانی طریقوں اور یونان کے فوجی نظام سے کما حقّہٗ واقف ہو گیا تھا۔ تخت نشیں ہوتے ہی اُس نے پہلا کام یہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کر کے اُسے پہلے سے زیادہ

باب ۱۵

کار آمد بنایا اور مقدونوی "جتھے" کو ترتیب دے کر (جو در اصل نیزہ بردار سپاہیوں کے ایک بالکل ٹھوس مجموعے کا نام تھا) مقدونوی فوج کو چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔ زاں بعد امفی پولس سے کنارہ کشی اختیار کر کے کچھ عرصے کے لئے ایتھنز کو خاموش کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ اس کنارہ کشی سے خود ایتھنز کا بھی کوئی نفع نہیں ہوا، اس لئے کہ اگر ایتھنزی امفی پولس پر قبضہ کرنا چاہتے تو انہیں سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے کہ امفی پولس والے اپنی آزادی برقرار رکھنے کے دل وجان سے خواہاں تھے۔ بہرحال اس کے بعد اُس نے دوسری طرف رخ کیا اور اپنے مدمقابل آرگائیوس و نیز پایونیوں اور الیریائیوں کو شکست دے کر الیریہ کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا۔ اب وہ اپنی سلطنت کے بحری استحکام کی طرف رجوع ہوا اور اُس نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ بحری اقتدار اور مقدونوی ساحل پر اپنا اثر قائم کرنے ہی سے وہ اپنے ملک کو یونانی مداخلت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے حصول سے پہلے یہ لازم تھا کہ اُس میں اور یونانیوں میں کشمکش ہو۔ اُس کے حریفوں میں علاوہ قرب وجوار کے یونانی بلدیات کے (جن میں امفی پولس اور اولنتھوس ممتاز ترین تھے) ایتھنزی قوت بھی قابل لحاظ تھی۔ اور جب سے ایتھنزی قبضے سے اُس کے ایشیائی مقبوضات نکل چکے تھے اسی روز سے وہ مقدونوی اور تھریسی ساحل کے اثر کو بہت کچھ اہمیت دیتا تھا۔[۱]

---

۱۔ تھریسی ساحل کے قبضے کے معاملے میں ایتھنز اور فیلقوس دونوں کے دعاوی کی حیثیت مساوی تھی، اور امفی پولس کو جس قدر فیلقوس سے لڑنا پڑتا تھا اُس سے زیادہ ہی ایتھنز کی مخالفت برداشت کرنی پڑتی تھی۔ ہمارے نزدیک ساحلی علاقے پر مقدونیہ کا قبضہ اتنا ہی فطری صورت حال کے مطابق تھا جتنا ہنسیاٹی لیگ کے قبضے سے شمالی جرمانیہ کے علاقوں کا نکل جانا۔

فیلقوس کی تخت نشینی کے بعد اُس سے جو افعال سرزد ہوئے ان پر شیفر نے اپنی کتاب "دیموستھنیس" ۴، ۷ تا ۱۰ میں بحث کی ہے۔ باوجودیکہ ایتھنز ارگائیوس کا ہمنوا تھا، لیکن فیلقوس کا برتاؤ ایتھنز کے ساتھ بُرا نہ تھا۔ (دیموستھنیس بہ ارسطقراتیس، ۱۲۱)۔

۳۵۹ ق م میں ایتھنز کا سربرآوردہ مدبّر ارسطوفون تھا، اور اُس نے قابل و تجربہ کار سپہ سالاروں کے ذریعے سے اپنے وطن مالوف کی قدیم قوّت اور اثر قائم کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ ان سپہ سالاروں میں سب سے وفادار اور جوشیلا خادم مملکت تمودیوس تھا؛ اس کے علاوہ اپنے اپنے دائرۂ کار میں خابریاس اور ایفیکراتیس بھی ممتاز تھے اور خارجی حکمت عملی میں ان کا خاص حصہ تھا۔ ان سب کی شہرت و اوصاف کے باعث بعض غیر ممالک نے بھی ایتھنز سے اُن کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی، اور چونکہ (زمانۂ وسطیٰ کے اطالوی جنگی رہبروں یعنی کون دوتیئری کی طرح) غیر ممالک میں خدمت کرنے سے نہ صرف نسبتہً جلد دولت حاصل ہو سکتی تھی بلکہ اپنے لئے چھوٹی موٹی سلطنتیں نکال لینا بھی ممکن تھا اس لئے ایتھنزی رہبر اس طرز کار کو دل سے پسند کرتے تھے۔ اسی لئے خابریاس مصر میں اور ایفیکراتیس پہلے مصر میں اور اس کے بعد ایران اور تھریس میں مصروف کار رہا جن میں سے آخرالذکر ملک کا بادشاہ خود اُس کا خسر کوتیس تھا لیکن جس شخص کے ساتھ ارسطوفون کو خاص اُنس تھا وہ خاریس تھا۔ خاریس کی قوّت و جرأت زبان زد خاص و عام تھی، اور تلواروں کے اُن نشانوں پر جو اُس کے جسم پر بنے ہوئے تھے ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا۔ وہ سپاہیوں کو میدان جنگ سے باہر ہر قسم کی آزادی دینے میں مضائقہ نہیں سمجھتا تھا اسی لئے اُسے اُس کے ماتحت بہت پسند کرتے تھے۔ اسی طرح کی عادت و خصلت کا شخص خاریدا موس ساکن اوریوس تھا جو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ہر حکمراں کی خدمت کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ یہ بھی ایفیکراتیس کی طرح کوتیس کا داماد تھا، اور اُس کے انتقال پر اُس نے اپنے نسبتی بھائی کرسوبلیپ تیس کو تخت تھریس پر بیٹھنے میں مدد دی۔ ان دونوں نے مل کر ایتھنز کے خلاف جنگ آزمائی کی، اور جب وقت تک ایتھنزی فوج کی کمان کیفی سودوتوس کے پاس تھی اُس وقت تک اُنھیں کو کامیابی ہوتی رہی۔ لیکن جب خاریس نے خود سپہ سالاری کا جائزہ لیا تو اُس نے کرسوبلیپ تیس کو شہر کاردیہ کے علاوہ

تمام خرسونیز اتھنز کے حوالے کرنے پر مجبور کیا[52]

لیکن واقعات کے نتائج تھریس کے ان اضلاع میں بالکل مختلف نکلے جہاں اتھنزیوں کو فیلقوس سے دو چار ہونا پڑا۔ یہ وہ اضلاع تھے جو اتھنزیوں کے لئے اس قدر تو اہم نہ تھے جیسے سواحل ہیلیپونت، لیکن چونکہ اُن کی عزّت و وقار معرض خطر میں تھے اس لئے اتھنزی اُن سے ہیلیپونت سے بھی زیادہ گویا چمٹے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اتھنز کے کہنے سے فیلقوس نے امفی پولس پر حملہ کیا۔ اتھنزی ہمیشہ سے اس شہر کے دعویدار تھے، اور گو اُن کے اس دعوے کو تقریباً ہر مملکت تسلیم کرنے کے لئے تیار تھی لیکن خود امفی پولس کے باشندے اس کا ابطلان کرتے تھے، چنانچہ اُنھوں نے ایفیکراتیس اور تموثیوس کے سے سپہ سالاروں کے مقابلے میں بھی اپنی آزادی کی حفاظت کی تھی۔ اب چونکہ اتھنزی نہ تو اپنی قوت و جبروت سے اور نہ تدبّر و مراعات سے اس شہر پر قبضہ کر سکتے تھے اس لئے انھیں خیال پیدا ہوا کہ کیا اچھا ہو اگر فیلقوس اس پر قبضہ کر کے اُسے اتھنز کے حوالے کر دے، اور اس کے معاوضے میں اتھنز کا حلیف شہر پیدنا، فیلقوس کے حوالے کر دیا جائے۔

---

[52] شیفر نے خاری داموس کا ذکر اپنی کتاب "دیموس تھنیس" ۱؍۵۵، ۱۹۱۴ء میں کیا ہے۔ تھریسی معاملات کی بابت ہماری سب سے بڑی سند دیموس تھنیس کی وہ تقریر ہے جو اس نے ارسطقراتیس کے خلاف دی تھی۔ ہوا یہ کہ ارسطقراتیس نے یہ غیر معمولی تحریک کی کہ خاری داموس کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔ اس کی مخالفت یوتھکلیس نے کی اور یہ تقریر دیموس تھنیس نے اسی کے لئے ۳۵۲ ق م میں لکھی تھی۔ منجملہ دیگر امور کے اس سے اٹیکا کے قانون تعزیرات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ نیز مقابلہ کرو اپولودوروس کی تقریر پولیکلیس کے خلاف (Dem. L.)، و نیز اُس کی تقریر موافق کاردیہ خصوصاً Dem. Ar. ۷۴ وغیرہ، اور شیفر: "دیموس تھنیس" ۱؍۱۶۴۔ تھریس کے جملہ قابل لحاظ واقعات پر ہوک نے اسی مضمون میں بحث کی ہے جس کا ذکر باب ۷ کے حواشی میں کیا جا چکا ہے۔

اس کے معنے یہ تھے کہ ایک ایسا شہر جو خود مختار بھی تھا اور ایتھنز کا حلیف بھی ایک ایسے شہر کے معاوضے میں فیلقوس کے سپرد کر دیا جائے جو خود ایتھنز کا ماتحت بننا پسند نہیں کرتا تھا، اور چونکہ یہ کارروائی خلاف عقل بھی ہوتی اور شرافت کے اصول کے بھی منافی اس لئے اس عہدنامے کے اصل سے ایتھنزی شہریوں کو مطلع نہیں کیا گیا تھا اور عہدنامہ بھی خفیہ رکھا گیا تھا۔ باب ۱۵
چنانچہ جب فیلقوس نے امفی پولس کے خلاف فوج کشی کی تو حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے سبب سے وہاں کے باشندوں نے ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلایا، لیکن چونکہ ایتھنزیوں کو یہ امید تھی کہ فیلقوس یہ شہر فوراً ایتھنز کے حوالے کر دے گا اس لئے اُنھوں نے امفی پولس کو مدد دینے سے قطعی انکار کیا۔ اب (۳۵۷ ق م میں) فیلقوس نے امفی پولس کو مسخر کر لیا، لیکن بجائے اُسے ایتھنز کے حوالے کرنے کے نہ صرف خود ہی قابض رہا، بلکہ قبل اس کے کہ ایتھنز پیدنا اُس کے حوالے کرے اُس نے آگے بڑھ کر خود اُس پر بھی قبضہ کر لیا۔ جب یہ خبر بد ایتھنز پہنچی تو وہاں والے نہایت درجہ چراغ پا ہوئے اور ۳۵۶ ق م میں فیلقوس کے خلاف از سرِ نو لڑائی ٹھان لی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسقراطیس نے اپنے ہم بلدوں کو یہ یقین دلانا چاہا تھا کہ فیلقوس سے جنگ آزمائی کا کوئی خاص سبب پیدا نہیں ہوا، اور غالباً یہ درست بھی تھا۔ کم از کم اس میں شبہ نہیں کہ فیلقوس نے ایتھنز سے مکاری سے جو وعدہ وعید کئے تھے اُن میں اب بہت بڑا سقم پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے ایتھنزی ایک برے قالب میں نظر آنے لگے اسکے بہت اہم اثرات پڑے جن کا شمار بعد میں کیا جائیگا۔[۵۳]

۵۳ امفی پولس کے قبضے کے لئے فیلقوس اور ایتھنز کی باہمی سازشیں تھیوپومپوس جلد ۱۸۹! میں مذکور ہیں۔ مقابلہ کرو دیودورس ۱۶، ۲۔ امفی پولس نے اولنتھوس کے ساتھ محالفہ کر لیا تھا۔ دیموستھنیس: "اولینیائی" ۲، ۶ میں جس "راز" کا ذکر ہے وہ غالباً پیدنا کے متعلق ہوگا۔ اگر اس قسم کے خفیہ معاہدے کبھی ہوتے ہوں (اور زمانہ حال کے مصنفوں کو اُس کے

باب ۱۵ ایتھنز کے حلیفوں میں عرصے سے بےچینی پھیلی ہوئی تھی - لیگ کا ابتدائی مقصد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نہ باور کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی) تو فیلقوس سے زیادہ مورد الزام ایتھنز ہی نظر آئے گا، اس لئے کہ جہاں فیلقوس نے کسی کو دھوکا نہیں دیا، وہاں ایتھنز نے اندر ہی اندر اپنے ہاتھ پیدنا کے خلاف سازش میں رنگے، اور یہ اُس وقت جب پیدنا ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتا تھا - مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ا/ ۱۰۲ - اس غداری سے ایتھنز کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے امفی پولس پر قبضہ کر لیا جائے - ممکن تھا کہ ایتھنز اور امفی پولس کے مابین مخالفہ ہو جاتا لیکن اس سے ایتھنز کا مقصد حل نہ ہوتا - دیموس تھنیس Peri parapr : ۱۳۷ کے مطابق ایتھنز امفی پولس کو اپنا ماتحت تصور کرتا تھا، اور یہ تخیل یونانی نوآبادیات کے قواعد کے بالکلیہ منافی تھا - چونکہ عین اس موقع پر انھیں خرسونیز میں سپاہیوں کی ضرورت ہوتی اس لئے اُن کے لئے اس شہر کو مسخر کرنا نہایت دشوار ہوتا، چنانچہ انھوں نے اُسے مسخر کرنے کا فرض فیلقوس کے سر تھوپا - باوجود اس بدیہی صورت حال کے اس زمانے میں کوئی بھی ایتھنز کو اس دوہری غداری پر قابل الزام قرار نہیں دیتا - بلکہ اس کے برعکس فیلقوس کو محض اس لئے بھلا بُرا بتایا جاتا ہے کہ اُس نے ایتھنز کی مدد نہیں کی - فیلقوس پر دو سبب سے الزام رکھا جاتا ہے، ایک تو وعدہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرے اُس وعدے کا ایفا نہ کرنے کی وجہ سے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وعدہ خلافی کی ابتدا اُسی کی طرف سے ہوئی ہوگی - واقعہ یہ ہے کہ فیلقوس اور ایتھنز کے مابین امفی پولس اور پیدنا کے متعلق کوئی معاہدہ ہی نہیں ہوا؛ اس قسم کے معاہد سے صرف ایتھنز کے شہری ہی کر سکتے تھے، اور جن لوگوں نے اس کی بابت گفتگو کی تھی انھیں پیدنا کے قصے کی وجہ سے عموماً ایتھنز کے سامنے شرائط معاہدہ پیش کرنے میں گویا شرم آتی تھی - جب معاہدہ ہی نہیں ہوا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر فیلقوس پیدنا پر کیسے قبضہ کرلے - اس کا طریقہ یہ سوچا گیا کہ چند ایتھنزی اپنی خانگی حیثیت سے پیدنا پر فریب کاری سے یک بیک حملہ کے بعد قبضہ کر کے فیلقوس کے حوالے کر دیں گے، اس لئے کہ اگر یہ نہیں تو پھر فیلقوس کو تو شرائط کے بموجب امفی پولس ایتھنزیوں کے حوالے کرنا پڑتا لیکن اُسے اُس کے معاوضے میں کچھ بھی نہ ملتا - لیکن مشکل یہ تھی کہ اگر ایسا کیا جاتا تو ان حملہ آور خانگی ایتھنزیوں کے ساتھ مملکت ایتھنز کس قسم کا برتاؤ کرتی؟ اور حقیقت امر پر نظر کی جائے تو ان کی سزا موت سے

باب ۱۵

یہ تھا کہ مختلف ارا کین متفق ہو کر اسپارٹا سے اپنا بچاؤ کر سکیں، لیکن اب یہ مقصد کسی کے پیش نظر نہیں رہا تھا، چنانچہ اب ایتھنز کے لئے مناسب یہی تھا کہ پہلے سے بھی زیادہ اپنے حلیفوں کے جذبات کا پاس و لحاظ کرتا۔ لیکن اُس کے بجائے اُس نے اُن کے جذبات و احساسات کو بیدردی کے ساتھ ٹھکرا دیا جس سے اُس کے حریفوں اور مدمقابل دول نے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا۔ اپنے عروج کے زمانے میں تھیبز نے حتی الامکان اسپارٹا کی مخالفت میں سازشیں کی تھیں، اور اب اس کام کا بیڑا موسولوس والی کاریہ نے اُٹھایا جس نے حال ہی میں اپنا پائے تخت میلاسا سے اندرون ملک کے شہر ہالی کارناسوس کو منتقل کر دیا تھا اور جس کا اثر نہ صرف کوس اور رھوڈز پر بلکہ خیوس پر بھی تھا۔ الغرض جب ایتھنز فیلقوس کے ساتھ از سر نو اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کے مٹی میں مل جانے کے بعد فیلقوس سے از سر نو جنگ آزما ہوا تو اُس کے غیر مطمئن اور بےچین حلیفوں نے خیال کیا کہ اب انھیں اُس سے تعلقات ترک کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا ہے، چنانچہ نہ صرف اُنھوں نے بغاوت کا

---

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کسی طرح سے کم نہ ہوتی۔ ان اسباب کی بنا پر اغلب امر یہ ہے کہ اول تو نام نہاد معاہدہ زبانی جمع خرچ سے زائد نہ تھا اور دوسرے خود ایتھنزی اس کا ایفا کسی طرح سے نہیں کر سکتے تھے۔ تھیوپومپوس ۱۸۹ کے مطابق ایتھنزیوں نے امفی پولس اور پیدنا کے متعلق دوہری غداری کی تحریک فیلقوس کے سامنے پیش کی، اور اس رائے سے ویسٹرمان (پاؤلی: "محیط المحیط" Westermann in Pauly's R. E. ۵، ۴، ۷، ۱۴۱) تک اس سے متفق ہے کہ "ایتھنز نے خانگی طور پر تبادل کے ارادے کا اظہار کیا"۔ الغرض صرف ایک ہی بات باقی رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ ایتھنزی فیلقوس کو ایک مشتبہ معاملے میں اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے، اور اُنھیں اُس میں کامیابی نہیں ہوئی، اور لطف یہ ہے کہ اُس واقعے کو مورخوں نے بھیڑیے کے بکری کو جال میں پھنسانے کے قصے سے تشبیہ دی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ فیلقوس ایتھنزیوں سے کہیں زیادہ چالاک تھا۔ امفی پولس کے متعلق اسقراطیس کے خیالات کی بابت دیکھو Phil. ۱/ وغیرہ۔

اعلان کر دیا بلکہ بیز نطہ کو بھی اپنا طرفدار بنا لیا (۳۵۷ ق م) لیکن ایتھنز باب ۱۵
اتنی آسانی سے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا بلکہ اُس نے سیومویا کے
نظام کو تریارخیا پر منطبق کر کے اپنی بحری طاقت کو از سر نو منظم کرنے کا تہیہ
کر لیا اور اپنا بیڑا میدان کارزار کی طرف روانہ کر دیا۔ لیکن شومیٔ قسمت سے
اس مہم میں ایتھنزیوں ہی کو شکست ہوئی اور اُن کے بہترین سپہ سالاروں کو
بے وقت موت کا منہ دیکھنا پڑا۔ مثلاً پہلی ہی مہم میں خابریاس خیوس کے
قریب مارا گیا۔ اس کے بعد دو مزید بیڑے روانہ کئے گئے، ایک تو
ایفیکراتیس کی سرکردگی میں، جس میں اُس کا بیٹا مینسیس تھیوس اور تموتھیوس بھی
موجود تھے، اور دوسرا خارئیس کی ماتحتی میں، اور ان دونوں کو حکم دیا گیا کہ باہم
مل کر مہم سر کریں۔ لیکن دونوں بیڑوں کے سپہ سالاروں کی رائیں ایکدوسرے
سے اس قدر مغائر تھیں کہ بالآخر خارئیس نے تنہا لڑائی لڑنا شروع کر دی جس میں
اُسی کو شکست ہوئی، جس پر محض اپنے بچاؤ کی غرض سے اُس نے اپنے ساتھی
پر عدم تعاون کا استغاثہ دائر کر دیا۔ گو اس کے بعد اُسے تمام مہم کا سپہ سالار
بنا دیا گیا لیکن اُسے کسی قسم کی مزید کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ دشمن کو
اچھے اچھے مواقع مل گئے، اور چونکہ ایتھنز سے رقم آنا بند ہو گئی اس لئے
اُس نے خود بھی باغی ایرانی صوبہ دار ارتاباز و کی ملازمت اختیار کر لی اور اپنی
اور اپنے ماتحتوں کی جیبیں بھرنا شروع کر دیں۔ لیکن شاہ ایران کی شکایت
پر ایتھنزیوں نے اُسے واپس بلا لیا، اور جب اُنھوں نے دیکھا کہ باغی حلیف
کسی طرح سے زیر نہیں ہوتے تو (۳۵۵ ق م میں) اُنھوں نے اُن کے ساتھ صلح
کر لی اور اس طرح اس کوشش میں کہ اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافہ کریں اپنے
پرانے رہے سہے حلیف بھی اپنے ہاتھ سے کھو دئے۔ رھوڈز اور
بیز نطہ اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ وہ فطرتاً ایتھنز سے آزاد ہونا چاہتے تھے،
چنانچہ چوتھی صدی ق م کے دوران میں اُنھوں نے بعض نہایت مشہور و معروف
محاصروں کا کامیابی کے ساتھ محاصرہ کیا، باقی ماندہ مقامات میں کوس کی
مالی حالت اچھی تھی اور خیوس بھی آئندہ مستقل طور پر آزاد رہا۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ فریقین میں جو تنازعہ ہوا اس کا ایک سبب فطری واقعات باحول بھی سبب تھے۔ ان شہروں کی آزادی کے بعد بھی ایتھنز کے تھوڑے بہت حلیف باقی تھے جو اُسے سالانہ ۵ ۴ تالنت خراج ادا کیا کرتے تھے۔[1] باب ۱۵

اس جنگ سے بہت سے نتیجے نکلے۔ سب سے پہلے تو

---

[1] ہمیں جنگ حلفا کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ دیودوروس نے جن واقعات کا اعادہ کیا ہے (۱۶، ۷، ۲۱، ۲۲) وہ اصلی واقعات نہیں ہیں، اور نیپوس اور دوسرے خطابوں کی تقاریر میں زیادہ مواد نہیں ملتا۔ زمانۂ حال کے مصنفوں میں سے دیکھو ہوک ۱، ۱، ۳۹ وغیرہ؛ کیوہلر Koehler : Athen. Mitth. ۶، ۲۱۔ سلوبت کیلئے بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" Beloch: Att. Politik. صفحہ ۱۶۳ وغیرہ۔ حلیفوں کی خدمات کی کیفیت کے لئے پلوٹارک: "حیات فوکیون" Plut : Phoc. ۱۱؛ ایسقراطیس: "صلح" Isocr. : De Pace ۲۹؛ شیفر: "دیموستھنیس" ۱، ۱۶۷، ۱۶۸۔ دیودوروس کے خلاف واقعہ اندراجات، ایضاً۔ ۱۷۰۔ ارتابازو کے یہاں خاریس کی ملازمت، دیودوروس ۱۶، ۲۲؛ پلوٹارک Arat. ۱۶، اور منجملہ دوسرے مورخوں کے شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۷۲۔ موسولوس کو دیودوروس ۱۵، ۹۰۔ کوس کی اہمیت، دیودوروس ۱۵، ۷۶۔ تریا رخیالی اصلاح، شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۱۶۷، ۱۶۸۔ ایتھنز نے اس جنگ میں "حماقتانہ انداز سے" ایک ہزار تالنت خرچ کر دئے؛ ایسقراطیس: Areop. ۱۔ ایتھنزیوں کو اب بھی خراج سے ۵ ۴ تالنت کی آمدنی ہوتی تھی، دیموس تھنیس Cor. ۲۳۴۔ ان بلدیات کی فہرست جو ہمارے علم کی حد تک ایتھنز کا ساتھ دئے جاتے تھے، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵، ۱۷۵؛ لیکن چونکہ اس کے حوالہ جات محض سرسری ہیں اور ان بلدیات اور ایتھنز کے باہمی تعلقات یکساں نہیں رہے اس لئے اس فہرست سے ۳۷۸ ق م کے بعد لیگ کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" (۳۶۴) کے بموجب ۳۵۷ ق م یا ۳۵۵ ق م میں سپہ سالاروں کی برخاستگی عمل میں آئی اور اسکے بعد فوراً ان پر مقدمے قائم کئے گئے؛ لیکن اکثر مورخوں کے نزدیک دائرۂ مقدمات میں ذرا دیر لگی ہوگی۔

باب ۱۵ اُن سپہ سالاروں کو، جنھیں خاریس نے موردِ الزام قرار دیا تھا، سزا دی گئی ۔ تمودیوس، جس پر ایک سو ٹالنٹ جرمانہ کیا گیا، ایتھنز چھوڑ کر خالکس چلا گیا جہاں تھوڑے ہی عرصے کے بعد اُس کا انتقال ہو گیا ۔ ایفیکراتیس اور مینیس تھیوس بری ہو گئے، لیکن ایفیکراتیس بھی اس کے بعد زیادہ دن تک زندہ نہیں رہ سکا ۔ ان کے بعد ایتھنز کے سپہ سالار یا تو خاریس اور خاریدیموس کی طرح ادنیٰ درجے کے رہبرانِ جنگ تھے ورنہ فوکیون کی طرح مقبولِ عام نہ تھے۔ اس جنگ ہی کی وجہ سے ارسطوفون کو زوال ہوا اور اب وہ رہبری عوام کے عہدے سے کنارہ کش ہو گیا ۔ اس کی جگہ یوبولوس نے لی، اور اُس نے فوراً یہ بھانپ لیا کہ ایتھنز کی عظمت محض جنگ کی وجہ سے قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اب بہتر یہی ہے کہ مملکت کے وسائل کی خاص طور پر نگرانی رکھی جائے، چنانچہ وہ فیلقوس کے خلاف صرف اُسی وقت جنگ آزما ہوا جب یہ اُس کے لئے بالکل ناگزیر ہو گیا بلکہ شاید بہتر تو یہی ہوتا کہ اس جنگ سے کلیتہً کنارہ کشی اختیار کر لی جاتی ۔ ممکن ہے کہ ہمارے اس خیال پر اس نظر سے نکتہ چینی کی جائے کہ حلیفوں سے جو صلح کی گئی وہ صرف اسی لئے کہ فیلقوس کے ساتھ جنگ ذرا زیادہ شدت کے ساتھ جاری رکھی جائے؛ لیکن اگر مقصد یہ تھا تو اُسے پورا نہیں کیا گیا ۔ ۳۵۵ق م سے ۳۴۶ق م تک جو لڑائی جاری رکھی گئی وہ دوسری لڑائیوں سے اس لئے مختلف تھی کہ اُس سے کوئی خاص نتیجہ مترتب نہیں ہوا ۔ بجائے ایک ایسے تیز بخار کے مشابہ ہونے کے جس کا کوئی نہ کوئی نتیجہ جلد نکل آتا ہے، وہ ایسی تپ دق کی مانند تھی جو خفیف ہونے کے باعث بالکل غیر محسوس ہوتی ہے لیکن جس سے بیچارے مریض کی قوت لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جاتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ایک اور جنگ بالکل ناگزیر ہو گئی، اور یہ ایتھنز کے لئے اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئی ۔ اگر فیلقوس نے تھرموپلی پر حملہ کر کے اس جنگ کو ختم نہ کر دیا ہوتا تو شائد اُس کے اور ایتھنز کے ابین جنگ برابر جاری رہتی اور گو اُس میں رفتہ رفتہ مقدونیہ کا پلڑا ہی بھاری ہوتا جاتا تاہم اس کا عرصہ دراز تک

باب ۱۵

کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکلتا۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ زمانۂ حال میں یوبولوس کے ساتھ ذرا بے انصافی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، اور میں نے اس امر پر اپنے حواشی میں زور دیا ہے [۵]

[۵] یوبولوس و تھیوری کون:۔ اس باب کے متن میں میں یوبولوس پر کافی بحث نہیں کر سکا، اس لئے کہ کسی جامع تاریخ یونان میں اسے کالیستراتوس یا ارسطوفون سے زیادہ جگہ نہیں دی جا سکتی۔ لیکن حواشی میں اُس کی شخصیت کے ذرا گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔ یوبولوس کی شخصیت کو زمانۂ حال کی تحقیقات نے بہت کچھ ممتاز کر دیا ہے گو ہمارے نزدیک وہ اس امتیاز کا مستحق نہیں ہے۔ کچھ عرصے سے یوبولوس کو "بد قسمت مدبر" کا خطاب دیا جانے لگا ہے (پاؤلی: "محیط المحیط" ا، ۱۶۳۳) جس کی وجہ سے دیموس تھینیس سے اُس کا مقابلہ کیا جاتا ہے اور دونوں کے مابین تبائن دکھایا جاتا ہے۔ یہ نقطۂ نظر شیفر کا ہے اور اس کا مدار مفصلۂ ذیل پر ہے:۔ (۱) تھیوپومپوس کی رائے (۲) ایک قانون جسے یوبولوس کا پیش کردہ بتایا جاتا ہے اور انتظام تھیوری کون جو اُس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے (۳) اُس کے افعال کی تنقیح۔ میں ان امور پر مفصلۂ ذیل ترتیب سے بحث کروں گا:۔

(۱) تھیوپومپوس کے وہ فقرات جن کا اقتباس Ath. ۴، ۱۶۶ اور ہارپوکراتیس: "یوبولوس" (اجزائے ۹۵ و ۹۶، میولر) میں مندرج ہیں، دونوں میں سے کسی سے تھیوپومپوس کے الفاظ کا مطلب صاف نہیں معلوم ہوتا؛ لیکن یہ یقیناً تھیوپومپوس ہی ہوگا جس نے یوبولوس کو "عیش پرست" بھی کہا اور ساتھ ہی ساتھ "محنتی" بھی؛ کم از کم تھیوپومپوس نے یوبولوس کے عہد کے ایتھنزیوں کو "عیش پرست اور حریص" ضرور کہا اور یہ بھی کہا کہ اس زمانے میں ایتھنز کے اہالیان تارنتوم سے بھی بدتر تھے اس لئے کہ تارنتوم والے تو شراب نوشی اور شکم پُری پر ہی اکتفا کرتے تھے، لیکن ایتھنزی تو خزانۂ عامہ کی دست بُرد سے بھی محفوظ نہ تھے"؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تھیوپومپوس کو عمومیت سے فطری تنفر تھا اس لئے اُس کی رائے قابل وثوق نہیں کہی جا سکتی؛ اُس نے ایتھنز اور تارنتوم کے مابین جو مقابلہ کیا ہے وہ بالکل لغو ہے، اور درحقیقت ایتھنز میں عیش و عشرت کے باعث لوگوں کی عادت میں کسی قسم کی ڈھیل

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ پڑنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ایتھنزیوں پر "نامردی اور بے پروائی" کا الزام اتنا ہی بے بنیاد ہے جتنے تھیوپومپوس کے وہ فقرے جن کا اقتباس جسٹن ۶، ۹ میں دیا ہوا ہے۔ الغرض عموم ایتھنز پر صرف یہ الزام لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روپیہ وصول کرتے تھے۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ فارقلیس کے زمانے سے برابر یہ سلسلہ چلا آتا تھا۔ چنانچہ اگر یوبولوس کے خلاف کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ اُس نے اس قدیم رواج میں اور بھی خرابیاں پیدا کر دی تھیں، لیکن تھیوپومپوس سے ان خرابیوں کا ثبوت مانگا جاتا ہے تو وہ بالکل خاموش رہتا ہے۔ بلاشبہ شیفر (" دیموس تھنیس "، ۱، ۲۰۰) کے نزدیک "یوبولوس سے پہلے، غالباً حصۂ رسدی میں اعتدال برتا جاتا تھا......... بجٹ خارج از بحث تھی......... یوبولوس نے مملکت کی آمدنی میں معتدبہ اضافہ کیا......... بجائے اس کے کہ آئندہ جنگ کے اخراجات کے لئے بجٹ میں سے رقم مدّ محفوظ میں منتقل کی جائے یا اس میں سے فیلقوس کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کیا جائے، یوبولوس نے غالباً اپنے عہد کے پہلے ہی سال کے اختتام پر یہ سب روپیہ عید دیونی سیہ کے موقع پر محض تفریح پر خرچ کر دیا۔" اس فقرے کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا کم از کم ایک حصہ محض قیاس پر مبنی ہے، اور جو امر واقعے کے طور پر درج کئے گئے ہیں اُن کے لئے صرف قلی نوس کا حوالہ کافی سمجھا گیا ہے Harpocr. Theorica ! لیکن اگر ہم اس کی ورق گردانی کریں تو ہمیں صرف یہ ملے گا کہ یوبولوس نے پہلے قاعدے کے مطابق عمل کیا، یعنی اُس نے عوام میں "زرِ عید" تقسیم کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ قطعی طور پر کوئی خاص جدّت یوبولوس کی طرف منسوب نہیں کی گئی، لیکن اگر اس کا نام اس سلسلے میں لیا گیا ہے تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے پردے میں کوئی اور امر بھی پوشیدہ ہوگا، بلکہ اس سے صرف اقتباس دینے والے مصنف کی حماقت ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کی رائے ہے کہ فی نفسہٖ لفظ تھیوری کون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یوبولوس سے کوئی نہ کوئی حرکت ضرور سرزد ہوئی ہوگی، گویا کہ لفظ " تھیوری کون " کی ابتدا یوبولوس سے ہی ہوئی تھی! الغرض اس بیان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا، اور ہم نے شیفر کا جو اقتباس دیا ہے اُس کی کوئی دوسرا مورخ تائید نہیں کرتا۔ لیکن اب ہم ایک ایسے امر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو

نگرانی نہایت عمدہ طور پر کی تھی۔ اُس نے اپنی تمام تر توجہ خالکدیس کے باب ۱۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جو اس سے زیادہ اہم ہے۔ "فرضی دیموس تھنیس" (۵۹ ج ۴) کے بموجب اپولودوروس نے ۳۵۰ ق م میں تحریک کی کہ "رقوم عامہ میں سے روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کیا جائے" اور اُسے عموم اتھنز نے منظور بھی کرلیا، لیکن جس زمانے میں یوبولوس رہبر عوام تھا اُس وقت اس قرارداد کو مسترد کردیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یوبولوس وطن پرستانہ اصلاحات کا مخالف تھا۔ اول تو ہم اس قرارداد کے سلسلے میں یوبولوس کے کسی فعل کا ذکر تک نہیں پاتے، دوسرے (اور یہ امر باوجود نہایت درجہ اہم ہونے کے نظر انداز کردیا جاتا ہے) اس تحریک کا مقصد صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مروجہ قانون کا انطباق کیا جائے جس کے بموجب رقمی بچت کو جنگ کے زمانے میں سپاہیوں پر صرف کرنا چاہیئے تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جنگ تو ضرور تھی لیکن آیا بچت بھی تھی یا نہیں۔ اس کا جواب وثوق سے نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ دیموس تھنیس (۳۹، ۱۷) کے مطابق اس سال (یعنی بلاس ۱، ۲۸۸ کے بموجب ۳۴۸ ق م میں، دوسروں کے نزدیک ۳۵۰ ق م) میں ارا کین ہیلیائیہ کی تنخواہیں بر آئندہ تھیں۔ بدیں سبب جو مفروضہ سب سے زیادہ قابل قبول ہے وہ یہی ہے کہ جونہی اتھنزیوں نے دیکھا کہ اپولودوروس کی تحریک کے مطابق عمل درآمد بالکل ناممکن ہے تو اُنھوں نے اُس شخص کو، جس نے یہ بظاہر نہایت نفیس لیکن بالکل ناممکن العمل تحریک پیش کرکے اُنھیں دھوکے میں ڈالا تھا، اور جو ساتھ ہی ساتھ بدنام بھی تھا، اپنا نشانۂ ملامت بناکر سزا دے دی۔ اس سے یوبولوس کی مفروضہ خراجی سے مطلق کچھ تعلق نہیں ہے۔

(۲) یوبولوس کو اس لئے بھی بُرا بھلا کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے وہ قانون منظور کردیا جس کے بموجب جو شخص اس کی تحریک کرتا کہ "تھیوریکا" "ستراتیوتیکا" ہوجائے (یعنی بجائے اس کے کہ غربا کو روپیہ تقسیم کیا جائے وہ سپاہیوں کو بانٹا جائے) وہ سزائے موت کا مستحق گردانا جاتا۔ لیکن اب یہ امر مسلمہ ہے کہ ایسا قانون کبھی منظور نہیں کیا گیا، اور اُس کا وجود محض دیموس تھنیس کی تقریر "اولنتھوس" ۳، ۱۲ کے لفظ "اپولستھائی" ("قتل کرنا، برباد کرنا") کی وجہ سے فرض کرلیا گیا تھا، لیکن یہاں یہ لفظ محض استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کو بالکل نظر انداز

باب ۱۵ شہروں کی طرف سیدول کی تھی جو سبب کے سب اصفی پولس اور پیدنا کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کر دیا جاتا ہے کہ چونکہ دیموس تھنیس کی تحریر (۵۹، ۴م) کے بموجب ایک قانون ایسا موجود تھا جس کی بنا پر بچت کا روپیہ بجائے غربا کے سپاہیوں کے خرچ میں آنا چاہیئے تھا اس لئے اس کے بعد یوبولوس کا مفروضہ قانون بالکل ناممکنات سے ہو جاتا ہے۔ یوبولوس کے خلاف ایک اور الزام بھی عائد کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ تھیوریکون کے افسروں کے سپرد اس کے علاوہ دوسرے فرائض بھی کر دئیے تھے، اور جس فقرے میں یہ مندرج ہے (ائس خنیس: "کتے سی فون" ۲۵) اس سے یہ بھی استناج کیا جاتا ہے کہ یوبولوس ضرورت سے زیادہ روپیہ عیدوں اور تہواروں پر خرچ کرتا تھا، اور اس کا اس فقرے میں مطلق پتا نہیں ملتا۔ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس فرض کی انجام دہی انہیں اختیارات کے ساتھ خود دیموس تھنیس نے بھی کی، اور یہ اس نے میں جب خود کتے سی فون نے اسے سداہار کا ایک کھیر البطور انعام کے دئے جانے کی تحریک کی تھی، اور یہ وہی کتے سی فون ہے جسے الیاتی اصول میں دیموس تھنیس کا مد مقابل سمجھا جاتا ہے۔ بدیں سبب جب ہم شیفر کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ یوبولوس نے "تعطیلات کی تعداد میں اضافہ کیا" (دیموس تھنیس" ۱، ۲۰۱) یا یہ کہ "اس نے خزانے سے روپیہ لے کر تقسیم کیا" اور اس طرح گویا "ہر دل عزیزی معل لی" (۱، ۲۰۴) تو ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ حقیقی واقعات نہیں بلکہ مصنف کی ذاتی رائے کا محض پر تو ہیں۔ اس کے برعکس کون سے ایسے واقعات ہیں جن کا ہمیں علم ہے؟ شیفر: "دیموس تھنیس" (۱، ۲۰۴) کے مطابق جہاز تعمیر کئے، سوارے کو منظم کیا، بری اور بحری افواج میں اضافہ کیا، سرکاری گودام بنوائے اور اکروپولس کی تزئین کی ("دیموس تھنیس" ۱، ۹۶) - ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے سرکاری روپیہ بجائے فوجی تیاری کے محض لوگوں کی تفریح طبع میں صرف کیا ہوگا؟ اس کا فرض تھا کہ وہ عیدوں اور تہواروں کا انتظام کرے، اور اس نے (غالباً دیموس تھنیس کی طرح) اس فرض کو ادا کیا ہوگا۔ (واضح ہو کہ معاملہ ار پالوس میں دیموس تھنیس نے اپنے بچاؤ کی خاطر یہ ظاہر کیا کہ اس نے تھیوریکون پر بیس تالنت صرف کئے ہیں، دیکھو آگے) جب خزانہ روپے سے بالکل معرا تھا اس وقت دیموس تھنیس فخریہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے تہواروں پر بیس تالنت کی خطیر رقم صرف کی ہے، اور اس پر آج کوئی فرد بشر انگشت نمائی کے لئے

مابین واقع تھے، اور اب اُس نے شہر اولنتھوس کی طرف، جو ان بلدیات کا باب ۱۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تیار نہیں ہوتا، لیکن باوجود ثبوت کے فقدان کے یوبولوس لوگوں کی تفریحِ طبع پر رقمی بجیت خرچ کرنے کا ملزم گردانا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک تھیوریکون کا تعلق ہے، یہاں گروٹ کی نہایت صائب رائے کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے (جلد ۹، صفحہ ۳۳۲، لندن ۱۸۵۸ء)، وہ یہ کہ "تفریحِ طبع" یونانیوں کے لئے ایک مذہبی رکن تھا" (ہیروڈوٹس ۹، ۷، "لہو ولعب")۔ شیفر کے مفصلۂ ذیل فقروں سے معلوم ہو جائے گا کہ بیچارے یوبولوس کو کس طرح ہر بات میں نشانۂ ملامت بنایا جاتا ہے (شیفر: "ڈیموس تھنیس" ۱، ۲۱۳)۔ "یوبولوس کی حکومت کا خاصّہ ہے کہ کوئی امرِ عام جس کی اُس نے ابتدا کی تھی، کبھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا، اور یہ لیکرگوس ہی کی اُن انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بالآخر بحری سلح خانہ اور دوسری اہم تعمیریں مکمل ہوئیں۔ لیکن خود شیفر ("ڈیموس تھنیس" ۲، ۵۲۸) کہتا ہے کہ ۳۹۹ ق م میں بحری گودیوں اور اسلحہ خانے کی تعمیر، ڈیموس تھنیس" کی تحریک پر، ملتوی کر دی گئی اور اس التوا سے سالانہ دس تالنت کی بچت ہوئی، تاہم ان امورِ عامّہ کی عدمِ تکمیل کا الزام یوبولوس ہی کے سر تھوپا جاتا ہے۔ جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوبولوس انتظامِ مملکت میں اس درجہ ہوشیاری برتتا تھا کہ جہاز سازی کے لئے جو لکڑی اُس نے خریدی تھی اُس کا حساباًت میں عرصۂ دراز تک اندراج رہا تو پھر نکتہ رس مورخ اُسے "ایک نہایت تعجب انگیز واقعہ" سے تعبیر کرتے ہیں (شیفر ۱، ۲۱۳)۔ بلاشبہ اس واقعے کا اس خیالی یوبولوس کی طرف منسوب کرنا جس کی فرضی تصویر کھینچی گئی ہے، نہایت تعجب آمیز ہے، لیکن جو حقیقی یوبولوس گزرا ہے اُس کے سب کارنامے اسی پائے کے ہیں۔

(۳) اب ہم یوبولوس کے دوسرے کارناموں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ اُس نے مہم یوبیہ کی تائید کی جس کے باعث ایتھنز کا روپیہ اور سپاہی دونوں کام آئے، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علاوہ عیدوں اور تہواروں کے اُس نے دوسرے مدات میں بھی روپیہ خرچ کیا۔ ڈیموس تھنیس شروع ہی سے اس مہم کا مخالف تھا، اور اس کے

باب ۱۵ گویا رہبر تھا، اپنی دوستی کا ہاتھ پھیلایا۔ لیکن بجائے اس کے کہ اولنتھوسی اُسے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہمنوا اُس کے اس اصول کی تائید کرتے ہیں (شیفر ۲، ۷۹) "اس کا مقصد یقیناً یہی ہوگا کہ خود سر کا ساتھ دینے کے بجائے ایتھنزی باشندگان خالکس کا ساتھ دیں"۔ لیکن خالکس والے پہلے ہی سے اس مہم کی تائید کر چکے تھے (شیفر ۲، ۸۰) اور اگر ایتھنز کا مفاد اسی میں تھا تو یہ کسی حالت میں قابل الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ یوبولوس کے دوران حکومت میں ایتھنزیوں کو فیلقوس کے خلاف ایسی کامیابی ہوئی جس کا ثانی ملنا ناممکن ہے یعنی اس نے ۳۵۲ق م میں ایتھنزی بیڑا تھرموپلی روانہ کیا جس کی وجہ سے فیلقوس کو گویا یونان کے دروازے پر ہی رُک جانا پڑا اور اُس کی آخری فتح مندی گویا چھ سال کے لئے معرض التوا میں پڑ گئی۔ دیموس تھنیس سے یقیناً ایسا کوئی کارنامہ سرزد نہیں ہوا۔ یہ امر اب قطعی طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اس مہم کا اصلی محرک یوبولوس ہی تھا اس لئے کہ وہی اس زمانے میں عموماً ایتھنز کا رہبر تھا، اور پلوٹارخ (۲۱۸) اس کو یوبولوس کی طرف بلا غل و غش منسوب کرتا ہے۔ لیکن شیفر کی رائے یہ ہے کہ اس مہم کی تحریک ایک شخص دیوفانتوس نے کی تھی، جسے دیموس تھنیس (peri parapr: ۲۹۷) کالیستراتوس اور ارسطوفون کے ساتھ ساتھ "تومند" کا لقب دیتا ہے۔ اب شیفر کہتا ہے کہ یہ لفظ یقیناً اسی مہم کے متعلق ہے جس کی بابت دیوفانتوس نے قرار داد شکریہ کی تحریک کی تھی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کی تحریک یوبولوس نے نہیں کی۔ اسکا جواب شیفر یہ دیتا ہے کہ "اس مہم کے اخراجات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے "یوبولوس نے" مشکل سے" اُس کے موافق اپنی رائے دی ہوگی۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ مفروضہ یوبولوس کی بابت یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے، لیکن واقعی یوبولوس کا قصہ ہی دوسرا ہے۔ جب دیموس تھنیس کرسوبلیپ تیس کے مخالفوں میں سے تھا اُس وقت یوبولوس نے اُس سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن مسئلہ جات تھریس کی بابت مختلف آرا کا ہونا بالکل ممکن تھا، اور خود دیموس تھنیس نے بھی بالآخر اپنی رائے تبدیل کر دی، لہذا محض کرسوبلیپ تیس کا ساتھ دینے کی وجہ سے ہم یوبولوس کو قابل ملامت نہیں قرار دے سکتے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ ۳۴۸ق م میں یوبولوس نے

نظر استحسان سے دیکھیں وہ اسے فیلقوس کی چالبازی پر محمول کرنے لگے اور باب ۱۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ فیلقوس کے خلاف ایک لیگ قائم کرنے کی کوشش کی" اور یہ ایسا واقعہ ہے کہ اگر اُس کے نقاد بھی اسے پیش نظر رکھتے تو وہ بھی اُس کے معترف ہوتے لیکن نہیں! وہ کہتے ہیں کہ کام تو اچھا تھا لیکن نیت ضرور بری تھی! اشیفر (۲، ۱۶۹) کے بموجب یوبولوس صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ" باقی تمام یونانیوں کو ایسی جنگ میں کھینچ لے جائے جس کا بار ایتھنز کے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہوگیا تھا اور جس کا نتیجہ روز بروز زیادہ خوفناک نظر آتا تھا"، چنانچہ ایسے نقادوں کے نزدیک اس سے یوبولوس کی علو ہمتی نہیں بلکہ عین خودغرضی ظاہر ہوتی ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ خودغرضی سہی، لیکن یوبولوس کے برسرحق ہونے میں تو کسی قسم کا کلام نہیں۔ ہم صرف اُسی وقت تو کسی دوسرے کی مدد کے طالب ہوتے ہیں جب ہم خود اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوسکتے؛ کم از کم یہ دیموس تھنیس کی رائے ضرور ہے (De Corona ۳۰۱)۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پہلے کی طرح اس موقع پر بھی یوبولوس نے اپنے آپ کے وطن پرست شہری ہونے کا ثبوت دیا۔ ہم اس کے علاوہ اس امر سے واقف ہیں کہ سفیروں کے مقدمے میں وہ آئس خینیس کا طرفدار تھا، اور اس کے باوجود دیموس تھنیس نے اُس کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کیا (De Corona ۱۶۲)۔

میرا خیال ہے کہ بحث مندرجۂ بالا میں میں مفصلۂ ذیل امور ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہوں:- (۱) یوبولوس نے تھیوریکون کے ساتھ وہی سلوک کیا جو دوسرے رہبران عموم نے (جن میں خود دیموس تھنیس شامل تھا) کیا۔

(۲) فوجی تیاری میں یوبولوس نے دیموس تھنیس کے برابر چلت پھرت دکھائی۔

(۳) ۳۵۲ ق م میں یوبولوس نے فیلقوس کو یونان میں داخل ہونے سے روک کر اس پر واحد کاری زخم لگایا۔

(۴) دوسرے معاملات میں بھی یوبولوس نے فیلقوس کے خلاف اور ایتھنز کے موافق عمل کیا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ یوبولوس کا مقابلہ تیزفہم اور تیز طبیعت دیموس تھنیس سے کیا جائے۔ اگر بیلوخ وغیرہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یوبولوس کا طرز عمل فی الحقیقت

باب ۱۵ **فیلقوس کے خلاف ایتھنز سے مدد مانگی[6]**

لیکن سنہ ۳۵۲ ق م میں ایتھنز یوں نے اس محالفے کو بھی مشتبہ کر دیا، چنانچہ اولنتھوس نے فیلقوس کے ساتھ صلح کر لی جس کے معاوضے میں اُس نے اولنتھوسیوں کو شہر انتھےموس حوالے کر دیا اور اُنھیں یہ چاٹ لگائی کہ وہ پوتی دیہ بھی اُن کے حوالے کر دے گا۔ چونکہ ایتھنزی خود تو جنگ حلفا کے باعث فیلقوس کے خلاف جنگی تیاری کا حقہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے اُنھوں نے کتری پورس ساکن تھریس، پائیونی لی کائیوس اور بعض دوسرے فرماں رواؤں کو اُس کی مخالفت کے لئے آمادہ کیا، لیکن ان میں سے کسی نے کوئی کارِ نمایاں انجام نہیں دیا۔ اس کے برعکس فیلقوس نے بہت کچھ چلت پھرت دکھائی اور پوتی دیہ پر قبضہ کر کے اُسے اولنتھوس کے حوالے کر دیا۔ اُدھر جب کرے نیدیس نے، جو دریائے استریمون کے مشرق میں زردار پہاڑوں میں تھاسوسیوں کا آباد کردہ ایک مقام ہے، بربریوں کے حملے سے خوف زدہ ہو کر فیلقوس سے اُن کے مقابلے کے لئے مدد مانگی تو اُس نے اس موقع کو غنیمت جان کر فوراً اُس پر قبضہ کر لیا اور اُسے ایک شہر کا رتبہ دے کر اُس کا نام فلپیائی رکھ دیا (سنہ ۳۵۶ ق م) اس کے بعد اُس نے اُس نواح کے سونے کی کانیں کھدوانا شروع کیں جن سے اُس کی آمدنی میں ایک ہزار تالنت سالانہ کا اضافہ ہو گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ انصاف پر مبنی تھا اور گو اُس میں نفس کشی اور جزرسی کا عنصر غالب تھا، Plut. praec. polit ۱۵) تاہم مدافعت کے وقت اُس میں خود رائی اور تشدد کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، تو اُس کے جواب میں میں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یوبولوس کو مجرم گرداننے والوں نے قابلِ قبول الزام اُس پر نہیں رکھا ہے، اور اُس عہد کی تاریخ پر ان حواشی میں ذرا تفصیل سے بحث کرنے میں میرا یہ بھی خیال ہے کہ میں نے اُس عہد کی جو تصویر کھینچی ہے وہ فی نفسہٖ قابلِ قدر ہے۔

[7] اولنتھوس کے لئے دیکھو تقاریر دیموس تھنیس، نیز لیبانیوس کی تمہید اور زمانۂ حال کے مصنفین کی تفسیریں (خصوصاً وائل Weil) مقابلہ کرو شیفر، دیموس تھنیس ۲، ۲۳۔

اتفاقاً اس نواح میں نہایت عمدہ لکڑی کے جنگل تھے، اور یہاں سے لکڑی درو کرا کر اُس نے ایک بیڑا تیار کیا جس کے ذریعے سے اُس نے نہ صرف ایتھنز کی تجارت کو سخت نقصان پہنچایا بلکہ بحری قزاقوں کو گرفتار کر کے ساحلی علاقے میں اپنی شہرت میں چار چاند لگا دئے۔ اُس نے مشرق میں ابدیرا اور مارونیہ پر اور مغرب میں (۳۵۳ قبل مسیح میں) میتھونے پر قبضہ کر لیا، اور اب قرب و جوار کے علاقوں میں صرف خالکدیس ہی ایسا تھا جو اُس کی سیادت کو ہنوز تسلیم نہیں کرتا تھا؎ | باب ۱۵

---

؎ سکس Six نے لیکائیوس کے سکوں پر، جو اس وقت تک موجود ہیں، بحث کی ہے؛ "جریدۂ مسکوکیات" Numis. Chr. لندن ۱۸۷۵ء۔ ایک اٹیکائی نوشتے میں اس کا نام لپائیوس لکھا ہے Eph. Arch ۱۸۷۷ء صفحہ ۱۵۴)۔ سکس نے لیکائیوس اور اُس کے پایونی جانشینوں کی مفصلۂ ذیل تفصیل دی ہے:۔ لکائیوس تقریباً ۳۵۹ ق م تا ۳۴۰ ق م؛ پتراوس تقریباً ۳۳۹ ق م تا ۳۱۵ ق م؛ اودولیون تقریباً ۳۱۵ ق م یا ۲۸۶ ق م۔ کتری پورس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۲۷؛ ڈٹن برگر کا مضمون "ہرمیس" ۱۴، ۲۹۸ میں؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۶۶ (ب) = ڈٹن برگر ۸۹؛ اور ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : H. N. ۱۴۱-۔

فیلقوس کے قبضۂ پوتی دیہ اور اُس کے اولنتھوس حوالے کرنے کے قبضے کے لئے دیکھو وہ فقرے جن کا اقتباس شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۴، ۲۵ میں دیا ہوا ہے فرضی دیموس تھنیس" Halonn یہ شکایت کرتا ہے کہ ۳۵۶ ق م میں فیلقوس نے اُن ایتھنزیوں کے "مملوکات" پر جو پوتی دیہ میں رہتے تھے، قبضہ کر لیا، ورنہ جیسا شیفر (۱، ۱) تسلیم کرتا ہے، اُس نے اُن کے ساتھ عمدہ سلوک کیا تھا؛ نیز دیکھو باب ۱۷، حاشیہ ۲۔

فلیپائی کے قیام کیلئے استیفان ساکن بیزنطہ کا مضمون "فلیپائی"، دیودوروس ۱۶، ۸ اور دیگر اقتباسات جن کا اندراج شیفر ۲، ۲۵ میں ہے۔ فیلقوس نے جو بحری ڈاکے ڈالے اور ہالونے سوس وغیرہ پر قبضہ کیا اس کے لئے دیکھو شیفر ۲، ۲۸، ۲۹؛ مارونیہ کے لئے دیموس تھنیس، ۲۳ "ارسطقراتیس" ۱۸۳؛ میتھونے کیلئے دیودوروس ۱۶، ۳۱، ۳۴؛ شیفر ۲، ۳۰۔

ایتھنزی اور فیلقوس تھریس میں؛ ہوگ Hoeck ۱، ۴ صفحہ ۲۷۴ وغیرہ۔

باب ۱۵

ان واقعات سے دو نتائج ظہور پذیر ہوئے، یعنی اول تو اُن کی وجہ سے اتھنز کی قوت میں بدیہی زوال اور دوسرے مقدونیہ کے اثر میں بدیہی عروج کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ ان سے یہ ثابت ہوگیا کہ اتھنز کی سی جمہوریت مطلق، خواہ وہ شہریوں کی آزادی کی کتنی ہی محافظ کیوں نہ ہو، فن حرب کی ترقی یافتہ شکل کی وجہ سے ونیز اس امر کے باعث کہ بازار کو مرکز تدبر و تدبیر نہیں بنایا جاسکتا، اب اس قابل نہیں رہی تھی کہ وہ کسی مستقل حکمت عملی کو پورے زور کے ساتھ جاری رکھ سکے یا کسی ہوشیار اور زیرک بادشاہ کا کامیابی سے مقابلہ کرسکے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یونان کی اندرونی کیفیات میں مزید زوال آگیا تو یہ صورت حال اور بھی زیادہ عیاں ہوجائیگی اور سنہ ۳۶۲ ق م (یعنی جہاں تک ہم نے اس باب میں تاریخ بیان کی ہے) وہ سال ہے جب یہ زوال بالکل صاف ظاہر ہونے لگا۔

---

# یادداشت متعلق باب پانزدہم

تاریخ عہد فیلقوس (سنہ ۳۶۰ ق م تا سنہ ۳۳۶ ق م) کے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:-

(۱) دیودوروس کے مقالہ ۱۶ کا مسلسل بیان در اصل کلیۃً فیلقوس کے حالات پر مشتمل ہے۔ لیکن دیودوروس اپنی توجہ بہ نسبت مختلف مملکتوں کی اندرونی کیفیات کے زیادہ تر جنگی کارناموں کی طرف مبذول کرتا ہے، حالانکہ ان مملکتوں بالخصوص اتھنز میں یہ کیفیات بدرجۂ اتم اہم تھیں۔ علاوہ ازیں دیودوروس کا بیان صرف تسلسل واقعات کے اعتبار ہی سے نہیں بلکہ دوسرے موضوعات کے خیال سے بھی کچھ قابل وثوق نہیں ہے۔ اس نے عہد فیلقوس کی تاریخ کی جو تمہید لکھی ہے (۱۶، ۲) وہ بالکل بیکار ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ فیلقوس تو سنہ ۳۸۳ ق م میں پیدا ہوا ہو اور اس کی تعلیم ایامنونداس کے ساتھ ہوئی ہو جو سنہ ۴۱۱ ق م میں پیدا ہوا تھا؟ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ بیزنطہ کا محاصرہ اٹھانے کے بعد فیلقوس (۱۶، ۷۷) اتھنزیوں وغیرہ کے ساتھ صلح کر لیتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ خلاف واقعہ بیان (مفصلۂ بالا بیان کی طرح) کسی بعد کے مصنف (شاید خود دیودوروس) کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہو۔ اس کے برعکس اس نے صلح نامۂ فلوکراتیس کا، جس کی اہمیت میں شبہہ نہیں ہے، ذکر تک نہیں کیا۔ جہاں تک تسلسل واقعات کا تعلق ہے، میں شیفر اور دوسرے مورخوں کی رائے سے متفق ہوں (ڈیموستھنیز ۲، ۱۸۰، ۱۸۱)

یادداشت متعلق باب۱۵

کہ دیودوروس نے ۱۶، ۳۷-۴۰ میں جن واقعات کا ایک ہی سال میں ہونا بیان کیا ہے وہ اولمپیاد کے تین سالوں، یا یوں کہو کہ تین سال کے چوبیس مہینوں میں تقسیم کرنے چاہئیں۔ علاوہ ازیں میں شیفر کی اس رائے سے بھی متفق ہوں ("دیموکس تھنیس" ۱، ۴۸۶) کہ دیودوروس نے (۱۶، ۳۶) موسولوس اور ارتمیزیہ کی وفات کی جو تاریخ لکھی ہے وہ ضرور غلط ہوگی (لیکن دیکھو یودائخ: "ایران و مصر چوتھی صدی ق م میں" Judeich : Persien und Aegypten in IV Jahr.؛ ماربرگ ۱۸۹۲ء صفحہ ۱۴۴)۔ آخری بات یہ ہے کہ میری رائے میں بعض واقعات کا اعادہ مختلف سنین میں دو دو مرتبہ کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیودوروس نے ان واقعات کو مختلف ماخذ سے لیا ہوگا؛ مثلاً ابواب ۲۱، ۳۴، ۳۹ میں یتھونے اور اوئے نیائے کے متعلق بعض واقعات اور جنگ مقدس کے ابتدائی حالات دہرائے گئے ہیں؛ مقابلہ کرو باب ۲۸ باب ۲۹ سے، اور باب ۲۹ باب ۲۷ سے۔ اس کے برعکس ابواب ۴۰ تا ۵۱ میں جو واقعات مندرج ہیں وہ بالکل صحیح ہیں، اور اسی طرح ایشیائی واقعات کا اعادہ بھی صاف اور صریح ہے؛ لیکن تسلسل واقعات کے اعتبار سے یہ بھی بالکل بیکار ہیں۔ دیودوروس کے بیان کے بموجب یہ واقعات ۳۵۱ ق م اور ۳۵۰ ق م میں پیش آئے ہوں گے، لیکن دراصل وہ کئی سال کے بعد کے حالات ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ ہم اس سے بھی واقف نہیں کہ جو کچھ ان دو سالوں میں ہونا لکھا ہے دراصل اس میں سے کچھ بھی ان میں ہوا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیودوروس کے علم میں یہ سنین بالکل معرّا تھے، چنانچہ جو واقعات ہاتھ آ گئے انھیں اس نے بلاچون وچرا ان میں بھر دیا۔ جنگ مقدس، خصوصاً پرنتھوس و بیزنطہ کے محاصروں کا جو بیان دیودوروس نے اپنی کتاب میں دیا ہے وہ اس لیے قابل قدر ہے کہ اس کے علاوہ ہمیں ان کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔

فولکوارڈسن ("تحقیقات" Volquardsen : Untersuchungen ۱۰۷ وغیرہ) نے دیودوروس کی اسناد پر بحث کی ہے، لیکن اس کو آخر تک

یادداشت متعلق باب ۵۱

نہیں پہنچا ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اُس نے ابواب ۱۰۴ تا ۱۱۵ کو افوروس کی طرف جو منسوب کیا ہے یہ قرین قیاس نہیں ہے اس لئے کہ ان میں دیودوروس کی مختص زبان نظر نہیں آتی، جس میں دیودوروس نے بلاشبہ افوروس ہی کا اتباع کیا تھا۔ روئس (: "تمائیوس کا ذکر دیودوروس، پلوٹارک اور دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کی کتابوں میں" Reuss: Timaios bei Plut. Diodor und Dionys V. Halicar. جریدۂ لسانیات ۴۵) کی رائے ہے کہ دیودوروس نے جنگ فوکس کے جو حالات بیان کئے ہیں ان کا سراغ تمائیوس تک لگایا جا سکتا ہے۔ نیز مقابلہ کرو کالن برگ: "ماخذ دیودوروس" Kallenberg : Diodors Quellen سالیانہ لسانیات جلد ۱۳۵۔

(۲) مقرر خصوصاً دیموس تھنیس۔ ان سے ہم منفرد واقعات اخذ کر سکتے ہیں، علی الخصوص ان سے اُس زمانے کے احساسات عامّہ کی کیفیات کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے نفس واقعات کے متعلق فی الجملہ مقرر اور خطیب زیادہ تر قابل وثوق نہیں ہوتے، اور یہ حکم صرف ائس خنیس ہی پر نہیں لگایا جا سکتا جس کی بابت یہ گویا مسلمہ ہے، بلکہ یہ دیموس تھنیس کی بابت بھی اُسی قدر حقیقت پر مبنی ہے۔ ہم اس امر سے خوب واقف ہیں آج کل بھی مختلف سیاسی گروہوں کے قائم مقاموں کی تقریروں کو ہمعصر تاریخ کی سند قرار نہیں دیا جا سکتا، لیکن اکثر نقاد ان امور کو دیموس تھنیس پر منطبق کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ خود اس نے ہمیں اپنے صدق و کذب کی بابت مطلق دھوکے میں نہیں رکھا۔ اس امر کا بیّن ثبوت کہ جب کبھی وہ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس کا اوّلین مقصد یہ ہوتا ہے کہ سننے والوں یا پڑھنے والوں پر فوری اثر پیدا کرے، مفصلۂ ذیل امور سے مل جائے گا:۔ فیلقوسی Philippic ۳، ۱۵ میں وہ ان تھریسی قلعوں کا ذکر کرتا ہے جو فیلقوس نے ایتھنزیوں سے چھینے تھے، اور کہتا ہے کہ اس سے اُس نے امن میں خلل ڈالا، حالانکہ اُس وقت تک فیلقوس نے امن کا حلف

نہیں لیا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ خلاف واقعہ بیان مقرر کے وقتی نسیان کی وجہ سے نہیں کیا گیا اس لئے کہ وہ سنہ ۳۴۳ ق م میں اسی موضوع پر بحث کر چکا تھا جب اس نے اپنے ساتھی سفیروں پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں نے پیلا پہنچتے ہی کیوں فیلقوس سے حلف نہیں لے لیا اور اسی وجہ سے فیلقوس اسی تقریبی قلعے پر برابر قابض رہا جس پر اس نے بغیر حلف دروغی کئے ہوئے قبضہ کر لیا تھا۔ اس واقعے کو وہ سنہ ۳۴۶ ق م میں کسی طرح سے نہیں بھول سکتا تھا حقیقت یہ ہے کہ اس نے یہ دروغ بافی صرف اس لئے کی کہ اب یہ محض سفراہی کی نہیں بلکہ خود فیلقوس کی ایک تاریک تصویر بنانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے اس پر ایسا الزام لگایا جس کا رائے عامہ پر اثر پڑنا لازم اور لابد تھا۔ اگر دیموس تھنیس ان واقعات کی صریح تردید کرنے پر قادر ہے جنھیں اس نے بار بار اپنی زبان سے نکالا ہو تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کہے وہ ضرور حقیقت پر مبنی ہوگا؟ ظاہر ہے کہ اگر وہ اپنے کسی بیان کی کسی دوسری جگہ تردید کرے تو ہم اس کے پہلے بیان کو فی نفسہ غلط نہیں قیاس کر سکتے، بلکہ (جیسا ہم متعدد مرتبہ دیکھیں گے) واقعی صورت حال اس سے ذرا مختلف ہوتی ہے۔ عام طور پر اسے خود اپنے بیان کے خلاف کوئی بات کہتے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا؛ مثلاً اپنی اولمپیائی تقریر ۱، ۲۹ میں وہ اپنے تجربے کا ایک اصول پیش کرتا ہے جس کے بالکل عکس کو وہ اولمپیائی ۲، ۲۶ میں حقیقت پر مبنی قرار دیتا ہے۔ وائل (Weil) جو دیموس تھنیس کے طرز عمل کا بالکلیہ مؤید ہے اس کی اس روش کو مطلقاً کذب و افترا آمیز قرار دیتا ہے۔ ہم اس سے متفق ہیں کہ اس کی یہ روش اس کے پیشۂ تقریر نویسی کی وجہ سے ہے (۱ "تقاریر دیموس تھنیس" Harangues de Dem. صفحہ ۸) تقریر نویس کسی دوسرے کے لئے تقریریں لکھتا تھا، اور اس طرح گویا موخر الذکر کی سپر کے پیچھے پوشیدہ رہتا تھا، چنانچہ بغیر اس کے کہ اسے کسی قسم کی شرم و حیا کا احساس ہو وہ بلا غل و غش جو چاہتا لکھ دیتا تھا۔ وہ حق بات میں رنگ آمیزی کرنے، اسے ترتیب دینے اور چھپا دینے کے ان تمام

یادداشت
متعلق [illegible]

طریقوں سے واقف ہوجاتا تھا اور ان تمام مدارج کو آسانی سے طے کرلیتا تھا جن میں ہو کر انسان محض مبالغہ آمیزی یا پوشیدگی حقیقت سے گزر کر محض کذب و افترا تک پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح وکلا کی عادات وخصلات شاہراہ سیاسیات پر مقرر میں جمع ہوجاتیں، اور (خواہ ہم کتنا ہی اُسے ناپسند کریں) دیموس تھنیس بھی اپنے ہمعصروں اور ہم پیشہ لوگوں کے قدم بقدم ہی چلتا تھا جب وہ اپنے ہم بلدوں کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہوجاتا تھا تو وہ بعض مرتبہ جان بوجھ کر واقعات کو توڑ مروڑ دیتا اور ترغیب وترہیب کے لئے جھوٹی اور غیر صحیح باتوں کو بیان کرنے سے نہیں چوکتا۔ دیموس تھنیس جیسے شخص کے لئے، جو تقریر نویس بھی تھا اور مقرر بھی، جو عوام کا "رہنما" بھی تھا اور ساتھ ہی گمنام طریقے سے کسی اپولودورس، کے لئے تقریریں بھی مرتب کرتا تھا (باب ۷، حاشیہ ۱)، یہ بات نہایت درجہ آسان تھی کہ وہ ایک جگہ تو دروغ بافی کی مذمت کرے اور دوسری جگہ خود غلط بیانی کا مرتکب ہو (.peri parapr ۱۸۴) الغرض دیموس تھنیس کے بڑے سے بڑے موید اس واقعے کا انکار نہیں کرسکتے کہ اُس کے اقوال پر کسی قسم کا انحصار نہیں کیا جاسکتا۔ خود شیفر کو ("دیموس تھنیس" ۲، ۲۱۵) دیموس تھنیس کے ایک الزام کا جو اُس نے ائس خنیس پر لگایا تھا، کامل یقین نہیں ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "مجھے اس کا یقین نہیں کہ آیا اس الزام کی بنیاد واقعات پر ہے یا نہیں"؛ بلاس (۳، ۱، ۵۸ آ) مورخوں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ دیموس تھنیس کے اقوال کو خوب ٹھوک بجا لیا کریں اس لئے کہ "وہ ہمیشہ واقعات کو اصلی رنگ میں ظاہر نہیں کرتا"؛ اسی طرح ویسٹرمان روزنبرگ (.Westermann-Rosenberg : Cor ۱۲۱) کا خیال ہے کہ دیموس تھنیس کی تقاریر میں جو ایک قسم کی نیش زنی کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے اقوال حقیقت پر مبنی نہیں ہیں، اور ویسٹرمان روزنبرگ کا یہ اقبال بہت کچھ قابل لحاظ ہے۔ الغرض اصولاً تمام مورخ دیموس تھنیس کی حق گوئی کے مسئلے پر متفق ہیں۔ ایک خاص مسلئے

یادداشت متعلق باب ۱۵

یادداشت متعلق باب ۵۱

یعنی صلح نامۂ فلوکراتیس، کی تفصیل کی بابت زمانۂ حال کے مورخوں میں آپس میں جو بحث و تحمیص ہوئی ہے اُس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ اُس عہد کے واقعات کس درجہ غیر متیقن ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر کسی واقعے کے دو موٗید ہوں تو بجائے اس کے کہ اُس میں قطعیت پیدا ہو وہ اور بھی زیادہ دُھندلا اور تاریک ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ گو دموس تھنیس اور اَئس خنیس دونوں کی تقریروں میں بہت سے ایسے واقعات کا بیان ہے جن کی سچائی میں مطلق کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی، لیکن چوتھی صدی ق م کے حالات کے لئے ان دونوں کی بجنسہ وہی قدر و قیمت ہے جو پانچویں صدی ق م کے لئے ارسطوفانیس کی تصانیف کی ہے۔ ان کے ذریعے سے ہم گویا اَیتھنزی زندگی کے مصروف ترین حصے میں پہنچ جاتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ ایتھنزی نیکی کی اتنی ہی قدر کرتے تھے اور گپ شپ کو اتنا ہی پسند کرتے تھے جتنا دوسری قومیں۔

یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ان تقریروں کی تمہیدوں اور حاشیوں سے ہمیں بہت کچھ جدید معلومات حاصل ہونا ممکن ہیں۔ یہ ایک حد تک درست ہے، مثلاً اَئس خنیس کی تقریروں کے حواشی میں بہت کچھ کارآمد مواد ملتا ہے (اشاعت ف، شلٹز Ed. of Aeschines by F. Schultz لایپزگ ۱۸۶۵ء)، لیکن قدیم حاشیہ نویسوں کا طرزِ عمل بجنسہ وہی رہا ہے جو ارسطوفانیس کے حاشیہ نویسوں کا، یعنی اُنھوں نے اپنے قیاسات سے کام لیا ہے، اور ظاہر ہے کہ قیاس ہمیشہ درست نہیں ہوتا۔ زمانہ حال کے نقادوں نے اس کا صحیح اندازہ کیا ہے کہ تین مفروضہ واقعات جو کلیۃً اسی ماخذ سے لئے جاتے ہیں، اور جن میں سے ایک واقعہ نہایت اہم ہے قطعاً غلط ہیں، یہ مفصلۂ ذیل ہیں: (۱) یوبولوس کا مفروضہ قانون جسے عام طور پر نہایت شرمناک تصور کیا جاتا ہے، اور جس میں گویا یہ قاعدہ مقرر کیا گیا تھا کہ جو شخص بھی تھیوری کون کو اپنے صحیح مصرف کے خلاف خرچ کرے گا اسے سزائے موت دی جائیگی؛ یہ در اصل دموس تھنیس کی اولمپیائی تقریر ۳، ۲۸ کے لفظ

یادداشت متعلق باب ۵۱

Apolesthai (قتل کرنا یا برباد کرنا) کی غلط تاویل کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے۔ (۲) ۳۵۵ ق م کے صلح نامے کی بابت یہ شرط کہ تمام حلیفوں کو آزادی دی جائے؛ یہ دراصل اولمپیائی تقریر کے حاشیہ ۳، ۱۲ کے الفاظ eirenes ouses ("حالت امن") کے غلط معانی کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے (۳) یہ مفروضہ کہ تمودیوس نے اپنے آپ کو پھانسی دے لی دراصل دیموس تھنیس peri parapr. ۲ کی وجہ سے مغالطہ آمیز ہے۔ بہ نسبت دیموس تھنیس کی تقریروں کے اسطقراٗیس کی تقریریں زیادہ تر حقیقت پر مبنی ہیں، لیکن ان میں تاریخی واقعات بھی نسبتۃً کم ہی ہیں۔

(۴) دوسرے مصنفوں میں سے مفصلۂ ذیل قابل لحاظ ہیں:۔ تھیوپومپوس کے بعض اجزا مثلاً جزو ۱۱ میوار، فلوخوروس کے بعض اجزا، پلوٹارک، خصوصاً اس کی حیات دیموس تھنیس، جس میں اس نے یقیناً تھیوپومپوس سے مدد لی ہوگی۔ تھیوپومپوس کو عمومیت پسندوں، خصوصاً دیموس تھنیس سے کچھ زیادہ محبت نہ تھی، تاہم اس سے کسی ہمعصر ممتاز شخصیت کی سوانح حیات کے لئے اچھی خاصی سند کا کام لیا جاسکتا ہے۔ مقابلہ کرو گبہارڈ: "پلوٹارک کی سوانح عمری دیموس تھنیس کے ماخذ و حیثیت Gebhard : De Plutarchi in Dem. vita fontibus ac fide ۱۸۸۰ء، گبہارڈ یہ فرض کرلیتا ہے کہ پلوٹارک نے اپنی حیات دیموس تھنیس کے لئے، بالخصوص اس کی خانگی زندگی کے واقعات کے لئے اپنا مواد فلاسفۂ مشائین سے لیا ہے؛ شٹرم: "ماخذ تاریخ دیموس تھنیس" Sturm : De fontibus Demosthenicae historiae ہالے ۱۸۸۱ء، جو دیودوروس کی کتاب ۱۶ سے بھی بحث کرتا ہے۔ نیز دیکھو سوانح عمری فوکیون، جس میں فلوخوروس سے بہت کچھ مواد اخذ کیا گیا ہے، اور "دس مقرروں کی سوانح حیات"؛ مقابلہ کرو فریکے: "پلوٹارک و نیپوس کی سوانح عمریات فوکیون" Fricke De font. Plut. et Nepotis in vita Phocionis ہالے ۱۸۸۳ء۔ جسٹن (۷ تا ۹) نے اپنے موضوع کے بہت بڑے حصے میں بالکل غلط بحث

یادداشت متعلق بابِ ۱۵

کر دیا ہے، اور قواعد بلاغت کے نقطۂ نظر سے اُس کی صورت بالکل مسخ کر دی ہے، جس کے باعث اس کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ایک طول طویل تبصرے کی ضرورت ہوگی۔

(۴) نوشتہ جات، مثلاً "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲ ۴۴۵ = ڈٹن برگر ۸۷۔ وہ نوشتہ جات جن کی وضاحت De Corona میں کی گئی ہے، بالکل جعلی ثابت ہوئے ہیں، اور ڈرواۓ سن Droysen نے تو ان کے جعلی ہونے میں کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی (۱۸۳۹ء)؛ مقابلہ کرو وائل: "تقاریر دیموس تھنیس وغیرہ" Weil : Plaidoyers de Demos ۱، ۱۱۴ وغیرہ۔

جب اسناد کی یہ کیفیت ہے، اور اس امر کو ملحوظ رکھ کر کہ آج بھی جب واقعات یقین کی حد تک پہنچ گئے ہیں، مختلف مدبروں کے افعال و اقوال پر بالکل مختلف النوع حکم لگائے جا سکتے ہیں، تو پھر زمانۂ حال کے مورخوں کے اختلاف رائے پر ہمیں مطلق کوئی تعجب نہ ہونا چاہیئے۔ یہاں صرف آخر ترین کتابوں کا ذکر کر دینا کافی ہوگا جن میں اُن تمام کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے جو ان سے پہلے اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں۔ برکنر کی کتاب "فیلقوس و مملکت ہائے یونان" Brueckner : Phil. und die hellen Staaten میں مرکزی شخصیت فیلقوس کی ہے، لیکن اس سے بھی ممتاز شیفر کی تصنیف ہے جس کا نام "دیموس تھنیس اور اُس کا زمانہ" Schaefer : Demosthenes und seine Zeit (اشاعت دوم، لائپزگ، ۱۸۸۵ء تا ۱۸۸۷ء تین جلد) ہے جو اپنی صحت اور اپنی علو بیانی کی وجہ سے ممتاز ہے۔ بلاس کی کتاب "خطابت یونان" Blass : Beredsamkeit der Griechen کی تیسری جلد (لائپزگ ۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۰ء) تاریخ، ادبیات و اجتماع مواد کی وجہ سے ایک قابل قدر تصنیف ہے۔ زٹل اور کرسٹ کے وہ اجزا بھی جن کا اس موضوع سے تعلق ہے بہت کچھ معلومات سے پُر ہیں، اور یہی کیفیت بچر Butcher کی کتاب "دیموس تھنیس" (لندن ۱۸۸۱ء) کی ہے۔ آخر میں ہمیں وائل کی کتاب کا

یادداشت متعلق باب ۵

جو دیموس تھنیس کے موضوع پر لکھی گئی ہے (پیرس ۳ جلد سنہ ۱۸۸۱ تا سنہ ۱۸۸۶ء) ذکر کرنا باقی ہے، اور یہ اپنے عالمانہ انداز اور غیر جانبدارانہ رائے کی وجہ سے نہایت درجہ قابل لحاظ ہے۔ اسی طرح تویبنر Teubner اور وائڈ مان Weidmann کی کتابیں بھی قابل قدر ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس عہد کی تمام دلچسپی کا مرکز فیلقوس اور دیموس تھنیس ہیں، اور ان دونوں میں سے موخر الذکر خاص طور پر باریک ترین مباحث کا مرکز بن گیا ہے۔ اس بحث و تمحیص کے باعث مورخوں کی رائے میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، اور اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ اس شخص کے ذاتی اخلاق اور اس کی مدبرانہ کارروائیوں میں ہمیشہ باہمی مناسبت نہیں پائی جاتی۔ عہد قدیم میں دیموس تھنیس کی حکمت عملی پر تو عام طور پر صاد کیا جاتا تھا لیکن اُس کی اخلاقی حالت کو مشتبہ نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اور بہت سے رومن مورخوں نے اُس پر ایک بُرے انسان کا حکم لگا دیا تھا (کوئن تی لیوس Quintil ۱۲، ۶، ۱۴)، اور جب ہم یہ ذہن نشین کرتے ہیں کہ خود سروں کے دشمنوں تک کی بہت سی حرکات کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا تو یہ حکم بہت کچھ غور طلب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس موجودہ صدی میں دیموس تھنیس کے بہت سے جوشیلے مؤید پیدا ہو گئے ہیں: ان میں سے سب سے پہلا شخص نی بور Niebuhr. تھا جس نے سنہ ۱۸۰۵ء میں پہلی فیلقوسی کا جرمانی ترجمہ شائع کیا جس کی تمہید میں اُس نے فیلقوس کو بونا پارٹ سے تشبیہہ دی اور کتاب کو زار روس کے نام پر معنون کیا۔ زمانۂ حال میں جمہوریت کی طرف جو میلان پایا جاتا ہے اُس کی وجہ سے اس خیال کو پہلے سے بھی زیادہ وسعت حاصل ہو گئی ہے، چنانچہ اب تو دیموس تھنیس کو ایک بہت بڑا آدمی تصور کیا جاتا ہے اور بعض تو اُسے عالی منش کا خطاب بھی دیتے ہیں۔ علاوہ غیر متعصب وائل Weil کے، دیموس تھنیس کے اکثر باقی ماندہ مفسروں (مثلاً شیفر اور بلاس) کی رائے بھی یہی ہے۔ اس کے برعکس فیلقوس

یادداشت متعلق باب ۵۱

ایک ظالم اور بے وفا حکمراں ہے جو یونانیوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہتا ہے (وائل محیط المحیط پاؤلی (Weil in Pauly's R. F. ۵، ۱۴۷۴) - لیکن اس نقطۂ نظر کو قائم رکھنے میں بلاس کو جو مشکل پیش آتی ہے وہ اس کے دیموس تھنیس کے افعال کی پیچیدہ طریق سے تائید کرنے سے ظاہر ہوتی ہے - وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے (۳، ۱۳۲۱) کہ دیموس تھنیس اپنے مقاصد کے حصول میں ہمیشہ صاف ستھرے طریقوں کو کام میں نہیں لاتا - (اس موقع پر بلاس کے ذہن میں جو خاص امر یعنی الپولودوروس کا واقعہ ہے، اس کے لئے دیکھو کتاب ہذا باب ۱۷) - تاہم اس کی یہ رائے ہے کہ کسی مدبر کے خصائص پر صحیح رائے قائم کرنی ہو تو صرف اس کے مقاصد کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اس لئے کہ ان مقاصد کے حصول کے طریقوں تک نقاد کی ہمیشہ دسترس نہیں ہوتی" اس خالص اصول کی بابت ہمارے نزدیک ڈالمان Dahlmann کی رائے زیادہ انصاف پر مبنی ہے (اونکن: عہد قیصر ولہلم Onken : Zeitalter des Kaisers Wilhelm ۲، ۴۲۱) جو یہ ہے: "ہر شخص خواہ وہ شخصیت پسند ہو یا حریت پسند، اپنے مقاصد کو پیش کرنے پر فخر کرتا ہے؛ چنانچہ اگر ہمیں کسی شخص پر حکم لگانا ہو تو ہمیں اس کے مقاصد کو اپنی نظر کے سامنے رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ ہمیں ان کے حصول کے طریقوں پر نظر رکھنی چاہیئے جن پر وہ عمل کرتا ہو" دیموس تھنیس کے موئیدوں کو اس کے مالی طرز عمل کی تائید کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے (مدیاس، ہرپالوس)، اور اس ضمن میں خود بچر Butcher، جو بالکلیہ اس کا ہم نوا ہے، معاملۂ ہرپالوس کی بابت اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے کہ دیموس تھنیس نے روپیہ اپنے ذاتی صرف میں نہیں لیا، اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے (صفحہ ۱۲۶) کہ "اس کا یہ طرز عمل ہرگز اعلیٰ معیار پر پورا نہیں اترتا" الغرض پہلے جو یہ سمجھا جاتا تھا کہ دیموس تھنیس کا طرز عمل مطلعی معیار پر اترتا ہے، اس کے خلاف آج کل رد عمل پیدا ہو رہا ہے، اور ہم ایک بڑی حد تک

یادداشت متعلق باب ۱۵

قدما کی اس رائے کی طرف مائل ہو چکے ہیں کہ دیموس تھنیس کے مقاصد نیک ہوں، لیکن اس کے ساتھ ان مقاصد کے حصول کے طریقوں میں ہمیشہ صاف و بے لوث نہیں رہتے تھے۔ بعض محقق تو اُس کے عملی مقاصد کی مناسبت میں بھی شبہہ کرنے لگے ہیں۔ مورخوں کی رائے میں جو یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے اس کا باعث اصل میں وہ تحقیقات ہے جو پچھلی صدی میں تاریخ یونان میں کی گئی۔ علاوہ بیونیکے کی کتاب "تحقیقات بلاغت قدیمۂ اٹیکا" Boehneke : Forschungen auf dem Gebiete der attischen Redner (۱۸۴۳ء، ۱۸۴۳ء) کے شپنگل: "تقاریر دیموس تھنیس" Spengel : Die Demegoria des Damosthenes (اکاڈمی میونخ، ۱۸۶۰ء) اور ریلورموزر: "صلح نامۂ فلوکراتیس" Roehrmoser : Ueber den Philokrat. Frieden جریدۂ مدارس آسٹریا Zeitschrift f. d. Oesterr Gymnasien (۱۸۷۳ء)، وائیڈنر کا مضمون Ctosphontea در رسالۂ فلولوگوس، ۳۳ میں، اور اُس کی اشاعت مصنفۂ ائس خنیس"، ہارتل Hartel ہاوپٹ Haupt اور دیگر مصنف جن کا شمار ہرمان Hermann : نے اپنی "مملکت قدیمہ" Staatsalt. ۲، ۷ اور ۳، ۷ امیں کیا ہے، یہ سب کتابیں کار آمد ہیں۔ مسلسل بیانات میں بیلوخ (: "سیاسیات اٹیکا") اور زٹل Zittl واقعات کو غیر جانبدارانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہاں یہ دکھانا مناسب ہوگا کہ دیموس تھنیس پر جو مخالفانہ رائے قائم کی جاتی ہے اس پر صرف مسلمہ رائے کا اثر پڑا ہے نہ کہ ائس خنیس، دی نارخوس، اور ہی پریدیس کی تقریروں کا۔ اگر کوئی شخص ان تقریروں کو اسی طرح ملحوظ رکھے جیسے فیلقوس کے مخالف دیموس تھنیس کی تقریروں کو ملحوظ رکھتے ہیں، تو وہ دیموس تھنیس کی ایک نہایت ہی مبالغہ آمیز تصویر کھینچ دیگا۔ میں نے جگہ جگہ اپنی رائے کے اسباب و علل بیان کر دئے ہیں، اور میری قطعی رائے ہے کہ اتھنزی قوم کی عزت و وقعت کرنا اور بات ہے اور دیموس تھنیس کا احترام دوسری چیز ہے

# باب شانزدہم

## جنگ مقدس

### میدانِ سیاسیات میں دیموس تھنیس کی آمد

### ۳۵۶ ق م تا ۳۵۲ ق م

جنگ مقدس کے دوران ہی میں معاملات یونان نے کچھ ایسی پیچیدہ صورت اختیار کرلی تھی جس کے اثرات، آزادی یونان کے لئے نہایت مضرت رساں ثابت ہوئے اور اُن کی وجہ سے فیلقوس کو اُس ملک کی آزادی میں مداخلت کرنے کا موقع مل گیا۔ جن واقعات کا اس باب میں اعادہ کیا گیا ہے اُس کی نوعیت پچھلے باب کے واقعات کی نوعیت سے ملتی جلتی ہے۔

اپامنونداس کی موت کے بعد بھی تھبزیوں کے حوصلوں میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یہ بات تو اُن کے خیال میں آنی نہایت دشوار تھی کہ جو کچھ کامیابی اُنھیں پچھلے دنوں میں حاصل ہوئی ہے وہ سب اُن کے دو بڑے بڑے رہبروں کی وجہ سے تھی۔ اب بھی تھبز کا قدیم وقار باقی تھا، اب بھی اُس کے شجاعوں کی جاں بازی ضرب المثل تھی،

باب ۱۶ اور یہ امر بالکل قرین قیاس تھا کہ تھبز والے اب بھی اپنے آپ کو یونان کا خدائی فوجدار سمجھیں۔ یہی سب اسباب تھے جن کی وجہ سے اُنھوں نے دکھا دیا کہ وہ پیلوپونیز میں اپنا اثر قائم رکھنے سے باز نہیں رہیں گے۔

قصہ یوں چھڑا کہ میگالوپولس کے رہنے والے بعض آرکیڈی چاہتے تھے کہ اپنے پرانے گاؤں چلے جائیں، لیکن تھبزی انھیں اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اپنا اثر قائم رکھنے کے لئے اُنھوں نے اپنے سپہ سالار پامنیس کو جنوب کی طرف روانہ کیا اور اُس نے میگالوپولس والوں کو حسب سابق متحد و متفق رہنے پر مجبور کر دیا۔ ظاہر ہے کہ پیلوپونیز میں اپنی قوت کی نمائش کرنے کے بعد یہ ناممکن تھا کہ تھبز اپنے ہی نواح میں کسی قسم کی بدامنی یا بےچینی کو برداشت کر سکے۔ تھبزیوں کو فوکس سے دلی نفرت تھی، اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ فوکسیوں نے اُن کے ساتھ ایامنونداس کی سرکردگی میں پیلوپونیز جانے سے انکار کر دیا تھا، جس کی اب تھبزی انھیں سزا دینا چاہتے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ فوکسی کسی مخالف قانون کی زد میں نہیں آ سکتے تھے، چنانچہ تھبزیوں نے کوئی اور بہانہ ڈھونڈھا۔ نہایت ہی قدیم زمانے سے ڈیلفی کے پجاریوں کا اُصول یہ رہا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے خود اپنی آزاد مملکت قائم کریں، لیکن اس کے برعکس فوکس والے معاملات ڈیلفی کو اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتے تھے۔ ہمیشہ ایسا ہوتا کہ ڈیلفی والوں کی مملوکہ زمین کہیں نہ کہیں ایسی پڑی ہوتی تھی جسے وہاں کے پجاریوں کے زعم میں کوئی نہ کوئی مملکت بیجا طور پر اپنے مصرف میں لاتی تھی، اور اس قسم کے جھگڑوں سے یہ پجاری اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے کوئی صورت نکال سکتے تھے۔ ایتھنز نے میگارا کے خلاف سنہ ۳۲۲ ق م میں اسی قسم کی مداخلت کی تھی (جلد ۲، باب ۲۱)؛ اس مرتبہ بھی ایسا ہی بہانہ کر کے تھبزیوں نے فوکس کو نقصان پہنچانا چاہا، اور اس کے لئے امفک تیونیس کو اپنا آلۂ کار

باب ۱۶ | بنایا[۱]

[۱] جنگ مقدس کے لئے دیودوروس ۱۶، ۲۳ تا ۴۰، ۵۶ تا ۶۰۔ دیودوروس کے نزدیک یہ جنگ ۳۵۵ء ق م سے ۳۴۶ء ق م تک جاری رہی۔ نیز دیکھو ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۳، ۴؛ دورس Duris (حصہ ۲) جس کا اقتباس Ath ۱۳، ۵۶۰ میں مندرج ہے۔ جنگ مقدس کا حال تھیوپومپوس اور دیموفیلوس ولد ایفوروس نے دیا ہے۔ نیز دی ای نوس نے بھی اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مدت دراز سے فوکس والوں کی زندگی میں اس قدر سادگی آ گئی تھی کہ انھیں غلاموں کی سرے سے ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی .Ath ۶، ۲۶۴۔ اسپارٹا اور امفک تیونیس، دیودوروس ۱۶، ۲۹۔ ایتھنزیوں کا ان سے اُس وقت جھگڑا ہوا جب اُس نے ۳۶۳ء ق م میں اس کا اعلان کر دیا کہ اُن کی ایک قرارداد قابل نفاذ نہیں ہے؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۴۵ = ڈٹن برگر ۸۷؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۴۰۹۔ ۳۶۰ء ق م کی صورت حال کے لئے دیکھو اس کتاب کی جلد ۲، باب ۱۔ دیودوروس ۶، ۲۹ میں اتھامانیس کا جو ذکر ہے اُس کے بجائے ہیروڈوٹس ۷، ۳۲۲ اسے تیانیس کا نام لیتا ہے، اور دیودوروس کے جس فقرے کا اقتباس دیا گیا ہے اس میں بھی غالباً اسی سے مراد ہے۔

جنگ مقدس کے موقع پر تھبز کی طرف سے جو نوشتہ کندہ کیا گیا "اتھنایون" ۳، ۴۷۹ = ڈٹن برگر ۹۵؛ اس میں مندرج ہے کہ بیزنطیوں نے جنگ مقدس کے خرچ کے لئے تھبز کو روپیہ دیا۔ فلومالوس کی وفات، پوسانیاس ۱۰، ۲، ۴؛ اونیارخوس کی موت، ۱۰، ۲، ۵۔ فیلقوس کا تھسلی پر قبضہ، دیموس تھنیس: "اولمپیائی" ۱، ۱۲۔ ائس خنیس ۲، ۱۳۰ میں فالائی کوس کو "خودسر" کا لقب دیتا ہے۔ ایسقراطیس نے اپنی .Phil ۵۳ میں تھبزیوں کے متعلق نہایت نفیس الفاظ استعمال کئے ہیں۔ فیلقوس کا تھبز میں پامنیس کے پاس ٹھہرنا، پلوٹارک: "پیلوپی داس" ۲۶۔ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۴۴۲ اور ہوک Hoeck صفحہ ۴۸۔ جہاں تک پامنیس کے تھریس میں ہو کر گزرنے کا تعلق ہے۔

باب ۱۶

ہمارے نزدیک یہ اُس زمانے کی خاص روش کے مطابق تھا کہ تھبز اپنے ان مقاصد کی تکمیل کر سکا۔ اس کے نتیجے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے حوصلے اب بھی بڑھے ہوئے تھے، لیکن اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کیئے وہ ایسے تھے کہ انھیں اپامنونداس کبھی اختیار نہ کرتا، اور اُس کے طرز عمل سے اُس کی اخلاقی پستی کا پتا چلتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس زمانے میں وہ "انجمن ہمسائیگاں" کا رکن رکین ہوگا ورنہ وہ اُس کے ذریعے سے اپنا کام نہیں نکال سکتا، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا کا کوئی نمائندہ اس انجمن کی مجالس میں نہیں تھا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ اس انجمن کی ترکیب و تنظیم اس وقت بھی کچھ اسی نوع کی تھی جیسی دوریائی ترک وطن سے پہلے تھی۔ اول تو اس کیفیت میں کسی قسم کی ترمیم کا امکان ہی نہ تھا، دوسرے بعض مملکتوں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ چونکہ مجلس انجمن کی سیاسی اہمیت میں کمی آگئی ہے اس لئے اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ اپنے مذہبی فرائض حسب سابق انجام دیا کرے۔ ان سب باتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دوریائیوں اور ایونیائیوں کی طرح دولوپیوں کو بھی اس میں شرکت کا مساویانہ حق حاصل ہو گیا۔ الغرض جب کبھی اسپارٹا اور ایتھنز اس مجلس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ایتھنز تھبز سے محض فوکسیوں کی وجہ سے محفوظ ہے۔ دیموس تھنیس Peri parapr. ۸۳۔ عہد جنگ مقدس کے فوکسی سکہ جات، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head H. N. ۲۸۸۔ نقرئی سکہ جات، جن پر لفظ "فو" ایک طرف اور اپولو کا سر کندہ تھا؛ تانبے کے سکے جن پر الفاظ "اونی مارخوسے" یا "فالائے کوسے" کھدے ہوئے ہیں۔ ہیڈ نے Plot: Pyth. Orae. ۱۶ کا اقتباس دیتے ہوئے یہ فرض کر لیا ہے کہ بعض نہایت لطیف نقرئی سکے جن کی ایک طرف دیمیتر کا سر اور دوسری جانب ناف کی شبیہ اور لفظ "امفکتیون" ہے، ۳۴۶ ق م میں امن و اماں منانے کے موقع پر ڈھالے گئے ہوں گے۔

باب ۱۵ میں دوریانیوں اور ایونیائیوں کی نمایندگی کرتے تھے تو اکثریت کی اہم سیاسی قراردادیں خارج از بحث رہتی تھیں، اس لئے کہ عین موقع کے وقت اُن کے قائم مقام ان قراردادوں کے نتائج کی طرف مجلس کی توجہ مبذول کر کے انھیں ٹال سکتے تھے۔ لیکن اب جبکہ ان دونوں مملکتوں نے اس مجلس میں اپنے قائم مقام روانہ کرنا چھوڑ دیا تھا تو یہ بالکل ممکن تھا کہ ایسا کوئی قبیلہ کسی مذہبی یا سیاسی معاملے میں یونان کا نفس ناطقہ بن جائے جس کی اس وقت تو کوئی اہمیت نہ ہو اور چھوٹے چھوٹے دو ایک گاؤں میں رہتا ہو، لیکن چھ سو سال پیشتر اُس کی اہمیت نسبتہً زیادہ ہو۔ بالکل ایسا ہی واقعہ ۳۵۶ ق م میں پیش آیا جب تھبز اور تھسلی کے اثر میں آ کر انجمن ہمسایگاں نے فوکس پر ایک رقم خطیر جرمانہ کر دی اور اُس جرمانے میں اضافہ کر دیا جو کادمیہ کے قبضے کی وجہ سے اسپارٹا پر عائد کیا گیا تھا۔ اسی زمانے میں مجلس کا ایتھنز سے جھگڑا بھی ہو گیا۔ اسپارٹا پر جرمانے کی تعداد میں اضافہ اور ایتھنز سے جھگڑا مول لینے سے فوکس پر جرمانہ کرنے کا واقعہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں گویا انجمن سے برسرپیکار تھے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اُن کے نمایندے مجلس میں نہیں رہ سکتے تھے؛ اب چھوٹے چھوٹے قبیلے تو بیوتیوں اور تھسالویوں کے ہاتھ میں گویا کٹھ پتلی تھے، رہا تھبز تو جس وقت اُس نے دیکھا کہ تھسالوی اس کا ساتھ دیں گے تو وہ فوراً اپنے منصوبے پورے کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ بلاشبہہ خود تھسالویوں میں بہت سے گروہ تھے اور فیرائے کے خودسر کے ساتھ تھبز کے تعلقات دوستانہ نہ تھے؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انجمن کے عملی قواعد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اگر کسی رکن مملکت کا کوئی باشندہ اجلاس میں موجود ہو تو اُسے اس مملکت کا قائم مقام سمجھا جائے، چنانچہ ممکن ہے کہ تھسالویوں کی طرف سے وہاں کے نیلیوں کو قائم مقام نامزد کرنے کا حق تسلیم کر لیا گیا ہو۔ عام طور پر جن فریقوں کو نظرانداز کر دیا جاتا تھا اُنھیں اس سے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ لیکن اس

باب ۱۶ خاص موقع پر مختلف واقعات نے صورت حال میں کچھ تبدیلی پیدا کردی، اور اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اگر چند حوصلہ مند افراد قدیم روایات کو بالائے طاق رکھ دیں تو وہ کیا کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ دیودوروس کہتا ہے کہ جنگ مقدس میں تھبزیوں کی حلیف لوکری، تھسالوی، پرھائے بی، دوریسی، دولوپی، اتھاانیس، اگ نے نیس، اکائیائی اور چند دوسری اقوام تھیں، اور ان کے خلاف فوکس کے علم کے ساتھ ساتھ اسپارٹا، ایتھنز اور بعض پیلوپونیزی بلدیات تھے۔ گویہاں رائے دہی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، لیکن اس فہرست پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن اقوام کا نام اس میں درج ہے ان کی اہمیت کا مدار ان کی فوجی سطوت پر نہیں بلکہ محض رکنیت انجمن ہمسایگان پر ہے، اس لئے اگر ان کے فوجی اقتدار کو ملحوظ رکھا جاتا تو دولوپی جیسی قوم کا تو اس میں ذکر ہی نہ ہوتا۔ اس طرح ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیودوروس کی فہرست سے مجلس انجمن کی حقیقی فرقہ بندی کا اظہار ہوتا ہے، اور جس چیز سے نہایت تعجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں سنہ ق م کی فرقہ بندی کا ہو بہو چربہ نظر آتا ہے یعنی اس قرب وجوار کی مملکتیں ایران کی طرفدار تھیں اب وہی تھبز کی ہم نوا نظر آتی ہیں سنہ ۳۵۶ ق م کی طرح سنہ [illegible] ق م میں بھی صرف اسپارٹا، ایتھنز اور فوکس ہی ایسی مملکتیں تھیں جو ذلیل سیاسی اور مذہبی مقاصد کو پیش نظر نہیں رکھتی تھیں اور صراط مستقیم سے نہیں بھٹکتی تھیں۔ اگر کہا جائے کہ سنہ ۳۵۶ ق م میں دوسری بھی تھبز کے جانبدار تھے، تو اس کے صرف یہی معنی ہوں گے کہ تھبز نے اسپارٹا اور آرگوس کا حق رائے دہی وادی کیفی سوس کے تین گاؤں کی طرف منتقل کردیا تھا تاکہ ان کے باشندے اپنے طاقتور اور ذی اقتدار ہمسایوں یعنی بیوتیوں کی جانب رائے دیں۔ اس طرح سے اگر تھسالوی بھی تھبز کے ہمنوا ہوگئے تو کثرت آرا اسی کے موافق ہوگی۔ جنگ لیوکترا کے بعد ہی جب تھبزیوں نے اپنا پلہ بھاری دیکھا تو وہ فوراً اس جستجو میں لگ گئے ہوں گے کہ کسی طرح سے اسپارٹا پر جرمانہ کرکے اسے انجمن سے نکال دیں،

باب ۲۷ اور کچھ عرصے کے بعد انھوں نے اتھنز کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا۔ اس طرح یہ ممکن ہو گیا کہ اگر جنگی تیاریاں غیر مکتفی ہوں تو مذہب کے ذریعے سے سیاسی مقاصد حاصل کیے جائیں، اور تھبزی اس گر سے خوب اچھی طرح سے واقف تھے (دیکھو جلد ۲، باب ۲۳ و جلد ہذا باب ۳)۔ لیکن یہ طریقہ کار ایامنونداس کے بعد تک ملتوی رہا۔ ۳۸۰ ق م میں اسپارٹا اور تھبز کے اقتدار کی وجہ سے تھبزیوں کی معاندانہ کارروائی کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا تھا لیکن اب ۳۵۶ ق م میں صورت حال بالکل مختلف تھی، اور جب فیلقوس نے عین انھیں اسلحہ سے کام نکالا جنھیں تھبزیوں نے اپنی مطلب برآری کے لئے مذہبی سلح خانے سے برآمد کیا تھا تو ان کی مکاری اور چالبازی اپنی پوری شدت سے نظر آنے لگی، اور اس کی وجہ سے خود تھبز کو اپنی اس حرکت سے سخت ترین نقصان پہنچا کہ اس نے مذہب کے نسے مقدس ادارے کو گویا کھلونا بنا لیا تھا۔

باوجود ان سب وعدہ وعید کے جو فوکس اور دوسری مملکتوں خصوصاً اتھنز کے مابین ہوئے تھے وہ گومگو ہی میں رہ گئے۔ اسپارٹا نے جو مدد بھیجی وہ بالکل ناقابل لحاظ تھی، اور اتھنزیوں نے محض بحری کارروائیوں پر اکتفا کیا۔ لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے فوکسیوں نے محض اپنے بل بوتے پر جنگ جاری رکھی اور اس میں غیر معمولی استقلال دکھایا لیکن ہمیں اس سے مطلق متعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دوسرے درجے کی یونانی مملکتوں نے صف اول میں آنا شروع کیا۔ شمال میں تھسالویوں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تھے (باب ۹)؛ اسی طرح مقدونیوں کو اسی قسم کی کوشش میں نہایت شاندار کامیابی حاصل ہوئی اور اندرون ملک اسی کے لئے آرکیڈیوں نے بھی ہتھیار اٹھائے یہ سب یونان کے ترقی آمیز ارتقا کا فطری نتیجہ تھا اس لئے کہ یہ چھوٹی چھوٹی قومیں قدیم یونانی مملکتوں سے کہیں تازہ دم تھیں۔ اسی طرح زمانہ مابعد میں اکائیائی اور ایتولی صف اول میں

باب ۱۶

آ گئے، اور یہ امر بالکل تعجب آفریں نہیں ہے کہ اپنے ہم چشموں کی طرح فوکسی بھی صف اوّل میں آنے کے خواہاں تھے۔

اُنھوں نے فیلومیلوس کے کہنے سے جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ تہیّہ کر لیا کہ وہ ڈیلفی پر بزور شمشیر قبضہ کر لیں گے اُنھوں نے دو شخصوں یعنی فیلومیلوس اور اونی مارخوس کو سپہ سالار مقرر کیا، ان میں سے موخر الذکر کے خاندان نے جنگ کے لئے جھگڑا مول لینے میں نمایاں حصّہ لیا تھا۔ فیلومیلوس نے آرخی داموس شاہ اسپارٹا کی تائید حاصل کی اور اجیر سپاہی مہیا کر کے (۳۵۵ ق م میں) ڈیلفی پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف تھبز کی حمایت میں لوکرسیوں نے امفک تیونیس کی حفاظت کا بیڑا اُٹھایا اور فوکسیوں کے خلاف دھاوا بول کر انھیں شکست دے دی۔ اب فوکسیوں نے وہ قرارداد جو اُن کے خلاف منظور ہوئی تھی، ڈیلفی کے مقدس محافظ خانے سے نکلوا دی، اور اُن کی اس کارروائی پر فتیہ نے بھی گویا صاد کر دیا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں فریقوں کی پشت پناہی کے لئے مذہب کی سند موجود تھی، لیکن فوکس کے پاس امفک تیونس سے بھی زیادہ موقر سند تھی اس لئے کہ خود فتیہ دیبی اُس کی طرفدار تھی، اور اب صرف اس کی کسر تھی کہ فوکس والے اپنے دعاوی کو بزور شمشیر منوالیں۔ اب تھبزیوں اور تھسالویوں نے "مجلس ہمسایگاں" سے جہاد کا اعلان کرا دیا جس کی وجہ سے یونانی مملکتیں دو مختلف شقوں میں تقسیم ہو گئیں۔ اگر اسپارٹا، ایتھنز اور دوسری یونانی مملکتوں نے جنھیں فوکس کی تائید کرنے کی ہمت تھی، اُسے کافی مدد دی ہوتی تو فوکس کو کبھی شکست نہ ہوتی اور یونانیوں کی دھاک بندھی رہتی۔ لیکن ان سب میں سے صرف اسپارٹا ہی نے فوج روانہ کی، اور وہ بھی صرف ایک ہزار سپاہی! ایتھنز نے تو ایک پیادہ بھی روانہ نہیں کیا، اور بہانہ یہ کیا کہ فوکس بلا مدد غیرے تھبز کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ تھرموپلی کی طرف اپنا ایک بیڑا روانہ کر دیں اور اس طرح تھسالویوں کو فوکس پر حملہ آور ہونے سے روک دیں تو

باب ۱۶ وہ اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہو جائیں گے۔

الغرض اُس عہد کے اصول کے مطابق فوکس نے اجیر سپاہیوں کو بھرتی کرنا شروع کیا، اور جب اُن کی تنخواہ کا مسئلہ پیش ہوا تو اُس نے قرض لینے کے بہانے سے خزانۂ ڈیلفی پر دست اندازی کا ارادہ کیا۔ اس فعل سے اُس کے دشمنوں میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی اور انھوں نے فی الفور اعلان کر دیا کہ فوکس والے ایک گناہ قبیحہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یونان میں اس بارے میں بڑا عظیم اختلاف رائے ممکن تھا۔ یونانیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ بشرط ضرورت ملکی امور کی انجام دہی کے لئے بت خانوں کا روپیہ نہایت اطمینان سے کام میں لاتے تھے، چنانچہ جنگ پیلوپونیز کی ابتدا ہی میں "متقی و پرہیزگار" اسپارٹیوں اور کورنتھیوں نے اس کا اعلان کر دیا تھا کہ اُن کا ارادہ اولمپیا اور ڈیلفی کے خزانوں کو اتھنز کے خلاف جنگی تیاریوں میں خرچ کر دینے کا ہے، اور طوسی ویدش اس طرز عمل کو مباح روا رکھتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اگر فوکس کو اس جنگ میں فتح ہوئی تو گمان غالب ہے کہ اُسے بھی آئندہ متقی و پرہیزگار تصور کیا جائے۔

لیکن ان کے لئے موجودہ صورت حال نہایت درجہ دشوار تھی انھیں بیک وقت تھسالویوں اور تھبزیوں دونوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کے باعث فیلومیلوس کو کبھی تو شمال کی طرف اور کبھی جنوب کی جانب دوڑا دوڑا پھرنا پڑتا تھا اور اُس کی اس آمد و رفت کی وجہ سے ایتھنزیوں کو درۂ تھرموپلی ہمیشہ وا رکھنا پڑتا تھا۔ گو اُس نے تھسالویوں کو شکست دے دی، لیکن (۳۵۴ ق م میں) اُسے تھبزیوں کے ہاتھوں زک اٹھانی پڑی، اور ان کے ہاتھوں گرفتار ہونے سے بچنے کی خاطر اُس نے کوہ پارناسوس سے گر کر خودکشی کر لی۔ اُس کے جانشین اونی مارخوس نے خزانے کی باقی

باب ۱۶

رقوم سے روپیہ پیسہ مسکوک کرایا اور جو رقم بچی اُسے تقسیم کر دیا۔ اس پر فوکس کے دشمنوں نے طرح طرح کے قصّے پھیلائے اور بیان کیا کہ کس طرح آرخی داموس، ایتھنزی ہیگےسی پوس اور لیکوفرون و پیتھولاؤس (خود سران فیرائے) کے حصّوں میں بڑی بڑی رقمیں آئی ہیں اور کس طرح معمولی معمولی لوگوں نے نہایت نفیس نفیس زرق برق پوشاکیں اور عمدہ عمدہ زیور زیب تن کرنے شروع کئے ہیں۔ ابتدا میں تو تھبزی اپنی برتری اور فوقیت سے اس قدر پھولے کہ ۳۵۳ء ق م میں انھوں نے پامنیس کی سرکردگی میں پانچ ہزار اجیر سپاہی ارتاباز و کی مدد کے لئے روانہ کئے تاکہ شہنشاہ ایران کے خلاف بغاوت میں اُس کی مدد کریں۔ پامنیس فیلقوس کی معیّت میں برّی راستے سے ہیلیس پونت کی طرف روانہ ہوا، اور راستے میں فیلقوس نے ابدیرا اور مارونیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح تھبز اور مقدونیہ کے مابین جو سمجھوتہ تھا اُس سے ہرکس وناکس واقف ہو گیا۔ لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد (۳۵۳ء ق م میں) اونی مارخوس نے لوکرسیوں کو شکست دے کر اورخومینوس کی آزادی کا اعلان کر دیا اور اس طرح سے تھبز کی شدید توہین کی، جس سے متاثر ہو کر تھبزی اپنی اُس فوج کو جو انھوں نے مشرق کی طرف روانہ کی تھی، واپس بُلانے کا خیال کرنے لگے۔ میدان جنگ میں ایک مدّوجزر کی سی کیفیت نمودار ہوئی، یعنی کبھی ایک فریق جیتا کبھی دوسرا، چنانچہ خئیرونیہ کے مقام پر تھبز کے ہاتھوں فوکس کو نیچا دیکھنا پڑا، لیکن تھسلی میں میدان فوکسیوں ہی کے ہاتھ رہا۔ الیواسی خاندان کے ارکین کی استدعا پر خود فیلقوس نے مقدونوی دستوں سے تھسلی والوں کی مدد کی، اور اس طرح میتھونے کے قبضے کے بعد (باب ۵) محض یونانیوں کی خواہش کے بموجب پہلی مرتبہ اُس مُلک کے معاملات میں مداخلت کی تھی۔ اس کے بعد فوکس نے تھبز کو بھی نیچا دکھایا اور (۳۵۲ء ق م میں) اُن سے کورونیہ لے لیا۔ لیکن معاملات نے پلٹا کھایا اور بہت جلد

باب ۱۰

لیکن فرنان فیلقوس کے خلاف بالکل بے بس ہو گیا چنانچہ اُس نے اونی مارخوس اور اُس کے اجیر سپاہیوں کو تسلی واپس بلا لیا۔ فریقین کے مابین ملک ماگ نے تیس کی سرحد پر گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں فیلقوس نے اونی ماخوس کو شکست دے دی۔ شکست خوردہ فوج کے بعض مفروروں نے تو اتھنزی بیڑے میں پناہ لی جو خاریس کی سرکردگی میں ساحل کے قریب موجود تھا، اور باقی تقریباً تین ہزار شاہ مقدونیہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جس نے اُن پر مذہبی گناہ کے ارتکاب کا الزام لگا کر سب کے سب کو بیک وقت سمندر میں غرق کرا دیا۔ خود اونی ماخوس کو اُس کے ساتھیوں نے فرار ہوتے ہوئے پکڑ لیا اور مار ڈالا، اور جب اُس کی نعش فیلقوس کے سامنے آئی تو اُس نے اُسے ایک صلیب پر لٹکوا دیا (۳۵۲ قم)۔ مظفر و منصور بادشاہ نے اس کے بعد فیرائے کو آزاد کیا، پیگاسائے پر قبضہ کیا اور تھرموپلی میں ہو کر جنوب کی طرف بڑھا۔ اُس وقت جو سوال ہر شخص کی ورد زبان تھا وہ یہی کہ آیا وہ یونان پر اپنا فیصلہ کن اثر ڈال سکتا ہے۔ لیکن یکایک اُسے درۂ تھرموپلی کے قریب ایک اتھنزی بیڑا نظر آیا جس میں ایک بیان کے بموجب چار ہزار پیادہ اور چار سو سوار تھے، اور اُسے دیکھ کر فیلقوس نے واپس جانے کا عزم کر لیا۔ لیکن اُس نے ماگ نے تیس کے مُلک اور پیگاسائے پر اپنا قبضہ جمے رہنے دیا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے بعد اُس کا پرچم مسلسل خلیج پیگاسائے کی بندرگاہ ہالوس تک تمام تسلی کے مُلک پر برابر اُڑتا رہا۔ اس ظاہری فتح کے بعد اتھنزیوں اور اونی ماخوس کے جانشین فی لوس کے مابین نامہ و پیام تہنیت کا مبادلہ ہوا۔ الغرض یوبولوس کی قیادت میں اتھنز کی بروقت مداخلت سے یونان کا وہ حصہ جو تھرموپلی کے جنوب میں واقع ہے فیلقوس کی دست برد سے محفوظ رہا۔ فوکسیوں کا میدان عمل جنوبی حصے تک محدود تھا، اور چونکہ تھبز اور لوکرس انھیں مغلوب نہیں کر سکتے تھے

باب ۱۶

اس لئے جنگ مقدس کچھ مدت تک اور جاری رہی یہاں تک کہ چھ سال کے بعد فیلقوس نے ایتھنز کے ساتھ صلح کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

اب ہم ازسرنو ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جہاں اب شاہ مقدونیہ کا سب سے زیادہ جوشیلا مخالف افق سیاسیات پر نمودار ہوتا ہے۔

فیلقوس کو ۳۵۲ ق م میں یعنی جس سال اس کی ترقی کو ایتھنز یوں نے تھرموپلی میں روکا تھا اس سے ایک سال پیشتر میگالوپولس کے برسر اقتدار فریق نے پیلوپونیز کے معاملات میں مداخلت کرنے کی دعوت دی تھی اور یہ استدعا کی تھی کہ وہ اسپارٹیوں کے خلاف جو ازسرنو میگالوپولس کی بربادی پر تلے ہوئے تھے ان کی پشت پناہی کرے یہ زمانہ ۳۵۲ ق م کا ابتدائی زمانہ تھا، اور اس مرتبہ ایتھنز کی جمعیت عوام میں ایک ایسے شخص کی آواز پہلی مرتبہ سنی گئی جو اس کے بعد بیس سال تک مسلسل نہ صرف ایتھنز بلکہ تمام سرزمین یونان پر اپنی شخصیت کا اثر برابر ڈالتا رہا۔ یہ شخص دیموس تھنیس تھا، اور گو یہ تقریر اس کی پہلی سیاسی تقریر نہیں تھی، لیکن کم از کم پہلی اہم تقریر ضرور تھی [۱]۔

دیموس تھنیس ایتھنز کے ایک زرہ ساز کا لڑکا تھا اور ۳۸۴ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ آٹھ برس کی عمر ہی میں اس کے سر سے اس کے باپ کا سایہ اٹھ گیا، اس کے بعد اس کی آبائی جائداد کا انتظام چند متولیوں کے سپرد ہوا۔ لیکن انھوں نے اس کا انتظام اس درجہ خراب کیا کہ دیموس تھنیس، جس کا میلان ابتدا ہی سے فصاحت و بلاغت کی طرف تھا، ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہو گیا۔

---

[۱] دیموس تھنیس کی تقاریر کے لئے اس سے پہلے کے باب میں جن کتابوں کا حوالہ دیا ہوا ہے انکا ذکر کافی ہے۔ میں ناظرین کی توجہ صرف ان امور کی طرف مبذول کرنا کافی سمجھتا ہوں جنھیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

باب ۱۶ سب سے پہلے ۳۶۳ ق م میں اُس نے ان متولیوں میں سے ایک یعنی افولوس کے خلاف مقدمہ دائر کیا اور اس میں اُسے کامیابی ہوئی لیکن چونکہ فریق ثانی طرح طرح کی چالبازیوں میں ماہر تھا اس لئے شاید دیموس تھنیس کو زر مطالبہ نہیں ملا۔ اس نوعمر مستغیث کی کامیابی کا ایتھنز یوں پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ جب اُس نے شہر میں اپنا دفتر کھول کر تقریر نویسی کا پیشہ اختیار کیا تو اُس کے پاس بہت سے موکل آنے لگے۔ ایتھنز میں یہ قاعدہ تھا کہ فریق مقدمہ کو اصالۃً پیروی کرنی پڑتی تھی، چنانچہ اگر کوئی شخص خود تقریر کرنے پر قادر نہیں ہوتا یا تقریر تیار کرنے کا اہل نہیں ہوتا تو وہ کسی دوسرے سے تقریر لکھوا لیتا اور اُسے حفظ یاد کرکے عدالت کے سامنے سنا دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ عادلوں کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اُس کی تقریر کے بعد اُس کے کسی ہمدرد کو بولنے کی اجازت دے دیں، اور عام طور پر یہ اجازت مل ہی جاتی تھی۔ اس ہمدرد مقرر کو قانونی اصطلاح میں سیونے گوروس اور اس کی تقریر کو ڈیوترولوگیا کہتے تھے۔ دیموس تھنیس نے سیونوگوروس کا پیشہ اختیار کر لیا اور روز بروز اُس کی شہرت کا ڈنکا چار دانگ یونان میں بجنے لگا۔ کچھ مدت کے بعد اُس نے قانونی تقریر نویسی کے پیشے کو خیر باد کہہ کر سیاسی میدان میں قدم رکھا اور عموم ایتھنز کا "صلاح کار" یا سیوم بولوس بن گیا۔ دیموس تھنیس کی ابتدائی سیاسی تقریروں میں شاید اہم ترین تقریر وہ ہے جو اُس نے لیپ تی نیس کی مخالفت میں کی اس لئے کہ اُس تقریر سے ایتھنز کی زندگی کے ایک مخصوص شعبے پر روشنی پڑتی ہے۔ اس سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جن لوگوں نے مملکت کی کوئی نمایاں خدمت انجام دی ہو اُن کی اولاد کو ناٹک میں سنگتیے وغیرہ مہیا کرنے سے چھٹکارا مل جاتا تھا، لیکن اب لیپ تی نیس کی تحریک پر ایک قانون منظور ہوا جس کے بموجب مملکت کے مفاد اور اصول مساوات کی خاطر یہ فرائض ہر شخص پر عائد کر دئے گئے، اور آیندہ یہ قاعدہ مقرر ہو گیا کہ معاملات مملکت میں صرف ذاتی قابلیت کو ہی مرجح سمجھا جائے گا۔

باب ۱٦ اس قانون پر اپسے فون اور تیسی فوس نے خلاف آئین مملکت ہونے کا الزام لگایا اور ان میں سے موخّر الذکر نے، جو خابریاس کا بیٹا تھا اور جسے اپنے مخصوص حقوق کے جاتے رہنے کا بہت غم تھا، دیموس تھینیس کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ یہ تیسی فوس ایتھنز میں اوباش و بدکار مشہور تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھینیس نے اس کی پیروی صرف اس کی ماں یعنی خابریاس کی بیوہ کی وجہ سے کی ہوگی۔ لیکن جب مقدمہ شروع ہو گیا تو وہ اس کی پیروی محض اصولی نقطۂ نظر سے کرنے لگا اور اسنے کہا کہ مملکت کو چاہیئے کہ جو وعدے وعید اس نے ایک مرتبہ کر لئے ہیں انھیں نبھائے اور اپنی پیروی میں اس نے بیحد ذکاوت اور قابلیت کا ثبوت دیا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ اسے مقدمے میں کامیابی ہوئی یا نہیں۔ بہرحال سنہ ۳۵۴ ق م میں اس نے جمعیت عوام میں پہلی مرتبہ تقریر کی۔ سلطنت ایران مدت دراز سے زوال کی طرف مائل تھی، لیکن حال ہی میں اس کے شہنشاہ اردشیر اخوست نے جو سنہ ۳۵۸ ق م میں تخت نشین ہوا تھا، تھوڑی بہت جان ڈال دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اپنی توجہ ایشیائے کوچک کی افراتفری کی طرف مبذول کی تھی۔ ہم اس کتاب کے پندرھویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ جب ارتا بازو نے ایشیائے کوچک میں بغاوت کا علم بلند کیا تو خاریس نے اس کی پشت پناہی کی تھی، لیکن اسے ایشیائے کوچک چھوڑ دینا پڑا تھا۔ اردشیر کی جنگی تیاریوں کی وجہ سے ایران میں یہ مشہور ہو گیا کہ وہ یونان پر حملہ کرنے کی فکر میں ہے اور جب ہیرو داس اسپارٹا آیا (باب ۱) تو اس وقت سنہ ۳۹٦ ق م کی طرح یونانیوں کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ خود ایتھنز میں بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اب ایران کے خلاف لیگ بنانے اور اس پر حملہ کرنے کا وقت آگیا ہے۔ دیموس تھینیس نے اپنی تقریر de Symmoriis میں اسی خیال کے خلاف آواز بلند کی۔ اس تقریر کا یہ نام اس لئے پڑا کہ اس میں مقرر نے تحریک کی کہ شہریوں کی ان انجمنوں کو جن کا مقصد بیڑے کے لئے روپیہ مہیا کرنا تھا

باب ۱۶ (باب ۱۵) از سر نو منظم کرنا چاہیئے۔ دیموس تھنیس کی رائے تھی کہ ایران پر حملہ کرنے سے پہلے ایتھنز کو کیل کانٹے سے پورے طور پر تیار ہو جانا مناسب ہے، اور اس انتظام کے لئے سیومور یا انجمنیں ناکافی ہیں۔ بلاشبہ اُس کے یہ خیالات نہایت ہی عمدہ تھے لیکن اُن کا اُس وقت نفاذ نہیں کیا گیا؛ اس کے بجائے ان تقریروں وغیرہ سے جو ایک قسم کا جوش پیدا ہو گیا تھا اُس میں کمی آگئی اور اس طرح دیموس تھنیس کے مقصد کے حصول میں ایک حد تک کامیابی ہو گئی[۵۳]۔

الغرض جب ۳۵۲ ق م میں میگا لوپولس نے ایتھنز سے مدد طلب کی تو دیموس تھنیس نے اُسے منظور کرنے کی رائے دی اور خاص طور پر اس امر پر زور دیا کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹا کی مزید ترقی میں حائل ہونا چاہیئے[۵۴]۔

---

۵۳۔ دیموس تھنیس کی سیاسی تقریروں میں بہت کم ایسا نظر آتا ہے کہ اُن کے اختتام پر امر متعلقہ کی بابت کسی قسم کی بھی تحریک ہو۔ یہی کیفیت اولنتھوسی تقریروں کی ہے جن میں محض کلیوں اور تعمیموں پر بحث کی گئی ہے (اور اسی وجہ سے اُن کی تاریخوں کا تعین نہیں کیا جا سکتا) اور یہی علاوہ پہلی فیلقوسی کے باقی سب "فیلقوسی" تقریروں و تقاریر متعلق میگا لوپولس، ورھوڈز و خرسونیز کی ہے۔ بلاس (۲، ۲۷۶ و ۲۷۷) ایسقراطیس کی تحریروں میں بھی اسی خصوصیت کا انکشاف کرتا ہے، لیکن وہاں اس کے اسباب موجود ہیں۔ یہ کمی خاص طور پر ۳۵۱ ق م والی تقریر میں نظر آتی ہے (اس تقریر کی تاریخ کے لئے دیکھو بچر Butcher صفحہ ۴۳ اور یوداخ Judeich صفحہ ۴۳) جو رھوڈزیوں کی آزادی پر دی گئی تھی، اور جس میں دیموس تھنیس (ع ۹) رھوڈزیوں کو آزادی کی تلقین کرتا ہے لیکن اس کے حصول کے طریقے نہیں بتاتا، اور ظاہر ہے کہ یہی امر مشکل ترین تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں دیموس تھنیس نے اکثریت کے اصول کا ہمنوا ہو کر اس فریق کو اعتدال پر لانے کی کوشش کی تھی۔

۵۴۔ اُس تقریر میں جو اس موقع پر دیموس تھنیس نے دی، وہ کہتا ہے (ع ۸) کہ ممکن ہے میگا لوپولس کو اسپارٹا کے رحم پر چھوڑ دیا جائے، لیکن یہ ہرگز مناسب نہ ہو گا

اُس کے نزدیک بہترین طرزِ عمل یہ تھا کہ ایتھنز اسپارٹا اور تھیبز دونوں کو　باب ۲۱

(بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) اس لئے کہ ایسا کرنے سے اسپارٹا کے اقتدار میں بے حد اضافہ ہو جائے گا اور وہ فوراً "میسینے کی طرف" بڑھے گا جو ہر حالت میں ایتھنز کے مفاد کے منافی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ۳۴۴ قم میں وہ تسلیم کرتا ہے (فیلقوسی ۲، ۱۳) کہ اسپارٹا کے میسینے میں حقوق ضرور موجود ہیں، اور یہ صرف اس لئے کہ اب وہ تمام پیلوپونیزیوں کو جن میں اسپارٹی بھی شامل تھے، فیلقوس کی مخالفت پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی سال وہ ایتھنز کے روایتی طرزِ عمل کے مطابق کہتا ہے کہ تھیبز کو اورخومینوس پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے، لیکن چھ سال بعد ۳۳۸ قم میں وہ اُسے اور تمام بیوتیہ کو تھیبز کے حوالے کر دیتا ہے اس لئے کہ اب اُسے تھیبز کی ہمنوائی کی ضرورت تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ دیموس تھنیس عام طور پر زمانے کی سیاسی ہوا کے ساتھ رنگ بدلتا ہے۔ تقریر میگالوپولس (ف ۴) میں و نیز ۳۵۲ قم کی تقریر مخالف ارسطقراتیس (۱۰۲) میں وہ کہتا ہے کہ ایتھنز کی عظمت کا راز یہی ہے کہ اسپارٹا اور تھیبز کو زیر رکھا جائے۔ جب اسپارٹا اور تھیبز کی کمزوری ہی ایتھنز کی عظمت کا باعث ہوئی ہو تو وہ اُس کا طریقہ یہ بتاتا ہے کہ اسپارٹا کے خلاف میسینے اور آرکیڈیا کو اور تھیبز کے خلاف فوکس کو ہمیشہ آمادہ رکھا جائے، گویا دیموس تھنیس کے نزدیک اگر اسپارٹا اور تھیبز کے جسم میں کوئی نہ کوئی کانٹا چبھا رہے تو ایسی حالت میں ایتھنز کی شاہراہ ترقی میں کوئی حائل نہ ہوگا۔ یہ ایتھنز کے عملی سیاست داں کے خیالات ہیں۔ لیکن وہ صرف عملی مدبر ہی نہیں بلکہ حسبِ ضرورت مطحیت کا جامہ بھی پہن لیتا ہے؛ مثلاً ۳۴۴ قم میں وہ اپنی دوسری فیلقوسی تقریر میں کہتا ہے (ف ۱۲) کہ جہاں آرگوس اور تھیبز نے ہمیشہ اپنی منفعت کو ہی اپنا مقصدِ اعلیٰ بتایا ہے، ایتھنز اُس سے بالاتر ہے۔ لیکن بعض مرتبہ دیموس تھنیس ایک ہی تقریر میں مطحی بھی بن جاتا ہے اور تھوڑی سی دیر بعد عملی جامہ بھی زیبِ تن کر لیتا ہے۔ تقریر "De Corona" میں اس کے لہجے سے عالی منشی پائی جاتی ہے، اور اس طرزِ تقریر کو ف ۱۹۹ میں انتہائی عروج حاصل ہوتا ہے۔ اس فقرے کو اکثر مورخ

کسی نہ کسی طرح سے کم زور رکھے۔ باایں ہمہ ایتھنز اور میگالوپولس کے مابین کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا یہاں تک کہ ۳۵۱ ق م میں اس آرکیڈی شہر کو خود تھیبز نے اپنی حمایت میں لے لیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس تقریر کے بعض سیاسی اصول نہایت عمدہ تھے لیکن یہ اصول وہ نہیں تھے جن کی وجہ سے اس تقریر میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ مقرر نے باب ۱۶

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ نقل کرتے ہیں اور اس میں مقرر کہتا ہے کہ اگر ایتھنزی یہ بھانپ بھی لیتے کہ آخر کار انھیں شکست ہوتی ہے تاہم وہ محض فرض منصبی کی ادائگی کی خاطر ضرور فیلقوس سے لڑتے، لیکن اس کے برعکس فقرہ ۱۰۳ میں ایک فقرہ ایسا ہے جس کا کوئی لحاظ نہیں کرتا اور جس میں دیموس تھنیس فخریہ لہجے میں کہتا ہے کہ بیوتیہ ایتھنز کا سپر ہے۔ اگر دیموس تھنیس نے یہی بات تھبزیوں سے اُس وقت کہی ہوتی جب وہ ۳۳۹ ق م میں وہ اُن سے فیلقوس کے خلاف مدد کا طالب تھا تو وہ کبھی اُس کا کہنا نہ مانتے اس لئے کہ کسی قوم کا دوسری کے لئے "سپر" یا "حاجب" بننا بہت زیادہ دل خوش کن نہیں۔ دیموس تھنیس کا بڑا بھاری مداح بلاس Blass ہے، لیکن اس کے نزدیک بھی دیموس تھنیس ۲۱ سال ہی کی عمر میں "ایمان دار" ہونے کے بجائے "پرانا کھلاڑی" بن گیا تھا (۳، ۱، ۱۶۹)۔ بلاس بالکل سچ کہتا ہے۔ اُس نے یہاں وہ صفت بیان کی ہے جس کی وجہ سے اُس کے ممدوح کو ایک بڑے مدبّر کا پایہ حاصل نہ ہو سکا۔ اوپر جو کچھ ہم نے کہا ہے اور جو ہم اس کے بعد بیان کریں گے اُس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس میں نہ صرف یہ خصوصیت قائم رہی بلکہ اس میں معتد بہ اضافہ بھی ہوا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہر بڑے مدبّر کو عملی اور مطمحی دونوں اعتبار سے اپنے افعال کو ڈھالنا پڑتا ہے لیکن عام طور پر وہ دیموس تھنیس کی طرح محض وقتی اثر پیدا کرنے کی غرض سے اپنے اُصول کو کام میں نہیں لاتا peri parapr. (۵۱، ۷۸)۔ دیموس تھنیس کی مدیاس والی تقریر سے ہم دیکھیں گے کہ اس کے اقوال و افعال کس حد تک ایک دوسرے کے مطابق تھے (باب ۷، حاشیہ ۱)۔

باب ۱۶ سب سے پہلے یہ اصول جو پیش کیا (۴) کہ اگر ایتھنز کا بول بالا منظور ہے تو اسپارٹا اور تھبز کو وہیں دبا دینا چاہیئے۔ اس سے اُس پرانے روایتی بغض وحسد کا اظہار ہوتا ہے جو عرصے سے یونانی مملکتوں میں ایکدوسرے کے خلاف نظر آتا ہے اور جسے عام طور پر اصول توازن قوت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے اصول بہت اچھے ہوتے ہیں اگر کوئی دشمن تاک میں نہ بیٹھا ہو؛ لیکن اس موقع پر اس اصول کا انطباق، جس کی وجہ سے اسپارٹا کے خلاف اشتعال پیدا کیا گیا، نہ صرف اس لئے نامناسب تھا کہ ایتھنز اور اسپارٹا کے مابین دوستی تھی بلکہ مسئلہ فوکس میں ان دونوں کا مفاد مشترک تھا۔ بہر نوع یہ ہرگز عاقلانہ فعل نہ تھا کہ ایک معمولی سی بات میں ایک دوست کی مخالفت کی جائے اور وہ صرف اس لئے کہ کہیں اس کی طاقت وسطوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔

دیموس تھنیس اور ایتھنزیوں کو میگالوپولس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی؛ لیکن ان کے نزدیک اسپارٹا کو اس شہر کو مختلف حصوں میں منقسم ہونے سے باز رکھنا صرف اس لئے ضروری تھا کہ اُن کے نزدیک وہ اُس کے بعد مسینے پر حملہ کر بیٹھے گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی کو اسکی امید بھی تھی؟ ۳۶۲ قم میں مین تی نیہ کے مقام پر ایتھنز اور اسپارٹا میگالوپولس کے خلاف دوش بدوش لڑے تو کیا اس کے بعد اسپارٹا کو کوئی غیر معمولی اقتدار حاصل ہو گیا؟ دیموس تھنیس ایتھنزیوں کے عام جذبات سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ کہنے لگا کہ اگر میگالوپولس والے اُن ستونوں کو بالکل منہدم کر دیں جن پر اُن کے اور تھبز کے باہمی عہدنامے کندہ ہیں تو ایسی حالت میں ایتھنز اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتیں میگالوپولس والوں کے لئے کچھ زیادہ قابل قبول نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ میگالوپولس اپنے آزمودہ کار دوستوں اور حلیفوں یعنی تھبزیوں کو منجمد معاہدیں چھوڑ دے اور ایتھنز کی مدد کا منتظر رہے؛ اس کے بجائے میگالوپولس نے

باب ۱۲ اس پر تھبز کے ساتھ مخالفہ کرنے کو ترجیح دی اور اس کا اُنھیں بعد میں کبھی افسوس نہیں ہوا۔

دیموس تھنیس کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ جن موقعوں پر ایتھنزیوں کو اپنے حلیفوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیئے تھا وہاں اس نے ایتھنزیوں کے دل میں ان کی اہمیت کا غیر ضروری احساس پیدا کر دیا اور یہ خیال پیدا کر دیا کہ اب بھی وہ معاملات یونان میں پنچ اور ثالث بن سکتے ہیں۔ اسی طرح اُس نے میگالوپولس کے معاملے میں اسپارٹا کو بے فائدہ بھڑکایا جس کی وجہ سے گو اسپارٹی فیلقوس کے دشمن تھے انھوں نے مقدونیہ کے خلاف ایتھنز کے ساتھ محالفہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ غالباً انھوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ شاید ایتھنز کو صرف اپنا ہی فائدہ مقصود ہے اور دیموس تھنیس ۳۵۲ ق م کے طرز عمل کا ہی اتباع کرنا چاہتا ہے۔ اسپارٹی ۳۶۲ ق م سے ۳۳۸ ق م تک کی گفت وشنود اور اہم ترین واقعات سے کنارہ کش ہی رہے اور انھوں نے صرف فوکس کی مدد پر ہی اکتفا کیا۔ ہمارے نزدیک اسپارٹا کا رزمگاہ یونان سے نکل جانا نہ صرف اُس عہد کے حالات کے مطابق تھا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اسپارٹیوں کی چند در چند قابلیتوں کی وجہ سے پوری دنیائے یونان کیلئے بے حد قابل افسوس تھا۔ اس سے پیشتر کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا کہ یونان کی موت وزیست کا مسئلہ اسپارٹیوں کے تعامل کے بغیر طے ہو گیا ہو۔ ۳۵۰ ق م میں اسپارٹا کی اہمیت میں کچھ ایسی زیادہ کمی نہیں ہوئی تھی، اور اگر وہ ایتھنز کے ساتھ ہو جاتا تو اس سے صورت حال یقیناً مختلف ہو جاتی؛ لیکن وہ علحدہ ہی رہا اور ایتھنزی رہبر اُسے مفید تر طرز عمل پر آمادہ نہ کر سکے۔

اس باب میں ہم نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود یونانی مملکتوں کی حکمت عملی کی وجہ سے مقدونوی خطرات میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ اب یونانیوں کے باہمی نفاق کے قدیم اسباب میں جدید اسباب بھی شامل ہو گئے ہیں اور مختلف مملکتوں کی انفرادی حیثیت میں بجائے کمی کے زیادتی ہونے لگی ہے۔ تھبز اپنی

باب ۱۶

پرانی حیثیت کا احیا سازشوں کے ذریعے سے کرنا چاہتا ہے اور اس طرح گویا خانہ جنگی کے مخزن بارود میں فلیتے کا کام کرتا ہے۔ اس عام بحران میں اسپارٹا کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کرتا۔ ایتھنز میں ایک اکتیس سالہ نوجوان کو اس کے ایتھنزی دوست بلاغت و فصاحت کا امام کہہ کر اپنے سروں پر بٹھا لیتے ہیں، اور یہ وہ شخص ہے کہ جب یہ مدبر مملکت کے درجے پر پہنچ جاتا ہے اس وقت بھی دوسروں کے لئے تقریریں لکھنا اور ان کا معاوضہ وصول کرنا نہیں چھوڑتا۔ گو دیموس تھنیس کو جنگ کا ذاتی تجربہ مطلق نہیں تاہم وہ معاملات عامہ پر ایک خاص اثر پیدا کر لیتا ہے، جس کے ذریعے سے اسپارٹا اور ایتھنز کے قدیم باہمی حسد میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس وقت جب اسپارٹا ایتھنز کو بجائے گزند پہنچانے کے کسی نہ کسی قسم کا فائدہ ہی پہنچاتا۔ اس کے برعکس مقدونیہ پر، جس کے معاملات میں ایتھنز اپنے معمول کے مطابق مداخلت کرتا ہے، ایک نہایت ہی قابل مدبر سر پر آرا ہے جو معاملات ملکی اور معاملات جنگ دونوں میں طاق ہے۔ وہ نہ صرف ایتھنزیوں کو نہ صرف مقدونوی ساحل سے نکال دیتا ہے بلکہ خود یونانیوں کی طلبی پر ان کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے اور یونان کے خانگی معاملات میں ایک نہایت ہی اہم حصہ لیتا ہے۔ ان تمام باتوں سے کوئی دوررس مفکر یہ نتیجہ نکال سکتا تھا کہ اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا تو یونان کی قسمت کا عنقریب فیصلہ ہونے کو ہے ۵؎

۵؎ اگر ہم مختلف واقعات کے باہمی تسلسل و تعلق سے آگاہ ہونا چاہیں تو یہ ضروری ہے کہ پہلے ہم مختلف یونانی مملکتوں کے باہمی تعلقات کا اندازہ کر لیں؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمیں ان کی بابت بہت کم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس عہد کی ممتاز ترین مملکتیں تھبز، ایتھنز، مقدونیہ اور ایران تھیں، جن میں سے بہت کم اہمیت اسپارٹا کو حاصل تھی۔ (۱) تھبز و ایران۔ ان دونوں کے درمیان

# باب ہفدہم

## فیلقوس اور یونانی صلحنامۂ فلوکراتیس اور تسخیر فوکس تک

### سنہ ۳۵۲ ق م تا سنہ ۳۴۶ ق م

گو فیلقوس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے حیطۂ اختیار کو وسعت دے اور اپنا اثر بڑھائے لیکن زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ہی وہ اپنی مخصوص حکمت عملی کو بھی بدلتا رہتا تھا۔ سب سے پہلے تو اُس نے مقدونوی قوم کو متحد کر کے اُسے اپنے پرچم کے زیر سایہ جمع کر لیا، بعد ازاں اُسے

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مدت دراز سے اچھے تعلقات چلے آتے تھے، لیکن سنہ ۳۵۳ ق م میں تھیبز نے شہنشاہ کے خلاف ارتابازو کو مدد دی (دیودورس ۱۶، ۳۴) لیکن سنہ ۳۵۱ ق م میں وہ شہنشاہ کی مدد مصر کے خلاف کرتا ہے (دیودورس ۱۶، ۴۴) اور اس کے معاوضے میں شہنشاہ اُسے روپیہ دیتا ہے (۱۶، ۴۰) (۲) تھیبز اور فیلقوس سنہ ۳۵۷ ق م میں الیواسیوں کی وساطت کی وجہ سے دونوں کے تعلقات اچھے تھے (دیودورس ۱۶، ۱۴)۔ ان تعلقات میں سنہ ۳۵۳ ق م میں، جب فیلقوس تھسالویوں کی مدد کے لئے آتا ہے، اضافہ ہو جاتا ہے (دیودورس ۱۶، ۳۵) (۳) تھیبز و ایتھنز۔ سنہ ۳۶۸ ق م میں بھی تھسلی کے معاملات میں ان دونوں میں باہمی مخالفت

باب ۱۷ الیریائیوں، تھریسیوں اور دوسری بربری اقوام سے بچایا اور یونانیوں کے علی الرغم اپنا اثر سمندر پر بھی قائم کرلیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُسے اپنی ہمسایہ اقوام کی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ پائی جاتی ہے (دیودورس ۱۵، ۷۱) اور یہ وہ زمانہ ہے جب ایتھنز خود دوسرا سکندر کا حلیف بنا ہوا ہے۔ اپامنونداس ایتھنز کو بڑھ کر دونوں پرنیچا دکھانا چاہتا ہے۔ جنگ مقدس میں ایتھنز اور تھبز ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں لیکن دونوں میں مڈبھیڑ نہیں ہوتی۔ ۳۵۳ق م میں دیموس تھنیس ایتھنزیوں کا ہمنوا ہوکر کہتا ہے کہ تھبز کی قوت کو بڑھنے سے روکا جانا مناسب ہے (تقریر متعلق میگالوپولس)۔ (۴) ایتھنز و مقدونیہ۔ ۳۵۷ق م میں امفی پولس کے متعلق دونوں میں جنگ شروع ہوتی ہے اور ۳۴۷ق م تک برابر جاری رہتی ہے۔ (۵) ایتھنز و ایران۔ جنگ حلفا کا ایک سبب موسولوس بھی ہے، جو شہنشاہ ایران کا وفادار باجگزار ہے اور جو رھوڈز اور خیوس میں بغاوت پھیلاتا ہے۔ موسولوس کی جانشین ارتے میزیہ کو بھی شہنشاہ ایران سے خاص عقیدت ہے، مقابلہ کرو تقریر متعلق آزادی رھوڈز۔ ایران کے خلاف بغاوت اور اُس سے مفاہمت دونوں موسم کی طرح باری باری سے نظر آتے ہیں۔ ۳۵۶ق م میں ایتھنزی باغی ارتاباز کی مدد کرتے ہیں (دیودورس ۱۶، ۲۲)۔ بلاشبہہ ۳۵۱ق م میں ایتھنز چاہتا ہے کہ شہنشاہ سے معاہدۂ دوستی کرے، لیکن وہ اُس کی مدد کے لئے فوج روانہ نہیں کرتا؛ اسپارٹا کا طرز عمل بھی بجنسہٖ یہی ہے (دیودورس ۱۶، ۴۴)۔ (۶) مقدونیہ و ایران۔ ان دونوں کے درمیان تنازعات پیدا ہونے میں ابھی دیر ہے۔ ۳۴۱ق م میں شہنشاہ اپنے صوبہ داروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ پرنتھوس کی "جہاں تک بھی ممکن ہو" مدد کریں۔ لیکن فیلقوس نے پہلے ہی سے تہیّہ کرلیا تھا کہ وہ ایران کے خلاف یاسون کے پیش نامے کے مطابق قدم اُٹھائے گا (مقابلہ کرو شیفر: ڈیموس تھنیس ۲، ۲۳۵)۔

مختصراً ہم ان چاروں مملکتوں کے باہمی تعلقات کا مفصلۂ ذیل اندازہ کرسکتے ہیں؛ تھبز کی شہرت چار دانگ یونان میں پھیلی ہوئی تھی، اُس کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، وہ آبادی کے لحاظ سے قوی لیکن واقعتاً کمزور تھا اس لئے کہ بیوتی اُسکی سطوت و قوت کے

باب ۱۷ | معاندانہ کارروائیوں سے ہمیشہ دوچار ہونا پڑتا تھا، اور یہ اُس کی عادت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مخالف تھے اور اندرون ملک میں بھی اُس کا کوئی ہمنوا نہیں تھا۔ ایتھنز ضرور قوی ہے لیکن وہ اپنے بیرون ملک تعلقات کی وجہ سے اپنی قوت کو حسب دلخواہ کام میں نہیں لا سکتا اور ساتھ ہی اُس کے پاس قابل سپہ سالاروں کی کمی ہے۔ مقدونیہ کا اثر صفر کے برابر ہے لیکن اُس کی فوج اور اُس کے بادشاہ دونوں کے دل بڑھے ہوئے ہیں۔ رہا ایران سو وہ ایک ایسے دیو کی مانند ہے جس پر حالت نزع طاری ہو یا یں اسباب تھبز، ایتھنز اور فیلقوس میں تو حوصلہ مندی نظر آتی ہے اور ایتھنز اور فیلقوس اور ایران میں وسائل کی فراوانی، لیکن صرف فیلقوس ہی ایسا ہے جس میں قابلیت موجود ہے۔ اب ہم ان تینوں کے مستقبل کے متعلق رائے قائم کریں گے۔ مقدونیہ کا مستقبل درخشاں تھا لیکن صرف اُس حالت میں اگر اُس کا فرماں روا قابل ہو؛ رہیں تینوں حوصلہ مند مملکتیں تو یونان کے اندرونی معاملات اور دُنیائے یونان سے تعلقات کے معاملے میں ایک دوسرے سے توازن قائم تھا، چنانچہ اگر ان میں سے دو متفق ہو جائیں تو تیسرے پر یقیناً اثر ڈال سکتی تھیں۔ یہی ہوا، تھبز نے ایک تو فیلقوس کے ساتھ مخالفہ کیا اور ساتھ ہی ایران کی طرف بھی جھکا، چنانچہ اُس کی حیثیت میں اہمیت پیدا ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایتھنز پہلے تو فیلقوس اور اپنے باہمی حلیفوں کے خلاف اور پھر میدان جنگ میں فیلقوس کے خلاف اور میدان تدبیر میں تھبز کے خلاف لڑا تو اُسے ۳۴۶ء ق م میں آخرکار جھک جانا پڑا۔ اس سال ایتھنز نے فیلقوس کو اپنے ساتھ ملانے اور تھبز سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بے سود رہی اور فیلقوس نے برابر تھبز کا ہی ساتھ دیا۔ پھر ۳۳۸ء ق م میں دیموس تھینیس نے بڑے بڑے ایثار اور قربانیاں کر کے از سر نو تھبز کو ملانا چاہا؛ اور آخرکار وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا چنانچہ ایتھنز اور تھبز کے درمیان فیلقوس کے خلاف مخالفہ ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود میدان فیلقوس ہی کے ہاتھ رہا۔ پہلے تو اُس نے امفک تیونیس اور تھبز کے ساتھ مل کر اپنا مقصد حاصل کیا تھا لیکن اس کے بعد وہ محض اپنے بل بوتے پر کھڑا ہو گیا لیکن ۳۵۶ء ق م کے بعد کے نوشتہ جات اسقدر کم میسر آئے ہیں کہ ہم ان تعلقات کی کارروائیوں کے اثرات کا پورے طور پر اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس ضمن میں

باب ۱۰

داخل ہوگیا تھا؛ لیکن جب وہ یونان کی طرف پلٹا تو اُن کے ساتھ تعلقات ہونے کے باعث اُسے حدودِ مقدونیہ سے باہر جانا پڑا، اور صرف یہی نہیں کہ وہ اُن کے دائمی مناقشات میں شریک ہوجائے بلکہ اُن کی تاریخ اور اُن کے خیالات سے واقفیت کے باعث اُس کے مقاصد قدیم شاہانِ مقدونیہ کے مقاصد سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگئے۔ مدت دراز سے یونانی تمدن کی تشکیل کا مدار یونانیوں اور ایرانیوں کی باہمی مخالفت پر ہوگیا تھا، لیکن اس صورت حال نے کچھ ایسا پلٹا کھایا تھا کہ اب عام طور پر یونانی ایرانیوں کی خدمت گزاری کو باعث فخر و مباہات سمجھنے لگے تھے۔ فیلقوس نے اُن قدیم مقاصد کو جو یونانیوں کی باہمی آویزشوں کے باعث نظر سے اوجھل ہوگئے تھے پیش نظر رکھا اور ایران کے ساتھ جنگ کو اُسی طرح سے اپنا مقصد بنالیا جیسے یاسون والیٔ فیراے نے بنایا تھا اور جسے بعض عالی دماغ یونانی نے اپنی منتشر قوم کے اتحاد و اتفاق کا واحد ذریعہ قرار دیتے تھے۔ لیکن ایران کے ساتھ جنگ آزمائی کرنے سے پیشتر یہ لازم تھا کہ یونانی اُسے اپنا سپہ سالار تسلیم کرلیں، اور یہی اُس کا فوری مطمح نظر ہوگیا کہ کسی نہ کسی طرح سے اُسے یونانیوں کی قیادت حاصل ہوجائے۔ لیکن اس قیادت کے یہ معنی ہوں گے کہ اُس کا اقتدار اپنے اپنے عروج کے زمانے میں ایتھنز، اسپارٹا یا تھبز کے اقتدار سے بڑھنے نہ پائے۔ چونکہ ان تینوں مملکتوں نے اپنی قیادت کو سلطنت کے قالب میں ڈھال دینے کی کوشش کی تھی اس لئے اب یونانیوں نے عام طور پر یہ ٹھان لیا کہ فیلقوس بھی اُن کا اتباع کرکے یونان کو اپنی سلطنت کے حدود میں شامل کرنا چاہتا ہے، چنانچہ اب انھوں نے اُس کے مقابلے کا تہیہ کرلیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بیلوخ کی "سیاسیات اٹیکا" Beloch : Attische Politik (لائبزگ ۱۸۸۴ء) میں بعض نہایت مفید اور قابل قدر خیالات ملیں گے۔

باب ۱

لیکن بالفعل فیلقوس کو تھریس کے معاملات کی ابتری کی وجہ سے اس طرف توجہ کرنی لازم تھی، اس لئے کہ یہ ناممکن تھا کہ فیلقوس تو ایشیا چلا جائے اور تھریس مقدونیہ کے جسم میں کانٹا سا چبھا رہے۔

سنہ ۳۵۲ ق م میں اُس نے پروپونتس تک بڑھ کر بیزنطہ سے مخالفہ کر لیا۔ اس سے کچھ عرصے پیشتر اولنتھوس اپنے اور مقدونیہ کے باہمی اتحاد کو بالائے طاق رکھ کر ایتھنز سے مل گیا تھا، چنانچہ اب فیلقوس نے اُس کی طرف رخ کیا تاکہ اُسے اور جزیرہ نمائے خالکدیس کو اپنی سلطنت میں ملحق کرے۔ یہی وہ موقع تھا جب دیموس تھنیس نے قطعی طور پر فیلقوس کی مخالفت اور یونانیوں میں اُس کے خلاف تبلیغ کرنی شروع کی تھی[۵۷] اپنی

---

۵۷ دیموس تھنیس کی "فیلقوسیاں"؛ شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۵۹ وغیرہ۔

ہم اس حاشیے میں ان کے علاوہ دیموس تھنیس کی زندگی کے دوسرے ایسے واقعات بیان کریں گے جو تاریخ تمدن کے لئے ضروری ہیں۔ سنہ ۳۵۲ ق م سے سنہ ۳۵۰ ق م تک دیموس تھنیس نے تقریر نویس کی حیثیت سے دو قابل لحاظ تقریریں لکھیں، جن میں سے ایک تو پازیون نامی صراف کے بیٹے اپولودوروس کے خلاف فورمیو کے لئے، اور دوسری فورمیو کے ایک گواہ استیفانوس کے خلاف اپولودوروس کے واسطے، اور اس دوسری تقریر میں پہلی تقریر کے بہت کچھ مواد کو باطل ثابت کیا! چونکہ اس حرکت سے دیموس تھنیس پر حرف آتا تھا اس لئے اُس کے بعض مداح (مثلاً شیفر) استیفانوس والی تقریر کو اُس کی طرف منسوب نہیں کرتے (بلاس Blass ۳، ۱، ۴۱۲)، لیکن خود بلاس کا بھی یہی خیال ہے کہ اس تقریر کا پہلا حصہ دیموس تھنیس ہی نے لکھا تھا۔ اگر واقعی دیموس تھنیس نے اس تقریر کا ایک حصہ (۱، ۸۳) محض اس تقریر کا ابطال کرنے کے لئے لکھا جو اُس نے اس سے پہلے فورمیو کے لئے تصنیف کی تھی (۲۰ و ۲۲) تو اس کے بعد یہ بات ہماری سمجھ میں نہایت آسانی سے آجاتی ہے کہ قدما کیوں دیموس تھنیس کے پیشے کا بار بار ذکر کرتے ہیں اور اُس سے اپنے تنفر کا اظہار کرتے ہیں۔ بچر Butcher ("دیموس تھنیس" ۱۳۶، ۱۳۷) اُس کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس فعل کو "بدنما" کہتا ہے اور اُس کی رائے ہے کہ اس سے دیموس تھنیس کے نام پر حرف آیا، لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس رائے کی کاٹ میں، یہ بھی کہتا ہے کہ اس موقع پر وہ کسی خاص فریق کا وکیل نہیں تھا بلکہ محض "ایک گمنام تقریر نویس تھا اور اپنی روزی اسی پیشے سے کماتا تھا" بلاشبہ اس قسم کی تحریروں کا معاوضہ کافی مل جاتا ہوگا۔ ہم جانتے ہیں کہ پہلے تو دیموس تھنیس نے فورمیو کے ذریعے سے اپولودوروس پر حملہ کیا، اس کے بعد اسی اپولودوروس کے لئے اسٹیفانوس کے خلاف تقریر لکھی، یہی اسٹیفانوس جو تقریر نمبر ا میں فورمیو کے گواہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ بلاس (۳، ۱، ۳۲۲) اس پر کہتا ہے کہ اُس نے یہ صرف اس لئے کیا کہ تھیوریکا کے صحیح مصرف کے لئے ایسی تحریک جس کے پیش کرنے سے الزام پارانوموں ("خلاف آئین") کے باعث خود دیموس تھنیس جھجھکتا تھا، اپولودوروس نے ازراہ کرم پیش کردی، اور اُس کی پاداش میں اُسے ایک تالنت جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ یہی سبب ہوا ہوگا کہ دیموس تھنیس نے اسٹیفانوس کی مخالفت میں اپولودوروس کا ساتھ دیا تھا۔ اگر بلاس کا یہ خیال درست ہے تو ہمیں دیموس تھنیس کی ہوشیاری میں تو مطلق کلام نہیں، لیکن اس قسم کی کارروائی سے اُس کی وقعت میں ہمارے نزدیک کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اپولودوروس کی تقریباً یہی حیثیت تھی جو آج کل کسی اخبار کے ایسے مدیر کی ہوتی ہے جو محض برائے نام "مدیر مسئول" ہو اور واقعی مدیر کی جگہ حکومت کی قید بھگت رہا ہو، ایسے لوگوں کی جیبیں ضرور بھرتی رہتی ہیں، لیکن کوئی شخص اُن کے ذلیل خانگی امور میں اُن کی تائید کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ وائل ("تقاریر دیموس تھنیس" Weil : Harangues de Demosth. صفحہ x) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کے طرز عمل میں ایک قسم کی دورنگی پائی جاتی تھی جس کی حالت میں بالکل اس قدر مدح سرائی کی گئی ہے"۔ لیکن اپنی اس رائے میں وائل نے اُن ذلیل حرکات کو ملحوظ نہیں رکھا جن کا ص ۸۳ میں ذکر ہے۔ ہمیں اسمیں بھی بہت کچھ شبہ ہے کہ اگر کسی اچھی تحریک کا

باب ۱۷ | جنگ ہو جائے تو اُس کا انتظام کس انداز سے ہونا چاہیئے اُس کے نزدیک

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہو' بجائے دیموس تھنیس جیسے شخص کے ایک "غریب صرّاف زادہ" (پلاس ۳، ۱، ۲۲) ہوا تو اُس سے اس تحریک کو خصوصیت کے ساتھ عام تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ ہم باب ۱۵ ، حاشیہ ۵ میں دیکھ چکے ہیں کہ اپولو دوروس کی تحریک اس درجہ لغو تھی کہ دیموس تھنیس جیسا ذمہ دار سیاست داں کبھی اُس کی تائید نہیں کرسکتا تھا۔ ۳۴۹ ق م میں دیموس تھنیس اور مدیاس میں لڑائی ہوتی ہے، اور وہ بھی ایک گھونسے کے معاملے پر جو مدیاس نے دیموس تھنیس کے مُنھ پر رسید کیا تھا۔ دیموس تھنیس نے سرکاری طور پر اُس کا مواخذہ کرنا چاہا، لیکن آخر کار اُسے واپس لے لیا اور تیس منا کے ہرجہ وصول کرنے پر قناعت کی۔ اُس کی تقریر جو اُس نے مدیاس کے خلاف کی بہت سے فصیح و بلیغ فقروں سے بھری پڑی ہے، اور اُس میں دیموس تھنیس بار بار کہتا ہے کہ اُس نے محض مفاد عامّہ کی غرض سے عدالت میں چارہ جوئی کی ہے، اور اُس کا اس میں مطلق کوئی ذاتی فائدہ نہیں اس لئے کہ جو جرمانہ مدیاس پر ہوگا وہ بہرحال سرکاری خزانے ہی میں داخل ہوگا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اُس کی جگہ مستغیث کوئی اور ہوتا تو وہ فریق ثانی سے رشوت لے لیتا اور نالش کو داخل دفتر کرا دیتا (۳، ۲۰، ۲۸، ۳۹، ۴۷، ۱۰۳)۔ ایتھنز میں قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص مواخذہ کرتا اور پھر اُسے واپس لے لیتا تو اُسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑتا، چنانچہ اُس کے واپس لینے میں دیموس تھنیس کو نہ صرف اخلاقی بلکہ مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑا ہوگا، لیکن دیموس تھنیس نے اس نقصان کی تلافی تیس منا سے یعنی تین ہزار درہم وصول کرکے کرلی۔ زمانۂ حال کے مورخوں نے اُس کے اس طرزِ عمل کی سیاسی توجیہ کرنی چاہی ہے۔ مدیاس کا جو مواخذہ ہوا اُس کی سزا موت یا جملہ مملوکات کی ضبطی تھی، اور اُس کی قانونی بنا دو آئین مملکت تھے جن کا اقتباس اس تقریر کی ابتدا میں دیا ہوا ہے (۸ و ۱۰)۔ دیموس تھنیس کو یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ ان قوانین کا اُس کے استغاثے سے کچھ زیادہ تعلق نہیں ہے اور اغلب امر مواخذے کا یہی نتیجہ

باب ۱۱

سب سے ضروری بات یہ تھی کہ تھریس میں ایک لشکر معین رہے جس کے دو ہزار سپاہیوں میں سے کم از کم پانچ سو سپاہی ایتھنزی شہری ہوں۔ دیموس تھنیس کی رائے بالکل درست تھی کہ ایتھنزی شہریوں کو فوج میں بھرتی ہونا چاہیئے، لیکن چونکہ خود ایتھنز ہی کے نواح میں بہت کچھ کرنا تھا اس لئے اُس کے ہم وطنوں نے اُس کی اس رائے پر عمل نہیں کیا۔ انھوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہوتا ہے کہ ملزم پر تھوڑا بہت جرمانہ ہو جائے، چنانچہ اُس نے یہی مناسب سمجھا کہ ملزم سے خود تیس مینائے وصول کر کے مقدمہ داخل دفتر کرا دے۔ اس تقریر پر غور کرنے سے ہمیں بہت سے عجیب و غریب پہلو نظر آتے ہیں دیموس تھنیس ایک طرف تو اپنی نفرت اور اپنے ذاتی مفاد کے فقدان کا اظہار کرتا ہے؛ پھر تیس مینائے لے لیتا ہے؛ پھر لطف یہ ہے کہ مقدمے کی پیشی سے پہلے ہی اُسے رقم مل جاتی ہے چنانچہ مقدمے کی کبھی سماعت نہیں ہوتی اور اس مشہور و معروف تقریر کرنے کا کبھی موقع نہیں آتا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ "تقریر" میں جن اعلیٰ و ارفع خیالات کا اظہار کیا گیا تھا دیموس تھنیس اُن کے خلاف عملی کارروائی بھی کرے اور پھر اپنی تقریر کو شائع کرنے کی ہمت بھی کرے؛ بظاہر اس تقریر کو صرف اس لئے شائع کیا گیا تاکہ اس سے دیموس تھنیس کے دشمن رام ہو جائیں۔ اُسکی صاف گوئی اس حد کو پہنچتی ہے کہ ۱۵۱ میں وہ کہتا ہے کہ اگر وہ مواخذے کو واپس لے لے تو مدیاس اُسے ایک رقم خطیر پیش کرے گا۔ دیموس تھنیس کو کل تین ہزار درہم ملے؛ ان میں سے دو ہزار تو وہ سمجھو جو کسی زمانے میں مدیاس نے تریارخی کے بہانے اُس سے لئے تھے، اور ایک ہزار وہ جو مواخذہ واپس لینے کی پاداش میں جرمانے کے طور پر ادا کئے جاتے؛ لیکن اس جرمانے کی واقعی ادائگی کا ہمیں مطلق علم نہیں۔

اُسکی "اولمپیائی تقاریر" کیلئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۱۱۸-۱۲۵؛ وائل؛ اُنگر: "دیموس تھنیس کی ابتدائی چار تقریروں کا تاریخی تسلسل" Unger : Zeitfolge der Vier ersten Dem. Reden ، میونخ اکاڈمی ۱۸۸۰ء؛ بوران: "سلونیت وغیرہ" Buran : Zur chronol, ، انجمن مطالعات وانا جلد ۷۔ فیلقوس کی مذمت" "اولمپیائی" ۲، ۱۵ وغیرہ۔

باب ۱۸ دیکھا کہ ایرتیریہ کے خودسر پلوٹارکوس اور فیلقوس کے باہمی تعلقات کشیدہ ہیں، چنانچہ ایتھنزیوں نے اپنا فرض سمجھا کہ اُس کے بے شمار دشمنوں کے خلاف اُس کی دست گیری کریں۔ سب سے پہلے تو فوکیون اپنی دیرینہ ہوشیاری اور بہادری سے کام لے کر اُس کا ممد و معاون بنا، لیکن اُس کی واپسی پر جب خود پلوٹارکوس اپنی کامیابی کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اُس نے اُن سب ایتھنزی سپاہیوں کو جو یوبیہ میں رہ گئے تھے گرفتار کر لیا اور آخر کار ایتھنز کو اُن کے فدیے کے طور پر پچاس تالنت ادا کرنے پڑے۔ تھریس میں بھی ۳۴۹ق م میں حالات نے نہایت مکروہ شکل اختیار کر لی۔ فیلقوس نے اولنتھوس سے اپنے سوتیلے بھائی کی (جو اُس شہر میں جا کر پناہ گزیں ہو گیا تھا) واپسی کا مطالبہ کیا، اور چونکہ اولنتھوس نے اُسے اپنی غلامی کا پیش خیمہ سمجھا اس لئے اُس نے ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلایا۔ چنانچہ ایتھنز نے اُس کی استدعا قبول کر لی۔ اس مرتبہ بھی دیموس تھنیس نے ایتھنزیوں کو سمجھایا کہ اگر وہ کامیابی چاہتے ہیں تو انھیں کس طرح لڑنا چاہئے۔ پہلی اولنتھوسی تقریر میں وہ کہتا ہے جو رقم فاضل بچے وہ تھیٹریکون پر خرچ کرنے کے بجائے جنگی تیاری پر صرف کرنی چاہیئے؛ دوسری تقریر میں وہ یہ کہہ کر ایتھنزیوں کا دل بڑھاتا ہے کہ فیلقوس کے اثر کی بنیاد نہایت کمزور ہے اور خود مقدونوی بھی اپنے بادشاہ سے خوش نہیں۔ فیلقوس کی اہمیت کو نظر انداز کرنے کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ مقرر کو اصلی صورت حال سے واقفیت نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے ہم ملکوں کو جوش دلانے کے لئے ایسے وسائل اختیار کر رہا تھا جو فی الفور تو کارگر ہو گئے لیکن جن سے آخر کار دیموس تھنیس کا مقصد ہرگز پورا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ دشمن کی قوت کے غلط اندازے سے ہمیشہ نقصان ہی پہنچا ہے۔ اس جنگ میں ایتھنز نے کچھ زیادہ کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے۔ اوّل تو دو ہزار اجیر سپاہی خاریس کی سرکردگی میں اولنتھوس بھیجے گئے، اس کے بعد خاریس کی جگہ خاریداموس

روانہ کیا گیا جسے ۳۴۹ ق م میں تھوڑی بہت کامیابی ہوئی لیکن فیلقوس نے بہت جلد اُن شہروں کو جو اولنتھوس کے ہمنوا تھے، یکے بعد دیگرے تسخیر کر لیا، اور باقی بلدیات کو بھی رشوت دے کر ملا لیا۔ اب اُس نے خاص اولنتھوس کو محصور کر دیا۔ اس شہر کی مدد کے لئے خاریس ایتھنز سے بعض شہری ہوپ لیتوں کو لے کر پہنچا، لیکن اس کمک کے پہنچنے سے پہلے ہی اولنتھوس کے سپہ سالاروں نے فیلقوس سے رشوت لے کر شہر کے دروازے کھول دئے تھے (۳۴۸ ق م) فیلقوس نے شہر میں داخل ہوتے ہی بعض شہریوں کو تو فروخت اور بعض کو دوسروں کے نام ہبہ کر دیا، اور حکم دیا کہ اولنتھوس کو مزید تیس یونانی بستیوں کے ساتھ برباد کر دیا جائے۔[۱]

اس زک سے ایتھنزیوں میں بڑی افراتفری پھیلی ۳۵۷ ق م میں جنگ یک بیک شروع کر دی گئی تھی لیکن اس میں ایتھنزیوں کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی اور نہ انھیں کسی قسم کے فائدے کی امید تھی، چنانچہ کچھ عرصے سے انھیں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فیلقوس سے صلح کرنا ہی مناسب ہے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے اُنھوں نے بعض خانگی ذرائع سے اُس کے ساتھ گفت و شنود شروع کر دی تھی لیکن جب اُنھوں نے دیکھا کہ اُس کی قوت و اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تو اُنھوں نے اُس کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں اور اس کوشش میں لگ گئے کہ کسی طرح اس کے مخالف فریق پیدا ہو جائیں۔ سب سے پہلے تو اُنھوں نے پیلوپونیزی ریاستوں کو ملانا چاہا، لیکن اس کوشش میں وہ ناکام رہے، لیکن تھریس میں کرسوبلیپتیس اُنکی ہمنوائی

[۱] خود دیموس تھنیس کی اُس تقریر سے جو اُس نے ارسطقراتیس کے خلاف دی (۱۰۷) یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولنتھوسی محض بے زبان جانوروں کی طرح فیلقوس کی حرص و آز کے شکار نہیں بنے بلکہ ابتدا میں انھی نے اسکے خلاف ہتھیار اُٹھائے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ بغیر کسی جائز حیلے کے اُسے چھوڑ کر اُس کے دشمنوں سے جا ملے، اور ساتھ ہی اُس کے بھائی کو جسے وہ اپنا دشمن تصور کرتا تھا اپنے شہر میں پناہ دی اور اسطرح دو مختلف معاملات میں اُس کی قطعی دشمنی مول لی۔

تیسری فیلقوسی تقریر (۲۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ تھریس میں تیس سے زیادہ بلدیات تباہ کر دئے گئے (شفر، "دیموس تھنیس" ۲، ۱۴، ۱۵) ان کا پتا لگانا دشوار ہے۔

باب ۱۷ کرنے کے لئے مل گیا جس کی وجہ سے شمال میں جو صورت حال تھی وہ ان کے نقطۂ نظر سے تھوڑی بہت روبراہ ہوگئی۔ اُدھر فوکس کے حالات مکروہ شکل اختیار کر رہے تھے جس کا ایتھنز پر اثر پڑنا ناگزیر تھا۔ یہاں اجیر سپاہیوں کی مدد سے فائے لوس برسراقتدار ہو گیا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر اوپنتی لوکرس پر حملہ کیا اور شہر نارکس پر جو ایاکس کا وطن ہونے کی وجہ سے مشہور تھا قبضہ بھی کر لیا۔ ۳۵۱ ق م میں فائے لوس کی موت کے بعد فالائے کوس ولد اونی مارخوس کے قبضے میں زمام حکومت آ گئی۔ اُس نے پہلے تھیبزیوں کے خلاف فوج کشی کر کے اُنھیں تھوڑی بہت زک دی جس سے متاثر ہو کر اُنھوں نے ایران سے مالی مدد کی درخواست کی اور وہاں سے انھیں تین سو تالنت اس شرط پر مل گئے کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا ایک رسالہ ایران کی مدد کے لئے مصر روانہ کریں گے۔ مدبّرین فوکس کے سامنے سوال یہ تھا کہ جس وقت بت خانے کا خزانہ خالی ہو جائیگا اُس وقت اجیر سپاہی دانت دکھا دیں گے چنانچہ بظاہر تھیبزیوں سے اس آویزش کا انجام خاطر خواہ ہونا نہایت دشوار تھا۔ اگر ایتھنز دست کش ہو گیا تو فوکس کو قیامت تک بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی تھی، اور وہاں کے مدبّروں نے یہ بھانپ لیا کہ ایتھنز تھیبز کو کمزور کرنے میں تو کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ایسی کارروائی بھی نہیں کرے گا جس سے تھیبز کا کام تمام ہو جائے۔ الغرض اس میں کسی کو اشتباہ نہ تھا کہ آخر کار فوکس کو شکست کا منھ دیکھنا پڑے گا۔ ان تمام امور کو مدّنظر رکھ کر فالائے کوس کو اپنے اور اپنے دوستوں کے ذاتی مفاد کی فکر لگ گئی، چنانچہ اُس نے اسپارٹا کے پیام کو جو اُس نے فوکس کی مدد کے لئے بھیجا تھا، ٹھکرا دیا اور جب ایتھنزیوں نے درۂ تھرموپلی کو قلعہ بند کرنا چاہا تو اُنھوں نے اسے اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ فالائے کوس اور فیلقوس میں سمجھوتا ہو گیا تھا کہ موخر الذکر جو تھرموپلی تک کے علاقے کا گویا مالک تھا، تھرموپلی پر بھی قبضہ کرے۔

باب ۱۷

خاص ارض یونان بھی خطرے سے خالی نہ تھی۔ اب ایتھنز کے لئے یہ سوچنے کا وقت آگیا تھا کہ وہ کونسی راہ اختیار کرے۔ فوکس کے علاوہ صرف وہی فیلقوس سے برسر پیکار تھا، اور اب اگر فیلقوس فوکس سے سمجھوتا کر کے درۂ تھرموپلی میں ہو کر جنوب کی طرف بڑھا اور ایتھنزی بیڑا ابری مدد کے بغیر اُس کا بال بیکا نہ کر سکا تو پھر خاص شہر ایتھنز اُس کی زد میں آجائیگا۔ ان سب امور کو ملحوظ رکھ کر ایتھنزی مدبروں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ فیلقوس سے کسی نہ کسی قسم کی مفاہمت ہی بہتر ہوگی۔ فریقین کے مابین صلح نامہ اس لئے اور بھی خارج از بحث نہ تھا کہ فیلقوس نے ہمیشہ اپنی آمادگی کا اظہار کیا تھا۔ الغرض ایتھنزیوں نے فیلقوس کے منظور نظر ارسطودیموس کو اس کے پاس گویا راستہ ہموار کرنے کی غرض سے روانہ کیا؛ اس کے بعد فروری ۳۴۶ ق م ایک سفارت مقدونیہ روانہ کی جس میں منجملہ دس اراکین کے خود محرک یعنی فلوکراتیس ناؤسکلیس، ائس خنیس اور دیموس تھنیس یہ سب شریک تھے۔ ایتھنزیوں کو معاملات طے کرنے کی اس درجہ تعجیل تھی کہ وہ راستے کی حفاظت کا انتظام کئے بغیر (جس کا اُن سے فیلقوس نے وعدہ کیا تھا) چل کھڑے ہوئے جس کی وجہ سے مقدونیہ اُن کے حقیقی جذبات سے واقف ہو گیا۔ اس سفارت کی روانگی کے بعد واقعات پردۂ خفا میں چھپ جاتے ہیں۔ اس وقت تک تو ائس خنیس اور دیموس تھنیس میں باہمی اتفاق و اتحاد تھا، لیکن خدا جانے کیوں صلح کی گفت و شنود کے دوران میں ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور وہ علی الاعلان ایک دوسرے کو دروغ گو اور کاذب کہنے لگے، جس کی وجہ سے ہم اس گفت و شنود کے بہت سے ایسے تفصیلات سے دوچار ہوتے ہیں جن کے حقیقی اسباب اس وقت تک معلوم نہ ہو سکے۔ ہم اس ضمن میں صرف اُن واقعات کا اظہار کریں گے جو قطعی طور پر قابل وثوق ہیں[۱]۔ فیلقوس نے ایتھنزیوں کو یہ جواب

---

[۱] عام طور پر مورخ صلح نامۂ فلوکراتیس کے واقعات پر اسلئے زیادہ بحث کرتے ہیں کہ اسپر دیموس تھنیس نے اپنی تقریر (Periparapresbeias de falsa legatione = نخیلے ایمان سفارت) اور ائس خنیس نے اپنے جواب میں بہت کچھ کہا ہے شیفر نے اس موضوع پر ۱۴۰ صفحات رنگے ہیں (۲، $\frac{۱۶۵}{۳۰۳}$) لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں؛ اور دیموس تھنیس

دیا کہ وہ خود اپنے سفیر روانہ کرے گا چنانچہ اُس نے دو سفیر انتی پاتر اور پارمے نیو باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی تقریر سوفسطائیت سے اس قدر بھری پڑی ہے کہ اُسے قابل اطمینان بنیاد مباحثہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہاں میں اس مقرر کے صرف چند فقروں ہی پر اکتفا کروں گا۔ (۶ ۷ کے مطابق فوکس کی قسمت کا فیصلہ "پانچ روز" میں ہو گیا! لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے ہی سے وہ یکہ وتنہا رہ گیا تھا اور اُسے گویا فروخت کردیا گیا تھا جس کی وجہ سے آخری پانچ روز میں کوئی دنیوی طاقت اُسے نہیں بچاسکتی تھی) (۱۴۷ وغیرہ میں مقرر کہتا ہے کہ چونکہ جنگ میں تھبزیوں کو فوکس والوں نے اکثر شکست دی تھی اس لئے ایتھنز کے شرائط ذرا بہتر ہونے چاہئے تھے!) (۱۶۰ کے مطابق ایتھنز مغلوب نہیں ہوا بلکہ خود فیلقوس کو نیچا دیکھنا پڑا ہے! اس سے قبل کی تاریخ کو دیموس تھنیس نے جو اپنے حسب حال قطع برید کی ہے وہ (۲۹۲ سے معلوم ہوگی جس میں وہ کہتا ہے کہ اس جنگ میں جس کا ذکر ہم نے باب ۵ میں کیا ہے، اولنتھوس نے اپنے ہی شرائط صلح فریق ثانی سے منوائے۔ اسی قسم کے ایک دوسرے سلسلے میں (مدیاس ۱۴۵) داٹل پکار اُٹھتا ہے کہ "دیکھو مقرر اور خطاب کیسے تاریخ لکھتے ہیں" اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر دیموس تھنیس مشہور و معروف واقعات کو اس طرح توڑ موڑ سکتا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ ایسے واقعات پر اُس نے دست برد نہ کی ہوگی جن کی حقیقت سے ہم اس قدر واقف نہیں ہیں۔ ائس خینیس کی "رشوت خواری" کے متعلق میں نے باب ۸ کے حواشی میں ذکر کیا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ ائس خینیس نے بھی مختلف اوقات میں اتنی ہی دروغ بافی کی ہوگی جتنی خود دیموس تھنیس نے، اور اسی لئے مختلف واقعات کی تفصیلات سے ہمیں کما حقہٗ آگاہی حاصل نہیں ہوسکتی؛ لیکن جن کیفیات سے ہم واقف ہیں اُن سے ہمیں ایتھنز کے سربرآوردہ مدبروں کی خصائص کا اچھی طرح سے اندازہ ہوجاتا ہے اور جہاں تک اُن کا تعلق تاریخ تمدن سے ہے وہاں تک ان خصائص پر یہاں بحث کی جائیگی۔ اس ضمن میں میں صرف شیفر کے اقتباسات دینے پر قناعت کروں گا اس لئے کہ وہ صحت اور تحقیق کا گویا ایک نمونہ ہیں۔ واضح ہو کہ میں نے روہرموزر Rohrmoser کی تنقید جس سے میں لفظ بلفظ متفق ہوں، اس وقت تک نہیں پڑھی جب تک میں نے خود اپنی رائے ظاہر نہیں کردی۔ ایتھنزی فیلقوس سے صلح کرنا چاہتے تھے، چنانچہ انھیں نے اس میدان میں پہلا قدم بڑھایا (شیفر "دیموس تھنیس" ۱۹۲/۲)

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے شاہ مقدونیہ کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور اُس میں اس قدر تعجیل کی کہ فیلقوس اُن کے لئے راستے بھی محفوظ نہ کر سکا (۱۹۹) اس سفارت میں فلوکراتیس کے علاوہ ائس خینس اور دیموس تھنیس بھی تھے اور موخرالذکر فلوکراتیس کا دوست ہونے کی وجہ سے شامل کیا گیا تھا۔ مدت کے بعد دیموس تھنیس نے فلوکراتیس سے کسی قسم کے تعلقات ہونے سے انکار کر دیا (Cor ۲۱ ف یہ بلکہ اُس پر غداری کا الزام لگایا چنانچہ مقدونیہ کے جانی دشمن ہی پریدیس نے اس پر مقدمہ چلایا؛ لیکن دیموس تھنیس کے بڑے سے بڑے دوستوں کو بھی (جس میں ویسٹرمان روزنبرگ (Westermann-Rosenberg) حاشیہ متعلق (Cor ۱) اور شیفر (دیموس تھنیس ۲، ۱۹۶) بھی ہیں) اس کے باور کرنے میں تامّل ہے۔ الغرض ہم مجبور ہوتے ہیں کہ ائس خینس کا ہی طرز عمل حق بجانب تصور کریں۔ اسکے بعد مقدونوی سفرا ایتھنز آتے ہیں اور ہم اس سے واقف ہیں کہ انکی شرائط تھیں کہ فوکس، ہالوس اور کرسوبلیپ تیس پر صلح نامے کی دفعات عائد نہ ہوں اور فریقین اُن مقامات پر قابض رہیں جن پر وہ قابض تھے (مقابلہ کرو صلح نامہ جو فیلقوس اور ایتولیہ کے مابین ۲۱۷ ق م میں کیا گیا۔ پولی بیوس (Polybius) ۵، ۱۰۳)۔ اس پر ایتھنزیوں نے کوشش کی کہ شرائط میں مفصلۂ ذیل ترمیمات کی جائیں؛ کہ ایک تو فوکس کو ایتھنز کا حلیف تسلیم کر لیا جائے دوسرے بجائے الفاظ "حالت موجودہ" کے "اپنے اپنے حقوق" درج کئے جائیں۔ اگر ہم اس دوسری شرط پر غور کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ اُس سے ایتھنز نے ایک ایسا مطالبہ کیا جس کی وجہ سے یا تو صلح نامہ ہی سرے سے بے معنی ہو جاتا ہے یا اُس کے محرک چاہتے تھے کہ کسی طرح سے گفت و شنود منقطع ہو جائے، اور ہمیں تعجب ہے کہ دیموس تھنیس کے مداح کیوں اس مطالبے کو نہ صرف قابل مباحثہ قرار دیتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو اسے فیلقوس کی منظوری کے قابل تصور کرتے ہیں۔ اُس کا مقصد صرف یہ تھا (شیفر ۱، ۲۲۰) کہ فریقین اُن علاقوں پر قابض رہیں گے جن کے وہ حقدار ہیں لیکن یہی وہ امر تھا جس کی بابت تنازعات اور لڑائیاں جاری تھیں؛ چنانچہ ایک ایسے معاہدے سے جس میں صرف یہ طے ہو کہ ہر فریق اُن علاقوں پر قابض رہیگا جنکا وہ حقدار ہو، جنگ کا اختتام ہونا ناممکن تھا۔ اسی مقصد کے لئے تو ہر ایک جنگ میں فریقین ایک دوسرے سے لڑتے ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ہر ایک کا کس کس علاقے پر حق ہے، اور لڑائی صرف ایک طرح سے ہی ختم ہو سکتی ہے یعنی یا تو مختلف علاقہ جات مابہ النزاع فریقین میں تقسیم کر دئے جائیں، ورنہ یہ لکھ دیا جائے کہ فریقین جن

باب ۱۷ کلیۃً ایتھنز پر ہی چھوڑ دیا۔ اور ایتھنزیوں نے دیموس تھنیس کی تحریک پر یہ طے کیا

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ علاقوں پر قابض ہیں انھیں پر قابض رہیں گے۔ اس صلحنامے میں الفاظ "حالت موجودہ" سے یہی موخر الذکر اصول مقصود تھا۔ اسکے برعکس اگر کوئی فقرہ اس قسم کا مندرج عہدنامہ کیا جاتا کہ "فریقین اُن علاقوں پر قابض رہیں جنکے وہ حقدار ہیں" تو یہ ایک انوکھی بات ہوتی جو کبھی کسی عہدنامے میں مندرج نہیں کی جاتی سوائے اس صورت حال کے کہ عہدنامے کے ساتھ ہی ساتھ ایک عدالت ثالثی بھی مقرر ہو جو مابہ النزاع امور کا قطعی تصفیہ کر دے لیکن ایتھنزی کسی ایسی ثالثی کے موافق نہ تھے (دیکھو باب ۱۸)۔ ایتھنزیوں نے اس قسم کے گول فقرے کے اندراج کی جو خواہش ظاہر کی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مقرروں نے اُن سے اُس کے اصلی معنی پوشیدہ رکھے اور صرف ایک ہی جذبے سے انھیں متاثر کیا یعنی یہ کہ فریقین میں مفاہمت کی بنیاد حق پر ہونی چاہیئے۔ ایتھنز کے باشندوں پر اس قسم کے اعلیٰ خیالات کا ہمیشہ اثر پڑتا تھا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کی یہ بات چلنے والی نہیں ہے تو اُنھوں نے فیلقوس کے شرائط کو قبول کر لیا اور نہ صرف "اپنے اپنے حقوق" کے الفاظ واپس لے لئے بلکہ فوکس کو بھی عہدنامے کے دائرے سے نکال دیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے حلف کے ذریعے سے اُس کی توثیق کر دی فیلقوس نے بھی توثیق کی لیکن اس سے پہلے ہی اُس نے بعض مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور چونکہ اُس کے خیال میں یہ مقامات الفاظ "حالت موجودہ" کے تحت آجاتے تھے اس لئے وہ برابر اُن پر قابض رہا۔ اس کے بعد وہ فوکس کی طرف بڑھا اور اُسے مغلوب کر لیا۔ اگر کوئی شخص ان سب واقعات پر غیر جانبدارانہ نظر ڈالے تو وہ یہ نتیجہ نکالیگا کہ تھریسی قلعوں پر قبضہ کر کے فیلقوس نے ممکن ہے کہ عہدنامے کی تاویل میں الفاظ "حالت موجودہ" کو اپنے موافق مروڑ لیا ہو اس لئے کہ ان الفاظ سے مراد اُس وقت کے حالات سے ہوگی جب ایک فریق نے عہدنامے کا حلف کیا ہو؛ لیکن چونکہ فیلقوس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ فوکس کو ایتھنز کا حلیف تصور نہیں کرتا اس لئے وہ فوکس پر فوج کشی کرنے میں حق بجانب تھا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دیموس تھنیس نے جس کے ساتھ اُس کے زمانۂ حال کے مداح بہت سی باتوں میں متفق ہیں، کیا حکم لگایا۔ اُس کے نزدیک فوکسی ایتھنز کے حلیف تھے اس لئے فیلقوس کو اُن پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے تھا؛ اس پر شیفر (۲، ۲۱۳، ۲۱۴) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کے نزدیک ایتھنز والے واقعی عہدنامہ اور محالفہ کرنے کے لئے تیار تھے لیکن اُسے سخت مایوسی ہوئی جس کی وجہ سے وہ فیلقوس کا جانی دشمن بن گیا۔ صفحہ ۵۰۵ پر بھی وہ انھی خیالات کا اظہار کرتا ہے لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ فیلقوس نے صریحاً یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ فوکس پر چڑھائی کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے اور ایتھنزیوں کو اچھی طرح سے اس کا علم تھا کہ اُس کا ارادہ

باب ۱۲ کہ جو شرائط مقدونوی سفرا نے پیش کئے ہیں اُن پر فوراً بحث ہو۔ بہرحال مجلس اعلیٰ نے اُن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ فوج کشی کر لیتا ہے" چنانچہ جب دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس نے فوکس پر جو حملہ کیا وہ "معاہدے کے خلاف تھا" تو ویسٹرمان روز نبرگ بھی یہ کہنا اُنھا ہے کہ دیموس تھنیس کی یہ رائے "ایمانداری پر مبنی نہیں"۔ فیلقوس کا فوکسیوں کو اپنا دشمن قرار دینا بالکل درست تھا، اور اتھنزی اس سے زیادہ کیا امید کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں جب دیموس تھنیس نے یہ مطالبہ کیا کہ باوجودیکہ فیلقوس نے فوکس کی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا تاہم اُسے وہاں والوں کی حمایت کرنی چاہیئے تھی تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ شاہ مقدونیہ اپنے حلیفوں یعنی امنک تیونیس کا ساتھ چھوڑ دے، اور بیوفائی کی مثال کسی حالت میں قابل معافی نہ ہوتی۔ جب مقدونیہ کا شمار ممالک یونان میں فوکس کی مخالفت ہی سے ہوا، تو اب کیا یہ ممکن تھا کہ اتھنز کے لئے فیلقوس اپنے ہاتھ جلائے اور ایک فریق کو چھوڑ کر دوسرے فریق سے جا ملے؟ اُئس خنیس ۲/۱۳۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتھنزی فیلقوس سے اس قسم کی امید رکھتے تھے؛ مقابلہ کرو شیفر، دیموس تھنیس ۲/۲۷۰۔ دیموس تھنیس کے خیال کے بموجب (شیفر ۲/۲۷۱) اُئس خنیس نے اتھنزیوں کو یہ کہکر دھوکا دیا کہ فیلقوس اپنے رائے بدلنے والا ہے، درانحالیکہ اُس کا خیال کبھی فوکس کی پشت پناہی کرنے کا نہیں ہوا۔ لیکن اُئس خنیس کی تقریر موسومہ "بے ایمان سفارت" سے ہم پر جو اثر ہوتا ہے وہ اُس سے بالکل مختلف ہے وہ یہ کہ اگر تھبزیوں کا پروکسے نوس (قائم مقام) یعنی دیموس تھنیس روڑے نہ اٹکاتا تو ممکن ہے کہ اتھنزی فیلقوس کو فوکسیوں کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ کر سکتے (۲/۱۴۳)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر تو دیموس تھنیس فوکس کا حامی و مددگار تھا لیکن در اصل وہ اُن کا درپردہ دشمن تھا۔ ہم دیکھیں گے کہ ۳۴۳ قم میں اُس نے لوکریوں اور تھبزیوں کی موافقت کی تھی اور یہ دونوں فوکس کے دشمن تھے۔ علاوہ ازیں ۳۴۳ قم میں وہ صاف کہتا ہے (Cor ۱۸) کہ فوکس والے برسرِ ناحق تھے گو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ۳۴۶ ق م میں بھی اُس کی رائے یہی تھی۔ کم از کم اس میں مطلق شبہہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہر طرف سازش کا بازار گرم تھا اور ایک دوسرے کے خلاف غداری کی تہمت لگانے کا بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا چنانچہ یہی انتاج Just ۸، ۴۴ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خواہ فیلقوس کو تھبزیوں کی مخالفت پر آمادہ کیا جا سکتا ہو یا نہیں کم از کم یہ ضرور ہے کہ فوکس کی مخالفت پر اُسے اتھنزی برا بھلا نہیں کہہ سکتے تھے اور کم از کم اس قسم کا الزام لگانا دیموس تھنیس کے شایان شان نہیں تھا۔ وہ اپنی تقریر "بے ایمان سفارت" ۲۳، ۴۴، ۴۵ میں کہتا ہے کہ اُس نے اُئس خنیس کی دروغ بافی کا اندازہ کر لیا تھا اور وہ خود اتھنزیوں کو ہوشیار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کسی نے اُس کا قول سننا گوارا نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک یہ سب غلط بیانی ہے

باب ۱۷ | شرائط کو منظور کرلیا، اور جب فلوکراتیس کی تحریک پر یہ صلح نامہ جمعیت عوام کے سامنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس لئے کہ عمومیت کے زمانے میں ایتھنز ہر ایک کو تقریر کرنے کی اجازت دیتے تھے اور دیموس تھنیس جو اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر کرتا ہے (پلوٹارک: دیموس تھنیس "۱۴") وہ تو ہمیشہ جو چاہتا بول اٹھتا اور لوگ اُس کی تقریر سننے پر آمادہ ہو جاتے۔ ایسے شخص کو یا تو ہر وقت اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیئے تھا ورنہ مناسب تھا کہ ہمیشہ اپنی زبان بند رکھے۔

اب ہم تھریسی قلعوں کی کیفیت پر غور کریں گے۔ پہلا مسئلہ جو غور طلب ہے یہ ہے کہ حسب حال چھوڑنے کے مسئلے کا انطباق پہلے حلف نامے کے شرائط پر ہوتا تھا یا دوسرے کے؟ ممکن ہے کہ اس کا جواب صریح طور پر نہ دیا جا سکتا ہو، لیکن کم از کم دیموس تھنیس کے نزدیک تو اس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں تھی اس لئے کہ اُس نے یہ طے کر لیا تھا کہ اس سے مراد فیلقوس کے حلف سے لی جائیگی، گو بعد میں وہ اپنے اس قول سے پھر گیا تھا۔ پہلے تو اُس نے یہ اصول پیش کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو فیلقوس سے حلف لیا جائے (بے ایمان سفارت "۱۶۴") اور اس میں وہ بالکل حق بجانب تھا، اور دوسرے اُس نے (فیلقوسی، ۳، ۱۵) یہ جھوٹ بولا کہ فیلقوس نے قلعوں پر قبضہ کرتے وقت یہ حلف لیا تھا، وہ اس لئے کہ اس کی دانست میں ایتھنز صرف اسی حالت میں قلعوں پر دعویٰ کر سکتا تھا اگر فیلقوس نے پہلے قبضہ کر لیا ہو اور پھر حلف لیا ہو۔ یہاں میں ایک امر کا مزید اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ روہرموزر Rohrmoser (ص ۷۹۹) میں اس امر کا اعادہ کیا گیا ہے کہ ایتھنزیوں کا ان قلعوں پر جو قبضہ تھا وہ مالکانہ نہ تھا بلکہ حلفائے کرسوبلیپتیس کی حیثیت سے تھا جس کے ساتھ فیلقوس اُس وقت برسرپیکار رہتا، چنانچہ ایتھنز ان قلعوں پر بطور خود کسی قسم کا دعویدار نہیں بن سکتا تھا۔ بدیں اسباب قانونی مسئلہ تو مطلق مابہ النزاع نہیں تھا، اور یہ بات ہمارے لئے نہایت تعجب آفریں ہے کہ دیموس تھنیس اور اُس کے زمانۂ حال کے مؤیدوں نے کیسے اصل واقعات پر پردہ ڈال دیا ہے۔ وہ کہتا ہے (بے ایمان سفارت "$\frac{150}{154}$") اگر ایتھنزیوں کے حلف لینے کے بعد سفرا تھریس کے اُن مقامات کو جن پر فیلقوس نے قبضہ کر لیا ہے واپس لینے میں کامیاب نہ ہوئے تو اس سے فیلقوس کی بے ایمانی عیاں تھی؛ ایسی حالت میں سفیروں کو چاہیئے تھا کہ وہ فوراً ایتھنز کو اس کی اطلاع دیتے تاکہ وہ فوکسیوں کی جنھیں فیلقوس کی طرف سے خطرہ تھا، حفاظت کی تیاریاں کر سکیں۔ دیموس تھنیس کا بیان ہے کہ وہ تو اس قسم کی اطلاع بھیجنا

باب ۱۷ پیش ہوا تو اُس نے یہ قرار دیا کہ ایتھنز اور اُس کے حلفا میں ایک طرف اور فیلقوس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ چاہتا تھا، لیکن فیلقوس نے اُسے اُس کی اجازت نہیں دی۔ یہاں یہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فیلقوس کے اس فعل سے، جس کا اُسے ہر حال میں حق تھا، کس طرح اس کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے؟ فوکسی تو مدت سے مشکلات میں پڑے تھے لیکن اُس وقت اُن کا کسی نے خیال نہیں کیا، اور اب ایتھنز اُن کا دم بھرنے کیلئے حاضر ہوتا ہے! پھر اس موقع پر وہ فوکس کو کیسے بچا سکتے تھے۔ اس قسم کے بیانات کسی عمومی جمعیت کے شایان شان ہوں وہاں خارجی معاملات کے متعلق کچھ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن تاریخ میں اُنکا اعادہ بیکار معلوم ہوتا ہے ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے فیلقوس پر صلحنامہ فلوکراتیس کی خلاف ورزی کی بابت جو الزام لگایا وہ محض بے بنیاد تھا، اور وہ خود اسکی لغویت سے اچھی طرح سے واقف تھا! سوال یہ ہے کہ اُسے ایتھنزیوں کو اسطرح دھوکا دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اسکے متعلق وائڈنر اور بیلوخ نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے (Weidner: Aesch. Ctesias) صفحہ ۴۴۳؛ 'Beloch: Att. Pol.' صفحہ ۱۷۶)

بیلوخ کی تو یہ رائے ہے کہ دیموس تھنیس محض ایک التوائے جنگ کا خواہاں تھا اور اُس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ فیلقوس پر عہد شکنی کا الزام لگا سکے؛ وائڈنر کہتا ہے کہ "دیموس تھنیس اپنے مد مقابل سے بازی لے جانا چاہتا تھا، لیکن اس کے برعکس بازی اس کے مد مقابل کے ہاتھ آگئی"۔ اگر ہم کسی صحیح نتیجے پر پہنچنا چاہیں تو ہمیں ہر امر پر نہایت تفصیل سے غور کرنا پڑیگا۔ لیکن دیکھو باب ۱۶، یادداشت ۵۔

جس قسم کی گفتگو سے دیموس تھنیس حاضرین کو باتوں میں لانا چاہتا تھا وہ منجملہ دوسرے مقامات کے .Cor ۱۹ میں نظر آتی ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ تھبزی ایتھنز کے سامنے دست استمداد پھیلانے کے لئے مجبور ہو چکے تھے، اور اُس کی کاٹ کرنے کے لئے فیلقوس نے ایتھنزیوں سے امن اور تھبزیوں سے "امداد" کا وعدہ کر لیا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ تھبز اور فیلقوس میں زمانے سے مخالفت تھا، اور عین اس وقت تھبز کو ایتھنز سے مدد مانگنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ وہ افسانے اور کہانیاں تھیں جو دیموس تھنیس نے سنہ ۳۳۰ ق م میں سنہ ۳۴۶ ق م کے واقعات کی نسبت ایتھنزیوں کے سامنے کہیں۔

باب ۱۸

میں دوسری جانب آئندہ امن وامان اور دونوں میں دفاعی محالفہ ہوگا لیکن فوکس اور ہالوس (واقع تھسلی) کو فیلقوس نے ایتھنز کی حلیف شمار کرنے سے انکار کردیا۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ جو متنازعہ فیہ تھا وہ یہی تھا کہ فوکس کی کیا حیثیت ہے، اور ہالوس کی بندرگاہ جس کی اہمیت میں کس کو شبہہ ہوسکتا تھا کس کے قبضے میں جائیگی۔ بہرحال فیلقوس کا ایما یہ تھا کہ یہ دونوں مقامات ایتھنز کے دائرۂ اقتدار سے نکل جائیں چنانچہ ایتھنز کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ دیگر مقبوضات کی بابت قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے مقبوضہ مقامات پر حسب سابق قابض رہیں گے۔ ان شرائط کو منظور کرکے ایتھنز گویا امفی پولس سے، جہاں کے باشندوں نے کبھی ایتھنز کی سیادت قبول نہیں کی تھی، دست بردار ہوگیا۔ جمعیت ایتھنز میں بہت سے مقررین نے بجائے فی نفسہٖ صلح کے مسئلے کے ان دونوں امور یعنی فوکس کی علیحدگی اور فیلقوس کے ساتھ محالفے کے مسائل پر اظہار ملامت کیا، اور خود دیموس تھنیس نے بھی یہی رویۃ اختیار کرلیا۔ دوسرے دن یعنی ۱۶ اپریل ۳۴۶ ق م کو ائس خنیس اور یوبولوس کی تحریک پر فیلقوس کے شرائط امن وعن منظور کرلئے گئے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط لگادی گئی کہ صلح نامے میں فوکس اور ہالوس کا مطلق ذکر نہ ہو بلکہ مقدونوی سفرا کا یہ اعلان کہ ان کا بادشاہ جب چاہے ان دونوں مقامات پر فوج کشی کرسکتا ہے، کافی سمجھا جائے۔ آخرالامر ایتھنز نے حلف کے ذریعے سے اس اعلان کی توثیق کردی جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے طے یہ ہوا تھا کہ فریقین اپنے اپنے مقبوضات پر حسب سابق قبضہ رکھیں۔ فیلقوس بلا شبہہ خرسونیز کو مقبوضۂ ایتھنز تصور کرتا تھا، لیکن یہاں بعض مقامات ایسے تھے جو ابتداءً کرسوبلیپ تیس کے قبضے میں تھے لیکن خاریس نے ان میں اپنا لشکر چھوڑ دیا تھا۔ فیلقوس نے سوچا کہ صلح نامے کی توثیق کے بعد وہ ایسے قلعوں پر قبضہ نہیں کرسکیگا چنانچہ اُس نے فوراً اُن کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ چونکہ ایسی صورت حال میں ایتھنز کے لئے یہ ضروری تھا کہ فیلقوس صلح نامے کا حلف جلد از جلد لے لے، اسی لئے ایتھنز نے ایک سفارت اس مقصد کے لئے روانہ کی کہ جہاں کہیں بھی فیلقوس ہو وہیں اُس کی توثیق کرالی جائے۔ اس سفارت میں دیموس تھنیس اور ائس خنیس دونوں شریک تھے اور اوّل الذکر نے یہ تحریک کی کہ فیلقوس غالباً تھریس میں ہوگا، وہیں اس سے جاکر

ملنا چاہئے، لیکن دوسرے سفیر اس خیال کا سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ بجائے باب ۱۷
تھریس کے سفیر سیدھے مقدونیہ گئے اور اُس کے پائے تخت پیلا میں اُس کا انتظار کرنے لگے، جس کے باعث بادشاہ کو موقع مل گیا کہ نہایت اطمینان سے تھریس میں جو جی چاہے کرے اور اپنی مطلب براری کے بعد مقدونیہ آجائے۔ پیلا پہنچ کر فیلقوس نے عہد نامے کی توثیق کی اور اسی طرح تھسالولیوں نے فیرائے میں اُس پر دستخط ثبت کردئے جس کے بعد ایتھنزی سفیر اپنے گھر واپس آگئے۔ اُس کے آنے پر ابتدا میں تو ایتھنزیوں نے خوب بغلیں بجائیں اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اب جنگ ختم ہوگئی ہے۔ اُن کا قیاس یہ تھا کہ اب فیلقوس فوکس کے بجائے تھبزیوں کے خلاف جائیگا، لیکن اُن کی یہ امید نہ بر آئی، اور دیموس تھنیس کا بیان ہے کہ اس خام خیالی کا باعث ائیس خنیس تھا جس نے اُنھیں طرح طرح کے سبز باغ دکھائے تھے۔ لطف یہ ہے کہ ایتھنزیوں کی رائے اب یہ ہوگئی کہ فوکسیوں کو حرم دلفی امفک تیونس کے سپرد کردینا چاہئے، اور ظاہر ہے کہ اس کے معنی صرف ایک ہی ہو سکتے تھے، یعنی یہ کہ اب ایتھنز تھبز کی موافقت اور فوکس کی مخالفت پر تلا ہوا تھا۔ زمانۂ مابعد میں یہ کہا گیا کہ دیموس تھنیس فوکس کے موافق تھا؛ اگر ایسا تھا تو اُسے اس خیال کا ابطال کرنا چاہئے تھا، لیکن اس کے بجائے اُس نے خاموشی اختیار کی۔ "بے ایمان سفارت" والی تقریر میں وہ کہتا ہے کہ میں تقریر کرنی چاہتا تھا، لیکن کوئی بھی اُسے سننے کے لئے تیار نہ تھا؛ لیکن اس قول کا ہمارے پاس مطلق کوئی مزید ثبوت نہیں ہے، بلکہ ہم اس اُصول سے واقف ہیں کہ عام طور پر عموم ایتھنز اپنے صلاح کاروں کی تقریر سننے سے انکار نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ عین موقع پر دیموس تھنیس خاموش رہا ہوگا، چنانچہ ایتھنزیوں کے لئے یہ شکل پیش آئی کہ سرکاری طور پر تو انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ فوکس کو امفک تیونیس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہئے، لیکن درپردہ انھیں یہ امید بھی تھی کہ فیلقوس تھبزیوں کے خلاف فوج کشی کر کے اُن کا خاتمہ کردے گا۔

اس کے خلاف ردِّ عمل فوراً شروع ہوجاتا ہے۔ جب فیلقوس تھسلی ہی میں تھا تو اُس نے ایتھنزیوں کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اپنی فوج بھیج کر اُس کے ساتھ تعاون کریں اور امفک تیونی معاملات کے سلجھانے میں مدد دیں۔ لیکن انھیں

باب ۱۷ ایک مقرر نے یہ سمجھایا کہ اُن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ وہ اُس فوج کو جو اُس کی کمک کے لئے شمال کی طرف بھیجی جائے بطور یرغمال کے رکھ لے، چنانچہ اس خیال کو اپنے دل میں جاگزیں کر کے اُنھوں نے شاہ مقدونیہ کے طلب نامے پر لبیک نہیں کہا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ایتھنزیوں کو فیلقوس کے فوکس کو کمک دینے کے خیال سے مایوسی ہوگئی ہوگی۔ فیلقوس کا ارادہ ایتھنز کے دشمنوں سے مل جانے کا ہو یا نہ ہو، اس میں تو مطلق شک نہیں ہو سکتا کہ بے اعتباری کے اس اعلان کے بعد اُسے اپنے قدیم دوستوں سے بگاڑنے اور ایتھنز کی ہمنوائی کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ الغرض اُس نے جنگ مقدس کو محض اپنے بل بوتے پر ختم کر کے فالائےکوس کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ یا اور بکسیوں کی یہ شرط قبول کر لی کہ فالائےکوس اور آٹھ ہزار اجیر سپاہی بحفاظت تمام نکل جائیں گے۔ فیلقوس درۂ تھرموپلی میں ہو کر گزرا اور مجلس انجمن ہمسایگاں سے فوکس کا معاملہ فوراً طے کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ آیندہ سے فوکس کے باشندے مختلف دیہاتوں میں رہیں گے اور بیت خانے کے اُس مال و اسباب کا معاوضہ جو اُنھوں نے خورد بُرد کر دیا تھا، پچاس تالنت سالانہ کے حساب سے واپس دیا کریں گے؛ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ فیلقوس کے حکم سے شہر آبائے کے علاوہ باقی فوکسی شہر برباد کر دئے گئے۔ ساتھ ہی فوکس کی جگہ شاہ فیلقوس انجمن ہمسایگاں کی مجلس کا رکن مقرر ہوا۔ علاوہ ازیں اور خومینوس، کورونیہ اور فوکس کے بعض اجزا تھیبز کے قبضے میں آ گئے اور اول الذکر دو بلدیات کے باشندوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال دیا گیا۔ اس رویّے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فالائےکوس اور اُس کے ساتھی سب سے سستے چھوٹے، اور گو دشمنوں کے نزدیک اُن سے ایک عظیم الشان گناہ سرزد ہوا تھا، لیکن اُن کی آزادی حسب سابق قائم رہی؛ درانحالیکہ اور خومینوس اور کورونیہ والوں کے ساتھ، جن کا واحد گناہ یہ تھا کہ وہ اپنی آزادی کے لئے جان لڑا رہے تھے نہایت ہی برا سلوک کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی معاملات میں تو بست و کشاد کی گنجائش تھی لیکن سیاسیات میں بہت کچھ سختی برتی جاتی تھی، اور اس موقع پر مذہب کو سیاسی کارروائی کے لئے محض

باب ۱۷ ایک سپر بنا لیا گیا تھا[۱]۔ گو فیلقوس نے اپنے حقوق سے تجاوز نہیں کیا تاہم جنگ مقدس کے اس انجام سے ایتھنزیوں میں بڑا جوش پھیلا اور ہر شخص فیلقوس کے ساتھ نفرت کا اظہار کرنے لگا۔ ایتھنزیوں کی سب سے بڑی شکایت یہ تھی کہ جہاں ایتھنز کو کچھ نہ ملا وہاں تھبز کو بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ اُس عظیم الشان میلے میں جو صلح منانے کے لئے دیلفی میں منعقد ہوا، ایتھنزی قائم مقام بھی تھے، لیکن جب ستمبر ۳۴۶ ق م میں فیثوی کھیلوں کا زمانہ آیا اور اُن کی صدارت فیلقوس نے کی تو اُس وقت خلاف امید ایتھنز نے اُس کی شرکت سے انکار کر دیا، اور اس مرتبہ بھی ایتھنزیوں نے اسی طرح اپنے کھسیانے پن اور بے اعتباری کا ثبوت دیا جیسے فیلقوس کے پاس کمک بھیجنے کے وقت کیا تھا۔ بادشاہ نے تو اس کی پروا نہیں کی، لیکن یونانی کہیں اُس سے زیادہ حساس تھے چنانچہ جب انجمن ہمسائگان نے یہ رنگ دیکھا تو اُس نے ایتھنز سے صاف الفاظ میں یہ دریافت کیا کہ آیا اُسکی جدید تنظیم اُسے منظور ہے یا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزی اس استفسار کا خاطر خواہ جواب دینے کے لئے تیار نہیں تھے، لیکن دیموس تھنیس نے یہی رائے دی کہ جواب دیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ امفک تیونیس ایتھنز کے مخالف ہو جائیں، اور اگر اس

---

[۱] فیلقوس نے فوکسیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس کی بابت دیموس تھنیس کی رائے ("بے ایمان سفارت" peri parapr. ۶۴ ص) پر شیفر (" دیموس تھنیس " ۲، ۱۸۹) صادر کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے ایسے سخت جھگڑے کے بعد کبھی ایسا اچھا سلوک نہیں ہوا تھا، اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ نہ کسی کو سزائے موت دی گئی اور نہ لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کیا گیا اکثر فوکسی زراعت پیشہ تھے چنانچہ انھیں بجائے شہروں کے دیہات میں آباد کرنے سے ان کا اتنا معاشی نقصان نہیں ہوا ہو گا جتنا اُن زراعت پیشہ آرکیڈیوں کا جنھیں میگالوپولس رہنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مقابلہ کرو خود ایتھنز کے برتاؤ کا جو اُس نے میلوس، سکیونے (طوسی دیدیس ۵، ۳۲) ہستی ئیہ اور سستوس (ڈیودوروس ۱۶، ۳۴) کے ساتھ اور تھبز نے پلاٹیہ اور خوئیتوس (ڈیودوروس ۱۵، ۷۹) کے ساتھ اور اسپارٹیوں نے ہرقلیہ (ڈیودوروس ۱۴، ۸۲) کے ساتھ روا رکھا۔ شیفر (" دیموس تھنیس " ۲، ۲۸۷) خود فیلقوس کی رواداری کی تعریف کرتا ہے۔

باب ۱۲

موقع پر ایک نئی جنگ مقدس چھڑ گئی تو پھر ہر حکومت ایتھنز کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے گی۔ مورخوں کا عام خیال یہ ہے کہ دیموس تھنیس کی کار فرمائی کی وجہ سے ایتھنز نے اس استفسار کا کچھ ایسا جواب بھیجا جس سے انجمن ہمسایگاں کو بھی اطمینان ہو گیا اور ایتھنز کی عزت بھی بچ گئی۔ بہرحال یہاں جنگ مقدس ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح گویا ناٹک کا دوسرا پردہ گر گیا اور فوکس کو تھبز کی حوصلہ مندی اور ایتھنز کی تلون کی قرباں گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا؛ دوسرے فیلقوس انجمن ہمسایگاں کا رکن بن گیا جس کی وجہ سے معاملات یونان میں اُسے ایک خاص حیثیت حاصل ہو گئی۔ ایتھنز میں یوبولوس کی سیاسی زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور اُس کی جگہ دیموس تھنیس نے لے لی۔ بلاشبہ دیموس تھنیس اپنے کسی مخصوص طرز کار کو کوئی عملی جامہ نہیں پہنا سکا تھا بلکہ اس کے برعکس اُس نے مختلف معاملات پر جو حکم لگایا وہ یوبولوس کے خیالات کے موافق ہی تھا لیکن اس وقت تک ایتھنزی مدبّروں خصوصاً یوبولوس کی جو حکمت عملی رہی تھی وہ ایسی تھی کہ اُسے کبھی کامیابی نہیں ہوئی تھی اور اُس کے محرکوں کے نزدیک اُس کی ناکامی ایک "معززنہ ناکامی" تھی؛ یہ طرز عمل ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہیں تھا چنانچہ جو شخص یوبولوس کے طرز عمل میں ہمیشہ نقص نکالتا رہتا تھا اُس کے اثر میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہی ایتھنزیوں کا واحد منظور نظر ہو گیا۔ ایتھنزی یہ سمجھنے لگے کہ دیموس تھنیس کے دل میں اُن کے وطن مالوف کی عظمت کا خیال کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، وہی ایک ایسا شخص ہے جو اپنی فصاحت و بلاغت سے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے، اور جو اپنی خطابت کی وجہ سے اپنا اثر جما لیتا ہے۔ پھر دیموس تھنیس کوئی پیشہ ور سپاہی بھی نہ تھا جو لوگ اُس کی خودسری کے خیال سے خوف زدہ ہو جاتے۔ لیکن انھیں امور کے باعث اُس کے اثر کا تاریک پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ سیاسی صورت حال اب کچھ اس قسم کی تھی: کہ دیموس تھنیس مقدونیہ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے؛ مقدونیہ کے قول و فعل دونوں میں ایک قسم کی توحیدی کیفیت نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس

ایتھنز میں جو تدابیر کئے جاتے ہیں وہ بلا شبہہ نہایت عمدہ اور نفیس ہیں جنگ کے اثنا میں انھیں عملی جامہ پہنانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ فیلقوس کی سیاسی حیثیت میں مطلق تبدیلی نہیں ہوئی تھی پھر بھی ایتھنز کو اس سے کیا فائدہ تھا کہ دیموس تھنیس ایک بڑے مقرر اور خطیب کے تخیل کے قریب آجائے۔ ایتھنز کے لئے اس سے زیادہ کیا بد قسمتی ہو سکتی تھی کہ اُس کا رہبر یہ نہ دیکھ سکے کہ مدبر کو صرف اُسی وقت قوم میں جنگ کے لئے جوش پیدا کرنا چاہئے جب اُس کے افراد نہ صرف بہادر اور جنگ کے لئے تیار ہوں بلکہ اُس کے سپہ سالار بھی قابل اور عالی دماغ ہوں اور ایسے ہوں کہ اُن پر جنگ کے اثنا میں پورا پورا بھروسا کیا جا سکے؛ اور ساتھ ہی ساتھ اُسے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ غنیم کی قوت کا صحیح اندازہ کرنا کامیابی کا ایک بہت بڑا راز ہے۔

لیکن تھبز کی مخصوص حیثیت کی وجہ سے مقدونیہ سے جنگ چھڑ جانا اور اُس میں ایتھنز کا بھی شریک ہو جانا غیر ممکن نہ تھا۔ تھبز نے جنگ مقدس کی ابتدا محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کی تھی اور آخر کار بظاہر اُسے اُس کے مقاصد حاصل ہو گئے تھے۔ لیکن انجمن ہمسایگاں میں اُس کا جو رتبہ اور حیثیت تھی اُسے بہت بڑی ٹھیس لگی تھی اور اُس کی قوت واقتدار میں بہت کچھ کمی واقع ہو گئی تھی۔ اس سے قبل اسپارٹا اور ایتھنز کے اخراج کے بعد صرف تھسالوی ہی تھے جو مجلس انجمن میں تھبز کا ساتھ دیتے تھے؛ لیکن وہ ایک بڑی حد تک فیلقوس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح تھے؛ رہا فوکس، تو اُس کی جگہ خود فیلقوس نے لے لی تھی۔ ان سب باتوں کے باعث خود تھبز میں ایک فریق ایسا پیدا ہو گیا تھا جو مقدونیہ کے اقتدار کا مخالف تھا۔ بلا شبہہ تھبز کو مقدونیہ کی تائید کی وجہ سے بہت کچھ مل چکا تھا، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مقدونیہ کو محض تھبز کی غلطیوں اور حماقتوں کی وجہ سے ایسی درخشاں کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ تھبز میں مقدونیہ کے خلاف جن جذبات نے فروغ پایا تھا انھیں اب صرف موقع و محل کا انتظار ہے؛ موقع آنے پر تھبز ایتھنز سے مل جائے گا اور دونوں مقدونیہ کے خلاف لڑنے کی ٹھان لیں گے؛

باب ۱ لیکن اس نازک موقع پر ایتھنز کو بجائے مدبروں کے کسی بڑے سپہ سالار کی ضرورت ہوگی شہ

---

شہ دیموس تھنیس نے صلح نامے کے موضوع پر جو تقریر کی اُس کے لئے دیکھو شیفر ۲، ۲۹۶ وغیرہ۔

سنہ ۳۴۶ ق م اور اس سے ذرا پہلے ایتھنز کی حکمت عملی میں بہت سے نقائص تھے۔ اول تو عین اُس وقت جب فوکس کو ایتھنز کی مدد کی ضرورت تھی اُسے صرف اس وجہ سے مدد نہیں پہنچائی گئی کہ ایتھنز کے نزدیک بغیر اُس کی مدد کے ہی فوکس تھبز پر غالب آجائے گا، اور اس طرح دونوں کی قوت گھٹ جانے کی وجہ سے ایتھنز کا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر فیلقوس مداخلت نہ کرتا تو فوکس کو ہرگز زوال نہ آتا یہاں اگر ایتھنز کو واقعی فوکس کا بچانا منظور تھا تو صلح نامۂ فلوکراٹیس میں اُسے اس امر پر زور دینا چاہئے تھا، اور اُس کا یہ نہ کرنا اُس کی دوسری غلطی تھی۔ بلاشبہہ دیموس تھنیس اور اُس کے دوستوں کا یہ بیان تھا کہ انھیں ایشن خنیس کے ذریعے سے معلوم ہوگیا ہے کہ فیلقوس نے خود اُسے یقین دلایا ہے کہ وہ فوکس کو تاراج کرنا نہیں چاہتا، اور اُن کے نزدیک اگر فیلقوس نے اُس سے جھوٹ بولا تو اُس نے گویا ایتھنز کو صریح دھوکا دیا۔ لیکن جب دیموس تھنیس یہ کہتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو اور تمام ایتھنزیوں کو نااہل و ناقابل گردانتا ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ سنہ ۳۵۷ ق م میں فیلقوس نے اسی طرح کے خانگی مواعید کرکے ایتھنز کو دھوکا دیا تھا جس کی وجہ سے امفی پولس ایتھنزیوں کے اثر سے نکل گیا تھا؛ تو پھر جب فیلقوس بھی وہی ہے اور ایتھنزی بھی وہی اور اُن کے مدبر بھی وہی اور پھر فیلقوس دوسری مرتبہ انھیں دھوکا دیتا ہے تو پھر ایتھنزی مدبروں کی بابت ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے عہدوں اور اپنے اقتدار کے اہل نہ تھے۔ اگر یہ مدبر ایک دوسرے سے وفاداری کا برتاؤ کرتے ہوتے اور خود ایمان دار بھی ہوتے تو ہم یہ فرض کرسکتے تھے کہ اُنھوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر فیلقوس پر جو اعتماد کیا تھا اُس کا اُنھیں بُرا معاوضہ ملا اور حق پر ناحق غالب آیا۔ لیکن اگر وہ خود دیموس تھنیس کی طرح بہت زیادہ حق پرست

# باب ہجدہم

## مقدونیہ و یونان جنگ خیرونیہ تک

### سنہ ۳۴۶ ق م تا سنہ ۳۳۸ ق م

اُن مدبّروں کی نظر میں، جن کا ایتھنز میں اثر تھا، صلح نامۂ فلوکراتیس کی نوعیت محض التوائے جنگ سے زیادہ نہ تھی۔ دیموس تھنیس نے "امن" کے

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: نہ تھے تو پھر ایسے مکّاروں اور چالبازوں کے حائل تھے جنھیں اپنے سے بھی چھٹا ہوا فریب کار مل گیا ہو۔ فیلقوس کا برتاؤ ایتھنزیوں کے ساتھ اس سے پہلے اچھا تھا، اور اگر اس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوگئی تو یہ خود ایتھنزیوں کی ہی غلطی تھی۔ اُس نے انھیں اپنا حلیف تصوّر کیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ اُس کے تعاون کے لئے فوج روانہ کریں۔ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر اس کی خواہش کو ٹال دیا کہ اگر انھوں نے فوج بھیجی تو وہ اُسے گرفتار کرلیگا (ایسے مواقع پر یونانیوں کے رویّے کے متعلق دیکھو جلد ۲ باب ۳)۔ ایک ایسی مملکت کو جو ایسی غیر ہمدردانہ روش اختیار کرے فریق ثانی پر غداری اور فریب کاری کا الزام لگانے کا کوئی حق نہیں خصوصاً جب موخر الذکر عہد نامہ ہاتھ میں لئے ہوئے لیٹ پڑے اور انکے ساتھ پہلے کا سا سلوک روا رکھے۔
جنگ خیرونیہ پر جو شکست ہوئی اُس کے لئے دیموس تھنیس کی اخلاقی ذمہ داری، باب ۲۹ حاشیہ ۱۔

باب ۱۸

موضوع پر جو تقریر کی اُس میں اُس نے صاف طور پر یہ اعلان کر دیا کہ اُس صلح نامے سے اُس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایتھنز فیلقوس کے خلاف پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ جنگ جاری رکھے - اس میں کسی کو ذرا بھی شبہہ نہیں ہو سکتا تھا کہ شاہ مقدونیہ تھریس کے ایک حصے پر قبضہ کر کے باقی ماندہ تھریس پر اپنا اثر قائم کر لے گا' اور چونکہ وہ صدیوں سے برابر ایتھنز ہی یونتوس کے بحرج کی نگرانی کرنے کے مدعی تھے اس لئے فیلقوس کی اس حرکت سے ایتھنز کی سیاسی حیثیت میں بہت کچھ کمی پیدا ہو جاتی - ایتھنز فیلقوس کے ساتھ دوستی کر کے بھی خرسونیز پر قابض رہ سکتا تھا - لیکن اگر کسی طرح سے فیلقوس کا کام تمام ہو گیا تو ایتھنز کا پایہ پہلے سے بھی زیادہ محفوظ و مامون ہو جائے گا - یہی وہ اُصول تھے جن پر دیموس تھنیس کا طرز عمل مبنی تھا - اگر محض ایتھنز کے مفاد کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اُس کی اور اُس کے فریق کی تدبیریں بالکل درست معلوم ہوتی ہیں' اور جیسا خود اُس نے ایک مرتبہ کہا اگر ایتھنز بجائے دوسرے یونانیوں کو زیر کرنے کے اُن کی حفاظت و حمایت میں کوشاں ہو تو اُس کی قوت و سطوت میں چار چاند لگ جائیں گے[1] چنانچہ اُس کا طرز عمل نہ صرف ایتھنز کے لئے بلکہ تمام بلاد یونان کے واسطے مفید و سود مند معلوم ہوتا تھا - لیکن شومئ قسمت سے اس مقصد کے حصول کی کوشش میں ایتھنز کو ایک اور اصول کا خون کرنا پڑا' اور وہ اصول یونان کی منزلت اور اُس کے روایتی رتبے سے متعلق تھا - اُدھر فیلقوس نے تھریس کی فتح کو اپنا مقصد اعظم یعنی جنگ ایران کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا -

[1] اُس نے یہ خیال اپنی تقریر De corona میں ظاہر کیا جو اُس نے ۳۳۰ ق م میں دی - وہ کہتا ہے کہ ایتھنز کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ یونانی ریاستوں کی حمایت کرے' لیکن ساتھ ہی یہ ریاستیں نہ صرف آزاد ہوں بلکہ اُن کے اپنے قوانین علٰحدہ ہوں - وہ اپنی تقریر De Paec ۵ ۲۴ میں کہتا ہے کہ فیلقوس کے خلاف جنگ آزمائی کے بہت سے اسباب تھے -

باب ۱۸

ممتاز ایتھنزیوں میں سے مفصلۂ ذیل اشخاص ڈیموس تھنیس والے فریق کے رکن اور مقدونیہ کے مخالف تھے:- ہپی ریدیس[1] یکتا ئے یادگار تقریر میں یکتائے روزگار، جوشیلا محب وطن، ہیگیسی پوس، وتمارخوس، جن کے طرز عمل پر رائے قائم کرنے کا ہمیں عنقریب موقع ملے گا؛ لی کرگوس ایک قدیم ایتھنزی خاندان کا رکن، ایمان دار ساہوکار، قدیم روایات کا مداح[1]۔ اس سیاسی گروہ کا مخالف وہ فریق تھا جس کے نزدیک ایتھنز کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ مقدونیہ سے دوستی پیدا کی جائے، اور اس کے ممتاز اراکین میں سے ایک تو خود فلوکراتیس تھا جو کچھ ایسا زیادہ مشہور نہ تھا، اور دوسرے ائس خنیس جس کا ہم اس سے پہلے تھوڑا بہت ذکر کر چکے ہیں[2]۔

---

[1] ہپی ریدیس، ہیگیسی پوس اور تمارخوس کے لئے دیکھو شیفر: "ڈیموس تھنیس" ۲، ۳۲۲ وغیرہ۔ لیکرگوس کے لئے ایضاً، ۳۱ وغیرہ؛ لیکر گاتیس کے خلاف جو تقریر کی گئی اُسے ریدانتز Rehdantz نے لائپزگ میں ۱۸۷۶ء میں چھپوا کر شائع کیا۔ نیز مقابلہ کرو بلاس Blass کی کتاب وینز ڈریوگے: "لیکرگوس" Droege: De Lycurgo Athen. ادن ۱۸۸۰ء۔

[2] ائس خنیس کے لئے دیکھو شیفر: "ڈیموس تھنیس" ۱، ۲۱۵ تا ۲۵۸؛ وائڈنر Weidner: "تقریر خلاف تےسی فون" "Ctesiphon" برلن ۱۸۷۸ء؛ اور بلاس ۳۔ ڈیموس تھنیس نے ائس خنیس کے ماں باپ کے متعلق جو قصے مشہور کئے انھیں اب کوئی بھی باور نہیں کرتا۔ ڈیموس تھنیس کے حامیوں کے دل میں اُس کی جو وقعت ہے وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ "بے ایمان سفارت" والی تقریر سے کہیں زیادہ بُرا بھلا ائس خنیس کو De corona والی تقریر میں کہتا ہے اور غالباً اس کی وجہ شیفر ("ڈیموس تھنیس" ۱، ۲۲۶) کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے کہ Corona والی تقریر میں تو مقرر آزاد تھا کہ جو جی چاہے کہے اس لئے کہ اس کے بعد کوئی دوسرا بولنے والا نہیں تھا، لیکن De falsa Leg. والی تقریر کے موقع پر اُس کے بعد بولنے کے لئے خود ائس خنیس تیار بیٹھا تھا۔

باب ۱۱

ائس خنیس ایک ایسے خاندان کا فرد تھا جو قدیم ضرور تھا لیکن جس پر اب نکبت و افلاس چھایا ہوا تھا۔ اُس کا باپ اپنی مفلسی کی وجہ سے اجیر سپاہیوں کے رسالے میں بھرتی ہونے پر مجبور رہا اور معلوم ہوتا ہے کہ خارجی مہمات سے واپس آنے پر اُس کے پاس کافی سرمایہ جمع ہوگیا ائس خنیس کو تعلیم و تربیت اچھی خاصی حاصل ہوئی تھی؛ اور اس سے فارغ ہو کر پہلے تو وہ سنگتیا بنا، اس کے بعد محررِ عام کا پیشہ اختیار کیا، اور بالآخر سیاسیات میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ اس کے کئی بھائی تھے، جن میں سے ایک متعدد مرتبہ ستراتی گوس مقرر ہوا، دوسرا یوبولوس کے بعد چار سال تک مالیات مملکت کا افسر اعلیٰ رہا۔ ان دونوں رہبروں کے علاوہ فریق صلح کا ایک ممتاز رکن دیمادیس تھا لیکن وہ جنگ خیرونیہ کے بعد تک مشہور نہیں ہوا۔ آخری رہنما جس کا اس ضمن میں ذکر کیا جائے گا فوکیون تھا، جو اپنے ساتھیوں میں سب سے ممتاز تھا۔ اس میں یہ خاص بات تھی کہ وہ مدبر بھی تھا اور سپاہی بھی لیکن ان دونوں میدانوں میں کسی کا مرد نہ تھا۔ فوکیون نے حکیم افلاطون کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ وہ تقریر میں ہمیشہ اختصار مدّنظر رکھتا تھا۔ گو اُس کی

---

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ: ائس خنیس کو جسے وہ "تیسرے درجے کے بہروپیہ" کا لقب دیتا تھا، ہمیشہ مطعون کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ عام طور پر اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اتھنزیوں کے نزدیک اُس کی طعنہ آمیز تقریریں اس لئے اور بھی باعث تفریح تھیں کہ دیموس تھنیس خود "اول درجے کا بہروپیا" بننا چاہتا تھا اور بن بھی جاتا تھا۔ جب اُس سے سوال کیا گیا کہ ایک مقرر کی اہم ترین خصوصیت کیا ہونی چاہیئے تو اُس نے جواب دیا کہ "زورِ تقریر" یا "ظاہرداری"؛ اور جب اُس سے دریافت کیا گیا کہ اس سے کمتر اہم خصوصیات کونسی ہیں تو اُس نے پھر یہی جواب دیا! فیلقوس کی موت پر اس کے طرزِ عمل اور خود اپنی موت سے پہلے جو جملے اُس کے منہ سے نکلے اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس پر ہر وقت ڈرامہ آمیز بناوٹ اور ریاکاری کا اصول متسلط رہتا تھا۔

باب ۱۵ سپہ سالاری کو وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اسکا بار بار انتخاب کیا جاتا تھا لیکن اس کے نزدیک ایتھنز کے لئے مناسب ترین طرز عمل یہی تھا کہ فیلقوس کے ساتھ صلح قائم رکھی جائے۔ اس کی خاص صفت یہ تھی کہ ایسے عہد میں جس میں عام خیال اور خصوصًا دیموس تھنیس کے قول کے بموجب رشوت خواری عام تھی، اسکی ایمان داری اور غیر جانبدارانہ روش دوسروں کے لئے گویا ایک درخشاں نمونہ تھی۔[۳]

بہرحال دیموس تھنیس نے باہمی فریقانہ مہم کی ابتدا کی۔ اُس نے ائس خنیس پر یہ الزام لگایا کہ جب وہ فیلقوس کے دربار میں ایتھنزی سفیر کی حیثیت سے گیا تھا تو اُس نے شاہ مقدونیہ سے ایک رقم خطیر بطور رشوت کے لی تھی جس کی وجہ سے اُس نے اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرکے ایتھنز کو نقصان پہنچانا چاہا۔ لیکن دیموس تھنیس سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ اُس نے استغاثے پر اپنے دستخط کے ساتھ تمارخوس کے دستخط بھی کرا لئے۔ ائس خنیس نے تمارخوس کے خلاف بد اخلاقی کا الزام لگایا جس پر باضابطہ تحقیقات سے الزام درست ثابت ہوا اور تمارخوس کے جملہ حقوق شہریت سلب کر لئے گئے۔ تمارخوس پر یہ مقدمہ چلنے کی وجہ سے ائس خنیس پر جو حملہ ہوا تھا وہ چند روز کے لئے ملتوی ہو گیا۔ لیکن فیلقوس خاموش نہیں تھا، بلکہ تھریس اور تھسلی میں برابر پیش قدمی کر رہا تھا، چنانچہ ایتھنزیوں نے اس سے قبل تھریس میں اپنا تھوڑا بہت اثر قائم رکھنے کے لئے فیلقوس کی جو خوشامد درآمد کی تھی وہ سب بالکل بیکار اور رائگاں گئی؛ نہ صرف یہ

---

[۳] دیمادیس کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس ۳، ۲۰ وغیرہ۔ فوکیون کیلئے دیکھو مضمون پاؤلی کی "محیط المحیط" Panly's R. E. میں، اور برنیز: "فوکیون" Bernays: Phokion برلن ۱۸۸۱ء۔ پلوٹارک کی "حیات فوکیون" میں بعض اچھے اچھے لطیفے نظر آئیں گے۔ خود دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فوکیون اُس کی تقریروں کی قطع و برید کیا کرتا تھا۔ دیموس تھنیس پینتالیس مرتبہ ستراتی گوس مقرر ہوا۔

بلکہ اُس نے معاملات پیلو پونیز میں بھی مداخلت کی اور آرگوس، آرکیڈیا اور میسینے کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ اس پر دیموس تھنیس بھی پیلو پونیز گیا اور وہاں مقدونیہ کے خلاف زہر پھیلا کر فیلقوس کو گویا ایتھنزیوں کے سامنے اپنی شکایت کرانے کا موقع دے دیا، جس کے جواب میں دیموس تھنیس نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر اپنی برأت میں کی جسے دوسری فیلقوسی کہتے ہیں، اور اُس میں صاف و صریح انداز سے فیلقوس کو ایتھنز کا جانی دشمن قرار دیا۔ ایتھنز کے سیاسی فریقوں کی باہمی نزاع برابر جاری رہی اور ہی پریدیس نے فلوکراٹیس پر اُسی طرح کے الزام لگائے جیسے دیموس تھنیس نے اس سے قبل ایس خنیس پر لگائے تھے۔ مقدونیہ کے خلاف ایتھنز میں جوش و خروش اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کوئی شخص ہی پریدیس کا پیروکار بننے کے لئے تیار نہ تھا، اور اُسے اپنی عزت و آبرو کے ایسے لالے پڑے کہ آخر کار اُسے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہہ کر فرار ہو جانا پڑا۔ الغرض ایتھنزیوں نے اسی بادشاہ (یعنی فیلقوس) پر طرح طرح کے الزام لگانا شروع کئے جس کے ساتھ کچھ ہی عرصہ قبل اُنھوں نے محالفہ کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ فیلقوس اس قسم کی کارروائیوں کا حال صدائے احتجاج بلند کئے بغیر نہیں سن سکتا تھا، چنانچہ اُس نے فیثون کی سرکردگی میں ایک مخصوص سفارت ایتھنز روانہ کی اور ایتھنزیوں سے استدعا کی کہ وہ اپنے دعاوی پیش کریں تاکہ اُسے اُن کا پورے طور پر علم ہو جائے اور اُن کے پورا کرنے کا موقع مل جائے۔ اس پر ایتھنزیوں نے ہیگے سی پوس کو فیلقوس کے پاس اپنے مطالبات لے کر روانہ کیا؛ ایک تو یہ کہ بادشاہ جزیرۂ ہالونے سوس کو جس پر اُس نے قبضہ کر لیا تھا، ایتھنزیوں کو واپس کر دے، اور دوسرے یہ کہ عہد نامے میں یہ الفاظ بڑھا دئے جائیں کہ "فریقین اُن علاقوں پر قبضہ رکھیں گے جن کے وہ مستحق ہیں"۔ یہ سفارت قطعاً بیکار ثابت ہوئی۔ فیلقوس کی سنجیدگی اور تدبر میں کسے شبہ ہو سکتا ہے، اور یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اس تبدیلی پر راضی ہو جاتا (دیکھو باب ۷ ا حاشیہ متعلق صلح نامۂ فلوکراٹیس)؟ اس سے ایتھنزیوں کے

دل میں فیلقوس کے خلاف آگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ بھڑک اٹھی اور جنگ پسند گروہ کے مقاصد گویا پورے ہو گئے، اُدھر انس خنیس کے خلاف بے ایمانی کا جو الزام لگایا گیا تھا اُس کی سماعت ہوئی، صفائی کی جانب سے فوکیون اور یوبولوس بطور گواہ پیش ہوئے اور آخر کار ملزم بری ہو گیا (۳۴۳ ق م)۔ باب ۵۱

فیلقوس برابر پیش قدمی کر رہا تھا، اُس نے اپنے برادر نسبتی سکندر کو اپیائروس کا بادشاہ بنایا، اکارنانیہ پر حملے کی دھمکی دی، ایتولیوں کے ساتھ محالفہ کیا، اور تھسلی کے چاروں صوبوں پر اپنی طرف سے ایک ایک "تترارخ" یا والی مقرر کر کے اُس ملک کو آئندہ کے لئے مقدونیہ کا مطیع و منقاد بنا دیا۔[۲] جزیرہ یوبیہ میں بلدیات ایری تریہ اور ریوس فیلقوس کے

[۱] "بے ایمان سفارت" Para presbeia (De falsa Legat.) کے موضوع پر دیموس تھنیس اور انس خنیس دونوں نے تقریریں کیں، جن میں سے انس خنیس کی تقریر میں کاروباری پہلو نمایاں ہے اور دیموس تھنیس کی تقریر میں سوفسطائی، دیکھو باب ۵۱ حاشیہ ۲۔ دیموس تھنیس نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ انس خنیس نے رشوت لی ہے، لیکن اس میں وہ بالکل ناکام ہوا۔ دیموس تھنیس نے سب سے بڑا الزام جو انس خنیس پر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کے پاس ایک جاگیر ہے، لیکن وہ نہ تو اُس جاگیر کا موقع محل بتاتا ہے نہ قطعی طور پر یہ کہتا ہے کہ یہ جاگیر اُسے فیلقوس نے دی تھی۔ دیموس تھنیس کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں اولنتھوس سے گواہ بلانا چاہتا ہے، اس لئے کہ شاید وہ جاگیر اسی شہر کے قریب میں کہیں ہوگی، لیکن Schol. Aesch. Tim. ۳ کے مطابق وہ پیدنا کے قریب واقع تھی۔ اس میں مطلق شک و شبہہ نہیں کہ یہ الزام قطعاً بے بنیاد تھا، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اپنی تقریر کے پارہ ۹۸ سے پارہ ۱۴۶ تک دیموس تھنیس یہی راگ الاپتا ہے کہ انس خنیس نے ضرور بالضرور رشوت لی ہوگی تو ہم چار و ناچار اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ اُس کی رشوت خواری کو ثابت نہیں کر سکا۔

[۲] تھسلی کے لئے دیکھو شیفر "دیموس تھنیس" ۲، ۳۴۳۔

باب ۱۴

دست نگر تھے، لیکن خالکس برابر ایتھنز ہی کا ہم نوا بنا رہا اور پیلوپونیز میں بھی ایتھنز کی حیثیت اور رتبے میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا۔ اب فیلقوس نے تھریس میں فوج کشی کرنے کی تیاریاں شروع کیں، لیکن جنوب کی طرف چلنے سے پہلے اُس نے ایتھنز سے مفاہمت کرنے کی پھر کوشش کی (۳۴۲ ق م)۔ اُس نے جزیرۂ ہالونے سوس کو ایتھنز کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا اور فریقین کے مابہ النزاع امور کا (جن میں تھریسی قلعہ جات کا مسئلہ بھی شامل تھا) تصفیہ کرنے کی غرض سے ایک ثالثی کو قبول کیا۔ اس کے معاوضے میں اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بحری قزاقی کے انسداد میں ایتھنز اُس کے بیڑے کو بھی اپنے بیڑے کے ساتھ رکھے، جس کے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہوئے کہ مقدونیہ کو بحیرۂ ایجین میں اپنا بیڑا رکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان تحریکوں کے ساتھ ایتھنز نے جو روش اختیار کی وہ ایک تقریر سے ظاہر ہوتی ہے جو دیموس تھنیس کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن جس کا مصنف یقیناً ہیگے سی پوس ہے، اور جس میں اُن کی نہایت بے دردی کے ساتھ تنقید کی گئی ہے[۷]۔ ایتھنز نے ثالثی کا مسئلہ تو اس لئے خارج از بحث قرار دیا کہ اُس کے نزدیک ثالثوں کا ملنا ناممکنات سے تھا۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کا یہ مفروضہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے اس لئے کہ غیر جانبدار ثالث یقیناً مل سکتے تھے۔ اس انکار سے دیموس تھنیس اور اُس کے ساتھیوں کا مطلب صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ دو فریقوں میں سے ایک اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ جن علاقوں کا وہ مستحق ہے وہ اُسے مل جانے چاہئیں، اور جس وقت دوسرا فریق اس پر

---

[۶] بیلوخ ("سیاسات اٹیکا" Beloch : Att. Pol. (۲۱۱) کے نزدیک ۳۴۳/۳۴۴ ق م ہی میں دیموس تھنیس نے فیلقوس کے خلاف ایک باضابطہ لیگ قائم کر لی تھی۔

[۷] تقریر "متعلق ہالونے سوس" سے ہمیں اس نامہ و پیام کا حال معلوم ہوتا ہے جو فیلقوس نے اپنی تھریسی مہم سے پہلے ایتھنز کو بھیجا تھا؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۳۱ وغیرہ؛ بلاس ۳، ۲، ۱۱۳ تا ۱۲۱۔

باب ۱۸

تیار ہوتا ہے اور ثالثی کا اصول قبول کرتا ہے تو وہی پہلا فریق محض اس بنا پر کہ اُس کے نزدیک اُسے غیر جانبدار پنچ نہیں مل سکتے، اُسے مسترد کر دیتا ہے اس کے معنیٰ صرف یہ ہوئے کہ اب جتنے مابہ النزاع امور ہیں اُن کا تصفیہ صرف تلوار ہی کرے گی۔ ممکن ہے کہ ایتھنزی فیلقوس سے مل کر تھریس میں اپنے حقوق مستحکم کر لیتے، لیکن دیموس تھینیس اور اُس کے ساتھی اس میں محض اس وجہ سے مانع ہوئے کہ انھیں اس کی امید تھی کہ ایتھنز کی قسمت نے یاوری کی تو ممکن ہے کہ مقدونیہ کے ساتھ جنگ آزمائی میں ایتھنز ہی کا بول بالا ہو اور فیلقوس کو نیچا دیکھنا پڑے۔

اب (۳۴۲ ق م میں) فیلقوس نے اپنے بیٹے سکندر کو (جس کی عمر اس وقت صرف پندرہ سال کی تھی) اپنا قائم مقام بنا کر پایۂ تخت میں چھوڑا اور خود تھریس کی طرف چل دیا۵۔ وہاں پہنچ کر اُس نے تھریسیوں کو شکست دی اور بحیرۂ اسود کی طرف بڑھا جہاں کے یونانی شہروں، مثلاً اپولونیہ اور اودیسوس (دارنہ) نے اُس کے سامنے ہتھیار رکھ دئے۔ اُدھر تو یہ ہو رہا تھا، ادھر ایتھنزی دیوپیتھیس کی سرکردگی میں خرسونیز کے ملک میں اپنی کلیروخیاں (نوآبادیاں) روانہ کر رہے تھے۔ دیوپیتھیس نے بعض دوسرے

۵ جنگ تھریس کے لئے دیودوروس ۱۶، ۷۱، ۷۴ تا ۷۷؛ تھیوپومپوس جزو ۲۴۴ تا ۲۴۸، ۲۴۹ الف؛ اناکسی مینیس جزو ۱۱ تا ۱۳؛ مقابلہ کرو ہوک Hoeck صفحہ ۶۱ وغیرہ جہاں اسناد پر بھی بحث کی گئی ہے۔ فیلقوس نے تھریس میں تین شہر یعنی فلیپوپولس، کالی بے، (پونیروپولس) اور بینے آباد کئے، جن میں سے موخر الذکر دو کے ناموں سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ وہاں سزا یافتہ مجرم رکھے جاتے ہوں گے۔ لیکن بادی النظر میں یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بینے تھریسی نام ہو اور پونیروپولس ("بدبخت نگر") فیلقوس کے نام پر محض یونانیوں کی لطیفہ سنجی ہو۔ دیوپیتھیس کے لئے مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھینیس" ۲، ۴۱۵؛ کاردیہ، دیموس تھینیس "اسطقراتیس" ۱۸۲۔

باب ۱۵ شہروں سے روپیہ وصول کیا، کاروبہ کے ساتھ (جو فیلقوس کے زیر حمایت تھا اور جس پر قبضہ کرنے سے ایتھنز کو بہت کچھ فائدہ ہوتا) جھگڑا مول لیا، اور آگے بڑھ کر تھریس کے بعض ایسے مقامات پر بھی قبضہ کر لیا جو پہلے فیلقوس کے مقبوضہ تھے۔ جب فیلقوس نے ایتھنزیوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی تو دیموس تھنیس نے "معاملات خرسونیز" پر ایک تقریر کی اور دیوپتھیس کو جملہ الزامات سے بری کرا دیا (سنہ ۳۴۱ ق م)[۸]۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد اس نے وہ تقریر کی جو تیسری فیلقوسی کے نام سے مشہور ہے جس میں اُس نے فیلقوس کو یونان کے تمام مصائب و آلام کا مصدر و منبع قرار دیا، اور اُس کی جنگی قابلیتوں کو کچھ ایسے سانچے میں ڈھال کر دکھایا کہ اُس سے ایتھنزیوں کے دل میں اپنے محفوظ و مصئون ہونے کا غلط خیال پیدا ہو گیا۔[۹]

۸ خرسونیز والی تقریر اصول مصلحت وقت پر مبنی ہے۔ (۴۴ ، ۴۸) میں دیموس تھنیس یہ فرض کر لیتا ہے کہ فیلقوس کا مقصد شہر ایتھنز کی فتح ہے، اور اس استدلال میں وہ غلطی پر ہے۔ ہم دیوپتھیس کی تائید کے سلسلے میں دیموس تھنیس کا ایڈمنڈ برک سے مقابلہ کر سکتے ہیں جو فن تقریر میں اپنے پیش رو کے برابر تھا، اور جس نے ہندوستان میں برطانوی سیادت قائم کرنے والے وارن ہیسٹنگز پر صرف اس لئے مواخذہ کیا کہ اُس نے توسیع سلطنت کے کام میں بے انصافی کا برتاؤ کیا تھا۔

۹ تیسری فیلقوسی کے لئے شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۶۹؛ بلاس ۳، ۱، ۳۳۶۔ فیلقوسی ۳، ۴۸، ۴۹ میں دیموس تھنیس اپنی اس عجیب رائے کا اظہار کرتا ہے کہ فیلقوس نے جنگ قدیم یونانی طرز پر نہیں لڑی۔ میرے نزدیک اس رائے پر اگر بحث کی جائے تو وہ یقیناً مطالعۂ تاریخ کے لئے کار آمد ہوگی، اور چونکہ اس سے قبل کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی ہے اس لئے یہاں میں اپنے ان خیالات کے تتمے کے طور پر اس پر بحث کرتا ہوں جو میں نے اس کتاب کی جلد ۲ باب ۲۳ میں ظاہر کئے ہیں۔ دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس نے موسم سرما میں بھی لڑائی جاری رکھی اور کبھی کھلے میدان میں لڑنا پسند نہیں کیا، بلکہ وہ ہمیشہ ہلکے ہتھیاروں والی سپاہ سے کام لیتا تھا اور رشوت دے کر اپنا

اس کے بعد اُس نے تھریس، الیریہ، تھسلی اور پیلوپونیز کا سفر محض | باشیٹ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کام نکالتا تھا۔ واقعات در اصل مفصلۂ ذیل ہیں :۔ ابتدا میں یونانیوں کا تخیّل جنگ ایک خاص قسم کا تھا (مقابلہ کرو پولی بیوس ۱۳، ۳، ۴)۔ ان کے نزدیک جنگ محض مذہبی قسمت آزمائی کے مترادف تھی اور اس میں چند معیّن قواعد وقوانین کی پابندی لازمی تھی؛ ان کی فوج کا سب سے اہم جزو ہوپ لیت تھے اور سواروں اور ہلکے ہتھیار والوں کی حیثیت محض ثانوی تھی۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ آرگوس اور اسپارٹا نے لڑائی کے فیصلے کا انحصار تین تین سو چیدہ سپاہیوں کی مُڈبھیڑ پر کر دیا گیا۔ یونانیوں میں یہ قاعدہ تھا کہ حالت جنگ کے دوران میں بھی اگر کوئی فریق اپنے دشمن کے ملک پر حملہ کرنا چاہتا تو اُسے پہلے سے اس کا اعلان کر دینا پڑتا؛ آرگوسیوں کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی اُن کا دشمن اس قسم کا اعلان کرتا تو وہ فوراً ماہ کارنیوس کی ابتدا کا اعلان کر دیتے، جس کے یہ معنی ہوتے کہ اس مہینے میں ہمارے لئے مذہبًا لڑنا منع ہے اس لئے مہربانی کر کے اپنی لوٹ مار سے باز آؤ۔ یہ بھی قاعدہ تھا کہ جو مقامات قلعہ بند ہوتے اُن پر دھاوا کر کے قبضہ نہیں کیا جاتا، بلکہ حملہ آور گروہ فصیل میں سوراخ کر کے داخل ہونے کی کوشش کرتا، اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو شہر والوں کو بھوکا مار اجاتا؛ ہتھیار رکھنے کی شکل میں فریق غالب مغلوب شہریوں کو جان سے مارنے یا غلام بنا کر فروخت کرنے کا مجاز تھا۔ موسم سرما میں جنگ ملتوی رہتی، اس لئے کہ شہری میدان جنگ میں بارھوں مہینے کیسے رہ سکتے تھے؟ ان قواعد و قوانین کا نفاذ صرف اس لئے تھا کہ جنگ کو یونانی ایک کُشتی کی مانند تصور کرتے تھے اور اُس کے لڑنے کے لئے خاص خاص قواعد لازمی تھے، چنانچہ گو بعض مرتبہ لڑائی میں نہایت تشدد اور سختی برتی جاتی تھی لیکن قواعد کی پابندی پھر بھی لازمی سمجھی جاتی تھی۔ کرلیوس کو گرسرمائی مہم کی امید نہ تھی، لیکن اُس کے خیالات بھی اس ضمن میں یونانی تھے (ہیروڈوٹس ۱، ۷۷)، لیکن کورش کے خیالات میں عملی پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ اپنی فیلقوسی تقریر ۳، ۴۸، ۴۹ میں دیموس تھنیس اس امر کا بالکل صحیح اندازہ لگاتا ہے کہ فیلقوس پرانے یونانی قواعد کے مطابق جنگ آزمائی نہیں کرتا تھا۔ اُس کے نزدیک جنگ باقاعدہ کُشتی

باب۱۴ فیلقوس کے خلاف نفرت پھیلانے کی غرض سے کیا، نہ صرف یہ بلکہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی طرح نہیں تھی بلکہ عملی مقاصد کو پورا کرنے کا بس ایک ناہموار طریقہ تھا۔ لیکن اوّل تو دیموس تھنیس نے یہ ملحوظ نہیں رکھا کہ یونانیوں نے عموماً اور اتھنزیوں نے خاص طور پر جنگ کے متعلق اُن ٹپ اپنے اُصول کو خیرباد کہہ دیا تھا، اور دوسرے اُس نے فیلقوس کی لڑائیوں کی جو تصویر اُتاری ہے وہ اصل سے بالکلیہ ہٹی ہوئی ہے۔ پہلی بات کے متعلق ہمیں یہ کہنا ہے کہ دیموس تھنیس اکبر اور ایفیکراتیس کے زمانے ہی سے (جو دونوں کے دونوں اتھنزی تھے) ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں سے کام لیا جانے لگا تھا اور جنگی مہمات میں داؤں گھات کے ذرائع سے دشمن کو شکست دینے کی کوشش کی جاتی تھی؛ رہا سرمائی مہم کا سوال، تو خود سرقوسہ کی ناکہ بندی موسم سرماہی میں کی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ فیلقوس نے بہت سے یونانیوں کو رشوت دے کر ہموار کر لیا ہو، لیکن اس میں بھی اُس نے جدّت نہیں کی اس لئے کہ اس سے مدت دراز پیشتر تھسطاکلیس اور فارقلیس پر رشوت دے کر کام نکالنے کا الزام لگایا گیا تھا، اور طوسی دیدش ۷، ۸۶ پڑھنے کے بعد کسی کو اس میں مطلق شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ سرقوسہ میں نکیاس نے روپیہ دے دے کر اپنے دوست اور ہم خیال پیدا کئے تھے۔ خود دیموس تھنیس کے لئے روپے پیسے کے معاملات ایک طرح کا کھیل تماشا تھے، اور جب ہم اُسے یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ فیلقوس کے رشوت دینے کا یونانی آزادی کے زوال پر عظیم الشان اثر پڑا تو اس سے ہمارے دل پر یہ اثر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس بڑے بڑے واقعات کو کیسی تنگ نظری سے دیکھتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف اتھنزی محبان وطن کے ایران اور ہارپالوس سے روپیہ لینے کا ثبوت ہے اور مقدونوی اس میں مطلق ملوث نظر نہیں آتے۔ دیموس تھنیس لوگوں پر رشوت کا الزام لگانے کا اتنا مرد ہے کہ وہ (De Cor. ۳۰۲ میں) اتھنز کے مالدار لوگوں پر الزام لگاتا ہے کہ اُنھوں نے خود اُسے رشوت دینی چاہی، جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رشوت دینے میں صرف فیلقوس ہی کو مہارت نہیں تھی، لیکن فیلقوس کے متعلق وہ اس قدر جلد بازی دکھاتا ہے کہ De Corona

باب ۱۸ بیزنطہ جیسے اہم شہر (جو اس وقت تک فیلقوس کے زیر اثر تھا) اور جزائر خیوس ور رھوڈز کو ایتھنز کے ساتھ مخالفہ کرنے پر آمادہ کر لیا۔[۱۰] اب شہنشاہ ایران سے روپیہ مانگنے کی غرض سے ایک سفارت روانہ کی گئی اور گو شہنشاہ نے سفیروں کو مالا مال کر دیا لیکن ایتھنز کو کسی قسم کی مدد نہیں دی، چنانچہ سفیر بالکل بے نیل مرام واپس آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں دیموس تھینیس کو تین ہزار دارائیاں ملیں اور دیو پیتھیس کی جیب بھی گرم کی گئی۔

جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے، دیوپیتھیس کو جملہ الزامات سے بری الذمہ کر دیا گیا تھا، اور اب اُسے فیلقوس کے خلاف از سر نو مہم سر کرنے کی اجازت دی گئی۔ اُدھر شاہ مقدونیہ بیزنطہ کے خلاف چلا۔[۱۱] وہ اپنا بیڑا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۸، ۱۹ میں ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ پیلوپونیز میں "جھگڑے" اور گڑبڑ بھی ہوئی تھی اور پھر وہی سطریں بعد کو یہ کہنے لگتا ہے کہ شاہ مقدونیہ نے پیلوپونیز میں روپیہ خرچ کر کے "جھگڑے اور تنازعات" برپا کئے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو فیلقوس نے اس جزیرہ نما میں اپنا روپیہ محض شوقیہ خرچ کیا ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس زمانے میں بعض ایتھنزی حلقوں میں رشوت خواری کا پتا لگانے کا اُتنا ہی شوق تھا جتنا آجکل بعض مملکتوں میں جاسوسوں کو پکڑنے کا ہے۔ اب دوسرے مسئلے کو لیجئے۔ ہمارے نزدیک جنگ خیرونیہ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے فیلقوس کے طریقۂ جنگ کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہے۔ اس لڑائی میں جس چیز نے لڑائی کا پانسہ پلٹا وہ نہ تو رشوت تھی اور نہ ہلکے ہتھیار والے سپاہی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزیوں اور تھبزیوں کو ہوپ لیتوں کی باضابطہ لڑائی میں شکست ملی۔ دیموس تھنیس نے شاہ مقدونیہ کے اصلی خصائص کا کبھی اندازہ نہیں کیا اور اسی وجہ سے ہمیشہ ایتھنزیوں کے سامنے اُس کی بابت غلط اظہار رائے کیا، اور ایتھنز نے اُس کا جو اتباع کیا اُس سے ایتھنز اور یونان دونوں کو شدید نقصان پہنچا۔

[۱۰] اپنے سفر کے دوران میں دیموس تھنیس کی جلت پھرت وغیرہ، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۱۸۱ وغیرہ۔

[۱۱] پرنتھوس اور بیزنطہ کا محاصرہ، شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۴۹۶ وغیرہ، ہوگ: ۲۲، ۲۷ وغیرہ۔

باب ۱۸

پروپونتس لایا اور بیزنطہ کے حلیف پرنتھوس پر حملہ کر دیا۔ گو پرنتھوس کا محاصرہ تمام جنگی اصول کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا تھا لیکن اس شہر نے نہایت شجاعانہ مدافعت کی اور ایران کی مدد سے آخر کار بچ گیا۔ اب دیموس تھنیس کی صلاح مان کر ایتھنزیوں نے یہ اعلان کر دیا کہ لڑائی فیلقوس کی طرف سے شروع ہوئی ہے اس لئے اُس میں اور ایتھنز دونوں میں باضابطہ جنگ کی حالت پیدا ہو گئی ہے (سنہ ۳۴۰ ق م)

فیلقوس چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ بیزنطہ پر قبضہ کر لے، لیکن اس مقصد میں اُسے ناکامی ہوئی۔ ایتھنزیوں نے پہلے خارَس کو اور اُسکے بعد فوکیون کو شہریوں کی مدد کے لئے روانہ کیا، اور بیزنطی رہبر لیون نے، جسے حکیم افلاطون کی شاگردی کا فخر حاصل تھا، اُس کے ساتھ تعاون کر کے اپنے شہر کی نہایت قابلیت کے ساتھ حفاظت کی۔ آخر کار فیلقوس محاصرہ اُٹھا دینے پر مجبور ہوا، اور گو ایتھنز کا بیڑا ہیلیس پونت پر پڑا ہوا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح سے مقدونی جہاز واپس گھر پہنچ ہی گئے۔ اب ایتھنزیوں میں شاہ مقدونیہ کے آئندہ حرکات و سکنات کی بابت تردد پیدا ہوا۔ ابتدا میں تو اُنھیں اس خبر سے بہت کچھ تشفی ہوئی کہ فیلقوس نے اتیاس شاہ اسکیتھیہ کی کسی بات سے ناراض ہو کر اُس کی سلطنت پر حملہ کر دیا ہے چنانچہ ایک طرف تو اُن کے نزدیک مقدونیہ کو ایک چھوڑ دو میدانوں میں مہمات سر کرنا پڑیں گی، دوسرے ممکن ہے کہ اسکیتھی مہم میں فیلقوس کو ناکامی ہو اور اُن کا کام بن آئے، لیکن اُن کی امیدوں کے برخلاف اُسے ہر ایک لڑائی میں کامیابی ہوئی اور اُس نے کمال عقلمندی و فراست سے دریائے ڈینیوب کو عبور کرنے کے بجائے تری بالیوں کے ملک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ فیلقوس اپنا بیڑا ہیلیس پونت میں ہو کر لے جاتا ہے Ep. Phil
ایتھنز کا اعلان جنگ Philoch ۱۳۵ فیلقوس کی اسکیتھی مہم، شلیفر، دیموس تھنیس ۲، ۷، ۵
وغیرہ۔ رھوڈز و خیوس کا طرز عمل، ایضاً ۱۶، ۵۔

باب۱۸ ہو کر اپنے پائے تخت کا راستہ لیا، لیکن بدقسمتی سے واپسی میں موسم گرما میں اُس خطے کو طے کرتے ہوئے ایک معرکے میں زخمی بھی ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے یہ مُہم اپنی اُن شکستوں کی یاد محو کرنے کے لئے سر کی تھی جو اُسے بیزنطہ اور پرنتھوس کے سامنے پہنچی تھیں، اور اس کوشش میں اُسے مکمل کامیابی ہوئی۔

جب شمال میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے تو ڈیموس تھنیس ایتھنز کی فوجی تیاریاں تکمیل کو پہنچا رہا تھا۔ اُس نے تریارخیوں کو ایسا منتظم کیا کہ اس کے بعد سیوموریوں کی متعلق کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی[۵۱۲]۔ یوبولوس نے بندرگاہوں، گودیوں وغیرہ کی تعمیر و ترمیم جو شروع کی تھی اُسے دوسرے شعبہ جات حکومت، مثلاً فوج کے مالی ضروریات کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا۔ ۳۳۸ ق م میں لیکرگوس کو ایتھنز کے محکمہ مالیات کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا، اور وہ اس عہدے پر برابر بارہ سال تک نہایت قابلیت کے ساتھ پہلے تو خود اپنے نام سے اس کے بعد دوسروں کے صلاح کار کی حیثیت سے کارفرما رہا لیکن اس روپے کے خرچ اور محنت کے باوجود بھی ساحل مقدونیہ کو برباد و ویران کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا نتیجہ نہیں نکلا۔ اس سے کہیں زیادہ کامیاب فیلقوس کی حکمت عملی تھی۔ یونان سے دور ہونے کے باوجود بھی اس کی ٹکٹکی برابر اُسی مُلک پر لگی رہتی تھی، چنانچہ اپنی شمالی مُہم کے بعد کچھ تو واقعات کے موافق ہونے کی وجہ سے اور کچھ ڈیموس تھنیس کے مخصوص طرز عمل کے باعث اُسے خالص یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا موقع اچھی طرح سے مل گیا۔

۵۱۲ "ڈیموس تھنیس کی تنظیم تریارخی"، شیفر: "ڈیموس تھنیس" ۲، ۵۲۳؛ گلبرٹ: "مملکت قدیمہ" Gilbert: St. A. ۱، ۳۵۴، ۳۵۵۔ Philoch ف ۱۳۵ کے مطابق ڈیموس تھنیس کی تحریک پر قرار پایا کہ "روپیہ سپاہیوں کی تنخواہوں پر خرچ کیا جائے"۔

سنہ ۳۴۳ ق م میں دیموس تھنیس کے دشمن مدیاس (جس کے لئے دیکھو باب ۱۷ حاشیۂ اوّل) اور ائس خنیس کو مجلس ہمسایگاں میں ایتھنز کی طرف سے قائم مقام بنا کر روانہ کیا گیا۔ جب اس مجلس کی وقعت یونانیوں کی نگاہ میں بہت زیادہ تھی تو معلوم نہیں کہ ایتھنز کے ممتاز ترین مدبر نے اپنے صریح مخالفوں اور دشمنوں کو مملکت کا قائم مقام بنا کر کیوں اُس کی رکنیت کے لئے روانہ کرنے دیا۔ دیلفی پہنچنے پر ائس خنیس نے اپنا طرز عمل کچھ ایسا اختیار کیا جو دیموس تھنیس کے لئے نہایت ہی ناپسندیدہ ہوا ہوگا، لیکن موخر الذکر نے ترکیب چل کر اس سے بھی اپنا کام نکال ہی لیا۔[۱۳۱] ائس خنیس کو یہ پتا لگا کہ امفسا کے باشندے جو تھبز کی دوستی کا باب ۱۸

۱۳۱ امفسا کے ساتھ جو جھگڑا ہوا اُس کے لئے دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۲۵۲ وغیرہ۔ چونکہ آج کل کے مورّخ دیموس تھنیس کی غلط بیانیوں کا یقین کر لیتے ہیں اسی لئے اس جھگڑے کے متعلق بھی غلط خیالات پھیل گئے ہیں۔ امفسا والے لوکرسی ہونے کی وجہ سے فوکس کے دشمن اور تھبز کے دوست تھے۔ جب ائس خنیس نے امفسا کی مخالفت کی تو اُس کا طرز عمل قدیم ایتھنزی روایات کے بالکل مطابق تھا اس لئے کہ ایتھنز اور فوکس کے مابین روایتی تعلقات تھے، لیکن جب دیموس تھنیس نے امفسا کی پشت پناہی کی تو اس طرح سے وہ تھبز کی بہتری کا کوشاں ہوا، وہی تھبز جو ایتھنز کو سزا دلوانے کے در پے تھا۔ دیموس تھنیس جس نے اپنی تقریر De Pace میں ایتھنزیوں سے کہا تھا کہ انھیں امفک تیونیس کو اپنا دشمن نہیں بنانا چاہیے، وہی دیموس تھنیس اب امفک تیونیس کے خلاف جا رہا تھا۔ بیشک وہ De Cor. ۱۴۳ میں کہتا ہے کہ جب ائس خنیس ایتھنزیوں سے امفسا کے خلاف تیاری کرنے کے لئے اٹھا تو وہ کہنے لگا کہ "ائس خنیس کیا تم اٹیکائیوں کو امفک تیون کے خلاف آمادۂ پیکار کرتے ہو"، لیکن اگر واقعتاً اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو اس سے اُس کی سراسر افترا پردازی اور جھوٹ ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ اُس نے ائس خنیس کی طرف عین وہ طرز عمل منسوب کیا جس کا وہ خود حامی تھا اور جسے ائس خنیس کسی نہ کسی طرح سے

بھرتے تھے، اس خیال میں ہیں کہ ایک فرشتے کے ازسرِنو آنکھنے کے منتظر پڑے باب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مسترد کرنا چاہتا تھا۔ اس خنیس کی خواہش کے مطابق اگر ایتھنز نے امفک تیونیس کا ساتھ دیا ہوتا تو اُسے جنگ امفکتیون میں حصہ لینے کی ضرورت پیش نہ آتی، اور اس طرح سے اُسے لیگ ہمسایگاں میں ایک خاص حیثیت حاصل ہوجاتی۔ دیموس تھنیس اس طرزِ عمل میں مانع ہوا جس کی وجہ سے لیگ کا رہنما فیلقوس اتیکا کے مخالفین میں صف آرا ہوگیا۔ دیموس تھنیس نے یقیناً پہلے سے بھانپ لیا ہوگا کہ اگر ایتھنز امفسا کے خلاف نہ ہوا تو امفک تیونیس فیلقوس کی مدد مانگنے پر مجبور ہوجائیں گے، اور اُس نے جو طرزِ عمل اختیار کیا اُس کا ایک ہی پہلو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ کہ وہ تھیبز کی خدمت کرنا چاہتا تھا تاکہ وقت پر وہ فیلقوس کے خلاف کام آئے۔ ممکن ہے کہ اُس نے خیال کیا ہو کہ تھریس میں فیلقوس کو ناکامی ہوگی۔ بہرحال امفسا کی مخالفت کی خواہ کوئی بھی وجہ کیوں نہ ہو، اس میں تو شبہ نہیں کہ اس خنیس نہیں بلکہ دیموس تھنیس فیلقوس کو یونان میں لانے کا اصلی باعث ہوا۔ اس موقع پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اہم بحران کے موقعوں پر کس طرح فیلقوس چال بازی کرتا ہے اور جب اس کا کوئی جدید طرزِ عمل اُس کی قدیم حکمتِ عملی کے مخالف ہوتا ہے تو کس طرح وہ لوگوں کو اپنا ہمنوا کرلیتا ہے بجائے اس کے کہ اپنے نئے مقاصد کا یک بیک اعلان کرکے عوام ایتھنز کو اپنا مخالف کرلے، وہ پہلے پرانی حکمتِ عملی کا سلسلہ منقطع کردیتا ہے، چنانچہ ایتھنزیوں کو بعض ایسے اُمور کی ممانعت کی جاتی ہے جن کی اُنھیں پہلے امید تھی۔ یہ اصول تھا جسے پیش نظر رکھ کر اُس نے ایتھنزیوں کو اپنا لشکر فیلقوس کی مدد کے لئے تھسلی بھیجنے سے باز رکھا تھا حالانکہ بحیثیت فیلقوس کے حلیف کے اُن کا فرض تھا کہ وہ اُس کی مدد کریں، اور اسی اصول کے مدنظر اُس نے ایتھنزیوں کو فیتھوی کھیلوں میں شریک ہونے کی ممانعت کردی تھی۔ یہ طرزِ عمل فیلقوس اور انجمن ہمسایگاں دونوں کو سخت بُرا معلوم ہوا، اور جب ایتھنزیوں کو انجمن کے غیظ و غضب کا حال معلوم ہوا تو وہ اُس کے مخالف ہوگئے۔ اس موقع پر بھی یہی ہوا۔ ایتھنزی سرکاری طور پر امفسا کا راگ نہیں گاتے، بلکہ صرف اُن کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنے سے باز رہتے ہیں، اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ تھبزی اور

باب ۱۸ | جس میں تھبزیوں کو یونانیوں کا دشمن بیان کیا گیا تھا، ایتھنز پر استغاثہ دائر کریں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) امفسا کی فریق کا ساتھ دینے لگتے ہیں، اور جب وقت آتا ہے تو اُن کے ساتھ میدان جنگ میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ امفسا کا ساتھ دے کر دیموس تھنیس نے ایتھنز و تھبز کے باہمی محالفے کے راستے میں آسانیاں پیدا کر دیں۔

جب فیلقوس نے امفسا پر قبضہ کر لیا تو اُس وقت بھی دیموس تھنیس ہی صلح کے راستے میں (جس کی تائید میں فوکیون تھا) سدراہ ہوا۔ بیان شیفر ("دیموس تھنیس" ۲، ۵۶۰) اُسے مفصلۂ ذیل انداز سے حق بجانب ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے:۔ "جو شخص فیلقوس سے واقف تھا وہ یہ جانتا تھا کہ فیلقوس اب بھی صلح کرنے سے اتنا ہی گریز کر رہا ہے جتنا پہلے،.......... اور جب ایتھنزیوں کو یہ آشکارا ہو گیا تو اُنھوں نے معاملات کا دارومدار اپنی قوت بازو پر رکھ دیا۔" لیکن شیفر اپنی اس رائے کا اظہار کر کے گویا دیموس تھنیس اور ایتھنزیوں کو ملزم قرار دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایشیائی مہم کے لئے کسی نہ کسی طرح یونانیوں سے مفاہمت کرنا فیلقوس کے لئے لوازمات سے تھا۔ دیموس تھنیس (.Cherr ۶۰ میں) کہتا ہے کہ فیلقوس ایتھنز کو "بالکل تباہ و ویران" کرنا چاہتا تھا، لیکن جنگ خیرونیہ کے بعد شاہ مقدونیہ نے جو برتاؤ ایتھنز کے ساتھ کیا اُس سے فیلقوس کے قول کا بطلان ہو جاتا ہے۔ وائل اپنی "تقاریر دیموس تھنیس" (Weil: Plaidoyers de Dem.) صفحہ ۳۹۹ میں شیفر سے صحیح تر نتیجے پر پہنچتا ہے؛ وہ کہتا ہے کہ "عام خیال کے بموجب فیلقوس نے یونان کا سپہ سالار اعظم یعنی مالک بننے کے خیال کو ترک کر دیا تھا"؛ لیکن ظاہر ہے کہ سپہ سالار اعظم کے معنیٰ مالک کے کسی طرح نہیں لئے جا سکتے، اور اگر یہ واقعہ ہوتا تو دیموس تھنیس اپنی تقریر میں اُسے ضرور ہی لاتا۔ لیکن اُس نے اس کے بجائے کبھی ایتھنزیوں سے یہ نہیں کہا کہ دیموس تھنیس سپہ سالار بننے کا خواہاں ہے، اسلئے کہ اس سے اُن میں بےچینی پیدا ہو جاتی؛ بلکہ اس کے بجائے اُس نے یہ جھوٹ بولا کہ وہ یونان کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے۔ اس سے یونانیوں میں جوش پیدا ہو گیا۔

چنانچہ اُس نے اپنی مملکت کی طرف سے جواب تیار کیا۔ جب استغاثے کی سماعت شروع ہوئی تو ائس خنیس نے یونانی طریقے کے مطابق جو آبا خود امفسا پر یہ الزام لگایا کہ اُس نے ایک ایسے کھیت کی کاشت کی ہے جو اپولو کے نام پر معنون تھا۔ واضح ہو کہ یونان میں اس قسم کے الزامات کے لئے مستغیث کے واسطے ہمیشہ مواد تیار رہتا تھا۔ ائس خنیس نے اس موقع پر ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ تقریر کی، جس پر مجلس نے امفسا کو مورد الزام قرار دیا، اور جب اس شہر نے تمرد اختیار کیا تو تھسالوی کوتی فوس کی صدارت میں اُس پر لیگ کی جانب سے اعلان جنگ کر دیا گیا۔ باب ۱۸

اس کارروائی سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لیگ کی تنظیم میں جو تبدیلی کی گئی تھی (جس کا ہم اس سے پیشتر اشارہ کر چکے ہیں) وہ اپنا اثر لا رہی تھی۔ ۳۵۶ ق م میں تھبز کو سیادت حاصل تھی، لیکن جس روز تھسالویوں نے اُس کی دوستی سے منہ موڑا اُسی روز اُس کی سیادت کا بھی خاتمہ ہو گیا؛ اب لیگ کا گویا کلید بردار فیلقوس تھا، اور اُسے تھسالویوں، ماگ نے تیوان، اکارنانیوں اور دوسری اقوام کی تائید حاصل تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لیگ کا اور تھبز کا مفاد ایک دوسرے سے جداگانہ ہو گیا، اور اسی لئے امفک تیونیس نے اُس کے حلیفوں یعنی لوکرسیوں پر حملہ کرنے میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اس غلط بیانی سے جو مذموم نتائج ظہور پذیر ہوئے اُن کے لئے دیکھو باب ۱۹، حاشیۂ ۱۔ اگر ایران کے خلاف مہم سر کرنے کے لئے یونانی فیلقوس کو اپنا سپہ سالار بنا دیتے تو اس سے نجات بھی مل جاتی اور یونانیوں کی آزادی بھی معرض خطر میں نہ آتی اس لئے کہ ایسی صورت میں یونانی اپنے شرائط پیش کر سکتے تھے، اور یہ جنگ خیئرونیہ کے بعد بالکل ناممکن تھا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ صلح نامۂ فلوکراتیس سے جنگ خیئرونیہ تک دیموس تھنیس بحیثیت ایک تہیج آفریں مدبر کے بالکل لاثانی ہے، اور اس کا ذکر پڑھنے سے ہمیں گلیڈسٹن کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

باب ۵۱

مطلق مضایقہ نہیں سمجھا۔ ۳۵۶ ق م میں تو تھبزیوں نے مذہب کو اپنا آلۂ کار بنایا تھا، اب اسی مذہب سے تھبز کے دشمن اپنا کام نکال رہے تھے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ ایتھنز اس عہد میں امفک تیونی لیگ کا رہنما ہوتا، اور اس طرح نہ صرف اراکین لیگ راضی رہتے بلکہ ایتھنز کی عزت و وقار بھی قائم رہتی، اُس کا مفاد بھی ہاتھ سے نہ جاتا، اور شاید فیلقوس بھی یونان کی طرف پیش قدمی نہ کرتا۔ لیکن یہ طرزِ عمل اختیار کرنے کے برعکس دیموس تھنیس تھبز اور امفسا سے بگاڑ نہیں چاہتا تھا، چنانچہ ایتھنز کلیۃً اس جھگڑے سے الگ تھلگ رہا۔ دیموس تھنیس کا یہ طرزِ عمل صرف اس صورت میں سمجھ میں آسکتا ہے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ اس کا مقصد تھبز کو ایتھنز کا مرہون منت کرنے کا تھا تاکہ موقع آئے تو اُسے فیلقوس کے خلاف اپنا ہمنوا بنالے۔ اس کی وجہ سے ایتھنز تو علٰحدہ رہا اور اُس کی جگہ امفسا کے خلاف لیگ کی طرف سے دوسری مملکتوں کے لوگ سپہ سالار مقرر ہو گئے، اور چونکہ اُنھوں نے لڑائی میں کسی قسم کا جوش و خروش نہیں دکھایا اس لئے آخر کار ارباب لیگ نے ۳۳۶ ق م میں خود فیلقوس کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ دراصل یہ دیموس تھنیس کی حکمت عملی کا ایک فطری نتیجہ تھا جس کی وجہ سے یہ جھگڑا اس قدر طول کھینچ گیا تھا۔ بہر حال شاہ فیلقوس کے پاس لیگ کا طلب نامہ عین اُس وقت پہنچا جب وہ اُس کا منتظر تھا۔ وہ اُس کو ملتے ہی فوراً جنوب کی طرف چلدیا، اور ایلاتیہ کے شہر پر، جو فوکس میں دریائے کیفی سوس کے شمال میں واقع تھا، قبضہ کرلیا۔ اس طرح اُس نے ایک ہی وار میں تین طرف ضرب لگائی: ایک تھبزیوں پر، جو امفسا کی دوستی کا دم بھرتے تھے، دوسرے تمام ملک یونان پر، جو امفک تیونیس کی کارروائیوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتا تھا، تیسرے ایتھنز پر، جو خفیہ طور پر امفسا کا ہوا خواہ اور علانیہ مقدونیہ کا دشمن تھا[۵۱۴]۔

[۵۱۴] ایلاتیہ کی تسخیر کی تاریخ مابہ النزاع ہے۔ شیفر کی "حیاتِ دیموس تھنیس" کے مدیر

باب ۵ اس موقع پر ہم دیموس تھنیس کی تقریر De corona کے اُس مشہور فقرے سے دوچار ہوتے ہیں جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح ایک روز شام کے وقت ایلاتیہ کی تسخیر کا حال ایتھنزیوں کو معلوم ہوا اور کس طرح اُن میں خلفشار اور ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے روز ایتھنزی ایک مقام پر جمع ہوئے، لیکن جب تک دیموس تھنیس نے کھڑے ہو کر انھیں سیاسی صورت حال سے مطلع نہ کر دیا اُس وقت تک کسی کو کوئی تحریک پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اُس نے کہا کہ ایلاتیہ پر فیلقوس نے جو قبضہ کر لیا ہے یہ ایتھنز کے لئے خطرناک ہے اس لئے کہ وہ ایتھنز کا علانیہ دشمن ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ اُس حکمت عملی سے تھیبز پر ایک کاری وار کیا گیا ہے، اس لئے ایتھنزیوں کو چاہیئے کہ وہ مسلح ہو کر بیوتی سرحد تک جائیں اور سفرا کے ذریعے سے اپنے خدمات تھیبز کے سامنے پیش کریں۔ چونکہ کسی اور شخص نے کوئی دوسرا خیال ظاہر نہیں کیا اس لئے عوام نے اسی کو منظور کر لیا اور اس طرح آیندہ خارجی طرز عمل کا گویا ایک پیش نامہ تیار کر دیا۔ اس کے علاوہ اس تحریک میں ایک اور اصول مضمر تھا، وہ یہ کہ اُس کے ذریعے سے ایتھنز نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ہوفماں Hoffmann کی رائے درست معلوم ہوتی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ "پلوٹارک "دیموس تھنیس" ۱۸، کے بموجب امفسا کی مہم ایلاتیہ کی تسخیر سے پہلے سرحد تک پہنچ چکی تھی؛ لیکن ائس خنیس ۳، ۱۴۰، ۱۴۶ وغیرہ، اور De Corr. ۱۵۲ وغیرہ و ۲۱۶ میں جو واقعات دئے ہوئے ہیں وہ اس مفروضے کے خلاف پڑتے ہیں اور تھیبز کے ساتھ محالفے اور جنگ خیرونیہ کے درمیان بہت سے واقعات پیش آتے ہیں"۔ یہاں De Corr. ۱۵۲ میں "قوت و اقتدار" وغیرہ کا جو ذکر ہے اُسکی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سنویت کے معاملے میں پلوٹارک پر کلیّۃً انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

جنگ آزمائی کے بہترین طریقے کے متعلق دیموس تھنیس اور فوکیون کی رائے؛ پلوٹارک: "فوکیون" ۱۶۔ تھیبز و ایتھنز کے باہمی محالفے کے شرائط؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۲، ۵۲۲۔

اُسی تھبز کی دستگیری کا تہیہ کر لیا تھا جو کبھی ایتھنز کے موافق رہا تھا کبھی مخالف، باب ۱۸
گویا کہ ایتھنز کے جدید طرزِ عمل سے ایک قسم کے علوئے ہمّت کا اظہار
ہوتا تھا جو ایتھنزیوں کے خیالات کے حسبِ حال تھی۔ الغرض تھبز کی
سفارت کا کام دیموس تھنیس اور نو ساتھیوں کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ یہ سب
تھبز چل دئے۔ یہ سُن کر فیلقوس نے بھی اپنے قائم مقام تھبز روانہ کئے۔
دیموس تھنیس کہتا ہے کہ فیلقوس کے سفرا نے مطالبہ کیا کہ تھبز کو مقدونی
افواج کو کم سے کم اپنے ملک میں ہو کر گزرنے دینا چاہئے اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ مقدونیہ کے
ساتھ مل کر ایتھنز سے لڑیں گے تو وہ مالِ غنیمت کے ایک معقول
حصّے کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف
ایتھنز ہی نہیں بلکہ مقدونیہ بھی تھبز کو اپنا ہمنوا بنانے کی فکر میں تھا چنانچہ
عجب نہیں کہ تھبزی سمجھنے لگے ہوں کہ یونان کی قسمت کا دارومدار انھیں
پر ہے۔ اگر ہم غور کریں تو یہی تھبز تھا جو تمام جھگڑے ٹنٹے کی گویا بنیاد تھا۔
اسی نے جنگِ فوکس کی ابتدا کی تھی، اسی نے ۳۵۳ ق م میں فیلقوس
کو تھریس میں پیش قدمی کرنے کی ہمّت دلائی اور تھسلی کے اعیان سے مل کر
یونان آنے کی دعوت دی تھی، اور اب ظاہر ہے کہ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا
تھا کہ فیلقوس کی وجہ سے اُس کے رتبے اور حیثیت میں شمّہ بھر بھی کمی
ہو۔ الغرض انھیں امور کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی قوّت و اقتدار کی حفاظت
کرنے کی غرض سے اُس نے ایتھنز کی دعوت کو قبول کر کے اُس کے ساتھ
محالفہ کر لیا۔ لیکن اس محالفے کی منظوری کے لئے اُس نے جو الفاظ
استعمال کئے وہ کچھ اس قسم کے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اُنھوں نے
بڑا بھاری ایثار اور زبردست قربانی کی ہے۔ چنانچہ ایتھنز اُن کے لئے
طرح طرح کی مراعات پر تیار ہو گیا۔ ایتھنزیوں نے اعلان کر دیا کہ جنگ
کا ایک تہائی خرچہ وہ خود برداشت کریں گے، سمندر پر آئندہ ایتھنز اور
تھبز کی حیثیت بالکل مساوی رہیگی، خشکی پر افواج کی کمان کا حق تھبز
کو حاصل ہوگا، اور بیوتیہ میں تھبز ہی کی سیادت رہیگی۔ اس اعلان سے

ظاہر ہے کہ ایتھنز نے بہت سے اصولی اور عملی مسائل پر تسلیم خم کر دیا اور ٹیوتیہ پر تھبز کی سیادت کے اصول کو منظور کر کے اُس نے اپنی تمام روایات پر گویا پانی پھیر دیا۔ تھبز اور ایتھنز کی اس باہمی مخالفت سے ایک جدید کیفیت پیدا ہو گئی، اور اگر یونان کی دوسری مملکتیں بھی اُن سے مل جاتیں تو اغلب یہ ہے کہ فیلقوس کو مقدونیہ واپس چلا جانا پڑتا۔ لیکن یونان کی باقی ماندہ اہم ترین مملکتیں یعنی اسپارٹا، مسینیہ، ایلیس، آرکیڈیا اور آرگوس تو بالکل الگ تھلگ رہیں، اور صرف یوبیہ، میگارا، کورنتھ، اکائیہ، اکارنانیہ، لیوکاس اور کورکائرا نے ہی سپاہی روانہ کیے۔ ابتدا میں تو ان حلیفوں کو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی، لیکن امفسا کی کمک کے لیے دس ہزار سپاہی روانہ کرنے کے بعد اُن کی قوت میں معتد بہ کمی پیدا ہو گئی۔ ہم پڑھتے ہیں کہ موسم بہار ۳۳۸ ق م میں ایتھنزیوں نے دیموس تھنیس کو اُس کے جوش و خروش کے انعام کے طور پر ایک طلائی تاج دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اُس وقت تک صورت حال کی نزاکت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حالات و واقعات کی شکل بدل جاتی ہے۔ فیلقوس نے ایک ایسی ترکیب چلی کہ خاریس نے امفسا والے دروں پر سے اپنا قبضہ ہٹا لیا، اور اس کے بعد اُس نے خاریس سے جنگ آزمائی کر کے نہ صرف امفسا پر بلکہ نوپاکتوس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب شاہ مقدونیہ نے پھر ایتھنز اور تھبز سے صلح کرنے کی کوشش کی لیکن دیموس تھنیس کے کہنے سے ان دونوں شہروں نے لڑائی جاری رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ اس کے بعد فیلقوس جو تدابیر جنگی کا ماہر تھا، بڑھا اور بغیر کسی قسم کی مدافعت کے بیوتی میدانوں تک یعنی تھبز کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

الغرض فریقین کے مابین خلیرونیہ کے مقام پر اگست یا ستمبر ۳۳۸ ق م میں ایک فیصلہ کن لڑائی ہوئی[۱۵۱] فیلقوس کی فوج میں تیس ہزار پیدل

---

[۱۵۱] جنگ خلیرونیہ بتاریخ ۲ اگست یعنی ۳۳۸ ق م کو لڑی گئی، لیکن چونکہ ہم

باب　اور کم از کم دو ہزار سوار تھے، اور گو حلیفوں کی فوج کی تعداد اس سے ذرا زیادہ تھی لیکن فیلقوس کی فوج تجربہ کار اور کار آزمودہ تھی اور اُس کا واحد مرکز فیلقوس کی ذات تھی، جو خود بھی فن حرب میں یکتا تھا اور جس کے زیر دست سپہ سالار بھی نہایت قابل تھے۔ اس کے مقابل حلفا کی فوج سب کی سب شہریوں پر مشتمل تھی جن میں آزادی اور حریت کا جوش بھرا ہوا تھا؛ ان میں سے تھبزیوں کی ہمت اور مردانگی اور شجاعت ضرب المثل تھی۔

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس سے واقف نہیں کہ یہ سنہ لوند کا سال تھا یا نہیں اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ تاریخ اگست میں پڑی یا ستمبر میں۔ دیکھو گیوٹلنگ: "مضامین تاریخی" Götting Gesch. Abh. ۱، ۱۴۷ وغیرہ؛ گروتوس ۳، ۵۰۸۔

اینگل ہاف کی کتاب "مضامین تاریخی" Egelhaaf: Analekten zu Geschich. (صفحہ ۴۵) کے مطابق فیلقوس نے اپنے فوجی جناح کو آگے نہیں بڑھنے دیا تاکہ سکندر اپنے بازو کو بطور میخ کے دشمن کے لشکر میں گھسا دے؛ کیوخلی و ریوستو: "یونانی فن حرب" Koechly und Ruestow: Griech: Kriegsw. ۲۳۲۔ اس لڑائی میں اتھنزیوں کے ساتھ چند اکارنانی بھی تھے، مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا C.I.A. ۲ = ڈٹن برگر (۱۰۹)

شیر کے مجسمے کے لئے دیکھو بیڈیکر Baedeker ۱۲۳۔

یونانی لڑائی میں بہادری کا ثبوت دیتے تھے لیکن کسی طویل مہم کے دوران میں سپہ سالاری کے کام میں ہیٹے تھے۔ انہیں چاہیئے تھا کہ ہیلیس پونٹ میں جو مقدونوی بیڑا پڑا ہوا تھا اُس کا کام تمام کر دیتے؛ انھیں دس ہزار فوج امفسا کو بھیج کر اپنے آپ کو کمزور نہیں کرنا چاہیئے تھا نہ امفسا اور بیوتیہ کے دروں میں فیلقوس کی چال میں آنا چاہیئے تھا۔ لیکن یونان کی جمہوری عظمت کے آخری ایام یونانیوں کیلئے نہایت درجہ فخر و مباہات کا زمانہ تھا، اس لئے کہ وہ میدان میں نہایت بہادری سے لڑے اور صرف اس لئے سر تسلیم خم کیا کہ اُن کا دشمن ایک نہایت قابل سپہ سالار تھا۔ جنگ کا پانسہ مکاری اور فریب کی وجہ سے نہیں پلٹا اسلئے کہ رشوت یا فریب کاری کا پتہ بھی نہیں معلوم ہوتا، اور لی سکلیس کے خلاف جو الزام لگایا جاتا ہے اُس سے ہم مطلق واقف نہیں۔ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۲، ۵۰۷۔ دیودورس ۱۶، ۸۸ میں لفاظی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

باب ۱۵

اور انھیں میں تین سو سپاہیوں کا وہ "قشون مقدس" تھا جو صرف مرنے یا مارنے کے لئے لڑتا تھا۔ تھبنزیوں کا سپہ سالار تھیاگنیس تھا اور ایتھنزیوں کی فوج ستراتوکلیس، خارس اور لی سکلیس کے تحت میں تھی۔ ان تینوں ایتھنزی سپہ داروں میں ستراتوکلیس کو تو قابل کہا جا سکتا ہے، لیکن خاریس کی حیثیت اجیر سپاہیوں کے فوجدار سے زیادہ نہ تھی، رہا لی سکلیس، تو زمانہ مابعد میں ایک باضابطہ عدالت نے یہ طے کر دیا کہ اس نے اپنے فرائض منصبی کی کارفرمائی میں کوتاہی کی تھی۔ فریقین کی افواج کی تعداد تقریباً مساوی تھی لیکن مقدونوی سپہ سالاروں کی بہتر جنگی تدبیر کی وجہ سے حلیفوں کے سطحی جوش و خروش کو نیچا دیکھنا پڑا۔ ابتدا میں تو ایتھنزی میسرے نے فیلقوس کو شکست دی، لیکن دوسری طرف سکندر تھبنزیوں پر غالب آیا۔ لڑائی میں تھیاگنیس ہی نہیں بلکہ "قشون مقدس" کے تمام سپاہی لڑتے ہوئے مارے گئے، جس کے بعد حلیفوں کا پورا لشکر الٹے قدموں بھاگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں ایک ہزار ایتھنزی مارے گئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ دیموس تھنیس نے ایک معمولی ہوپ لیت کی حیثیت سے حصہ لیا، چنانچہ وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اب ناٹک کا پردہ گرتا ہے۔ فیلقوس کا مقصد پورا ہو گیا۔ یونانی قوم کی ترکیب کے بعد پہلی مرتبہ ایک موروثی بادشاہ نے اول درجے کی یونانی مملکتوں کو شکست دی اور پہلی شکست سے یونان کی قسمت پر مہر لگ گئی، لیکن یہ شکست ایسی تھی کہ مغلوب فریق کے لئے بھی اتنی ہی سودمند تھی جتنی ظفرمند فیلقوس کے واسطے۔ یونانی عزت و وقار کو قائم رکھنے کے لئے ان تھبنزیوں اور ان کے حلیفوں کی قبروں پر، جو لڑائی میں کام آئے تھے، سنگ مرمر کا ایک شیر نصب کیا گیا جس کے بعض ٹکڑے اس وقت تک محفوظ ہیں۔ یہ جنگ اس قسم کی خارجی یادگار کے صحیح معنی میں مستحق ہے اس لئے کہ فتح و نصرت ہی ہمیشہ عظمت و وقار کا معیار

باب ۱ نہیں ہوا کرتی ۱۲۱

۱۲۱ مقدونیہ اور یونان کا مقابلہ کرنے میں فریقین حد سے بڑھ گئے ہیں - دیموس تھنیس کے مریدوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یونانیوں کو فیلقوس کی طرف سے اپنی آزادی کا خطرہ معلوم ہوتا تھا؛ ہمارے نزدیک فیلقوس محض اپنی سیادت کو تسلیم کرانا چاہتا تھا اسی لئے ہم نے اس مسئلے پر طویل بحث کی ہے - اب دیموس تھنیس کے طرزِ عمل کے خلاف صرف یہ کہنا باقی ہے کہ واقعہ یہ تھا کہ اُسی پُرانے یونانی طرزِ عمل کا ہی سلسلہ تھا جسکے بموجب ایران کو یونانی معاملات میں مداخلت کرنے کا گویا اختیار تھا - ایران سے روپیہ آتا اور یونان اُس کے معاوضے میں اجیر سپاہی مہیا کرتا - جب سکندر نے ایران پر فوج کشی کی تو بجیوں کے علاوہ شہنشاہ کی ایشیائی رعایا تو خاموش رہی اور جو کچھ اُس کے خلاف کارروائی کی وہ یونانیوں ہی نے کی - اگر دیموس تھنیس کی حکمت عملی کو کامیابی ہو جاتی تو یہ صورت حال، جو ہمارے نزدیک یونانیوں کی عزت و وقار کے اصول پر مبنی نہیں تھی، مستقل شکل اختیار کر لیتی؛ اور خود یونان کو بدترین خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑتا، اس لئے کہ تھبز اور ایتھنز کے باہمی مخالفے اور تھبز کا بیوتیہ پر مکمل غلبہ، یہ امور ایسے تھے کہ ان سے اوّل الذکر دونوں مملکتوں میں یقیناً نزاع پیدا ہوتا پھر پیدا ہوتا۔

اس کے برعکس ڈروائے سن ("یونانیت" ا، ۳۳) کا خیال بھی غلط ہے کہ مقدونیہ کو یونان پر جو فتح و نصرت حاصل ہوئی وہ یونان کے مفاد کے لئے ضروری اور لازمی تھی اس لئے کہ "یونان اپنی مملکتوں کی تنگ زندگی کی وجہ سے گویا مفلوج ہو رہا تھا" اس ضمن میں مقدونوی حکومت سے کسی قسم کی بہتری پیدا نہیں ہوئی؛ اور صرف یہی نہیں کہ یہ تنگی برابر جاری رہی بلکہ شائد اس میں زیادتی بھی ہو گئی - اس سے بہتر یہ تھا کہ یونانی مقدونیہ کے ساتھ بخوشی خاطر مخالفہ کر لیتے - اگر ایسقراطیس کے خیال کے مطابق یونانی فیلقوس اور سکندر سے مل جاتے تو انھیں ایک طرف تو مقدونوی غلامی سے واسطہ نہ ہوتا اور دوسرے ایشیا کی فتح اور اُسکے فوائد کے حصہ دار بن جاتے اس لئے کہ ایسی حالت میں شاہ مقدونیہ کو کسی یونانی شہر میں اپنا لشکر رکھنے کی مطلق ضرورت باقی نہ رہتی۔

# باب نوزدہم

## فیلقوس کی زندگی کے آخری ایام

### ۳۳۸ق م تا ۳۳۶ق م

گو میدان جنگ میں فیلقوس نے اپنے حریفوں کے ساتھ کچھ ایسا ہی برتاؤ کیا جیسا کوئی وحشی اس وقت کرتا ہے جب اسے امید کے خلاف کامیابی ہوتی ہے، لیکن اس کے بعد اس کا رویہ بدل گیا اور اس نے اپنے سابق دشمنوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس سے اسکی عقلمندی اور عالی مرتبتی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس شکست سے ایتھنزیوں میں بہت کچھ ہراس پیدا ہوگیا۔ دیموس تھنیس برابر ان کے کان میں یہ ڈالتا رہتا تھا کہ فیلقوس ان سے صرف فریب کاری اور رشوت خورانی میں ہی بڑھا ہوا ہے، لیکن جنگ خیلرونیہ سے ظاہر ہوگیا تھا کہ اس کا مقدونوی جتھا آزاد شہریوں کے ہجوم پر بھی غالب آسکتا ہے۔ ایتھنز میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا اس سے متاثر ہو کر ہی پریدیس نے یہ تحریک کردی کہ غلاموں کو بھی مسلح ہو جانا چاہیئے، اور دیموس تھنیس نے اسی میں اپنی بہتری سمجھی کہ غلہ خریدنے اور روپیہ جمع کرنے کے بہانے شہر سے چلا جائے۔ اسے غلہ خریدنے کے لئے اس قدر تعجیل کی مطلق ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ

باب ۱۹ ایتھنز ہی جہازوں کو سمندر پر اب بھی تفوّق حاصل تھا، اور یہ بھی نہیں تو دیموس تھنیس کے علاوہ اور بہت سے لوگ غلّہ خریدنے کے فرض کو انجام دے سکتے تھے؛ لیکن اگر بالفرض فیلقوس کہیں ایتھنز کے قریب تک بڑھ آتا تو دیموس تھنیس جیسے عمومی مقرّر کے غیاب میں ایتھنز کو بڑی بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا، چنانچہ خود اسے بھی اس کا خیال ہونا چاہیئے تھا کہ مملکت کے ایسے نازک اور خطرناک زمانے میں اُس کی خدمات کی ضرورت ہوگی۔ لیکن ہماری دانست میں وہ خود اپنی خدمات کی اہمیت کو اُتنا محسوس نہیں کرتا تھا جتنا زمانۂ حال میں اُس کے مدّاح، بلکہ دراصل اُسے اس کا احساس تھا کہ بہ نسبت اخلاقی اثر کے اُس میں مالی اور تجارتی قابلیت کہیں زیادہ ہے۔ ہمارے پاس اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اُس نے ایتھنز محض فیلقوس کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیا ہو، اور اگر اُسے بالفرض فیلقوس کا ڈر بھی تھا تو یہ محض بے بنیاد تھا۔ اوّل تو خود فیلقوس اس جلت پھرت اور عزم کی دل سے وقعت کرتا تھا جو دیموس تھنیس نے اس کے خلاف دکھایا تھا، اور دوسرے گو اُس نے تھیبز کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا لیکن اُس کا یہ منشا ہرگز نہ تھا کہ وہ ایتھنز کے ساتھ درشتی یا سختی سے پیش آئے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولنتھوس کی طرح تھیبز اُس کا حلیف تھا اور اب ان دونوں شہروں نے اُس کے خلاف غدّاری کی تھی؛ لیکن دوسری طرف ایتھنز نے کبھی اس تنفّر کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی جو اُسے فیلقوس کے ساتھ تھا۔ الغرض تھیبز کو اور خوپینوس، تھسپیا ئے اور پلاٹیہ سے دست بردار ہونا پڑا، اور اُن شہروں کو، جن کے ساتھ اُس نے نہایت خراب برتاؤ کیا تھا، اب دوبارہ آزادی حاصل ہوگئی۔ کادمیہ میں ایک مقدونوی دستہ مسلّط کیا گیا، اور جب وہ لوگ جن کو تھیبز نے ملک بدر کیا تھا، واپس آئے تو اُنھوں نے اپنے مخالفوں پر مقدّمہ چلا کر اُنھیں سزائے موت کا مستحق گردانا۔ لیکن ایتھنز کے ساتھ فیلقوس اِن سے بہتر سلوک

باب ۱۹ کرنا چاہتا تھا، چنانچہ اُس نے دیمادیس کو جو اس وقت اسیر جنگ تھا،
ایتھنز پیام لے کر بھیجا اور کہا کہ وہ ایتھنز کو برباد نہیں کرنا چاہتا جو مدت دراز
سے یونان کے قوائے ذہنیہ کا مرکز بنا رہا ہے اور اس وقت بھی عرصے
تک مدافعت کرنے کے قابل ہے۔ جب ایتھنزیوں کو بادشاہ کا عندیہ
معلوم ہوا تو انھوں نے ایک ماموریت میں دیمادیس، فوکیون اور اِسکِنیس شامل تھے
اس غرض سے مقرر کی کہ وہ فیلقوس سے اسیران جنگ کی بابت گفتگو
کریں اور ساتھ ہی دوسرے معاملات کے متعلق بھی اُن کی مرضی دریافت کریں۔
بادشاہ نے قیدیوں کو نہ صرف کسی قسم کا فدیہ لیئے بغیر رہا کر دیا بلکہ انھیں
اپنے پاس سے کپڑے بھی دیے، اور کہا کہ مردوں کی نعشیں وہ براہ راست
ایتھنز روانہ کرے گا، اور خود اپنے سفیروں کے ذریعے سے ایتھنز کو اپنے
مافی الضمیر کا حال بتا دے گا۔ جب ایتھنزی ماموریہ واپس چلی تو اُس نے
اُن کے پیچھے پیچھے انتی پاتر اور نوجوان سکندر کو اپنی طرف سے ایتھنز روانہ
کیا تاکہ وہ اُس کی طرف سے ایتھنز کے سامنے شرائط پیش کریں۔ انھوں نے
کہا کہ ایتھنز نہ صرف حسب سابق آزاد رہے گا بلکہ دیلوس وساموس (اور
اغلباً لیمنوس وامبروس) پر بھی قابض رہیگا، اور تھبزی مال غنیمت کے ایک
حصّے کا بھی حقدار ہوگا، نیز آیندہ سے اُسے مقدونیہ اپنا حلیف تصوّر
کرے گا۔ ایتھنزیوں کے لیئے یہ شرائط نہایت درجہ باعث تعجّب وحیرت
تھیں۔ دیموس تھنیس نے تو اُن سے یہ کہا تھا کہ فیلقوس ایتھنز کا خاتمہ
ہی کرنے کے درپے ہے، اور اب وہ بالکل خلاف امید اُن کے
سامنے طرح طرح کے تحفہ تحائف پیش کر رہا تھا! ایسی صورت میں،
گو وہ محاصرے کے لئے ہر طرح سے تیّار تھے لیکن وہ کسی طرح سے بھی
اُس کے نامعلوم خطرات سے دوچار ہونا پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ
انھوں نے فیلقوس کی یہ شرطیں تسلیم کرلیں؛ نہ صرف یہ بلکہ انھوں
نے اپنی خلاف اُمید مخلصی اور نجات کی خوشی کے اظہار کے طور پر اُسے
حق شہریت عطا کیا اور سر بازار اُس کا ایک مجسمہ نصب کرایا۔ انھیں

باب ۱۹ دو امر کی بابت غلط فہمی ہوئی تھی، ایک تو بادشاہ کی قوت کے متعلق اور دوسرے اُس کے ارادوں کے متعلق؛ اور اب انھیں اصلی واقعات وحالات کا پتا لگ گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اُن کے واقعی جذبات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی، چنانچہ جب مقتولوں کے جنازے پر تقریر کرنے کا سوال پیدا ہوا تو انھوں نے اس عزت کے لئے دیموس تھنیس ہی کو مقرر کیا[۱]۔

---

[۱] غلاموں کو مسلح کرنے کی تحریک : Suid: apepseph. دیکھو بیلوخ "یونانی اور رومانی دنیا کی آبادی" Beloch: Bevoelkerung der griech-roem Welt صفحہ ۹۸- ہرتزبرگ ("تاریخ یونان" Herzberg: Griech Geschichte ہالے، سنہ ۱۸۸۴ء، صفحہ ۲۳۶) کی بھی، جو خود دیموس تھنیس کا بڑا بھاری موید ہے، یہی رائے ہے کہ اُس کے ایتھنز سے چلے جانے کی وجہ سے نقصان ہوا۔ ہم دیکھیں گے کہ تیسری صدی ق م میں ایتھنز کے رہبر گو ایسے بڑے مقرر یا خطاب نہیں تھے، لیکن اپنی آزادی کی نہایت سختی کے ساتھ حفاظت و کوشش کرنے میں کسی سے کم نہ تھے۔ شیفر ("دیموس تھنیس ۳، ۲۶ تا ۲۹) کہتا ہے کہ یہ فقط فیلقوس کی "خلاف امید عالی حوصلگی" ہی تھی جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کا صلح نامے کی طرف میلان ہوا، اور ممکن نہ تھا کہ وہ فیلقوس کے خلاف مدافعت کرتے اور اگر زیادہ دن تک جمے رہتے تو شاید فیلقوس کے قبضے سے "اُس کے ایڑی چوٹی کے زور کی سب کمائی نکل جاتی" (شیفر صفحہ ۱۷)۔ لیکن ہمارے نزدیک دیموس تھنیس نے جو کذب آمیز چالیں چلیں اُن کا بجنسہ یہی نتیجہ نکلا۔ دیموس تھنیس نے اُن سے یہ کہہ رکھا تھا کہ فیلقوس ایتھنز کو "بالکلیہ تباہ و برباد کرنا" چاہتا ہے، لیکن اس کے برعکس بادشاہ ایتھنز کے ساتھ دوستی کو اس قدر اہمیت دے رہا تھا۔ ایتھنز کے زوال جیسے اہم واقعے کا آغاز ہماری سمجھ میں آسانی سے آسکتا ہے، اور یہ بات ہرگز نہیں چھپائی جاسکتی کہ ایک بڑی حد تک اُس کے زوال کا الزام اُس کے ممتاز مدبروں پر عائد ہوتا ہے۔ اگر دیموس تھنیس اپنا دماغ اتنا ہی صحیح رکھتا اور اتنی ہی چلت پھرت دکھاتا جیسی سنہ ۱۸۱۲ء میں نپولین نے دکھائی، تو باوجود اپنی "تجربہ کاری" اور اپنے

باب ۱۹ اس کے بعد فیلقوس معاملات یونان کے مزید تصفیے کی طرف متوجہ ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے خالکس پر اس سے قبل ہی قبضہ کرلیا تھا، اور اب ایک پُل بنا کر اُسے اقلیمی علاقے کے ساتھ ملا دیا گیا نیز اُس نے کورنتھ میں ایک مقدونوی دستہ چھوڑا۔ ان کارروائیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ آئندہ اگر بالفرض مقدونوی افواج کو تھرموپلی میں ہو کر گزرنے نہ دیا جائے تو بھی وہ خالکس اور کورنتھ ہو کر جہاں چاہتا جا سکتا تھا۔ آرگوسیوں کی دیرینہ آرزو بر آئی تھی اور تمے نوس کی نسل کا ایک فرد یونان کا رہبر بن گیا تھا، چنانچہ اُنھوں نے اپنے مظفّر و منصور بھائی کو خوش آمدید کہا، اور آرکیڈیا، مسینیہ، اور ایلس بھی فیلقوس کے ہوا خواہوں میں شامل ہو گئے۔ اب اسپارٹا کی باری آئی۔ آرخی داموس شاہ اسپارٹا نے تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بہر بیہ بن کے (دیکھو حاشیہ ۳) وہ شاید نپولین کی طرح ایک بڑا مدبّر بن جاتا۔ لیکن خواہ اس وجہ سے کہ اُسے حقیقی صورت حال سے کما حقہٗ آگاہی نہیں تھی، ورنہ اس لئے کہ وہ آئندہ کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں کر سکا اس نے ایتھنزیوں کو اپنے دشمن کے مقاصد و وسائل بتانے میں بڑی بھاری غلطی کی، اور جب مقدونوی سپاہ جس کی اُس نے ان سے بُرائی کی تھی بہادر اور دلیر یونانیوں کو نیچا دکھا چکا، تو اب وہ غلّہ اور روپیہ فراہم کرنے کی فکر میں لگ گیا اور دوسروں کو شہر کو اُسکی مصیبتوں سے چھٹکارا دلانے کے لئے چھوڑ گیا!

فیلقوس نے ایتھنز کے ساتھ جو مہربانی آمیز سلوک کیا وہ اس وجہ سے نہیں کہ اُسے اسی میں اپنا مفاد نظر آیا بلکہ وہ اُس شہر کی اہمیت کی پوری عزّت کرتا تھا؛ مقابلہ کرو pseu. Call. ۵/۲۔ اُس کے جذبات وہی تھے جو یونانیوں کے تھے۔ یونانی ناموری اور شہرت کے بڑے دلدادہ تھے، اور یہ نہایت مخصوص انداز سے یوریپیدیس: "مدیا" ۵۳۵ سے ظاہر ہوتا ہے جہاں یاسون چاہتا ہے کہ کہ مدیا اُس کا شکریہ کرے اس لئے کہ اگر وہ اُسے یونان نہ لاتا تو وہ اتنی مشہور کبھی نہ ہوتی۔ بلاشبہہ اس بیچاری بے یار و مددگار عورت کی اشک شوئی اس قسم کی باتوں سے نہیں ہو سکتی تھی؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یوریپیدیس نے یہ پارہ ایتھنزی عموم کے لئے لکھا تھا، جو اپنے آپ کو یونان میں شہرت اور ناموری کی کنجی سمجھتے تھے۔

باب ۱۹ سرزمین اٹلی میں تارنتوم کی طرف سے ایک مہم سر کرتے ہوئے اپنی جان دیدی تھی۔ اب اُس کا بیٹا آگس بادشاہ تھا۔ اُس نے اپنے وطن مالوف کی لاج رکھ لی۔ اور جب فیلقوس نے دریافت کیا کہ آیا وہ شہر میں داخل ہو سکتا ہے تو اسپارٹیوں نے مختصراً محض "نہیں" کہہ کر اس کا مقابلہ کیا۔ اس پر فیلقوس نے ایک لقونیہ کو تاخت و تاراج کر دیا، تاہم اسپارٹی اُس کی شرائط کو برابر نامنظور کرتے ہی چلے گئے۔ اب فیلقوس نے شہر اسپارٹا کو تو چھوڑ دیا لیکن قدیم لقونوی سرحد تک تمام اسپارٹی علاقے پر قبضہ کر لیا، جس میں سے مقبوضہ علاقے کا مشرقی حصہ تو آرگوس کے، اور دریائے یوروتاس کے منبع کے قریب کا ٹکڑا آرکیڈیا کے حوالے کر دیا گیا۔ اسپارٹا کے علاوہ جزیرہ نمائے پیلوپونیز کے باقی ماندہ باشندوں نے فیلقوس کی عزت و توقیر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اُسکے نام پر اولمپیا میں ایک مخصوص عمارت "فلیپیوم" تیار کی گئی، اور اس میں فیلقوس اور اُس کے والدین کے سونے اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے مجسمے استادہ کئے گئے۔ جب فیلقوس کورنتھ میں تھا تو اُس نے یونانیوں کے سامنے ایک یونانی لیگ کا خاکہ پیش کیا، جس کے مطابق ہر رکن کو کامل خود مختاری حاصل ہوتی، اور اپنے اپنے دستور کا اتباع کرنے کا اختیار ہوتا اور سمندر پر جہاز رانی کا اختیار ہوتا۔ فیلقوس نے یہ طے کیا کہ اس کام کی تکمیل کے لئے تمام یونانی ریاستوں کے Synedroi کورنتھ میں جمع ہوں اور اس جدید لیگ کا محکمہ عدالت "انجمن ہمسایگاں" بنائی جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ اُس کی رہبری میں یونانی مقدونیوں کے ساتھ ایران پر ان حرکات کی سزا دینے کے لئے فوج کشی کریں گے جو اُس سے یونانی عبادت گاہوں کو نجس کرنے میں سرزد ہوئی تھیں۔ اس طرح یونانیوں کا فیلقوس کے ساتھ بجنسہٖ اُسی قسم کا تعلق پیدا ہو گیا جو ۴۷۷ ق م کی لیگ کے قیام کے وقت حلیفوں کا ایتھنز کے ساتھ ہوا تھا، اور ممکن ہے کہ یہ تعلق یونانیوں کے لئے قابل برداشت ہوتا۔ لیکن یہ حکم خالکس اور کورنتھ میں جو مقدونوی دستے چھوڑے گئے اُن پر

باب ۱۹

نہیں لگایا جا سکتا۔ بلاشبہہ پرانی لیگ سے یہ نئی لیگ بہتر تھی اس لئے کہ ایک خاص قومی مقصد یعنی جنگ ایران اُس کے پیش نظر تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یونانی اسے بدرجہا زیادہ پسند کرتے تھے کہ ایران سے روپیہ لے کر اُس کی خدمت کریں بجائے اس کے کہ فیلقوس کی خواہش کے مطابق اُن سے زبردستی رقمیں وصول کریں، اور جب کیفیت یہ تھی تو یہ مقصد محض فضول اور بیکار معلوم ہوتا ہے۔

اس کے بعد فیلقوس ایران کے خلاف تیاریاں کرنے کی غرض سے واپس مقدونیہ گیا۔ لیکن قسمت نے یاوری نہیں کی، اور وہی وحشی پن جو مقدونیوں کی گویا گھٹی میں پڑا تھا، اُس کی موت کا بھی باعث ہوا۔ وہ اپنی بیوی اولمپیاس کے غرور و نخوت، اوہام پرستی اور ظلم و ستم کی وجہ سے روز بروز اُس سے بیزار و متنفر ہوتا جاتا تھا۔ اوّل تو اُس نے بہت سی عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلّقات پیدا کئے، لیکن آخرکار اُس نے ایک حسین و جمیل مقدونوی عورت کلیوپاترا سے نکاح کر لیا۔ لیکن عین نکاح کے وقت نئی ملکۂ مقدونیہ کے ایک عزیز اتالوس نے سکندر سے مخاطب ہو کر طعنہ آمیز لہجے میں یہ کہا کہ "او سکندر تو کہیں ولی عہد مقدونیہ تھوڑا ہی ہے، ولی عہد مقدونیہ تو اب پیدا ہوگا!" جس پر نہ صرف اسکندر اور اتالوس کے درمیان بلکہ سکندر اور فیلقوس کے درمیان بھی نہایت سخت کلامی کی نوبت آئی اور آخرکار سکندر اور اُس کی ماں مقدونیہ چھوڑ کر چلے گئے لیکن باپ بیٹا عرصے تک ایک دوسرے سے جدا نہیں رہے اس لئے کہ ایک کورنتھی مسمی دیماراتوس نے فریقین کے مابین سمجھوتا کرا دیا۔ قرار یہ پایا تھا کہ افراد خاندان شاہی کے مابین جس قدر بھی جھگڑا ہے وہ سب سکندر کی بہن کلیوپاترا اور اُس کے ماموں سکندر والی اپائرس کی شادی کے موقع پر جو آئے گئے میں ہونے والی تھی، ختم کر دیا جائے؛ لیکن بدقسمتی سے قاتل کی تلوار نے شادی کا جوش سب کرکرا کر دیا (یعنی جولائی ۳۳۶ قم میں) پوسانیاس نامی ایک نوجوان نے، جس کی اتالوس نے ایک موقع پر توہین کی تھی اور جسے بادشاہ خود مطمئن نہیں کر سکا تھا،

باب ۱۹

دو لینکستائی شاہزادوں یعنی ہیرومنیس اور ارمعابایوس کی مدد سے فیلقوس کو قتل کر ڈالا۔ لوگوں کا عام خیال تو یہ تھا کہ فیلقوس کے مرنے کے بعد ملک میں بد امنی اور افراتفری پھیل جائے گی، لیکن اس کی بجائے امن و امان قائم رہا اور پیئوسانیاس کو فوراً سزائے موت دی گئی۔ لطف یہ ہے کہ پہلا شخص جس نے نوجوان سکندر کو شاہ مقدونیہ تسلیم کیا، خود ایک لینکستائی ہی تھا جس کا نام بھی سکندر تھا، اور اس کے بعد تمام فوج نے بھی اُسے بیک آواز اپنا بادشاہ و حکمراں مان لیا۔[۲۵]

۲۵ باوجود ان سب باتوں کے جو اُس نے پہلی فیلقوسی ۱۱ (پلوٹارک: دیموس تھنیس ۲۲) اور دوسرے مواقع پر اپنی زبان سے نکالی تھیں، فیلقوس کی موت پر دیموس تھنیس کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۸۷ تا ۹۰۔ بلاشبہہ فیلقوس نے خیئرونیہ کے میدان جنگ میں بھی خوشی کا اظہار کیا تھا، لیکن اسکے لئے یہ اس وجہ سے قابل معافی ہے کہ وہ اُس وقت نشۂ فتح وظفر میں مست تھا، اور ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لڑائی کے بعد ہی اُس نے اپنا طرز عمل بدل دیا۔ دیموس تھنیس فیلقوس کے دشمنوں سے تو ملا ہوا ہی تھا، اسی وجہ سے اُس کے پاس فیلقوس کی موت کی خبر سب سے پہلے آگئی، اور اُس کے آتے ہی اُس نے کام نکالا یعنی عوام کے سامنے ایک تقریر کی جس میں اُس نے اُن سے یہ کہا کہ بھائیو میں نے ایک خواب دیکھا ہے، وہ یہ کہ دیوتا تم پر خاص الخاص مہربانی سے پیش آئے ہیں۔ جب لوگوں کو عام طور پر شاہ مقدونیہ کی موت کی خبر معلوم ہو گئی تو دیموس تھنیس عید کے کپڑے پہن کر ایک گھیرا اپنے سر پر رکھ کر جمعیت عوام میں پہنچا (حالانکہ سات ہی روز پہلے اپنی بیٹی کی موت کی وجہ سے وہ ماتم میں تھا)۔ شیفر تو یہ کہتا ہے کہ دیموس تھنیس نے ٹھنڈے دل سے سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر یہ سب کچھ کیا تھا (۳: ۹) لیکن ہمارے نزدیک یہ سب بہروپیاپن بالکل بیکار تھا اور اس سے صرف اُس کی بناوٹ ظاہر ہوتی ہے جب یومنیس نے کہا کہ میں نے سکندر کو خواب میں دیکھا ہے (Plut. Eum. ۱۳)۔

باب ۱۹

فیلقوس کی عمر صرف سینتالیس سال کی ہوئی، جس میں سے اُس نے چوبیس سال حکومت کی۔ اس میں بعض نہایت عجیب وغریب خصائل مجتمع تھے؛ وہ فطرتاً نہایت ہوشیار اور باعمل، اوّل درجے کا سپہ سالار اور مدبّر، مقدونوی وحشیوں کے ساتھ سخت اور متمدّن یونانیوں کے ساتھ نرم تھا، وہ فطری طور پر سفّاک و بے رحم نہ تھا، اور اُسے ہمیشہ اپنی بات کا پاس رہتا تھا۔ اُس نے وہ کر دکھایا جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتا تھا، یعنی بہادر اور شجیع یونانیوں پر مقدونیہ کی سیادت قائم کردی[۵۳]۔

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تو یہ اس کے لئے لازمی تھا ورنہ وہ سپہ سالاروں کی سکونت کے مکان کا صحیح تصور قائم نہیں کر سکتا تھا؛ لیکن دیموس تھنیس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ حقیقی زندگی میں ناٹک کا ایکٹ کرے، اور تصنّع اُس کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا۔ شیفر نے اس پر جو رائے ظاہر کی ہے وہ نہایت درست ہے۔

۵۳ فیلقوس کے خصائص۔ ہمارے نزدیک اخلاقی نقطۂ نظر سے فیلقوس کی جو ملامت کی جاتی ہے وہ نہ صرف فی نفسہٖ بے بنیاد ہے اگر ہم اُس کا مقابلہ اس کے اتھنزی مخالفوں کے ساتھ کریں تو پھر تو اس کی لغویت میں کوئی اشتباہ باقی ہی نہیں رہتا۔ شیفر نے (دیموس تھنیس ۲، ۴۴) اپنی عادتی محنت وکاوش سے اس خاص موضوع کے متعلق تمام مواد یک جا کر دیا ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس کے بیانات (مثلاً De Cor. ۶۵) جن کا ثبوت اس وقت تک مہیا نہیں ہوا، اور زمانہ مابعد کے مورخوں کی رائیں، ان دونوں سے طبیعت پر یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ فیلقوس بے وفا اور ظالم تھا (بلاس ۲، ۸۵)۔ جہاں تک ظلم وستم کے الزام کا تعلق ہے ہم جانتے ہیں کہ اُس نے مغلوب دشمن کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ یونانیوں کے روایتی سلوک سے کہیں بہتر تھا۔ اجیر سپاہیوں کو تھسلی میں جو زندہ ڈبویا گیا وہ انجمن ہمسایگان کے حکم سے ہوا، اور اگر شاہ مقدونیہ بیچ میں نہ پڑتا تو فوکسیوں کے ساتھ بھی نہایت بے رحمی کا سلوک کیا جاتا۔ اس کی وعدہ خلافی کا خیال آج کل اس درجہ جاگزیں ہے کہ وائٹ ہال کی "حیات دیموس تھنیس" کے مدیر بھی (۱، ۱۷۶) اس پر یکے بعد دیگرے "

باب ۱۹

اگر ہم غور کریں تو محض قوم کی اخلاقی پستی ہی آزادی یونان کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ وعدہ خلافی کا الزام لگاتے ہیں، حالانکہ ایک مرتبہ کی وعدہ خلافی کا بھی ثبوت نہیں۔ اولنتھوس کے معاملے میں جو وعدہ خلافی ہوئی وہ فیلقوس نے نہیں کی (دیکھو باب ۱۷، حاشیہ ۲)۔ ایتھنز نے جس طرح پیدنا کے خلاف غداری کی ویسی غداری کبھی فیلقوس سے سرزد نہیں ہوئی۔ اگر ہم فیلقوس کے افعال پیش نظر رکھ کر ان پر حکم لگائیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ فیلقوس میں بہت کچھ انسانیت کا جذبہ تھا، اور اسے صرف اتنی ہی چالبازی آتی تھی جتنی کہ کسی چھوٹی سی ریاست کو کوئی بڑا طرز عمل کامیاب کرنے کے وقت ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا طرز عمل ہمیشہ "تعویقانہ" رہتا تھا، چنانچہ جب ۳۵۷ قم اور ۳۴۶ قم میں اس نے اسی کے مطابق عمل کیا تو اس سے اس کے ایتھنزی مخالفوں نے اس پر اخلاقی پست ہمتی کا الزام صرف اس لئے لگایا کہ وہ ان کی چالوں میں نہیں آتا تھا۔ اس نے اپنے فعل کو بجنسہ اپنے قول کے مطابق بنا دیا جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور یہ اس کی ایسی صفت تھی جو چھوٹے درجے کے سیاست دانوں میں نہیں پائی جاتی تھی۔ دیموس تھنیس (۳۴۹ قم کے تحت) کہتا ہے کہ دیموس تھنیس اپنی شہرت کا یونانیوں کی طرح خواہاں تھا (اولنتھوسی ۲، ۱۵، ۱۶)۔ اس کی رشوت خوراتی کے لئے دیکھو باب ۱۸، حاشیہ ۹۔ اس کے میدان تدبر میں فرد فرید ہونے اور اوّل درجے کا سپاہی ہونے میں کسی کو بھی شبہہ نہیں۔ ہمارے نزدیک اس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ جب وہ شراب کا پیالہ منھ سے لگا لیتا تھا تو اسے اس کا چھوڑنا مشکل تھا۔

حال میں فیلقوس کی حکمت عملی پر ذرا غیر جانبداری برتی جانے لگی ہے جس کی ایک جھلک اس دیباچہ میں نظر آتی ہے جو گٹشمڈ Gutschmid نے کیرست Kaerst کی کتاب "تحقیقات متعلق تاریخ یونان قدیم" Forschungen z. Gesch. Al. d. Gr. (شٹٹ گارٹ ۱۸۸۷) پر لکھا ہے اور جو اس کی "تاریخ ایران" (دیکھو پچھلے باب ۲۰) میں ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے۔ گٹشمڈ دریافت کرتا ہے کہ "کیا یہ ممکن نہیں کہ سکندر نے مقدونی سیادت میں

زوال کا باعث نہیں ہوئی، اور ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اُس کے بڑے بڑے باب ۱۹
نیک و پرہیزگار رہبروں نے ہمیشہ اُسے اس اخلاقی نکبت سے نکالنا
چاہا لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ
اس زوال کے اصلی اسباب یونانیوں کے فطری خصائص میں مضمر
ہیں جن کے سامنے خود اُن کے رہبروں نے اپنا سرِ تسلیم خم کردیا اور
اُن میں جو قدرتی میلان و رجحان مختلف بلدیات کی ایک دوسرے
سے علیحدگی کی طرف تھا اُس کی زائد از ضرورت تائید کی، چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ یونانی قوم کو متحد کرنے کے عظیم الشان لائحۂ عمل کو نظر انداز کردیا ہو جو تاریخ ماقبل کی رفتار کی وجہ سے گویا اُس کے لئے قائم ہو گیا تھا، اور آیا یہ قیاس میں نہیں آسکتا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنے باپ کے اُس طرزِ عمل پر کاربند ہوتا جو اُس کی صحیح الدماغی، استحکام پسندی اور تدبر پر مبنی تھا اور جس کی تکمیل میں تھوڑی ہی سی کسر رہ گئی تھی، اُس نے ایک نہایت لائق و فائق قوم کو اپنے فطری دائرے سے نکال کر بعض نہایت دشوار گذار راستوں پر نہ لگا دیا ہو۔ ہمارے نزدیک گروٹؔ کی یہ رائے اصلی واقعات و حالات کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اول تو ہمارے نزدیک اُس عہد میں یونانیوں کو کوئی شخص بھی اس سے زیادہ متحد نہیں کرسکتا تھا جتنے وہ واقعتاً متحد تھے، اور مقدونوی بادشاہ کے لئے تو یہ کام بدرجۂ اتم ناممکن تھا۔ دوسرے یہ امر مسلّمہ ہے کہ فیلقوس خود سمجھتا تھا کہ یونان میں اُس کا کام ختم ہوچکا ہے اور اپنی موت کے وقت اُسی مہم کی تیاری میں مشغول تھا جو سکندر نے بالآخر سر کی۔ تیسرے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر سکندر اور مقدونوی قوم یونان کو متحد کرنا چاہتے تھے، تو پھر اُنھوں نے اپنا وقت اُس فریق سے لڑنے میں کیوں نہیں خرچ کیا جو متحد ہونے کا خواہاں نہیں تھا۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ سکندر نے بجنسہٖ وہی کیا جو اس مقصد کے حصول میں ممد و معاون ہوتا؛ مقابلہ کرو اسقراطیس ۱۷۳ Paneg.

لیکن ساتھ ہی گروٹؔ کے خیالات اس لئے نہایت درجہ قابل غور ہیں کہ اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مورخ کس حد تک اس پرانے خیال سے آگے بڑھ گئے ہیں جس کے مطابق فیلقوس نے چالیں چل کر اور جل دیکر بیچارے معصوم یونانیوں پر مظالم ڈھائے اور اُنھیں قعرِ بربادی و ویرانی میں ڈال دیا۔

باب ۱۹ جب فیصلہ کن وقت آپہنچا تو وہ بلدیات بہ یک وقت پیش پیش نہ ہو سکے۔ دوسرے انھیں راہبروں نے یونانیوں کے دل میں یہ غلط خیال ڈال دیا تھا کہ اُن کی کامیابی کے لئے محض تدبر اور فوجی تیاریاں کافی ہوں گی، چنانچہ ملکی بحران کے زمانے میں یونانیوں میں کوئی بھی اعلیٰ درجے کا سپہ سالار موجود نہ تھا۔ یونانیوں کی فوجی قوت بالکل منتشر تھی اور جب خیئرونیہ کا میدان کارزار گرم تھا تو بہترین کورنتھی یعنی تمولیون سسلی میں تھا اور قابل ترین اسپارٹی یعنی آرخی داموس اٹلی میں کام آچکا تھا۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس شکست کے جو نتائج مرتب ہوئے اُن کا یونانی کبھی انسداد نہیں کر سکے، یعنی یونان کے جمہوری بلدیات کا باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا، اور جب ہم اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے اسباب کچھ اور ہی تھے۔ مقدونیہ نے ایک بڑی حقیقت کو محسوس کر لیا، اور اپنے مفاد کے لئے اُس سے کام نکالا۔ وہ قوت جس سے اقوام عالم متحد رہتے ہیں اور جسے مسلسل پچاس برس تک یونانی مدبروں نے مطلقاً نظر انداز کر دیا تھا اور اسی طرح بیکار سمجھ کر پھینک دیا تھا جیسے کسی بیش قیمت نگینے کا مالک اُسے کم قیمت سمجھ کر پھینک دیتا ہے، وہ قومیت کا اُصول تھا۔ یونانیوں کے سامنے بھی وہی مسائل تھے جو کسی دوسری قوم کے سامنے ہوتے ہیں، یعنی اندرونی آزادی اور بیرونی رتبے اور حیثیت کا قیام: ان میں سے پہلے مسئلے کو تو انھوں نے ہمیشہ صحیح انداز سے حل کیا تھا، لیکن دوسرے مسئلے کو چوتھی صدی ق م میں بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ جب یونانی جمہوریتیں مغلوب ہو گئیں تو اُن میں جو دور اندیش افراد قوم تھے اُنھوں نے یہ بھانپ لیا کہ یونان کا نام سکندر کے ذریعے سے ایشیا میں درخشاں ہو گا جس کی وجہ سے اُنھوں نے اپنے آپ کو مقدونوی مقاصد اور آرزوؤں کے ساتھ وابستہ کر دیا، اور جب یہ سب علحدہ ہو گئے تو ان بلدیات میں جو زمانۂ قدیم سے

باب ۱۹

آزاد و خود مختار چلے آتے تھے، مقدونوی جو اکندر سے پرسے آثار نے کی مطلق قوت باقی نہیں رہی۔ حق تو یہ ہے کہ آزاد یونانی مملکتیں قومی جذبے کو نظر انداز کرنے کے سبب سے دُنیا میں اپنا رتبہ اور اپنی وقعت کھو بیٹھیں۔

اس جلد کے باقی ماندہ حصے میں سکندر اعظم کے حالات بیان کئے جائیں گے اس لئے کہ ان حالات کے بغیر تاریخ یونان ہرگز مکمل نہیں ہو سکتی۔ ان واقعات کو تاریخ یونان کا تکملہ اس وجہ سے سمجھنا چاہئے کہ ان کے ذریعے سے بہت سے قابل یونانیوں کی مرادیں بر آئیں۔ بلاشبہہ سکندر سے تاریخ کے ایک جدید دور کی ابتدا ہوتی ہے لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اُس سے ایک باب ختم بھی ہوتا ہے، اور ہم اُسے اس ختم ہونے والے باب سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ خود ڈروائے سن ابتدا میں سکندر کی تاریخ کو تاریخ یونان کی ایک بالکل علیحدہ فصل تصور کرتا تھا۔ ہمارے نزدیک سکندر کی اہمیت صرف اُسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب ہم اُس کے کارناموں کو دو مسائل یونان میں سے ایک کا، یعنی یونانیوں کے خارجی رتبے اور حیثیت کے مسئلے کا حل تصور کریں جس مورخ نے زرکسز کے حملۂ یونان کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اُسے سکندر کے حملۂ ایران کا ذکر بھی ضرور کرنا چاہئے، ورنہ پانچویں ایکٹ سے پہلے ہی ناٹک کا پردہ گرانا پڑے گا۔ آرین کے ذریعے سے ہیروڈوٹس کی ایک بڑی حد تک تکمیل ہو جاتی ہے۔ ہماری موجودہ جلد "دس ہزار" کی مہم سے شروع ہوتی ہے اور سکندر کے کارناموں پر ختم ہوتی ہے جن کے ذریعے سے یونانیوں نے وہ کیا جو "دس ہزار" سے نہ ہو سکا تھا۔ ان دونوں مہمات کے بیان کرنے والوں کے مابین بھی ایک خاص تعلق نظر آتا ہے، اور ہمارے نزدیک زینوفون آرین کے لئے

باب ۲ گویا ایک نمونہ تھا۔ اب ذرا آگے بڑھیے۔ ہیروڈوٹس نے مشرق و مغرب کے مابین جس تباین کا ذکر کیا تھا سکندر کی مہم کا باعث صرف وہی تباین نہ تھا بلکہ خود دنیائے یونان کے لئے بھی ایک عظیم الشان خطرہ پیدا ہو رہا تھا جسکا ازالہ لازمی تھا۔ میں نے اس کتاب میں ڈکرتیوس کا ہم خیال ہو کر نیز ایک عالم و فاضل سیّاح کونٹ لانکرونسکی کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر جو اُس نے "جریدۂ عامّہ" Allgem. Zeitung ۱۱ اپریل ۱۸۹۰ء میں ظاہر کئے ہیں) یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایشیائے کوچک میں جو یونانی آبادی تھی وہ امتداد زمانہ سے گھٹی نہیں بلکہ بڑھتی ہی چلی گئی (دیکھو جلد ۱ باب )۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آزادی کے ایتھنزی اور تھبزی حامیوں کا اگر بول بالا ہوتا تو ایشیائے کوچک کے ان یونانیوں کو کاری ضرب لگتی، لیکن اپنے باپ کے قدم بہ قدم چل کر سکندر نے انھیں خلاف امید فوقیت اور برتری دے دی۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ سکندر کے مخالفوں کے خیال کے مطابق سکندر یونانی نہیں تھا اور تاریخ یونان دراصل جنگ خئیرونیہ پر ختم ہو جاتی ہے، لیکن مفصلۂ ذیل ابواب کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ ان کا یہ قیاس غلطی پر مبنی ہے۔

# باب ہفتم

## سکندر اعظم کا حال

### مہم ایشیا کی ابتدا تک

تخت نشینی کے وقت سکندر کی عمر بیس سال کی تھی، لیکن اس نوعمری کے زمانے ہی سے اُس کی ذہانت و فطانت اُسے اپنے ہم چشموں میں ممتاز کرتی تھیں۔ اس کے والد شاہ فیلقوس نے اُسے حکیم ارسطاطالیس سے تعلیم دلوائی تھی جو اُس زمانے کے علمائے یونان کا گویا سرتاج تھا۔ کچھ مدت تک تو شاہزادہ سکندر پایۂ تخت مقدونیہ ہی میں ارسطو سے پڑھتا رہا، لیکن فیلقوس کے ایما سے اُس کا مکتب بہت جلد ایک چھوٹے سے گاؤں میئے زا کو منتقل کر دیا گیا تاکہ مستقر سلطنت کے عیش و عشرت کی زندگی سے آزاد ہو کر وہ تعلیم و تعلم کی طرف اپنی توجہ بالکلیہ مبذول کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ جسمانی ورزش کو بھی، جو یونان اور مقدونیہ دونوں میں تربیت کا لازمی عنصر تصور کی جاتی تھی، نظر انداز نہیں کیا گیا، اور اُس کے بوکے فالوس نامی گھوڑے کے سدھانے کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو شہسواری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ وہ عادتاً نہایت صاف گو، اور دوستی کا اہل تھا اور اپنے خیر خواہوں پر اعتبار و اعتماد کرنا اُس کا شیوہ تھا۔ اس بارے میں وہ اپنے زمانے کی روش کے بالکل مخالف تھا اس لئے کہ اس عہد میں کسی اچھے مدبر کی

باب ۱
اہم ترین صفت یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ دوسروں پر بھروسا نہ کرے۔ اُس کے ہر ایک فعل میں عالی ہمتی نظر آتی تھی؛ وہ کسی محنت سے جان نہ چراتا، اور گو وہ کبھی کبھی غصّے سے مغلوب ہو جاتا تھا، لیکن وہ بہت جلد اپنے جذبات پر قابو حاصل کر لیتا، اور جب وہ یہ محسوس کرتا کہ اس سے جلد بازی سرزد ہوئی ہے تو وہ اپنے افسوس کے اظہار میں بھی دریغ نہ کرتا۔ دیکھنے میں وہ خوب رو اور دلکش تھا؛ اُس کے بالوں سے جو سامنے کھڑے اور دونوں طرف گرے ہوئے تھے، زیوس کے مجسّمے کی یاد تازہ ہوتی تھی؛ اور چلتے وقت اُس کا سر ذرا بائیں جانب جھکا ہوا نظر آتا تھا۔[۱]

تخت نشینی کے بعد سکندر کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطنت مقدونیہ طاقتور ضرور تھی، لیکن کسی کو اُس کی سطوت و جبروت کا پوری طرح یقین نہیں تھا، بلکہ ہر طرف دشمن ہی دشمن نظر آتے تھے۔ الریائی اور تھریسی صرف موقع کے منتظر تھے؛ اکثر یونانی مقدونیہ کا جوا اپنے کندھے سے اُتار پھینکنا چاہتے تھے؛ ایران عرصے سے اُس کی ترقی کو کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا، بلکہ بعض کا تو یہ خیال تھا کہ فیلقوس کے قتل میں یہ مُلک بھی ملوّث ہے۔ پھر خود مقدونوی بھی متحد و متفق نہ تھے، اور نہ صرف یہ کہ ایک فریق سکندر کی تخت نشینی ہی کے مخالف تھا بلکہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو فیلقوس کے زوردار طرزِ عمل اور اُس کی حکمتِ عملی جاری رکھے جانے کا مخالف تھا۔ اگر سکندر اپنے صلاح کاروں

---

[۱] سکندر اعظم کے خصائص پر باب ۲ میں بحث کی جائیگی۔ اُس کے حلیئے کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں وہ فنّی شاہکاروں سے ملتی ہیں، اور اُن پر برن Brunn نے بحث کی ہے۔ نیز مقابلہ کرو کیوپ: "مجسّمات سکندر اعظم" Koepp: Alexanderbildnisse برلن ۱۸۹۲ء۔
سکندر ۳۵۶ ق م میں ۶ ہیکاتومبایون کو پیدا ہوا تھا (پلوٹارک: "سکندر" ۳۰۱)، اور یہ اغلباً وہی وقت تھا جب ایفی سوس کے بت خانے کو آگ لگی ہے۔ اولمپیاد ۱۰۹، ۲ یعنی ۳۴۳ ق م میں ارسطاطالیس اُس کا اتالیق مقرر ہوا۔

باب ۲۱

اور مصاحبوں کی رائے کا پاس کرتا تو اُس سے مشکل سے کوئی بھی اہم کام ہو سکتا تھا، لیکن اس کی بجائے وہ صرف اپنی ہی رائے پر چلا اور ایسے راستوں کو اختیار کیا جو مشکلات سے بھرے ہوئے تھے۔

سکندر کے عہد کی ابتدا تشدد اور ظلم سے ہوئی۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی ہیرومنیس اور ارھابایوس کو مروا ڈالا، اور گو ممکن ہے کہ اُس کا یہ فعل مملکت کے مفاد کے مطابق ہو، لیکن جب اُس نے اولمپیاس کے کہنے سے فیلقوس کی ایک بیوہ کلیوپاترا کی گود ہی میں اُس کی شیرخوار بچی کو ہلاک کرا دیا تو بس حد ہی ہو گئی۔ اسی طرح اُن سب رشتہ داروں کو جو کسی نہ کسی طرح دعویدار تخت و تاج بن سکتے تھے، موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ آخر کار ۳۳۶ ق م کے موسم خزاں میں سکندر یونان کی طرف چلا۔ چونکہ اس نواح میں سکندر کی مہم کا مرکز ایتھنز ہی بن سکتا تھا اس لئے ایتھنز یوں نے خطرے سے آگاہ ہو کر جملہ امور متعلقہ قلعہ بندی و حفاظت کا کام دیموس تھنیس کے سپرد کر دیا اور اُسی کو تھیوریکون کا صدر مقرر کیا[۵-۲]۔ ایتھنزی ذہنیت کی کیفیت یہ تھی کہ دیموس تھنیس کی مدت عہدہ کے اختتام سے پہلے ہی ایک شخص مسمی ٹیسی فون نے یہ تحریک کی کہ اُس کی کارگزاری اور کامیاب مدت عہدہ کے صلے میں اُسے دیوتی سیہ عظمی کے معرتع پر ایک گھیرا دیا جائے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حساب فہمی سے پہلے اُسے کسی انعام کا مستحق قرار دینا قطعاً خلاف قانون تھا، جس کی وجہ سے اش خنیس نے ٹیسی فون پر قانون شکنی کا الزام عائد کیا

---

۵-۲ اب دیموس تھنیس تھیوریکون کا صدر تھا۔ اُس کا روپیہ جنگ خیئرونیہ سے پہلے تو فوج پر خرچ کیا جاتا تھا (دیکھو باب ۱۵، حاشیہ ۵) لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ عیدیں اور تہوار منانے پر خرچ ہونے لگا تھا (Philoct. 135) ویدودوردس ۱۷، ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس اور ایتھنز میں گفت و شنود ہو رہی تھی۔ واضح ہو کہ سکندر نے بعد میں اتالوس کو مروا ڈالا۔

باب ۲۰ چنانچہ آخرکار دیموس تھنیس کو گھیرا نہیں دیا گیا بلکہ اُس کے بجائے وہ مشہور کارروائی ہوئی جس کا ذکر ہم تھوڑی دیر بعد کریں گے۔

بہرحال سکندر بہت جلد تھرموپلی پہنچ گیا اور انجمن ہمسایگاں نے اُسے فوراً اہم ایران کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔ اس پر ایتھنز نے اس کے پاس ایک سفارت روانہ کی جس میں اُنھوں نے نوجوان شاہ مقدونیہ سے اس بات کی معافی چاہی کہ اُنھوں نے یہ اعزاز اس سے پہلے اُس کے سامنے پیش نہیں کیا۔ اس سفارت میں دوسروں کے ساتھ دیموس تھنیس کا بھی انتخاب کیا گیا، لیکن ظاہر ہے کہ کسی ایسی سفارت میں اس کی عملی شرکت بالکل ناممکن تھی[۵۳]۔ ایتھنزیوں نے فیلقوس کی موت سے پیشتر یہ قرارداد منظور کر لی تھی کہ جو کوئی شاہ مقدونیہ پر وار کر کے ایتھنز بھاگ آئے گا اُسے علمبرداران انصاف کے سپرد کر دیا جائے گا، لیکن جب فیلقوس مرا ہے تو اُنھوں نے اپنی خوشی و طمانیت کے اظہار کے لئے ایک میلا منعقد کیا اور اُس کے قاتل پئوسانیاس کو مستحق اعزاز و اکرام قرار دیا؛ اب اُنھوں نے گو اپنی اس غلطی کی تلافی کرنی چاہی، لیکن سکندر نے اس سب قصے کو بالکل نظرانداز کر دینا ہی مناسب سمجھا۔ جب وہ کورنتھ پہنچا تو یونانیوں کے ایک اجتماع نے اپنی پرانی قراردادوں کی ازسرنو توثیق کر دی جس کے مطابق اُنھوں نے کسی زمانے میں فیلقوس کی ہمنوائی کی تھی، لیکن اسپارٹا بالکل الگ تھلگ رہا اور اُس نے اپنی آن بان قائم رکھی۔ جب سکندر واپس لوٹ رہا تھا تو اُس نے فتیہ کو ایسے دن اپنے سوال کا جواب دینے پر گویا مجبور کیا جس دن عام طور پر وہ خاموش رہا کرتی تھی؛ چنانچہ اُس کے سوال کے

[۵۳] دیودوروس ۲،۱۷ سے ایتھنزیوں کے معافی مانگنے کا انکشاف ہوتا ہے۔ سکندر پر وار کرنے والوں کے خلاف قرارداد، دیودوروس ۱۶، ۹۲۔ دیموس تھنیس اور فوکیون کا طرز کار، پلوٹارک: دیموس تھنیس ۲۲؛ فوکیون ۱۶؛ ائس خنیس: "کتے سیاس" ۷۷۔ ایتھنزیوں نے سکندر پر اعزاز کی بوچھار کی؛ دیکھو آرین Arrian ۱، ۳۔

باب ۲۰ جواب میں دی کو بولنا پڑا کہ "بیٹے! تو مغلوب نہیں ہو سکتا"۔[۱]
لیکن سکندر یہ چاہتا تھا کہ ایشیا کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے کسی نہ کسی طرح سے شمالی اقوام پر اپنی قوت و سطوت کا سکہ جمائے، چنانچہ ۳۳۵ق م میں وہ دریائے نستوس پر ہوتا ہوا کوہ ہیمُوس (بلقان) کی طرف چلا۔ اس زنجیرے کو عبور کرنے میں اُسے تھریسی ملے جنھوں نے ان تنگ دروں میں جن میں ہو کر مقدونوی گزر رہے تھے، اپنی گاڑیاں اڑا دیں؛ لیکن سکندر کے حکم سے اُس کے سپاہیوں نے اپنی ڈھالوں کی گویا ایک سڑک بنا دی جس پر ہو کر یہ گاڑیاں باسانی ڈھلک گئیں اور سکندر کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کارناموں کے خوگر نہ تو یونانی سپہ سالار تھے اور نہ یونانی بلدیات؛ اور مقدونوی فوج میں جو بات خاص طور پر قابل امتیاز تھی وہ یہ کہ ایک طرف تو ان میں اجیر سپاہیوں کی سی تادیب تھی اور دوسری جانب وہ اپنے بادشاہ کے دل و جان سے پرستار تھے، اور انھیں خصائص کے باعث مقدونوی لشکر ہمیشہ اپنے مخالفوں پر سبقت لے جاتا تھا۔ بہر حال سکندر زنجیرۂ بلقان کی گھاٹیوں میں سے نکل کر دریائے ڈینیوب کے کنارے پہنچا اور اس دریا کو دشمن کے دو بدو عبور کیا، اور وہ بھی اس طرح کہ اُس کے ایک سپاہی کی بھی جان نہیں گئی۔ وہ اس دریا کے شمال کی طرف پیش قدمی نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اُس نے دریا کو دوبارہ عبور کر کے اپنے وطن کی راہ لی۔ اس مہم کا شمالی اقوام پر نہایت زبردست اثر پڑا اور اس کے بعد ہی اطراف و جوانب کے وفود مقدونیہ

---

[۱] اگر سکندر نے قشیہ سے واقعتاً یہ کہلوایا (پلوٹارک: "سکندر") تو یہ اس کے لئے مفید ثابت ہوا اس لئے کہ اُسے کبھی شکست نہیں ملی۔ شمال کی طرف پیش قدمی کے دوران میں اُس نے درۂ شپکا کو عبور کیا ہوگا اور دریائے ڈینیوب کے شہر سسترِیا پہنچا ہوگا اور وہاں سے تفصیلی متھودو کے درہ ہو کر واپس آیا ہوگا (کیرسٹ Kaerst. سطور ۱۴۱۴ وغیرہ)۔

کے پائے تخت آنے شروع ہوئے۔ سکندر والپسی میں اگرپانیس اور پایونیائیوں کے علاقوں میں ہوکر گزرا اور وادی ایری گون ہوتا ہوا الیریا کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ الیریا کے شہر پے لیوم پر قبضہ کرے، لیکن وہاں کے حکمران کلی توس نے شہر کو آگ لگا دی۔ اب گویا شمالی ممالک میں مقدونیہ کا پوری طور پر اثر قائم ہوگیا تھا، چنانچہ اُس کی طرف سے مطمئن ہوکر بادشاہ نے جنوب کا رخ کردیا۔ باب ۳

درحقیقت یہ اُس کے جنوب کی طرف رخ کرنے کا عین وقت تھا اس لئے کہ یونان میں ایک نہایت ہی خطرناک اختلال رونما ہورہا تھا۔ مقدونیہ کے دشمن اب علی الاعلان دولت ایران کے ساتھ خط وکتابت کررہے تھے، جہاں ۳۳۶ ق م یا ۳۳۵ ق م سے شہنشاہ داراب سریر آرائے سلطنت تھا۔ اس وقت داراب کی عمر تقریباً ۴۵ سال کی تھی اور وہ فطرتاً ایماندار اور اوسط قابلیت کا شخص تھا۔ دراصل اسے خود اُن یونانیوں نے جنھوں نے ایران میں جاکر بود و باش اختیار کرلی تھی اپنی سلطنت کی حفاظت اور یونانی مخالفین سکندر کی پشت پناہی پر آمادہ کیا تھا۔ سکندر کے ایشیا پہنچنے سے پہلے ہی سے بعض مقدونوی سپہ سالاروں نے ایران پر حملہ شروع کردیا، اور اب اُن کی مدافعت کے لئے ایک یونانی میم نون روانہ کیا گیا جسے تھوڑی بہت کامیابی ہوئی اور اُس نے الفی سوس کے بعض شہریوں کی مدد سے اس شہر پر قبضہ بھی کرلیا۔ لیکن یہ عیاں تھا کہ اگر کہیں خود شاہ مقدونیہ ایران پہنچ گیا تو صورت حال نہایت ہی نازک ہوجائے گی، چنانچہ اب داراب کی حکمت عملی یہ ہوگئی کہ کسی نہ کسی طرح سے دشمنان مقدونیہ کو مالی امداد دے کر سکندر کی مخالفت پر آمادہ کرے تاکہ سکندر ایشیا نہ آسکے۔ اسپارٹا نے تو ایرانی روپے کو علی الاعلان قبول کرلیا اس لئے اُس نے تو کبھی مقدونیہ کی دوستی کا دم بھرا ہی نہیں تھا جو چھپاتا؛ لیکن ایتھنز کو پھونک پھونک کر قدم رکھنے تھے، چنانچہ ایتھنزیوں نے یہ فرض کرکے کہ دیموس تھنیس کو مالی

باب ۲۱ معاملات میں تھوڑا بہت تجربہ ہے، اُسے اس امر پر متعین کیا کہ وہ سارد س سے آئے ہوئے روپے کو ایرانی یونانی ایتلاف مضبوط کرنے کی غرض سے تقسیم کر دے۔ چنانچہ اس روپے کا ایک بڑا جزو تھبز روانہ کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں کسی نے یہ مشہور کر دیا کہ سکندر شمالی مہم میں کام آیا ہے اور یہ خبر ایک شعلے کی مانند تمام ارض یونان میں پھیل گئی، چنانچہ بعض تھبزیوں نے سوچا کہ اب بغاوت کے لئے نہایت مناسب وقت آگیا ہے۔ الغرض جو لوگ تھبز چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ بھی واپس آگئے اور اُنھوں نے سب سے پہلے تو دو مقدونوی افسروں کو جو انھیں تشہیری شہر میں ملے، جان سے مار ڈالا اور اپنے ہم وطنوں کو یہ یقین دلایا کہ سکندر کا کام تمام ہو چکا ہے۔ اس پر تھبزیوں نے نہ صرف اپنی خود مختاری اور آزادی کا اعلان ہی کر دیا بلکہ گویا تمام ملک بیوتیہ پر تھبزی سیادت کا احیا کرنے کی غرض سے بیوتارخون کا بھی انتخاب کر لیا۔ اس پر بھی کادمیہ میں جو مقدونوی رسالہ تھا وہ وہیں جما رہا۔ لیکن اُس کے اس فعل کا تھبزیوں پر مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ کادمیہ کے جنوب میں ایک میدان تھا، اور یہاں تھبزیوں نے دوہرے پشتے بنا کر کادمیہ کے مقدونیوں کو بالکل علیحدہ کر دیا۔ ان کی بلاد یونان میں واہ واہ اور مرحبا تو بہت کچھ ہوئی لیکن کسی واہ واہ کرنے والے نے کوئی مادّی مدد نہیں پہنچائی، چنانچہ آرکیڈی تو خاکنائے سے آگے ہی نہیں بڑھے، اور گو دیموس تھنیس نے ہتھیار روانہ کئے لیکن سپاہی ایک بھی نہیں بھیجا۔ سکندر نے ترکیب چل کر اپنی نقل و حرکت کو بالکلیہ صیغۂ راز میں رکھا چنانچہ جب تک وہ جھیل کو پائے کے ساحل تک نہیں پہنچ گیا اُس وقت تک بیوتیوں کے فرشتوں کو بھی یہ خبر نہیں ہوئی کہ اُس نے درۂ تھرموپلی عبور کر لیا ہے! اور جب اُن سے کہا گیا کہ سکندر اپنی فوج کو لے کر ملک میں آموجود ہوا ہے تو ان میں سے بہت سوں نے جواب دیا کہ ہاں سکندر ضرور، لیکن مقدونیہ والا سکندر نہیں، بلکہ ائے روپوس کا بیٹا لینکستائی سکندر!

ابتداہی سے شاہ مقدونیہ کو یہ امید تھی کہ تھبز پر سختی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ ازخود ہتھیار ڈال دے گا؛ لیکن لوگوں میں تو مقدونیہ کی دشمنی سرایت کئے ہوئے تھی؛ اور جب اُن سے ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے فی الفور یہ جواب دیا کہ صرف وہی شخص تھبز میں داخل ہو سکتا ہے جو یونان کی آزادی کی حفاظت کرنے کے لئے اُس کے دشمنوں کے مقابلے میں اُن سے اور ایرانیوں سے مل جائے۔ باوجود اس کے اگر محاصرہ کچھ دن اور جاری رہتا تو شاید تھبز اطاعت کر لیتا، لیکن تیسرے ہی دن سکندر نے دھاوا بول کر بالجبر شہر پر قبضہ کر لیا۔ مقدونوی لشکر نے اوّل تو پشتوں کی پہلی صف پر قبضہ کیا اور پھر تھوڑی سی جنگ آزمائی کے بعد دشمن کو دوسری صف سے بھی بھگا دیا؛ لیکن جب سکندر نے دیکھا کہ اُس کی فوج کے پاؤں اُکھڑے جاتے ہیں تو خود لڑائی کی آگ میں کود پڑا اور تھبزی ہراول کو شکست دے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ مقدونوی حملہ اُس درجہ زور دار تھا کہ تھبزی سوار جو میدان میں شکست کھا کر شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے وہ برابر بھاگتے بھاگتے شہر کے

ؔ افابریکیوس نے تھبز کی توصیف ارضی کا تعین کر دیا ہے ( Fabricius : Theben ' فرائیبرگ سنہ ۱۸۹۰ء)۔ اپنی کتاب کے صفحۂ ۱۰ پر وہ اُس کی تسخیر کا حال لکھتا ہے۔ ان واقعات سے اُن لوگوں کو موقع مل جاتا ہے جو مقدونیوں پر ظلم و ستم کا الزام لگاتے ہیں؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو تھبزی کام آئے وہ دھاوے کے دوران میں مارے گئے، اور آج بھی ایسے مواقع پر محصور شہر والوں کی جانیں معرض خطر ہی میں رہتی ہیں۔ بدیں وجہ ہمارے نزدیک گروٹ (جلد ۹ صفحۂ ۳۰۳ ۃ لندن سنہ ۱۸۸۸ء) اور شیفر ("دیموس تھنیس" ۳' ۱۳۱) غلطی پر ہیں۔ زمانۂ مابعد میں سکندر نے تھبزیوں کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ سلوک روا رکھا۔ یہ قسمت کا عجیب پھیر ہے کہ جو شہر ابتدا میں مقدونیوں کے بلانے کا باعث ہوا اُسی کو اُن سے سب سے زیادہ گزند پہنچا!۔

باب ۲ مقابل والے دروازے میں ہو کر دوسری طرف سے پھر باہر نکل گئے اور بے پتا ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں چھ ہزار سے زیادہ کام آئے اور تیس ہزار گرفتار ہوئے۔ سکندر نے گرفتار شدہ لوگوں کی قسمت کا فیصلہ فوکس، اورخومینوس، تھسپیائے اور پلاٹیہ والوں کے سپرد کر دیا جو اُس سے مل گئے تھے، اور اُنھوں نے تھبز کو بالکل اُسی طرح کی سزا کا مستحق قرار دیا جو خود وہ کسی زمانے میں بیوتیہ کے بلدیات کو دیا کرتا تھا۔ الحاصل، علاوہ پنڈار کے مکان اور بت خانوں کے باقی تمام شہر مسمار کر دیا گیا اور باشندوں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔

اب اُن شہروں نے، جنھوں نے تھبز کو مدد دینی چاہی تھی، اپنی سابق قراردادوں پر پانی پھیرنا چاہا۔ آرکیڈیوں نے اپنے بڑے بڑے مدبّروں کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ بعد میں اُس کا اصلی سبب یہ بتایا گیا کہ چونکہ دیموس تھنیس نے مطلوبہ دس تالنت روانہ نہیں کئے تھے اس لئے آرکیڈی فوج آگے نہیں بڑھی۔ بہرحال علاوہ اسپارٹا کے باقی تمام یونانی ملکوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ ایتھنزیوں نے تھبز کے زوال کا حال اُس وقت سُنا جب وہ (۳۳۵ ق م میں) مذہبی رازوں کا تہوار منانے میں مشغول تھے؛ اُنھوں نے یہ خبر سنتے ہی عید منانا تو ملتوی کر دیا اور

۵۶ جب تھبز پر مصیبت آ رہی تھی اُس وقت کے ایتھنزی طرزِ عمل پر شیفر ("دیموس تھنیس" ۳، ۱۳۵) نے جو حکم لگایا ہے وہ ہمارے نزدیک انصاف پر مبنی ہے۔ جب تھبز کو ایتھنز کی مدد کی ضرورت تھی اُس وقت وہ میدان میں نہیں اُترا اور جب تھبز کا خاتمہ ہو گیا اُس وقت اُس نے "رحم" کی استدعا کی (شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۱۴۲)۔

شیفر ("دیموس تھنیس" ۳، ۱۴۵) کے نزدیک دیموس تھنیس نے ایرانی روپیہ لینے میں کچھ زیادہ بُرائی نہیں کی۔ بلا شبہ کوئی شہری اپنی مملکت کے دشمنوں سے روپیہ لینے اور اُس کے حلیفوں میں تقسیم کرنے میں (جس کی فوج میں خود اُس کے ہم وطن بھرتی ہوں) حق بجانب ہے بشرطیکہ اُس کا مقصد ارفع و اعلیٰ ہو۔ لیکن معاملۂ زیرِ بحث میں

دیمادیس کو یہ کہہ کر سکندر کے پاس بھیجا کہ اُن کی طرف سے سکندر کو بخیر و عافیت الیریا سے واپسی اور تھیبز پر فتح پانے کی مبارکباد دے؛ اس پر سکندر نے اپنے خاص خاص دشمنوں مثلاً دیموس تھنیس، لی کرگوس، خاری داموس وغیرہ کی حوالگی کا باب ۷

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ حکم قطعی طور پر نہیں لگایا جا سکتا۔ خود گروٹ (۹، ۵۱۸) جب اس واقعے پر بحث کرتا ہے کہ یونانیوں کو صرف دو میں سے ایک بادشاہ کا انتخاب کرنا تھا جو اُن کی سرپرستی کرے، اور انھوں نے ایسے حکمران کا انتخاب کیا جس کی سرپرستی محض نام کی ہی تھی، تو وہ ان سب باتوں کو یونانیوں کی ذلت اور تنزل کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک گروٹ حق بجانب نہیں ہے، ہمارے نزدیک اگر ایران کے یونانی دوستوں اور خیرخواہوں کی آرزو پوری ہوتی تو دارا ب نہیں بلکہ مین تور اور میم نون جیسے لوگ، جو روپے کے معاوضے میں کسی کی خدمت کرنے میں مطلق کوئی ہرج تصور نہیں کرتے تھے، یقیناً یونانی مملکتوں کے خودسر بن جاتے، اور شاید تیئے ناروم کے انبوہ ہیلاس کے مالک بن بیٹھتے۔ سکندر کے غلبۂ ایران کی وجہ سے ایک طرف تو یونان کی ناگفتہ بہ حالت میں اضافہ نہیں ہوا اور دوسرے وہ چار دانگ عالم میں مشہور ہو گیا۔ دیموس تھنیس نے زوال تھیبز کے موقع پر ایرانی روپے کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد اُس کے ہم وطنوں نے اُس کے ساتھ مالی معاملات میں سختی برتنا شروع کیا، اور آخر کار جب وہ روپے لے کر فرار ہوا تو کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اُس کے لئے کلمۃ الخیر کہنے کو تیار ہو، چنانچہ اُسے مجرم قرار دیا گیا۔ نیز دیکھو باب ۲۶۔

تھیبز کے زوال کے بعد ایتھنزی سفارت سکندر کے دربار میں؛ آرین ۱، ۱۰، ۳؛ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۱۳۷ وغیرہ۔ دیموس تھنیس کی زبانی کتوں اور بھیڑوں کا ذکر؛ پلوٹارک: "دیموس تھنیس" ۲۳۔

خاریداموس ایشیا جاتا ہے اور جب وہ شہنشاہ کے سامنے ایرانی فوج کی اصلی حالت پر رائے ظاہر کرتا ہے تو فوراً اُسے جلاد کے سپرد کر دیا جاتا ہے؛ دیودوروس ۱۷، ۳۰۔

باب ۳۰ مطالبہ کیا۔ اس مطالبے پر ایتھنز میں جمعیت عوام میں بحث ہوئی؛ فوکیون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا، بلکہ اُس نے کہا کہ اگر شہر کی حفاظت کا واحد طریقہ یہی ہے تو وہ اپنے بڑے سے بڑے دوست کی بھی پروا نہیں کرے گا، چنانچہ اُس نے اس کا عملی ثبوت دیا اور آخر کار خود اپنی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ دیموس تھنیس نے اُس پر یہ سوال کیا کہ یہ کہاں تک مناسب ہے کہ بھیڑیں اپنے نگہبان کتوں کو درندوں کے سپرد کردیں؟ سب سے زیادہ عملی صلاح دیمادیس نے دی؛ اس نے کہا کہ سکندر سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ اپنے مخالفوں کا قصور معاف کردے، اور ایتھنزیوں نے اس تحریک کو منظور بھی کرلیا، چنانچہ دیمادیس اور فوکیون بادشاہ کے پاس گئے اور اُس سے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنزی اُن سب پر مقدمہ قائم کریں گے اور اُنھیں مناسب سزا دیجائیگی۔ گو ۳۰۰ ایرانی سے آئے ہوئے تالنت خرچ کرنے کی پاداش میں دیموس تھنیس جلاوطنی کا مستحق تھا، لیکن اریوپاگوس نے تحقیقات کرکے اُسے کوئی سزا نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ اس بے رخی سے سکندر کیا متاثر ہوتا، اُسے تو اس سے زیادہ اہم تر امور کی طرف توجہ کرنی تھی؛ علاوہ ازیں اُسے ایتھنز کا اُتنا ہی پاس تھا جتنا اُس کے والد فیلقوس کو؛ اور وہ بھی اس شہر کو یونانی تمدن کا مرکز تصور کرتا تھا جس کی عام رائے پر شاعروں، سپہ سالاروں اور مدبروں کی شہرت اور نیکنامی کا مدار تھا۔ سالہا سال بلکہ صدی ہا صدی تک لوگوں میں اس مدینۃ الحکما کے متعلق یہی خیال جاگزیں رہا، چنانچہ عرصۂ دراز تک ایتھنز کے ساتھ دوسرے یونانی شہروں سے کہیں بہتر سلوک روا رکھا گیا۔[۵]

---

[۵] ایسقراطس کی پانی گی ریکوس Isocr. Panegyricus کا فیلقوس، سکندر اور

# یادداشت متعلق باب ہستم

عہد سکندر اعظم کی تاریخ کی اسناد پر مفصلۂ ذیل مصنفوں نے بحث کی ہے:-

(۱) سینٹ کروا: "عہد سکندری کے قدیم مورخوں کے بیانات کی تنقید" (Ste-Croix: Examen critique des anc. historiens d'Alex. le Grand) پیرس ۱۸۰۴ء

(۲) گائیر: "مورخین عہد سکندری" Geier : De Alexand Scriptor ہالے ۱۸۳۵ء-

(۳) گائیر: "عہد سکندری کے ہمعصر مورخ" Geier : Scrhist Al. M. Aetate suppares ill.) لائپزگ ۱۸۴۴ء-

(۴) ڈروائے سن: "یونانیت" Droysen : Hellenismus ۱، ۲ و نتیجہ-

(۵) اے شیونے: "انالیکٹا" A. Schoene : Analek. لائپزگ ۱۸۷۰ء، و نیز شیفر نے سالیانہ لسانیات ۱۸۷۰ء N. Jahrb. F. Phil III میں اس پر جو نوٹ لکھا ہے-

(۶) لاؤدین: "ماخذ تاریخ عہد سکندری" Laudien : Ueber die

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اسکے بعض جانشینوں پر بہت بڑا اثر پڑا، اور ہمارے نزدیک اسمیں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ اُس زمانے کے بہترین ترقی یافتہ و تربیت یافتہ لوگوں میں سے اکثر کی رائے تھی- ہماری دانست میں یہ فارقلیس کی اُس تقریر کا گویا جواب ہے جو طوسی دیدش میں دی ہوئی ہے-

یادداشت متعلق باب ۲

Quellen Z Gesch. Alex. d. Gr. لائپزگ ۱۸۶۸ء۔

(۷) فوگل: "حیات سکندر اعظم کی بابت پلوٹارک کے مآخذ"
Vogel: Ueber die Quellen Plutarchs in der Biogr. Alex.'s

(۸) کیوہلر: "تنقید مآخذ تاریخ عہد سکندر در دیو دوروس، کرٹیوس و جوسٹی نوس"
Kœhler: Quellen— Kritik Z. Gesch. Ald. Gr. in Diodor, Curtius und Justin لائپزگ ۱۸۷۹ء۔

(۹) ملر: "استرابو کے مطابق تاریخ سکندری" Miller: die Alexandergeschichte nach Strabo ورتسبرگ ۱۸۸۲ء۔

(۱۰) فرینکل، "مآخذ تاریخ سکندری" Fraenkel: Die Quellen der Alexander-historiker برلن ۱۸۸۳ء۔

(۱۱) کیرسٹ: "تحقیقات تاریخ عہد سکندر اعظم" Kaerst: Forschungen Z Gesch. Al. d. Gr. شٹٹگارٹ ۱۸۸۷ء۔

(۱۲) گٹشمڈ: "تاریخ ایران از سکندر اعظم تا زوال آرساکیان"
Gutschmid: Gesch. Irans. von Al. d. Gr. bis. Z. Untergange der Arsaciden ٹیوبنگن ۱۸۸۳ء، صفحہ ۲۳۔

سکندر اعظم کے متعلق جو کچھ معلومات ہیں اُن کے دو شق کئے جا سکتے ہیں۔ آرین باشندۂ نکومیدیہ نے جو شہنشاہ ہیڈرین کے زمانے میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھا، اپنی تاریخ کا مواد اکثر و بیشتر مقدونوی آخذ سے اخذ کیا تھا، یعنی اس کا انحصار سرکاری و نیم سرکاری کاغذات بالخصوص شاہ بطلیموس و ارسطوبولوس ساکن کاساندریا کی تحریروں پر تھا؛ اور اُس کے خطاب "زینوفون ثانی" سے اُس کے اسلوب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک آرین میں بطلیموسی و ارسطوبولوسی مآخذ کا امتیاز ناممکن ہے، لیکن ہمارا قیاس ہے کہ اُس نے بطلیموس کو جنگی معاملات میں اور ارسطوبولوس کو دیگر امور میں اپنی سند قرار دیا ہوگا۔ ہم اس امر سے واقف ہیں کہ ارسطوبولوس نے جنگ گوگامیلا کے بعد جو ایرانی کاغذات پکڑے گئے

یادداشت متعلق باب ۲

انھیں اپنی سند بنایا ہوگا" (آرین ۳، ۱۱، ۳) - اپنی "حیات سکندر" میں پلوٹارک اپنے معمول کے مطابق صاحب حیات کے ساتھ جانبداری کا اظہار کرتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنے واقعات ارسطوبولوس، اونے سی کریتوس، سکندر کے جہاز کے کپتان اور کلیتارخوس سے اخذ کئے، جس کا ذکر ابھی کیا جائے گا، اور بالواسطہ اس کا بہت کچھ مواد مشائی فلسفی ساتی روس سے اخذ کیا گیا ہے - کلیتارخوس پر رُہل نے اپنے مضمون "امور متفرق" (جریدۂ لسانیات" جلد ۱۳۷ Ruhl: Vermischte Bemerkungen, N. Jahrb. F. Phil. میں بحث کی ہے؛ کلیتارخوس عوام کی خاطر اپنے خیالات قلمبند کرتا تھا، اور اسی لئے جو کچھ اُس نے لکھا ہے اُس کا پیرایہ دلچسپ ہے - بہت سے علما کا خیال ہے کہ دیودوروس ۱۷ میں اُس کے اقتباسات دئے ہوئے ہیں، لیکن بریوکر نے اپنی کتاب "طرز تحقیق ماخذ" (Broecker: Moderne Quellen-forscher) اثر بریوک ۱۸۸۳ء میں بعض قابل غور اعتراضات کئے ہیں - دیودوروس میں بعض مواد ایسا ہے جو بعض اہم امور کی بابت بھی نہایت مفید مطلب ہے، جیسے باب ۱۷ میں - کرتیوس رُفوس دیوستی نوس میں بھی کلیتارخوس کے متعلق کچھ معلومات ملیں گی - ہم نے جو دو شقیں قائم کی ہیں ان میں سے پہلی زیادہ عملی اور دوسری زیادہ لفظی ہے، اور اس سے دونوں کے صحیح انطباق کے لئے ایک معیار مل جاتا ہے؛ اور اگر ہم پہلی کو بطور زمین کے قرار دیں تو دوسری کو گویا اُس کا تتمہ سمجھنا چاہئے۔

کالس تھنیس نے اُس وقت تک سکندر کی چاپلوسی کی جب تک اُس کی خودداری کو ٹھیس نہیں لگی، لیکن اُس کی واقعی حیثیت کا تعین کرنا مشکل ہے - دیکھو باب ۲۵ - نیز مقابلہ کرو کیرسٹ Kaerst صفحہ ۷۸ -

سکندر نے سرکاری وقائع کا انتظام کر کے ہمارے لئے اپنی مہمات اور کارروائیوں کا ایک صحیح خاکہ چھوڑا ہے؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن - اسی زمرے میں بے ماتستائی کے روزنامچے، ایرانی درباری اخبار کے طرز پر یومنیس کے

یادداشت
متعلق باب

" اخبار شاہی" اور نیارخوس کا سفرنامہ یہ سب آتے ہیں۔ سکندر کے عرض بیگی خاریس نے جو تاریخ تالیف کی وہ غالباً ذاتی تجربات پر مبنی ہوگی، لیکن اونے سی کریتوس اور اناسی منیس ساکن لیمپساکوس کی کتابیں اپنی سچائی کے لئے مشہور نہیں تھیں۔ سکندر کے افسانہ آمیز واقعات " مصنوعی کالس تھنیس" اور لیولیوس والے ریوس نے اپنی کتابوں میں جمع کئے۔

مقابلہ کرو شیفر: " علم تحقیقات ماخذ" Schaefer : Quellenkunde ۱، $\frac{۶۵}{۷۹}$؛ ۲، ۶، ۷، ۱۳۸؛ گیرسٹ کا مضمون پاؤلی وسووا Pauly-Wissova ۱، $\frac{۱۴۱۲}{۱۴۳۴}$ میں؛ نیز نیسے Niese کی کتاب جس کا اقتباس آگے دیا ہوا ہے، ۱، ص $\frac{۳}{۱۹}$۔ سکندر کے مورخوں کے اجزا کے لئے دیکھو آرین کی اشاعت زیر ادارت ک' میولر۔ یولیوس والے ریوس کو کیوہلر Kuehler نے لائپزگ ۱۸۸۸ء میں شایع کردیا ہے۔

# باب بست ویکم

## سلطنت ایران

اور

## مشرقی دنیائے یونان کے تین اجزا

جس سلطنت پر سکندر اعظم کا دانت تھا اُس کا رقبہ خود اُس کے مُلک کے رقبے سے کم از کم پچاس گنا اور آبادی کم از کم بیس گنی تھی[1] اور وہ

---

[1] سلطنت ایران کی اندرونی کیفیت کے متعلّق جو معلومات ہمیں حاصل ہیں وہ بہ نسبت یونانی مورخوں کے ایرانی اسناد سے زیادہ تر اخذ کی گئی ہیں اور ان کے ذریعے سے ہخامنشی فرماں رواؤں کے متعلّق کافی مواد فراہم ہوجاتا ہے؛ دیکھو شپیگل: "قدیمیات ایران" (Spiegel:Eran. Alterth.) جلد ۳- ان ایرانی ماخذ کے بموجب ایرانی آبادی تین طبقوں پر منقسم تھی؛ (۱) اوّل تو مذہبی پیشواؤں کا طبقہ جنھیں ایرانی "اثروان" اور یونانی "ماگی" کہتے تھے- واضح ہو کہ شپیگل کے نزدیک ان دونوں کے مترادف ہونے میں کوئی شبہہ نہیں (۳، $\frac{۵۳۹}{۵۹۶}$) (۲) دوسرا طبقہ لڑنے والوں کا تھا جس میں خود شہنشاہ، چند اضلاع کے حکمراں (شپیگل ۲، ۶۱۲) اعیان اور عہدہ دار شامل تھے- لیکن قاعدے کے مطابق شہنشاہ کو مذہبی پیشواؤں کے طبقے میں شامل کرلیا جاتا تھا، جس کی وجہ سے دینی و دُنیوی اقتدار کے مابین

باب ۱۲ | ہیلیس پونٹ سے پنجاب تک اور جھیل آرال سے دریائے نیل تک

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کسی قسم کا تنازعہ ناممکن ہو جاتا تھا (۳، ۲۰۶)۔ شہنشاہ گویا قوم کا گلہ بان ہے؛ اور گو ہخامنشی شہنشاہ نسباً دیوتاؤں کی اولاد خیال کئے جاتے ہیں لیکن وہ اپنے معبود ہونے کا اعلان نہیں کرتے۔ دارائے اول کے زمانے ہی سے ایران کے فرماں رواؤں نے شاہ اعظم اور شہنشاہ کا خطاب اختیار کر لیا تھا۔ اُس کی حیثیت بالکل مطلق العنان بادشاہ کی تھی، اور وہ اپنے آپ کو رعایا سے بالکل الگ تھلگ رکھتے تھے؛ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں تک عزت و وقار کا تعلق ہے اعلیٰ ترین ایرانی اعیان بادشاہ سے کچھ ہی کم شمار کئے جاتے تھے۔ بہت سے اعیان ایسے تھے جو اپنی اپنی گڑھیوں میں خود مختارانہ زندگی بسر کرتے تھے (۳، ۶۲۲)؛ اور سکندر اعظم کے عہد میں بختیاریہ اور سوگدیانا میں یہ صورت حال نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

دارائے اول نے چھوٹے چھوٹے فرماں رواؤں کی قوت کا خاتمہ کرنے کی غرض سے صوبہ دار یا "شہریار" "ساتراپ" ("کشاتر پاوان" = محافظین سلطنت) مقرر کئے۔ سلطنت ایران کے طرز حکومت پر شپیگل نے ۳، ۳۶۰ میں بحث کی ہے؛ وزیر اعظم کے لئے دیکھو باب ۲۷۔

شہنشاہ کے فرائض میں یہ داخل تھا کہ عوام کے لئے بڑے بڑے ایوان تعمیر کرائے اور مستحقین کو امداد دے۔ (۳) سلطنت کے تیسرے طبقے میں جیسا ہے، کاشتکار اور سوداگر شامل تھے (شپیگل ۳ ۶۵۴/۶۷۲)۔ شپیگل (۶۷۰ تا ۷۰۸) میں ایرانیوں کی خانگی زندگی پر بحث کرتا ہے۔

اندرون ملک میں بہت کم قصبات نظر آتے ہیں اور اکثر مقامات محض دیہات قرار دئے جا سکتے ہیں، جن میں سے بعض میں ایک قلعہ بھی ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ہم ایران کے بہت کم قصبات کا نام پڑھتے ہیں، اور لطف یہ ہے کہ خاص پائے تخت کا بھی کوئی مستقل نام نظر نہیں آتا؛ چنانچہ آرین (۳، ۱۸، ۱۰) پرسی پولس کو ایک جگہ "پرسائے" اور دوسری جگہ (۶، ۳۰) "بازی لیہ پرسون" کہتا ہے۔ انھیں اسباب کی وجہ سے سکندر اعظم کو اندرون ملک فتح کرنے میں کچھ زیادہ مشکلات پیش نہیں آئیں؛

پھیلی ہوئی تھی ۔ اس عظیم الشان سلطنت میں دریا، پہاڑ، صحرا اور چھیل، زرخیز رقبے اور پہاڑی چراگاہیں، قطبی سردی اور استوائی گرمی کے منطقے، ہر تمدن، رنگ روپ، زبان اور مذہب کے باشندے پائے جاتے تھے، اور ان سب کے مابین صرف ایک ہی رشتۂ اتحاد تھا یعنی خود فرماں روائے ایران کی شخصیت جس کا حکم بمنزلۂ قانون تھا ۔ اگر یہ فرماں روا عقلمند ہوتا تو وہ اپنی رعایا کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھتا، ورنہ اُسے ہمیشہ کسی نہ کسی حصۂ سلطنت میں بغاوتوں اور خروجوں کے ملئے تیار رہنا پڑتا ۔ اس قسم کی بغاوتیں ہمیشہ ہوتی رہتی تھیں، بلکہ یوں کہیئے کہ کوئی منٹ ایسا مشکل سے گزرتا ہوگا کہ کہیں نہ کہیں بغاوت کو فرو نہ کیا جا رہا ہو ۔ لیکن اس قسم کی بدامنی سے سلطنت کے استحکام میں مطلق کوئی فرق نہیں آتا تھا اس لئے کہ مختلف صوبوں کے مابین کسی قسم کا اندرونی رشتۂ اتحاد نہ تھا ۔ چنانچہ اگر ایک صوبے میں بغاوت رونما ہوتی تو اُس کا دوسرے صوبوں پر مطلق کوئی اثر نہ پڑتا ۔ اس سے آگے بڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک ہی صوبے کے مختلف حصّوں کے مابین بھی بہت کم ظاہری واسطہ تھا ۔ اگر کسی صوبے میں باغیوں کو کامیابی ہوتی تو اس کا بیش از بیش نتیجہ یہ نکلتا کہ اُس صوبے سے چند سال کے لئے خراج آنا بند ہو جاتا جس کی وجہ سے خزانۂ عامرہ کی آمدنی میں کمی ہو جاتی ۔ لیکن چونکہ شہنشاہ کے پاس بے حساب دولت جمع تھی جسے کبھی خرچ کرنے کی نوبت نہ آتی تھی اس لئے اس کمی کا کوئی معتدبہ اثر نہیں پڑتا تھا ۔ جن صوبوں کے باشندے فوج میں بھرتی ہوتے تھے انھیں بھی برابر خراج ادا کرنا پڑتا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ صرف چوتھی صدی ق م میں ہی شہنشاہ ایران کو یونانی اجیر سپاہیوں کو تنخواہ دینی پڑتی تھی، لیکن یہ اخراجات شہنشاہانہ آمدنی کا عشر عشیر بھی نہ تھے ۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور جب تک وہ ہندوستان کی سرحد تک نہیں پہنچا اُس وقت تک اُسے تعصبات بہت کم نظر آئے ۔ مقابلہ کرو نیزے: "تاریخ ممالک یونان و مقدونیہ" (Niese : Gesch der Griech. und Makedon. Staaten جلد ۱، ص ۴۹۵/۴۹۷ ۔

باب

باب ۱۳ علاوہ ازیں دو واقعات ایسے ہیں جو ایران کی سی وسیع اور بے ڈول سلطنت کی شیرازہ بندی میں ممد و معاون ہوئے۔ اوّل تو یہ کہ مصر کے سوا کسی دوسرے اہم صوبے میں کسی مقامی شاہی خاندان نے علمِ بغاوت بلند نہیں کیا، جس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مقامات کے قدیم خاندانوں کی بیخ کنی ہو چکی تھی اور رعایا جس طرح پرانے فرماں رواؤں کے تحت مگن تھی ویسے ہی اب ہخامنشی شہنشاہوں کی سیادت میں بھی خوش و خرم تھی؛ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ شہنشاہ کے دوش بدوش ملک کے اعیان و کبار بھی موجود تھے جو بعض مواقع پر اُس کی مطلق العنانی میں حائل ہو سکتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ علاوہ روپے کی وصولی کرنے اور جنگی امور پر توجہ کرنے کے مرکزی حکومت صوبہ واری معاملات میں بہت ہی کم دلچسپی لیتی تھی۔ ہخامنشیوں نے ہر قبیلے کو اپنے مذہب اور رسم و رواج پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی دے رکھی تھی، اور گو بلاشبہہ مصر اس کلیے سے مستثنیٰ تھا لیکن اس استثنا سے خود ایرانیوں کو ہی نقصان پہنچا۔ نیز یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ صوبوں کے باشندوں سے جو روپیہ وصول کیا جاتا تھا اُس کی مقدار، اور جو سپاہی طلب کیے جاتے تھے اُن کی تعداد کبھی زیادہ نہ تھی؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رعایائے ایران کی حالت کچھ ایسی زیادہ سقیم نہیں تھی، بلکہ سلطنت کے مختلف قبیلے آرام سے زندگی بسر کرتے تھے؛ لاکھوں میل کے اُس رقبے میں نسبتہً امن و امان کا دور دورہ تھا اور لوگ بلا خوف و خطر اِدھر اُدھر آجا سکتے تھے۔ الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض جمود کے فطری قانون کے تحت ہی سلطنت کا قیام کیوں نہ ہو، لیکن جو اسباب اُس کے عروج کا باعث ہوئے ہوں گے وہ غالباً اس وقت بھی موجود تھے، ورنہ باوجود ان تمام باتوں کے جو اوپر بیان کی گئیں یہ سلطنت ایک دن کی بھی نہ ہوتی۔ اس سلطنت کے بانی مبانی عقل و فہم کے دو پتلوں یعنی کورش و داریوش نے ڈالی تھی، لیکن محض ذاتی فہم و ذکا کے علاوہ ایک مطحی اصول ایسا اور تھا جو اُس کی بنا میں ممد ہوا تھا۔ ایرانی تمدن دوسرے ایشیائی تمدنوں میں سب سے زیادہ ارفع و اعلیٰ تھا۔

باب ۱۲۔ اُن کے مذہب میں جو غلو پایا جاتا تھا وہ دوسرے ہمعصر مذاہب میں مفقود تھا، اور اُس قوم میں جو ایسے مذہب کی معتقد ہو اور ساتھ ہی شجیعانہ اور بہادرانہ اوصاف بھی پائے جاتے ہوں انہیں باوجود مذہبی بدعات سیئہ کے پیدا ہو جانے اور اُس کے افراد کی شجاعت میں کمی ہو جانے کے اب بھی دوسری اقوام میں ایک خاص امتیاز تھا۔ سلطنت ایران میں کسی ایرانی کو وہی امتیاز حاصل تھا جو دنیائے یونان میں باشندۂ اسپارٹا کو۔ بلاشبہہ مذہب کے معاملے میں ایرانی اور سامی کے مابین بہت بڑا تباین نظر آتا ہے، اور قیاس چاہتا ہے کہ سامی تمدن ایرانی نشو ونما میں حائل ہوا ہوگا؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایرانی عروج اور بابل کے سامی مذہب کے (جو سامی مذاہب میں سب سے زیادہ منتشر تھا) کے زوال کا زمانہ ایک ہی تھا۔ علاوہ بریں کورش نے کمال چالاکی سے معبودان بابل کو کبھی برا بھلا نہیں کہا۔ نیز چونکہ پرستاران بیل کا کوئی ایسا ملک نہیں تھا جس میں رکھ کر وہ ایرانی پیش قدمی کی مستقل مدافعت کر سکتے اس لئے ایرانی اور سامی مذاہب کے باہمی تباین کی کوئی سیاسی اہمیت باقی نہ تھی، بلکہ اس کے بجائے تمدن بابل مشرق کے مشترک تمدن کا ایک جزو بن گیا تھا اور اُسے بوجہ اپنی علمی صفات کے ایک خاص پایہ حاصل ہو گیا تھا۔ رہیں دوسری سامی اقوام، ان میں سے یہودیوں کی اہمیت بہت کم ہو گئی تھی اور ایرانی فنیقیوں کو اپنے تجارتی اغراض و مقاصد کے لئے کام میں لاتے تھے جس کے باعث وہ سلطنت کے لئے اور سلطنت اُن کیلئے کار آمد اور سود مند تھی، بلکہ حق تو یہ ہے کہ فنیقی نہ ہوتے تو بہت سے صوبے پہلے ہی نکل جاتے۔

سلطنت ایران کا اثران صوبوں میں خاص طور پر معرض خطر میں تھا جہاں کے فطری حالات اور تمدن کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کے میلان آزادی کو تقویت پہنچی؛ چنانچہ یہ کیفیت ممالک مغرب، ایشیائے کوچک، اور مصر میں پیش آئی۔ مصریوں کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ایک طرف تو

باب ۱۲ اُن کا تمدّن ایرانی تمدّن سے بالکل جداگانہ تھا، اور دوسری جانب اُن کا مُلک بہ آسانی دُنیائے باقیہ سے بالکل الگ تھلگ کیا جا سکتا تھا۔ بایں وجوہ مصریوں کو باہمی متحد کرنا اور مصریوں کا نسبۃً بڑے بڑے لشکروں کی مدافعت کرنا کچھ ایسا مشکل امر نہ تھا۔ ایشیائے کوچک میں ایرانی اثر کو جو خطرہ تھا اُس کے اسباب ذرا مختلف تھے۔ اس میں شک نہیں کہ مُلک دوسرے صوبہ جات ایران کے سلسلے میں ہی واقع تھا، لیکن پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اُس کے مختلف حصّوں کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنا آسان تھا، اور مُلک یونان کے قرب کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کے لئے وہ زندگی بالکل ناممکن العمل تھی جس سے کوئی بالکل یا ازراخونی علی العموم مطمئن ہو سکتا تھا۔ یونانیوں میں بہ نسبت مشرقی اقوام کے فطرتاً بے چینی کا مادّہ بھرا ہوا تھا، اور اگر بالفرض ایران کی یونانی رعایا حکومت کو دق نہیں کرتی تھی تاہم اُس کے اقوال و افعال سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس کی اپنی بھی کوئی ذاتی رائے ہے، وہ ایسی سلطنت میں جہاں شہنشاہ کے علاوہ کسی فرد کو ذاتی رائے رکھنے کا حق نہ سمجھا جاتا تھا۔ حقیقت میں سلطنت ایران کی کمزوری کا بڑا بھاری سبب یہی تھا۔ بیشک ذہنی اعتبار سے ایران کے مذہب کو بہت کچھ تفوّق حاصل تھا، لیکن چونکہ مُلک پر شخصی حکومت کی جاتی تھی اس لئے اُسے اس مذہب سے کوئی خاص مادّی فائدہ نہیں پہنچتا تھا۔ ہخامنشی خاندان کے افراد میں ایک طرف تو خود غرضی کا مادّہ بھرا ہوا تھا اور دوسری جانب ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان کی فراوانی تھی جس کے باعث اُس میں اور ماضی و حال کے دوسرے مطلق العنان خاندانوں کے افراد میں کچھ زیادہ فرق باقی نہیں رہا تھا۔ دوسرے ممالک کی طرح جہاں ذاتی رائے کا مظاہرہ ممنوع ہو، یہاں بھی سازشوں اور سخت گیریوں کا بازار گرم تھا اور شہنشاہ اور شہزادے دونوں اکثر دشمن کی تلوار کا شکار ہوتے تھے۔ پلوٹارک نے اردشیر نہمن کی جو سوانح عمری لکھی ہے اُس کے دیکھنے سے فرماں روایان ایران کی ردی اور زبوں حالت

باب ۱۱ کا پتا چلتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی موجودہ خاندان کے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہوئے اُس پر فتح پانا کچھ آسان کام نہ تھا اور اُس کے لئے ایک نہایت زبردست حملے کی ضرورت تھی۔ یہ حملہ اب سکندر نے کر دیا۔

سلطنت ایران کے جن صوبوں کو سب سے زیادہ خطرے کا سامنا کرنا پڑتا تھا وہ مغربی صوبے تھے اور اسّی برس سے اُن کی حالت نہایت درجہ ناگفتہ بہ تھی۔ بغاوتوں کا سلسلہ مصر سے شروع ہوا جہاں سنہ ۴۰۴ ق م میں اس صوبہ والوں نے امیرتالوس کی سیادت میں علم بغاوت بلند کر دیا اور اس میں وہ اس قدر کامیاب ہوئے کہ ساٹھ برس تک مسلسل وہ اپنی آزادی کو قائم رکھ سکے۔ امیرتالوس کے بعد نسامطیق تخت پر بیٹھا، اُس کے بعد اخوروس (سنہ ق م تا سنہ ۳۸۷ ق م) اور اُس کے بعد نکتانے بوس (سنہ ۳۸۷ ق م تا سنہ ۳۶۹ ق م)۔ ایران سے ایواغورس ساکن قبرس کے چلے آنے کے بعد مصریوں کے لئے اپنی آزادی کا برقرار رکھنا پہلے سے بھی زیادہ آسان ہو گیا۔ سنہ ۳۸۳ ق م میں جب قبرس کو ایرانیوں نے از سرِ نو مطیع کر لیا تو انھوں نے مصر کے خلاف ایک لشکر جرار روانہ کیا جس پر مصری یونانیوں سے مدد کے خواستگار ہوئے[2] اور ایتھنز نے خابریاس کو اُن کی

[2] یہ امر ہنوز تحقیق طلب ہے کہ سالامس اور قبرس میں ایواغورس کے نام کا ایک فرماں روا تھا یا دو۔ دیودورس ۱۵، ۴ (سنہ ۳۸۶ ق م) میں لکھتا ہے کہ ایواغورس اپنے بیٹے بنی تاغورس کو سالامس چھوڑ کر مصر چلا گیا، وہاں سے واپس آنے پر (باب ۱۹، سنہ ۳۸۵ ق م) نکوکلیس کے ہاتھ سے مارا گیا، جس کے بعد نکوکلیس سنہ ۳۷۴ ق م میں فرماں روائے سالامس بن بیٹھا۔ لیکن ہم ۱۶، ۴۲ میں پڑھتے ہیں کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں ایواغورس نے پھر تخت نشیں ہونے کی کوشش کی۔ لطف یہ ہے کہ دیودورس نے کسی دوسرے ایواغورس کا ذکر بھی نہیں کیا، جس کی وجہ سے بعض مورخوں کے نزدیک ۱۵، ۴۶ میں اُس کی موت کا جو تذکرہ ہے وہ غالباً غلط بیانی پر مبنی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں

باب ۱۲ کمک کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ایتھنز اُسے واپس بلا لینے پر مجبور ہوا اور مصر کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (۱۶، ۴۲، ۴۶ سنہ ۳۵۰ ق م) کہ بنی تاغورس فرماں روا بنا رہتا ہے اور قبرس واپس آنے پر ایواغورس کو سزا دی جاتی ہے۔ لیکن جس ایواغورس نے تاریخ میں نام پیدا کیا ہے اُس نے سنہ ۴۱۱ ق م میں حکومت کرنی شروع کی؛ تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ سنہ ۳۵۰ ق م میں "با اختیار" کیا گیا ہو؟ لیکن جب ہم تھیوپومپوس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے بالکل مختلف تصویر نظر آتی ہے اور اُس کے مطابق ایواغورس کو جس نے قتل کیا وہ ایک شخص مسمّٰی نکوکریون کا غلام تھراسی داایوس تھا۔ پھر ہم الیسقراطیس کے خطوط میں، جو نکوکلیس والی سالامس کے نام لکھے گئے تھے، دیکھتے ہیں کہ نکوکلیس ہی ایواغورس کا جانشیں ہوا، آرین ۲، ۲۰ و ۲۲ میں پڑھتے ہیں کہ بنی تاغورس سنہ ۳۳۲ ق م میں سالامس کا حکمراں تھا، اور پلوٹارک "حیات سکندر" ۲۹ میں کہ سنہ ۳۳۱ ق م میں یہاں نکوکریون حکومت کرتا تھا۔ ان بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ (۱) دیودوروس نے نکوکلیس پر ایواغورس کے قتل کا جو الزام لگایا ہے وہ غلط ہے؛ (۲) ایواغورس کا جانشیں نکوکلیس غالباً اُس کا بیٹا ہوگا؛ (۳) ممکن ہے کہ دیودوروس (۱۶، ۴۲، ۴۶) جس بنی تاغورس کے سنہ ۳۵۰ ق م میں حکومت کرنے کا ذکر ہے وہ وہی ہو جو سنہ ۳۳۲ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا؛ (۴) یہ امر قطعی ہے کہ دیودوروس ۱۶، ۴۲، ۴۶ میں جس ایواغورس کا ذکر ہے اُس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں؛ نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سنہ ۳۵۱ ق م میں جو بنی تاغورس حکومت کر رہا تھا وہ کس سنہ میں تخت نشیں ہوا تھا۔ الغرض مقامات اور شخصیات میں جو خلط مبحث نظر آتا ہے اس پر جس قدر تعجب کیا جائے کم ہے۔ تھیوپومپوس کہتا ہے کہ تھراسی دیوس نے ایواغورس اور اُس کے بیٹے بنی تاغورس کو نکوکریون کا بدلہ لینے کی غرض سے قتل کر ڈالا، لیکن سنہ ۳۳۱ ق م میں ہم نکوکلیس کو بنی تاغورس کا جانشین بنتے دیکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس کا بیٹا ہی ہو۔ اب یہ امر مسلّمہ ہے کہ نکوکلیس ایواغورس کے فرزند کا نام تھا، اس لئے ہم سابقہ "نکو" سے یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ نکوکریون بھی اسی خاندان کا رکن ہوگا، جس کے ارکین باوجود یونانیت کے دور دورے کے بعض ایشیائی حکمرانوں کی طرح ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے

باب ۲۱

مدد کرنے کی بجائے اُس نے ایفیکراتیس کو ایران کی مدد کے لئے شہنشاہ کے پاس بھیج دیا۔ ایفیکراتیس کو فرنا بازو کی فوج میں جگہ دیگئی؛ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ایرانی صوبہ دار نے ایتھنزی سپہ دار کو اُس کی مرضی کے مطابق نہیں چلنے دیا، چنانچہ موخر الذکر کو اپنی جاں تک کے لالے پڑ گئے اور وہ آخر کار ایتھنز واپس آگیا۔ ہم اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں کہ تموتیوس سنہ ۳۷۳ ق م میں ایتھنزیوں کا نشانۂ ملامت بننے سے بال بال بچ گیا تھا جسکے بعد اُسنے سنہ ۳۶۷ ق م میں شہنشاہ کے خلاف اریوبارزان کی مدد کی تھی اور دو سال بعد ایتھنزیوں کی طرف سے جزیرۂ ساموس کو فتح کیا تھا؛ لیکن اب وہ ایران کی طرف چلا گیا، گو اُسے بھی مصریوں کے خلاف کوئی نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔ چوتھی صدی ق م کے نصف اول میں ایشیائے کوچک بھی صوبہ داروں یونانی بلدیات اور نیم یونانی خود سروں کی بغاوتوں کا میدان کارزار بنا ہوا تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ میزیہ میں اورونتیس نے، کاریہ میں موسولوس نے اور افروجیہ میں اریوبارزان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تیار تھے۔ نکوکلیس کا حشر بھی اچھا نہیں ہوا .Ath ۱۲ ،۵۳) اور سنہ ۳۴۵ ق م سے پہلے ہی (جب .Isocr. Antid ۷۶ کے بموجب وہ چند سال حکمرانی کر چکا تھا) اُس کا خاتمہ ہوگیا۔ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات .Head: H. N ۶۲۴ وغیرہ میں سکّہ جات کی مدد سے سالامس کے حکمرانوں کی فہرست مرتب کی گئی ہے اور اُس میں ایواغورس دوم سنہ ۳۶۸ ق م سے سنہ ۳۵۱ ق م تک حکمران نظر آتا ہے۔ میں نے اس حاشیے میں اس امر پر ذرا تفصیل سے اس لئے بحث کی ہے کہ اس سے اُس عہد کے لوگوں کے حالات اور اسناد کے وثوق کا پتا لگتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمعصر مورخ بھی جنھیں صحیح واقعات معلوم ہونے چاہئے تھے، بعض واقعات کے متعلق ہم لسان نہیں ہیں۔ دیکھو یوداِئخ: "مطالعات ایشیائے کوچک" :Judeich Kleinasiatische Studien سنہ ۱۸۹۲ء؛ بابلوں Babelon صفحات CXX CXXII؛ موخر الذکر کی رائے ہے کہ ایواغورس اوّل نے سنہ ۴۱۱ ق م سے سنہ ۳۷۴ ق م تک اور ایواغورس دوم نے سنہ ۳۶۸ ق م سے سنہ ۳۵۱ ق م تک حکومت کی۔

باب ۲۱ نے نیم آزاد حکمرانوں کی حیثیت سے نام پیدا کیا۔ اس قسم کے ہوشیار حکمرانوں پر ایرانیوں نے عام طور سے چالاکی اور عیاری کو کام میں لاکر غلبہ حاصل کیا؛ مثلاً داتامیس ہی کا قصہ ہے کہ اُس نے پہلے تو شہنشاہ کی خدمت کی پھر علم بغاوت بلند کیا اور آخر کار ایک ایرانی کے جال میں پھنس گیا۔[۴۳] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایرانی کھلے میدان میں بالکل بیکار تھے۔ ۳۶۱ ق م میں اُن کی اس کمزوری کا اندازہ کرکے تاخوس شاہ مصر نے خابریاس اور اگےسی لاؤس کی مدد سے ایران پر حملہ کردیا؛ لیکن خود اُس کا اپنا ملک اُس سے بغاوت کر بیٹھا اور اُس کی جگہ نکتانے بوس دوم کو اپنا بادشاہ منتخب کرلیا۔ ملک افراتفری کا ایسا شکار بنا ہوا تھا کہ اگر اگےسی لاؤس موقع پر موجود نہ ہوتا تو شائد نکتانے بوس کو بھی تخت سے دست برداری دینی پڑتی۔ اگےسی لاؤس مصر سے واپس آ ہی رہا تھا کہ راستے میں اُس کا انتقال ہوگیا۔[۴۴]

۴۳ کورنے لیوس نیپوس نے داتامیس کی سوانح عمری کی مصنوعی تزئین میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا، لیکن یہ سوانح عمری پھر بھی تاریخ تمدن کے مطالعے کے لئے نہایت مفید ہے۔ داتامیس کامیساریس صوبہ دار لیوکوسیریہ کا بیٹا تھا اور اُس نے ۳۸۵ ق م میں کادوسی کے خلاف جنگ میں اور اس کے بعد اوتوفرادآتیس کے ساتھ باغیوں کی سرکوبی کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ بعد ازاں اُس نے تھوئس شاہ پفلاگونیا کو، جسے پفلاگونیا کے ہومری سورما پی لائے منیس کی اولاد سے ہونے کا فخر تھا، گرفتار کرکے شہنشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ شہنشاہ نے اُس کی قابلیتوں کا اندازہ کرکے اُسے ۳۷۹ ق م اور ۳۷۴ ق م کے مابین مصر کے مقابلے کے لئے اور پھر آس لیس والی کاتاؤنیہ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ دیودوروس (۱۵، ۹۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ داتامیس نے شہنشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور چونکہ وہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا تھا اس لئے اُس کے خلاف چال چلی گئی اور اُسے قتل کرادیا گیا۔ دیکھو یوداخ ۱۹۰ وغیرہ اور بابلون XXXVII تا XLIII۔

۴۴ مصری امور کے لئے دیکھو ویڈےمان Wiedemann صفحہ ۷۱۰ وغیرہ۔ تاریخی تسلسل

باب ۲۱ اس طرح سے مغربی صوبے ایران کے کسی کام کے نہ رہے اور خود سلطنت کے وجود ہی کے لئے ایک طرح کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ باوجود اس کے سلطنت ایران پچیس سال کے لئے اور بچ رہی، اور یہ صرف اس لئے کہ اُس کے تخت پر اردشیر سوم (اخوست) کا سا شہنشاہ بیٹھا تھا۔ اردشیر ۳۵۸ء ق م میں اپنے خاندان کے اُن افراد کو تہ تیغ کرکے بیٹھا اور اُسے ابتدا میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت افروجیہ کی ولایت ارتاباز و کے قبضے میں تھی جو اریوبارزان کے بعد والی ہوا تھا اور جو غالباً مشہور و معروف فرنا باز و کا بیٹا تھا۔ چونکہ ارتا باز و رھوڈزی بھائیوں منتور و میم نون کا رشتہ دار تھا اس لئے یونان کے ساتھ اُس کا خاص تعلق تھا، چنانچہ جب اُس نے علم بغاوت بلند کیا تو ایتھنزی خاریس اور تھبزی پامنیس نے اُس کا ساتھ دیا؛ لیکن ارتا باز و کو ہی شکست ہوئی اور میم نون کی معیت میں وہ مقدونیہ بھاگ گیا۔ اب کسی زمانے میں منتور نے تخت ایران کی بڑی بڑی خدمات انجام دی تھیں، چنانچہ اُس کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے ارتا باز و ازسرنو شہنشاہ کا منظور نظر ہوگیا۔ لیکن ہمیں ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ شہنشاہ کو ایشیائے کوچک میں مصر و شام سے کم تفکرات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس لئے کہ اوّل الذکر کے یونانی عنصر کو ہمیشہ روپے اور وعدہ وعید کی چاٹ رہتی تھی[۵] الغرض کسی نہ کسی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بالکل غیر متعین ہے، چنانچہ جہاں دیودوروس ۱۶، ۴۶ کے مطابق مصر ۳۵۰ء ق م میں فتح ہوا، وہاں انگ کے نزدیک یہ واقعہ ۳۴۶ء ق م میں اور نیولد کے کے مطابق (صفحۂ ۷۸) ۳۴۰ء ق م میں پیش آیا تھا۔ Isocr. Phil. ۱۰۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۴۶ء ق م کے موسم بہار تک مصر مغلوب نہیں ہوا تھا، مقابلہ کرو یودائخ Judeich: Persienu . Aeg. im 4 Jahrh. ؛ ایران و مصر چوتھی صدی ق م میں v. Chr. ماربرگ ۱۸۹۲ء۔

[۵] ایشیا میں یونانی۔ ۳۹۶ء ق م میں ایران کی فوج میں یونانی اجیر سپاہی موجود تھے؛

باب ۲۱ طریقے سے شہنشاہ اس قدر طاقتور ہو گیا کہ ۳۸۵ ق م کے قریب کے زمانے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ زینوفون: "ہیلینیکا" ۳، ۲، ۱۵۔

دیودوروس ۱۶، ۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۵۱ ق م والی مصری مہم میں دس ہزار یونانی بھیجے گئے۔

ایفیالتیس کا اردشیر اخوست کے دربار میں بھیجا جانا: دیکھو "خطبۂ دیموس تھنیس" ۲، ۴۸۳۔

منتور اور میم نون ارتابازو کے "سسرالی رشتہ دار"، "دیموس تھنیس کی تقریر خلاف ارسطقراتیس" ۱۵۷۔ پلوٹارک کی "حیات الکبیادیس" ۲۱ کے مطابق میم نون ارتابازو کا داماد تھا۔

Isocr. Paneg. ۱۰۰ میں اُس افراتفری کا بہت اچھا حال بیان کیا گیا ہے جو ۳۸۰ ق م کے قریب ایشیائے کوچک میں پھیلی ہوئی تھی۔

## ایشیائے کوچک کے سکے

سلطنت ایران کے مغربی حصے کی سیاسی کیفیات میں جو تنوع پایا جاتا تھا اُس کا اندازہ اُس عہد کے سکوں سے ہوتا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کو ایک حد تک خود مختاری حاصل تھی۔ عام طور پر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ سلطنت ایران میں سونے کے سکے بنانے کا اختیار خود شہنشاہ نے اپنے قبضے میں رکھا تھا، چنانچہ اُسی کے حکم سے ۱۳۰ گرین کی "داراجیاں" بنائی جاتی تھیں؛ ان سکوں پر خود شہنشاہ کی تصویر کندہ تھی اور اُس کے ہاتھ میں کمان دی ہوئی تھی۔ یہ تو سونے کا سکہ ہوا؛ شہنشاہ چاندی کی "سگلیاں" بھی مسکوک کرتا تھا جن کا وزن ۸۶٫۴۵ انگریزی گرین ہوتا تھا اور جو ۷½ اٹیکائی ادبول کے مساوی سمجھنا چاہئے؛ (ہیڈ ۶۹۸، ۶۹۹)۔ ان مرکزی سکوں کے علاوہ مغربی علاقہ جات سلطنت میں صوبہ داروں، مقامی حکمرانوں اور بلدیات کو بھی سکہ سازی کا اختیار تھا۔ مفصلۂ ذیل حاشیے میں میں نے ان سکوں کی کیفیت کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ

باب ۲۱ میں یونانیوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ عنقریب وہ یونان پر حملہ آور ہونے والا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کہ جن معیاروں کا جلد ۲ باب ۱۷ حاشیہ ۱ میں ذکر کیا گیا ہے ان میں اب رھوڈزی معیار کا اضافہ ہوگیا ہے (دیکھو اسی جلد کا باب ۳) جس کا استاتر ایٹکائی استاتر سے ذرا چھوٹا ہے اور اس میں صرف ۱۱۵ یا ۱۲۰ گرین وزن ہے۔ اسکے اور ائی گینا کے استاتر کے مابین جو تعلق ہے وہ یہ ہے کہ تین رھوڈزی درہم دو ائی گینائی درہموں کے مساوی ہوتے تھے۔ میں شمالی علاقے سے شروع کروں گا اور گو "صلح نامۂ شہنشاہی" کے ذریعے سے قرب وجوار کے جزائر کی آزادی کا اعلان ہوگیا تھا، لیکن اپنے بیان میں انھیں بھی شامل کرلوں گا۔ مقابلہ کرو بابلون XXI — خود شہنشاہی سکوں کے علاوہ مفصلۂ ذیل کو بھی تسکیک کا حق حاصل تھا: (۱) وہ بلدیات جو طرابزون سے دہانۂ دریائے نیل تک ساحل پر یا اُس کے قریب کے علاقے میں واقع تھے؛ (۲) مقامی حکمراں؛ (۳) موروثی صوبہ دار؛ (۴) وہ صوبہ دار جنھیں غیر معمولی اختیارات تفویض کردئے گئے تھے۔

علاقۂ ثرواسے میں مفصلۂ ذیل شہروں میں سکے ڈھالے جاتے تھے:
ائی دوس میں فنیقی معیار رائج تھا (ہیڈ ۴۶۸)۔ ان میں بیس سے زیادہ عمال کے نام کندہ ملتے ہیں اور اُنکا اصوف نے تعین کرلیا ہے۔ گرگس کے سکوں کے ایک طرف سیبل کی شبیہہ اور دوسری طرف اسفنکس کی شبیہہ بنی ہوئی ہے۔ نیاندریہ، اوفری نیوم، رصیتیوم، سکامادریہ میں بھی سکے بنائے جاتے تھے۔ (ہیڈ ۴۷۳، ۴۷۴)۔ سگیوم میں، جو ایتھنز کی ایک قدیم نوآبادی تھی، جو سکے بنتے تھے اُن پر "پالاس" دیوی کی شبیہہ کندہ ہوتی تھی اور اس کے چاندی کے سکوں کا وزن ایٹکائی سکوں کے مساوی تھا۔

جزیرۂ تینے دوس کے سکے نہایت نفیس تھے اور اُن پر دُہرا سر اور دُہرا تبر کندہ تھا؛ ان کا معیار فنیقی تھا۔

مینزیہ میں (ہیڈ ۴۴۶ تا ۴۶۰) معلوم ہوتا ہے کہ انتاندروس کے سکوں کا

باب ۱۲ چنانچہ اسی دوران میں دمیوس تھنیس نے سیوموریا سے کے متعلق اپنی مشہور

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ معیار ایرانی تھا، اور یہی معیار الپولونیہ (بدریائے رھصین داکوس) (سکس دامہوف) استاکوس اور آسوس کے سکّوں کا بھی تھا۔ کیرکوس اپنے ایلکتروں کے سکے چند سال اور ڈھالتا ہے (ہیڈ کا خیال ہے کہ غالباً فرنا باز نے اپنے عہد میں اس شہر میں دارائیاں بھی ڈھلوائی ہوں گی) اور اس کے بعد اپنے سکّوں کا معیار رھوڈزی کر لیتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہی یعنی ۴۱۰ء ق م میں (دیکھو بابلون XXXIII) یہاں ایک استاتر ۲۱۲ گوین کا ڈھالا جاتا ہے جس پر فرنا باز کی شبیہہ اور الفاظ "فرنا باگار گارا" کندہ ہیں۔ لمپساکوس میں پہلے تو ایلکتروں کے سکے تھے پھر اُن کی جگہ سونے کے سکے بننے لگے جو ایلکتروں والے سکّوں کے مطابق تھے؛ ان نہایت خوبصورت سکّوں کے لئے دیکھو ہیڈ ۵۷۴۔ کہا جاتا ہے کہ ان پر بھی فرنا باز کی شبیہہ کندہ تھی، لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال غلط ہے، فون سیلیٹ Von Seilet سکس Six اور بابلون Babelon کے نزدیک یہ شبیہہ اورونتیس کی ہے، جس کے لئے دیکھو لو دائخ صفحات ۲۲۱ وغیرہ جس میں رائناخ Reinach کی تحقیقات سے کام لیا گیا ہے۔ لمپساکوس کے چاندی کے سکّوں کا معیار ایرانی تھا اور یہی کیفیت پاریوم کی بھی تھی۔ پرگاموم کی ہنوز کوئی اہمیت نہیں تھی اور اُس کے سکے بھی چھوٹے تھے۔ تیوتھرانیا کے حکمران خاندان کے (جو دیمار اتوس کے جانشین تھے) متعلق، وینز گامیوم اور میرنا میں گونگی لوس کے جانشینوں کی بابت اور مگنیشیہ میں تمسطا کلیس کے سکّوں کے لئے دیکھو بابلون LL. LXVIII وغیرہ۔

بی تھی نیا میں خالکدون نے ۴۰۰ء ق م تک اٹیکائی معیار پر ۳۵۰ء ق م تک اور اس کے بعد فنیقی معیار پر سکے ڈھالے (ہیڈ ۴۳۸)۔ ہرقلیہ کی قوت و اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا، اور اُس کے سکّوں میں کلیۃً اسلوف کا اتباع کیا گیا؛ اُس کی تاریخ میں خود سران موسومہ کلیارخوس (۳۶۴ء ق م تا ۳۵۲ء ق م) ساتی روس (۳۵۲ء ق م تا ۳۴۷ء ق م) تموتیوس و دیونی سیوس (۳۴۷ء ق م تا ۳۳۸ء ق م) کے

تقریر کی جس کا حال اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن جنوبی علاقوں میں	باب ۱۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ عہد ممتاز ہیں۔ یہاں کے بعض سکے جوائی گینی طرز پر بنائے گئے تھے نہایت ہی خوبصورت اور حسین ہیں؛ تھودیوس اور دیونی سیوس کے نام اُن کے سکوں پر کندہ ہیں (ہیڈ ۴۴۱)۔ اس خودسری کی تاریخ کے لئے دیکھو پلاس: "خودسرانہ حکومت" ۱، ۲۵۸ وغیرہ، ۲، ۱۳۹۔

پفلاگونیا میں اسنوف کا رتبہ بہت اعلیٰ ہے اور اُس نے سنہ ۳۶۴ ق م سے سنہ ۳۳۳ ق م تک اپنے سکے فنیقی معیار کو گھٹا کر بنائے۔ اُس کے سکوں پر صوبہ داروں کے نام پہلے تو یونانی حروف میں اور پھر ارامی حروف میں کندہ نظر آتے ہیں، اور جو سکے اس وقت تک موجود ہیں ان پر داتامیس، ابدے مون اور اریارتھیس کے نام کندہ نظر آتے ہیں (ہیڈ ۴۴۳)۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی سکے کاپادوسیہ کے لئے بھی اکتفا کرتے تھے، اور یہاں کے تین قسم کے سکے جو داتامیس کے جانشین اریارتھیس اوّل کے عہد (تقریباً سنہ ۳۵۰ ق م تا سنہ ۳۲۲ ق م) میں ڈھالے گئے تھے، اس وقت تک موجود ہیں (ہیڈ ۶۳۱)۔

ساحل افشین پر امی سوس کے سکے ایرانی معیار پر ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۴۴۲)۔ استرابو ۱۲، ۷، ۵ کہتا ہے کہ اتھنزیوں نے اس شہر کی از سر نو آبادکاری کی تھی اور اُس کا نام پائیوس رکھا تھا، لیکن اس آبادکاری کی تاریخ کا ہمیں علم نہیں۔ اس کے علاوہ امی سوس کے بعض سکوں پر آرامی حروف بھی کندہ ہیں اور بعض پر لفظ "پرائیون" یونانی حروف میں (ہیڈ ۴۴۴)۔ چوتھی صدی ق م میں طرابزون نے بھی ایرانی معیار پر سکے ڈھالے۔

ہیڈ (۴۸۵) کا خیال ہے کہ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں لسبوس میں الیکٹروں کے ہکتائے، جو تھیمنا میں فنیقی (؟) معیار کے چاندی کے سکے، متی لنہ میں ایرانی معیار کے چاندی کے سکے مسکوک ہوتے تھے، اور لسبوس کے قریب ایک چھوٹا سا جزیرہ پوردوسی لینے جو واقع ہے اُس میں بھی اُس عہد میں علٰحدہ سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۴۸۶)۔ ساحل پر ایولیائی شہروں میں سے

باب ۱۲ یونانی صوبوں کے حالات ذرا نازک ہو گئے تھے اس لئے کہ یہاں نہ صرف قبرس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دادی کائے کوس میں شہر کامبریوم نے دہیڈ کی تحقیقات کے بموجب) فنیقی معیار کے سکے بنائے (ہیڈ ۵۰۰)۔

ایونیہ کے شہر فوکیہ میں سنہ ق م کے قریب زمانے تک ایلکٹرون کے سکے بنتے رہے۔ کلازومینے میں سونے کے جو نفیس سکے ملے ہیں انھیں ہیڈ (۴۹۱) سنہ ۳۸۶ ق م کی طرف منسوب کرتا ہے، درآنحالیکہ صلح نامۂ شہنشاہی کے بموجب اس شہر کا الحاق ایران کے ساتھ ہو چکا تھا۔ کلازومینے میں اٹیکائی معیار کے چاندی کے سکے بھی ڈھالے گئے، جن میں سے چند نہایت حسین چہرہ نمایاں حمتاز ہیں جن پر صناع کا نام "تھیوداتوس" کندہ ہے، اور مشرقی ممالک میں یہ نہایت ہی کم ہوتا ہے (ہیڈ ۴۹۱)۔ صوبہ دار اور رونتیس کا نام جن سکوں پر کندہ ہے ان میں سے بعض کلازومینے یا تارسوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بعض کو لولا کی طرف (جو ادرامی تیوم کے قریب واقع ہے) یا لمپساکوس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (ہیڈ ۴۵۵، ۴۹۱)۔ کلازومینے کے قریب لیوکانے (جسے تاخوس نے سنہ ۳۸۳ ق م میں آباد کیا تھا) چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جن پر کلازومینے کے مخصوص نشان یعنی راج ہنس کی شبیہ کندہ ہے۔ ہیڈ (۴۹۹) کی رائے میں ایریتھرائے میں سنہ ۳۳۴ ق م تک سکے نہیں ڈھالے گئے، اور اس کے بعد ان کا معیار رھوڈزی ہو گیا۔ تیوس کے سکوں کا معیار فنیقی اور کولوفون کے سکوں کا معیار رھوڈزی ہے جس کا ایک نہایت ہی خوبصورت سکہ دیکھنے کے قابل ہے جس پر ایک ایرانی سر کندہ ہے۔ ہیڈ ۴۹۳، شکل ۲۰۷، امھوف: "شبیہ ہائے سر" Imhoof: Portraetkoepfe جلد ۳، ۱/۳) ؛ عام طور پر اس سکے کو کولوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ؛ سکس (مسکوکات یونان Six: mounaies grecques لندن سنہ ۱۸۸۸ء) اسے یاسوس کی طرف منسوب کرتا ہے اور اس خیال میں کہ یہ سر مشہور و معروف تسافرنز کی شبیہ ہے، لوئینس (De Luynes) سے متفق ہوتا ہے۔ رھوڈزی معیار کے ایفی سوس کے سکوں کا ذکر جن پر حرف Syn کندہ ہیں، اوپر کیا جا چکا ہے (باب ۳ حاشیہ ۱۱)۔

بلکہ شہر سیدا نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا، چنانچہ اردشیر نے ان دونوں | باب ۷۲

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ الفی سوس کے جنوب میں جو چھوٹا سا شہر گیلا یا فی گیلا واقع تھا اُس کے بعض سکّے اس وقت تک موجود ہیں (ہیڈ ۵۰۸)۔ چوتھی صدی ق م میں ملطہ نے خود اپنے معیار کے بموجب سکّے بنائے، لیکن اگر ہم ایک سکّے کو ملحوظ رکھیں جس پر الفاظ Eg Didymon iere کندہ ہیں اور جو فینیقی نصف درہمی کے وزن کے مطابق ہے تو ہمیں یہ استدلال کرنا پڑیگا کہ اُس نے فینیقی معیار کو بھی پیش نظر رکھا تھا۔ ملطہ کے بعض سکّے اٹیکائی اور ساموسی معیار کے بھی ہیں اور وہ اُس عہد کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جس میں ہیکاتومنوس اور موسولوس وہاں حکومت کرتے تھے (ہیڈ ۵۰۳)؛ اس کے بعد (ہیڈ کی رائے کے مطابق، صفحہ ۵۰۴) غالباً ۳۵۰ق م سے ۳۰۰ق م تک یہاں فینیقی معیار قائم ہوا۔ گنیشیا بدریائے میاندر میں چوتھی صدی ق م کے وسط سے فینیقی اور ایرانی معیار کے مطابق سکّے ڈھالے جانے لگے (ہیڈ ۵۰۱)۔ خیوس میں رھوڈزی یا فینیقی معیار رائج تھا (ہیڈ ۵۱۴)۔ ساموس میں ابتدا میں تو تمام تر معیار ساموس کا رواج تھا (جلد ۲ باب ) اس کے بعد لیگ کی طرف سے رھوڈزی معیار کے بموجب سکّے بننے لگے (باب ۷۲ حاشیہ ۱۱)۔ ۳۶۵ق م میں ایتھنز کے اس حصّے پر قبضہ کرنے کے بعد سے سکّے بننا ۳۲۲ق م تک یعنی ساموسیوں کے واپس آنے تک برابر بنتا رہا۔ اس ملک میں بعض سکّے دستیاب ہوئے ہیں جس پر شہنشاہ ایران کی شکار کے موقع کی تصویر بنی ہوئی ہے اور جس پر فیثاغورث کا نام یونانی حروف میں کندہ ہے؛ یہ سکّے کسی نہ کسی ایونیائی شہر کے ہوں گے؛ اور ممکن ہے کہ بابلون (صفحہ LXXVIII) اور سکس کی رائے کے مطابق الفی سوس کے ہی ہوں (سکس یہ بھی کہتا ہے کہ یہ سکّے ۳۳۵ق م میں میم نون کے اشرا اور الفی سوسی عامل فیثاغورث کے تعامل سے الفی سوس میں بنائے گئے تھے)۔ بلا شبہ جو نام کندہ ہے وہ (دوسرے ایسے سکّوں کی طرح جن پر "Spithr" کندہ ہے) کسی نہ کسی خودسر کا ہوگا۔ واضح ہو کہ چوتھی صدی ق م میں دو سپیتھریدا تیس نظر آتے ہیں؛ ذینوفون: "ہیلے نیکا" ۳۔۴۔۱۰۔

باب ۱۱

کے خلاف فوج روانہ کی جس میں منجملہ دس ہزار یونانی اجیر سپاہیوں کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ — آرین ۱؍۲۱،۸ - مقابلہ کرو بابلون صفحہ LXXVI جسکے بموجب یہ سپتھریداتیس وہ ہے جو سارڈس کا خود سر تھا - بہرنہج یہ سکے رھوڈزی معیار کے ہیں -

کاریہ کے شہر کنیدوس میں ہمیں ایسے سکے ملتے ہیں جن کا معیار رھوڈزی ہے اور ہالی کارناسوس میں ایسے جن کا معیار فنیقی ہے؛ ان پر لفظ "Syn" کندہ ہے (ہیڈ ۵۲۶) - موخرالذکر شہر میں کاریہ کے بادشاہوں نے جو سکے بنوائے اُن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا - یاسوس کے سکوں پر لفظ "Syn" کندہ ہے اور ہیڈ کی رائے کے بموجب غالباً اُن کا معیار ایرانی ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ۱۶۶ گرین کا سکہ رھوڈزی وزن کی چودرہمی نہیں ہو سکتی جس کا اصل وزن ۱۷۵ گرین تھا؟ کاریہ کے حکمرانوں (ہیڈ ۵۳۳) یعنی ہکاتومنوس (تقریباً سنہ ۳۹۱ ق م تا سنہ ۳۷۷ ق م) نے میلاسا میں، موسولوس (سنہ ۳۷۷ ق م تا سنہ ۳۵۱ ق م؛ دیکھو شیفر: دیموس تھنیس ۱: ۴۴۶) نے ہالی کارناسوس میں؛ ہدریوس (تا سنہ ۳۴۱ ق م) ادا (تا سنہ ۳۴۰ ق م) پکسوداروس (تا سنہ ۳۳۵ ق م) رھوا و نتوپاتیس (تا سنہ ۳۳۴ ق م) اور ادا بار دیگر تا سنہ ۳۳۴ ق م نے رھوڈزی معیار کے سکے بنوائے؛ مقابلہ کرو بابلون صفحہ LXXXV، وکردم بولتز: "صوبہ داران ایشیائے کوچک" Krumbholz: De Asiae min. satrapis لائپزگ سنہ ۱۸۸۳ء صفحہ ۸۳ - یہ عجیب وغریب بات ہے کہ خاص الیغ سوس میں ایک سورما مسمی پکسوداروس کی پرستش کی جاتی تھی - دیکھو روشر: Lex. Sp. ۲۵۰۲ - کاریائی جزائر میں سے کالیمنا کے سکوں کا معیار رھوڈزی تھا (ہیڈ ۵۳۴)، اور یہی کیفیت کوس (ہیڈ ۵۳۵) کی بھی تھی - نسی روس کے سکے میں رھوڈز کا گلاب کندہ ہے، لیکن اُس کا درہم ۴۷ گرین کا ہے - لیکن جزیرۂ ماگستے میں، جو رھوڈز کا باجگزار تھا اور جہاں ۴۶ گرین کا درہم پایا جاتا ہے (ہیڈ ۵۳۷) رھوڈزی معیار کے سکے ڈھالے جاتے تھے، گو اُس کی سہ درہمی بجائے ۸۰ اگرین کے ۱۴۰ ہی گرین کی تھی - رھوڈز نے اپنے چاندی کے سکوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے لئے ایک نیا معیار تجویز کیا ہے، لیکن سونے کے سکّوں کا معیار یوبیائی ہی ہے (ہیڈ ۵۳۹)۔ واضح ہو کہ رھوڈز کے سکّے اپنے حسن کے لئے ممتاز ہیں۔

ایران نے جب لیدیہ کو فتح کیا تو اُس کے سکّے بنوانے بند کر دئے، اور افروجیہ کے سکّوں کی ابتدا دوسری صدی ق م سے پہلے نہیں ہوئی۔

لیکیہ کے سکّے پہلی مرتبہ ۵۰۰ ق م کے بعد نظر آتے ہیں، لیکن ہیڈ (۵۷۴) کی رائے ہے کہ ایک طرف تو اُن کا بننا سکندر کے زمانے سے پہلے ہی بند ہو جاتا ہے اور دوسری جانب کاریہ کے حکمرانوں نے لیکیہ میں اس تاریخ سے پہلے ہی سے اپنے سکّوں کو مروّج کر دیا تھا۔ اگر ہم یہ مفروضہ تسلیم نہ کریں تو پھر اس سوال کا کیا جواب ہے کہ جب لیکیوں نے سکندر کے سامنے از خود ہتھیار ڈالے تو پھر وہ مراعات کے مستحق کیوں نہ گردانے گئے اور کیوں اُنھیں سکہ سازی کا اختیار نہیں دیا گیا؟ بدیں سبب یہ فرض کر لینا نامناسب نہیں کہ لیکیہ پر کاریہ کے فرماں روا حکومت کرتے تھے، اور یہ واقعہ مزید برآں اس عہد کی فتحی تاریخ کے لئے بھی کارآمد ہوگا؛ دیکھو باب ۲۹۔ گو لیکیہ کے سکّوں کا معیار بابلی تھا (ہیڈ ۵۷۱) لیکن ہمارے پاس شہر فاسیلیس کا ایک استاتر موجود ہے جس کا وزن ۱۷۳ء۵۳ اگرین ہے۔ لیکیہ کے حکمرانوں اور سکّوں کے لئے دیکھو بابلون صفحات LXXIX تا CXIII ۔

ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر اور تھوڑا سا اندرون ملک میں بھی برابر بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل تک بعض نیم یونانی اقوام رہتی تھیں، اور اس سے سکندر اعظم کا ایشیا کو یونانی قالب میں ڈھالنے کے طرز عمل کی جہت بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پمفیلیہ کے دو شہروں یعنی اسپندوس اور سیدے میں ایرانی معیار کے سکّے ملتے ہیں جن میں سے اول الذکر شہر کے سکّوں پر لفظ Estfendiiys اور ثانی الذکر شہر کے سکّوں پر لفظ Sydetikon کندہ ہیں؛ بعض سکّوں پر جو نقش ہے

باب ۲۱ آرگوسی تھے۔ جب سیدا کے فرماں روا تینیس نے یہ لشکر جرار دیکھا تو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ وہ آرامی زبان کے حروف سے کچھ ملتا جلتا ہے؛ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۸۱ و ۵۸۶۔ پمفیلیہ کے دوسری طرف مُلک پسیدیا میں دریائے یوریمدون پر شہر سیلگی واقع ہے جس کے سکے بھی ایرانی معیار کے ہیں اور جن میں سے اکثر پر Stlegiys کندہ ہے۔ سیلگی اور اسپندوس دونوں کے سکوں کی ایک طرف ایک گوپھنیا نظر آتا ہے اس لئے کہ شہر کے نام سے خودبخود Spendone یا گوپھن کا خیال پیدا ہوتا تھا؛ سیلگی کے سکوں پر دوسری طرف دو کشتی بازوں کی شبیہ بنی ہوئی ہے؛ اس پر Stlegius کندہ ہے جس سے Stlengis کا خیال پیدا ہوتا ہے جو کشتی بازی میں کام آتا تھا؛ اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہر کے اصلی نام کا لفظ Stlengis سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوگا۔ قیادت ایران کے دور میں کیلیکیہ کے سکوں پر بھی یونانی نوشتے تھے؛ مثلاً شہر کیلندریدس کے (جو سامُوس کی نوآبادی سمجھا جاتا تھا) سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے (ہیڈ ۶۰۰) اور یہی کیفیت مالوس کی بھی تھی جس کے سکوں پر امہوف نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۶۰۵۔ مالوس کے سکوں سے اُس روز افزوں سیاسی اثر کا پتا چلتا ہے جو ایران کا اُس شہر پر تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے یونانی تمدن کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس کے سکوں پر ابتدا میں تو ایک پر دار شبیہ اور ایک راج ہنس کی تصویر تھی لیکن بعد میں ان کی جگہ شہنشاہ اور بعض یونانی دیوتاؤں مثلاً ہرقل، دیمیتر وغیرہ کی شکلیں کندہ ہونے لگیں۔ شہر ناگی دوس کے نفیس سکوں پر جن کا معیار ایرانی ہے، باکھوس اور افرودیت کی شکلیں بنی ہیں (ہیڈ ۶۰۸)؛ مقابلہ کرو امہوف: "زرِ یونان" Imhoof: Monn. Grec صفحۂ ۳۷۲ وغیرہ، اور بابلون صفحہ XXXVII۔ شہر سولی کے سکوں کا معیار بھی ایرانی ہی تھا، اور یہی حالت اسوس کی بھی تھی جس کے سکوں پر یونانی اور آرامی الفاظ کندہ تھے (ہیڈ ۶۰۴)۔ چوتھی صدی ق م میں تارسوس کے مفصلۂ ذیل صوبہ داروں نے سکے بنوائے:

اُس کا دل بیٹھ گیا اور اُس نے مصری ملکی فوج کے سپہ سالار منتور سے باب ۲۱

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تری بازو، اور روشتاس (؟)، فرنا بازو، تار کاموس (سکس اسے یہ نام دیتا ہے، لیکن بابلون کے نزدیک اُس کا نام داتامیس تھا)، مازائیوس (ہیڈ ۶۱۳ تا ۶۱۶)، اور ان سب کے نام سکوں پر آرامی حروف میں کندہ ہیں۔ مازائیوس کے مختلف النوع افعال کے متعلق دیکھو سکس کا رسالہ، اور بابلون صفحہ XLIII تا صفحہ XLIX۔

قبرص کے لئے سکس کا رسالہ اور ہیڈ ۶۲۰ وغیرہ دیکھنے چاہئیں۔ اس کے سکے ابتدا میں تو آئی گینی معیار کے مطابق تھے (ہیڈ اسے ایرانی بتاتا ہے، ۶۲۵)، لیکن چوتھی صدی ق م میں یہ معیار رفتہ رفتہ رھوڈزی ہو گیا۔ سالامس کے سکے نہایت درجہ اہم ہیں۔ ان میں سے بعض پر تو قبرسی زبان کے الفاظ کندہ ہیں، لیکن ۴۸۰ ق م کے قریب کے زمانے سے یونانی کتبے دیکھنے میں آتے ہیں۔ اسی طرح پافوس کے سکوں پر بھی قبرسی کی جگہ یونانی حروف کندہ کئے جاتے ہیں (ہیڈ ۶۲۳۔ سکس کا اتباع کرتا ہے)۔ سولی کے سکوں کے لئے دیکھو ہیڈ ۶۲۶۔ اس کے برعکس کی تیوم کے سکوں پر فینیقی نوشتہ ہے (ہیڈ ۶۲۱)؛ اور چوتھی صدی ق م میں ان پر بابرام، دیمونیکوس، میلے کیاتھون اور پومیاتھون کے نام پڑھنے میں آتے ہیں۔ مقابلہ کرو بابلون CXIV تا CLIII۔

فینیقیہ میں فینیقی معیار مروّج چلا آتا ہے، جس کے مطابق درہم ۵۶ گرین کا ہے اور یہاں کے شہروں میں صرف ارادوس ہی ایسا ہے جس نے ایرانی معیار کو اختیار کر لیا ہے۔ ہمارے پاس ببلوس (ہیڈ ۶۶۸)، اور سیدا (ہیڈ ۶۷۰) کے سکے موجود ہیں، گو سکس کا، جو ان سکوں پر مفصّل بحث کرتا ہے، خیال ہے کہ موخر الذکر بجائے سیدا کے طرابلس میں مسکوک ہوئے ہوں گے۔ صور کے سکوں پر ہیڈ نے صفحہ ۶۷۴ پر بحث کی ہے۔ فینیقیہ کے سکوں کے لئے دیکھو بابلون صفحہ CLIV وغیرہ؛ اور ہیراپولس، بامبیکے، غزہ اور عربستان کے سکوں کے لئے بابلون XLIX) وغیرہ۔ ان اضلاع میں بہت سے یونانی اجیر سپاہی موجود تھے، چنانچہ ان کے

باب ۲۱ سازش کر کے ایرانیوں کو شہر میں داخل کر لیا، جس پر سیدائیوں نے ایرانیوں کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بہت سے سکّوں پر اتھنزی سکّوں کی مماثلت میں پالاس اور الوؤں کے سرکندہ ہیں گو ان میں اتھنزی سکّوں کی سی نفاست نہیں پائی جاتی۔ (بابلون صفحہ LIX وغیرہ)۔

یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ ہیڈ کے مفروضے کے بموجب (۳۹) فینیقی معیار کے سونے اور الیکٹرون کے سکّے شائد قرطاجنہ میں بھی مسکوک ہوئے ہوں گے، ورنہ تمولیون کے بعد اس کا اپنا کوئی سکّہ نہ تھا۔

اگر ہم معیار کے مطابق اس معلومات کو مرتّب کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ائی گینی معیار (۹۴ اگرین) کا اتّباع ہر قلیہ پونتیکا اور شاید قبرس میں ہوتا تھا؛ ایرانی معیار (۷۰ اگرین) ای سوس، طرابزون، خالکیدون (دو بیزنطہ) استاندروس، اپولونیا بدریائے رھیندا کوس، لمپساکوس، پاریوم، متی لنہ، یاسوس (؟) اسپندوس، سیگے، سلگے، کیلندریس، مالوس، تارسوس، تاگیدوس، سولی میں یعنی ایشیائے کوچک کے شمال و مغربی اور جنوبی ساحل پر اور شائد جزیرۂ قبرس میں مرو‌ج تھا؛ بابلی معیار (۱۶۹ اگرین) کے سکّے لیکیہ میں اور اٹیکائی معیار (۱۳۵ اگرین) کے خالکدون، سگیوم، کلازومے نائے، ملطہ میں پائے جاتے تھے؛ رھوڈزی معیار رھوڈز، کوس، کنیدوس، فرہاں رعایان کارپے، ساموس، خیوس، ایونیائی صوبہ داروں، ایریتھرائے، الیفی سوس، کولوفون، کیزکوس، یاسوس اور قبرس میں مروج تھا اور فینیقی معیار (۱۱۲ اگرین) کو ہالی کارناسوس، ملطہ، تیوس، فیگے لا، گنیشیا، کا مبریوم، میتھیمنا، تینے دوس، خالکدون، اسنوف، فینیقیہ اور شائد قرطاجنہ میں پسند کیا جاتا تھا۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ ملطہ فینیقیہ کا اتّباع کرتا ہے، اور یہاں ہمیں یہ واقعہ خود بخود یاد آتا ہے کہ اس شہر اور اُس مُلک کا باہمی تعلق کادموس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے کہ اس شخص کو فینیقی اپنے ملک کا ایک سورما تسلیم کرتے ہیں اور ملطی اسے قدیم مورخ خیال کرتے ہیں۔

Gardner: Types of Greek Coins گارڈنر نے اپنی کتاب "انواع زر یونان"

باب ۲۱ قبضے میں جانے سے اسے بدرجہا بہتر سمجھا کہ اپنے مکانات کو آگ لگا دیں اور خود بھی اُس میں بھسم ہو جائیں۔ اردشیر کو تینیس سے کسی مفاد کی امید تو تھی نہیں، لہٰذا اُسے تو موت کے گھاٹ اُتار اگیا، لیکن منتور کی قابلیت مسلّمہ تھی، چنانچہ اُسے ایک ایرانی رسالے کا سپہ دار بنایا گیا، رہا قبرس، تو اُسے کاریہ کے صوبہ دار ادریوس نے ایتھنزی فوکیون اور ایک شخص مسمی ایواغورس کی مدد سے ازسرِنو مغلوب کر لیا۔ اب اردشیر مصر کی طرف پلٹا۔ اوّل تو نکتانے بوس نے پیلوزیوم کے مقام پر اس کی مدافعت کی، لیکن اُسے ممفس لوٹ جانا اور آخر کار مُلک چھوڑ کر حبشہ چلا جانا پڑا۔ یہ دکھانے کے لئے کہ وہ ہر مصری چیز کو غایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اُس نے مقدس آپس کے بیل کو غرق کرا دیا، اور چونکہ مصریوں نے خود اُسے گدھے کا خطاب دے رکھا تھا اور اس جانور کو مصری حقیر ترین اور ارذل ترین جانور تصور کرتے تھے، اس لئے اُس کے حکم سے گدھے کو مصری معبود قرار دیا گیا۔ مصر کی یہ فتح ۳۵۰ ق م اور ۳۴۲ ق م کے مابین عمل میں آئی ہوگی۔

یونانیوں کا خیال کہ ایرانی اُن کے مُلک پر حملہ آور ہوں گے غلط نکلا۔ ۳۵۰ ق م میں تھبز کو ایرانی روپیہ ضرور مل گیا اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ایرانی مدد ہی کی وجہ سے پرنتھوس بچ گیا۔ لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد یعنی ۳۳۸ ق م میں اردشیر کو اُس کے وزیر باگواس نے قتل کر ڈالا اور اُس کی جگہ پہلے تو اُس کے بیٹے آرشیس کو تخت پر بٹھایا اور پھر نئے شہنشاہ اور اُس کے تمام اعزہ واقربا کو قتل کرا کے ایک فردِ خاندانِ شاہی مسمی داریوش کدمان کو ۳۳۵ ق م میں تخت پر بٹھایا؛ یہی اس خاندان کا

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ صفحۂ مصورہ نمبر ۸ میں چوتھی صدی ق م کے ایشیائے کوچک کے بعض حسین ترین سکوں کی تصویریں دی ہیں اور اُن پر ص ۱۶۹–۱۷۶ میں بحث کی ہے۔

آخری بادشاہ "دارا" تھا اور اسی کا سکندر نے کام تمام کردیا۔[۹۵]

اردشیر کی دوا دوش اور چلت پھرت کی وجہ سے ۳۸۵ ق م میں ایران کا ستارہ بظاہر اوج پر نظر آتا ہے۔ مصر، فنیقیہ اور قبرس کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے؛ مغربی ایشیائے کوچک میں پہلے تو منتور اور پھر میم نون ایرانی اثرات کو از سر نو قائم کرتے ہیں اور منتور اتارنیوس کے خود سر کو، جو ارسطاطالیس کا دوست تھا، دھوکا دے کر مار ڈالتا ہے۔ فیلقوس پارمے نیو کو ایشیا روانہ کرکے تھوڑا بہت پانسہ پلٹ دیتا ہے، لیکن وہ بھی فیلقوس کے قتل کے بعد واپس آجاتا ہے اور میم نون الی دوس کے علاوہ تمام علاقے شہنشاہ ایران کی طرف سے از سر نو فتح کرلیتا ہے۔ واضح ہو کہ الی دوس برابر مقدونوی علم کا دست نگر رہتا ہے اور اسی کی وجہ سے اگلی مہم میں مقدونوی بحال آسانی سے ساحل ایشیا پر اتر سکتے ہیں۔

اس طرح معلوم ہوا کہ عنقریب ان دونوں دُول کے مابین تنازعات برپا ہونے کو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایران اور یونان کے مابین ایک اصولی تباین ہے۔ ایک طرف تو مطلق العنانی کا دور دورہ ہے اور شہنشاہ کے

---

۹۵۔ اردشیر دوم کے عہد حکومت کی مشکلات کو قیپگل نے مفصلۂ ذیل انداز سے ترتیب دیا ہے:۔ (۱) یونان کے ساتھ تعلقات (ص ۴۵۹/۴۶۶)؛ (۲) جنگ قبرس (ص ۴۶۶)؛ (۳) کادوسیوں کے ساتھ جنگ، جو بحیرۂ خزر کے جنوب میں گیلان کے علاقے میں رہتے تھے (ص ۴۶۹/۴۷)۔ پلوٹارک (حیات اردشیر ۲۴) اور دیودوروس (۱۵، ۸، ۱۰) دونوں اس جنگ کو بیان کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اردشیر تین لاکھ پیدل اور دس ہزار سواروں کو لیکر اس ناقابل گزار ملک میں داخل ہوا جس میں برسات کی وجہ سے سڑکوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی تھی اور جس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوگئے تھے۔ تری بازو نے خود اردشیر کو بال بال بچایا یعنی اس نے دونوں کادوسی حکمرانوں کو علیحدہ علیحدہ اسپر راضی کرلیا کہ وہ شہنشاہ کے ساتھ عہد نامہ کرلیں اور لطف یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خیال سے واقف نہ تھا؛ اسی سبب سے تری بازو کی کمان گویا پھر چڑھ گئی۔ (۴) جنگ مصر (ص ۴۷/۴۷)

باب ۲۱

قبضے میں محض اُس کے اپنے نفع کی خاطر ہزاروں میل کے قطعات ہیں؛ دوسری جانب بھی ایک بادشاہ ہے لیکن اُسے اپنی رعایا کو مطیع و منقاد کرنے کے لئے اپنے آپ کو ممتاز کرنا لازم ہے۔ یہ ایسا بادشاہ ہے جس کی اطاعت آنکھ بند کر کے نہیں کی جاتی، جس کا اثر اُسی قسم کا ہے جیسا ہجرتِ اقوام کے عہد میں جرمانی بادشاہوں کا، اور جسے سرکش افسروں کو قتل کرنے کا اختیار ہو لیکن تمام فوج کی خواہشات کی مخالفت کرنے کا مطلق اختیار نہیں۔ ایک طرف تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایران کے خاندان شاہی میں ابتری پھیلی ہوئی ہے اور اجیر سپاہیوں پر کلیتًہ انحصار ہے، اور دوسری جانب مقدونیہ کے بادشاہ میں بیبا کانہ ذاتی جرأت اور مال غنیمت ہاتھ لگنے کی خواہش نظر آتی ہے، وہ بھی ایسا مال غنیمت جو نیزے کی نوک کے بل حاصل کیا گیا ہو۔ اپنے ذاتی خصائص کے علاوہ سکندر کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے، یعنی وہ صرف مقدونیوں کا نہیں بلکہ تمام یونان کا، یعنی ایک اعلیٰ وارفع تمدن انسانی کا بھی قائم مقام ہے۔ وہ اپنی اس نیابت کو خود بھی محسوس کرتا ہے اور اسی کی بنا پر اپنی مشرقی مہم کو حق بجانب قرار دیتا ہے؛ وہ حقیقی معنی میں مقدونوی بادشاہ بھی ہے اور ٹھیٹھ یونانی بھی۔ ہیرودوٹس نے زرکسز اور داریوش کے عہد والے سکندر کی بابت لکھا ہے کہ وہ یونانی بھی تھا اور شاہ مقدونیہ بھی، اور بجنسہ یہی حکم سکندر اعظم پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔

اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو سکندر کے حملے کے وقت سلطنت ایران کی کچھ اسی قسم کی حالت تھی جیسی جرمانیوں کے حملے کے زمانے میں سلطنت روما کی۔ دونوں کی شیرازہ بندی کی بنا محض "قانون جمود" پر تھی؛ دونوں کی قوت کا انحصار خود مُلک کے باشندوں پر نہیں بلکہ اُن اقوام ہی کے اجیر سپاہیوں پر تھا جو ان سلطنتوں پر دانت جمائے بیٹھی تھیں۔ جس طرح سلطنت روما کی فوج میں ایسے جرمانی سپاہی اور جرمانی سپہ سالار کام کرتے تھے جن کا مقابلہ کوئی رومن مشکل سے کر سکتا تھا، اسی طرح شہنشاہ ایران کا کلیتًہ یونانیوں پر مدار ہو گیا تھا جو شہنشاہ کے مسلّمہ طور پر وفادار تھے اور

باب ۱۲

منجملہ جن کے ایک میم نون بھی تھا جس کی قابلیت میں کسی کو شک کی گنجائش نہ تھی۔ اگر ہم ان امور کو ملحوظ رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی ایک معنی کر کے یونانی ایران پر حاوی ہو چکے تھے؛ لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایران میں یونانی عنصر کو جو اہمیت حاصل تھی اُس کا اندازہ خود یونانیوں کو بھی نہ تھا؛ اسی عنصر کی وجہ سے سلطنت کا کاروبار انجام پاتا تھا اور اُس کے افراد اس کام کی اجرت کو اپنے لئے بالکل مکتفی سمجھتے تھے۔

اب ذرا ایک قدم اور بڑھائیے۔ سکندر اور ایران کے مابین جو جنگ ہوئی اُسے ہم ایک خاص زاویۂ نگاہ سے یونانیوں کی خانگی جنگ قرار دے سکتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ایرانی فوج میں یونانی بھرے ہوئے تھے بلکہ جنوب ومغربی ایشیائے کوچک کے یونانی شہروں سے سلطنت ایران کی حفاظت بہترین انداز سے ممکن تھی۔ عرصۂ دراز سے یونانی تمدّن نے ایشیائے کوچک میں کچھ ایسے قدم جمائے تھے کہ اس ملک کو دُنیائے یونان کا ہی ایک حصّہ تصوّر کرنا چاہئے۔ جنوب ومغربی ایشیائے کوچک میں ایران کی باج گزار ایک بہت بڑی ریاست کاریہ قائم تھی جو تمدّن و تہذیب کے اعتبار سے یونانی تھی اور جس پر موسولوس حکمراں تھا۔ موسولوس نے اپنا پایۂ تخت می لاسہ سے الی کارناسوس منتقل کر دیا تھا اور اسی مرکز سے اپنا اثر قرب وجوار کے ساحلی علاقوں اور جزیروں پر پھیلا لیا تھا۔ اقلیم یشبایر اس ریاست میں راس میکالے سے (جو سامُوس کے بالکل مقابل واقع ہے) لیکیہ تک تمام ساحل، دریائے میاندر کی وادی زیریں اور اُس کے جنوبی معادن، دریائے اندوس کی جنوبی وادی اور غالباً لکیہ کے ذخیرے اور ساحلی علاقے شامل تھے؛ خاص لیکیہ کے شہروں کے علاوہ مفصلۂ ذیل شہر جو ساحل یا اُس کے قریب تھے یعنی کاؤنس، فیس کوس، کنیدوس، کیرامُوس، الی کارناسوس، یاسوس، ملطہ، میوس، پریاپیے؛ اور اندرون ملک میں میلاسا، الابندہ بدریائے مارسیاس،

تیرالیس اور مگنیشیا بدریائے میاندر اس ریاست کا جزو بنے ہوئے تھے۔ یہاں کے حکمران کا اثر نہ صرف رھوڈز اور کوس بلکہ خیوس پر بھی تھا۔ گو یہاں کے فرماں روا نسلاً نیم یونانی تھے لیکن ان اضلاع کا تمدن کلیتہً یونانی یا ایک بڑی حد تک یونانی تھا، اور یہ چوتھی صدی ق م کے فنی شاہکاروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ اس عہد میں جنوبی ایشیائے کوچک کے یونانی شہر اپنے تمدن کی تابناکی کے اعتبار سے شمالی ایشیائے کوچک پر بھی سبقت لے جاتے ہیں۔ لیکن تیسری صدی ق م میں اس صورت حال میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے، مثلاً پرگامم نہایت تزک و احتشام کے ساتھ صف اوّل میں نمودار ہوتا ہے اور اس کے فرماں روا چوتھی صدی والے کاریائی حکمرانوں سے بھی زیادہ یونانی تہذیب و تمدن کی خدمت کرتے ہیں؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اس گوشۂ ایشیا میں، جو ہیلیس پونٹ کے بالکل قریب میں واقع ہے، یورپ کا اثر رونما ہو جاتا ہے۔ لیکن کاریہ کے زیر اثر جو یونانی تھے وہ ایشیائی دُنیائے یونان کا محض ایک جزو تھے، اور یہ دُنیا شمال میں اسوف و طرابزون تک اور جنوب میں اسوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ واضح ہو کہ موخرالذکر وہی مقام ہے جہاں سکندر کو اس کی دوسری عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

چوتھی صدی ق م میں یونانی تمدن کے جو حصے نظر آتے ہیں وہ پانچویں صدی ق م والے حصوں سے مختلف ہیں۔ اس کتاب کی جلد ۲ باب ۲۶ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ مشرقی اور وسطی یونان میں تمدن کی چار مختلف موجیں نظر آتی تھیں یعنی ایونیائی، ایولی دوریانی، تھریسی اور ایتھنزی۔ جیسا ہم اس جلد کے باب ۱۲ میں دیکھ چکے ہیں، اب ان میں سے صرف تین کا صریح طور پر پتا چلتا ہے: ایونیائی جو کاریہ اور الفی سوس میں عیاں ہے؛ دوسری تھریسی جو اب تمام ملک مقدونیہ میں پھیل گئی ہے؛ اور تیسرے ایتھنزی جس کا دائرۂ عمل اب تقریباً تمام یوروپی یونان ہو گیا ہے۔ ایونیائی اور تھریسی موجوں سے اُن کا قدیم

باب ۲ تنوع جاتا رہا ہے اور اب صرف ایتھنزی تمدّن ہی میں عالمگیری میلان پایا جاتا ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ تمدّن کے ان تینوں مرکزوں کا داخلی اور سیاسی طرز عمل بالکل جداگانہ ہے؛ یعنی ایتھنز جمہوری ہے، شمالی علاقے ملوکی اور ایشیا میں مقامی خودمختاری کے ساتھ ایران کی ماتحتی قبول کی جاتی ہے۔ ان امور کو ملحوظ رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف یونان کی جمہوریتوں میں آزادی کے اعلیٰ خیالات سرایت کئے ہوئے ہیں لیکن انھیں آپس کے نقیض سے فرصت نہیں ملتی جس کی وجہ سے اُن کا کوئی خاص قومی مطمح نظر نہیں ہے؛ ایران کے ماتحت جو یونانی ہیں وہ بہادر اور شجاع ضرور ہیں لیکن اُن پر ضرورت سے زیادہ تمدنی صیقل ہو رہی ہے اور سیاسی اعتبار سے ان میں کوئی مطمحی خیال پیدا نہیں ہوا؛ رہے شمالی ملک یعنی مقدونیہ، تھسلی اور تھریس، تو اُن کے جانبازانہ جذبے میں کس کو شبہہ ہو سکتا ہے؛ ساتھ ہی ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن میں فطرتاً حکومت کا مادّہ پایا جاتا ہے اور اُن کے رہبروں میں قومی جذبہ بھی پیدا ہو چلا ہے۔ تینوں حصّوں کے ان خصائص سے تاریخی ارتقا کی کیفیت صاف معلوم ہو جاتی ہے۔ مقدونوی جمہوری یونان کو قومی مطمح نظر کے حصول کی خاطر رام کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتے اور اسکے لئے انھیں یونان فتح کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ ایشیائی یونانیوں کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور ایشیائی یونانی سپاہیوں کو مغلوب کرتے ہیں جس کے بعد ایران کا ایوان گویا خود بخود منہدم ہو جاتا ہے۔ ان واقعات کو سمجھنے کے بعد ہمیں اس کے باور کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی کہ جس اُصول کو اس جنگ کے بعد تقویت پہنچی وہ ملوکی اصول تھا نہ کہ جمہوری۔

# اسناد متعلق باب بست ویکم

اس کی سب سے اہم سند دیودورس کی کتاب ۱۲ ہے اور جیسا ہم اس سے پیشتر بیان کر چکے ہیں، اس کے ابواب ۴۰ تا ۷۵ میں محض سفونیت کے علاوہ ایشیائی واقعات اچھی طرح سے بیان کئے گئے ہیں۔

پلوٹارک کی حیات اردشیر میں سلطنت ایران کا جو حال دیا ہوا ہے اُس سے طالب علم کی بہت کچھ رہبری ہوتی ہے؛ ہاؤگ (:"سوانح حیات یونانیاں میں پلوٹارک کے ماخذ" Haug: Die Quellen Plutarchs in den Lebens beschreibungen der Griechen ٹیوبنگن ۱۸۵۴ء) نے واقعات پر حاوی ہونے کے بعد اس مسئلے پر بحث کی ہے۔ اُس مسئلے کی اہم ترین سند کتے سیاس ہے۔ گوکور نے لیوس نیپوس کی "داتامیس" میں جو قصّے ہیں اُن کی تفصیل قابل وثوق نہیں، تاہم اُن سے اُس عہد کے حالات معلوم ہوتے ہیں؛ اس کی اشاعت نیبرڈے لوپوس نے کی ہے؛ برلن ۱۸۷۹ء زمانۂ حال کی کتابوں میں سے مقابلہ کرو اے ویڈے مان: "تاریخ مصر" A. Wiedemann: Aegyptische Geschichte گوتھا ۱۸۸۴ء؛ نیولدیکے: "مقالہ جات تاریخ ایران" Noeldeke: Aufsaetze Zur persischen Geschichte؛ اور خاص طور پر شپیگل: Spiegel: Iranische Alterthums Kunde "قدیمیات ایران" ۳ جلد لائپزگ ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۸ء۔

اسناد متعلق باب ۱۲

ایشیائے کوچک کے سکّوں کی جو تحقیقات کی گئی ہے وہ نہایت کار آمد ہے؛ یہاں میں صرف زمانۂ حال کی تحقیقات کا حوالہ دوں گا۔ سکس: "کاریہ کے صوبہ داروں کے سکّے" Six: Monnaies des Satrapes de Carie. جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۷۷ء؛ "خیالات متعلق سکّہ جات فنیقیا" Observ. Sur les monnaies pheneciennes جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۷۸ء؛ "سکّہ جات پسید یا و ممالک قریبہ" Zur Muenzkunde Pisidiens und angrenzende Laender جریدۂ مسکوکیات Zeitsch. f. Num. جلد ۶، ۱۸۷۸ء؛ "جریدۂ قبرس کے سکّوں کی ترتیب" Classification des monnaies de Chypre جریدۂ مسکوکیات، پیرس، ۱۸۸۳ء؛ "مازائیوس" Le Satrape Mazaios جریدۂ مسکوکیات لندن، ۱۸۸۴ء؛ "اسنوپ" Sinope جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۸۵ء؛ زرلیکیہ Monnaie lycienne جریدۂ مسکوکیات، پیرس ۱۸۸۷ء؛ "زر یونان" Monnaie grecque جریدۂ مسکوکیات، لندن ۱۸۸۸ء؛ رائناش: "ایشیائے کوچک کی تین ملوکیتیں" Reinach. Trois royaumes de Asie mineure پیرس ۱۸۸۹ء؛ بابلون: "ہخامنشی ایرانی" Babelon: Les perses achemenides پیرس، ۱۸۹۳ء۔ امہوف بلومر کی کتاب "زر یونان" Imhoof Blumer: Monnaies grecques ۱۸۸۳ء، اور مالوسس: "تاریخ مسکوکیات" Mallos: Ann. de Numism. ۱۸۸۳ء دونوں کا تعلق اسی موضوع سے ہے، اور دونوں عظیم الشان ذخیرہ جات معلومات ہیں۔

# باب بست و دوم

## سکندر مشرق قریب میں

### جنگ گرانی کوس

### ۳۳۴ قم تا ۳۳۳ قم

موسم بہار ۳۳۴ قم میں سکندر تیس ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل اپنے ساتھ لے کر مقدونیہ سے نکلا۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے اس لشکر میں سے نصف سپاہی بھی مقدونوی الاصل نہ تھے[1] بلکہ اُس کا بیشتر حصہ

[1] سکندری فوج کی ترکیب، دیودورس ۱۷، ۱۷- اس فوج میں خاص یونانیوں کی تعداد بہت کم تھی، حلیفوں کے سات ہزار پیادوں میں سے بعض تھسالوی بھی تھے اور پندرہ سو تھسالویوں کے علاوہ صرف ۶۰۰ یونانی سوار تھے۔ دیودورس ۱۶، ۸۹ اور پلوٹارک: "فوکیون" ۱۶ کے مطابق فیلقوس نے ان رسالوں کا پہلے سے تعین کر لیا تھا جو یونانیوں سے لینے قرار پائے تھے، اور معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے اپنے حقوق کا من وعن مطالبہ نہیں کیا۔ واضح ہو کہ نپولین کا طرز عمل اس سے بالکل مغائر تھا چنانچہ مقابلہ کرو اسکے ایک قول کا جو اونکن نے اپنی کتاب "عہد انقلاب و شہنشاہی" Oncken: Zeitalter der Revolution und des Kaiserreiches

باب ۲۲

شمالی اضلاع اور تھسلی کے رنگروٹوں پر مشتمل تھا اور اس میں زیادہ تر بھاری ہتھیار والے سوار اور پیدل نظر آتے تھے۔ پیدل فوج میں جو چیز ممتاز ترین تھی وہ مشہور و معروف مقدونوی "جتھا" تھا جس کے ہر مربع کے طول میں ۱۶ اور عرض میں ۱۶ سپاہی ہوتے تھے جن کے ہاتھوں میں سولہ سولہ فٹ لمبے نیزے ہوتے تھے، چنانچہ پہلی پانچ صفوں کے نیزہ بردار جب اپنے نیزوں کو آگے کی طرف بڑھاتے تو اُن کی نوکیں صف اوّل سے آگے نکل جاتیں۔ اس لشکر میں صرف پیدل ہی نہیں بلکہ سوار بھی زرہ پوش تھے۔ جب لڑائی میں اس جتھے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی تو پھر سپہ سالار کے حکم سے "ہلکے ہتھیار والے" ہی پاس پہنچتا سے میدان میں کود پڑتے۔ چھوٹی موٹی مڈبھیڑ کے لئے اور فوج کے راستوں کی حفاظت کرنے پر جو رسالے متعین کئے جاتے تھے اُن کا زیادہ تر حصہ شمالی قبائل مثلاً تھریسیوں، پایونیوں اور اگریانیوں سے لیا گیا تھا۔ بہرحال اس لشکر کو لے کر شاہ مقدونیہ بیس دن میں سستوس پہنچ گیا جہاں سے اُس نے ۱۶۰ سہ طبقہ جہازوں اور باربرداری کی کشتیوں میں بٹھا کر اسے ابی دوس اُتروا دیا۔ جہاز پر ہی اُس نے پوسئیڈون اور نے ریوسی وبیوں کے نام کی اور ایشیائی ساحل پر پہنچنے کے بعد زیوس، ہرقل اور اتھنے کے نام کی قربانی کی۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو اخی لیس کا جانشین کہتا تھا اس لئے الیوم پہنچ کر اُس کے نام پر خیرات کی اور اس کی قبر پر پھول چڑھائے اور اسی طرح اُس کے دوست ہیفاستیون نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ (۲، ۲۹۸، برلن ۱۸۵۶ء) میں نقل کیا ہے اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نپولین نے اپنے جرمانی و دیگر فلسفیوں سے خوب ٹھوک ٹھوک کر یادی فوائد حاصل کئے۔ سکندر کی فوج کے خصوصیات ڈروائے سن ۱۹۲ ۵ تا ۱۷۹ اعین شمار کئے گئے ہیں نیز مقابلہ کرو بیلوخ: "دنیائے یونان و روما کی آبادی" Beloch: Bevoelkerung der Griech. roem. Welt لائپزگ ۱۸۸۶ء صفحہ ۲۱۵، ۲۱، صفحہ ۲۲۲۔ اس کا خیال ہے کہ دیودورس کی رائے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

پتروکلوس کی قبر پر بھی گل فشانی کی۔ جب وہ الیوم ہی میں مقیم تھا تو اُس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اخیلیس کیسا خوش قسمت تھا کہ اُسے ہومر کا سا وقائع نگار مل گیا!۔ باب

بہرحال یہ سب مذہبی فرائض ادا کرنے کے بعد وہ مشرق کی طرف بڑھا اور دریائے گرانیکوس پر ایک ایرانی لشکر سے دوچار ہوا جس کی کمان بعض ایرانی اعیان سلطنت کے سپرد تھی۔ اس لشکر میں تقریباً بیس ہزار ایرانی سوار اور تقریباً اتنے ہی پیدل تھے لیکن موخرالذکر ایرانی نہ تھے بلکہ اُن کا ایک بڑا حصہ دوسری اقوام مثلاً یونانی اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ میم نون نے ایرانی کمانداروں کو یہ صلاح دی کہ وہ لڑائی سے گریز کر کے اس کی بجائے ملک کو تاراج کرنے پر قناعت کریں اس لئے کہ اس طرف تو شہنشاہ میدان میں موجود نہیں دوسری جا

سکندر کے حالات جنگ اسوس تک آرین ۱۱۶۱۱ تا ۲، ۷، ۶۔

کلیکیہ میں ہو کر گزرنے کے متعلق مقابلہ کرو مضمون بنٹ Bent انیسویں صدی جولائی ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۰۴ و صفحہ ۱۰۵۔

قربانی کے لئے (۱۱، ۱۱، ۶) دیکھو سکول پر حواشی باب ۲۷۔

جنگ گرانی کوس ہی میں سکندر نے ایشیائیوں کو شکست دینے کے صحیح طرز کا اندازہ کر لیا یعنی اسی لڑائی میں اُس نے سواروں کو میدان میں بھیج دیا۔ اس ضمن میں مشرق کی ہمیشہ ایک ہی حالت رہی ہے یعنی یہ کہ اُس کی قوت کا دارومدار سواروں پر ہوتا ہے چنانچہ ایرانی، پارتھی عرب، ہن، جیجیار، ترک سب کے سب گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ بعض ایشیائی طرز جنگ اُس روز سے آج تک ایک سی ہی چلی آتی ہے مثلاً جیسا یہ اندازہ چنانچہ ہم ہیروڈوٹس ۶، ۳۱ میں پڑھتے ہیں کہ یہ طریقہ خیوس، لسبوس اور ٹینیڈوس میں رائج تھا App. Mith. ۶۷ کے مطابق تیگرانیس نے بھی اسی پر عمل کیا اور اس طرح کاپادوسیہ میں تین لاکھ آدمی گرفتار کئے۔ یہی کیفیت آوارہ تاتاران کریمیہ اور ترکمانوں کی بھی تھی۔ — پنسر کا ایک مضمون Allgemeine Zeitung نمبر ۱۶۷ (تتمہ) ۱۸۸۹ء میں چھپا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔

باب ۲۲ سکندر کی موجودگی کے باعث مقدونوی پلڑا بھاری رہے گا۔ لیکن اس صلاح پر کاربند ہونے میں ایرانی سپہ داروں نے اپنی توہین و تذلیل سمجھی اور فی الفور جنگ آزمائی کا تہیہ کرلیا۔ سب سے پہلے اُن کے سواروں نے دریا کے ڈھلوان کنارے پر قبضہ کرلیا تاکہ وہ مقدونوی پیش قدمی کو روک سکیں۔ مقدونویوں کی طرف پارمے نیو فوری حملے کے اصول کا مخالف تھا، لیکن سکندر نے اُس کے پس و پیش کا جواب یہ دیا کہ جب میں نے ہیلیسپونٹ کو عبور کرلیا ہے تو میں گرانیکوس جیسی چھوٹی سی ندی سے کسی طرح نہیں رُک سکتا۔ ہم جانتے ہیں کہ کسی بادشاہ یا سپہ سالار کے لئے موقع پر دو ٹوک لفظ کہہ دینا کتنا انمول ہے، اور یہ صفت سکندر میں بدرجۂ اتم موجود تھی بلکہ اس میں کچھ تھوڑی بہت اسپارٹیوں کی سی جھلک پائی جاتی تھی۔ اُس نے حکم دیا کہ لشکر دشمن کی تیر باری کی پروا نہ کرے اور ندی کو عبور کرکے دوسرے کنارے پر قبضہ کرلے۔

مقدونیوں اور یونانیوں دونوں کا قاعدہ تھا کہ اپنے سواروں کو لشکر کے جناح پر مقرر کرتے تھے، چنانچہ اسی قاعدے پر عمل درآمد کیا گیا اور جتھے کو وسط میں جگہ دی گئی۔ خود سکندر چمکدار زرہ پہنے اور اپنی خود پر کلغی لگائے بہ نفس نفیس فوج کے میمنے کی کمان کر رہا تھا۔ جوں ہی لڑائی شروع ہوئی، سکندر گھمسان میدان میں کود پڑا اور سیدھا اُس سمت کو چلا جہاں ایرانی افسر کھڑے ہوئے تھے۔ لڑتے لڑتے اُس کے نیزے کے ٹکڑے اُڑ گئے، اور اُس نے اپنے سائیس کا نیزہ اپنے ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ وہ بھی دشمن کے ایک وار میں ٹوٹ گیا جس پر کورنتھی دیماراتوس نے اپنا نیزہ اُس کے ہاتھ میں دے دیا، جس کے ذریعے سے اُس نے داریوش کے داماد سپتھراداتیس کو ملک عدم پہنچایا اور اس کے بعد روساک کا، جس نے خود اُس پر وار کیا تھا، خاتمہ کردیا۔ اسی طرح مقدونوی کلی توس نے (جسے "اسود" کا لقب دیا گیا ہے) ایک ایرانی نبیل سپتھراداتیس کا، جس نے سکندر کی پشت کی جانب سے

تلوار اُٹھائی تھی، ایک ہی وار میں ملک عدم کو پہنچا دیا اور اپنے ہر دل عزیز بادشاہ کی جان بچائی۔ ایرانی سواروں میں سے تقریباً ایک ہزار کام آئے باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایرانی سپہ سالار اجیر سپاہیوں کو کام میں لانا بھول گئے تھے، چنانچہ یہ میدان کے ایک گوشے میں بے حرکت کھڑے تھے! اب مقدونیوں نے ان میں سے دو ہزار کو تو گرفتار کر لیا اور باقی کو تہ تیغ کر دیا۔ اس طرف مقدونیوں میں سے صرف ۲۵ "یاران شاہی"، ساٹھ سوار اور کم و بیش تیس پیدل کام آئے، اور سکندر نے حکم دیا کہ اول الذکر ۲۵ کی یادگار کے طور پر تانبے کے مجسمے تیار کر کے انھیں دیون میں نصب کیا جائے۔ مقدونیوں کے اس قدر کم نقصان کا سبب یہ تھا کہ ایک طرف تو سکندر میں فن حرب کی قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوسری جانب اس کے سپاہیوں کے ہتھیار بھی ایرانی سپاہیوں کے اسلحہ سے کہیں بہتر تھے اور وہ سر سے پاؤں تک زرہ بکتر ہی میں ملبوس نہ تھے بلکہ اُن کے نیزے بھی سخت لکڑی کے تھے اور ایرانی نیزوں سے کہیں زیادہ طویل تھے۔ جنگ گرانی کوس میں ایرانی فوج اُس انبوہ کی مانند تھی جس کا کوئی رہبر یا ہادی نہ ہو اور جس میں سپاہی تو حتی الامکان بہادری اور تن دہی سے لڑیں لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۴۹۰ق م اور ۴۸۰ق م کی طرح یونانیوں کے اسلحہ کی نفاست ہونے، اُن کے سپہ سالاروں کے فن حرب میں یکتائی اور لشکر میں علو ہمتی اور جوش کی وجہ سے ہی میدان انھیں کے ہاتھ رہا۔ جو سپاہی میدان میں کام آئے تھے اُن کی تجہیز و تکفین نہایت عزت و احترام کے ساتھ کی گئی اور سکندر نے حکم دیا کہ مقدونیوں کے پس ماندوں پر محاصل معاف کر دئے جائیں اور اُن پر آئندہ فوجی خدمت معاف کر دی جائے۔ مجروحوں کو اُس نے خود اپنی ذاتی نگرانی میں لے لیا اور جن یونانیوں کو اُس نے گرفتار کیا تھا انھیں اُس نے بیگار میں لگانے کے لئے مقدونیہ روانہ کر دیا۔ اُس نے مال غنیمت میں سے

تین سو زرہ بکتر ایتھنز بھیجے جہاں انھیں اکروپولس میں رکھ کر ان کے متصل یہ کتبہ نصب کیا گیا کہ "یہ زرہیں سکندر ولد فیلقوس اور یونانی سپاہیوں نے (جن میں اسپارٹی شامل نہ تھے) ایرانی بربریوں سے جنگ میں کامیابی کے بعد حاصل کیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یونانیوں کے سامنے اپنے آپ کو محض ایک سپہ سالار کی حیثیت سے پیش کرنا چاہتا تھا اور اب اس کی یہ خواہش اور آرزو تھی کہ وہ یونانیوں کو عموماً اور ایتھنزیوں کو بالخصوص اپنا طرفدار بنا لے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ایتھنزی اس کا اندازہ کر لیتے کہ سکندر کے ساتھ ساتھ دنیائے یونان میں ایک جدید تخیل کا آغاز ہو گیا ہے۔ یقیناً ایک ایسے اولوالعزم سپاہی منش بادشاہ کا اپنے ملک سے نکلنا جس کے راستے میں کسی قسم کی جمہوری رکاوٹ نہ ہو، ایسی جنگ میں حصہ لینا جس کی آرزو ہر محب وطن یونانی کے دل میں عرصۂ دراز سے جاگزیں ہو، اور اس جنگ کو انتہائی کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچانا، نہ صرف یہ بلکہ عین فتح و نصرت کی ساعت پر رحم دلی اور انسانیت کا برتاؤ کرنا، ان سب باتوں میں ایک خاص قسم کی جدت اور طرفگی پایا جاتا تھا۔ کوئی شخص دیکھے تو خیال کرے گا کہ اس سپہ سالار کی شخصیت، اس نوجوان کی طلب لطیف ہی کی وجہ سے ایتھنزی اپنے تمام اعتراضات کو بالائے طاق رکھ دیں گے اور بجائے بڑے بولوں کے عظیم الشان کارناموں کی دل سے داد دیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر و بیشتر ایتھنزیوں میں اس کی بھی اہلیت نہ تھی۔

گرانیکوس کی فتح کے بعد ایسے واقعات پیش آئے جن کا ثانی یونانی ایرانی تنازعات کی تاریخ میں ملنا دشوار ہے؛ سارڈس اور اس کے صوبہ دار نے ہتھیار ڈال دئے اور ایشیائیوں نے سکندر کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اب بادشاہ نے لیڈیہ کے قدیم پایۂ تخت کی مرمت کی اور یہاں کے لیڈی قوانین کا (بقول آرین) از سر نو احیا کیا۔ اس کے بعد وہ اکروپولس پر اولمپی زیوس کے بت خانے کے لئے موقع تلاش

گر ہی رہا تھا کہ ابر آیا اور عین اُس جگہ ترشح ہونا شروع ہوا جہاں لیدیہ کا قدیم باب ۱۲
شاہی محل استادہ تھا، چنانچہ سکندر نے اسی مقام کو نئے بت خانے
کے لئے مناسب و موزوں قرار دیا۔[۱] اُس نے لیدیہ میں ایک جدید
انتظام کی بنیاد ڈالی جس کی نقل دوسرے صوبوں میں بھی اتاری گئی،
اور اُس کے تحت فوجی اور مالی انتظامات جدا جدا اعمال کے سپرد
کئے گئے درانحالیکہ ایرانی علداری میں جملہ اختیارات صوبہ داری
کی شخصیت کے ساتھ وابستہ تھے۔ ان انتظامات کے بعد اُس نے
ایفی سوس جا کر وہاں کے عمومی دستور کا احیا کیا اور وہاں سے ملطہ کا رخ کیا
جہاں کی حفاظت کی ذمہ داری ایرانیوں کی طرف سے یونانی اجیر
سپاہیوں کے سپرد تھی۔ اُن کے سپہ سالار ہیگیستراتوس نے پہلے تو
ہتھیار ڈالنے چاہے، لیکن پھر اُس نے اپنی رائے کو اس خیال سے
پلٹ دیا کہ ایرانی بیڑا قریب ہی ہے اور اُس سے ضرورت کے وقت ہر
قسم کی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن کسی نہ کسی طرح سکندر اپنا بیڑا پہلے ہی لے آیا
اور شہر پر یک بہ یک دھاوا بول کر اُسے مسخر کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے
ایرانی بیڑے کے کمزور حملے کی مدافعت کر کے اپنے جہازوں کو واپس
چلے جانے کا حکم دیدیا تاکہ اُس کی موجودگی کی وجہ سے مقدونوی فوج
کی قوت تقسیم کار کی وجہ سے گھٹ نہ جائے۔ ملطہ سے وہ ہالی کارناسوس
کی طرف بڑھا جہاں ایرانیوں اور یونانیوں کا لشکر میمنون کی سرکردگی
میں پڑا ہوا تھا۔ پہلے تو سکندر نے میندوس پر حملہ کیا لیکن اُس میں
اُسے ناکامی ہوئی، چنانچہ سکندر نے خود ہالی کارناسوس پر حملہ کر دیا۔ اُس نے
اُس کی خندق کو، جو تیس گز عریض تھی، بھروا دیا اور محصورین نے باہر
نکلنے کی جو کوششیں کیں اُنھیں پسپا کر کے منجنیقوں کے ذریعے سے

[۱] اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ روما میں سنتا ماریا ماجیورے Santa Maria Maggiore
کا گرجا عین اس مقام پر بنایا گیا ہے جہاں ایک سال ۵ اگست کو برف باری ہوئی تھی۔

باب ۲۲ فصیل کے ایک حصّے کو منہدم کر دیا۔ اب محصورین نے ایک ہلال نما دیوار بنائی اور اُس کے پیچھے آ گئے، لیکن آخر کار اُنھیں جگہ چھوڑ کر ہٹنا ہی پڑا اور شہر کو سکندر کے رحم پر چھوڑ کر قریب کے دو قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ شہر پر قبضہ کرنے کے بعد شاہ مقدونیہ نے ادا بنتِ ہکاتومنوس و زوجۂ آدریوس کو ملکۂ کاریہ بنایا، اور ایسے مقدونوی سپاہیوں کو جنھوں نے چلنے سے پہلے نکاح کر لئے تھے، یہ حکم دے کر مقدونیہ بھیج دیا کہ وہ وہاں سے مزید لشکر ساتھ لے کر واپس آ جائیں۔

اب سکندر شمال کی طرف چلا اور راستے میں لکیہ والوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا چنانچہ فاسے لس کے باشندوں نے اُسے طلائی پھولوں کا ایک گھیرا بھی نذر کیا۔ اسپندوس نے اطاعت کا تہیہ کر لیا تھا، لیکن آخری منٹ میں اُس نے رائے بدل دی اور بجائے پچاس تالنت کے سو تالنت کا جرمانہ ادا کرنے پر مجبور ہوا۔ یہاں سے گزر کر سکندر کو پہاڑی علاقہ حائل ہو جانے کی وجہ سے رُکنا پڑا، اور اگر وہ قلعہ بند شہر تلمے سوس کو فتح کرنے کی کوشش کرتا تو اُسے یہاں یقیناً عرصۂ دراز تک ٹھہرنا پڑتا، چنانچہ وہ ساگالاسوس اور کیلا ئے نا ئے ہو کر ۳۳۴ ؁ - ۳۳۳ ؁ ق م کے موسم سرما میں افروجیوں کے مستقر گوردیوم کی طرف براہ راست بڑھتا چلا گیا[۱]۔

---

[۱] کاؤنٹ لانکورونسکی Count Lanckoronski نے تتمۂ اخبار Allgemeine Zeitung اپریل سنہ ۱۸۹۰ء میں تلمے سوس اور ساگالاسوس کے محل وقوع کو بیان کیا ہے۔ لیکن خدا جانے وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ سکندر نے تلمے سوس پر قبضہ کیا؟ مقابلہ کرو آرین ۲۸، ۲ ۔ تلمے سوس (ترمی سوئی) کے محل وقوع کے لئے دیکھو مرے کی کتابچہ ایشیائے کوچک Murray's Hand-book for Asia Minor صفحہ ۱۲۰؛ ساگالاسوس کے محل وقوع کے لئے ایضاً صفحہ ۱۵۰۔

باب ۱۲ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ گرانی کوس کے بعد سکندر نے براہ راست اندرونِ ملک کا رخ نہیں کیا۔ اس کے متعدد اسباب تھے۔ اوّل تو اُسے مشرق کی طرف مزید پیش قدمی کرنے سے پہلے جنوب مشرقی ایشیائے کوچک میں ایران کی قوت کو مفلوج کرنا لازمی تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے وجوہ ہوں گے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ایرانی بیڑے کے خلاف کوئی خاص کارروائی نہیں کی چنانچہ اس کے باعث اُسے نقصان پہنچا اور میم نون نے چال چل کر خیوس پر قبضہ کر کے متی لنہ پر حملہ کر دیا۔ اسی حملے کے دوران میں میم نون راہیِ ملکِ عدم ہوا جس کے باعث ایرانی مقاصد کو شدید نقصان پہنچا۔ آخر کار متی لنہ نے اپنے ہتھیار ڈال دئے اور ایرانیوں نے اس پر ایک خود سر حاکم مقرر کر دیا۔ آرین کے قول کے مطابق اُنھوں نے تینے دوس کو بھی صلح نامۂ انتالکداس کی تعمیل کرنے پر مجبور کیا۔ الغرض جس وقت سکندر جمہوریتوں کے قیام میں مصروف تھا اُسی وقت دیمس تھنیس کے نورعین یعنی ایرانی جگہ جگہ خود سرانہ حکومتیں قائم کر رہے تھے اور انتالکداس آنجہانی کی تعظیم و توقیر میں مصروف تھے۔ دس ایرانی جہاز آگے بڑھ کر سفنوس تک آ گئے لیکن اُن کے جواب میں پندرہ مقدونوی جہاز خالکس سے نکل کر اُن سے جنگ آزما ہوئے اور آٹھ کو گرفتار کر کے باقی ماندہ دو کو واپس ایشیا چلے جانے پر مجبور کیا۔ ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر ہمارے نزدیک ملطہ اور ہالی کارناسوس میں ایرانی فوج کی موجودگی سکندر کے سار دس سے براہ راست اندرونِ ملک میں چلے جانے سے نہیں روک سکتی تھی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُس نے جنوبی ساحل کے متوازی جانے کا جو تہیّہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس ضلع میں وہ یونانی آباد تھے جن کی آزادی اس مہم کا مقصد اوّل تھا اور جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہو اُس وقت تک وہ کسی حالت میں مشرقی سمت کا رخ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے بعد وہ یک بہ یک شمال کی طرف اندرونِ ملک کی سمت میں

باب ۱۸

جو پڑھا اور اس طرح گویا دارا کو ایک لشکر مہیا کرنے کا موقع دیا۔ اس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ کلیکیہ کے ناہموار ساحل کو اُس کی فوج مشکل سے عبور کر سکتی تھی؛ واقعہ یہ ہے کہ ایشیائے کوچک کا گویا قلب افروجیہ کا علاقہ تھا اور اس مُلک کا ایک خاص تعلق قدیم ترین یونانی تہذیب و تمدن سے تھا۔ چنانچہ سکندر کے خیال میں اگر اُس مُلک نے اُسے اپنا حاکم مان لیا تو بروقت نہیں تو کم از کم آیندہ کے لئے اُسے بہت کچھ فائدے حاصل ہو جائیں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک خاص واقعے سے بہت کچھ مدد ملی۔ افروجیہ کے مستقر گوردیوم میں وہ گاڑی رکھی ہوئی تھی جس میں وہاں کا پہلا بادشاہ گوردیوس بیٹھ کر شہر میں داخل ہوا تھا۔ اُس گاڑی کا جوا رسّی سے بندھا ہوا تھا، اور لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ جو کوئی رسّی کی گانٹھ کھولیگا وہی ایشیا کا فرماں روا بن جائے گا۔ سکندر نے اُسے کھولنے کی کوشش کی اور جب وہ ناکام ہوا تو اُس نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور ایک ہی وار میں اُس کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اس واقعے سے اس صاحب عزم بادشاہ کی ایک فطری خصوصیت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ یہ کہ سکندر موقع و محل کے اعتبار سے اپنے خیال پر عمل کر کے اپنی بات رکھ لیتا تھا۔ گوردیوم سے چل کر وہ کلیکیہ کے دروں کو عبور کرتا ہوا تارسوس پہنچا جہاں کے صوبہ دار نے شہر کی کنجیاں فوراً اُس کے حوالے کر دیں (واضح ہو کہ اب بھی کلیکیہ کی آبادی نیم یونانی تھی)۔ یہاں اُس نے دریائے کیدنوس میں غسل کیا جس کے بعد اُسے اتفاقاً تیز بخار آگیا۔ اس کے طبیب خاص فیلقوس ساکن اکارنانیہ نے اُسے مسہل دینا تجویز کیا، اور جیسے ہی وہ دوا پینے والا تھا اُسے کسی نے ایک خط لاکر دیا جس میں لکھا تھا کہ "سکندر، تو فیلقوس کے فریب سے بچ!" یہ پڑھ کر اُس نے خط تو نہایت خاموشی سے طبیب کے ہاتھ میں دیا اور خود بلا چون وچرا دوا پی گیا۔ اُس نے اپنے اس فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ اُسے نہ تو کسی کی طرف سے ہراس ہے اور نہ کسی پر شک و شبہہ

باب ۲۲ تارسوس سے وہ پھر سیدھے راستے سے گریز کرکے انخیالوس گیا جہاں اشوربنی پال مدفون تھا اور یہ وہ بادشاہ تھا جس کی نسبت مشہور تھا کہ اُس نے تارسوس اور انخیالوس کو ایک دن میں آباد کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس کی قبر پر ایک قبہ تھا جس پر کندہ تھا کہ "اے لوگو اپنی زندگی خوشی و خرمی سے بسر کرو اس لئے کہ موت کے بعد جو کچھ ہے اُس کے لئے کوشش بالکل فضول ہے"۔ سولی سے اُس نے کلیکیہ کے پہاڑیوں کو مطیع کیا۔ یہاں اُسے خبر ملی کہ کاریہ کے شہروں، بالخصوص کوس، تریوپیوم اور کائنوس نے اُس کی اطاعت قبول کرلی ہے؛ اس خبر سے اُسے اطمینان ہوا، اس لئے کہ اول تو کاریائی بالطبع بہادر تھے دوسرے ان شہروں کی اہمیت بھی مسلمہ تھی۔ ان نیم بربری ممالک میں جن میں وہ اب مقیم تھا، وہ ہمیشہ یونانی رسم ورواج پر زور دیا کرتا تھا، چنانچہ سولی میں بھی اُس نے یونانی تہوار منائے اور باشندوں کو ایک جمہوری دستور سے مستفید کیا؛ مالوس میں امفی لوخوس ولد امفیاروس کے نام کی قربانی کی اس لئے کہ اس سورما نے ان ممالک میں سفر کیا تھا، اور مالوسیوں کو وہ تمام محاصل کی معافی دی جو وہ ایران کو دیا کرتے تھے۔

یہاں اُسے یہ اطلاع ملی کہ دارا اپنے لشکر سمیت مشرق کی طرف پہاڑوں کی دوسری جانب میدان میں نظر آیا ہے، چنانچہ اُس سے جنگ آزمائی کرنے کی غرض سے وہ آگے بڑھنے لگا۔

---

# باب بست و سوم

## اسوس، صور، مصر

### ۳۳۳ ق م تا ۳۳۱ ق م

سکندر کو دارا کے شکست دینے کی اس قدر بے صبری تھی کہ میدان میں اُس کے حملے کا انتظار کرنے کے بجائے اُس نے نومبر ۳۳۳ ق م میں ساحل کا رُخ کیا اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا جلد از جلد اس جگہ پہنچ گیا جہاں اُس کے نزدیک سکندر پڑا ہوا تھا۔ ادھر سکندر آہستہ آہستہ نسبتہً آسان راستے میں سے گزرتا ہوا جنوب کی طرف چل کر شہر میریاندروس پہنچ گیا جو سمندر کے ساحل پر واقع تھا، اور وہاں پہنچ کر اُسے معلوم ہوا کہ دارا اُس کی پشت پر موجود ہے۔ یہ سنتے ہی سکندر پیچھے کی طرف پلٹا اور اپنے سپہ سالاروں سے مخاطب ہو کر اُن سے کہا کہ مقدونی فوج کی بہادری اور ایرانیوں کی کمزوری کی وجہ سے اُسے یقیناً دارا کے لشکر پر غلبہ حاصل ہوگا، اور دارا کی فوج میں جو یونانی ہیں وہ محض اجرت دار ہونے کی وجہ سے اس قدر تن دہی سے نہیں لڑیں گے جتنے مقدونوی فوج کے یونانی سپاہی۔ اُس نے انھیں یاد دلایا کہ کورش کے دس ہزار یونانی ایرانیوں پر غالب آ گئے تھے، درانحالیکہ اِس وقت تو مقدونوی لشکر کو یہ یہ تفوق بھی حاصل ہے کہ ان کے جلو میں ایک نہایت نفیس سواروں کی فوج

اُن کی مدد کے لئے موجود ہے۔ ایرانی لشکر ساحل کے قریب ایک میدان میں پڑا ہوا تھا جو شہر اسوس کے قریب واقع تھا؛ اُس کا مشرقی رخ دریائے پناروس کی وجہ سے محفوظ تھا اور اس میں تقریباً چھ لاکھ سپاہی تھے[1]۔ اس کا زیادہ تر حصہ اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا جن میں تیس ہزار یونانی اور ساٹھ ہزار کردانی بربری تھے، اور فوج کی ترتیب کچھ اس طرح سے کی گئی تھی کہ یونانی دائیں طرف اور بربری بائیں جانب استادہ تھے، ان کے عقب میں باقی ماندہ سپاہی عمیق جتھے بنائے ہوئے کھڑے تھے اور اکثر ایرانی سوار ساحل کے قریب فوج کے دائیں جناح پر پڑے تھے۔ دارا نے حکم دیا کہ میسرے کا ایک حصہ مشرقی پہاڑوں پر پھیل جائے اور اگر ایرانی افسروں میں ذرا بھی قابلیت ہوتی تو یہی لشکر مقدمہ و نوی عقب پر حملہ کرکے ان کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی تھا۔ وہ اپنے لشکر کے عین وسط میں ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا حکم احکام نافذ کررہا تھا۔ سکندر نے ابتدا میں حکم دیا کہ اُس کے لشکر کا قلب

---

[1] جنگ اسوس، آرین ۲، ۶ تا ۱۱۔ میدان کے احول کے لئے دیکھو نوئی مان: "جغرافیہ و تاریخ کلیکیہ" Neumann: Zur Landeskunde und Gesch. Kilikiens، جلد ۴، سالیانہ لسانیات، جلد ۱۲۷۔ عورتوں کے ساتھ سلوک، آرین ۲، ۱۲؛ پلوٹارک: "سکندر" ۲۲۔ ایرانی فوج میں جو یونانی اجیر سپاہی تھے ان میں سے امین تاس اور دوسرے سپہ سالاروں کی ماتحتی میں آٹھ ہزار فرض ہوکر مصر بھاگ گئے۔ آرین ۲، ۱۳؛ دیودوروس ۱۷، ۴۸۔ داریوش کے ساتھ مراسلت، آرین ۲، ۱۴۔ دمشق میں یونانی، آرین ۲، ۱۵۔ بحیرۂ ایجئین میں ایرانی بیڑہ، آرین ۲، ۱۳، ۴ تا ۶۔ ایتھنز میں احساس عام کی کیفیت Aesch: Ctes. ۱۳۶، جہاں "کھلنے" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور اس سے جنگ اسوس سے پہلے ایرانیوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا اندازہ ہوتا ہے؛ واضح ہو کہ یہ لفظ اصطلاحی معنوں میں آیا ہے؛ دیکھو زیوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۴، ۱۲۔ پومپی آئی میں جو پچی کاری برآمد ہوئی ہے اُس میں جنگ اسوس کا نازک ترین موقع دکھایا گیا ہے۔

باب ۱۱

اور میمنہ دشمن پر حملہ کرے، اور میسرہ جو پارمے نیو کی کمان میں تھا، دشمن کے حملے کی مدافعت کے واسطے تیار رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم الشان لشکر کو روکنے کے لئے جو پہاڑوں پر جناحی حرکت کر رہا تھا، صرف چند سو مقدونوی سپاہی بالکل کافی ثابت ہوئے۔ گرانی کوس کی طرح سکندر نے ندی کو دشمن کے دو بدو عبور کیا اور پوری قوت کے ساتھ اس کے مرکز پر حملہ کر کے اُسے تتر بتر کر دیا۔ اس پر ایرانی میسرہ تو میدان چھوڑ کر فوراً فرار ہو گیا، لیکن قریب کے یونانی اجیروں نے ذرا استقلال دکھایا، اور اگر میسرے کی بھگدڑ دیکھ کر دارا تمام لشکر کی پسپائی کا حکم نہ دے دیتا تو شائد وہ اس قدر جلد شکست نہ کھا جاتے، اور سکندر کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑتا۔ لیکن دارا کے اشارے سے اُس کی فوج کا وہ حصہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، اور تمام ایرانی فوج اب گویا مفروروں کی ایک بے ترتیب جماعت بن گئی۔ اس معرکۂ کارزار میں تقریباً ایک لاکھ ایرانی کام آئے جن میں سے دس ہزار کے قریب سوار شامل تھے؛ آرین مقدونوی مقتولوں اور مجروحوں کی تعداد بیان نہیں کرتا لیکن دیودوروس کے بیان کے مطابق صرف تین سو یونانی پیدل اور ڈیڑھ سو سوار اس میدان میں مارے گئے۔ سب سے پہلے تو خود دارا گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہوا، لیکن پھر واپس آ گیا اور اپنی ڈھال زمین پر پھینک گھوڑے پر سوار ہو میدان سے بیتا توڑ بھاگ گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لشکر کے قریب ہی بہت سی گھوڑیاں کھڑی کر دی گئی تھیں تاکہ اپنے بچھیروں کے پاس پہنچنے کے لئے وہ جلد از جلد سواروں کو لیکر بھاگی آئیں۔ ظاہر ہے کہ جب مقدونیوں کے کان میں اس قسم کے قصے پڑے ہوں گے اور اُن کی توثیق خود دارا کی بزدلی سے ہو گئی ہو گی تو اُن کے دل میں ایرانیوں کی وقعت ذرا سی بھی باقی نہیں رہی ہو گی۔ جو مال غنیمت سکندر کے ہاتھ لگا اُس میں سب سے زیادہ تعجب انگیز خود دارا کا خیمہ تھا جس میں اُسے اُس کی ماں، بیوی، دو لڑکیاں اور ایک بچہ ملے جنھیں دارا تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اگر سکندر کی جگہ

باب ۳۳ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ یقیناً ان عورتوں کو اپنی محل سرا میں داخل کرلیتا، لیکن سکندر نے اُن کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کیا جس سے عہد فروسیت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بہرحال، میدان جنگ سے سکندر نے فنیقیہ کا رُخ کیا جہاں ارادوس اور مار اتھوس کے شہروں نے ہتھیار ڈال دئے۔ جب وہ مار اتھوس ہی میں تھا تو اُس کے پاس دارا کا خط پہنچا جس میں اُس نے اپنے اہالیان خاندان کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ سکندر کے ساتھ صلح کرنے کی آمادگی ظاہر کی تھی۔ سکندر نے جواب دیا کہ سب سے پہلے دارا کو اُسے ایشیا کا مالک ہونا تسلیم کرنا پڑے گا اس کے بعد گفت و شنود ہوتی رہے گی، ورنہ بہتر یہی ہے کہ جملہ معاملات متنازعہ فیہ ایک دوسری جنگ پر ہی چھوڑ دئے جائیں۔ اب یارمے نیو دمشق کی طرف بڑھا جہاں پہنچ کر اُس نے بہت سے روپے پیسے پر قبضہ کرلیا اور ساتھ ہی اُن یونانیوں کو گرفتار کرلیا جو ایرانیوں سے جا ملے تھے۔ ان میں ایک اسپارٹی، دو تھیبری اور ایک اتھنزی یعنی مشہور اتھنزی سپہ سالار ایفیکراتیس کا بیٹا، یہ سب شامل تھے۔ جب یہ قیدی سکندر کے روبرو آئے تو اُس نے فی الفور ان سب کی جان بخشی کردی اور کہا کہ تھیبزیوں کو تو میں اُن کے شہر کی بربادی کی وجہ سے اور اتھنزی کو اُس کے خاندانی ناموس کے باعث چھوڑے دیتا ہوں، رہا اسپارٹی تو اُسے اول تو اُس نے حراست میں رکھا لیکن ایک لڑائی میں فتح پانے پر اُسے بھی چھوڑ دیا۔

اب سکندر کی خواہش یہ تھی کہ جس قدر جلد ہوسکے مصر کو قابو میں کرلیا جائے، لیکن اس مقصد کے حصول کے راستے میں شہر صور حائل تھا۔ سیدا کے زوال کے بعد اس شہر کی سرسبزی میں روز افزوں ترقی

۲ھ محاصرۂ صور، آرین ۲: ۱۶ تا ۲۴۔ گروٹ: "سکندر کی فوج کشی صور پر" گیونگزبرگ ۱۸۸۶ء میں اسناد کی تنقید Glueck: De Tyro ab Al. M. oppugnata

باب ۲۳ ہو رہی تھی، اور اُس کے شہریوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ شائد سکندر کو نیچا دکھانے کے اہل ہیں - ابتدا میں تو صوریوں نے یہ کہلایا کہ وہ سکندر کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن جب سکندر نے پیغام بھیجا کہ میں اپنے جدِ امجد ہرقل کے نام کی قربانی کرنے کی غرض سے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہوں تو اُنھوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم نے اس سے قبل بھی ایرانیوں کو شہر میں نہیں گھسنے دیا تھا اور اب بھی ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے - ظاہر ہے کہ سکندر اس قسم کے دلائل کو نہیں تسلیم کر سکتا تھا، اس لئے کہ اگر صوریوں کا کہنا مان لیا جاتا تو وہ گویا برابر خود مختار رہتے اور اپنے جہازوں سے جس طرح جی چاہتا کام لیتے - اُس نے اس وقت تک ضرور ایرانی بیڑے کو نظر انداز کیا تھا، لیکن اب اُس کے مرکز اور مصدر یعنی فنیقیہ کو چھوڑ دینے کے یہ معنی ہوتے کہ دشمن کا بیڑا آزادی کے ساتھ رہے اور یہ امر سکندر کے لئے کسی حالت میں اچھا نہ ہوتا - اس میں شک نہیں کہ جنگ اسوس کی وجہ سے ایرانی بیڑے کو، جس میں ایک سو جہاز تھے اور جو اس مرتبہ سفنوس تک پہنچ گیا تھا، واپس خیوس چلا جانا پڑا، لیکن اُس کے امیر البحر نے یہ چال چلی کہ اُس نے خفیہ طور پر آگس شاہ اسپارٹا کو تیس تالنت نذر کر دئے جنھیں لے کر اُس کے بھائی اگے سی لاؤس نے اجیر سپاہیوں کے مرکز راس تینے ناروم سے نکل کر کریٹ پر حملہ کر دیا - یہ حملہ بھی کچھ زیادہ اہم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کی گئی ہے اور اس لئے بہت قابل قدر ہے - توصیف احوال کیلئے مقابلہ کرو پیچ مان: "تاریخ فنیقیان" Pietschmann: Gesch, der Phoenicier برلن سنہ ۱۸۸۹ء صفحہ ۶۴ وغیرہ - پیچ مان موسیو رینان ("دفد فنیقیہ" (Renan Misl ion de Phenicie) اور پرتز ("فنیقیہ" (Prutz: Aus Phoenicien") کی کتابوں سے کام لیتا ہے - اغلب امر یہ ہے کہ صور کا نام نہاد مصری بندرگاہ جنوب و مشرق کی طرف واقع تھا، تاہم رینان کی رائے جسے پیچ مان نے نقل کیا ہے کہ جنوبی بندرگاہ سے آرین کا بیان منطبق نہیں ہوتا، ہمارے نزدیک صاف نہیں ہے -

باب ۲۳ نہ تھا اس لئے کہ کریٹ ایک دور افتادہ جزیرہ تھا اور خالکس وکورنتھ کے قبضے کی وجہ سے تمام یونان گویا انتی پاتر کے قبضے میں آگیا تھا۔ لیکن خطرہ یہ تھا کہ ایرانی بیڑہ کہیں اس نواح میں بھی بےچینی پیدا نہ کردے اس لئے کہ یونان میں مقدونیہ کے خلاف جو جوش تھا وہ بجائے کم ہونے کے برابر بڑھ رہا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ اسوس سے پہلے یونانیوں کا عام خیال یہ تھا کہ عنقریب ایرانی مقدونیوں کو کچل ڈالیں گے اور اس سے ایک طرف تو یونانیوں کی آرزو کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اور یونانیوں کے مابین کس قسم کے تعلقات تھے۔

ان تمام واقعات کی وجہ سے سکندر صور کی طرف پیش قدمی کرنے پر مجبور تھا۔ یہ پیش قدمی اس لئے دشوار تھی کہ ایک طرف تو شہر ایک جزیرے پر واقع تھا اور دوسری جانب سکندر کے پاس تو ایک جنگی جہاز بھی موجود نہ تھا لیکن صور کا بیڑہ آراستہ و پیراستہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بالکل ممکن تھا کہ ایرانی بیڑہ جو بحیرۂ ایجئن میں گشت لگا رہا تھا وقت پر صور کی مدد کے لئے آ موجود ہو۔ الغرض جس طرح دیونی سیوس نے موتیہ میں ایک فصیل تعمیر کی تھی اسی طرح سکندر نے بھی اقلیمی ساحل سے جزیرے تک ایک دیوار بنائی لیکن انہیں سکندر کو دیونی سیوس سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس لئے کہ دیونی سیوس کے برخلاف اسکے پاس ایک بھی جنگی جہاز نہ تھا اور دوسرے جہاں موتیہ کے قریب کا سمندر اتھلا تھا وہاں صور کے قریب کا سمندر نہایت عمیق تھا۔ پھر بھی ان تمام دقتوں کے باوجود دیوار بننی شروع ہوگئی لیکن جب وہ شہر پناہ کے قریب تک آگئی تو صوریوں نے اس کی تعمیر کو جبراً روکا اور اس پر جو لکڑی کے برج بنائے گئے تھے انھیں آتشی کشتیوں کے ذریعے سے بالکل نیست و نابود کردیا۔ اسی دوران میں سکندر نے اسی فینیقی، بارہ قبرصی، دس رھوڈزی اور ۲۴ دوسرے مقامات کے جہازوں کا ایک بیڑا جمع کرلیا تھا، اور اب وہ اس قابل ہوگیا تھا کہ سمندر

باب ۲۱ کی طرف سے بھی شہر پر حملہ کر دے۔ صوریوں کی پہلے تو یہ خواہش ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح سے بحری لڑائی ہو جائے، لیکن یہ دیکھتے ہی کہ سکندر نے ایک کافی وقیع بیڑا جمع کر لیا ہے، انھوں نے اپنے جہازوں کو دونوں بندرگاہوں میں رکھ چھوڑا جن میں سے ایک کا رخ شمال کی طرف اور دوسرے کا جنوب کی طرف تھا۔ سکندر کو ایک دقت یہ بھی پیش آئی کہ صوریوں نے سمندر میں عین مقدونوی بیڑے کے مقابل بڑے بڑے پتھر ڈال دئے تھے، اور سکندر کے ملاحوں کو نہ صرف آگے بڑھنے کیلئے جنگ آزما ہونا پڑتا تھا بلکہ اُن پتھروں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹانا پڑتا تھا۔ آخر کار صوریوں نے اس بیڑے کے ذریعے سے جو شمالی بندرگاہ میں پڑا ہوا تھا، مقدونوی بیڑے کے اُس حصے پر حملہ کیا جو اُس کے مقابل میں تھا۔ اُنھیں سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ وہ نہایت اطمینان سے اپنے شہر میں بیٹھے بیٹھے تمام میدان کارزار پر نگاہ ڈال سکتے تھے۔ صوریوں نے اپنے بیڑے کو سکندر کی تیزی کی طرف سے متنبہ کر دیا تھا، لیکن سکندر جنوب سے چل کر شمال میں اس پھرتی سے آموجود ہوا کہ صوری جہازوں کو بندرگاہ میں واپس چلا جانا پڑا۔ یہ زک اُٹھانے کے بعد صوریوں نے بحری لڑائی کا خیال ترک کر دیا اور محض اپنی فصیل کی حفاظت کرنے پر اکتفا کیا۔ سکندر نے بحری حرکت کے بعد فوراً شہر پر چاروں طرف سے حملہ کرنا شروع کر دیا تھا، اور اُس نے بہت جلد جنوب کی طرف شہر پناہ کو اس قدر نقصان پہنچا دیا کہ اب ایک جگہ تو ایسی تھی مقدونوی ملاح چاہتے تو اپنی کشتیوں سے سیڑھیاں لگا کر عین شہر پناہ پر چڑھ جاتے۔ سکندر نے اب یہ طے کر لیا کہ وہ اسی راستے سے شہر میں گھسنے کی کوشش کرے گا، اور باشندگان شہر کی توجہ دوسری طرف منعطف کرنے کی غرض سے اُس نے یہ حکم دیا کہ فصیل کے طول اور دونوں بندرگاہوں پر بیک وقت حملہ کر دیا جائے، اور جب اُس کے جہاز جنوبی بندرگاہ کی مدافعت کا خاتمہ کر کے شمالی بندرگاہ میں گھسنے لگے تو وہ خود چند چیدہ چیدہ سپاہیوں کو لے کر جنوبی منہدم فصیل

باب ۲۳ کے راستے سے شہر میں داخل ہو گیا۔ مقدونویوں کو اس لئے اور بھی زیادہ غصہ تھا کہ اُن کے دیکھتے دیکھتے صوریوں نے چند مقدونوی قیدیوں کو فصیل پر لے جا کر مار ڈالا تھا اور اُن کی لاشیں سمندر میں پھینک دی تھیں۔ اس لڑائی میں آٹھ ہزار صوری کام آئے اور دوسری جانب مقدونیوں کے کل چار سو سپاہی مارے گئے جن میں سے "سپر برداروں" کا افسر ادمے توس بھی تھا جو خود بادشاہ کی ہمراہی میں شہر میں داخل ہوا تھا۔ سکندر نے اُن لوگوں کو عام معافی دے دی جو ہرقل کے بت خانے میں جا کر پناہ گزیں ہوئے تھے، جن میں شاہ ازے ملکوس اور قرطاجنی سفرا شامل تھے، اور تیس ہزار صوریوں کو غلام بنا کر فروخت کرنے پر اکتفا کیا۔ سکندر کا یہ سلوک اکراگاس کی فتح کے وقت قرطاجیوں کے سلوک سے کس قدر مغائر تھا اس لئے کہ وہاں تو فاتحوں نے شہر کے زن و مرد کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے جد امجد ہرقل کے اعزاز میں عید منائی اور اُس کے بت خانے میں وہ منجنیق بطور چڑھاوے کے رکھ دی جن کے ذریعے سے فصیل کو شق کیا گیا تھا (اگست ۳۳۲ ق م)۔

جب صور کا محاصرہ ہی ہو رہا تھا تو دارا نے سکندر کے پاس ایک اور پیام بھی بھیجا[۵] جس میں اُس نے اپنی بیوی بچوں کی رہائی کے معاوضے میں دس ہزار تالنت دینے پر آمادگی ظاہر کی اور ساتھ ہی ساتھ یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی سکندر کے ساتھ کر دے گا اور دریائے فرات تک تمام ایشیائے کوچک سے دست بردار ہو جائے گا۔ یہ پیام سن کر پارمے نیو کہنے لگا کہ میں سکندر ہوتا تو اُسے ضرور قبول کر لیتا، جس پر سکندر بول اُٹھا کہ بھائی اگر میں پارمے نیو ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا، اور فوراً دارا کو یہ جواب

[۵] دارا کے پیغامات صلح، آرین ۲، ۲۵۔

باب ۲۳ دیا کہ ملک اور روپیہ پیش کرنا بالکل بیکار اور بے سود ہے؛ رہا نکاح کا معاملہ تو دارا چاہتا ہے تو سکندر بھی اُس کے لئے آمادہ ہے اور اگر دارا کی کچھ اور خواہش ہے تو وہ شاہ مقدونیہ کے پاس خود آکر اُسے پیش کرے۔

صور کی تسخیر کے بعد مصر کا راستہ بالکل کھلا ہوا تھا، اور اگر راستے میں غزہ حائل نہ ہو جاتا اور اطاعت سے انکاری نہ ہوتا تو سکندر بے کھٹکے مصر پہنچ جاتا۔[۵۵] غزہ کی تسخیر سکندر کے اثر کے لئے نہایت ضروری تھی۔ یہ شہر سمندر سے بیس فرلانگ کے فاصلے پر ایک سطح مرتفع پر واقع تھا اور اُس کے قریب جو سمندر تھا وہ کچھ ایسا زیادہ عمیق نہ تھا۔ اُس کی شہر پناہ اتنی اونچی اور مضبوط تھی کہ مقدونوی مہندسوں نے یہ حکم دیا کہ اُس کے انہدام کے لئے جتنے اونچے منجنیقوں کی ضرورت ہے اُتنے اونچے منجنیق نہیں بن سکتے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے اُس کے دامن سے ایک پشتہ بنوانا شروع کیا اور اُس کے سہارے شہر پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ ابتدائی حملہ ناکام ہوا اور اس میں خود شاہ مقدونیہ بھی زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد اُس نے دوسری تدبیر کی یعنی تمام شہر کو مٹی کے ایک مدور دیوار سے گھیر لیا جو ڈھائی سو قدم اونچی اور ۱۲۰۰ قدم چوڑی تھی؛ اور ساتھ ہی ساتھ غالباً کسی خالی جگہ فصیل کے نیچے ایک سرنگ تیار کر لی۔ اس کے بعد شہر پر دھاوا بولا گیا اور چوتھے حملے پر آخر کار اُس پر سکندر کا قبضہ ہو گیا۔ قبضہ ہوتے ہی شہر کے جملہ مرد تو تہ تیغ کر دئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دیا گیا (نومبر ۳۳۲ ق م)۔

[۵۵] محاصرۂ غزہ آرین ۲، ۲۶، ۲۷۔ ہیگے سیاس نے اس ناقص سلوک کو اپنی مقفیٰ عبارت میں بیان کیا ہے جو سکندر نے غزہ کے مدافع باتس کے ساتھ روا رکھا۔ گروٹ (جلد ۱۰، صفحہ ۹۳) اسے باوثوق سمجھتا ہے؛ ڈرواٹے سن نہیں۔ ہمارے نزدیک خطابیہ لاف گو مستند نہیں ہوتے۔

باب ۲۳

یہاں سے چل کر سکندر مصر میں داخل ہوا جہاں کے صوبہ دار مازاکیس نے اپنی بے بسی کا اندازہ کر کے ہتھیار ڈال دئے مصریوں اور ایرانیوں کے مابین ازل سے عناد رہتا تھا' دوسرے بعض یونانی اجیروں نے جو جنگ اسوس کے بعد یہاں بھاگ کر آئے تھے بہت بُرا برتاؤ کیا تھا؛ اور پھر چونکہ صوبہ دار مصر کے پاس ایک ایرانی سپاہی بھی موجود نہ تھا اس لئے اُسے ہتھیار ڈال دینے کے سوا چارہ کار ہی نہیں تھا۔ جب سکندر ممفس پہنچا تو اُس نے آپس اور دوسرے مصری معبودوں کے نام کی قربانی کر کے مصریوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا' لیکن ساتھ ہی ساتھ اُس نے یونانی دیوتاؤں کی بھی تعظیم وتکریم میں فرد گذاشت نہیں کی اور اُن کے اعزاز میں ورزش موسیقی کے عام مقابلے کا انعقاد کیا۔ واضح ہو کہ موسیقی کے ایسے مقابلے اکثر وبیشتر ناٹک کے کھیلوں پر مشتمل تھے' اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی ادبیات نے سکندر کی سرپرستی میں کس طرح دیار مشرقی میں فروغ حاصل کیا۔

اب سکندر دریائے نیل کے راستے سمندر کی طرف چلا اور شہر کانوپوس کے قریب ایک موقع کو پسند کر کے وہاں ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی اور اُس کا نام اسکندریہ رکھا۔ جب اُس کے چوکوں اور سڑکوں کے نشانات ڈالتے ڈالتے کھریا ختم ہو گئی تو سکندر کے ساتھیوں نے آٹے سے نشان ڈالنے شروع کئے جس پر کسی نے یہ پیش گوئی کی کہ اس جدید اسکندریہ کا مستقبل نہایت شاندار اور درخشاں ہوگا۔ یہاں سے (بہار ۳۳۱ ق م میں) وہ ریگستانی خانقاہ عموں گیا۔ ظاہر ہے کہ جب سیکڑوں برس سے لوگ اس مقدس مقام کو تیرتھ کے لئے جاتے ہوں گے تو یقیناً اُس کا راستہ ہر شخص کو معلوم ہوگا' لیکن روایت ہے کہ سکندر کے آگے آگے دیوتاؤں کے فرستادہ دو سانپ اُسے راستہ بتاتے ہوئے چل رہے تھے۔ بہر حال اس بت کدے پر پہنچ کر

باب ۲۳ اس نے فال گو سے مستقبل کی بابت استفسار کیا تو (آرین کے قول کے بموجب) فال گو نے سکندر کی مرضی کے مطابق جواب دیا جس پر ایک افواہ یہ پھیل گئی کہ اُس نے شاہ مقدونیہ کو زیوس کا فرزند ہونا تسلیم کرلیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس میں ایک مذہبی لٹک ضرور رکھی جو اُسے اپنی ماں سے ورثے میں ملی تھی۔ یونانی مصر کو مدت دراز سے بڑے بھاری فہم و استدراک کا منبع تصور کرتے تھے، اور خانقاہ عمون کی شہرت یونانی مذہب کے مصر میں قائم مقام رہنے کی وجہ سے اُس کی شہرت چار دانگ یونان میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہمارے نزدیک یہ امر بالکل حسب حال تھا کہ جب عمون کے پجاریوں کو معلوم ہوا کہ جو واقعات اس وقت تک روایتی نیم معبودوں کے متعلق مشہور تھے وہ خود سکندر کے حالات پر منطبق ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ سکندر دراصل اُن کے معبودوں کا بیٹا ہے اور انھیں کا فرستادہ انسانوں کے درمیان اپنا کروفر دکھانے کے لئے آیا ہے۔ اسی طرح ہمارے نزدیک یہ بھی فطری حالات کے مطابق تھا کہ خود سکندر کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ پجاری سچ کہتے ہیں اور وہ واقعی ایک غیر معمولی انسان ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس تیرتھ سے واپس جانے کے بعد وہ اپنے آپ کو یونانیوں کا سپہ سالار سمجھنے کی بجائے ایک ایسا بادشاہ تصور کرنے لگا جس کی قسمت میں دُنیا کی تسخیر لکھی ہوئی ہو۔ اُس نے ممفس آکر حکومت کو از سرِ نو منظم کیا اور اس صوبے کے دیوانی معاملات کو پہلے دو اور پھر ایک "نومارخ" کے سپرد کرکے فوج کو متعدد سپہ سالاروں کے متعلق کر دیا۔ اُس نے کلیومنیس ساکن نئوکراتس کو جسے اس نے قریب کے عربی اضلاع کا صوبہ دار مقرر کیا تھا، مصر کا جامع محاصل مقرر کیا۔ آرین کا خیال ہے کہ اُس نے ان تبدیلیوں سے مصر کے اُس انتظام کی پیش بندی کی جو زمانۂ مابعد میں رومنوں نے اس اہم صوبے کا کیا تھا۔[۵]

۵ سکندر مصر میں، آرین ۳، ۱ تا ۵ - دروائے سن ۱، ۱، ۴، ۳۰ وغیرہ۔

باب ۲۳

مصر سے وہ صور واپس آیا، اور یہاں بھی اُس نے ورزش اور موسیقی کا ایک میلا منعقد کیا۔ اسی مقام پر اُسے ایتھنز کے سفیر ملے جو اپنے وطن سے پارالوس نامی کشتی میں سوار ہو کر آئے تھے، اور اُنھوں نے اُسی سے استدعا کی کہ گرانی کوس کے میدان میں جو ایتھنزی گرفتار ہوئے تھے اُنھیں رہا کر دیا جائے۔ اُس نے فوراً اُن کی جملہ استدعاؤں کو منظور کر لیا۔ ساتھ ہی اُس نے سو جہازوں کا ایک بیڑا پیلوپونیز روانہ کیا جہاں اس وقت تک برابر بیجینی جاری تھی۔ اُس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک مسمی ہارپالوس کو جنگی ناقابلیت کی وجہ سے خازن مقرر کیا تھا، اور وہ جنگ اسوس سے ذرا پہلے

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اسکندریہ کی تعمیر، آرین ۳، ۲۹۔ ارڈمان اپنی کتاب "یونانیوں کا فن تعمیر بلدیات" Erdmann: Zur Kunde der hellenistischen Staedtegruendungen (اشٹراس برگ ۱۸۸۳ء) میں اُس کی ابتدا ۲۰ جنوری ۳۳۱ق م کو ہونا بتاتا ہے۔

ایرانی بیڑے کی حرکات و سکنات، آرین ۳، ۲، ۳ تا ۷؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن ۱، ۱، ۳۱۳ تا ۳۱۶۔

زیوس عمون کے نخلستان کو جانا، آرین ۳، ۳، ۴؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن، حسب بالا۔

ڈرواۓ سن کا خیال ہے کہ اس خانقاہ کے پجاریوں کے عقیدے کے مطابق معاد یقینی تھا اور مذہبی پوجا اور ملوکیت کے مابین ضرور کسی نہ کسی قسم کا تعلق تھا۔ اگر پجاریوں نے سکندر کو عمون را کا فرزند قرار دیا (مقابلہ کرو مے یر: تاریخ مصر Meyer: Gesch Aegyptens ص ۲۵۲ و ص ۳۹۸ ۳۲۷) تو ممکن ہے کہ سکندر نے اُن کی بات کو واقعاً یقین کر لیا ہو۔ اس لئے کہ اس قسم کے خیالات اُس کی فطرت میں داخل تھے۔ حکومت مصر آرین ۳، ۵؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن ۱، ۱، ۳۲۴۔

باب ۲۳ ایک صندوق لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اب سکندر نے اُسے بھی معافی دے دی اور اُسے اُس کے پُرانے عہدے پر بحال کر دیا۔ لیکن اس مرتبہ پھر بہت سا خزانہ لے کر یونان بھاگ گیا اور وہاں بہت کچھ گڑبڑ مچائی۔[۵۶]

سکندر نے صور سے چل کر قلب ایران کی طرف حرکت کی۔ اس وقت تک تمام ایسے ممالک جن کا یونان سے کچھ بھی تعلق تھا، یعنی ایشیائے کوچک، فنیقیہ اور مصر، یہ سب کے سب اُس کے مطیع و منقاد ہو چکے تھے؛ اب اُن ممالک کی باری آئی جن سے یونانی محض بالواسطہ یعنی اپنے سیاحوں اور سپاہیوں کے ذریعے سے واقف تھے، اور سکندر اُن پر چڑھائی کرنے کے لئے اس وجہ سے مجبور تھا کہ دارا نے اس وقت تک اپنی شکست کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

---

۵۶ سکندر کی دریائے فرات کی طرف پیش قدمی، آرین ۳، ۶۔

# باب بست و چہارم

## گوگا میلا

## سکندر سردریا کے کنارے

## ۳۳۱ ق م تا ۳۲۹ ق م

تھپساکوس کے مقام پر مازائیوس کی سرکردگی میں ایک ایرانی لشکر پڑا ہوا تھا، لیکن یہ لشکر سکندر کے راستے میں حائل نہیں ہوا چنانچہ شاہ مقدونیہ نے نہایت اطمینان سے دریائے فرات کو عبور کر لیا۔[1] تھوڑی دیر شمالی سمت چلنے کے بعد وہ پہاڑوں کے قریب مشرق کی طرف مڑا اور دجلہ پر گزرتا ہوا حسب سابق جنوب کی راہ لی۔ اُسے قدیم شہر نِنوہ کے قریب گوگا میلا پر شہنشاہ ایران کی ایک عظیم الشان فوج ملی جس میں سردریا اور فرات کے درمیانی علاقے کے اکثر قبائل شامل تھے اور بعض مورخوں کے بیان کے مطابق اس میں دس لاکھ

---

[1] سکندر کی پیش قدمی فرات سے گوگا میلا تک، آرین ۳، ۷ تا ۱۰۔ سکندر اور یار سے نیو، آرین ۳، ۷، ۱۰۔ سکندر جنگ کو قدیم یونانی نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا اور وہ ایفی کراٹیس کی طرح محض اجیروں کا سپہ دار نہیں تھا۔

باب ۲۴

پیادے، چالیس ہزار سوار، دو سو تلوار دار رتھ، پندرہ ہاتھی اور بہت سے یونانی اجیر سپاہی موجود تھے۔ دارا نے اپنا پڑاؤ ایک ایسے میدان میں ڈالا تھا جسے اُس نے خاص طور پر انتخاب کیا تھا اور جہاں رتھ کھڑے کرنے کی غرض سے اونچی نیچی زمین کے ایک حصّے کو ہموار کیا گیا تھا۔[۵۲] جب سکندر دشمن کے مقابل آیا تو اُس نے سب سے پہلے تو اپنے لشکر والوں کو آرام کرنے کی اجازت دی اور کہا کہ جس دشمن نے میدان جنگ کا انتخاب کیا ہے وہی پھر وقت کا تعین بھی کرے۔ ساتھ ہی اُس نے میدان کا اس نظر سے معائنہ کیا کہ کہیں اس میں خندقیں تو نہیں ہیں اور لکڑیاں تو نہیں گاڑھی گئیں، چنانچہ معائنہ کرنے کے بعد اُسے میدان سے اتنی ہی واقفیت ہو گئی جتنی خود انتخاب کنندہ کو ہوگی۔ جب پارمے نیو نے اُسے یہ صلاح دی کہ ایسے موقع پر شبخون کا طرز عمل ہی مناسب ہوگا تو سکندر نے اس طرح سے "چوری سے فتح پانے" سے انکار کر دیا اس لئے کہ اُس کے نزدیک ہر ایک جنگ بغیر باضابطہ مخالفت کے قدیم یونانی معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ دارا سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ سکندر تو لڑائی کے لئے تیار ہو رہا تھا، لیکن دارا اپنی فوج والوں سے سنتریوں کا مسلسل کام لیکر تھکا رہا تھا جب لڑائی چھڑی تو دارا اپنے فوجی خط کے بالکل وسط میں کھڑا ہو گیا اور اپنے چاروں طرف ایران کے اعیان وکبار اور وہ یونانی اجیر سپاہی کھڑے کر دئیے جن کا اُس پر سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ چونکہ سکندر کو اس بات کا اچھی طرح سے احساس تھا کہ دشمن کے سپاہی

۵۲ جنگ گوگامیلا، آرین، ۳، ۱۱، ۲۵۔ مقدونیوں نے ایرانیوں کے چہروں پر وار کئے۔ جنگ فارسالوس میں بھی سب سے پہلا شخص جسنے میدان چھوڑا وہ خود مغلوب فوج کا سپہ سالار تھا۔ سکندر کروتون کو مال غنیمت روانہ کرتا ہے، پلوٹارک: سکندر، ۳۴۔

تعداد میں اُس کے سپاہیوں سے کم وبیش بیس گنا زیادہ ہیں لہذا اوّل باب۲۱
تو اُس نے اپنے میسرے کی سیادت پارمے نیو کو سونپی، جنگ کے
اصلی خط کے علاوہ ایک دوسرا خط مدافعت قائم کیا تاکہ ضرورت
کے وقت دشمن کی جناحی حرکت کو روک دیا جا سکے۔ بعد ازاں
۳۱ اکتوبر ۳۳۱ ق م کو اُس نے آخر کار پیش قدمی اس طرح شروع کردی
کہ اُس کا میلان اپنے داہنے بازو کی طرف ذرا زیادہ تھا، اور ساتھ ہی
برابر اس موقع کی تلاش میں رہا کہ کسی طرح سے ایرانی صفوں کو چیر کر
دوسری طرف نکل جائے۔ دارا نے پہلے کی لڑائیوں سے کہیں زیادہ
میدان جیتنے کی کوشش کی۔ حملے میں اُسی نے پیش قدمی کی اور پہلے تو
اُس نے اپنے رتھ دشمن کی طرف روانہ کئے، لیکن جب اُن سے
مقدونیوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا تو اپنے پیادوں کو وار کرنے کا
حکم دیا۔ یہ حکم اُس کے لشکر کے لئے مہلک ثابت ہوا اس لئے کہ ایرانیوں
کے بڑھتے ہی اُن کی صفیں شق ہوگئیں اور ان دراڑوں میں سکندر
اپنے نیزہ برداروں اور "مقدونوی جتھے" کو لے جا داخل ہوگیا مقدونیوں
نے ایرانی اعیان واکابر کو اپنا نشانہ بنایا جس کی وجہ سے وہ اتنے ہی
خوف زدہ ہوئے جتنے دشمن فارسالوس میں ہوگئے تھے۔ دارا
اُسی طرح اس مرتبہ بھی فرار ہوگیا جیسے وہ اسوس کے بعد فرار ہوا تھا،
اور اُس کے فرار سے لڑائی کی قسمت پر گویا مُہر ثبت ہوگئی۔ سکندر کو
دارا کے جانے کے بعد بھی اپنے میسرے کی نگہداشت کرنی تھی اسلئے
کہ اُس پر دشمن کا نہایت زبردست دباؤ پڑ رہا تھا؛ لیکن جب ایرانیوں
کو اس محاذ پر بھی شکست مل گئی تو اُس نے فوراً دارا کا تعاقب کرنا
شروع کیا۔ جنگ گوگامیلا میں ۱۰۰ مقدونوی پیادے اور ایک ہزار
سوار کام آئے؛ اس کے برعکس بیان کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار ایرانی
موت کے گھاٹ اُتارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ
گرفتار ہوئے۔

باب ۲۲

اس لڑائی کے بعد دارا کو ایک جدید لشکر مہیا کرنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ پہاڑوں کو عبور کرنے کے بعد پہلے تو وہ مدیہ پہنچا، اور چونکہ اس عرصے میں سکندر بابلستان کو زیر کر رہا تھا اس لئے اُسے تھوڑا بہت آرام مل گیا۔ سکندر کے واسطے یہ یقینی نہ تھا کہ اُسے بابل آسانی سے مل جائے گا، لیکن جب وہ اُس مقام پر پہنچا تو شہر نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے اور بابلیوں نے باہر نکل کر اُس کی اطاعت کو قبول کر لیا۔ اُس نے یہاں کی مقامی خانقاہ کو جسے زرکسیز نے مسمار کر دیا تھا، از سرِ نو تعمیر کیا اور خالدیہ کے طریق پر بیل دیوتا کے نام پر قربانی کی۔ اس صوبے کا کاروبار تین عہدہ داروں یعنی صوبہ دار، سپہ سالار اور افسرِ مالیہ کے سپرد کیا گیا اور اس طرح گویا قدیم ترین تمدّن کا مرکز اب شاہ مقدونیہ کے قبضے میں آگیا بابل سے وہ سوس گیا جہاں اُسے پچاس ہزار نقرئی تالنت اور بعض ایسے فنی شاہکار ملے جنھیں زرکسیز یونان سے لایا تھا؛ ان میں ہرمودیوس اور ارستوگی تون کے مجسّمے بھی تھے جنھیں سکندر نے فوراً واپس یونان بھجوا دیا۔ سوس میں اُس نے ایک یونانی میلے کا انعقاد کیا جس میں ورزشی مقابلے اور مشعل دوڑ نمایاں تھے، اور چند روز قیام کرنے کے بعد اُس نے ڈسمبر ۳۳۱ ق م میں مشرق کی راہ لی سطح مرتفع ایران پہنچنے کے لئے اُسے بعض ویران پہاڑوں اور متعدد حدبوں میں ہو کر گزرنا پڑا تا جنھیں صرف پہاڑی دروں کے ذریعے سے عبور کیا جا سکتا تھا۔ پہلے تو یہ اکسیوں کے ملک میں

---

ؔ سکندر بابل میں، آریَن، ۳، ۱۶۔ سوس کے باقیات کی حالت کو دیولافوا نے اپنی کتاب "قلعۂ سوس" Dieulafoy: L'Acropole de Suse (پیرس، جلد ۱، ۱۸۸۹ء) میں بیان کیا ہے۔

ؔ سطح مرتفع ایران کے راستوں کے لئے دیکھو گروٹ، لندن ۱۸۸۸ء جلد ۱، صفحہ ۱۱۶ وغیرہ، ڈروائسن ۱، ۲۶۱ م ۳۵ وغیرہ، شپیگل "قدیمیات ایران" ۲، ۲۲۲ وغیرہ، ستولتزے "تاریخ جغرافیہ" برلن ۱۸۸۳ء Stolze: Verh. der Ges. f. Erdkunde

باب ۲۴ ہو کر گورا اور جس کے بعد اس راستے پر گزر کر جربا ہان سے قلعۂ سفید کو جاتا ہے ایک تنگ درے پر آیا جو ہر چار طرف فصیل سے گھرا ہوا تھا اور جس میں چالیس ہزار پیادے اور سات سو سوار حفاظت کے لئے موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے مقام پر محض دھاوے کر کے قبضہ کرنا ناممکن تھا، چنانچہ سکندر نے یہ ترکیب چلی کہ اپنی فوج کا ایک حصّہ اپنے ساتھ لے کر وہ خود اس کے عقب میں پہنچ گیا اور سامنے سے کراتے رس سے حملہ کرا دیا۔ الغرض ایرانی فوج پس پا ہوئی اور سکندر کے لئے اصطخر کا راستہ کھل گیا۔ اُسے اس شہر پر قبضہ کرنے کے بعد اُسے بے شمار روپیہ ملا جس کا ڈیوڈوروس ایک لاکھ بیس ہزار تالنت کا اندازہ کرتا ہے۔ سکندر نے یہاں کے شاہی قلعے میں آگ لگا دی تاکہ تمام ایشیا کو معلوم ہو جائے کہ ایران کے تزک و احتشام اور قوت و سطوت کا خاتمہ ہو گیا اور دنیا کی قسمت ایک جدید حکمران کے ساتھ وابستہ ہو گئی[۱]۔

[۱] پرسی پولس (اصطخر) اور پاسارگادے کو بعض مرتبہ ایک ہی مقام سمجھا جاتا ہے؛ وہ مورخ جو ان دونوں مقامات کو ایک دوسرے سے الگ تصور کرتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ موخرالذکر یا تو اصطخر کے قریب تھا ورنہ لے فسا کے نزدیک تصور کرتے ہیں، جو شیراز کے جنوب و مغرب میں واقع ہے؛ مقابلہ کرو شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel, Eran. Alterthumk unde جلد ۲، صفحہ ۶۱۶ تا صفحہ ۶۲۱؛ نیولدکے "مقالہ متعلقہ تاریخ ایران" Noeldeke Aufs. zur pers. Geschichte لائپزگ، ۱۸۸۷ء، صفحہ ۱۳۵ تا صفحہ ۱۴۶؛ نقشہ جات متعلقہ یوستی کی کتاب "تاریخ ایران قدیم" Justi Gesch. des alt. Pers. (برلن ۱۸۷۹ء) میں دیئے سپرونر منکے Spruner—mencke کی کتاب جلد ۴ میں دیئے ہوئے ہیں، لیکن موخرالذکر کا پیمانہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ بہرنہج پرسی پولس کے کھنڈر اس مقام پر پہچانے جا سکتے ہیں جسے آج کل "تخت جمشید" کا لقب

باب ۲۳

پرسس (فارستان) میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد سکندر سنہ ۳۳۰ ق م کے موسم بہار میں مدیہ کی طرف چلا۔ اُسے یہ خبر ملی تھی کہ دارا اُس سے پھر جنگ آزما ہونا چاہتا ہے لیکن یہ بالکل غلط تھی۔ دارا شمال کی طرف بھاگ گیا تھا، اور اب ہمدان میں بعض معاملات طے کرنے کے بعد وہ بحر خزر کے دروں میں ہوتا ہوا اُس کے تعاقب میں اُس راستے سے روانہ ہوا[۵۶] جو بحر خزر کی طرف جانے کے بجائے

---

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ دیا جاتا ہے اور یہ کھنڈر غالباً انھیں عمارات کے ہیں جو ہخامنشی خاندان کے زمانے میں بنی ہوں گی۔ ان عمارات سے کچھ فاصلے پر شمال کی جانب چار مقبرے ہیں جنھیں "نقش رستم" کہتے ہیں، اور اُن سے تھوڑا سا شمال شرق کی طرف موجودہ مرغاب کے قریب ایک عمارت ہے جو قدیم مورّخوں کے بیان کردہ مقبرۂ کورش کے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ نیولڈیکے اور بعض دوسرے مستشرق اسی کو پاسارگادے کا مقام خیال کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پاسارگادے ہی ایران کا قدیم پائے تخت تھا اور داریوش اول نے اسے ہٹا کر اپنا مستقر پرسی پولس (اصطخر) کو قرار دیا جسے ابتداءً یونانی پرسائے کہتے تھے؛ پرسی پولس کا لفظ پلوٹارک نے سب سے پہلے استعمال کیا ہے۔ یونانیوں کو اس شہر کا علم سکندر سے پہلے نہیں ہوا تھا، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حکومت اور شاہی دربار کا مستقر اکثر سوس ہی میں رہتا تھا۔

سکندر نے اصطخر میں جو کچھ کیا اُس کی تزئین افسانوں کے ذریعے سے کی گئی ہے۔ دیودوروس ۱۷، ۷۰ اور کرتیوس ۵، ۶، ۶ کے بیان کے بموجب پرسی پولس کی فتح کے وقت قتل عام بھی کیا گیا تھا۔

۵۶ بحر خزر کے دروں کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۶۳۱ اور ۲، ۵۲۲۔ موردٹ مان Mordtmann کی رائے ہے کہ دارا کو سمنان میں گرفتار اور دولت آباد میں قتل کیا گیا ہوگا۔ ز در اکارتا یا تو عین اُسی مقام پر آباد ہوگا جس جگہ اس وقت استرآباد ہے ورنہ اُس کے نزدیک ہی ہوگا؛ شپیگل ۲، ۵۳۷۔ ہرکانیہ (ورکانہ) اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ دریائے گرگان کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۶۰؛ پارتھیا کے لئے ۲، ۴۳۔ ۶۲۔ اس صوبے کا صدر مقام ہکاتوم پی لوس تھا جو یا تو دامغان کی جگہ ہوگا ورنہ شاہ رود کی جگہ؛ شپیگل ۲، ۶۲ ۵۳۔ ماردیوں کے ملک کے لئے شپیگل ۲، ۳۸ ۵؛ یہ دماوند کے قریب ہوگا۔ جیلان و مازندران کے لئے شپیگل ۱، ۶۶ ۶۔

سکندر اتراک ہو کر وادی مشہد میں داخل ہوا۔ درانگیانا؛ شپیگل ۲، ۱۴ ۵؛ شپیگل کے نزدیک اریاسپائے دراصل درانگیوں کی ایک شاخ تھے۔ سجستان کے نیم دینیاتی خاندان کیانیان، خصوصاً زال و رستم کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۵۶۵ وغیرہ اراخوتون؛ شپیگل ۲، ۳۴ ۵۔ "اسکندریہ بپائے تفقاز" شپیگل ۲، ۳۴ ۵؛ ممکن ہے کہ شہر دراب ساکا ہی ہو جسے آجکل اندراب کہتے ہیں؛ شپیگل ۲، ۴۴ ۵ وغیرہ دیکھو شپیگل ۱، ۱۱ ۶۴۔

سکندر کے شمال کی طرف جانے کے راستے کے لئے دیکھو ڈروائےسن ۱، ۲، ۵ ۳ وغیرہ؛ بختیاری وسغدینی، ۱، ۲، ۳۸۔ شپیگل ۱، ۳ ۴۰ کے مطابق یہ دونوں قبیلے ایک قسم کی ایرانی بولی بولتے تھے اور یہاں کے تجارت پیشہ لوگ اور کاشتکار بھی ایرانی الاصل تھے؛ لیکن ان کے ہر طرف غیر ملکی نسلوں کے خانہ بدوش آباد تھے جنھیں ایرانی "ساکائے" یا "غنک" کہتے تھے۔ آرین کہتا ہے کہ یہ "اسکیتھی النسل" تھے (۳، ۸، ۳) اور ہیروڈوٹس کے بیان کے مطابق ایرانی سب اسکیتھیوں کو "ساکائے" ہی کا لقب دیتے تھے۔ یہ کسی نسل کے ہی کیوں نہ ہوں دارا کے حلیف تھے (آرین ۱، ۱)۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ واقعی تورانی صرف وہی لوگ تھے جنھیں "سکیوتھائے" کا لقب دیا جاتا ہے اور جن سے سکندر سر دریا کے قریب لڑا تھا۔ شپیگل مرکندا اور سمرقند کا ایک ہی ہونا تسلیم نہیں کرتا۔

سکندر نے سات شہر آباد کئے؛ شپیگل ۳، ۸ ۵۴۔

دور کرتا ہے، اور اس طرح سلطنت ایران کے موجودہ پائے تخت یعنی ایلٹ
طہران کے مشرق میں پہنچ گیا۔ یہاں اُسے معلوم ہوا کہ بہت سے ایرانی
سردار دارا کے مخالف ہو گئے ہیں اور وہ خود بعض ذی اقتدار صوبہ داروں
کے قبضے میں ہے جو اُس کے نام سے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔
ان صوبہ داروں میں سب سے ممتاز باختر کا صوبہ دار بسوس تھا اور سکندر
کے لئے یہ نہایت اہم تھا کہ کسی طرح سے یہ اُس کے قبضے میں آجائے،
چنانچہ اپنی رفتار کو تیز کر کے وہ تھوڑی سی فوج اپنے ہمراہ لے کر آگے
بڑھ گیا۔ بسوس اپنے ساتھ ساتھ دارا کو جگہ جگہ لئے پھرتا تھا اور اُسے
اُتار کر خود تخت پر بیٹھ گیا تھا۔ آخر کار تعاقب کرتے کرتے سکندر نے
اُنھیں جا پکڑا اور بہت جلد مزاحمت کا خاتمہ کر دیا۔ جب ایرانی سرداروں
نے دیکھا کہ وہ مقدونوی جال میں گرفتار ہونے کو ہیں تو وہ اپنے بادشاہ
پر ایک کاری ضرب لگا کر اُسے چھوڑ کر چلے گئے، اور جب جولائی
سنہ ۳۳۰ ق م میں سکندر پہنچا تو دارا مر چکا تھا۔ سکندر نے شاہ ایران کی
لاش اصطخر بھیج دی جہاں وہ شاہی مراسم کے ساتھ سپرد خاک کر دی گئی۔
اس کے بعد بحر خزر کے جنوب و مشرقی صوبوں یعنی ہرکانیہ اور فارس نے
ہتھیار ڈال دئے۔ یہاں سے وہ مغرب کی طرف ماردیوں کے ملک
یعنی موجودہ گیلان کی طرف بڑھا جو بحر خزر کے مغرب کی طرف واقع ہے۔
دارا کے یونانی اجیر سپاہی سب کے سب ایرانی فوج سے علیحدہ ہو گئے
تھے، اور جب اُن کے آخری رسالے نے جس میں ڈیڑھ ہزار نفر تھے
سکندر کی اطاعت قبول کی تو اُس نے اُنھیں فوراً نوکر رکھ لیا اور اُن کی
اُتنی ہی تنخواہ مقرر کر دی جتنی اُنھیں دارا کے خزانے سے ملتی تھی۔ انھی
میں بعض اسپارٹی سفیر بھی تھے، جنھیں اُس نے گرفتار کر لیا۔ اُس نے
ہرکانیہ کے مستقر "زدراکارتا" میں دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد (جہاں
اُس نے یونانی طرز کا ایک ورزشی میلا منعقد کیا)، مشرق کی راہ لی۔
پہلے تو وہ ہری رود کے سیراب شدہ حصّے میں رکا جو ایران اور ریگستان کے

مابین واقع ہے اور جس کا موجودہ مستقر مشہد مقدس ہے۔ یہ حصہ اُس باب ۲۴
زمانے کے صوبۂ آریہ کا مرکز تھا جو سلطنت ایران کا سب سے شمالی
صوبہ تھا۔ اُس کا والی ایک ایرانی مسمی ستی بازان تھا، اور اُس نے
سکندر کے پہنچتے ہی نہ صرف اُس کی اطاعت قبول کرلی اور چالیس
مقدونوی سپربرداروں کو بطور اپنے محافظ کے اپنے پاس رکھ لیا۔
بادشاہ نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ سب سے پہلے وہ بسوس صوبہ دار باختر
کا خاتمہ کرے گا، لیکن اُس کی پیٹھ مڑتے ہی ستی بازان نے چالیسوں
مقدونیوں کو تہ تیغ کردیا چنانچہ سکندر فوراً واپس آیا تاکہ اس
بغاوت کو فرو کردے، ورنہ خطرہ تھا کہ یہ مقام سازشیوں کا جائے پناہ
بن جائے گا۔ یہی وہ مُلک ہے جسے آج کل افغانستان کہتے ہیں
اور جو ایران، ترکستان اور ہندوستان کے مابین واقع ہونے
کی وجہ سے آج بھی اُتنا ہی اہم ہے جتنا سکندر کے عہد میں تھا۔
سکندر کا خیال تھا کہ وہ ستی بازان کو ارتاکوانا میں جو موجودہ ہرات کے
قریب ہی واقع تھا، پکڑلے گا، لیکن وہ اپنا مستقر چھوڑ کر باختر بھاگ
گیا۔ بہرحال یہاں سے سکندر پھر جنوب کی طرف زارنگیوں کے
ملک درانگیانا میں گیا جہاں کے صوبہ دار برسنت، جو دارا کے
قاتلوں میں سے ایک تھا، ہندوستان بھاگ گیا تھا؛ ہندوستانیوں
نے اُسے سکندر کے حوالے کردیا اور اُس کا وہیں خاتمہ کردیا گیا۔
اُس زمانے میں اُس مُلک میں جو دریائے ہلمند کے کنارے پر
واقع ہے اور جسے اب سیستان کہتے ہیں، ایک قوم آباد تھی جس کا نام
یونانی کتابوں میں یوئرگتائے بتایا گیا ہے؛ اُس نے سکندر کو خوش آمدید
کہا۔ یہاں (خزاں ۳۳۰ قم میں) سکندر کو معلوم ہوا کہ اُس کے
محبوب ترین مصاحب پارمے نیو کے فرزند فلوتاس کو اُس کے
خلاف ایک سازش کا علم ہے اور اُس نے اُسے اس وقت تک
پوشیدہ رکھا ہے۔ اُس نے مقدونوی رواج کے مطابق اُسے

باب ۲۴ فوجی عدالت کے سامنے پیش کیا جس نے اُسے سزائے موت کا حکم سنایا[1]، اور اُس پر سکندر نے نہ صرف اُس کی گردن اُڑا دی بلکہ جب

[1] گروٹ (لندن ۱۸۶۹ء) فلوتاس کے مقدمے کے دوران میں سکندر کے برتاؤ کو نہایت بری نظر سے دیکھتا ہے۔ (جلد ۱۰، ۱۴۸) اور فلوتاس کو معصوم خیال کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ واقعی فلوتاس سکندر کے خلاف سازش میں شریک تھا یا نہیں، اور گو اس قسم کے اشارے نظر آتے ہیں، لیکن ممکن ہے کہ ان میں مبالغہ آمیزی ہو۔ ساتھ ہی اس کے جرم کے خلاف بھی قطعی طور پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس بات کا ہمیں اچھی طرح سے علم ہے کہ بہت سے مقدونوی اعیان سکندر کے مخالف تھے اور سازشیں اور قتل مقدونوی سرداروں کے لئے بعید از قیاس نہیں تھے۔ ان امور کے مدنظر اگر ایک مقدونوی عدالت نے فلوتاس کو مجرم قرار دیا تو ہمیں اس تجویز کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے کا کونسا حق ہے؟ گروٹ کو کچھ ایسا تعصب ہے کہ وہ اس امر کو ظاہر نہیں کرتا کہ ایک دوسرا سپہ سالار امین تاس جو اس عدالت کے سامنے ماخوذ ہوا تھا، اُسے چھوڑ دیا گیا (آرین ۳، ۲۷)، درانحالیکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدالت نے اپنی آنکھوں پر پٹی ہرگز نہیں باندھی نہ یہ کہ اُس نے نامناسب تعجیل سے کام لیا۔ علاوہ ازیں وہ لوگ جو بیجا اور بے جا سکندر کو مطعون کرتے ہیں ایک واقعے کا ذکر تک نہیں کرتے جس سے فلوتاس کی سزا حق بجانب ثابت ہوتی ہے۔ فلوتاس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا تھا کہ اگر بادشاہ کے خلاف کوئی سازش ہو تو وہ اُسے ظاہر کر دے گا اور گروٹ اس واقعے سے منکر نہیں ہے۔ اس طرح گویا سکندر کے ساتھ ایک ایسا افسر رہتا ہے جو سپہ سالار رہنے کے علاوہ مخبر بھی ہے، اور چونکہ اُس نے اپنا یہ فرض ادا نہیں کیا اس لئے سازشوں کی کامیابی کا خطرہ اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر دوران جنگ میں اس قسم کا طرز عمل فوجی عدالت کے سامنے نہیں لایا جائے اور اُس سپہ سالار کو جس نے اس طرز کا رکھ رکھاؤ رکھا ہے سزا نہ دی جائے تو پھر فوج میں کسی قسم کی تادیب کا تو دو دن میں خاتمہ ہو جائے گا۔ ہمارے لئے یہ حکم لگانا بالکل

باب ۲۴ وہ ہمدان پہنچا تو گو پارمے نیو کے خلاف کسی قسم کا الزام نہ تھا لیکن اُسے بھی مروا ڈالا۔ اسی دوران میں ستی بازان بھی گرفتار ہو کر قتل کرا دیا گیا۔ اب بادشاہ اراخوزیہ (قندھار) ہو کر شمال و مشرق کی طرف چلا، اور اُس زنجیرے کو عبور کر کے جو وادیٔ کوفن (دریائے کابل) کا احاطہ کئے ہوئے ہے، وسط سرما میں ہندوکش کے عظیم الشان زنجیرے کی جنوبی شاخوں تک پہنچ گیا جو ایران اور ترکستان کے مابین واقع ہے ۳۳۰ ق م کے اختتام یا ۳۲۹ ق م کی ابتدا میں اُس نے اس پہاڑ کو ۱۳۲۰۰ فٹ بلند ایک برفیلے درے میں ہو کر عبور کیا جس سے ہنی بعل کی پیش قدمی کوہ الپ کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور اندراب کے قریب وہ ترکستان تک پہنچ گیا۔ اس ملک کا مغربی حصہ کچھ ایسا میدان بے آب و گیاہ ہے کہ اُس پر ہو کر صرف خانہ بدوش اقوام ہی گزرتی ہیں، مگر اس کا مشرقی حصہ، جسے اموردریا اور سردریا سیراب کرتے ہیں، اُس زمانے میں آج کل سے کہیں زیادہ زرخیز تھا۔ ان ممالک میں سکندر کے عہد میں بختیاری اور شک کے سے متمدن اور مہذب قبائل آباد تھے جو مقامی خانہ بدوشوں کو قابو میں رکھے ہوئے تھے۔ یہی نواح ایرانی مذہب کے مقامات مقدسہ میں سے ایک تھا اور اگر ایران کو قابو میں رکھنا تھا تو اس ملک پر غلبہ پانا نہایت ہی ضروری تھا۔ سکندر نے بہت جلد شہر بکترا (بلخ)

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: ناممکن ہے کہ فلوتاس کے لئے صحیح سزا کونسی ہوتی، لیکن کم از کم اتھینزی تواس سے کمتر جرم پر اپنے سپہ سالاروں کو سزائے موت کا ہی مستحق سمجھتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فلوتاس کی موت کچھ مستثنیات سے نہیں تھی۔ اس کے برعکس پارمے نیو کا قتل مطلق العنانی محض کا فعل تھا۔ باختر اور سغدین کی مہمات کے لئے دیکھو "فون شوارتز: سکندر اعظم کی مہمات ترکستان" F. Von Schwarz: Alexanders des Gr. Feldzuege in Turkestan مورخہ ۱۹۰۶ء مع نقشہ جات۔ اس کتاب کو آرین اور کرتیوس کی ایک اچھی تفسیر کہا جاسکتا ہے۔

پہنچ کر ایک پہاڑی قلعے پر قبضہ کر لیا جسے یونانی آورنوس کہتے تھے۔ آمو دریا باب ۱۲
کو عبور کرنے کے بعد اُسے اطلاع ملی کہ بسی تاثیس اور داتافرنز بسیوس کو اُس کے
حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ اُس نے بطلیموس ولد لاگوس کو اُس پر
قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا، لیکن بسیوس لڑے بغیر قابو میں نہیں آیا۔
جب سکندر نے بسیوس سے دریافت کیا کہ اُس نے اپنے آقا سے ایسا
بُرا سلوک کیوں کیا تو اُس نے یہ جواب دیا کہ اس لئے کہ میں حضور کا معتمد علیہ
ہو جاؤں! بہر حال سکندر کے حکم سے پہلے تو اُس کے دُرّے لگائے گئے
اور پھر اُس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ مرکنداد (سمرقند) ہوتا ہوا سیر دریا
پہنچا جہاں اُس نے ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو غالباً موجودہ خوجند ہے۔
اُس کی غیبت میں سپی تامیس نے مرکنداد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی، اور
جب سکندر کو اس کا علم ہوا تو وہ فوراً پلٹ پڑا اور سپی تامیس سے جنگ آزما
ہوا۔ اس لڑائی میں سپی تامیس کو ناکامی ضرور ہوئی اور اُسے جنگل کی طرف
بھاگ جانا پڑا لیکن مقدونیوں کو بھی زک اُٹھانی پڑی اور ان کا ایک رسالہ
بمقام سفرشان کام آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر کو اپنی مشکلات کا اُسی وقت علم ہوا جب
وہ اُن شمالی ممالک اور ہندوستان پہنچا، اس لئے ان مقامات میں اُسے ایسے
قبائل سے دوچار ہونا پڑا جو مطلق العنانی سے کوسوں دور تھے اور جہاں کے حکمران
اور رعایا دونوں نہایت بہادر اور جری تھے۔

# باب بست و پنجم

## سکندر کی مہمات جنگ دریائے جہلم تک۔

### سنہ ۳۲۹ ق م تا سنہ ۳۲۶ ق م

سنہ ۳۲۹ ق م کے ختم پر سکندر نے بلخ کے قریب زریاسپا پہنچ کر موسم سرما بسر کیا[1]۔ یہاں اُسے اسکیتھی سفرا اور فرس مان شاہ خوارزم ملے۔ سفیروں نے تو یہ خواہش ظاہر کی کہ سکندر اُن کے حکمراں کی بیٹی سے شادی کرے اور شاہ خوارزم نے اُس سے مغرب کی طرف کوچ

---

[1] مقابلہ کرو گیگر: "سکندر کی مہمات سغدیانہ میں" Geiger: Alex. Feldzuege in Sogdiana (Neust. a. d. H. سنہ ۱۸۸۴ء) — طے شدہ نہیں ہے کہ "زریاسپا" اور "بکترا" ایک ہی مقام کے دو نام تھے۔ گروٹ اور کیپرٹ Kiepert (۵۹) اس مفروضے کو مانتے ہیں، لیکن ڈروائے سن (۱، ۲۶۳) اسے تسلیم نہیں کرتا بلکہ اُس کے نزدیک زریاسپا در اصل اندخوئی کا دوسرا نام ہے جو بلخ کے مغرب میں واقع ہے، اور شپیگل اس بحث کو غیر مختتم سمجھتا ہے۔ مشرقی اور مغربی ایران کے مابین جو فرق ہے اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے، اور ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بہ نسبت مشرقی ایران کے مغربی ایران میں مطلق العنانی کہیں زیادہ سرایت کئے ہوئے تھی۔ مقابلہ کرو کیپرٹ: "جغرافیہ" Kiepert: Geographie ۵۶ و ۵۷۔

باب ۲۵ کرنے کے لئے کہا جس کا سکندر نے یہ جواب دیا کہ ہندوستان کی فتح تک وہ کسی طرح پیچھے نہیں مڑ سکتا۔ جب وہ زریاسپا ہی میں تھا تو اُس نے اُن شمالی سرحدی صوبوں میں امن و امان قائم کرنے کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کیں۔ اُسے اس نواح میں دوسرے مقامات سے کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو یہاں کے باشندے نہایت جری اور بہادر تھے اور ساتھ ہی وہ اپنے مذہب کے پکے بھی تھے، اور دوسری جانب نہ صرف یہاں کے پہاڑی قلعے اس قدر مستحکم تھے کہ اُن تک پہنچنا تقریباً ناممکن تھا بلکہ یہاں کے مفرور بآسانی تمام قریب کے صحرا میں نظر سے اوجھل ہو سکتے تھے۔ سکندر نے مختلف مقامات پر اپنی فوج کے دستے روانہ کئے اور بعض جگہ خود بھی گیا۔ اس دوادوش سے تنگ آکر آخر کار قبیلۂ مساگیتا ے نے، جن کے مُلک میں سپی تامنیس نے آکر پناہ لی تھی، ہتھیار ڈال دئے اور اُس کا سر کاٹ کر بطور تحفہ سکندر کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ موسم گرما ۳۲۸ ق م تک برابر انھیں مقامات میں رہا اور جب سردی کا زمانہ آیا تو وہ آگے بڑھ کر آمو دریا کے مقام فوتاکا پہنچا جہاں اس نے ۳۲۸-۳۲۷ ق م کی سردی بھر قیام کیا۔[۳]

[۲] فرسامانیس نے سکندر سے کہا تھا کہ اُسے کولکس کے باشندوں اور امے زنوں کے مُلک میں ضرور جانا چاہئے۔ خوارزم ("نشیمستان") یعنی نشیبی آمو دریا کے لئے دیکھو شپیگل ۱، ۴۷۶؛ کیپرٹ "جغرافیہ قدیم" Kiepert; Lehrb-d-alten Geogr ص ۶۰۔

[۳] شپیگل ۲، ۵۴۴ کے مطابق فوتاکا کے موقع کا قطعی طور پر یقین نہیں ہو سکتا۔ عام طور سے اُسے نخشب یا کرشی کے مترادف تصور کیا جاتا ہے جو بخارا سے جنوب و مشرق کی طرف ایک مقام کا نام ہے۔

باب ۲۵

کلی توس کا قتل سکندر کی زندگی کے افسوس ناک ترین واقعات میں سے ایک ہے، اور یہ اس تبدیلی کا ایک مظاہرہ سمجھنا چاہیے جو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ سغدیانیوں کی زوردار مدافعت کی بابت شٹیگل (۳، ۴۹) کہتا ہے کہ غالباً اس کا سبب مذہبی مخالفت ہوگا اس لیے کہ سپی تامنیس خاص زردشت کی نسل سے تھا اور خود بھی پیشوائے دین تھا۔

۴۵ کلی توس کا قتل، آرین ۴، ۸، ۹؛ کرٹیوس ۸، ۱/۲؛ پلوٹارک: "سکندر" ۵۰ تا ۵۲؛ ڈروأے سن ۱، ۲، ۷۰ وغیرہ۔

کالس تھنیس اور نوجوانوں کا انجام، آرین ۴، ۱۰ تا ۱۴؛ کرٹیوس ۸، ۵، ۸؛ پلوٹارک: "سکندر" ۵۳ تا ۵۵؛ ڈروأے سن ۱، ۲، ۸۰۔

میں ڈروأے سن سے اس رائے میں متفق نہیں (۱، ۲، ۶، ۱۹؛ ۶۳؛ ۹۰، ۹۰، ۲۷۳) کہ سکندر نے مقدونیوں اور یونانیوں سے مشرقی طرز پر اپنی تعظیم و تکریم جو کرائی تو اس میں وہ حق بجانب تھا۔ ڈروأے سن کہتا ہے کہ شاہی اقتدار کے یہ ظاہری نشانات مشرقیوں کے لیے بے حد اہم تھے اور سکندر اپنی رعایا میں نامناسب امتیازات روکنے کے لیے مقدونیوں اور یونانیوں سے بھی اپنی تعظیم و تکریم کرانے پر مجبور تھا۔ اس نقطۂ نظر میں جو مغالطہ ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مملکت سکندری کی اخلاقی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کیا گیا اس لیے کہ بادشاہ کی نظر میں مقدونیوں اور یونانیوں کی حیثیت ایرانیوں سے کہیں بالاتر تھی، چنانچہ اگر محض وحدت سلطنت کی خاطر اول الذکر کو اپنی سطح سے گرنا ضروری تھا تو پھر یہ سلطنت دنیائے خارجہ کے لیے بالکل بیکار تھی۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکندر بھی انسان ہی تو تھا اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ ڈروأے سن کہتا ہے (۱، ۲، ۲۷۳ وغیرہ) کہ "یونانیوں نے اُسے اپنا معبود جو تسلیم کیا وہ دراصل پہلا قدم اُس راستے پر تھا جس میں اُنھیں ایشیائی اسلوب کی تعظیم و تکریم کا آخر کار عادی بنا دیا گیا اور تعظیم و تکریم کا یہی عنصر سکندر کے نزدیک اس کے اقتدار کی سب سے بڑی بنیاد تھی۔" ڈروأے سن گویا یہ تسلیم کرلیتا ہے کہ سکندر کی پرستش صرف دکھاوے

باب ۲۱ | مختلف النوع واقعات وحالات کے اثر سے اُس کی سیرت میں پیدا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ کے لئے تھی، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سکندر کا یہ خیال صحت پر بھی مبنی تھا۔ دوسرے اُس کا یہ خیال خود یونانیوں کے متعلق ایک مغالطے پر مبنی ہے۔ وہ یونانی یقیناً نہایت ہی عجیب وغریب انسان ہوں گے جو محض اس عادت کی وجہ سے سکندر کی الوہیت کا یقین بھی کرنے لگے ہوں گے! حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کے نزدیک سربسجود ہونا کسی مخصوص عقیدت کے ساتھ وابستہ نہ تھا بلکہ محض ایک لغو اور قابل تضحیک رسم تھی۔ ایسقراطیس (Paneg. ۱۵۱) یہ کہہ کر کہ ایرانی "فانی انسانوں کے سامنے سربسجود ہوتے تھے" اُن کی تخریب کرتا ہے؛ اور اب خود یونانیوں کو بھی اُسی طرح سکندر کے سامنے جھکنا پڑتا تھا! واقعہ یہ ہے کہ ایشیا میں بھی اس قسم کے رسوم بالکل بیکار تھے، جیساکہ باگواس اور بےسوس کے واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ سکندر کو اس بات کا خوب اچھی طرح سے علم ہوگا، اور اگر اُس نے اسے نظرانداز کردیا تو اس کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ جاہ وحشمت کی آرزو نے اُسے اندھا بنا دیا تھا ورنہ یہ بات اُس کے خیال میں آنا کچھ زیادہ مشکل کام نہ ہوتا کہ مختلف تمدنوں اور تہذیبوں کے دو اقوام کو اس طرح نہیں مخلوط کیا جاسکتا کہ ایک کو اپنی اونچی سطح سے گراکر دوسری کی نیچی سطح پر لایا جائے اور اُس کی حیثیت واختیار کو سلب کر کے ناحق کردیا جائے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سکندر کی لاثانی کامیابی کی وجہ سے اس کا سر پھر گیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اسی کی وجہ سے اُس سے یہ عجیب وغریب حرکات سرزد ہوئے ہوں۔ اُس کی دو مختلف فطرتوں کے مابین جو قدرتی تضاد تھا اُس کی وجہ سے ایک قسم کا نقیض پیدا ہوگیا؛ وہ صرف ایک معبود ہونے پر قناعت نہیں کرسکتا تھا بلکہ انسانوں کے ساتھ انسانوں کی طرح بھی برتاؤ کرنے اور انھیں اپنا آلۂ کار بناکر محظوظ ہونے کا خواہاں تھا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی الوہیت مقدونی اور یونانی زندگی کے راستے میں حائل ہو؛ اور ظاہر ہے کہ الوہیت اور انسانیت ایک دوسرے کے بالکل متضاد خیالات ہیں۔ ایک ایسے حکمراں کی شان کے لئے جو خدائی کا دعوٰے کرے یہ شایاں نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ

ہو گئی تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ دُنیا کی سب سے بڑی سلطنت کی فتح سے باب ۲۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جن سے وہ اپنی پوجا کرانا چاہے شراب وکباب میں مشغول وسرشار ہو۔ شہنشاہان ایران اس راز سے واقف تھے سکندر اس سے بیخبر۔ کلی توس کا قتل اور کالس تھنیس کی تذلیل دونوں واقعات نشے کی حالت میں پیش آئے اور وہ وقت ایسا تھا کہ بادشاہ کے مصاحبوں اور اُن کے دوستوں کی زبان سے وہ الفاظ نکلے جو شاید خودی کی حالت میں کبھی نہ نکلتے۔ ڈرواسے سن ارسطاطالیس کے اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ یونانیوں کو بربریوں پر حکومت کرنی چاہیئے (۱، ۲، ۱۵ وغیرہ)" اور یہ پسند نہیں کرتا کہ سکندر کے ذریعے سے "یونانی ایشیا کے مال ومتاع سے استفادہ حاصل کر کے اُسے غربت وافلاس کی حالت میں چھوڑدیں اور اپنی خودغرضی اور جرات آمیز چالاکی سے ناجائز فوائد حاصل کریں" (۱۶)۔ لیکن سکندر کے فتوحات کا اثر مقدونیوں پر انتہائی خراب پڑا اور ان میں سے بہت سے "خراب ترین معنی میں ایشیائی بن گئے" (۱۹)۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علاج سربسجود ہونا نہیں تھا، اور وہ لوگ جو اس حکم کے موافق ہیں جو ڈرواسے سن نے یونانیوں اور مقدونیوں پر لگایا ہے وہ شاید یہ خیال کریں کہ کاش سکندر نے سرزمین ایشیا پر کبھی قدم نہ رکھا ہوتا۔ ڈرواسے سن نے سکندر کی کوششوں کے اندرونی معنی یعنی مشرق ومغرب کے مخلوط کرنے کے مقصد کو اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے۔ لیکن اس کے حصول کے لئے سکندر نے جو طریقے استعمال کئے اُن کی من وعن تائید نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی قوم کسی دوسری قوم پر حملہ آور ہو تو اُس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مفتوحہ قوم کو اپنے سے بہتر تصوّر کرنے لگے، اور ہمارے نزدیک یونانیوں کا ایشیائیوں پر تفوّق کم سے کم وقتی طور پر ضرور ہی تھا لیکن اپنی نوجوانی کے جوش میں سکندر اپنے زمانے سے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔

اس کے لباس کے لئے دیکھو Plut de Al. M. Fort. ۱۔۲

باب ۲۵ اُس کے احساس خودداری میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا تھا اور اگر کسی وجہ سے اُس میں ذرا بھی ٹھیس لگتی تو اُس کے غیظ و غضب میں بے حد جوش پیدا ہوجاتا تھا۔ مدت سے اُس کے خیالات ایک مقدونوی بادشاہ کے خیالات سے ہٹ کر ایک ایرانی شہنشاہ کے سے ہو گئے تھے، اور اس میں کسی شک کی مطلق گنجائش نہیں کہ حکمران ایران کی الوہی حیثیت کا ایک ایسے شخص پر بڑا اثر ہوا ہوگا جس نے اپنے آپ کو زیوس دیوتا کا فرزند مشہور کر رکھا ہو۔ سکندر کے اس خیال کو ایشیائیوں کی چاپلوسی اور یونانیوں کے مکر و فریب کی وجہ سے بہت کچھ تقویت پہنچی، اور اگر کوئی مقدونوی امیر اُس کی کسی بات کو بھی رد کردیتا تو یہ اُس کے واسطے قطعاً ناقابل برداشت ہوجاتا۔ اس کا اثر مقدونوی امرا پر امید کے بالکل خلاف پڑا یعنی بجائے اس کے کہ وہ محض شاہی مصاحبوں کی حیثیت اختیار کرلیتے، وہ اپنی رائے پر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہوگئے۔ ہوا یہ کہ جب بادشاہ سمرقند ہی میں تھا تو شراب و کباب کی ایک دعوت کے موقع پر سکندر اور کلی توس (جس نے گرانی کوس کی لڑائی میں اُس کی جان بچائی تھی) دونوں موجود تھے۔ کلی توس نے اپنے آقا کے روبرو نہ صرف اُس کے اور دیوسکوری و ہرقل کے مابین کسی قسم کا مقابلہ یا موازنہ کرنے سے انکار کردیا بلکہ اُس کے باپ شاہ فیلقوس کی تعریف کرنے لگا اور کہنے لگا کہ سکندر کسی نہج معبود نہیں ہوسکتا اس لئے کہ معبود تو جو چاہیں کرتے ہیں لیکن سکندر کو اپنے فتوح کے لئے اپنے ہم ملکوں کی مدد پر حصر کرنا پڑتا ہے؛ یہ کہکر وہ یک بیک یہ بول اٹھا کہ اور تو اور میں نے ہی تو حضور پر برا وقت آنے پر حضور کی جان بچائی تھی! یہ سُن کر سکندر بس آگ بگولا ہوگیا۔ کلی توس کو لوگ کمرے سے باہر کھینچ لے گئے لیکن وہ واپس آگیا اور اُسے دیکھتے ہی بادشاہ نے اُس کے بدن میں ایک نیزہ بھونک دیا۔ یہ حرکت شنیعہ سرزد ہونے کے بعد سکندر کا ضمیر اُس سے سخت ترین نفرین کرنے لگا اور اُس نے چاہا کہ خود اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لے، لیکن اُس کے حالی موالیوں نے

باب ۲۵ اُسے اپنے ارادے سے باز رکھا۔ وہ اپنی حرکت بد پر اس قدر نادم تھا کہ اُس نے اسی رنج و غم میں تین شبانہ روز دانہ پانی سے پرہیز کیا اور اس کے بعد اُس سے ایسا فعل کبھی پھر سرزد نہیں ہوا۔ اُس نے فوری جذبے کے جوش میں اپنے ایک جاں نثار دوست کا کام تمام کر دیا تھا، اور اُسے اس سے اس قدر ملال ہوا کہ ظلم و ستم کے اس راستے میں اُس کا پہلا قدم درحقیقت اُس کا آخری ہی ثابت ہوا۔

لیکن باوجود ان تمام باتوں کے سکندر کے اس خیال میں سر مو فرق نہیں پیدا ہوا کہ ایشیا پر ایشیائیوں کی طرح ہی حکومت کرنی مناسب ہے، اور اس کی وجہ سے اُس کا تصادم مقدونیوں اور یونانیوں سے متعدد مرتبہ ہوا۔ اُس نے ایک بڑی حد تک ایرانی لباس اختیار کر لیا تھا، اور یہ امر یونانیوں کے تنفر کے لئے بالکل کافی تھا، لیکن اس سے بھی زیادہ اُس کا یہ حکم تھا کہ ہر شخص، خواہ وہ مقدونی ہی کیوں نہ ہو، اُس کے سامنے آتے ہی سربسجود ہو جائے، اور یہ حکم اُس کے ہمقوموں کے لئے قطعاً ناقابل برداشت تھا۔ زمانۂ حال میں سکندر کے جو مدح خواں ہیں اُن کے نزدیک سکندر اس پر مجبور تھا کہ وہ دربار ایران کے رسوم کا اتباع کرے۔ ہمارے نزدیک بھی اس میں مطلق کوئی برائی نہیں تھی کہ جب کبھی وہ ایشیائیوں سے ملے اس وقت وہ ایشیائیوں کا سا برتاؤ کرے، لیکن اُس کا یہ طرز عمل ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس نے یونانیت کو خیرباد کہہ کر بالکلیہ ایشیائی مطلق العنان کی روش کیوں اختیار کر لی۔ سکندر کے لئے یہ بدرجہا بہتر ہوتا کہ وہ اُن رسوم سے دست کش ہو جاتا جن کے باعث امرائے ایران نے اپنے بادشاہ کا کام تمام کر دیا اور جو اُس کے لئے قطعاً بیکار تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ شاید پہلا شخص جس نے الوہیت کا دعوٰے کیا وہ خود ایک یونانی یعنی لیساندر تھا، اور یہ یونانی ہی تھے جنھوں نے سکندر کو کج روی پر اکسایا؛ مثلاً اُس پر سوفسطائی اناکسارخوس کا بہت بڑا اثر پڑا جسے کلی توس کی موت کے بعد بادشاہ کو دلاسا دینے کے لئے بھیجا گیا تھا، لیکن اُس نے بھی

باب ۱۵

یہی کہا کہ جو کام ایسی الوہی ہستی سے سرزد ہوا ہو ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح کالس تھنیس ساکن اولینتھوس نے بھی جسے ارسطاطالیس نے سکندر کے دقائع لکھنے کے لئے بھیجا تھا، بادشاہ کی تاریخ کچھ ایسے الفاظ میں لکھی جن سے بجائے مورخ کے وہ شاہ مقدونیہ کا مدح خواں مشہور ہوگیا۔ لیکن کالس تھنیس ایک قدم آگے بڑھ گیا اور اپنے آپ کو گویا سکندر کا ہمسر تصور کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے بعد سکندر کی شہرت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ کالس تھنیس کو سکندر کی پوجا نہایت ہی ناپسند تھی اور اسے وہ بادشاہ کی خودنمائی اور خودپسندی پر محمول کرتا تھا۔ ایک میلے کے موقع پر ایسا ہوا کہ سب تو بادشاہ کے سامنے جھکنے میں مشغول تھے اور بادشاہ ہر ایک کو ایک ایک بوسہ بطور نشان عطوفت کے دینے میں مصروف تھا لیکن کالس تھنیس کی باری آئی تو اس نے جھکنے سے صاف انکار کردیا، اور جب بادشاہ نے اس کا بوسہ نہیں لیا تو وہ فوراً پکار اٹھا کہ بہت خوب ہم بغیر بوسے ہی کے اچھے رہتے! اس پر سکندر آگ بگولا ہوگیا اور جب کچھ مدت بعد اسے نوجوانوں کی ایک سازش کا علم ہوا اور ساتھ ہی ساتھ کالس تھنیس بھی اس میں ملوث نکلا تو اسے یہ سزا دی گئی کہ وہ لشکر کے ساتھ ساتھ ایک پنجرے میں بند پھرتا پھرے، چنانچہ وہ اسی حالت میں مرگیا۔

دوسرا اہم واقعہ ایک ایشیائی لڑکی روشنک سے شادی کا قصہ اس طرح پیش آیا۔ سکندر سغدین کے ایک پہاڑی قلعے کا محاصرہ کررہا تھا جس پر اوکسیا رتیس کا قبضہ تھا۔ یہاں کے لوگ اس قلعے کو بالکل ناقابل تسخیر سمجھتے تھے، چنانچہ مدافعت کرنے والوں نے سکندر سے طنزاً کہلا بھیجا کہ اگر وہ واقعی اس پر چڑھنا چاہتے ہیں تو پہلے انھیں اڑنا سیکھ لینا چاہیے۔ اس پر سکندر نے اعلان کردیا کہ جو کوئی سب سے پہلے اس کی چوٹی پر پہنچیگا اسے بارہ تالنت، جو اس کے بعد پہنچیگا اسے گیارہ تالنت انعام ملیں گے اور اسی طرح بارھویں شخص تک ایک نہایت ہی گراں بہا انعام کا مستحق

تصور کیا جائے گا۔ اُس کے لشکر والوں میں سے اکثر نے چڑھنے کی کوشش کی اور بعض تو قلعے سے بھی اونچی چوٹی تک پہنچ گئے۔ چنانچہ اوکسیارتیس نے مقدونوی بادشاہ کی برتری کا اندازہ کرکے ہتھیار ڈال دئے، اور سکندر نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ جس وقت بادشاہ کی نظر اُس کی بیٹی روشنک پر پڑی تو وہ اُس پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا چنانچہ اُسے اپنے عقد میں لے آیا اور اس طرح فاتحوں اور مفتوحوں کے باہمی تعلقات کو پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کرنے میں مدد دی[۵۶]۔ اس نکاح کے منظر کو ایک نقاش نے بہت خوب پیش کیا ہے، اور اُس کی تصویر اس وقت روما کے ایوان فار نے زینا میں موجود ہے۔ روشنک کے سوانح حیات میں صرف یہ بات اور معلوم ہے کہ ۳۲۳ ق م میں اُس کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی سکندر ہی رکھا گیا۔ سکندر کی وفات کے بعد ہی روشنک اپنی سوکن یعنی دختر داریوش کی موت کا باعث ہوئی، اور ۳۱۱ ق م میں اُسے اور اُس کے بیٹے کو کاساندر نے مروا ڈالا۔ باب ۲۵

جب شمالی صوبوں میں بظاہر امن و امان قائم ہو گیا[۵۷] تو بہار ۳۲۷ ق م

[۵۵] اوکسیارتیس کے قلعے کی بابت شپیگل مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے (۲: ۵۵۶) "یہ امر تقریباً متفق علیہ ہے کہ یہ قلعہ اُس تنگ درے کے قریب واقع تھا جو کش کے مشرق میں ہے اور جس کا نام بعد میں دربند کلوگا پڑ گیا۔ کش کے لئے دیکھو ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۳۲۴۔ نیز مقابلہ کرو ڈرواۓ سن ۱، ۲۱، ۷۷۔ یہ بخارا کے جنوب و مشرقی ضلع میں پہاڑی زنجیرے کے جنوبی ڈھلاؤ پر واقع ہے۔ سکندر نے جن پہاڑی قلعوں کو فتح کیا اُن کے لئے دیکھو نیز Niese صفحہ ۱۲۲ حاشیہ ۱۔

[۵۷] ڈرواۓ سن یہ فرض کر لیتا ہے کہ سغدین اور مُلک ما ورائے امو دریا کو سکندر نے تقریباً آزاد چھوڑ دیا تھا اسی طرح اُس نے ہندوستان کی سرحد پر ایک طرح کا سرحدی صوبہ ترکیب دیا۔ ان شمالی ممالک میں بہت سے یونانی شہر تھے، ڈرواۓ سن ۱، ۲، ۸۳ سکندر

باب ۲۵

میں سکندر نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اس مہم کی بابت سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اُسے سر کرنے کی نہ تو کوئی فوجی ضرورت تھی نہ کوئی سیاسی وجہ، بلکہ سکندر نے اس ملک کا رُخ صرف دُنیا کو یہ دکھا دینے کے لئے کیا تھا کہ وہ درحقیقت ایک سورما اور ہرقل ثانی ہے؛ نیز اُسے غیر معمولی جاں بازیوں کی امید اس سرزمین کی طرف کھینچے لئے جاتی تھی اور وہ ایسے ملک کو فتح کرنے کا خواہاں تھا جو عجائب وغرائب سے مملو تھا۔ الغرض اُس نے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار پیادے اور پندرہ ہزار سوار لے کر ہندوستان کا رخ کیا۔ وادی کابل (کوفن) پہنچ کر اس نے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ایرانیوں کو اصطخر میں سزا دیتا ہے؛ لیکن باختر اور سغدین میں وہ دیسیوں کا ہمنوا ہو جاتا ہے اور آئندہ دیگر ممالک میں بھی یہی طرز عمل روا رکھتا ہے۔

۵ے ہندوستان کی طرف کوچ کے لئے دیکھو لاسین: "قدیمات ہند" Lassen ind. Alterthumskunde جلد ۲، جس کے جغرافی نتائج کی تلخیص شپیگل ۲، ۵۶۲ میں دی ہوئی ہے؛ اے کننگھم: "قدیم جغرافیۂ ہند" A. Cunningham Anc. Goegraphy of India لندن ۱۸۷۱ء؛ لیف مان: "ہندوستان کی تاریخ قدیم" Lefmann Geschichte des alten Indians برلن؛ گروٹ؛ لیزیوس: "سکندر اعظم کی مہم ہند" Lezius De Al.M.Exp. Indica ڈورپ فیلڈ ۱۸۸۰ء؛ شوفرٹ: "سکندر اعظم کی ہندوستانی مہم" Schuffert Schuffert Ae. d. Gr. ind. Feldzug ۱۸۸۶ء

سکندر کا کوچ باختر سے وادی کابل تک، ڈرواے سن ۲، ۱۰۱ وغیرہ۔ ڈرواے سن اُس درے کا تعین نہیں کر سکا جس میں ہو کر سکندر ہندوستان آیا، لیکن شپیگل کہتا ہے کہ یہ درۂ کاوک ہوگا۔ نیسا (آرین ۵، ۱) ڈرواے سن ۲، ۱۰۹، ۱۱۰۔ ان پہاڑوں میں جو لوگ رہتے ہیں انگور کی کاشت کرتے ہیں؛ مقابلہ کرو شپیگل ۱، ۳۹۶ وغیرہ؛ ۳، ۵۱۔ ممکن ہے کہ شاہ اگاتھوکلیس کے سکوں میں (جن میں باکھوسی شکلیں کندہ ہیں) اسی قوم کا حوالہ ہو۔ (ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" Head: H. N. ۷۰۴)۔ دریائے کابل سے شمال میں جو مقامات ہیں اُن کے لئے شپیگل ۲، ۵۶۴۔ لیف مان کے نزدیک

اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جن میں سے ایک تو ہیفئستیون اور باب ۲۵
پردکاس کے تحت براہ راست دریائے سندھ کی طرف روانہ ہوا اور
دوسرا حصہ خود بادشاہ کی سپہ سالاری میں دریائے کابل کے شمالی
معادنوں کی وادیوں میں ہو کر چلا۔ یہاں اُس نے قلعۂ ادرنوس پر قبضہ کر لیا
جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ خود ہرقل بھی اُسے مسخر نہیں کر سکا' اور اس کے
بعد وہ کوہ مور کے قریب نیسا پہنچا جسے یونانیوں کی دانست میں دیونی سوس
نے آباد کیا تھا۔ اُسے اس موخر الذکر مقام پر ایک خاص قسم کی بیل'

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اورنوس دراصل اورنا کی بگڑی ہوئی شکل ہے (۷۴۵) لیکن ڈرواۓسن کے نزدیک یہ رانی گڑھ ہوگا جو دریائے کابل کے دہانے کے قریب واقع ہے؛ مقابلہ کرو شپیگل ۲، ۵۶۵ [نیز مقابلہ کرو وا سمتھ تاریخ ہند قدیم V. A. Smith: Early History of India باب ۳ ضمیمہ د۔ مترجم اردو] ٹکسا شیلا میں "یونانی لشکر میں ہندوستانی فقیروں کو پہلی مرتبہ دیکھا" (ڈرواۓسن ۱، ۲، ۲۳۳ ا)۔ ٹکسا شیلا اور بیاڈروا دراصل شاہی خاندانوں کے نام ہیں (شپیگل ۲، ۵۶۶؛ کیبرٹ ۳۶؛ لیف مان صفحۂ ۷۴۶ سکندر و پورس کے باہمی معرکے کے لئے مقابلہ کرو ڈرواۓسن ۱، ۲، ۱۲۹ جس میں الفنسٹن کی کتاب "کابل" Elphinstone: Kabul ۱، ۳۲ کا اتباع کیا ہے؛ شپیگل ۲، ۵۶۷؛ لیف مان صفحۂ ۷۴۶؛ کننگھم ۱۵۹ وغیرہ۔ "کاتھائیوائی" غالباً کھشتری کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لاسین کہتا ہے کہ سنگالا سے مراد امرتسر ہے؛ مقابلہ کرو لیف مان ۷۴۹۔ دریاؤں کے ناموں کے لئے دیکھو شپیگل ۲، ۵۷۰؛ کیبرٹ ۳۶؛ لیف مان ۷۵۰۔ ہیداسپیس سنسکرت "وتستا" (بہزرو)؛ "چندر بھاگا" کا نام (جس کا تلفظ "ساندروپھاگوس" جیسا ہے) یونانیوں نے بدل کر اکےسی نیس" (یعنی "معالج الالام") رکھ دیا؛ ہیدراؤتیس" = سنسکرت اراوتی (= دریائے راوی)؛ ہی پاسس = سنسکرت "وِپاسا" (آزادرو)۔ ان سب کے بعد ستدرو یعنی ستلج آتا ہے جس میں آجکل وِپاسا یعنی بیاس بہتا ہے واضح ہو کہ دریائے بیاس کی قدیم تہ اب بالکل خشک ہے۔
[ان ناموں کے لئے دیکھو کیمبرج کی تاریخ ہند جلد ۱ صفحہ ۳۴۶ Cambridge History of India مترجم اردو]

باب ۵۲ سد ابہار اور انگور سے ملے' چنانچہ یہاں یونانیوں نے دیونی سیوس کے اعزاز میں میلے بھی منعقد کئے۔ اس مقام پر فوج کی دونوں شاخیں مل گئیں اور انھوں نے غالبًا اٹک کے مقام پر دریائے سندھ کو عبور کیا۔ اس کے مشرق میں سندھ اور جہلم کے مابین جو قطعہ ہے اُس پر تکشاسیلا کا راجہ حکمراں تھا' اور اُس نے سکندر کے پہنچتے ہی اُس سے مصالحہ کرلیا۔ لیکن جہلم پار کا راجہ پورس اطاعت کی طرف مائل نہیں تھا' چنانچہ وہ سکندر سے جنگ آزما ہوا اور دریا کے مشرقی کنارے پر اپنے قبضے کو مستحکم کرلیا۔ یہاں سکندر کے لئے گرانی کوس اور اسوس کے طرز کار پر عمل کرنا ناممکن تھا اس لئے کہ جہلم اور پناروس' پورس اور دارا کے مابین زمین و آسمان کا فرق تھا جس کی وجہ سے سکندر مجبور ہوگیا کہ اپنی عمر میں شاید پہلی مرتبہ "چوری سے" یعنی دھوکا دے کر دشمن کو شکست دے وہ اپنے لشکر کے بیشتر حصے کو ساتھ لے کر ایک ایسے مقام پر چلا گیا جہاں سے وہ بآسانی تمام پورس کی نظر سے اوجھل ہو کر دریا کو عبور کرسکتا تھا' اور کراٹے روس کو تھوڑی سی فوج کے ہمراہ پورس کے روبرو چھوڑ دیا تاکہ وہ دھوکے میں آجائے اور سمجھے کہ مقدونوی فوج یہی ہے۔ ہندوستانی اُس وقت تک صحیح صورت حال سے آشنا نہیں ہوئے جب تک سکندر دریا پار نہ ہوگیا؛ جب پورس کو اصلی حالت سے واقفیت ہوئی تو اُس نے اپنے بیٹے کی کمان میں اپنی فوج کا ایک جزو سکندر کے مقابلے پر بھیجا' لیکن لڑائی میں سکندر ہی کو فتح ہوئی اور اُس کا مدمقابل کام آیا۔ اب اُس نے خود پورس پر حملہ کردیا۔ اُس کے سواروں کو دشمن کے سواروں پر فوقیت حاصل تھی' لیکن ہندوستانی فوج کے ایک سو اسّی ہاتھیوں کی وجہ سے مقدونوی فوج خطرے سے خالی نہیں تھی اس لئے کہ گھوڑوں کا خاصّہ ہے کہ ہاتھیوں کو دیکھتے ہی ہیبت زدہ ہوجاتے ہیں۔ اگر پورس

حملے میں پیش قدمی کرتا تو بہت ممکن تھا کہ میدان اُسی کے ہاتھ رہتا، لیکن باب ۲۵
اُس نے سکندر کے حملے کا انتظار کیا۔ سکندر نے ہندوستانی سواروں
پر دھاوا بول دیا اور انھیں شکست فاش دے دی۔ اس پر ہندوستانی
فیلبانوں نے ہاتھیوں کو بڑھا کر ان کے ذریعے سے ایک مقدونی
جتھے پر دباؤ ڈالا، لیکن مقدونی سواروں نے جناحی حرکت کرکے
ہندوستانیوں کو ایک تنگ مقام پر ڈھکیل دیا جہاں پہنچنے کے بعد
سراسیمہ ہاتھی خود اپنے لشکر کے لئے بلائے بے درماں بن گئے۔
الغرض ہندوستانیوں کو اس معرکے میں ایک کاری ضرب لگی اور اُن کے
بیس ہزار نفوس اور ایک سو ہاتھی مارے گئے اور جو بچے تھے
انھیں مقدونیوں نے گرفتار کر لیا۔ سب سے آخر میں پورس زخم خوردہ
ہاتھی پر بیٹھا ہوا میدان سے گیا۔ سکندر برابر اُس کی بہادری اور تنومندی
پر غور کر رہا تھا، اور جب میدان سر ہوا تو اُس نے راجہ تکسا شیلا
کو اُسے بلانے کے لئے بھیجا تاکہ وہ اُسے ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کرے۔
لیکن اُس کے جواب میں پورس نے اُس پر نیزے کا وار کیا، اور
جس وقت تک وہ تھک کر گر نہ گیا اُس وقت تک اُس نے ہتھیار
نہیں ڈالے۔ جب وہ سکندر کے روبرو آیا تو اُس نے دریافت کیا
کہ تمھارے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے، جس پر اُس نے جواب
دیا کہ ویسا ہی برتاؤ جیسا کسی بادشاہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس پر
سکندر نے کہا کہ یہ تو میں خود ہی کروں گا تو راجہ نے جواب دیا کہ
میرے جواب میں سب ہی کچھ آگیا، اب اس پر کسی قسم کا اضافہ کرنے
کی حاجت نہیں ہے۔ سکندر کا خاصہ تھا کہ وہ ہمت و جرأت والوں
اور اس قسم کے سیدھے اور سچے جوابوں کی داد دیتا تھا، چنانچہ اُس نے
راجہ کی مکمل راجدھانی مع بعض اضافہ جات کے اُسی کے سپرد
کر دی اور راجہ اپنی طرف سے ہمیشہ کے واسطے سکندر کا حلیف
بن گیا۔

باب ۲۵

اس کے بعد سکندر مشرق کی طرف چلا اور چناب اور راوی کو عبور کرتا ہوا "چھتریوں" (کاتھائیوں) کے ملک میں پہنچ کر اُس نے قلعۂ سنگالا کو مسخر کیا۔ یہاں سے وہ دریائے بیاس کے کنارے پہنچا جو آج کل تو پنجاب کے آخری دریا یعنی ستلج سے مل کر بہتا ہے لیکن اُس زمانے میں اُس کی تہ بالکل جداگانہ تھی۔ سکندر کبھی ستلج تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ اسے بھی عبور کرنا چاہتا تھا، لیکن عین پیش قدمی کے وقت اُس کے آلۂ کار یعنی فوج نے قدم بڑھانے سے انکار کر دیا۔ غالباً سپاہیوں کو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ ایک قدرتی سرحد ہے اور اس کے شمال میں جو اراضی ہے وہ نہایت زرخیز ہے، چنانچہ اگر سکندر اس دریا کو عبور کرے گا تو دوسرے کنارے پر اُسے نئی نئی سلطنتیں ملیں گی اور اُسے نئی نئی قوموں سے دو چار ہونا پڑے گا۔ مقدونی سپاہی اب زیادہ جنگ و جدال کے خواہاں نہیں تھے؛ اُن کیلئے کم و بیش آٹھ برس کی مسلسل لڑائی بالکل کافی تھی؛ اس کے برعکس اُن سپاہیوں کے ہاتھ جو حال ہی میں بھرتی ہوئے تھے، زیادہ مال غنیمت نہیں لگا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ اس وقت تک معاملات میں یکسوئی رہنا ہی بہت غنیمت تھا۔ سکندر اور اُس کا لشکر تھیبز اور ایتھنز کے درمیانی فاصلے سے سو گنا دور تھے۔ سکندر نے اپنے سپاہیوں کو ذاتی طور پر آگے بڑھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس وقت برابر فاتح و ناصر رہے ہیں اور آیندہ بھی وہ کبھی نیچا نہیں دیکھیں گے؛ اُس نے انھیں اُن کی عزت و آبرو کا بھی واسطہ دیا؛ اُس نے یہ بھی کہا کہ عالی ہمت شخص کے لئے کسی کام کے انجام دینے کے لئے اُس کی نوعیت پر غور کرنا چاہئے؛ اُس نے اپنے مہمات کا خاکہ اُن کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ عنقریب وہ دریائے گنگ پہنچ جائیں گے جو بحیرۂ ہیرکانیہ میں جا کر گرتا ہے جس کے بعد بحر ہند اور بحر فارس آتے ہیں، وہاں سے لیبیہ ہو کر وہ ستون ہائے ہرقل پہنچیں گے اور اس طرح

باب ۲۵ تمام ایشیا اور تمام لیبیہ انھیں کے ہو جائیں گے؛ آخر میں اُس نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ اگر انھوں نے اُس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو تمام پچھلے فتوح بیکار ہو جائیں گے اور اُن کی انجام دہی میں جو جان و مال صرف ہوا ہے وہ بالکل بے نتیجہ ثابت ہو گا۔ یہ سب کہنے کے بعد سکندر رُکا کہ شاید کوئی اُس کا جواب دے، لیکن سب کے سب ساکت رہے۔ اس کے درس جغرافیہ کی بابت بیچارے سپاہی کیا کہہ سکتے تھے اس لئے کہ مختلف ممالک کے متعلق اُن کے معلومات بمنزلہ صفر کے تھے۔ انھیں کچھ اس قسم کا شبہہ تھا کہ شاید خود سکندر بھی اُن کا ہم رائے ہے لیکن اپنے اصلی خیالات کا اظہار نہیں کرتا۔ آخر کار اُس کے اعلیٰ افسروں میں سے ایک یعنی کوئے نوس بولا کہ جہاں پناہ، جو آپ فرماتے ہیں سب سچ ہے، لیکن کچھ بھی ہو آپ کے سپاہی اب ایک قدم بھی آگے نہ بڑھیں گے، اور ممکن ہے کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ ستر دن کی مسلسل بارش نے سپاہیوں کی قوت کو بالکل سلب کر دیا ہے<sup>۵</sup>۔ کوئے نوس کے بعد جتنے سپاہی موجود تھے سب یک زبان ہو کر بول اُٹھے کہ ہم سب کوئے نوس کی دل سے تائید کرتے ہیں۔ اس پر سکندر نے جواب دیا کہ اچھا میں صرف چند منتخب جاں بازوں

---

۵ بارش، آرین ۵، ۹؍۴۔ دیودوروس ۱۷؍۹۴۔ آرین ۵، ۲۶؍۱ میں سکندر یہ نہیں کہتا کہ ہر کام کا رجود خود اُس کام کے لئے ہے، لیکن نہ معلوم ڈرءائے سن (۱؍۲؍۱۵۷) اور سن تینس کیوں اسے فرض کر لیتے ہیں۔ اگر سکندر اس قسم کی کوئی بات کہتا بھی تو اُس کا کون یقین کرتا؟ حقیقت یہ ہے کہ آرین نے اس کی تقریر جو نقل کی ہے اُس میں وہ صرف یہ کہتا ہے کہ "ہر کام کا ایک پیمانہ ہے" (یعنی ہر کام ختم ہونا چاہئے) واضح ہو کہ آرین میں لفظ "نیپاس" کے معنی انجام کے ہیں، مقصد کے نہیں۔ نیز ے (۱۳۹) کہتا ہے کہ سکندر ہندوستان کے اندر زیادہ جانا نہیں چاہتا تھا اور اُس کی یہ تقریر مؤرخوں نے صحیح طور پر نقل نہیں کی ہے بلکہ دراصل کسی لستان کی فکر کا نتیجہ ہے۔

باب۲۵ کو ساتھ لے کر اپنی پیش قدمی جاری رکھوں گا اور یہ کہہ کر وہ سیدھا اپنے ڈیرے میں چلا گیا جہاں سے وہ مسلسل تین روز تک باہر نہیں آیا۔ اُسے اب بھی یہ امید تھی کہ شاید لشکر مان جائے لیکن یہ امید بھی پوری نہیں ہوئی۔ اب اُس نے اپنے معبودوں سے قربانی کے ذریعے سے مشورہ کیا، لیکن یہاں سے بھی ٹھیک جواب نہیں ملا، چنانچہ اُس نے آخرکار واپسی کا تہیہ کر لیا۔ یہ فیصلہ سُن کر تمام سپاہی جوش سے اُچھل پڑے اس لئے کہ اُن کے سامنے ایک ایسی شخصیت تھی جو ناقابلِ تسخیر سمجھی جاتی تھی اور جو محض اُن کی اپنی کوشش سے گویا مسخر ہو گئی تھی۔ سکندر نے پلٹنے سے پہلے حکم دیا کہ بارہ عالی شان منارہ نما قربان گاہیں بنائی جائیں اور ایک ورزشی اور ادبی میلا لگا کر مغرب کی راہ لی۔ وہ چناب کو پار کر کے جہلم پہنچا اور دو شہروں# یعنی نکائیہ* اور بوکے فالا کی تعمیر مکمل کر کے گھر کی راہ لی۔

حقیقت یہ ہے کہ سکندر نے دیارِ ہند کا صرف ایک گوشہ یعنی پنجاب دیکھا تھا۔ اس مُلک کے باشندوں کی ذہنیت اور اُن کا تمدن یونانی ذہنیت اور تمدن سے بالکل مغائر تھا۔ یہ وہ دُنیا تھی جس میں ہو کر دریائے گنگ بہتا تھا اور جس میں باغوں اور سبزہ زار کی فراوانی تھی، وہ دُنیا جس میں راہب اور جوگی دھیان گیان میں مشغول تھے، وہ دُنیا جس میں مقدس وید اور عظیم الشان رزمیہ نظمیں لکھی گئی تھیں اور جو دو ہزار سال کے بعد یورپی قوموں کو نئے نئے سبق پڑھانے والی تھی۔ اس دُنیا کا صرف کنارہ ہی سکندر دیکھ سکا۔ سکندر جیسے جری اور محقق شخص نے یقیناً یہ معلوم کر کے آٹھ آٹھ آنسو بہائے ہوں گے کہ وہ ایسے مُلک کی گویا دہلیز سے واپس جا رہا ہے جسے وہ ہمیشہ ایک بعید الفہم خطہ سمجھے ہوئے تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان کے قلب میں پہنچنے کے بعد فاتح ایک محقق نہ بن جاتا۔ اُسے قسمت نے

* ؟ سکھ چین پور [مترجم اردو] # ؟ شہر جہلم [مترجم اردو]۔

باب ۲۵

برھمن دیو اور مہاتما بدھ کا ملک اچھی طرح دیکھنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اُسے محض اس پر قناعت کرنی پڑی کہ وہ تہذیب و تمدن کے صرف چار ہی بڑے بڑے مرکزوں یعنی یونان، دیار سامیہ، مصر اور ایران کی حتی الوسع نگرانی کرے، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول میں وہ اپنے پیش روؤں اور جانشینوں دونوں سے آگے بڑھ گیا۔ ایک ایسی سلطنت جس میں یہ چاروں مرکز شامل ہوں تاریخ عالم میں بالکل لاثانی ہے، اور سکندر اعظم کے لئے بھی اُس کا ہی بار اٹھانا کچھ آسان کام نہ تھا۔

# باب بست و ششم

## سکندر کی حکومت کے آخری ایّام

### اکس و ہرپالوس

سنہ ۳۲۶ ق م تا سنہ ۳۲۳ ق م

سکندر نے محسوس کر کے کہ اب اُسے ضرور واپس ہونا پڑے گا، یہ طے کیا کہ واپسی پر اُسے غیر معلوم ممالک کی تحقیقات کرنی چاہیئے۔ ہندوستان آنے سے پہلے اُس کا خیال تھا کہ دریائے نیل اور دریائے سندھ دونوں ایک ہی مقام پر سمندر سے ملتے ہیں، اور جب یہاں آنے پر اُسے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نہیں ہے تو اُسے دریائے سندھ کے دہانے کا معائنہ کرنے کی آرزو پیدا ہوئی، چنانچہ وہ تھوڑے سے سپاہی اپنے ساتھ لے کر دریائے جہلم پر کشتیوں میں بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ باقی ماندہ فوج دریا کے کنارے اُس کے ساتھ ساتھ چلے، اور کشتیوں کی کمان نیارخوس کے سپرد ہو۔ آرین کہتا ہے کہ

له سکندر کا کوچ سمندر کی طرف، آرین ۶، ۱ وغیرہ۔ سکندر کا زخم آرین ۶، ۶ تا ۱۲۔
او کسیدر کاسے اور مالوئے دراصل کشدراکوں اور مالویوں کے مترادف

باب ۲۶

جہازوں کی آواز اور لشکر کی کثرت کی وجہ سے جگہ جگہ قرب وجوار کے گاؤں والے دریا کے قریب آکر تماشا دیکھتے اور اپنی زبان میں گیت گاتے۔ سکندر چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح سے یک بیک کشدراکوں اور مالویوں کے ملک میں پہنچ جائے، چنانچہ وہ نہایت تیزی کے ساتھ جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ اُس جگہ پہنچا جہاں جہلم اور چناب ملتے تھے تو اُس نے اپنا بیڑہ تو جہلم اور راوی کے سنگم کی طرف بھیج دیا اور فوج لیکر خود مالویوں کے ملک میں گھس گیا۔ یہاں وہ ایک شہر میں پہنچا جہاں کے باشندے دیکھتے ہی اُس کے حملے کی مدافعت کرنے کی غرض سے قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ جب سکندر نے یہ دیکھا تو وہ مٹھی بھر ساتھی لے کر سیڑھی کے ذریعے سے فصیل پر چڑھ گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ چوٹی پر پہنچا فصیل ٹوٹ گئی اور سکندر اور اُس کے ساتھی یکہ وتنہا رہ گئے۔ اب بجائے انتظار کرنے کے وہ فوراً اوپر سے کود پڑا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ الفاظ ہیں؛ دیکھو شپیگل ۲، ۵۶۹، لیف مان ۹۴۷۔ مالویوں کا شہر جس میں سکندر زخمی ہوا، غالباً ملتان تھا (کننگھم)؛ دیکھو ڈرواسے سن ۲۱، ۱۸۳ تا ۱۸۵۔

آرین ۶، ۱۵ میں جن زاتھرائے کا ذکر ہے انھیں بعض مؤرخ دیودورس (۱۷، ۱۰۲) والے "سودرائے" کے مترادف سمجھتے ہیں؛ لیکن اول الذکر کشتریوں کا اور ثانی الذکر شدروں کا ہم معنی معلوم ہوتا ہے؛ لیکن یہ سب قیاس ہی قیاس ہے۔ ڈروائے سن کے نزدیک سغدیی دراصل شدر ہی تھے۔ سغدیی اسکندریہ کے موقع کا تعین نہیں ہو سکا؛ ڈروائے سن ۲۱، ۹۰؛ لیف مان ۷۵۲۔ موزیکانوس دراصل موشیک نامی ایک خطے سے مشتق ہے۔ ڈروائے سن کا خیال ہے کہ برہمنوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے جنوبی قبائل سکندر کے مخالف تھے (۱، ۲۱، ۱۹۴ وغیرہ) شپیگل (۲، ۵۷۴) کے نزدیک پٹالہ کا محل وقوع کا تعین نہیں ہو سکا، لیکن لیف مان (۷۵۳) اُسے حیدرآباد سندھ سمجھتا ہے۔ دریائے سندھ کے مشرقی دہانے کے متعلق دیکھو لیف مان ۷۵۳، جو کننگھم کا اتباع کرتا ہے۔

باب ۲۶

کچھ دیر تک وہ اور اُس کے ساتھی جن میں سے پیوکستاس، ابریاس اور لیونا توس خاص طور پر قابل ذکر ہیں، دشمن کا نشانہ بنے رہے۔ خود سکندر کے سینے میں زخم آیا اور وہ زمین پر گر پڑا جس پر پیوکستاس نے اُس مقدس ڈھال سے اُس پر سایہ کر لیا جو ائیلیم کے تبکدۂ اتھینے سے لی گئی تھی اور جس کا سپر بردار خود وہ تھا۔ اس مدت میں بعض دوسرے مقدونوی بھی قلعے میں گھس گئے اور شہر والوں کو بلا لحم وکاست تہ تیغ کر دیا۔ جو نیزہ بادشاہ کے سینے میں لگا تھا اُسے کاٹ کر نکالا گیا اور جب اُسے اُٹھا کر لے جا رہے تھے تو راستے میں اس قدر خون نکلا کہ سکندر بے ہوش ہو گیا اور اُس کی وفات کی خبر پھیل گئی، چنانچہ جب راوی کے کنارے وہ اپنے سپاہیوں کے سامنے پہنچا اور انھیں دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ ہلایا تو وہ فرط مسرت سے پھولے نہیں سمائے اور شکر ادا کرنے لگے کہ محض لاش کی شکل میں نہیں بلکہ جیتا جاگتا بادشاہ اُن کی طرف آ رہا ہے۔ اُن کے قریب پہنچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا، اور جب وہ لشکر کے وسط میں پہنچا تو سپاہیوں کے جوش کی انتہا نہیں رہی، چنانچہ کبھی تو وہ اُس کے گھٹنے کبھی ہاتھ کبھی دامن چھوتے اور رنگ برنگ کے فیتوں اور پھولوں کی بوچھار کرتے۔ پھر یہ اب وہ دریائے سندھ کے راستے شاہ "موزی کانوس" کے مُلک میں پہنچا۔ اس حکمراں نے پہلے تو اُس کی اطاعت کا وعدہ کیا لیکن پھر بغاوت پر کمربستہ ہو گیا، جس کی وجہ سے سکندر نے اُسے گرفتار کر کے سزائے موت کا حکم سنایا۔ اب اُس نے اپنے لشکر کا ایک تہائی حصہ تو کراتیروس کی کمان میں براہ ایران مغرب کی طرف روانہ کیا اور خود پٹالے کے راستے، جہاں دریائے سندھ کے دو حصے ہو جاتے ہیں، سمندر کی طرف کوچ کر کے آخر کار کنارے پر پہنچا اور یہاں کے مدوجزر کی کیفیت کا بغور معائنہ کیا۔

اب اُس نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس کی نظیر ملنی دشوار ہے، یعنی اپنا بیڑہ تو سمندر کے راستے جدید ممالک کی تحقیقات کے لئے فرات اور دجلے کے دہانے کی طرف بھیجا اور خود فوج لیکر ساحل گدروزیہ کے متوازی چلا تاکہ بیڑے کے ساتھ رسل و رسائل جاری رکھ سکے۔ یہ کوچ نہایت ہی تکلیف دہ تھا اور اس کا راستہ بلوچی ریگستان سے ہو کر تھا جو دُنیا کے گرم ترین خطّوں میں شمار کیا جاتا ہے[۱]، جس کی وجہ سے اُسے گدروزیہ کے پائے تخت پورہ (بام پور) پہنچنے[۲] یعنی پانچ سو میل طے کرنے کے لئے دو ماہ کا طویل زمانہ درکار ہوا جس میں فوج والوں کو طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں۔ سکندر کے لئے صرف یہ اطمینان دہ تھا کہ وہ ایک طرح سے سمی رامس اور کورش دونوں پر سبقت لے گیا اس لئے کہ اوّل الذکر تو صرف بیس سپاہیوں سمیت اپنی منزل مقصود تک پہنچی تھی، اور کورش کے پاس صرف سات سپاہی رہ گئے تھے، درانحالیکہ سکندر جتنے سپاہی لے کر چلا تھا اُس میں سے اب بھی ۷۵ فی صدی زندہ اور تندرست تھے۔ اس سفر میں کچھ باتیں ایسی پیش آئیں جو قابل ذکر ہیں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب فوج ایک بے آب و گیاہ حصّے میں ہو کر گذر رہی تھی، تو ایک سپاہی سکندر کے پاس ٹوپی میں بھر کر تھوڑا سا پانی لایا اور کہا کہ یہاں صرف یہی پانی دستیاب ہوا ہے۔ بادشاہ نے یہ سنتے ہی ٹوپی ریت میں اُلٹ دی تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ اُس کی

باب ۲۶

---

۱؎ ریگستان میں ہو کر پیش قدمی، آریَن ۶، ۲۱ وغیرہ؛ ڈروائسن ۱، ۲، ۲۱۳ وغیرہ۔ عربیس دراصل دریائے پرالی کا ہی نام ہے؛ دیکھو تھرلیگل ۲، ۲ ۵۷۔ ابھی تک شہر رمبا کیہ کا تعین نہیں کیا گیا جس کے قریب اسکندریہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ تھرلیگل ۵۷۳۔
۲؎ گدروزیہ؛ ایضاً ۵۷۳۔ لفظ "پورہ" ہندی الاصل ہے۔
۳؎ سکندر کا پانی کو پھینک دینا؛ آریَن ۶، ۲۶، ۳۔

باب ۲۶

معمولی سے معمولی سپاہی کی حیثیت میں سرمو فرق نہیں۔ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ مقامی رہبر راستہ بھول گیا، چنانچہ خود سکندر نے تلاش کر کے راستہ دریافت کیا۔ بادشاہ پورہ سے کرمان گیا جہاں اُسے کراتیروس مل گیا۔[۵۳] اُس نے کرمان پہنچ کر شکرانے کے طور پر قربانیاں کیں اور اپنے محافظ دستے میں جس میں اُس وقت تک صرف سات افسر یعنی لیوناتوس، ہفاستیون، لیزی ماخوس، ارسطونوس، پردکاس، بطلیموس ولد لاگوس، اور پیتھون تھے اپنے بچانے والے پیوکستاس کو بھی شامل کر لیا۔ یہاں نیارخوس بھی اُسے آملا اور اپنے تجربات کے قصے سنا کر اُسے محظوظ کیا۔[۵۴] کرمان سے سکندر پسارگاد آئے گیا یہاں اُس نے اپنی سلطنت کا ازسرِنو جائزہ لیا۔ اُس کے طویل غیاب میں اُس کی سلطنت میں بڑی افراتفری پھیل گئی تھی اور طرح طرح کے نقائص اُس کی بنیاد کو کھائے جاتے تھے، مثلاً اُس نے سنا کہ بریاکسز نامی ایک ایرانی نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا ہے، اور اصطخر کے صوبہ دار اور کسی نیس نے بعض مقدس مقامات کو لوٹ لیا ہے، جس پر اُس نے ان دونوں کو تلوار کے گھاٹ اُتروا دیا اور موخر الذکر کی جگہ پیوکستاس کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اسی طرح سوس کے صوبہ دار اور اُس کے بیٹے کو بھی بدعنوانیوں پر سزائے موت دی گئی۔[۵۵]

۵۳ کراتیروس کا کوچ، آرین ۶/۱۵، ۵؛ ڈیوڈورس ۱۷، ۱۹۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ کراتیروس درۂ بولان اور قندھار ہو کر گیا ہوگا۔ اس راستے کی اہمیت آج بھی اتنی ہی ہے، چنانچہ انگریزوں نے اسے ریل بنا کر ہندوستان سے ملا دیا ہے اور کوئٹہ میں اپنی چھاؤنی بنا دی ہے۔ ساتھ ہی ضرورت ہو تو کوئٹہ کے مغرب میں جو مصنوعی سرنگ ہے اُس میں ہو کر قندھار فوج فی الفور روانہ کی جا سکتی ہے۔

۵۴ نیارخوس کا سفر؛ ڈیوڈورس ۱۷، ۳۲ تا ۲۲؛ بیری صفحہ ۱۵۲۔

۵۵ گروٹ ۱۰، ۱۸۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سکندر کا یہ کوچ اور صوبہ داروں کی سزادہی خود اُس کی سیرت کی تخریب میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

باب ۲۶ سکندر کا قاعدہ تھا کہ جہاں وہ ملزموں کو سزا دیتا تھا وہاں وفاداروں کو انعام و اکرام سے مالا مال بھی کر دیتا تھا، اور اُس کی عظیم الشان سلطنت کی رعایا اس بات کو اچھی طرح سے سمجھے ہوئے تھی کہ اُس کی نظر میں ایشیا اور یورپ دونوں کی وقعت مساوی ہے۔ سوس پہنچنے پر اُس نے کرۂ زمین کے اُن دو بڑے حصّوں کو چشم زدن میں ملا دینا چاہا۔[۵] دو ایرانی لڑکیوں یعنی دارا کی بڑی بیٹی برسینہ (ستاترہ) اور اخوست کی چھوٹی بیٹی پروشیاتی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اسی طرح اُس نے دارا کی دوسری بیٹی ہفاشتیون کی نذر کی، اور کراتیروس، پردکاس، بطلیمایوس، یومنیس، نیارخوس، سلیوکوس بہت سے دوسرے امرائے کبار کی بھی (جنکی تعداد اسّی کے قریب ہوتی ہے) اعلیٰ طبقے کی ایرانی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کر دیں اور اُن کے اعزاز میں بڑی دھوم دھام سے محفل شادی منعقد کی جس میں سکندر نے اُن دس ہزار مقدونیوں کو جنھوں نے ایشیائی عورتوں سے نکاح کیے تھے، تحائف سے مالا مال کر دیا۔ پھر جب اُسے معلوم ہوا کہ باوجود مالِ غنیمت ہاتھ لگنے کے اب بھی بہت سے سپاہی مقروض ہیں تو اُس نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ اُسے اپنے اپنے قرضوں کی مقدار سے آگاہ کر دیں گے اُن کے قرضے وہ شاہی خزانے سے ادا کرے گا۔ اوّل تو اس ڈر سے کہ شائد اس ضمن میں طرح طرح کی باتیں پوچھی جائیں، بہت کم سپاہی سامنے آئے، لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ واقعی بادشاہ اُن کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے تو لوگ جوق جوق آآ کر اپنے قرضوں کی فہرست پیش کرنے لگے۔ سکندر نے اپنی دریا دلی کا یہ ثبوت دیا کہ خزانۂ عامرہ سے بیس ہزار تالنت اُن قرضداروں میں

---

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ گروٹ کے نزدیک جو بات سکندر کی مخالفت میں کہی جائے اُس کی صحت میں کبھی شبہ نہیں۔

۵ سوس میں شادیاں، ڈرائے سن ۲۱، ۲۲۳ وغیرہ۔

باب ۲۶ تقسیم کرادئے اور کسی کے نام تک کا اپنے دفتر میں اندراج نہیں کیا۔
اسی سلسلۂ شادمانی و مسرت میں اُس نے پیوکستاس، ہفائسٹیون، نیارخوس اور شاہی کشتی کے ناخدا اونی سیکریتوس کو اُن کی کارگزاریوں کے عوض طلائی گھیرے انعام میں دئے۔

لیکن باوجود اس مہربانی اور تلطّف کے مشرقی عناصر کی ترویج کی وجہ سے مقدونیوں میں بےچینی پیدا ہوگئی۔ اس سے پہلے بھی ہتائری سوارے میں ایک مشرقی رسالہ تھا جس میں باختری، سغدینی، اور بعض دوسری مشرقی اقوام کے قائم مقام شامل تھے، اور اسی طرح فوج کے بہترین حصے یعنی اگیماین بہت سے ایشیائی موجود تھے جو مقدونوی نیزوں سے مسلح تھے۔ لیکن اب سکندر کے حکم سے ان کے علاوہ تیس ہزار ایشیائی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کرنے کیلئے منتخب کیا گیا، اور یہ اضافہ آزمودہ کار مقدونوی سپاہیوں کے لئے قطعًا ناقابلِ برداشت تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب بادشاہ جولائی ۳۲۴ق م میں سوس سے چل کر اوپس پہنچا تو یہ بےچینی عملی شکل میں رونما ہوگئی، اور جب خود اُس نے یہ اعلان کیا کہ وہ عنقریب معمّر سپاہیوں کو یورپ واپس بھیج دے گا تو تمام سامعین ہم زبان ہوکر کہنے لگے کہ بہتر ہو اگر جہاں پناہ ہم سب کو بیک وقت واپس روانہ فرما دیں۔[۵] اوّل تو سکندر نے

[۵] اوپس = تل منجور؛ آرین، ۱، ۲، ۷، ۲۵۔ سکندر کی تقریر کو، جو آرین، ۷، ۹، ۱۰ میں دی ہوئی ہے گروٹ اُس کی خودنمائی اور خود پرستی پر محمول کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا اس تقریر میں کہیں بھی غلط بیانی کا شائبہ ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں واقعات ہی کا اعادہ کیا گیا ہے، اور اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو "خودنمائی" صرف اپنے متعلق بعض صحیح واقعات کے اعادے پر ہی مشتمل ہوگی۔
"بھائی بندی" آرین، ۷، ۹، ۶۔ زمانۂ مابعد میں اس لفظ "سیونگے نیس" کے معنی دربار شاہی کے سرداروں کے ہوگئے۔ مقابلہ کرو رائناش: "متھری داتیس" Reinach: mithradite صفحہ ۲۵۳۔

باب ۲۶

ان شورہ پشتوں کے رہبروں کو پکڑوا کر تلوار کے گھاٹ اُتروا دیا'
لیکن جب اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو اُس نے امن و امان پیدا کرنے
کی دوسری ترکیب چلی۔ اُس نے انھیں یاد دلایا کہ جب اُس کا باپ
فیلقوس تخت نشین ہوا تھا تو مقدونیوں کی کیا حالت تھی' کس طرح
اُس نے اُن کی حالت کو سُدھارا' کیسے اُس نے ایشیا آ کر ظفر و نصرت
کا دروازہ کھول دیا' کیسے اُس نے اپنی ذات کے لئے کچھ نہ رکھا بلکہ
جو کچھ ملا اُس میں اُن سب کو اپنا سہیم و شریک بنایا' اور کس طرح اُن کے
دوش بدوش ہر قسم کی تکلیفیں اور صعوبتیں اُٹھانے میں کبھی عار نہ کیا۔
"اگر یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی تم لوگ اپنے اپنے گھر واپس جانا چاہتے
ہو اور اپنے بادشاہ کو مفتوحہ بربریوں کے ملک میں یکہ و تنہا چھوڑے
جاتے ہو تو تمھیں اختیار ہے' چلے جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ سیدھا اپنے ڈیرے
میں گیا اور وہاں مسلسل دو روز تک بند پڑا رہا' تیسرے دن اُس نے
چند ایسے ایرانیوں کو' جن پر وہ اعتماد و اعتبار کر سکتا تھا' بلایا اور اُن سے
کہا کہ آج سے تم سب میرے بھائی اور عزیز ہو۔ اس وقت تک مقدونوی
گو مگو میں تھے اور جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہے
تھے' لیکن جب انھوں نے سنا کہ سکندر نے ایرانیوں کو اپنا بھائی بند
بنایا ہے تو اُن کی مایوسی کی کوئی حد نہ رہی اور وہ اپنے ہتھیار شاہی خیمے
کے سامنے ڈال کر باآواز بلند کہنے لگے کہ جب تک سرکار ہم پر
مراحم خسروانہ سے پیش نہیں آئیں گے اُس وقت تک ہم یہاں سے
ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔" یہ سن کر بادشاہ اپنے خیمے سے باہر نکلا۔
اُسے دیکھ کر سواروں کا ایک افسر کالی نیس نے اُسے مخاطب کر کے
کہا کہ "جہاں پناہ! جس چیز سے ہمیں سخت ترین روحانی اذیت پہنچی ہے
وہ یہ ہے کہ حضور نے ایرانیوں کو تو اپنا عزیز اور رشتہ دار بنا لیا ہے
لیکن آج تک ہمیں کبھی ایسے خطابات سے سرفراز نہیں فرمایا۔" اس پر
سکندر نے جواب دیا کہ "بھائیو تم سب میرے عزیز اور رشتہ دار ہو' اور

باب ۲۶ آئندہ میں ہمیشہ تمھیں اسی نام سے مخاطب کیا کروں گا۔" یہ سن کر چاروں طرف سے واہ واہ، مرحبا کے نعرے بلند ہوئے اور اس مفاہمت کے اعزاز میں ایک بڑی دعوت ترتیب دی گئی جس میں بادشاہ سے ملے ہوئے تو مقدونوی بیٹھے اور اُن کے بعد ایشیائی۔ نیز سکندر کے حکم سے یونانی پجاریوں اور ایرانی مذہبی پیشواؤں نے اپنے معبودوں کے نام پر چڑھاوے چڑھائے اور دعا کی کہ دونوں قوموں کے باہمی اعتبار و اعتماد میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس مبارک دن یورپ اور ایشیا کی باہمی مفاہمت اور ایک دوسرے کے اعزاز و احترام کی ابتدا ہو گئی ہے۔

یہاں سے سکندر نے تقریبًا دس ہزار ایسے مقدونیوں کو جو یا تو بہت بوڑھے تھے یا کسی وجہ سے میدان جنگ میں کام نہیں دے سکتے تھے، ایک ایک تالنت انعام دے کر کراتیروس کے تحت رخصت کر دیا، اور یہ حکم دیا کہ ان کے جو بچے ایشیا میں پیدا ہوئے ہیں اُن کی پرداخت ایشیا ہی میں کی جائے اور بڑے ہونے پر انھیں یورپ بھیجا جائے۔ جب یہ سب کچھ ایشیا میں ہو رہا تھا تو اُدھر یورپ میں (۳۳۱ ق م میں) آگس شاہ اسپارٹا میگالوپولس پر حملہ آور ہوا[۵۹] اور ساتھ ہی ساتھ ایتھنز نے بھی بغاوت کی دھمکی دی، چنانچہ بظاہر محسوس ہوتا تھا کہ شاید مغربی برّ اعظم میں سیادت مقدونیہ کے دن گنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر انتی پاتر سیدھا پیلوپونیز پہنچا اور نہ صرف یہ کہ

---

۵۹۔ آگس کی مہم کا آرین نے ذکر نہیں کیا، لیکن کرتیوس (۶، ۱)، دیودوروس (۱۷، ۶۲، ۶۳) اور جسٹن (۱۲، ۱) نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی کہیں کہیں اس کے حوالے نظر آتے ہیں۔ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۱، ۱۱ ص ۳۹، ۱، ۲۹۶ وغیرہ۔ نیز سے Niese کے نزدیک (۱، ۹۷ وغیرہ) جنگ میگالوپولس ۳۳۱ ق م میں ہوئی ہوگی۔

باب ۲۶ اُس کے ہاتھوں آگس کو شکست ملی بلکہ میدان کارزار میں خود شاہ اسپارٹا کام آ گیا۔ اس طرح انتی پاتر مقدونیہ کے عزت و وقار کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور آڑے وقت میں اپنے ملک کے کام آیا تھا۔ لیکن اُس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا کہ وہ اولمپیاس مادر سکندر کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی جھگڑا مول لیتا رہتا تھا اور اس کے خلاف شکایتوں کا طومار باندھتا رہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ سکندر اپنی ماں کی مخالفت تو کرہی نہیں سکتا تھا، اور جب اُس کے کان میں انتی پاتر اور اولمپیاس دونوں کی شکایتیں پہنچیں تو وہ بولا کہ "انتی پاتر کو معلوم ہو کہ میری پیاری ماں کا ایک آنسو اُس کے ہزار خطوط سے بھی زیادہ میرے دل کو نرم و گرم کرنے کے لئے کافی ہے"، اور اُس نے فوراً یہ تہیہ کر لیا کہ جلد یا بدیر وہ مقدونیہ کی حکومت میں ضرور تبدیلی کرے گا۔ چنانچہ جب مقدونوی سپاہیوں کے واپس جانے کا موقع آیا تو اُس نے یہ حکم بھی بھیج دیا کہ انتی پاتر حکومت کا جائزہ فوراً کراتیروس کو دے دے۔

اوپس سے سکندر ہمدان گیا جہاں اُس نے ورزش اور موسیقی کا ایک عظیم الشان مقابلہ منعقد کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دوستوں کے ساتھ شراب و کباب میں مشغول ہو گیا۔ اس موقع پر ہفائستیون یک بیک بیمار پڑ گیا اور قبل اس کے کہ سکندر اُس تک پہنچے اُس نے جان دے دی۔ سکندر کو اُس کی موت نہایت درجہ شاق گزری اور وہ اپنے محب کی لاش سے مل کر زار زار رویا۔ ہمدان سے لاش کو بابل لے گئے جہاں اُسے ایک چتا پر رکھ کر جس کی قیمت کا اندازہ دس ہزار تالنت (یعنی تقریباً چار کروڑ روپیہ) کیا جاتا ہے اُس کی لاش کو جلا دیا گیا۔

~~۳۲۴~~ ۳۲۳ ق م کے موسم سرما میں سکندر نے کوسائیوں کے خلاف مہم سر کی جو سوس کے قریب ہی رہتے تھے، اور وہاں سے

باب ۲۶ وہ بابل گیا تاکہ اس شہر کو مرکز بنا کر قرب و جوار کے علاقوں کو اپنا مطیع و منقاد کرے۔ جب شہر کے قریب پہنچا تو وہاں کے پجاری اُس سے ملنے کے لئے آئے اور استدعا کی کہ "برائے خدا آپ شہر میں داخل نہ ہوجیئے ورنہ آپ کو کوئی بڑا بھاری نقصان پہنچ جائے گا"۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ وہ اُن کے کہنے کی پروا نہیں کرتا تو اُنھوں نے اُس سے عرض کی کہ "اچھا اگر حضور شہر میں داخل ہوتے ہی ہیں تو بجائے مشرق کے مغرب کی طرف سے داخل ہوجیئے"۔ لیکن اُن کی صلاح پر عمل کرنے کی بجائے اُس نے سمجھا کہ شاید وہ اُس کے راستے میں حائل ہوتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ میں بابل میں داخل ہوں۔ اُس کا شبہہ اس خیال سے اور بھی زیادہ مضبوط ہوا کہ شاید اُنھوں نے شاہی حکم سے بے پروائی برت کر بیل دیوتا کے بت کدے کی تعمیر سے گریز کیا ہے۔

بہرحال ان سب باتوں سے بے پروا ہوکر وہ بابل میں داخل ہوا، اور یہاں اُس کی وفاشعاری کا اعلان کرنے کے لئے اُسے قریب و بعید ممالک کے سفیر ملے جس سے اُس کی کامیابیوں میں گویا چار چاند لگ گئے۔ ان سفیروں میں یونانی، حبشی، اسکیتھی، کلٹی، ہسپانوی، لیبیائی، بروتیئی، لوکانی، قرطاجنی، ترسے نیائی (یعنی اٹروری) اور شاید رومن سفیر شامل تھے۔ آرین کہتا ہے کہ بطلیمایوس اور ارسطوبولس دونوں میں سے کوئی رومنوں کا نام نہیں لیتے اس لئے وہ ان میں شامل نہ ہوں گے، لیکن اب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شاید یہ دونوں مورخ انھیں ترسے نیائیوں میں شامل سمجھتے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص نے نہ صرف دنیائے ایران بلکہ دوسرے ممالک بھی اس قدر تھوڑے زمانے میں

---

لہ بابلی پجاریوں کی تنبیہ بالکل یونانی طرز کے بموجب ہے (آرین ۵، ۱۶، ۵)، اور اُس کے الفاظ کچھ اس قسم کے ہیں کہ "بہتر ہوا اگر کوئی مصیبت نازل نہ ہو"۔

باب ۲۶ فتح کر لئے تھے اُسے دیکھ کر اور اُس کے حالات سُن کر دوسری قومیں جتنا بھی عش عش کریں کم ہوگا، اور لوگ ضرور یہ کہتے ہوں گے کہ جس شخص نے محض نوعمری ہی کی حالت میں یہ سب کر دکھایا ہے وہ آگے چل کر خدا جانے اور کیا کیا نہ کرے گا!

سکندر بحری مہمات کی ضرورت کی طرف سے بھی غافل نہ تھا چنانچہ اُس نے بحیرۂ ہیرکانیہ (بحیرۂ خزر) پر ایک بیڑا تیار کرایا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس جھیل کے چاروں طرف جو ممالک آباد ہیں اُن کی تحقیقات کی جائے۔ اُسے بابل میں بہت سے فنیقی جہاز ملے جنھیں خشکی کے راستے دریائے فرات تک پہنچا دیا گیا تھا؛ ان کے علاوہ خود بابل میں بھی بہت سے جہاز بنوائے گئے اور ایک بندرگاہ تعمیر کی گئی جس میں ایک ہزار کشتیوں کے لئے جگہ تھی۔ سکندر اس بیڑے کے ذریعے سے ملک عرب کو فتح کرنا چاہتا تھا جس کی بابت یہ مشہور تھا کہ اس میں طرح طرح کی قیمتی اور نفیس پیداوار ہوتی ہیں؛ چنانچہ اُس نے تین جہاز انکشاف و تحقیقات کے لئے روانہ کئے، لیکن ان میں سے ایک بھی اس جزیرہ نما کا دورہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ خود سکندر ہرپالا کو پاس ہو کر ساحل پہنچا اور اُس کے قریب اُس نے ایک شہر آباد کیا۔ یہاں ایک واقعہ پیش آیا جس سے اُس زمانے کے خیالات کا پتا لگتا ہے۔ ایک مرتبہ وہ ایک کشتی پر بیٹھا تھا کہ اُس کا عمامہ جو بمنزلہ تاج تھا اُڑ کر پانی میں گر گیا۔ اس پر ایک شخص فوراً دریا میں کود پڑا اور عمامے کو اپنے سر پر رکھ کر واپس کنارے کی طرف تیر آیا۔ سکندر کے لئے یہ بہت ہی بُرا شگون سمجھا گیا کہ اُس کا تاج کسی دوسرے کے سر پر رکھا جائے؛ اور بعد میں یہ مشہور رہا کہ یہ شخص سلیوکوس تھا جو سکندر کے بعد ملک شام کا بادشاہ بنا۔ سکندر چاہتا تھا کہ اپنی فوج کو از سر نو منظم کرے اور مختلف رسالوں کی قوت میں اضافہ کرے۔ اُس کا یہ خیال تھا کہ "جتھے" کی ابتدائی تین صفوں اور اور آخری صف میں تو مقدونوی کھڑے کئے جائیں جن کے ہاتھوں میں

باب ۲۶ لمبے لمبے برچھے ہوں، اور اندرونی بارہ صفوں میں ایرانی ایستادہ کئے جائیں جن کے ہاتھ میں تیر کمان اور چھوٹے چھوٹے نیزے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ ایشیائیوں کو یورپ لاکر آباد کرے۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی اور یہ سب منصوبے خاک میں مل گئے [۱۰]۔

۳۲۴ ق م میں سکندر نے یونانیوں سے دو مطالبے کئے جن کی وجہ سے اُن میں بہت کچھ بےچینی پیدا ہوگئی۔ پہلا مطالبہ تو یہ تھا کہ وہ اُسے اپنا معبود تسلیم کرلیں [۱۱] اور دوسرا یہ کہ جتنے شہریوں کو جلاوطن کیا گیا ہے انہیں واپس بلا لیا جائے [۱۲]۔ ہمیں اس کا تو علم نہیں کہ پہلا مطالبہ کس ذریعے سے یونانیوں کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن سکندر یہ ضرور چاہتا تھا کہ اُس کا اعلان نہایت درجہ تزک و احتشام سے کیا جائے۔ یونانیوں نے خاموشی سے سر تسلیم خم کیا اور اسپارٹا نے اپنے مخصوص انداز سے یہ پیام بھیجا کہ اگر سکندر چاہتا ہے کہ لوگ اُسے اپنا معبود بنالیں تو اُسے ہماری طرف سے اس کی اجازت ہے! ہم نہیں جانتے کہ سکندر کے مقاصد کے حصول کے واسطے اس قسم کا فعل شنیعہ کیوں ضروری تھا اور اُسے یہ معلوم ہونا چاہئے تھا کہ معبود ہونے سے وہ برترین انسان کی حیثیت سے گر کر ارزل ترین معبود بن جائے گا، اور اس قسم کی معبودیت صرف اُس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک قوت و سطوت قائم رہے۔ دوسرے

---

[۱۰] فوج کی اس تنظیم سے "جتھے" کا امتیاز خصوصی جاتا رہتا ہے۔ دیکھو ڈرمائے سن ۱، ۲، ۲۳۳ وغیرہ۔

[۱۱] "اس سے سکندر کے معبود تسلیم کرنے پر متفق و متحد ہونے کے لئے کہا جائے" Plut. Apoph. Lac.

[۱۲] جلاوطنوں کی واپسی کے لئے دیکھو ڈرواۓ سن ۱، ۲، ۴، ۷، ۲۔ ڈٹن برگر ۱۱۹ والے نوشتے میں یہ مذکور ہے کہ سکندر "ساموسیوں کو اُن کی مملوکات" واپس دینا چاہتا تھا۔ یونانیوں کے سپہ سالار کیلئے اس قسم کا حکم دینا کیسے ممکن تھا؟ مقابلہ کرو شیفر: "دیموس تھنیس" ۱، ۹۹۔
او ئے نیا واسئے پر ایتولی قبضہ؛ پلوٹارک: "سکندر اعظم" ۴۹؛ ڈرواۓ سن ۱، ۱، ۲۹۶۔

باب ۲۶ سکندر نے نکانور کے ذریعے سے ۳۲۴ ق م کے اولمپیائی میلے کے موقع پر یونانیوں کو پیام بھیجا کہ جلاوطنوں کو واپس بلا لیا جائے۔ ان میں سے بیس ہزار خود اس میلے کے موقع پر موجود تھے، اور اس قسم کے اعلان سے یقیناً اُن کی خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہی ہوگی؛ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اس کا اثر مختلف ریاستوں پر بُرا پڑا ہوگا، اور گو ممکن ہے کہ یہ حکم انصاف پر مبنی ہو، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سکندر کو سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا، مقنن نہیں؛ چنانچہ اُس کا قانونی پیرایہ حد درجہ مشکوک و مشتبہ تھا جس کی وجہ سے اُس کے نفاذ میں طرح طرح کی دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں۔ ایتولیہ اور ایتھنز کی حکومتوں نے یہ کہا تھا کہ جن لوگوں کو ملک بدر کیا گیا اُن کی جائداد پر حکومت قابض ہو گئی تھی، اور ان دونوں کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ جلاوطنوں کی واپسی پر وہ اپنی قدیم ملکیت کا مطالبہ کریں گے۔ مثلاً ایتولیوں کے قبضے میں اکارنانی شہر اوئے نیادائے تھا جس پر اُنھوں نے ۳۳۰ ق م میں قبضہ کر لیا تھا، اسی طرح ایتھنز ۳۶۵ ق م اور ۳۶۰ ق م میں ساموس کے اصلی مالکوں کو نکال کر اور اپنی نوآبادیاں قائم کر کے اس جزیرے پر قابض ہو گیا تھا۔ ایتھنز نے سکندر کی معبودیت کے مسئلے سے کہیں زیادہ اس مسئلے کی بابت مستقل مزاجی دکھائی اور سکندر کے اس حکم کی تعمیل سے صاف انکار کر دیا کہ چار ہزار ایتھنزی آبادکاروں کو اپنی جدید زمینداریوں سے بے دخل کر دیا جائے۔ یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے ایتھنزیوں کو معلوم ہو گیا کہ سکندر کا ستارہ اب زوال کی طرف مائل ہے اور اس کے احکام کی مخالفت ناممکن نہیں ہے۔

ہوا یہ کہ سکندر کا خازن ہارپالوس پانچ ہزار تالنت (یعنی تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ) لے کر فرار ہو گیا، اور موسم بہار ۳۲۴ ق م میں تیس جہاز اور چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ پرائیوس پہنچا۔ اُس کا اس پر وثوق تھا کہ ایتھنزی اپنے ایک ہم وطن کی درخواست کو قبول کریں گے، چنانچہ

باب ۲۱ اُس نے اپنے اُترنے کی اجازت کی استدعا کی۔ جب ایتھنزیوں نے اُسے اجازت دینے سے انکار کردیا تو وہ تینے نا روم گیا جہاں اُس نے بہت سا روپیہ خرچ کردیا اور کئی جہازوں اور متعدد سپاہیوں کو برخاست کردیا۔ اب اسی زمانے میں سکندر کا حکم یونان پہنچا کہ جلاوطنوں کو واپس آنے کی اجازت دی جائے، جس کی وجہ سے ہارپالوس کو یقین ہوگیا کہ یونانیوں اور خاصکر ایتھنزیوں کی بےچینی کی وجہ سے صورت حال پہلے سے کچھ بہتر نظر آتی ہے، چنانچہ فوج وہیں چھوڑ کر یہ سیدھا ایتھنز گیا جہاں اُسے اس مرتبہ خوش آمدید کہا گیا۔ یہ سن کر سکندر کے ایک دوسرے خزانہ دار نے، جس کا نام فلوکسے نوس تھا، ہارپالوس کی واپسی کا مطالبہ کیا، لیکن ایتھنزیوں نے صاف انکار کردیا اور دیموس تھنیس کی صلاح پر یہ طے کیا کہ تاوقتیکہ سکندر اپنا خاص مندوب ایتھنزیوں کے پاس روانہ نہ کرے اُس کا روپیہ تو حکومت اپنے قبضے میں کرے اور خود اُسے نظربند کرلے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنزیوں کو اس قسم کا طرز عمل روا رکھنے کا پورا اختیار حاصل تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وہ نہایت ہوشیاری سے چال چل رہے تھے، اس لئے کہ کس کو معلوم اس دوران میں کیا کیا ہوگا کیا نہ ہوگا۔ بہرحال روپیہ اکروپولس منتقل کردیا گیا اور ہارپالوس کو نظربند کردیا گیا لیکن ایک روز ہارپالوس یک بیک غائب ہوگیا اور اپنی قید و بند سے آزاد ہوکر پہلے تو وہ تینے نا روم گیا اور وہاں سے کریٹ کی راہ لی جہاں آخرکار اُس کے ایک ہمراہی نے اُس کا کام تمام کردیا۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ جو روپیہ اکروپولس میں جمع کیا گیا تھا اُس میں روز بروز کمی ہوتی جارہی تھی۔ اُس کے منتقل ہونے کے وقت اُس کی نگرانی کے لئے ایتھنزیوں نے ایک خاص ماموریہ مقرر کیا تھا، جس کا دیموس تھنیس رکن ہی نہیں بلکہ شاید صدر بھی تھا۔ ہارپالوس نے اُس کے کان میں یہ بات ڈال دی تھی کہ اُس کے پاس سات سو ٹالنٹ (یعنی تقریباً ۱۹ لاکھ روپے) ہیں،

باب ۲۶ دیموس تھنیس پر استغاثہ دائر کیا تھا اُن میں نہ صرف "مقدونیہ پسند گروہ" کا ایک رکن دینار خوس تھا بلکہ خود دیموس تھنیس کے فریق کا ایک فرد ہی پریدکیس بھی تھا۔ بالآخر دیموس تھنیس نے یہ تسلیم کر لیا کہ اُس نے ۲۰ تالنت (یعنی تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ) لیا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ حجت بھی نکالی کہ دراصل یہ رقم اُس نے ایک پرانے قرضے کے تادیے میں لی ہے جو اُس نے ایک مرتبہ اپنی صدارت کے زمانے میں تھیوری کون کو دست گرداں دی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قدر بڑی رقم تمام ایتھنزیوں کے میلوں اور عیدوں کے لئے سال بھر کے واسطے کافی تھی۔ بہرنہج اُس پر یہ الزام ثابت ہو گیا کہ اُس نے محافظ زر کی حیثیت سے رشوت لی ہے، چنانچہ اُس پر پچاس تالنت جرمانہ کیا گیا، اور جب اُس نے جواب دیا کہ وہ کسی طرح سے اس قدر بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتا تو اُسے قید خانے میں ڈال دیا گیا جہاں سے وہ کسی نہ کسی طرح سے فرار ہو گیا۔ اسی طرح دوسرے ایتھنزیوں کو اسی قسم کے الزام پر مجرم گردانا گیا اور سزا دی گئی ؀۱۳

؀۱۳ مقدمۂ ہارپالوس کے واقعات شیفر: دیموس تھنیس ۳، ۳۲۰ وغیرہ اور اے کارتولت کی کتاب "مقدمۂ ہارپالوس" A. Cartault: De causa Harpalica (پیرس، ۱۸۸۱ء) میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ یہاں میں صرف اہم ترین نکات پر غور کروں گا۔
(۱) پہلا سوال تو یہ ہے کہ آیا دیموس تھنیس نے اپنی مٹھی گرم کی تھی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اُس نے ضرور روپیہ لیا جس کا وہ خود بھی مقر ہے اور اُس کے مداح بھی، مثلاً شیفر اپنی "حیات دیموس تھنیس" (۳، ۳۲۳) میں اس کا اقرار کرتا ہے۔ اس رقم کی مقدار ۲۰ تالنت تھی، چنانچہ ہارپالوس کے منشی نے بہی کھاتے میں جو اندراج نہیں کیا اُس سے کچھ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا، اور معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس نے یہ رقم اُس وقت لی تھی جب روپیہ ایتھنزی ماموروں کے حوالے کیا جا رہا تھا۔
(۲) دیموس تھنیس کو حق بجانب کرنے کی کوشش۔ Hyp. Dem. ۱۰ کے مطابق (شیفر

باب ۲۶ اب ایتھنزیوں نے سکندر سے استدعا کی کہ وہ انھیں جلا وطنوں کی

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ۳، ۳۲۳) اُس نے یہ کہا کہ میں نے تھیوری کون کو ۲۰ تالنت قرض دئے تھے اور جب ہارپالوس کا روپیہ آیا تو اُس میں سے وہ رقم نکال لی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ طرز عمل کس نہج سے حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہارپالوس والی رقم دراصل سکندر کی ملک تھی اور اکروپولس میں محض امانت کے طور پر جمع تھی جس کی نگرانی دیموس تھنیس اور دوسرے ماموروں کے سپرد کی گئی تھی (شیفر ۳، ۳۱۰)؛ ایسی حالت میں کیا یہ معیار ایمانداری کے مطابق تھا کہ ان ماموروں میں سے ایک نہایت اطمینان سے کسی پہلے کے قرضے کی واپسی کے لئے اس امانت میں سے روپیہ منہا کر لے؟ لیکن ہماری رائے میں اغلباً دیموس تھنیس نے تھیوریکون کے حساب میں حکومت کو روپیہ کبھی قرض نہیں دیا ہوگا اس لئے کہ اول تو اُس زمانے میں ۲۰ تالنت اس قدر بڑی رقم سمجھی جاتی تھی کہ دیموس تھنیس اُسے کسی طرح سے خفیہ طور پر منتقل نہیں کر سکتا تھا، دوسرے اس قسم کی داد و ستد کا ذکر تھیوریکون کے حساب و کتاب میں ضرور ہوتا اور ہارپالوس کے بیس تالنت تھیوریکون کے ذمے رہتے۔ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دست گرداں رقم کا کُل قصہ محض من گھڑت تھا، اور دیموس تھنیس یقیناً ۲۰ تالنت کو، جو اُس کے اپنے نہ تھے، مختلف مصارف میں لے آیا۔ (۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ ایتھنز کا ایک وطن دوست، ہی پریدیس، اپنے رہبر دیموس تھنیس کے مخالفوں میں کیوں شامل ہوا؟ اس کا جواب دیموس تھنیس کے مداح یہ دیتے ہیں کہ گو ہی پریدیس کو دیموس تھنیس کے بے گناہ ہونے کا یقین تھا لیکن وہ اُس سے صرف اس لئے ناراض تھا کہ اُس نے سکندر کے خلاف کافی زور نہیں دکھایا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب خود دیموس تھنیس نے روپیہ لینے کا اقرار کر لیا تو پھر ہی پریدیس اُسے کس طرح سے معصوم قرار دے سکتا تھا۔ ہمارے نزدیک ہی پریدیس کی روش کا سمجھنا نہایت آسان ہے، وہ یہ کہ خود وطن پرست دوست فریق یہ مشہور کرنا نہیں چاہتا تھا کہ وہ بحیثیت ایک سیاسی گروہ کے تغلّب کا مرتکب ہوا ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ دیموس تھنیس نے روپیہ اُس فریق کے اخراجات کے لئے خورد برد کیا ہوگا،

واپسی پر مجبور نہ کرے، جس پر بادشاہ نے اپنے معمول کے مطابق

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ لیکن جب اُس کے اراکین نے یہ دیکھا کہ اُس سے انھیں کسی قسم کا نفع نہیں پہنچا تو پھر انھوں نے یہ طے کیا کہ اس تحقیقات میں جس میں گویا اُن کے فریق کی ایمان داری کو کسوٹی پر رکھا جا رہا تھا انھیں عملی حصّہ لینا چاہیئے۔ اگر گروہ کی ایمانداری پر بٹّہ نہیں لگتا تھا تو دیموس تھنیس کو اپنے ناموس کی قربانی کرنی ضروری تھی۔ لطف یہ ہے کہ ہی پریدیس کی مخالفت کے باوجود اُس کے اور دیموس تھنیس کے باہمی تعلّقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اسکے علاوہ دیموس تھنیس کے خلاف غلط استغاثے کے نظریے سے مستغیث کی سیرت پر بہت بڑا حرف آتا ہے اس لئے کہ اگر مستغیث کی نیّت یہ ہے کہ کسی پر تغلّب کا جھوٹا الزام لگائے تو اُسے پہلے اُس کی ذہنیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ فوکیون جیسے شخص پر تغلّب کا الزام لگانا مضحکہ آمیز ہوتا؛ لیکن دیموس تھنیس، اُس کی تو نوعیت ہی جداگانہ تھی! (۴) جب دیموس تھنیس کے جرم پر بحث کی جاتی ہے تو علی العموم صرف نصف الزام زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اُس پر جو الزام لگایا گیا وہ یہ تھا کہ اوّل تو اُس نے روپیہ خورد بُرد کیا اور دوسرے اُس نے یہ نہیں ظاہر کیا کہ ہارپالوس کی کس قدر رقم اکروپلس میں جمع کی گئی تھی یا یہ کہ اُس کے محافظوں نے اُس کی کما حقّہ حفاظت نہیں کی۔ "دہ دس خطابوں کی سوانح زندگی" (Vita X or. ۸۴۶) شیفر: "دیموس تھنیس" ۴، ۲۲، ۲۔ جہاں تک فرض منصبی کی ادائگی کا سوال تھا اُس کی سزا یقینی تھی اور اُس کا تعلق روپیہ خورد بُرد کرنے کے الزام سے کوئی نہ تھا۔ خود شیفر بھی (۴، ۲۱۱) اُس کی بابت یہ کہتا ہے کہ "ہم نہیں جانتے کہ دیموس تھنیس یہ اطلاع دینے سے کہ اصل میں کس قدر روپیہ جمع ہوا تھا کیوں باز رہا؛ ممکن ہے کہ اُس کا مقصد صرف یہ ہو کہ اُن لوگوں کو پناہ دے جنھوں نے واقعی اپنی جیبیں بھری تھیں اور روپیہ جمع کر کے اُنھیں عوام النّاس کے غصّے اور سزا دہی سے بچالے۔" ہمارے نزدیک اس قسم کے عذرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دیموس تھنیس کا طرز عمل کسی طرح سے حق بجانب نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر ایسا ہو تو گویا لوگوں کو اُس عہدہ دار پر

باب ۲۶ اتھنز کے ساتھ مہربانی آمیز سلوک کیا اور اُن کی درخواست کو قبول کر لیا، چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ پورا اعتماد قائم رہتا جسے اپنے جائزہ والے روپیے کے اُڑ جانے کا پورا علم تھا اور جس نے محض رحم کھا کر صرف اس لئے تغلب کرنے والوں کی شکایت کا حکم اپنی زبان پر نہیں آنے دیا تھا تاکہ انھیں روپیہ واپس کرنے کی مہلت مل جائے۔ اگر اُس کا واقعی مقصد یہی تھا تو اُس نے چوروں کو اس کی اطلاع ضرور کر دی ہوگی؛ اور خود بھی گویا اُن کا معین و مددگار ہوگا۔ لیکن ایسی حالت میں یعنی اگر چوروں کا ساتھی خود ایک عہدہ دار حکومت تھا، تو پھر انھیں لوٹ اُگلنے کی ضرورت کیا تھی۔ الغرض دیموس تھنیس کی نیک نفسی کا صرف ایک نتیجہ ہو سکتا تھا، وہ یہ کہ لوٹ دل کھول کر کی جاتی۔ حقیقت یہ ہے کہ چالاک دیموس تھنیس نے اس واقعے کو جو پوشیدہ رکھا اُس کا سبب اُس کی نیک نفسی نہیں تھی۔ گروٹ کہتا ہے (۱۰، ۲۴۱) کہ دیموس تھنیس پر جو الزام لگایا گیا تھا اُس کی بنیاد واقعات پر نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے کہ ۳۵۰ ٹالنٹ جیسی خطیر رقم دوران انتقال میں نہیں چرائی جا سکتی تھی اور اغلباً ہارپالوس کی رقم بجائے دیموس تھنیس کے محکمے کے اتھنزی عہدہ داران مالیہ کے جائزے میں ہوگی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ رقم اُن عہدہ داروں کے پاس ہونے کی بجائے ایک ماموریہ کے سپرد تھی جس کا ایک رکن دیموس تھنیس بھی تھا؛ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مفصّلۂ بالا الزام بالکل درست تھا اور محافظوں کی غفلت کا خود دیموس تھنیس ذمہ دار تھا۔ علاوہ ازیں گروٹ نے استدلال کا جو پیرایہ اختیار کیا ہے اُس سے یہ استناج ہوتا ہے کہ اوّل تو سرے سے تغلب ہی نہیں کیا گیا، اور اگر کیا گیا تو اُس کے مرتکب "باضابطہ عہدہ داران مالیات" ہی ہوئے اس لئے کہ روپیہ نہ صرف دیموس تھنیس کے محکمے سے باہر تھا بلکہ کوئی خانگی شخص اُسے چھو بھی نہیں سکتا تھا، لیکن کسی نے ان عہدہ داران مالیات پر کوئی الزام نہیں لگایا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ دیموس تھنیس ہی کے ذمّے روپے کی حفاظت کا کام تھا۔ اگر ہم اس صورت حال کو تسلیم کر لیں تو پھر یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جوں ہی ۳۵۰ ٹالنٹ کے تغلّب کی خبر پھیلی اُسی وقت دیموس تھنیس کی سزا یقینی ہو گئی خواہ اُس نے خود روپیہ لیا ہو یا نہیں،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اور جو شخص قدیم ایتھنزیوں کی فطرت سے اور حساب کتاب میں اُنکی صفائی سے واقف ہے وہ یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ شخص کم سے کم پچاس تالنت کے جرمانے کا یقیناً مستحق تھا جس نے سکندر کے ۳۵۰ تالنت کے قرضے کا بوجھ کسی وجہ سے ایتھنزیوں کے سر پر ڈال دیا تھا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ اس سے کمتر الزام پر اُنھوں نے مجرم کو سزائے موت دی ہو۔ الغرض دیموس تھنیس پر صرف ۵۰ تالنت کے جرمانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خاص رعایت ملحوظ رکھی گئی اور غالباً یہ اس لئے کہ شاید اُس نے ۳۵۰ تالنت خود سکندر کے خلاف تیاریاں کرنے میں صرف کئے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ سکندر ایشیائی ریگستانوں میں ناگہانی آفت کا شکار ہو جائے۔ ایسی صورت میں غالباً یونان کسی غیر ملکی اقتدار کے خلاف بغاوت کرے گا۔ اور اگر سکندر کے خزانے کا ایک حصہ ایتھنزیوں کے ہاتھ لگ جائے تو کیا وہ اُسے کام میں نہیں لائیں گے؟ کم از کم فی الفور تو مملکت اُسے کام میں نہیں لاسکتی تھی (گو زمانہ مابعد میں جو روپیہ بچا اُسے جنگ لامیہ میں کام میں لایا گیا؛ دیودوروس ۱۸، ۹، اور اُس وقت اُس کا بڑا افسوس کیا گیا کہ دیموس تھنیس نے روپے کا کچھ حصہ نکال کر خرچ کر ڈالا تھا) لیکن دیموس تھنیس مملکت کی بجائے خود رقم کو خرچ کر سکتا تھا“

(نیز دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۹ باب ۲۰)۔ اس میں ناکامی ہونے کی وجہ سے دیموس تھنیس کو خود ہی اپنے سر پر الزام لے لینا پڑا۔ لیکن جیسا ”نقلی دیموس تھنیس“ اپنے دوسرے خط میں کہتا ہے Pseudo-Dem-Letter 2,14. وہ زیادہ دن تک محبوس نہیں رہا اس لئے کہ ہر شخص اس امر پر متفق تھا کہ اس فریق کا پاس کرنا چاہئے جس کا رکن رکین دیموس تھنیس ہے اور اُن کی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

اس امر پر بحث کرنے میں میں نے اس واقعے کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ہپیریدیس ایک دوسرا الزام دیموس تھنیس پر لگاتا ہے یعنی یہ کہ وہ سکندر کا تنخواہ یاب ملازم تھا؛ دیکھو بلاس Blass ۲۶۳، ۶۵ وغیرہ۔ اگر یہ الزام صحیح ہے تو اس میں شبہہ نہیں کہ دیموس تھنیس بنی نوع انسان کے بدترین افراد میں سے ایک تھا لیکن ہپ ایک ایتھنزی خطاب کے اقوال کو آیت و حدیث سمجھنا نہیں چاہئے۔

باب ۲۶

پر قابض رہے اور اس لحاظ سے دوسرے یونانیوں سے کہیں زیادہ فائدے میں رہے۔

سکندر اپنے جدید منصوبوں میں سے کسی کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا ہفائستیون کی بیش قیمت چتا کے مئی ۳۲۳ ق م میں بھسم ہونے کے چند ہی روز بعد اسے بخار آگیا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا، اپنے سپاہیوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ۲۸ دائے سیوس ۳۲۳ ق م کو وہ راہیٔ ملک عدم ہوا[۱۵] اور سکندر کے ساتھ ہی یونان کی درخشاں و تاباں ترین ہستی کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہو گیا!۔

---

۱۵ سکندر کی وفات - آرین ۷، ۲۶ میں جو لفظ "Dexiousthai" استعمال ہوا ہے اس کے معنی ڈر وائے سن (۲۱، ۳۳۹) اور دیدو Didot کے لاطینی ترجمے میں "ہاتھ نکالنے" کے دئے ہوئے ہیں، لیکن اس کے اصلی معنی ہاتھ ہلانے کے ہیں۔ مقابلہ کرو باؤئر: Bauer, Der Todestag Alex. d. gr. "سکندر اعظم کا یوم وفات" جریدۂ مدارس آسٹریا Zeitschr. Für d. Osterr. Gymn ۱۸۹۱ء صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۲۔ تاریخ ۲۹ دائے سیوس تھی۔

# یادداشت متعلق باب بست و ششم

گروٹ کے باب ۹۴ کے آخری فقرے پڑھنے کے قابل ہیں لیکن جب وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ "جہاں تک مقاصد اور خیالات کا تعلق ہے، کوئی شخص سکندر سے زیادہ یونانیت سے ہٹا ہوا نہیں ہو سکتا تھا" تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ خود یونانیت کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ اس پر ہم آئندہ باب میں بحث کریں گے۔

# باب بست و ہفتم

## سکندر کے اوصاف، کارنامے اور تاریخی اہمیت

سکندر ہر لحاظ سے یونانی تھا۔ اوّل تو وہ نسلاً یونانی تھا اس لئے کہ وہ مقدونیہ و اپیائروس کے شاہی خاندانوں کا جانشین تھا جنھیں خود یونانی اپنا ہم نسل تصوّر کرتے تھے۔ دوسرے جہاں تک تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، شاید ہی کسی آزاد یونانی ریاست کے شہری کو ایسی نفیس اور اعلیٰ تعلیم میسّر آئی ہوگی جیسی لیونیداس، لیزی ماخوس ساکن اکارنانیہ اور ارسطاطالیس سے سکندر کو ملی، اور مشکل سے کسی دوسرے شخص نے اس قسم کی تعلیم سے اُس کے برابر نام پیدا کیا ہوگا۔ سرزمین یونان کے بڑے بڑے مدبّروں کو دو شقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک تو وہ جنھوں نے دوسروں کے دلوں میں اپنے طرزِ عمل کے حق بجانب ہونے کا یقین پیدا کیا اور دوسرے وہ جنھوں نے اپنا کہا محض اپنی قوت اور زور سے دوسروں سے منوایا۔ پہلی نوع کے تحت اس قسم کے مدبّر رکھے جاسکتے ہیں جیسے اگے سی لائوس، سولون، فارقلیس اور اپامنونداس جو یونانیوں کی تینوں سربرآوردہ مملکتوں یعنی اسپارٹا، ایتھنز اور تھبز کے فرداً فرداً قائم مقام ہیں؛ دوسری نوع میں جو لوگ نظر آتے ہیں اُن کا کام ذرا دقت طلب تھا، اور اس میں یونانی خود سر شامل ہیں۔ اسی دوسری شق میں سکندر کو بھی رکھنا چاہئے۔ اگر اُس کا نشو و نما کسی

باب ۲۱

جمہوریہ میں ہوتا تو شاید وہ اپنا عزیز وقت بیکار جھگڑوں ٹنٹوں میں صرف کرتا، لیکن چونکہ وہ مقدونیہ کے ایک بادشاہ کے محل میں پیدا ہوا تھا اس لئے اُسے اپنے منصوبوں کے حصول میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ گو وہ پوتڑوں کا شہزادہ تھا تاہم اُس میں یونانی عنصر اُتنا ہی غالب تھا جتنا شاید خود فارقلیس میں۔ ہم خود سرون کو تاریخ یونان میں شامل کرتے ہیں، اور اگر ہم یونانی اعتبار سے سکندر کو بھی اسی زمرے میں رکھیں تو ہم دیکھیں گے کہ سکندر جملہ یونانی شخصی حکمرانوں سے کہیں بہتر حکمراں تھا۔ دراصل وہ تاریخ یونان کے عروج کے زمانے کا دو طرح سے یعنی اپنے ذاتی اوصاف اور اپنے کارہائے نمایاں کے اعتبار سے گویا قائم مقام ہے اور تاریخ یونان سے سکندر کے ذکر کو نکال دینا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسا جسم سے دل کو کاٹ کر پھینک دینا۔ اگر ہم محض اس ایک بات کو پیش نظر رکھیں، کہ اُس نے یونانیوں کے فطری احساسات میں سے ایک کو پورا کر دکھایا، اور یہ کونسا؟ وہی جس کی وجہ سے انھوں نے امتیاز خاص پیدا کیا تھا یعنی یونانی وغیر یونانی کے مابین تضاد کا احساس، تو بھی ہم اُسے تاریخ یونان ہی کا ایک فرد فرید تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جمہوریتوں نے ایرانیوں سے رشوتیں لی تھیں۔ اس میدان میں بھی سکندر نے یونان کا بول بالا رکھا جس کے باعث اسکا اُس ملک کی تاریخ میں ایک خاص پایہ ہو گیا۔ زمانۂ مابعد میں اُس نے ایک اعلیٰ نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھ کر اس تخالف کو مٹانا چاہا جو ایشیا اور یورپ کے مابین نظر آتا تھا، اور اسکے اس خیال کے باعث بھی ہماری نظروں میں اُس کی وقعت بڑھ جاتی ہے۔

الغرض سکندر کا عہد ہماری دانست میں دو اعتبار سے اہم ہے، ایک اُس کے تدبّر کی حیثیت سے اور دوسرے اُس کی انسانیت کی حیثیت سے۔ ہمارے نزدیک سکندر کی تصویر دونوں اعتبار سے دل خوش کُن ہے اور وہ نقائص جو اُس کی سیرت میں نمایاں ہیں، اُس

باب ۲۷

تصویر کی تابناکی و درخشانی کو ماند نہیں کر سکتے۔ بطور ایک انسان کے سکندر میں ایک ایسا وصف تھا جو اُس کے ہم رتبہ لوگوں میں بہت کم نظر آتا ہے، اور یہ اُس کی سچائی اور حق پسندی تھی۔ ساتھ ہی وہ اپنے باپ کا تابعدار بیٹا اور اپنے ساتھیوں کا وفادار دوست بھی تھا[1]۔ اُس کی زندگی کا تاریک ترین پہلو کلی توس اور پارمے نیو کی موت میں نظر آتا ہے؛ ان میں سے کلی توس کا کام اُس نے فوری غیظ و غضب کے جذبے میں تمام کیا اور اس کے بعد خود اپنے اوپر نفرین کی؛ رہا پارمے نیو کا قتل، تو یہ اُسکی پہلی تدبّری غلطی تھی، اور اُس کے تمام سوانح حیات میں یہی ایک تدبّری غلطی ہے جس کا ہمیں علم ہے۔ سکندر کے ذاتی اخلاق بھی بغایت پاک و صاف تھے، اور یہ وصف ایسا ہے جو اُس عہد کی تاریخ میں بہت ہی کم نظر آتا ہے، اس لئے کہ صرف تین ہی ایسے شخص نظر آتے ہیں جن کا نام بد اخلاقی کے ساتھ نہیں لیا جاتا اور یہ اپامینونداس، فوکیون

[1] دیکھو گیوٹلنگ: "اوصاف سکندر اعظم" اُس کے "مقالہ جات تاریخی میں" Göttling. Zur. Charakteristik Al. Gr, Gesch Abh. و نیز پلوٹارک: "سکندر کے کارہائے نمایاں اور اُس کی بہادری"۔ سکندر کے جس قسم کے تعلقات اُس کی ماں سے تھے وہ انتی پاتر کی بابت جو اُس کی رائے تھی اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ انتی پاتر اور اولمپیاس کے باہمی تعلقات کچھ اچھے نہیں تھے اور اوّل الذکر بادشاہ سے اُس کی شکایت کیا کرتا تھا (پلوٹارک: "سکندر" ۳۹)۔

اُسے دوستی کو نباہنے کا خاص ملکہ تھا، اور یہ اُسکے اور ہفائستیون کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ گٹشمٹ اپنی "تاریخ ایران" Gutschmid: Gesch. Irans (صفحہ ۱۴) میں ہفائستیون کو "بیکار شخص" کہتا ہے، لیکن اپنی رائے کے ثبوت میں وہ واقعات نقل نہیں کرتا (اور پلوٹارک: "سکندر" ۲۸ سے کسی طرح سے اس کا بیکار ہونا ثابت نہیں ہوتا، درانحالیکہ ڈروائے سن کے نزدیک وہ عالی منش تھا (۱، ۲، ۳۱۱)۔ ہمارے نزدیک سکندر کو دیادوخی اور اپی گونی کے زمرے میں نہیں رکھنا چاہئے اس لئے کہ موخّر الذکر کا مطمح نظر صرف خود غرضی تھا اور وہ سکندر کی نقالی ہی نقالی کرتے تھے۔

باب ۲۱

اور سکندر رہیں۔ اُس کے نزدیک کمینے پن سے زیادہ کوئی بات قابل نفرت نہیں تھی۔ یہ بات ابھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ وہ شراب و کباب کا مشتاق تھا یا نہیں، گو مقدونوی رواج کے مطابق وہ پینے پلانے کا مرد تھا جس کی وجہ سے اُسے بہت کچھ نقصان اُٹھانا پڑا۔ بلاشبہہ اُس کے اکثر اوصاف اُس کی تعلیم و تربیت پر مبنی تھے، لیکن اگر اُس میں اُس کی لاثانی فطری قابلیتیں نہ ہوتیں اور اگر اُس نے اس بات کا تہیہ نہ کر لیا ہوتا کہ کچھ ہو، وہ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرے گا تو شاید اُسے اتنی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔

اُس کے دوسرے ذاتی اوصاف کے ساتھ ساتھ اُسے کام کرنے سے گویا عشق تھا، اور چونکہ اسے ایسے امور انجام دینے پڑتے تھے جو اس سے پہلے کسی اور کو انجام دینے نہیں پڑے تھے اس لئے وہ اُن میں دل و جان سے منہمک رہتا اور ذاتی آرام و آسائش کا خیال تک نہ کرتا تھا۔ فرائض منصبی ادا کرنے میں وہ ہرقلیس کا مشابہ نظر آتا ہے، اور جس طرح ایتھنزی مدبر یونانی عموم کا اصلاح کار تھا اسی طرح یونانی حکمرانوں میں سکندر کا ایک خاص رتبہ ہے۔

سکندر کے اوصاف میں ممتاز ترین اُس کا سپاہیانہ انداز اور فوجی قابلیت تھی، اور اس میدان میں اُس کی جو عظمت تھی اُسے اُس کے معترضوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اگر سپہ سالار کی قابلیت کا معیار یہ ہے کہ وہ اُن باتوں کا صحیح اندازہ کرے جو فتح و نصرت کے لئے ضروری ہیں اور انھیں پورے زور کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مقصد کے حصول کے لئے نہایت تن دہی کے ساتھ بہترین ذرائع کام میں لانے کی کوشش کرے، تو اس میں شبہہ نہیں کہ سکندر دُنیا کے اعلیٰ ترین اور قابل ترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اُس کا طرز عمل یہ تھا کہ کسی خاص نقطے پر پہنچنے کے لئے انتہائی جاں بازی سے کوشش کرتا تھا اور وہی نقطہ بالآخر اہم ترین ثابت ہوتا تھا۔ اُس کا اپنے سپاہیوں پر جو اثر تھا

باب ۳۷ اس کی نظیر بہت ہی کم سپہ سالاروں میں پائی جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ جانتا تھا کہ کن کن مواقع پر سر تسلیم خم کرنا ہی مناسب ہے۔ بعض نقادوں کے نزدیک سکندر اپنی زندگی کو زائد از ضرورت مواقع پر معرض خطر میں ڈال دیتا تھا، لیکن ہمارے خیال میں اس کی تیزروی اور کامیابی کا راز یہی تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے سپہ سالاروں تک نے جو اس سے کہیں زیادہ معمر تھے، بعض مرتبہ اپنی جانوں کو نامناسب انداز سے خطرے میں ڈالا ہے۔ سکندر کا قاعدہ تھا کہ ضرورت کے وقت تامّل سے کام لیتا، اور جب اس کے مقاصد کے لئے جرأت و ہمت کی حاجت ہوتی تو اس میں کبھی نہ چوکتا۔

ساتھ ہی ساتھ سکندر فوجی انتظامات میں بھی فرد فرید تھا۔[۲ھ] فیلقوس کے عہد سے لے کر سکندر کے بعد تک مقدونوی فوج کا مدار جتھے پر تھا جس میں ہر سپاہی کے ہاتھ میں سوا پانچ گز لمبا نیزہ ہوتا تھا۔ لیکن سکندر نے بہت سے میدانوں میں محض اپنے سواروں کی وجہ سے فتح پائی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انکی تنظیم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ یونانی زبان میں وزنی اسلحہ والے پیدلوں کو پیزلے تائرے ری اور مقدونوی سواروں کو ہے تائری کہتے تھے،

۲ھ سکندر کی فوجی تنظیم کے لئے دیکھو ڈرواے سن: "سکندر اعظم کی فوج" J. G. Droysen: A. des Grossen Armée. "برلین" ۱۸۷۲ء؛ نیز ڈرواے سن: "سکندر کا طرز عمل و سپہ سالاری" H. Droysen: Ueber A. Des Gr. فرائیبرگ ۱۸۸۵ء؛ مقابلہ کرو اس کا مضمون Heerwesen und Kriegsführung "جنگ زمانۂ قدیمہ" جو ہرمان کی "کتاب قدیمیات یونان" Kriegsalterthümer in Hermann's Lehrb. d.. Griech. Antiquit. اشاعت ششم میں شامل ہے؛ نیز باؤئر: "جنگ زمانۂ قدیمہ" Bauer's Kriegsalt in Muller's Handbuch. جو میولر کے کتابچہ میں شامل ہے جلد ۴ ص ۳۱۲-۳۱۸۔

باب ۲۷ جن میں سے موخر الذکر لفظ کا اصل مفہوم "دوستوں" سے ہے جن سے اصل میں وہ سپاہی مراد تھے جو محض دوستی کی خاطر بادشاہ کی خدمت کرتے اور اُسے دل سے چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ مقدونوی فوج میں ہی پاس پستائے نامی ہلکے ہتھیاروں والے پیدل بھی تھے۔ بہ نسبت اسپارٹا اور دوسری یونانی مملکتوں کے مقدونوی فوج میں مرکزیت زیادہ تھی اور ہر سپاہی اپنے افسر بالادست کا حکم ماننے پر مجبور تھا، در انحالیکہ اسپارٹا وغیرہ میں اوپر کے طبقے والے افسروں میں فوجی تادیب کی بہت کچھ کمی تھی۔ ہر پلٹن کے چند سپاہی منتخب کر کے شاہی محافظ رسالے میں شامل کئے جاتے تھے جیسے اگے ما کہتے تھے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ رسالہ "ذاتی محافظوں" (سوماتوفی لاکیس) سے علیحدہ تھا جن میں فوج کے قابل ترین افسر شامل ہوتے تھے۔ فوج کے مختلف حصوں پہ افسر بروقت مقرر کئے جاتے تھے۔ مقدونوی لشکر میں یونانی بھی نظر آتے تھے، لیکن یہ اکثر بیشتر پیشہ ور سپاہی ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر نے مختلف ریاستوں سے سپاہیوں کی نسبتہً کم تعداد طلب کی تھی، لیکن تھسلی اس سے مستثنیٰ تھی اس لئے کہ اُسے وہ اپنی خانگی جاگیر تصور کرتا تھا اور وہاں سے سپاہیوں کی کثیر تعداد بھرتی ہونے میں وہ کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا تھا۔ فوج کے ساتھ ساتھ باربرداری کی قطار بھی چلتی تھی۔ ہر سپاہی کو دس ستاتر (یعنی ۲۰ درہم) ماہوار تنخواہ اور خوراک ملتی تھی جس میں سے وہ بہت کم پس انداز کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انھیں ہر جگہ مال غنیمت بھی دستیاب نہیں ہوتا تھا تو ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مقدونوی فوج کے سپاہیوں کو مرفہ الحال بننے کا موقع مشکل سے ملتا ہوگا۔ ظاہر ہے جب کبھی فوج کسی مقام پر مثلاً سغدیانہ یا باختر میں چند روز کے لئے پڑاؤ ڈالتی تو وہاں سپاہیوں کی زندگی آرام سے گزرتی۔ جب سکندر کسی مقام پر کوئی نیا شہر آباد کرتا تو وہاں فوج والوں کو اراضی ضرور تقسیم کرتا۔

باب ۲۷

بہت سے سپاہی جنھوں نے مدّت تک فوجی خدمت انجام دی تھی یا جو لڑائی میں بیکار ہو گئے تھے اُنھیں تحائف دے کر واپس گھر بھیج دیا جاتا۔

سکندر نے اپنے اکثر فتوح سواروں کی مدد سے حاصل کئے۔ یہ واقعہ خاص طور پر اس لئے اہم ہے کہ ایرانی ہمیشہ اپنے سواروں پر فخر کیا کرتے تھے، اور اُن کی فوج کا یہ حصّہ اتنا طاقتور تھا کہ ہوپ لیت اُسے شکست تو دے سکتے تھے لیکن اُن کا خاتمہ نہیں کر سکتے تھے۔ سکندر نے اپنے سواروں کی مدد سے نہ صرف ایرانیوں کو شکستیں دیں بلکہ اُن کا تعاقب کر کے اُن کا خاتمہ کر دیا، اور اس طرح اپنی جنگی حرکات و سکنات کی برتری و فوقیت ثابت کر دی۔

علاوہ ازیں اپنی سلطنت کو منظّم کرنے میں بھی سکندر نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔[۵۳] ہمارے نزدیک ایشیا میں قدم رکھتے ہی اُسے اپنی سلطنت کے انتظامات کا خیال پیدا ہوا ہوگا، اس لئے کہ جنگ گرانی کوس کے بعد سارڈس پہنچنے پر اُس نے جو انتظامات کئے وہی اُس کے جملہ انتظامات مابعد کی گویا بنیاد تھے۔ یہاں پہنچ کر اُس نے تین مساوی الحیثیت عہدہ داروں کا تقرر کیا، جن میں سے ایک قلعہ دار تھا، دوسرا حاکم اعلیٰ اور تیسرا محصّل مالگزاری، اور ان تینوں کو براہ راست اپنا زیر نگیں بنا لیا۔ علاوہ مصر کے دوسرے صوبوں میں بھی اُس نے اسی حکمت عملی کو جاری

---

۵۳ سکندر کے انتظامات۔ سکندر اکثر ایرانی طرز کار کا اتباع کرتا تھا؛ اس کے لئے دیکھو ڈنکر، ۴ (۴)، ۵۳۴ وغیرہ؛ شپیگل ۳، ۶۲۸ وغیرہ۔ ایشیائے کوچک کے انتظامات کے متعلق دیکھو ڈروائسن ۱، ۱، ۲۳۱؛ نیز اسی کا مضمون "متعلق مسئلۂ انتظام اندرونی سلطنت سکندر اعظم" Beitr. z. Frage uber die innere Gestaltung des Beiches A. des Gr. جریدۂ ماہانہ اکادمی برلن، ۱۸۷۷ء۔

باب ۲۷ رکھا؛ صرف مصر میں اُس نے ان اُصول سے ذرا ہٹ کر انتظام کیا۔ اُس نے یہاں کے صوبہ دار کو دوسرے ضلعواری حکام کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، اور اس کے علاوہ اُس نے ایک محصّل مالگزاری اور تین فوجی افسر مقرر کئے جن میں سے ایک بڑی فوج کا سپہ سالار، دوسرا بیڑے کا امیر البحر اور تیسرا اجیر سپاہیوں کا فوجدار تھا۔ سکندر کا یہ طرزِ عمل جس کی رو سے مالیات، فوج، اور اندرونی حکومت کا انتظام علیحدہ علیحدہ افسروں کے سپرد کیا گیا، ایرانی طریقے سے کہیں بہتر تھا جس میں جملہ امور کا نگران ایک صوبہ دار ہوتا تھا اور اس کے کام کی تنقیح ایسے افسر کرتے تھے جو مختلف حصہ جات مُلک میں دورہ کرتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سکندر کے طرزِ عمل سے حکومت اور رعایا دونوں کے مفاد کی حفاظت پہلے سے کہیں بہتر ہوتی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ سکندر نے خود مُلک والوں کو وسطی و مشرقی صوبوں کا جائزہ دار مقرر کر کے اس طرح ایشیائیوں کی خودداری کا پاس و لحاظ کیا، لیکن ایسی صورت میں صوبہ دار کے اختیار سے مالیات اور فوجی انتظامات دونوں ہٹا لئے گئے، اور جب تبدیلی کا وقت آیا تو اُس نے از سر نو مقدونیوں کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ آخر میں یہ قاعدہ بنا دیا گیا کہ مدیہ، فارس، اور پاروپانی سادائے کے مُلک میں دیسی حکمراں ہی صوبہ داری کے فرائض انجام دیں گے۔ خود روشنک کا باپ بھی اُس شمالی مُلک کا حکمراں تھا، اور شاید سکندر نے خیال کیا ہو گا کہ اگر میں اُس کی بیٹی سے شادی کر لوں گا تو وہ میرا ہمیشہ ہمیشہ مطیع و منقاد بنا رہے گا۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صوبوں کی حکومت میں سکندر ہمیشہ واقعات و حالات کا اتباع کیا کرتا تھا۔

اُس نے مرکزی حکومت کو بھی ایرانی نمونے پر منتظم کیا[۹۴]۔ لیکن اس

---

[۹۴] مرکزی حکومت۔ اغلب امر یہ ہے کہ سلطنت ایران میں وزیر اعظم کا عہدہ مستقل ہو گا

فرق کے ساتھ کہ وہ خود شہنشاہان ایران سے کہیں زیادہ نظم و نسق سلطنت میں باب ۲۷

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ اور آج کل کے وزیر اعظم سے بہت کچھ مشابہ ہوگا۔ اسمیں شک نہیں کہ پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے اسناد سے ہمیں اس کی بابت کوئی قطعی معلومات نہیں ملتیں؛ تاہم شپیگل کی رائے درست ہے کہ کتے سیاس "پرسیکا" ۴۶ میں جس "ہزا باری تیس" اور Hesych میں جس "ہزار اپاتیس" کا ذکر ہے وہ در اصل ارمنی "ہزار اپت" کا مترادف ہے اور اس سے مراد شہنشاہ ایران کے وزیر اعظم سے ہے۔ مغربی مصنفوں نے اس کا نام "خلیارخ" رکھا ہے اس لئے کہ اس لفظ کے معنی بھی وہی ہیں جو "ہزاری" کے ہیں۔ مقابلہ کرو نیپوس: .con ۳، اور دیودوروس ۱۸، ۴۸۔ عام طور پر اس سے محض فوجی عہدے سے مراد لی جاتی ہے، اور بلاشبہہ خارجی اعتبار سے یہ فوجی افسر ہی معلوم ہوتا تھا۔ جیسا نپرڈے Nipperdey نے اُس نفیس حاشیے میں جو اُس نے نیپوس ۴ پر لکھا ہے (ہرمیس ۷، ۱۴) ایرانی "یک ہزاری" کو یہ خطاب اس لئے دیا جاتا تھا کہ وہ ایک ہزار سپاہیوں کا کماندار تھا۔ سکندر کے خلیارخ فوجی کماندار بھی تھے، لیکن انھیں میں سے ہفاشتیون اور اُس کا جانشین پردکاس بھی تھے جن میں سے موخر الذکر سلطنت مقدونیہ کا متولی بنا؛ علاوہ ازیں ہفاشتیون کا رتبہ دوسرے خلیارخوں سے بڑھا ہوا تھا اور اُسے ایک مخصوص پرچم ساتھ رکھنے کا اختیار تھا۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سکندر کے ایک خلیارخ کو دوسرے خلیارخوں پر فوقیت حاصل تھی، اور اگر ہم اُسے پرانے ایرانی یک ہزاری کا جانشین اور سلطنت سکندری کا وزیر اعظم سمجھیں تو غلطی نہ ہوگی؛ مقابلہ کرو ڈرواۓسن ۲، ۱، ۱۴۔ اسپولر "اسلام" جلد ا صفحۂ ۵، ۴، برلن) کی رائے ہے کہ وزیر کے عہدے کی ابتدا اصل شہنشاہ ایران کے "چشم و گوش" سے ہوئی؛ لیکن سپولر کی رائے غلط ہے، اس لئے کہ شہنشاہ کے "چشم و گوش" متعدد تھے۔ "یک ہزاری" کے علاوہ سلطنت ایران میں مفصلۂ ذیل وزرا تھے: محرر اعلیٰ آریان کے، صدر دفتر شاہی اور میر بخشی، جو غالباً خازن اعلیٰ بھی ہوتا تھا۔

باب ۲۷

مداخلت کرتا تھا۔ اُس کا مددگار خاص یومنیس سا کن کارویہ تھا جسے بعض مورّخ اُس کے معتمد اعلیٰ کا لقب دیتے ہیں اور جس کا منصب وہی تھا جو وزیر اعظم کا ہوا کرتا ہے۔ یومنیس سرکاری دفتر کا نگراں تھا اور جملہ کاغذات سلطنت اُسی کے جائزے میں رہتے تھے۔ سکندر اُس کی دل سے قدر کرتا تھا، اور بوجہ اپنی قابلیت اور جنگی اہلیت کے وہ اُس اعتبار و اعتماد کا مستحق بھی تھا۔ وہ خود بھی اپنے عہدے کی اہمیت سے واقف تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اُس کے اقتدار کے پیچھے پڑے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ہفائسٹیون، جو بادشاہ کا منظور نظر تھا، اُس کا مدّمقابل بن جاتا تھا۔ ہفائسٹیون بادشاہ کا فوجی صلاح کار تھا اور سکندر نے اُسے "خلیارخ" (یعنی "یک ہزاری") کا معزز خطاب بھی عطا کیا تھا جس کی وجہ سے اُس کی حیثیت تقریباً وہی ہوگئی تھی جو سلطنت ایران میں وزیر اعظم کی ہوتی تھی۔ الغرض ایک کا اقتدار اور دوسرے کا اختیار وسیع ہونے کی وجہ سے دونوں کے مابین کبھی کبھی جھگڑا ہو جایا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے بادشاہ کو بہت کچھ دقت اُٹھانی پڑتی تھی۔ ہمارے نزدیک قدیم زمانے کے مورّخ جن کا نشوونما اور تعلیم و تربیت جمہوری فضا میں

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ شپیگل کہتا ہے کہ دیوان شہنشاہی یعنی سرکاری دفتر کا تعلق خزانۂ عامّہ سے تھا (۳، ۶۳۵)۔ ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر ہمیں ہفائسٹیون اور یومنیس کے تعلق کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہفائسٹیون "خلیارخ" یا وزیر تھا اور یومنیس "ارخی گراماتیوس" یا معتمد اعلیٰ تھا۔ پلوٹارک "حیات یومنیس" ۲ میں جو قصّہ مندرج ہے اُس میں عدم صحت کا امکان ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یومنیس کا تعلق دفتر میر بخشی اور محافظ خانے سے بھی تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یومنیس ہفائسٹیون سے کمتر درجے کا عہدہ دار تھا۔ لیکن چونکہ موخر الذکر مدبر نہ تھا اس لئے کاروباری معاملات کو اکثر یومنیس ہی کو سلجھانا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ اُس کا تعلق حکومت سے قریب تر ہو گیا۔ اسی وجہ سے دونوں کے مابین تنازعات برپا رہنے لگے۔ (آرین، ۷، ۱۳)۔

ہوئی تھی، ان واقعات اور ماحول کا اس قدر صحیح اندازہ نہیں کر سکتے تھے جیسا ہم کر سکتے ہیں، اس لئے کہ بہ نسبت اُن کے ہم وسیع ممالک اور بڑے بڑے درباروں کے حالات سے کہیں زیادہ واقف ہیں۔

ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ مختلف صوبوں کے انتظامات میں یکسانی نہیں تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ سکندر کا طرز عمل یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کے انتظام میں جو خصوصیتیں قدیم سے چلی آتی تھیں اُن میں اس حد تک مداخلت نہ کرے جب تک وہ اُس کی حکومت کے سدّراہ نہ بنیں۔ یہ تنوّع خصوصیت کے ساتھ مغرب میں نمایاں ہوتا ہے اور یہی وہ حصّہ ہے جس کی بابت ہم مشرق سے زیادہ واقف ہیں۔ اُس نے لیدویوں کے قدیم اختیارات کا احیا کیا، ملطہ تک تمام ایولیائی اور یونیائی شہروں کا انتظام عمومی حکومتوں کے سپرد کیا اور اُن پر خراج (جو قبل ازیں وہ عمّال شہنشاہی کو ادا کرتے تھے) معاف کر دیا۔ اصل میں یہ اضلاع اُس کی پیش قدمی کے مزاحم نہیں ہوئے تھے، اسی لئے اُس نے انکے ساتھ یہ رعایت کی تھی۔ لیکن کاریہ کے یونانیوں اور نیم یونانیوں کو (جن کا ذکر باب ۲۱ میں کیا جا چکا ہے) بزورِ شمشیر فتح کرنا پڑا تھا، چنانچہ یہاں کے انتظام نے ایک دوسری شکل اختیار کی یعنی یہاں کے تخت پر ملکۂ ادا بٹھا دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فنیقیہ کے اُن حصوں میں جہاں کے باشندوں نے اُسے خوش آمدید کہا تھا، اُس نے مقامی حکمرانوں کو نہیں چھیڑا۔ سلطنت سکندری کا زمانۂ وسطیٰ کی سلطنت جرمنی سے دو اعتبار سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے، ایک تو اس اعتبار سے کہ دونوں کی نوعیت جاگیری تھی، دوسرے اس وجہ سے کہ دونوں میں ذاتی آزادی کے اُصول کو برقرار رکھا جاتا تھا۔ خود ایرانیوں نے یونانی بلدیات کی آزادی کو روا رکھا تھا؛ سکندر نے ایک قدم آگے بڑھایا، اور ایسے مقامات میں بلدیات آباد کر کے جہاں اُن کا پہلے سے وجود نہ تھا، اس نے نہ صرف یونانی تمدّن کو ترقّی دی بلکہ آزادی اور خود اختیاری کے اصول کو بھی آگے بڑھایا۔

باب ۲۷

سکندر نے جو نئے شہر تعمیر کئے اُن کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی جاتی ہے، اور گو ان میں سے صرف چند ہی ایسے ہیں جن کی آبادی کا ہمارے پاس قطعی ثبوت ہے، لیکن یہ اندازہ غلط نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے برعکس کسی شہر کے اسکندریہ نام ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شہر سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا، اس لئے کہ جیسے اُس کے بعد کے حکمرانوں نے اپنے سکوں پر اسکا نام کندہ کرایا اسی طرح ممکن ہے کہ اُنھوں نے شہروں کے نام بھی اسکندریہ ہی رکھ دئے ہوں[۵۵] ہمارے نزدیک

۵۵ شہروں کی بنیاد۔ پلوٹارک: De fort. Al. ۵، ۱ کے مطابق سکندر نے مختلف مقامات پر ستر شہر آباد کئے۔ اس موضوع پر جو کچھ مواد دستیاب ہوا وہ سب ڈرواۓسن نے جمع کر دیا ہے (۳، ۲، ۱۸۷/۲۵۶)؛ میں نے یہاں صرف ضروری واقعات کا شمار کیا ہے، باقی امور کے متعلق ناظرین کرام کو شپیگل اور ڈرواۓسن کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ الیوم؛ استرابو ۱۳، ۳، ۵۹۳۔

اپولونیہ (بلاک افروجیہ) جسے آجکل اولوبرلا کہتے ہیں، کیلائے نائے کے مشرق میں تھا؛ اُس کے سکوں پر سکندر کو بطور "بانی" کے دکھایا گیا ہے؛ ڈرواۓسن ۱۹۷؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۵۸۹۔

اسکندرون ونکوپولس؛ ڈرواۓسن ۲۰۰/۲۰۱

ایماتھیا؛ Liban. ant. 297 R. ، ڈرواۓسن ۲۰۱۔

سکندر نے صور اور عزہ کی آبادی میں اضافہ کیا؛ لیکن Gos. Bell. Jud. ۲، ۶، ۲ میں صرف عزہ ہی کو "یونانی شہر" کا لقب دیا گیا ہے۔

اُن شہروں کے لئے جن کا فلسطین میں آباد ہونا فرض کیا جا سکتا ہے، دیکھو ڈرواۓسن ۲۰۲۔

پیلا؛ استرابو ۱۶، ۲، ۵۰۷؛ ڈرواۓسن ۳۰۶۔

اسکندریہ مصری کے لئے دیکھو جلد ۴۔

ایدلیسہ کے قریب جو کارہے ہے اُسے ۳۱۲ قم جیسے بعید زمانے میں بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ "مقدونوی نوآبادی" کا لقب دیا گیا ہے۔

گوگامیلا کے میدان میں اسکندریانہ؛ ڈروائےسن ۲، ۴۱۰۔

پولی بیوس ۱۰، ۲۷ کا قول ہے کہ مدیہ کے ہر چہار طرف یونانی بلدیات تھے اور یہی کیفیت کوسائیوں، اکسیوں اور ماردیوں کی بھی تھی جن کا ذکر آرین: "اندیکا" ۴۰ میں ہے۔

رھاگائے کے قریب ہرقلیہ، استرابو ۱۱، ۱۴ ۵۔ ڈروائےسن ۴۱۲۔

اسکندروپول پارتھیا میں، پلینی ۶، ۱۱۳۔

اسکندریہ انطاکیہ (پلینی ۶، ۴۶) بلاشبہ وہی مقام ہے جسے اب مرو شاہجہاں کا لقب دیا جاتا ہے اور جو مرغاب زیریں کا سب سے اہم شہر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ قدیم شہر ایک نہایت زرخیز ضلع میں واقع ہے اور مقامی روایت کے اعتبار سے اُسے شاہ طہمورث نے آباد کیا تھا، اور اس سے تورانی خانہ بدوش اقوام کی مدافعت کا کام لیا جاتا تھا۔ شپیگل ۳، ۱۰۔

پروفتھازیا St. B. "فراداً"۔ اس کا نام سکندر ہی نے بدلا تھا۔ ڈروائےسن ۲۱۶۔ شپیگل (۲، ۵۴۱) کی رائے میں یہ فرح کے قریب ہوگا، جس کے موقع کے لئے دیکھو شپیگل ۲، ۳۴۔ اس کے شمال و مشرق کی طرف قندھار (ڈروائےسن ۲۱۷) کو غالبًا سکندر ہی نے آباد کیا تھا؛ شپیگل ۱، ۲۸۔

"قفقازی" اسکندریہ کے محل وقوع کا پورے طور پر تعین نہیں ہوا۔ یہ شہر بامیان کے موقع پر نہیں تھا بلکہ کابل کے شمال میں تھا؛ شپیگل ۲، ۵۴۳۔

باختر اور سغدین میں بارہ شہر؛ یوستی نوس ۱۲، ۵؛ استرابو کے نزدیک ان ممالک میں صرف آٹھ ہی شہر تھے (۱۲، ۵۱۷)۔ آرین (۴، ۱۶، ۳) کہتا ہے کہ سکندر نے ہفائستیون کو "شہر آباد کرنے کے لئے سغدین روانہ کیا"۔

"اسکندریۂ اقصیٰ"؛ آرین ۴، ۴، ۱؛ پلینی ۶، ۴۶۔ یہ شہر غالبًا موجودہ خوجند کے مقام پر ہوگا؛ شپیگل ۲، ۵۴۸۔ شہنشاہ ہرقل کے عہد میں تھیوفی لاکٹس ۷، ۹ دو شہر ... دن یعنی

باب ۲۷ جن میں اپولونیہ اپنا مبدأ سکندر کو قرار دیتا ہے۔ ساتھ ہی یہ معلوم

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ توگست اور چوب داں کا ذکر کرتا ہے جنھیں سکندر نے آباد کیا تھا، اور ان پر بحث کرتے وقت ڈروائے سن شوٹ Schott کا اتباع کرتا ہے۔ ان ممالک میں سکندر کی بابت جو قصّے مشہور ہیں اُن کے لئے دیکھو رتر: "ایشیا" Ritter: Asien ۵/ ۸۲۱ وغیرہ۔

بقیہ (آرین ۴/ ۲۲) غالباً اُن شہروں میں سے تھا جنھیں سکندر نے ایک ایک منزل کے فاصلے پر بسایا تھا؛ یہ دریائے کابل کے شمال میں واقع تھا (ڈروائے سن ۲۲۹) لیکن قطعی محل وقوع کا پتا نہیں لگا۔

نقیہ اور بو کے خالہ کے محل وقوع کا جو دریائے جہلم پر واقع تھے، صحیح تعیین نہیں ہوا؛ ڈروائے سن ۲۳۰۔ (لیکن دیکھو وی اے سمتھ: "تاریخ ہند قدیم" V A. Smith: Early History of India صفحۂ ۳۶ و صفحۂ ۶۴۔ مترجم اردو)۔

اسکندریہ بدریائے چناب۔ غالباً موجودہ وزیر آباد ہوگا۔ ڈروائے سن ۲۳۰۔

اسکندریہ بدریائے سندھ؛ آرین ۶/ ۱۵/ ۲؛ ڈروائے سن ۲۳۰۔

اسکندریہ سغدینہ (آرین ۶/ ۱۶/ ۴) شہر بھکر کے قریب جہاں درۂ بولن کی سڑک کی ابتدا ہوتی ہے، ڈروائے سن ۲۳۰۔ دریائے سندھ کے دہانے، ملک گدروزیا اور کرمان میں جو شہر آباد کئے گئے اُن کے متعلق ڈروائے سن ۲۳۱/ ۲۳۲۔

بابل کے قریب شہر؛ آرین ۷/ ۲۱/ ۷؛ ڈروائے سن ۲۳۷۔

دجلہ کے دہانے پر سکندریہ؛ ڈروائے سن ۲۳۷۔

ان شہروں کو آباد کر کے سکندر نے گویا اُس خواہش کو پورا کر دکھایا جو ایسقراطیس نے کی تھی Phil. (۱۲۰/ ۱۲۳)۔ معلوم ہوتا ہے کہ گروٹ سے یہ پارہ نظر انداز ہو گیا ہوگا، ورنہ وہ سکندر کی اتنی نو آبادیوں کے وجود پر شک و شبہہ کی نظر نہ ڈالتا (۱۰/ ۲۰۶)۔ دیکھو اُس کا مضمون پاؤلی وسووا Pauly-Wissowa جلد ا میں جہاں اُس نے اُن شہروں پر

باب ۲۷ ہوتا ہے کہ اس نے ان شہروں کی تعمیر کا اُس وقت حکم دیا ہوگا جب وہ اُن سے آگے بڑھ گیا تھا، اس لئے کہ بظاہر یہ استعمار کے طرز عمل پر اُس وقت تک عمل پیرا نہیں ہوا جب تک۔ وہ جنگ اسوس کے بعد غیر یونانی ممالک تک نہیں پہنچ گیا۔ ایشیا کے اس حصّے میں اسوس کے جنوب میں شہر اسکندریہ (موجودہ اسکندرون) ونکوپولس، اور شام میں ایما تھیہ ہے جو زمانۂ مابعد میں انطاکیہ کا ایک حصّہ بن گیا۔ اُس نے صور اور غزہ کی آبادی میں اضافہ کیا جن کے جدید باشندوں کا بیشتر حصّہ خاص یونانیوں پر مشتمل تھا۔ ہم فلسطین میں دیوم اور پیلا کا ذکر سنتے ہیں جن سے اُن کے ہمنام مقدونوی شہروں کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک دریائے اورونتیس کے قریب شہر اپامیا کو بھی سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا اس لئے کہ اُس نے اُس کے قریب ہی بوتیائی زیوس کے نام کی قربان گاہ تیار کی تھی۔ اس کے بعد مصر کے مشہور و معروف اسکندریہ کا نام آتا ہے جس کی طرف ہم بعد میں رجوع کریں گے۔ دریائے فرات کو عبور کرنے کی جگہ تھپساکوس کے مقام پر نیکے فوریوم آباد کیا گیا اور اس سے ذرا بالاتر ایک معادن کے کنارے سکندر کے راستے میں ایک دوسرا یونانی شہر کارھائے ملتا ہے جسے یقیناً اُسی نے آباد کیا ہوگا۔ یہ امر پایۂ تیقن کو نہیں پہنچا کہ گوگامیلا کے میدان پر کوئی شہر مسمی اسکندریہ بسایا گیا یا نہیں۔ ان شہروں کے بعد آرین صرف شمالی شہروں کا شمار کرنے پر اکتفا کرتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اغلب امر یہ ہے کہ بادشاہ نے اس پہاڑی ملک میں بھی جو ایران کی سطح مرتفع اور عراق کے مابین واقع ہے ضرور چند شہر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بحث کی ہے جن کا نام سکندریہ تھا (ص ۱۳۷ - ۱۳۹)۔ علاوہ پخشٹائن Puchstein کے مضمون کے جو اُس نے مصری اسکندریہ پر لکھا ہے، دیکھو اندریاس Andreas کا مضمون سکندریہ بہ دہانۂ دریائے دجلہ ص ۱۳۹۰ - ۱۳۹۵

باب ۲۵ آباد کیے ہوں گے اس لیئے کہ پولی بیوس کہتا ہے کہ تمام ملک مدیہ یونانی شہروں سے گھرا ہوا تھا۔ رھاگے کے قریب ایک شہر ہرقلیہ تھا اور یارتھیا میں ایک اسکندروبول۔ ذرا شمال کی طرف دریائے مرغاب پر مرغیانہ ملتا ہے جس کا نام تبدیل ہو کر انطاکیہ یا مروشاہجہان پڑ گیا۔ جب ستی برزان کی بغاوت کے بعد سکندر کو آریہ جانا پڑا (باب ۲۴) تو اس نے ہری رود کے کنارے پر اسکندریہ بسایا جسے اب ہرات کہتے ہیں اور جو اب تجارتی راستوں کا سنگم ہونے کی وجہ سے نہایت اہم ہے۔ جنوب کی طرف درانگیانا میں، جہاں فلوتاس کی سازش کا انکشاف ہوا تھا (دیکھو باب ۲۴) وہ پروفتازیا آباد کر کے اراخوزیہ کی طرف بڑھا جہاں اس نے ایک اور اسکندریہ (موجودہ قندھار) کی بنیاد ڈالی اور پاروپامسادے کے ملک میں کوہ ہندوکش کے جنوبی دامن میں ایک اور اسکندریہ بسایا۔ یوستی نوس کہتا ہے کہ سکندر نے بلخستان اور سغدین (ملک بخارا) میں بارہ شہر سپاہیوں سے آباد کیے، لیکن ان سپاہیوں نے بیس ہزار پیدلوں اور تین ہزار سواروں کی مدد سے بغاوت کر دی۔ استرابو صرف آٹھ شہروں کا ذکر کرتا ہے، لیکن ہم اُن کا پتا لگانے سے بھی قاصر ہیں اور ہمیں صرف اسکندریہ "اقصیٰ" جو سر دریا پر تھا (یعنی خوجند) اور ایک اسکندریہ کا جو اموردریا پر تھا علم ہے۔ ملک بخارا (سغدین) میں سکندر کے قائم مقام کی حیثیت سے ہفاشتیون نے بہت سے شہر آباد کیے، اور زمانۂ مابعد میں ان اضلاع میں بادشاہ کے متعلق جو قصے مشہور ہوئے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بہت سے یورپیوں کو یہاں لا کر بسایا ہوگا۔ ہمیں اس کا قطعی علم ہے کہ اُس نے دریائے کابل پر ایک نقیہ کی بنیاد ڈالی، لیکن جہلم والے نقیہ اور بوکے فالہ کے محل وقوع کا ہنوز قطعی طور پر تعین نہیں ہوا۔ دریائے چناب پر اسکندریہ (جو شاید زمانۂ موجودہ کا نصیر آباد ہے)، ذرا نیچے کی جانب دریائے سندھ پر اسکندریہ، موزیکانی کے ملک اور پٹالہ کے قلعے بھی اُسی کی طرف

باب ۲۲

منسوب کئے جاتے ہیں۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں مدت دراز تک یونانی خود مختار بادشاہ حکومت کرتے رہے اور یونانی تہذیب و تمدن کا ڈنکا بجتا رہا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سرحدی ممالک میں عہد سکندری میں بہت سے یونانی جاکر آباد ہوئے ہوں گے۔ دریائے سندھ کے دہانے کے مغرب میں اوریتائیون کے ملک میں ہفائسٹیون اور لیوناتوس نے ایک ایک شہر آباد کیا، اور یہی شاید گدروزیا اور کریان میں دو دو شہروں کے بانی ہوئے۔ اسی طرح بابل کے قریب جھیل رومیہ پر ایک شہر بسایا گیا جس کا تعلق نہر پالاکوپاس کے ساتھ تھا، اور دجلے کے قدیم دہانے کے قریب اُس جگہ جو اب مٹی جمنے کی وجہ سے ساحل سے بہت دور جا پڑی ہے، اسکندریہ آباد کیا گیا جسے اب محمرہ کہتے ہیں۔ یہ شہر سکندر کے اُن عظیم الشان منصوبوں کا گویا مرکز تھا جنھیں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں سوچا کرتا تھا جن میں منجملہ دوسرے خیالات کے ملک عرب کے الحاق اور دجلہ و فرات کے ڈلٹاؤں کی ترقی کے مسائل بھی شامل تھے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یونانیوں کے خیال کے بموجب یہ ممکن تھا کہ کوئی جدید شہر کسی قدیم شہر کے محل وقوع پر ہی آباد کیا جائے۔ مذکورۂ بالا شہروں کے ذکر کے علاوہ ہم پڑھتے ہیں کہ بڑے بڑے رسالے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے تھے[۶] مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ بعض خیوسی ایلی فانتین کے شہر کو روانہ کئے گئے اور سماریہ کے حاکم کو ہدایت کی گئی کہ وہ آٹھ ہزار سپاہیوں کو مصر لے جائے جہاں پہنچ کر وہ تھیبز کے نواح میں آباد کر دئے گئے۔

---

۶۔ خیوسی مصر میں، آیرین ۳، ۲، ۷۔ سماریہ سے مصر کو سپاہی بھیجے جاتے ہیں، (Jos. Ant) ۱۱، ۸، ۶؛ ڈروائسن ۲۶۹۔ فوجی آبادکاروں کو "کاتوئے کوئی"، محافظ رسالوں کو "پارے پدرے موئنتیں" اور دیسی سپاہیوں کو "انخوریوئی" کہتے تھے۔

باب ۱۷

ان شہروں کے قیام میں سکندر کو تین مقاصد ملحوظ تھے، ایک فوجی، دوسرا مالی، اور تیسرا تمدنی ۱؎۔ فوجی اعتبار سے اُس کا مقصود یہ تھا کہ ان نوآبادیوں کے ذریعے سے سلطنت محفوظ و مامون رہے گی، مالی مقصد یہ تھا کہ ان کی وجہ سے تجارت کو فروغ پہنچے گا اور مختلف اضلاع کے مابین رسل و رسائل میں پہلے کی بہ نسبت آسانی ہوسکے گی، اور تیسرا مطمح نظر یہ تھا کہ تہذیب و تمدن کے اعتبار سے جو قومیں پیچھے پڑی ہوئی ہیں اُن میں تمدن کا پرچم اُڑایا جائے اور مشرق و مغرب کے مابین اتحاد پیدا کیا جائے۔ موخر الذکر مقصد اُس کے دل میں اس قدر جاگزیں تھا کہ وہ یورپ میں ایشیائیوں کو لاکر آباد کر دینا چاہتا تھا۔ ان بلدیات کے محل وقوع کے تعین میں فوجی و تجارتی حالات بھی ممد و معاون ہوئے ہوں گے لیکن ہم اس موقع پر اس امر پر مفصل بحث نہیں کریں گے۔ بہرحال اُن کے

۱؎ سکندر چاہتا تھا کہ غیر یونانی آبادی شہروں میں رہے تاکہ خانہ بدوشی کی جگہ وہ زراعت کا پیشہ اختیار کرلے (آرین: "انڈیکا" ۴۰)۔ ہمارے نزدیک اس خواہش میں یا ہیو ومنیٹی نوعِ انسان اور یونانیت دونوں عناصر موجود تھے۔ جدید شہروں کی تنظیم کے لئے دیکھو ڈرواۓسن ۳، ۱/۱، ۳۲ وغیرہ۔ مومسن (تاریخ روما" Mommsen R. G. جلد ۵، ۴۰) کہتا ہے کہ "سکندر نے مشرق میں قدیم مقدونوی موروثی سلطنت کی بجائے یونانی طرزِ حکومت کو مروج کیا"۔ ڈرواۓسن (۱، ۲، ۲۹۲) اُس اراضی کے مسئلے پر بحث کرتا ہے جو جدید آبادکاروں کو ملی ہوگی۔ پلوٹارک: "فوکیون" ۸ امیں کہتا ہے کہ سکندر نے فوکیون کے سامنے متعدد شہر پیش کئے۔ قدرتی پیداوار کے متعلق یہاں یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شٹاڈے اپنی "تاریخ بنی اسرائیل" Stade : Geschichte des Volkes Israel ۲، ۲۷۶ میں کہتا ہے کہ شام کے شہروں کو ان شہروں سے تیل جاتا تھا، جس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ ان شہروں کے متعلق ایسی اراضی تھی جس کی پیداوار میں وہ یونانی حصہ دار تھے جو اُن میں آکر آباد ہوئے تھے۔

باب ۲۷ عام مقصد پر غور کرنے کے بعد ہم اُن کے اندرونی انتظامات کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس بارے میں ہمارے معلومات ذرا زیادہ وسیع ہوتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جدید شہریوں کے قبضے میں جو اراضی گئی ہوگی وہ وہی ہوگی جس سے پرانے شہری بیدخل کئے گئے تھے۔ ان پرانے شہریوں کے بے دخل کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی ہوگی اس لئے کہ سکندر گویا قدیم شہنشاہان ایران کا جانشین تھا؛ چنانچہ وہ اپنے پیش روؤں کی طرح رعایائے ایران کے ساتھ جیسا چاہتا برتاؤ کر سکتا تھا؛ بلکہ اُسے در اصل دوہرا حق تھا، ایک تو بحیثیت فاتح کے اور دوسرے بحیثیت شہنشاہ ایران کے۔ جب اُس نے فوکیون کے سامنے شہر پیش کئے تو اُس نے گویا وہی کیا جو زرکسیز نے تمسطاکلیس کے ساتھ کیا تھا۔ بہت سی اراضی جو نئے شہریوں کے حوالے کی گئی ہوگی بلاشبہ شاہی ملک ہوگی اور غالباً وہی زمین چھوڑی گئی ہوگی جو بت خانوں کے متعلق تھی۔ سکندر کا مقصد یہ تھا کہ ہر نئے شہری کو کچھ نہ کچھ زمین ضرور مل جائے۔ اس طرز عمل میں خود یونانی نقطۂ نظر سے کوئی جدت نہیں تھی اس لئے کہ قدیم زمانے میں بھی جب یونانی کوئی شہر آباد کرتے تو ضرور کسی نہ کسی سے زمین لے کر اُسے تقسیم کر دیتے۔ آخر میں صرف یہ کہنا باقی ہے کہ غالباً اصلی باشندے آباد کاروں کو کچھ نہ کچھ خراج ضرور ادا کرتے ہوں گے۔

ان بلدیات کی تنظیم کے متعلق ہم مصری اسکندریہ کی مثال سے یہ فرض کر سکتے ہیں کہ جب ایک ہی چار دیواری کے اندر مختلف اقوام یکجا ہوتی تھیں تو ہر قوم خود اپنے ہی قوانین پر حصر کرتی تھیں اور اُن کا دار و مدار خود اُنھیں کے قومی رسم و رواج پر ہوتا تھا۔ ہمارے نزدیک ایشیائی یونانیوں کی تنظیم عمومی اصول پر کی گئی ہوگی[۵۸] اس لئے کہ ہماری

---

۵۸ ایشیا کے بہت سے بلدیات میں سکندر نے عمومیت کا از سر نو احیا کیا۔

باب ۲۷ معلومات کے بموجب نہ صرف سکندر نے اُن شہریوں میں عمومیت کا احیا کیا جو اندرون ایشیا میں واقع تھے بلکہ واقعات کے حسب حال اُن لوگوں کے حقوق کے درمیان جو کسی جدید شہر میں وقت واحد میں سکونت پذیر ہوئے ہوں، کسی قسم کا فرق یا امتیاز روا نہیں رکھا۔

اسکندریہ، مصر اور دوسرے بلاد میں یونانیوں کو فیولوں یعنی قبیلوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، اور غزہ میں ایک مجلس کا حال بھی سننے میں آتا ہے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ افراد کے اُن حقوق میں، جن کا تعلق مرکزی حکومت کے ساتھ تھا یکسانی نہیں تھی۔ مثلاً اسکندریہ میں یہ حقوق نہایت درجہ محدود نظر آتے ہیں۔ ان نئے بلدیات کے جو نام رکھے گئے وہ ایک طرح سے ممتاز ہیں اور بطور نظیر کے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو شہر باعتبار اپنی اہمیت کے سب پر فوقیت لئے ہوئے تھے اُن کا نام اسکندریہ رکھا گیا، اور زمانۂ مابعد میں بہت سے ایسے شہروں کی بنا ڈالی گئی جن کا نام یہی تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بالکل نئی بات تھی کہ کسی شہر کا نام اس کے بانی کے نام پر رکھا جائے۔ اس وقت تک صرف ایک ہی ایسا شخص گزرا تھا جس نے اپنے نام پر شہر آباد کئے ہوں، اور وہ فیلقوس تھا، جیسے فلپی اور فلپوپلس آباد کئے۔ ان میں سے ثانی الذکر لفظ کے معنی تو محض "فیلقوس نگر" کے ہیں اور یہ کوئی نام میں نام نہیں، لیکن پہلے نام میں ایک عجیب وغریب بات ایسی ہے جسے اس وقت تک نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ لفظ "فلپی" "فلپ" کی جمع ہے، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے آخر مراد کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ شہر ایتھنز کے مقابلے کے لئے بسایا گیا تھا، اور ممکن یہ ہے کہ اس نام سے یہ مطلب ہو کہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ آرین ۱، ۱۷، ۱/۱۱ (الفی سوس جس سے اس کی شہرت ہوگئی)، ۲، ۵، ۸ (سولی)۔ اسکندریہ کے لئے دیکھو ڈروائےسن ۳، ۱، ۳۴۔

باب ۲۷

زمانۂ مستقبل میں "فلیبی" "اٹھینائے" سے زیادہ طاقتور ثابت ہوگا لیکن یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یونانی لوگ لفظ "فلیبی" سے کیا مطلب سمجھتے ہوں گے؟ کیا اس لفظ کے معنی "متعدد فیلقوسوں" کے لئے جاتے تھے یا یہ صرف ان طلائی سکوں کا نام تھا جو وہاں مسکوک ہوتے تھے؟ بہرنہج اس لفظ میں کوئی نہ کوئی خاص مفہوم ضرور پوشیدہ ہوگا۔ اس وقت تک جتنے اس نوع کے نام تھے وہ سب مختلف دیوتاؤں کے نام پر رکھے گئے تھے' مثلاً ہرقلیہ (جو پانچویں صدی ق م کے بسائے ہوئے دو شہروں کا نام تھا) پوسئیدونیا' یوتی دیا' اپولونیا' ہیرائیہ' تین دارس' دیوم وغیرہ۔ جب سکندر نے پہلے پہل اپنا نام اپنے آباد کردہ شہر کو دیا تو اُس نے اپنی اس خواہش کا گویا اعلان کردیا کہ وہ محض پرانے سورماؤں کی طرح عزت و احترام کا ہی جویا نہیں بلکہ ایک معبود کی طرح اپنی پوجا کرانا چاہتا ہے۔ چنانچہ یونانی قوم نے اُس کی اس خواہش کا اچھی طرح سے اندازہ کرلیا تھا۔ ہمارے نزدیک سب سے پہلا شہر جو سکندر کے نام پر منتسب ہوا وہ مصری اسکندریہ تھا جسے بادشاہ نے زیوس عمون کے نخلستان کی طرف جانے سے پہلے آباد کیا تھا۔ اس سے پہلے لیساندر نے بھی اس بت خانے کے پجاریوں سے مشورہ لیا تھا' اور سکندر اچھی طرح جانتا تھا کہ دودونا اور دیلفی کے پجاریوں سے کہیں زیادہ آسانی کے ساتھ یہ ہموار کئے جاسکتے ہیں اور دُنیائے مشرق میں اس مرکز کی جو اہمیت اور وقعت تھی وہ شاید دوسرے مرکزوں کی نہیں تھی۔ بہرحال سکندر کے جانشینوں نے بھی بہت سے شہروں کو اپنے ناموں پر معنون کیا' چنانچہ ہمیں جگہ جگہ سلیوکیہ' انطاکیہ' بطلیماس کے سے نام جگہ جگہ ملتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان شہروں کے قیام کا ایک منشا یہ بھی تھا کہ مشرق و مغرب کے اتحاد کو مستحکم کیا جائے۔

باب ۲۷

ایشیا اور یورپ کے مابین ازل سے جو رقابت فارقلیس اور ہیروڈوٹس کے زمانے سے بلکہ ان سے بھی پہلے سے چلی آتی تھی وہ جنگ پیلوپونیز کے آخری دس سال سے برابر کم ہو رہی تھی اور ایشیا کو یورپ کی توانائی کا احساس اور یورپ کو ایشیا کے زر و مال کی قدر ہو گئی تھی۔ زینوفون نے ایرانیوں کو دکھا دیا تھا کہ غیر قومیں یونانی سپاہیوں کو زک نہیں پہنچا سکتیں، چنانچہ اسی وقت سے ایرانی حکمران اور صوبہ دار یونانیوں کو اپنی اپنی فوجوں میں بھرتی کرنے لگے تھے اور دوسری جانب یہ سپاہی بھی اپنے نئے آقاؤں کی خدمت بغایت وفاداری سے انجام دیتے تھے۔ ہم کہیں نہیں پڑھتے کہ انھوں نے غدّاری کی ہو، یا کم از کم معمولی سپاہیوں کی غداری کا تو ذکر تک سننے میں نہیں آیا گو بعض مرتبہ اُن کے رہبر ایک طرف سے دوسری طرف چلے جانے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ بہرحال ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فی الجملہ یونانی سپاہی وفادار تھے۔ سکندر کے مہمات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ یونانی عنصر کس حد تک ایرانی فوج میں سرایت کیے ہوئے تھا۔ میدان گرانی کوس میں بیس ہزار اجیر سپاہی تھے، ہمیں ملطہ اور ہالی کارناسس میں بھی اجیر سپاہی ملتے ہیں؛ اسوس کے میدان کارزار میں ایرانی فوج میں تیس ہزار یونانی تھے اور گوگامیلا کے موقع پر بھی ایرانی صفیں یونانیوں سے خالی نہ تھیں۔ یہ یونانی اجیر ہی تھے جنھوں نے دارا سوم ایران کو بیسوس کی سازش سے مطلع کیا اور انھیں میں سے آخری پندرہ سو نے زدراکارتا کے مقام پر آخر کار ہتھیار ڈال دیے۔ ہمارے نزدیک یہ مبالغہ آمیزی نہ ہوگی کہ دارا کی فوج میں کم و بیش ایک لاکھ یونانی اجیر سپاہی تھے[۹]۔

۹؎ یونانی اجیر سپاہی: گرانی کوس کے میدان میں، ڈیروائے سن ۱/۱۴، ۱۹؛ اسوس پر، ڈیروائے سن ۱/۸، ۲۵؛ ... یونانی اجیر سپاہی ایران جا کر آگس کی ملازمت اختیار کر لیتے ہیں، دیوڈورس ۱۷/۴۸؛ کرتیوس ۴/۱، ۳۹؛ دارا اور بیسوس کے ساتھ یونانی اجیر، ڈیروائے سن ۱/۳، ۴۷؛ زدراکارتا میں، ڈیروائے سن ۱/۱، ۳۸۶۔

باب ۲۷

ظاہر ہے کہ ان سپاہیوں کی وساطت سے ایشیا اور یورپ کے مابین طرح طرح کے تعلقات قائم ہو گئے ہوں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ مین تور اور میم نون کا سسر یہ آور وہ ایرانیوں سے رشتہ تھا، اور اسی قسم کی عزیز داری کی وجہ سے بہت سے یونانی شہنشاہ ایران کے خدمت گزار اور رعایا ہی نہیں تھے بلکہ اب یونانیوں اور مشرقیوں میں پہلے کی سی رقابت بھی باقی نہیں رہی تھی[۱] یہ بالکل ممکن تھا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان جو بُعد باقی تھا اس میں سکندر اضافہ کر دے اور اپنے اتالیق یعنی ارسطو کے اس مقولے پر عمل کرے کہ یونانیوں اور غیر یونانیوں کے مابین ایک فطری فرق ہے؛ لیکن اُس نے اس کے بالکل برعکس عمل کیا۔ شاید سکندر کے مخصوص طرز عمل کی ایک وجہ یہ ہو کہ یونانی قوم اُس کی مہمات سے الگ تھلگ رہی، اور جب وہ مشرق میں برسرِ پیکار تھا تو یونانی اُس کی سلطنت کے مغربی حصے میں طرح طرح کی فتنہ پردازیاں کر رہے تھے درانحالیکہ اُن کے برعکس ایرانی صرف میدان جنگ ہی میں اُس کا مقابلہ کرتے تھے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سکندر کو ان دونوں اقوام کی مفاہمت پسندیدہ معلوم ہوئی ہو۔ الغرض اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، اُس کا طرز عمل یہ تھا کہ یونانیوں اور ایشیائیوں کے درمیان امن و امان کی کیفیت پیدا ہو جائے، اور ان دونوں کی باہمی رقابت کو دور کرنے کے لئے اُس نے جو طریقے اختیار کئے وہ اُس کے غیر فانی کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہیں ۔ بلاشبہ ہم اُس کے جملہ تدابیر کے موید نہیں ہو سکتے ۔ مشرقی ملبوسات اختیار کرنا فی نفسہٖ کوئی جرم نہ تھا بلکہ مقامی

[۱] استرابو (۱، ۶۶) کے مطابق بعض لوگوں نے سکندر کو صلاح دی کہ وہ یونانیوں کو اپنا دوست اور غیر یونانیوں کو دشمن سمجھے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمرے میں ارسطاطالیس بھی شامل تھا ۔

باب ۲۷ آب وہوا کا لحاظ کیا جائے تو ایک نہایت ہی مناسب طرزِ عمل معلوم ہوگا؛ لیکن اسی فعل کو یونانی اور مقدونوی شخصی حکومت اور مطلق العنانی کی طرف سکندر کے رجحان کا ایک مظاہرہ سمجھتے تھے۔ دوسرے اُس کے دعوئے الوہیت کی کسی طرح سے تائید نہیں کی جاسکتی؛ نہ اس دعوے سے اُسے کسی قسم کا کوئی فائدہ ہوا۔ اوّل تو مصریوں کے علاوہ کوئی ایشیائی کسی انسان کو معبود کا رتبہ دینا پسند نہیں کرتا تھا اور ان میں سے بعض ایسے تھے جو وقت پر تو کسی کو ابن اللہ کا لقب دے دیتے تھے لیکن موقع پاتے تو ابن اللہ کی جان تک لینے میں دریغ نہیں کرتے تھے[۱] رہے یونانی، تو وہ اس قسم کے دعاوی کی ہنسی اڑاتے تھے۔ بہرنہج ان میں سے کسی چیز کا سکندر کی طرزِ حکومت پر مطلق کوئی اثر نہیں پڑا اور اُس نے کبھی اپنی تجاویز یا آرا کو الوہی جامہ پہنانے کی کوشش نہیں کی۔ اُس کی زندگی مسلسل ایسے مقدونوی حکمران کی طرح کی رہی جسے یونانی طرز کی تعلیم و تربیت دی گئی ہو؛ اور وہ آخر تک برابر بنی نوع انسان کے اعلیٰ مقاصد کا مدّاح رہا اور نہ صرف اُسکی یہ رائے کبھی نہیں ہوئی کہ یونانی تہذیب و تمدّن کو خیرباد کیا جائے بلکہ وہ اکثر یونانی طرز کی ورزشوں اور موسیقی کے مقابلے منعقد کرتا رہتا تھا۔ بہت سے شہر آباد کرکے اُس نے آزاد یونانی بلدیہ کو ہی اپنی سلطنت کی گویا بنیاد قرار دیا، جس کی ترتیب انواع و اقسام کے عناصر سے ہوئی تھی۔ یوروپی یونانی کی نگاہ میں اُس کی حیثیت محض ایک رہبر کی سی تھی، اور اسپارٹی تو آخر زمانے تک اس سے الگ تھلگ رہے۔

[۱] آئمے یر: "تاریخ مصر" E. Meyer : Gesch. Aegyptens صفحہ ۵۸، مصری اپنے بادشاہوں کو اپنا معبود تصوّر کرتے تھے۔ حکمرانوں کی پوجا کے لئے دیکھو او ہرش فیلڈ: "تاریخ تمدن شہنشاہی روما" O. Hirschfeld : Zur Gesch. der roemischen Kaiser-Kultus روداد اکاڈمی برلن، ۱۸۸۸ء، ۱۹ جولائی۔

باب ۲۰ اسی طرح بعض ایشیائی یونانی بھی اُس کے خود مختار حلیف تھے (مثلاً بحیرۂ افشین پر ہرقلیہ کا طاقتور بلدیہ) اور ان کے علاوہ ایسے ایشیائی قبائل بھی تھے جو پہاڑوں میں رہتے اور بالکل آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں اس کا پوری طرح سے علم نہیں کہ فوج کی تنظیم میں کیا اُصول مدنظر رکھا جاتا تھا اور غالباً سکندر نے اسکی تکمیل کو کسی دوسرے موقع کے لئے اُٹھا رکھا تھا۔ ہم نے سکّوں کے مسئلے پر ایک حاشیے میں غور کیا ہے۔[۱۱]

۱۱۔ سکندر کے سکّے۔ خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرو لُ میولر: "سکہ جات سکندر اعظم" L. Mueller Numismatique d' Alexandre le Grand کوپن ہاگن ۱۸۵۵ء؛ امہوف بلومر: "سکہ جات یونان" Imhoof-Blumer : Monnaies grecques ۱۸۸۳ء خاص کر ص ۱۱۵–۱۲۳؛ اور تمام مبحث کا لب لباب' ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head : H. N. صفحہ ۱۹۷ وغیرہ۔ سکندر کے باپ فیلقوس ہی نے سکّہ سازی میں ایک خاص جدت کی تھی۔ وہ فلپی کے سونے کی کانوں کا مالک تھا' چنانچہ اُس نے جو طلائی سکّے بنوائے اُن پر لفظ "فلپون" کندہ تھا اور اُنہیں اُن سے پہلے کے سکّوں کی بجائے رائج کیا جن پر الفاظ "تھاسیون ایپائروُ" کھدے ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ شہر کا نام نکال دیا گیا اور یہ سکّہ تمام تھلی و مقدونیہ میں رائج ہو گیا (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۹۲)۔ لیکن فیلقوس اپنے نقرئی سکّے فنیقی معیار پر بنواتا تھا جس کی ایک چہ درہمی ۲۲۴ گرین کی ہوتی تھی' جس کی وجہ سے تیس درہموں کی قیمت ایک طلائی استاتر کے برابر ہوتی تھی اس لئے کہ چاندی اور سونے کی باہمی مناسبت ۱:۱۲ $\frac{1}{2}$ کے مساوی تھی (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۹۲)۔ فیلقوس کے سکّوں پر ایک طرف تو زیوس' اپولو اور ہرقل کی شبیہیں نظر آتی ہیں اور دوسری جانب مختلف قسم کے ورزشی کھیلوں (مثلاً سواری کے گھوڑوں) وغیرہ کی شکل نظر آتی ہے۔ تخت نشینی کے بعد ابتدا میں تو سکندر نے سکّوں کو ہاتھ نہیں لگایا اس لئے کہ اُس کے پاس سونے چاندی کا اس قدر ذخیرہ نہیں تھا کہ جدید سکّے بنوا سکے۔ جب اس کے پاس کافی ذخیرہ ہو گیا تو (جیسا امہوف کا بیان ہے) اُس نے سب سے پہلے نقرئی سکّے بنوائے جن کے

باب ۲۷ وہ ہمیشہ اُن تمام تحریکات کی پشت پناہی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا جو

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ایک طرف زیوس کی شبیہہ اور دوسری جانب ایک عقاب اور گرتی ہوئی بجلی کی شکل کندہ ہے جس کے چہار طرف "الگزنڈرو ڈ" لکھا ہوا ہے۔ اس سلسلے کی جو چو درہمیاں ہیں وہ بھی فنیقی معیار ہی کی ہیں (۲۲۷ گرین) لیکن درہم تیو بولی، دو او بولی اور او بول یہ سب اٹیکائی معیار کے ہیں اور زمانۂ مابعد میں سکندر نے اپنے جملہ سکوں کو اسی معیار پر ڈھالنا شروع کیا۔ سکوں کے میدان میں یہ اُس کی سب سے بڑی جدت تھی کہ اس نے چو درہمیوں اور دوسرے تمام سکوں کے لئے اٹیکائی معیار کو رائج کر دیا۔ نام نہاد "اسکندری" سکوں کی بے شمار تعداد موجود ہے جن سے وہ سکے مراد ہیں جن پر یہ لفظ "الگزنڈرو" کندہ ہے؛ مثلاً چو درہمیاں جن کے ایک طرف شیر کی کھال پہنے نوجوان ہرقل اور اور دوسری طرف زیوس تخت پر بیٹھا نظر آتا ہے؛ اور طلائی سکے، جن کے ایک طرف پالاس کا سر اور دوسری طرف ایستادہ نیکے ہے۔ لیکن ابھی تک متبصرین سکہ جات اس بات پر متفق نہیں ہوئے کہ ان سکوں میں سے کتنے خود سکندر نے مسکوک کرائے ہوں گے اور کتنے اُس کے جانشینوں نے، اور عام طور پر یہ مان لیا جاتا ہے کہ ان سکوں میں سے اکثر و بیشتر سکندر کے جانشینوں کے ہی زمانے کے ہوں گے۔ اپنی فتوحات کے زمانے میں مختلف شہروں کے اتنے سکے اُس کے تصرف میں تھے اور اتنی دارائیاں مالِ غنیمت کے طور پر اُس کے ہاتھ لگی تھیں کہ مدت دراز تک اُس کے اپنے سکے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ انواع سکہ جات کی بابت گارڈنر کے خیالات (انواع Types صفحہ ۱۵) دلچسپ ہیں:۔ سکندر سے پہلے مقدونیہ کے سکوں پر وہاں کے موروثی معبودوں یعنی آریس اور اپولو کی شبیہیں کندہ تھیں، لیکن سکندر نے اپنے طلائی سکوں کے لئے پالاس اور اُس کی خادمہ نیکے اور اپنے نقرئی سکوں کے لئے ہرقل اور اولمپیوسی زیوس کا انتخاب کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاید اُن تمام اعلیٰ مرتبت معبودوں کو اپنا ہمنوا بنانا چاہتا تھا جو ہم الیوم کے موقع پر یونانیوں کے ممد و معاون قرار دئے گئے تھے۔

باب ۲۰ اُس کے نزدیک کار آمد ہوں۔ ایشیا کے عظیم الشّان خزانے، جو اُس کی موت کے بعد بھی تقریبًا ویسے کے ویسے ہی رہے، صرف سپاہیوں کی مٹھی گرم کرنے یا بے ایمان حکّام کی جیبیں بھرنے کے لئے نہیں سمجھے گئے، بلکہ سکندر نے انھیں بابلستان کے نظام نہری کی مرمّت کو پانی جھیلوں کی نکاسوں کی صفائی اور یونان کے مسمار شدہ بت خانوں کی تعمیر پر لگایا اور اس آخری کام کے لئے اُس نے دس ہزار تالنت بالکل علیٰحدہ رکھ دئے۔ ہم پڑھتے ہیں کہ اُس نے کلازومے نائے کی بندرگاہ میں ایک پشتہ بنوایا، اور اس شہر کے قریب جو خاکنائے ہے اُسے کٹوا کر راستہ نکالنے کی کوشش کی۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس لئے کہ اُس کے نزدیک الیوم کی مہم اُس کے لئے گویا ایک نمونہ تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اگامیمنون کی فوج کی محافظہ تو پالاس تھی، لیکن زیوس کی عنایت کی وجہ سے اُسے کامیابی کا سہرا ملا، اور ہرقل کچھ عرصے پیشتر ٹروائے کو تاراج کرچکا تھا۔ یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ ایشیا میں قدم رکھنے سے پہلے سکندر نے زیوس، اتھینے اور ہرقل کے نام پر قربانیاں کی تھیں؛ یہ آرین ا، ۱۱، ۶ میں منقول ہے اور یہ پارہ اس طرز بیان کی ایک نہایت نفیس مثال ہے کہ کس طرح مسکوکیات و تاریخ ایک دوسرے کی مثال پیش کرتے ہیں۔" اب سکندر نے ان معبودوں کی شکلوں سے اپنے سکّوں کو مزیّن کیا جو ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں رائج تھے، اور جس طرح سکندر کے سپہ سالاروں کو اُس کی جنگی تدابیر اور اس کے مفتوحہ ممالک ورثے میں ملی تھیں، اسیطرح یہ معبود بھی گویا اُسی سے انھیں ملے۔ سکندر کے جدید سکّوں کے ساتھ ساتھ پرانے بلدی سکّے اور بعض صوبہ داروں (مثلاً سکس کی رائے کے بموجب مازائیوس والی بابل) کے سکّے بھی رائج رہے، اور اس میدان میں بھی سکندر نے نہایت ہی کم مداخلت کی (مقابلہ کرو ڈروائسن ۱، ۳۲۴/۱۴۴، ۳۳۴، ۳۴۴) شہروں کو محض سکندری سکّوں کے استعمال پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا۔ سکندر نے تانبے کے سکّے اپنی تمام سلطنت کے لئے نہیں بنوائے بلکہ ان کی تسکیک صرف مقدونیہ ہی کیلئے کافی سمجھی گئی؛ دیکھو بابلوں: "شاہان سوریہ" (Babelon : Rois de Syrie) صفحۂ xiii

باب ۱۷

نیارخوس کو تحقیقاتی مہم پر روانہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر حکمیاتی انکشافات کا بغایت دلدادہ تھا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ اُس نے ہندوستانی جوگیوں سے بھی روابط پیدا کئے جن کا مقصد کوئی مادی فائدہ حاصل کرنے کے بجائے صرف علم پروری تھی۔ وہ شاعروں، فلسفیوں اور نقاشوں کی دل سے قدر کرتا تھا۔ جب ارسطا طالیس نے موالید ثلاثہ کے میدان میں تحقیقات و تجسس کر کے اُس کے نتائج بادشاہ کے سامنے پیش کئے تو اُس نے اُسے آٹھ سو ٹالنٹ (یعنی تقریباً تین لاکھ روپے) انعام دیا۔ ہم ڈرواۓ سن (۱، ۲، ۲۹۶) سے متفق ہو کر اس روایت کو باور کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے اس لئے کہ یہ رقم گویا اُن سب علوم و فنون کا انعام تھا جن کا ارسطا طالیس ماہر تھا اور جن میں اس فلسفی نے غیر معمولی قابلیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس میدان میں بھی ہم سکندر کو دنیا کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کرتے ہیں، اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جنگی مہمات میں مسلسل منہمک رہتا تھا تو ہمارے دل میں اُس کی عظمت المضاعف ہو جاتی ہے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی اُسے مزید جنگی مہمات کی تیاری سے بمشکل فرصت تھی۔

ہم یہ متعدد مرتبہ دیکھ چکے ہیں کہ یونانیوں نے دو قسم کے خیالات کو بہت کچھ ترقی دی، ایک تو اپنی حکومت خود اختیاری کا ارتقا اور دوسرے اُن غیر یونانیوں سے جنگ جن کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو یونانی تصوّر کرتے تھے۔ ایتھنز نے دونوں باتوں کی تکمیل کے لئے کوشش کی لیکن دراصل وہ صرف پہلے ہی مسئلے کو حل کر سکا۔ جو کام ایتھنز سے پورا نہ ہو سکا وہ سکندر نے نہایت تیزی و تابناکی کے ساتھ پورا کر دکھایا، اور ان دونوں مقاصد کی انجام دہی ہی کی وجہ سے وہ دنیا کے عظیم الشان انسانوں میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ ہمارے خیال میں مطلق العنانی کی طرف اُس کا جو میلان نظر آتا ہے اُس سے اُس کی

باب ۲۷

عظمت میں کوئی بدیہی فرق پیدا نہیں ہوتا۔

ہماری رائے میں اگر یونانیوں نے سکندر کی مہمات میں ذرا زیادہ ہمدردی کا اظہار کیا ہوتا تو نتیجہ اس سے بھی زیادہ قابل اطمینان ہوتا؛ اور اُن یونانیوں میں سے جو روپیہ لے کر ایرانی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے، نصف بھی سکندر سے آملتے تو نئی مملکتوں کو اس مقدونوی نمونے کی شخصی حکومت قائم کرنے کی ضرورت پیدا نہ ہوتی جو اُن میں نظر آتی ہے؛ لیکن یونانیوں نے مہمات سکندری میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا جسکی وجہ سے جو کچھ کامیابی اُن میں ہوئی اُس کے مستحق مقدونوی ہی قرار پائے اور بنی نوع انسانی کو اُس سے بدیہی نقصان پہنچا۔ عجیب بات ہے کہ جس قسم کا برتاؤ یونانی اجیر سپاہیوں نے دارا کے ساتھ کیا اس سے بدتر برتاؤ تنخواہ دار مقدونوی سپر برداروں نے یومنیس کے ساتھ کیا جو خود ایک یونانی تھا۔ پردکاس کی موت کے باعث خود مقدونوی ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بلخستان و ہندوستان میں جو یونانی سلطنتیں قائم ہوئیں وہ نسبتہً زمانۂ دراز تک رہیں، جس کی وجہ شاید یہی ہوگی کہ اُن کے رہبر واقعی یونانی الاصل تھے[۱۳]۔ بہر نوع ہم اس کتاب کی چوتھی جلد میں دیکھیں گے کہ خود دیادوخی سلطنت یونانی فکر اور یونانی تمدن کا گویا ایک قدرتی پیداوار تھی۔

سکندر کی غیر معمولی اہمیت اُن افسانوں اور قصوں سے ظاہر ہوتی ہے جو رفتہ رفتہ اُس کے نام کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ ان افسانوں کی ابتدا اُس کی موت کے بعد ہی مصر میں ہوئی اور قدیم اور وسطی دونوں زمانوں میں اُنمیں اضافے ہوتے رہے تخت نشینی کے بعد اُسکی زندگی کا بیشتر حصہ مشرق میں بسر ہوا تھا اسلئے اُسکی بابت جو قصّے اور افسانے بعد میں زبان زد خاص و عام ہوئے اُن کا منبع مشرق ہی میں تھا؛ اور مغرب نے صرف اسپر اکتفا کیا کہ مشرقی تخیل کے اس پیداوار کو لے کر زیادہ قطع و برید کئے بغیر اُن سے محظوظ ہو۔ اس قسم کے ادبیات کی مثال

---

[۱۳] شپیگل (۲، ۵۸۱) کہتا ہے کہ ایران کی فتح سے خود اُس ملک کو فائدہ پہنچا۔

باب ۲۷ کے طور پر وہ تاریخ پیش کی جاتی ہے جیسے کالس تھنیس کے ساتھ منسوب کیا جاتا تھا اور جس کا یولیوس والے ریوس والا لاطینی ترجمہ اس وقت تک موجود ہے۔ اس افسانے کے مطابق سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں بلکہ ایک مصری بادشاہ نکتانئے بوس کا فرزند ہے، جو ایک نجومی کا بھیس بدل کر مصر سے فرار ہوتا ہے اور پیلا آکر پناہ لیتا ہے۔ اپنی ابتدائی مہمات میں سکندر صرف تھبز پر ہی نہیں بلکہ ایتھنز پر بھی قبضہ کرتا ہے، اور وہاں سے اٹلی جاکر رومنوں کو بھی اپنا مطیع و منقاد کرتا ہے۔ اُس کی ایشیائی جاں بازیوں کے سلسلے میں بعض عجیب و غریب قصے پرو دیئے گئے ہیں، مثلاً بڑے بڑے چیونٹے اُس کی سدّ راہ بنتے ہیں؛ وہ ستون لئے ہرقل جاتا ہے؛ وہ ایسے انسانوں سے دوچار ہوتا ہے جن کے چھ چھ ہاتھ پاؤں ہیں؛ ایسی مچھلیاں دیکھتا ہے جو ٹھنڈے پانی میں پکائی جاتی ہیں اور جن کے معدوں میں ایک چمکدار پتھر ہوتا ہے؛ وہ قنطوروں سے جنگ آزما ہوتا ہے؛ وہ انتی گونوس کے بھیس میں میروے کی ملکہ کندا کے سے ملتا ہے٭؛ وغیرہ وغیرہ۔ اس فسانے کے بموجب سکندر کو زہر دیا جاتا ہے، لیکن موت سے پہلے اُس کا وفادار گھوڑا بوکے فالوس آکر روتا ہے اور اُس غلام کو جس نے زہر دیا تھا مار کر خود بھی مر جاتا ہے٭۔

اسی قسم کے بہت سے افسانے جن کا منبع و مصدر مصر تھا، بہت جلد دیارِ مشرق میں پھیل گئے۔ بعض کو نظم کا جامہ بھی پہنایا گیا، جن میں سے اہم ترین وہ افسانے ہیں جنھیں فردوسی نے اپنی مشہور و معروف نظم موسومۂ شاہنامہ میں شامل کیا ہے۔ لیکن شاید چونکہ فردوسی خود ایرانی النسل تھا اس لئے اُس نے سکندر کو بجائے مصری کے ایرانی

٭ میروے (حبش) کی ملکہ کندا کے دراصل پہلی صدی ق م میں تھی۔ [مترجم اردو]۔

٭ بوکے فالوس میدان دریائے جہلم ہی میں مر چکا تھا۔ [مترجم اردو]۔

باب ۲۷ بنایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دارا ب شہنشاہ ایران فیلقوس رومی (یعنی یونانی) کی لڑکی سے شادی کرتا ہے، لیکن اس کے بعد ہی اُسے طلاق دیکر ایک دوسری عورت سے نکاح کرلیتا ہے۔ اُس کے دو بیٹے ہوتے ہیں، ایک تو سکندر "رومی" شاہزادی کے بطن سے اور دوسرا دارا دوسری بیوی کے بطن سے۔ ہمارے نزدیک ان افسانوں میں جو بات ملحوظ ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی اقوام کسی غیر کے ہاتھ سے اپنے زیر ہونے کے قصّے سننا پسند نہیں کرتیں، چنانچہ مصری سکندر کو اپنا اور ایرانی اُسے اپنا ہم وطن بنا لیتے ہیں۔ بہر حال سکندر دارا کے مقابلے کے لئے جاتا ہے اور اُس کی اور اُس کے حلیف فور ہندی کی متحدہ افواج کو شکست دیتا ہے۔ اس کے بعد سکندر ملکۂ معظمہ کا رخ کرتا ہے نیطقون (انتی گونوس) کا بھیس بدل کر ملکۂ قیدافہ[+] سے ملتا ہے، اور دُنیا کا چکر لگاتا ہے۔ فردوسی دراصل اُن مہمات کو جو فرضی کالس تھنیس نے بیان کی تھیں، چاروں سمتوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر شمال کی طرف حضرت خضرؑ کے ساتھ ظلمات کی طرف گیا لیکن راستے میں بھٹک جانے کی وجہ سے وہ سرچشمۂ آب حیات تک نہیں پہنچ سکا۔ اُس نے پانچ سو گز اونچی پیتل کی دیوار بنائی تاکہ یاجوج ماجوج کی دست بُرد سے بچ سکے جن کے سر گھوڑوں اور اونٹوں کے سے تھے اور جن کے کان اتنے بڑے تھے کہ ایک کو بچھا لیتے تھے اور دوسرے سے خیمے کا کام لیتے تھے۔ باوجود اس تن و توش کے وہ سکندر کو زیر نہیں کر سکتے۔ اس کی لاش کے لئے رومی (یورپ) اور ایرانی جھگڑا کرتے ہیں اس لئے کہ اپنی موت سے پہلے اُس نے ارسطاطالیس کے کہنے سے یہ حکم دیدیا تھا کہ ایران کے عمائد و کبار کو اُس کی سلطنت کا ایک ایک حصّہ دیدیا جائے۔

+ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مولف کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ قیدافہ کسی ملکہ کا نام نہ تھا بلکہ "بادشاہ اندلس" کا نام تھا (مترجم اردو)۔

باب ۲۷ فال گو یہ حکم دیتا ہے کہ اُس کی لاش اسکندریہ میں رہے۔ اسی قسم کے دوسرے قصے عرب مصنفوں کی تحریروں میں بھی ملتے ہیں، جن میں سے مسعودی والا قصہ اس لئے دلچسپ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ سکندر اور ایک قدیم افسانی سورما "ذوالقرنین" کو ایک دوسرے کا مترادف بتایا گیا ہے۔
"ذوالقرنین" کا قصہ قرآن مجید میں مرقوم ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اُس نے یاجوج و ماجوج سے اپنے مُلک کی حفاظت کرنے کی غرض سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار بنائی۔ لفظ "ذوالقرنین" کے معنی دو سینگوں والے کے ہیں، اور ممکن ہے کہ یہ خطاب "فرزند عمون" کے لئے انسب ہو۔ لیکن بعض مصنّف اس میں شک کرتے ہیں کہ قرآنی "ذوالقرنین" سے مراد واقعی سکندر ہی ہوگا۔ اگر یہ دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں تو پھر وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےؑ، حضرت عیسیٰؑ کی طرح ایک پیغمبر ہوا۔ جب اسلام اپنے پیشرو مذاہب کو آسمانی تسلیم کرتا ہے اور اُس کے بانیوں کو پیغمبر مانتا ہے تو پھر (مصنّف کتاب ہذا کے نزدیک) یہ ممکن تھا کہ وہ سکندر کو اُس یونانی قوم کا قائم مقام سمجھے جو اُسے اپنا بادشاہ، سورما بلکہ معبود مانتی تھی۔
عیسائی یورپ نے دوسرے افسانوں کی طرح سکندر کا افسانہ بھی ایشیا سے لیا اور اُسے مختلف مُلکوں کے رزمیہ کارناموں میں سب سے ہر دلعزیز جگہ ملی۔ اُسے مختلف فرانسیسی و جرمانی سانچوں میں ڈھالا گیا جن میں سے بہترین لامبر بخت کا قصہ ہے جو بارھویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا تھا۔ اس نظم کا زورِ بیان، سلاست و لطافت نہایت درجہ لائق تحسین ہیں اور اُس میں سورما کی جاں بازیاں بالکل اودیسی کے سے پیرائے میں منظوم کی گئی ہیں۔ سکندر کے ایک خط کی نقل کی گئی ہے جس میں مرقوم ہے کہ کس طرح وہ جنت میں جانا چاہتا تھا اور کیسے وہ آخرکار اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ محض "تکبّر" کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا نہ سلطنت الٰہیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ اہل مغرب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ انھیں کسی طرح سے

باب ۲۷

مشرقی عجائب وغرائب سے واقفیت حاصل ہو جائے، اور سکندری افسانوں سے یہ خواہش ایک حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم ان نظموں سے واقعی تاریخ سکندری کی گویا ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ سکندر چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ اکی لیس ثانی بن جائے چنانچہ اُسے کسی ہومر کی ضرورت تھی۔ یونانیوں نے اُس کے رتبے کو اکی لیس سے بھی بڑھا دیا اور وہ سمجھنے لگے کہ اکی لیس اور اگےمیم نون دونوں گویا اس میں حلول کئے ہوئے ہیں اس لئے کہ اُس نے جو کچھ کیا وہ ٹروائے والے سورماؤں سے کہیں زیادہ تھا۔ باوجود اس کے یونانیوں نے تو اُس سے اپنی علٰحدگی کا اعلان کیا، لیکن اسلامی ایشیا اور عیسائی یورپ کی قوموں نے جو اُس کے زیر کردہ تمدّن کی گویا جانشین تھیں، ایرانیوں اور سامانیوں کے اس فاتح کو ایک ہومر دے دیا اور اس طرح اُس کے مقصد کو اُس کی موت کے بعد پورا کر دیا۔ ہمارے اس موجودہ عہد انتقاد میں اُسکی شخصیت کے متعلق مورخوں کے مابین جو مباحث ہو رہے ہیں اُنسے اس عظیم الشان انسان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہی ایک ناچیز ہدیہ ہے جو ہم اُس کی نذر کر سکتے ہیں[۱۵۴]

---

[۱۵۴] سکندر کی بابت جو قصّے مشہور ہوئے اُن کے لئے دیکھو شیگل ۲/ ۵۸۲۔ فرضی کالس تھنیس کی تصنیف کی ادارت ک۔ میولر نے (پیرس سنہ ۱۸۴۶ء) اور ا؛ تساخر A. Zacher "فرضی کالس تھنیس" (ہالے سنہ ۱۸۶۷ء) نے کی ہے۔ نیز دیکھو بج؛ "سکندر اعظم کی زندگی اور اس کی جانبازیاں" E. A. W. Budge: The Life and exploits of Alexander the Great کیمبرج یونیورسٹی پریس سنہ ۱۸۹۶ء؛ اسمیں فاضل مصنّف نے نہایت عمدگی سے بعض ایتھیوپی (حبشی) قلمی نسخوں جو نوادر خانۂ برطانیہ اور پیرس کے کتاب خانۂ قومی میں موجود ہیں، مرتب کیا ہے اور اُنھیں انگریزی ترجمے کے ساتھ چھاپ دیا ہے۔ (واضح ہو کہ اس کتاب کی

# باب بست وہشتم

## سسلی و اٹلی

جس تابناکی و درخشانی کے ساتھ یونانی تہذیب و تمدّن نے

(بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ طباعت و اشاعت لیڈی میوک کی مرہون منت ہے) - جناب مدیر کہتے ہیں کہ یہ تواریخ محض اُن عربی اصل کے تراجم ہی پر مشتمل نہیں ہیں جو محرّروں کے پیش نظر تھے، بلکہ اُن سے عیسائی حبشیوں کا یہ خیال بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نہایت طاقتور اور فاتح و ناصر بادشاہ کو کیسا ہونا چاہیئے - مقابلہ کرو پ۔ میئر: "زمانۂ وسطیٰ کے فرانسیسی ادبیات میں سکندر اعظم کا رتبہ" : P. Meyer : Alexandre le Grand dans la litterature francaise du moyen age ۲ جلد، پیرس ۱۸۸۶ء - یہ عجیب و غریب بات ہے کہ فرضی کالس تھنیس میں خود دیموس تھنیس سکندر کی موافقت میں ایک تقریر کرتا ہوا نظر آتا ہے - لیف مان اپنی "تاریخ ہند" Lefmann : Gesch. Indiens صفحہ ۷۵۴ میں کہتا ہے کہ "ہندوستان میں اُس مقدونوی فاتح کی یاد بالکل محو ہو گئی ہے اور یہاں اُس کی حکومت کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہا - دیکھو گروینوس: "تاریخ نظم المانی" Gervinus : Gesch. der Deutschen Dichtang جلد ۱، ص $\frac{211}{231}$ - گو یہ مصنّف ہمیشہ عمومی خیالات کا راگ الاپتا ہے تاہم وہ سکندر کے متعلق مفصلۂ ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے (صفحہ ۲۱۳): "اس عجیب و غریب انسان کو حال ہی میں وہ رتبہ دیا گیا ہے جس کا وہ

باب ۲۸

مشرق میں نشوونما حاصل کی تھی وہ مغرب میں نظر نہیں آتی، چنانچہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مستحق ہے، اور ابھی تک ایسا کوئی مورخ پیدا نہیں ہوا جو سکندر کے کارناموں اور تاریخ عالم کے مابین جو تناسب ہے اس کا صحیح اندازہ کر سکتا ہو۔ مشرق اور مغرب دونوں میں سکندر نے گویا ایک نئی دنیا کا انکشاف کیا، اور دونوں کے شعرا اور ادیبوں نے اس کی ولادت اور اس کی فتوحات کی عزت کا خود اپنے اپنے ملکوں کو مستحق گردانا ہے، دونوں نے انسانی عظمت کے جملہ عناصر کو اس کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے اور عیسائی و غیر عیسائی اقوام نے جنت کے دروازے اسکے لئے گویا کھول دیے ہیں۔ حضرت مسیح کی بعثت سے سیکڑوں برس پہلے سکندر نے عیسائیوں کے عقیدۂ مساوات بنی آدم کے واسطے گویا راستہ صاف کر دیا اور ان تعصبات کو مٹا دیا جو مدارج انسانی کے متعلق یونانیوں اور مقدونیوں کے دلوں میں جاگزیں تھے اور جن کے مطابق انسان کو یونانیوں اور بربریوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ہماری رائے میں اگر دیار مشرق میں یونانی تمدن نہ پھیل جاتا تو شائد عیسوی مذہب کی بنیاد اس قدر مضبوط ہونا ممکن نہ ہوتا۔" موجودہ جلد کے متن میں مجھے سکندر کے محض ذاتی کارناموں پر اکتفا کرنا پڑا ہے، اور گروٹیوس نے جو آخری بات اٹھائی ہے اس کے و نیز سکندر کی شہنشاہیت کے تاریک پہلو کے لئے چوتھی جلد کا انتظار کرنا پڑے گا۔

سکندر کی اپنے عہد کے لئے ایک نہایت ممتاز شخصیت تھی، اس لئے کہ اسکے زمانے میں جو اس کا فیشن تھا درانحالیکہ وہ عمل کا پتلا تھا؛ اس کا عہد شکّی لوگوں سے بھرا تھا اور اس میں عوام الناس کے تنگ ترین خیالات کو رام کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، لیکن خود اس میں عزم و استقلال بھرا ہوا تھا اور وہ بنی آدم کے اعلیٰ ترین جذبات پر انحصار کرتا تھا۔ اس کا بچوں کا سا اعتماد و اعتبار اور مردانہ وار توانائی، اس کی تیز طبیعت اور تیز تر جلت پھرت، اس کی مکمل ذہنی کیفیت اور علوم و فنون کی سرپرستی، اس کا فوجی زندگی سے عشق اور عظیم الشان انتظامی قابلیت،

باب ۲۱ اُسے سسلی میں طرح طرح کی دقّتیں پیش آتی ہیں اور اٹلی سے اُسے ہٹ ہی جانا پڑتا ہے[1]

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ان سب صفات و عادات کے یک جا ہونے سے نہ صرف تاریخ یونان بلکہ تاریخ عالم میں اُس کا رتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہمارے خیال میں وہ گویا تمام یونانی خصوصیات کا ایک شاعرانہ مجسمہ ہے۔ اس میں اکیلیس اور ایامنونداس دونوں کے خصائص پائے جاتے ہیں، اس لئے وہ یونانی زندگی کا ایک پورا قائم مقام ہے؛ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اُس میں فارقلیس کی سی سیاسی دوررسی حق پرستی و حسن پسندی بھی پائی جاتی ہے۔ قدرت نے اُسے الکبیادیس سے کہیں زیادہ اپنی قوت کا مظاہرہ بنایا، لیکن الکبیادیس کے برعکس سکندر کی زمین ثمرآور ثابت ہوئی اس لئے کہ سکندر کو جو تعلیم و تربیت ملی تھی اُس کے ذریعے سے وہ اپنی قابلیتوں سے بڑے بڑے کام نکالنے لگا اور اپنی قلیل زندگی میں اُس نے نقصان کم کیا اور فائدہ زیادہ پہنچایا۔ خود موم سن بھی Mommsen : Roem. Gesch. (جلد ۵، صفحہ ۴۴۶) کہتا ہے کہ سکندر کا عہد یونانی تہذیب و تمدن کی "معراج کمال" کا ایک نمایاں مظاہرہ تھا۔

[1] سسلی کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm : Geschichte Siciliens in Alterthum ۲ جلد؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ" Meltzer Gesch. der Karthager ایک جلد، برلن ۱۸۷۹ء؛ کاوالاری و ہولم: سرقوسہ کی آثاری توصیف" Cavallari and Holm : Topografia archaeologica de Siracusa پالرمو، ۱۸۸۳ء مع ایک کتاب نقشہ جات؛ جرمانی ترجمۂ لوپوس Lupus "بلدیۂ سرقوسہ بزمانۂ قدیمہ" Die Stadt Syrakus im Alterthum اشٹراس برگ ۱۸۸۷ء۔

اوّل الذکر دو کتابوں میں مخصوص تصانیف کا ذکر دیا ہوا ہے۔ پلوٹارک اور دیودوروس کے استناد کے مابین حکم لگانے کے وقت (مثلاً تولیون کے حالات کے سلسلے میں) میں نے اوّل الذکر کو ترجیح دی ہے۔ کلاسین Klassen نے

باب ۴۸

ہم اس کتاب کے گیارھویں باب میں پڑھ چکے ہیں کہ سسلی سے جلاوطن ہو جانے کے بعد دیون کے بہت سے دوستوں نے افلاطون کے شاگرد سپیوسی پوس کے ذریعے سے اُس سے یہ استدعا کی کہ وہ آکر سرقوسہ کو آزاد کرائے جسے دیون نے منظور کرلیا۔ اُسے اجیر سپاہی مہیّا کرنے میں کچھ زیادہ دقت اُٹھانی نہیں پڑی اس لئے کہ اُس زمانے میں ہر جگہ اُن کی افراط تھی، اور دیونی سیوس کے خزانے کی کشش ایسے لوگوں کے لئے بہت موثر ثابت ہوئی۔ بہر حال ۳۵۷ ق م میں وہ تین باربرداری کی کشتیوں اور دو تیس چپوؤں والے جہازوں میں آٹھ سو سپاہی اور بہت سا سامان رسد و اسلحہ لے کر زاکینتھوس کی طرف چلا۔ اوّل تو ہوا نے اُسے خلیج سیرتس اعظم پہنچا دیا، لیکن آخر کار اُس نے سسلی کے جنوبی ساحل پر قرطاجنی شہر منوا کے قریب لنگر ڈالا جس کا والی ایک یونانی تھا جو دیون کا دوست بھی تھا۔ اُس نے دیون کے اقدام کی مزاحمت سے احتراز ہی نہیں کیا بلکہ سرقوسہ کی طرف اُس نے جو پیش قدمی کی اُس میں ممد و معاون ہوا، اور چونکہ دیونی سیوس اُس وقت اٹلی میں تھا اس لئے اس موقع کو غنیمت جان کر جب دیون فوراً سرقوسہ کی طرف بڑھا تو والیٔ منوا نے اس کی اعانت کی۔ راستے میں اس کی فوج میں برابر اضافہ ہوتا گیا تا آنکہ اُس کی تعداد بیس ہزار تک ہو گئی۔ جب وہ سرقوسہ میں داخل ہوا تو ہر کس و ناکس نے اُسے خوش آمدید کہا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ حالات تمولیون کی بابت جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان میں وہ اس رائے کے موافق نہیں ہے؛ دیکھو ساليانہ" N. Jahrbuch سنہ ۱۸۸۳ء و ۱۸۸۸ء۔ اس کی رائے میں دیودوروس کے بیان کو جس کی بنا تھیوپمپوس پر ہے، پلوٹارک پر ترجیح ہونی چاہئے اس لئے کہ آخر الذکر کا ماخذ تمائیوس تھا جو خود ایک مخصوص فریق کا پیرو تھا۔ لیکن کیا دیودوروس کا وہ قصہ جس میں وہ للی بائیوم کے مقام پر قرطاجنیوں کے خوف زدہ ہونے کی کیفیت بیان کرتا ہے، اور جس کا ذکر متعاقب دیا ہوا ہے، تمائیوس سے نہیں اخذ کیا گیا؟۔

باب ۲۸ لیکن جزیرۂ اورتی گیہ اور قلعہ ساحل کے بعض حصوں پر برابر دیونی سیوس کے اجیر سپاہیوں ہی کا قبضہ رہا۔ دیونی سیوس نے چال چل کر دیون کے ساتھ اثنائے گفتگو میں اُس پر حملہ کر دیا لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اُس نے دوسری تدبیروں کے ذریعے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا۔ دیون اُس کا قریب کا عزیز تھا، چنانچہ خود سر نے اپنی رعایا کو یہ باور کرایا کہ دراصل دیون آزادی وحریت کا دل سے خواہاں نہیں بلکہ خود سرانہ حکومت کا مؤید ہے اور خود حکمراں بننا چاہتا ہے، اور جب ایک سرقوسی مسمی ہرقلیدیس چند جہاز اور اجیروں کی فوج لے کر دیونی سیوس کے خلاف جنگ آزما ہوا تو وہ چشم زدن میں دیون سے زیادہ ہر دلعزیز بن گیا۔ الغرض ایک طرف تو دیونی سیوس کا اقتدار برابر قائم رہا اور دوسری جانب ہرقلیدیس اور دیون کے مابین کشمکش شروع ہو گئی لیکن ۳۵۶ ق م میں ایک بحری معرکے میں دیونی سیوس کو شکست فاش ہوئی جس میں مشہور مورخ فلسطوس جو اُس کا دوست تھا، کام آیا اور خود دیونی سیوس کو اپنی فوج اپنے ایک بیٹے کے تحت چھوڑ کر اٹلی بھاگ جانا پڑا۔ اب سرقوسیوں نے خیال کیا کہ وہ دیون کے بغیر ہی اپنا کام نکال سکتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اُسے معزول کر دیا اور خود اُسے بھی لیون تینی چلا جانا پڑا۔ لیکن اجیر سپاہیوں کے ایک افسر مسمی نیپ سوس نے، جو نیپلز سے آیا تھا، قلعے سے نکل کر شہر پر چھاپا مارا اور اُس میں وہ کامیاب ہوا۔ اب شہریوں کو یہ محسوس ہوا کہ دیون کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتے اسلئے انھوں نے اُسے واپس بلا لیا اور اُس نے آتے ہی حملہ آور سپاہیوں کو قلعے میں چلے جانے پر مجبور کیا۔ باوجود اسکے عوام الناس کی دانست میں یکسوئی پیدا نہیں ہوئی اور دیون کو اس وقت بھی کما حقہٗ ہر دلعزیزی حاصل نہیں ہوئی جب دیونی سیوس کے بیٹے اپولوکراتیس نے ۳۵۵ ق م میں قلعے کی کنجیاں اُس کے

باب ۲۵ حوالے کردیں۔ اب دیون کو اپنے تدبر و فراست کو کام میں لانے کا موقع تھا، اُسے چاہئے تھا کہ فوراً قلعہ مسمار کر کے عمومی دستور کا احیا کردیتا، لیکن حکیم افلاطون کے چیلے ہونے کی وجہ سے وہ عمومیت کے منافع سے متاثر نہیں تھا اور اُس کی عین خواہش تھی کہ ایک مطلقی دستور کی بنیاد ڈالے۔ اس کے لئے اُسے کورنتھ کے چند صلاح کاروں کی آمد کا انتظار تھا۔ جب روز بروز ہرقلیدیس کی مخالفت بڑھتی گئی تو آخر کار اُس نے اُسے قتل کرادیا اور اس طرح خود ایک خودسر کی حیثیت اختیار کرلی۔ اُس نے مقتول ہرقلیدیس کے جنازے میں جو تزک و احتشام دکھایا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی خصلت میں ایک قسم کی کمزوری تھی جس کے ہوتے ہوئے وہ ہرگز اس عالی مرتبے کا مستحق نہیں سمجھا جاسکتا۔ اُس کا اعتبار و اعتماد اجیر سپاہیوں پر روز بروز بڑھتا جاتا تھا، اور آخر کار انھیں میں سے ایک شخص مسمی کالی پوس جو ایتھنز کا باشندہ تھا اس کا سب سے زیادہ منظور نظر ہوگیا۔ کالی پوس کا قاعدہ تھا کہ وہ ہمیشہ دیون کے کان بھرتا رہتا تھا یہاں تک کہ بہت سے لوگ اُس کے مخالف ہوگئے اور انھوں نے اُسے جان سے مار ڈالا اور اس طرح اس ردِّ عمل کا گویا خاتمہ ہوگیا جو دیونی سیوس کے خلاف ہوا تھا۔ یہ خاتمہ اس لئے اور بھی زیادہ لازمی تھا کہ جو شخص اُس کا بانی مبانی تھا وہ اُس طرز عمل کو بالکل غلط سمجھا تھا اور اُس کے اُصول بھی بالکل غلط تھے۔ اگر اس کا مطلب یہ تھا کہ لوگ تبدیلی انتظامات میں دلچسپی لینے لگیں تو پھر انھیں سیاسی حقوق و اختیارات ملنے چاہئے تھے یعنی شہر میں عمومی اُصول کی ترویج کی جانی چاہیئے تھی، اس کے برعکس اگر دیون صرف یہ چاہتا تھا کہ شہریوں کو محض فلسفیانہ خیالات کی تعلیم دے کر انھیں خوش رکھے تو اس ضمن میں بھی اُس نے کچھ نہیں کیا۔ لیکن برسرِ اقتدار خودسر کے زوال کے درپے ہونا، اور وہ بھی صرف اس لئے کہ خود اُس کا جانشین بن جائے، اور پھر تامل اور جھجھک کا مظاہرہ، یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی کہ خود

باب ۲۵ سرقوسیوں کو بھی نوادر سے معلوم ہوتی تھی جن کے اپنے تجربات نہایت درجہ عجیب وغریب تھے۔

چونکہ کالی پوس (۳۵۴ق م میں) اپنے پیش رو کے قتل کا مرتکب ہوا تھا اس لئے پہلے پہل اس نے آزادی کا جامہ پہن کر حکومت کرنی شروع کی۔ لیکن بہت جلد وہ برہنہ شمشیر بن گیا اور آخرکار ۳۵۳ق م میں اسے ہپارینوس نے، جو نوعمر دیونی سیوس کا سوتیلا بھائی اور دیون کا بھتیجا تھا، اسے تخت سے اتار دیا۔ سرقوسہ سے چل کر کالی پوس نے پہلے توکتانہ اور پھر رے گیوم پر قبضہ کیا لیکن ثانی الذکر مقام پر اسے قتل کر دیا گیا۔ ۳۵۱ق م میں ہپارینوس کے انتقال پر اس کا بھائی نیز ائیوس تخت نشین ہوا اور اس نے ۳۴۶ق م تک حکومت کی۔ اسی سال دیونی سیوس سرقوسہ واپس آ گیا اور اس نے شہر پر از سر نو قبضہ کر لیا۔ ہپارینوس، نیز ائیوس اور دیونی سیوس دوم سب کے سب اپنی ناقابلیت اور خرابی اخلاق کے اعتبار سے مساوی الرتبہ تھے۔ آخرالامر اپنی انتہائی مایوسی اور ناامیدی کے وقت سرقوسیوں نے لیون تینی کے خودسر ہکے تاس سے مدد چاہی جو ان کے نزدیک دیونی سیوس کے برابر ناکارہ نہیں تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہکے تاس سرقوسہ کے لئے کچھ کرے، ایک نئے غنیم نے سسلی پر حملہ کر دیا۔ یہ قرطاجنی ماخون تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے سرقوسہ کو زیر کرے۔ چونکہ اس کے ساتھ ہکے تاس بھی ہو گیا، اسلئے سرقوسیوں کو کوئی دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ اسپارٹا کا تو ذکر ہی کیا تھا، اس نے تو جمہوریت پسند سرقوسہ کے معاملات میں کبھی زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی؛ لیکن کورنتھ ہمیشہ سرقوسیوں کی آزادی میں کوشاں رہا تھا، چنانچہ قدیم یونانی رواج کے مطابق سرقوسہ نے اپنی مادر وطن کورنتھ ہی کے سامنے دست استمداد پھیلایا۔

جنگ فوکس کے بعد کے امن وامان کے زمانے میں بھی

باب ۲۸

کورنتھ اس قدر طاقتور نہ تھا کہ وہ اپنی فوج سسلی روانہ کرسکتا، چنانچہ سرقوسہ کی استدعا پہنچنے پر اُس نے صرف ایک سپہ سالار بھیجنے پر اکتفا کیا، جس نے وہ کردکھایا جو بڑی سی بڑی فوج مشکل ہی سے کرسکتی تھی۔ جب کورنتھیوں سے دریافت کیا گیا کہ کون ایسا ہے جو فوج کے ساتھ سرقوسہ جانے پر راضی ہے تو پینسٹھ برس کا ایک بڈھا اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ یہ تمولیون تھا، جو بعض مخصوص حالات وواقعات کے باعث بیس سال پیشتر ہمدردی عامّہ کا مرکز بن چکا تھا۔ وہ خود اپنے بھائی یعنی کورنتھ کے خودسر تموفانتیس کے قتل میں شریک تھا، لیکن جب اُسکے ضمیر نے اُسے اس کریہ جرم کے ارتکاب کی بابت ملامت کی تو اُس نے یہ تہیہ کرلیا کہ وہ اب ایماندار لوگوں کے دوش بدوش معاملات بلدی میں حصّہ لینے کے قابل نہیں رہا اور یہ سوچ کر وہ گوشہ نشین ہوگیا۔ اس وقت اُس نے سپہ سالاری کا عہدہ اس لئے قبول کیا کہ اگر وہ ایک دوسری خودسری کا امن وامان کے ساتھ خاتمہ کردے تو اُس کے دامن سے اُس کے پہلے جرم کا دھبّہ چھوٹ جائیگا۔

جب ہکے تاس نے تمولیون سے کہا کہ اُسے جلدی نہیں کرنی چاہیئے تو اس کی وجہ سے تمولیون کا جوش بجائے کم ہونے کے پہلے سے بھی بڑھ گیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ ہکے تاس دراصل اس کورنتھی سے ڈرتا ہے۔ اس وقت تک ہکے تاس نے میدان جنگ میں بہادری دکھائی تھی۔ جب ۳۴۴ق م میں تمولیون دس جہاز لے کر چلا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ دیونی سیوس کو اورتی گیا اور قلعے کے اندر بھگا چکا تھا۔ تمولیون رستے ہی میں تھا کہ ہکے تاس اور قرطاجنیوں نے یہ اعلان کردیا کہ وہ اُسے سسلی میں نہیں گھسنے دیں گے، لیکن تمولیون قرطاجنی سفیروں کو دھوکا دے کر جہاز میں بیٹھ گیا، اور سسلی پہنچنے پر اُسے تورومےنیوم کے حکمران اندروماخوس نے خوش آمدید کہا۔ اسی اثنا میں قرطاجنیوں نے بندرگاہ سرقوسہ پر قبضہ کرلیا جس کی وجہ سے

باب ۲۵ شہر کی حالت نازک تر ہو گئی، لیکن ہکے تاس کو تمولیون کے ہاتھوں ہدرانون کے مقام پر شکست ملنے کی وجہ سے صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی یعنی ثانی الذکر کو جگہ جگہ حلیف مل گئے اور کتانہ و مامرکوس کے حکمرانوں نے اُس کے ساتھ عہد و پیمان کر لئے۔
آخر کار جب وہ سرقوسہ کی فصیل کے سامنے پہنچا تو دیونی سیوس نے یہ دیکھ کر کہ اب مدافعت کی کوئی شکل باقی نہیں، اُس کے ساتھ ایک عہد نامہ کر لیا جس کی رو سے دیونی سیوس کو تو کورنتھ میں اپنی عمر کے باقی ماندہ ایام گزارنے کی اجازت مل گئی اور سرقوسہ کا قلعہ مع جملہ اسباب و اسلحہ کے تمولیون کے قبضے میں آ گیا۔ اس واقعے کے بعد مدت تک دیونی سیوس کورنتھ میں عزت و وقار کے ساتھ رہا اور اُس نے اپنے عجیب و غریب افعال و کردار کی وجہ سے اپنی پرانی حرکتوں کو محو کرنے کی کوشش کی۔ وہ کبھی بھکاری، کبھی پجاری، کبھی مکتب کا ملا بن جاتا اور اس قسم کے خوارق میں کوئی بھی اُس کا مدمقابل یا سد راہ نہ بنتا۔ کورنتھیوں نے اس "جلاوطن حکمراں" کو نہ صرف سڑکوں پر دربدر پھرنے کی اجازت دی، بلکہ جب فیلقوس شاہ مقدونیہ کورنتھ آیا تو وہ اُس کا جلیس بن گیا، اور اپنی لفاظی سے اُس نے یہ دکھا دیا کہ وہ کورنتھ کے دوسرے عجوبۂ روزگار یعنی دیوجانس کلبی کا ایک نہایت ہی عمدہ مثنیٰ ہے۔
لیکن تمولیون کو حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ کورنتھ سے جو کمک بھیجی گئی تھی اُسے تھوریئی والوں نے بروتیوں کے خلاف مدافعت کرنے کے لئے روک لیا، اور جب سرقوسہ کی ناکہ بندی ہکے تاس اور اُس کے قرطاجنی حلیف کر رہے تھے تو تمولیون ہکے تاس کے ہاتھوں ہدرانون کے مقام پر کام آنے سے بال بال بچ گیا جس وقت غنیم اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کتانہ سے تمولیون کو بیدخل کر دے اُس وقت کورنتھیوں نے اور تی گیہ سے نکل کر اخرادینا پر قبضہ کر لیا۔

باب ۲۸ اب کورنتھ سے کمک بھی پہنچ گئی تھی جس کی وجہ سے تمولیون اس قابل ہوگیا کہ اپنے دونوں دشمنوں یعنی ہکتے تاس اور ماغون کا مقابلہ کرے۔ (۳۴۳ ق م) عجیب بات یہ ہے کہ عین اس موقع پر ماغون غالباً قرطاجنہ کی اندرونی مشکلات کے باعث میدان سے ہٹ گیا جس کی وجہ سے ہکتے تاس کی حالت نازک ہوگئی، اور گو اب بھی وہ سرقوسہ کے پانچ میں سے تین محلوں پر قابض تھا تاہم تمولیون نے ایک چال چل کر اُسے اُن سے بھی بیدخل کر دیا۔

اب سب سے پہلے تمولیون سرقوسہ کو ایک آزاد خود مختار ریاست بنانے کی کوشش میں لگ گیا۔ یہاں کا قلعہ مسمار کر دیا گیا اور اُس کے موقع پر عدالتوں کا ایوان تعمیر کر دیا گیا۔ چونکہ سرقوسہ اور سسلی کے دوسرے یونانی شہر تقریباً خالی ہوگئے تھے اس لئے تمولیون نے جلاوطن صقالیوں کو اپنے اپنے شہروں کو واپس بلانے کا انتظام کیا۔ تمولیون کے ان خانگی امور کی تنظیم میں مہیب جنگوں اور فتنہ پردازیوں کی وجہ سے بہت کچھ رکاوٹیں پیدا ہوئیں۔ اول تو اُسے جزیرے کے مشرقی حصّے کے خود سروں کو نیچا دکھانا پڑا، اس کے بعد قرطاجنیوں کے خلاف فوج کشی کرنی پڑی جنھوں نے (دیودورس کے سلوی تسلسل کے مطابق) ۳۳۹ ق م میں ایک بڑا لشکر سسلی کی طرف روانہ کیا تھا۔ چونکہ وہ اُن کے خلاف بہت سے سرقوسیوں کو روانہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے اُس نے اُن کی بجائے اجیر سپاہی بھیجے، جن میں سے بعض نے راستے میں غدر کر دیا۔ بہر حال اُس کے اور قرطاجنیوں کے مابین دریائے کری میسوس کے کنارے پر لڑائی ہوئی جس میں موخر الذکر کو زک اُٹھانی پڑی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فتح کا دار و مدار خود تمولیون پر تھا اس لئے کہ اُس نے اپنے بھاری ہتھیار والی سیاہ قرطاجنیوں کے خلاف ڈال دی جن کی تعداد نسبتہً بڑی تھی اور جو ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ عین اُس وقت جب لڑائی کا میدان

باب ۲۵ گرم تھا، خدا کی طرف سے کڑک اور چمک کا طوفان آ گیا جس کے باعث ایک طرف تو غنیم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور دوسری جانب زمین پھسلوان ہو جانے کی وجہ سے بھاری ہتھیار والی سپاہ کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ قرطاجنیوں کے پاس لڑائی کے رتھ بھی تھے لیکن اُن سے تمولیون کے یونانیوں کو اُتنا ہی کم نقصان پہنچا جتنا چند سال بعد ایرانی رتھوں سے سکندر مقدونوی کی فوج کو۔۵۲ تمولیون کے ہاتھ بیشمار مال غنیمت لگا۔ چونکہ تمولیون کو جزیرے کے مشرقی حصے کی طرف واپس آنا تھا جہاں اب بھی ہکیٹے تاس برابر اڑا ہوا تھا اور جہاں مامرکوس نے بھی اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا، اس لئے اُس کی فوج نے شکست خوردہ غنیم کا دور تک تعاقب نہیں کیا۔ اُدھر قرطاجنہ نے سسلی کو مزید کمک روانہ کی، جس نے تمولیون کے بعض اجیر سپاہیوں کو

۵۲ جنگ دریائے کری می سوس اور سکندر کی مہمات میں یہ بات مشترک ہے کہ تمولیون نے دشمن کے مرکز پر حملہ کر کے اُسے شکست دی۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ قرطاجنی ہوپ لیت ایرانیوں سے بہتر سپاہی تھے۔ یہ امر تمولیون کے لئے باعث تعریف ہے کہ جس قوم نے رومنوں کو بار بار شکست دی اُنھیں اُس نے مغلوب کر دیا تھا، اور مورخوں کو اس پر اتفاق کرنا پڑے گا کہ تمولیون کو فن حرب میں کمال حاصل تھا۔ اُس کے اور سکندر کے فوجی حرکات میں یہ فرق تھا کہ تمولیون نے اپنے سوارے پر حصر نہیں کیا، اور چونکہ اُس کے سواروں کی تعداد زیادہ نہ تھی اس لئے وہ شکست خوردہ قرطاجنیوں کا اُتنی شدت سے تعاقب نہیں کر سکے جیسے سکندر نے ایرانیوں کا کیا۔ قصہ مشہور ہے کہ جب شکست خوردہ فوج للی بیوم پہنچی تو وہ معبودوں کے غیظ و غضب سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ اُس نے سمندر کے راستے فرار ہونا مناسب نہیں سمجھا (دیوودوروس ۱۶، ۸۱) اور اگر ہم تمائیوس کے مبالغہ آمیز الفاظ کا سیدھی سادی عبارت میں ترجمہ کریں تو اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ چونکہ اُنھیں کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا اس لئے اُن کو افریقہ بھاگ جانے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔

باب ۲۰

شکست بھی دی، لیکن یونانیوں نے اس شکست کو بھی معبودوں کی خوشنودی کی ایک نشانی تصور کیا، اس لئے کہ یہ مغلوب اجیر فوکس کے رہنے والے تھے، اور انھوں نے خیال کیا کہ تمولیون کو یونانی عبادت گاہوں کے اُن لٹیروں سے چھٹکارا مل جانا فی نفسہٖ اس بات کا ثبوت ہے کہ دیوتا اُس سے ناخوش نہیں۔ الغرض وہ سسلی والوں کی نگاہ میں گویا اسی طرح ایک مقدس ہستی بن گیا جیسے خود ہمارے زمانے میں گاری بالڈی۔ تمولیون نے قرطاجنہ والوں کے ساتھ ایسی شرائط سے صلح کرلی جو اُس کے لئے ناموافق نہ تھے، یعنی آئندہ کے لئے دونوں قوموں کے مابین دریائے ہالی کوس (پلاتانی) سرحد قرار پایا۔ اس سے فراغ پاکر یہ خود سروں کی طرف بڑھا، انھیں شکست دی اور مامرکوس کو ملک عدم پہنچایا۔

اب تمولیون نے اپنی توجہ نہ صرف سرقوسہ بلکہ جملہ بلدیات جزیرہ کے اندرونی معاملات کی طرف منعطف کی۔ اُس نے قدیم اور مشہور و معروف شہروں مثلاً کامارینہ، گیلا، اکراگاس کے باشندوں کی تعداد میں اٹلی اور خاص یونان کے یونانیوں کو لا آباد کرکے اضافہ کیا۔ اُس زمانے میں دُنیائے یونان میں بڑی بےچینی پھیلی ہوئی تھی؛ لوگ مشرق سے مغرب کی طرف اور مغرب سے مشرق کی طرف جارہے تھے، مختلف مملکتوں کی فوجوں میں بطور تنخواہ دار سپاہیوں کے بھرتی ہورہے تھے اور جدید نوآبادیوں اور نئی سلطنتوں میں جاکر آباد ہورہے تھے۔ لیون تینی والوں کو سرقوسہ جانا پڑا۔ اور سسلی والوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل ہونا ایسی روزمرہ کی بات ہوگئی تھی کہ بعض بعض مواقع پر بڑے بڑے عمومیوں کو بھی اس اُصول پر عمل کرنا پڑتا تھا[۵۳]۔

۵۳ اس قسم کے قومی ترک وطن کی سب سے پہلی مثال "دس ہزار" کی ہے جن سے اجیر سپاہیوں کے ادارے کی بھی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے بعد ایران و فوکس کے

باب ۲۵

بہرحال تمولیون نے اپنی باقی ماندہ زندگی سرقوسہ میں بسر کی۔ یہاں اُس کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور اُسے صقالیوں اور خصوصیت کے ساتھ سرقوسیوں کا حکم سمجھا جاتا تھا۔ اُس کا انتقال ۳۳۶ ق م میں ہوا۔ مختلف شہروں کی آبادی اور یونانی عنصر کے تحفظ کے مسئلوں میں اُس کے طرزِ عمل کو ایک گونہ استقلال نصیب ہوا تھا، لیکن اس کے برعکس اُس نے جس آزادی کا بیج بویا تھا اُسے بہت ہی جلد اگاتھوکلیس نے نابود کر دیا۔ ہمارے نزدیک تمولیون اس قابل ہے کہ اُسے سکندر و اپامینونداس کا ہم پلہ قرار دیا جائے۔ اپامینونداس کی طرح اُسے جذبۂ حریت و خرقِ منکسر المزاجی سے، اور سکندر کی طرح یونانیت سے گویا عشق تھا، اور وہ اپنی کامیابی کا راز معبودوں کی مہربانی (اوتوماتیہ) کو تصور کرتا تھا۔

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ تنخواہ دار فوجوں کا حال پڑھنے میں آتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تھریس اور بعض جزائر مثلاً ساموس سے لوگ دوسرے مقامات میں جاکر آباد ہوئے۔ ۳۴۰ تا ۳۳۸ ق م میں یونانی جوق جوق سسلی میں اور ۳۳۴ ق م میں ایشیا میں داخل ہوتے ہیں؛ اس کے بعد وہ جو ایرانیوں کے دوش بدوش سکندر سے لڑے ہیں وہ یونان واپس آتے ہیں اور اس تیغ نا روم یا کریٹ میں آکر مل جاتے ہیں۔ ۳۲۲ ق م میں ساموسی اپنے وطن واپس آتے ہیں۔ یونانی اپنی تاریخ کی ابتدا میں بھی خانہ بدوش تھے اور ہمیشہ خانہ بدوش ہی رہے۔ پہلے تو قومی ترکِ وطن، پھر نوآبادیوں کا قیام، پھر اُن تنخواہ دار سپاہیوں کی جاں بازیاں، یہ سب اس قوم کے خصائص میں سے ایک کا دلچسپ مظاہرہ ہیں۔ جب اُنھوں نے اجیر سپاہیوں کا پیشہ اختیار کیا تو عام طور پر اُنھوں نے دیانت داری اور وفاشعاری کے اصول پر عمل کیا جس کے ثبوت میں "دس ہزار" کا طرزِ عمل اور ان اجیر سپاہیوں کا فعل جو داریوش کے ساتھ فرار ہوئے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ فوکس میں بھی عام سپاہیوں کا کردار اچھا تھا اور اُن سے کسی قسم کی زیادتی منسوب نہیں کی جاتی۔

باب ۲۸ جنگی معاملات میں بھی وہ ان دونوں کی طرح یکتائے روزگار تھا چوتھی صدی ق م کا زمانہ دُنیا کی دلچسپ ہستیوں کی فراوانی میں ممتاز ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اُس عہد کے مسائل میں ایک طرح کی اختصاصی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اور اُن کے سلجھاؤ کے لئے پہلے کی بہ نسبت کہیں زیادہ ضرور مختلف النّوع قوائے ذہنیہ کے کام میں لانے کی ہو گئی تھی[1]۔ اس عہد میں ایامنونداس

[1] چوتھی صدی ق م کی ممتاز شخصیتوں کو تین شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) وہ جو خود اپنے مخصوص دائروں میں ممتاز تھے؛ (۲) وہ جن کی عظمت میں کلام نہیں، لیکن جن میں کوئی نہ کوئی بڑا نقص ضرور پایا جاتا تھا؛ (۳) نسبتًہ معمولی رتبے کے لوگ۔ میری رائے میں پہلی شق میں مفصلۂ ذیل رکھے جا سکتے ہیں:- ایامنونداس جس کی سیرت صاف اور تدبیر جنگ یکتا تھی (اور جس کا گویا تتمہ پیلوپداس تھا)؛ تمولیون، ایثار کرنے والا اور قابل سپہ سالار؛ سکندر، جس کے میلانات مطمحیت لئے ہوئے تھے جو اپنی غلطیوں کا علی الاعلان کفّارہ دینا پسند کرتا تھا، جس نے فن حرب میں سب کو نیچا دکھایا تھا، اور تدبیر میں جس کا کوئی ثانی نہیں تھا؛ حکیم افلاطون جو اوّل درجے کا مفکر اور مصنّف تھا؛ زینوفون، جو حق پسند تھا اور جس کے کردار میں حوصلے کا نام نہ تھا؛ اگےسی لاؤس، جو اسپارٹیوں کے لئے گویا ایک نمونہ تھا؛ ایسقراطیس جو قدیم عہد کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سیاست داں تھا۔ دوسری شق میں: فیلقوس، جو بڑا آدمی ضرور تھا لیکن کبھی کبھی ذاتی تعلّقات میں اُس سے بربریت کا اظہار ہو جاتا تھا؛ دیموس تھنیس جو فن خطابت اور ایتھنز کے عشق میں یکتا تھا لیکن اوّل درجے کا سوفسطائی اور جھگڑالو تھا، اور جیسا وائل ("خطبات" : Weil Harangues صفحہ ۱۷) کہتا ہے کہ "معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی روح نے خوش وخرّم ہونے کی قابلیت کو خیرباد کہہ دیا ہے" اور یہ وہ جذبہ ہے جس کے بغیر کوئی شخص حقیقی معنیٰ میں بڑا آدمی نہیں بن سکتا؛ فوکیون جس میں کافی تدبّر نہ تھا؛ دیون جو ایک کم زور مطمحی تھا؛ دیونی سیوس اوّل جو ایک بڑا حکمران ہوا لیکن اچھا آدمی نہ تھا۔ تیسری شق میں میری دانست میں مفصلۂ ذیل شامل تھے:- اسخینیس اور جملہ ایتھنزی مدبّر

باب ۲۰ (جو قدیم یونانی مملکتوں کا گویا قائم مقام تھا) اور سکندر کے بعد (جس کے تابان و درخشاں کارناموں کا ذکر ہم پڑھ چکے ہیں) تو لیون ہی عظیم ترین شخصیت شمار کئے جانے کے قابل ہے اور ہر آئین مغربی یونان کا سورما کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

ہم باب ۱۱ میں دیکھ چکے ہیں کہ عہد دیونی سیوس اکبر کے اختتام پر دیونی سیوس اور اُس کے زیردست لوکرسی اٹلی کے مغربی گوشے کے جنوب ترین حصّے پر حکمراں تھے جسے زمانۂ حال میں کالابریہ کہتے ہیں، اور اُس کا شمالی حصہ لوکانیوں کے ماتحت تھا جو کروتون کے شمال میں اُس ضلع میں رہتے تھے جسے فلوک تے تیس کا مسکن سمجھا جاتا تھا۔ خلیج تارنتوم پر تھوری، میتاپونتوم اب بھی یونانی ہی تھے اور ہرقلیہ تارنتوم کے ماتحت تھا۔ ہم اس سے واقف نہیں کہ تارنتوم کا علاقہ کہاں تک پھیلا ہوا تھا اور کون کونسی مسابی اقوام اُس کی مطیع تھیں۔ بحیرۂ ترھینیہ میں پوسئیدونیہ اور شاید لاؤس پر بھی لوکانی اثر غالب ہوگیا تھا اور اس طرح لوکانیوں کا حکم ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک چلتا تھا۔ آخر میں کمپانیہ کا شہر نیپلز برابر آزاد تھا۔

دیونی سیوس اصغر نے اٹلی میں اپنی حکومت کی اُسی طرح امن و اماں سے ابتدا کی تھی جیسے بڑے بڑے جنگجوؤں اور سورماؤں کے بیٹوں کا قاعدہ ہوتا ہے، مثلاً اُس نے رھیگیوم کو اپنے قدیم مرتبے تک پہنچایا، قرطاجنیوں سے امن و امان کا برتاؤ کیا، اپولیہ میں دو شہر آباد کئے، اور لوکانیوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا، گو اس میں اُس نے زیادہ جلت پھرت نہیں دکھائی۔ جب دیون نے اُس پر حملہ کیا ہے تو وہ سال بحیرۂ ایونیہ کے

---

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور سپہ سالار، جن میں سے شاید ممتاز ترین الفکراتیس و تموویوس تھے؛ کونون کی بابت ہمیں بہت کم معلومات ہیں؛ اور یہی کیفیت یاسون سا کو فیرائے کی ہے۔

باب ۲۱

اپنے دشمنوں کو میدان خئیرونیہ میں شکست دی ہے (۳۳۸ قم)۔ فاتحوں نے بادشاہ کی لاش کو تارنتوم والوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا؛ اس کے جواب میں تارنتوم نے اولمپیا میں اُس کے نام کا ایک مجسمہ نصب کرایا۔ اجیر سپاہیوں میں بہت سے فوکسی بھی شامل تھے، اور انھیں میں سے ایک فالائے کوس بھی تھا جو مال غنیمت کی تاک میں اٹلی آیا تھا لیکن جب اُسے یہاں ناکامی کا مُنھ دیکھنا پڑا تو وہ جاں بازوں کے اُس میدان کشمکش یعنی کریٹ گیا جہاں وہ اپنے بہت سے ہم خیال لوگوں کی طرح کام آیا[۵]

اسی زمانے میں نشیبی اٹلی کے یونانیوں کو ایک دوسرے دشمن یعنی بریتیون یا بروتیون کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس قوم کا ذکر قطعی طور پر سب سے پہلی مرتبہ اولمپیاد ۱۰۶ (۳۵۶ قم) میں پڑھنے میں آتا ہے، اور انکی بابت قدما کا خیال ہے کہ ان کی نسل ملک کے اصلی باشندوں اور غیر ملکی غلاموں کے میل سے چلی تھی؛ لیکن بعض کے خیال میں وہ در اصل لوکانی النسل تھے۔ بہر نہج ہم اس امر سے واقف ہیں کہ نہ صرف یونانیوں

---

۵۔ تارنتوم کے لئے دیکھو لورنتز؛ "معاملات تارنتوم قدیم" Lorentz : Vet. Tar. res gestae جلد ا۔ ایونز کا مضمون موسوم "سواران تارنتوم" Evans : Horsemen of Tarentum 'جریدۂ سکوکیات'، ۱۸۸۹ء جلد ۱ و ۲؛ جس سے متعاقب استفادہ حاصل کریں گے؛ تاریخ تارنتوم کے لئے ایک قابل قدر ذخیرۂ معلومات ہے۔ فالائے کوس کے لئے دیکھو لورنتز، ۱۷، ۲۳۔ تھیرون کریٹ سے مربہ جاتا ہے۔ تئے نارومی کریٹ اور سرنہ کی وجہ سے بحیرۂ روم قسم کے بحری قزاقوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ارخی داموس؛ دیودورس، ۱۶، ۶۲، ۶۳، ۸۸؛ پہلے تو اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ارخی داموس ۳۴۶ قم میں مرا ہوگا، لیکن پھر وہ اُس کی موت کی تاریخ ۳۳۸ قم بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس کی وفات ماندونیوم میں ہوئی در انحالیکہ لیوی، ۸، ۲۷، ۱۵ کے مطابق اُسے ماندیریوم پڑھنا چاہیئے۔

باب ۲۵ کے خلاف بلکہ لوکانیوں کی مخالفت میں بھی اُنھوں نے اپنا علم بغاوت بلند کیا۔ اُنھوں نے تریینہ کو تاراج کیا، ہیپونیوم پر قبضہ کرلیا، اور ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح کورنتھیوں کی ایک جماعت نے جو سسلی جارہی تھی، اُن کے مقابلے میں تھوریوں کی مدد کی تھی۔ بروتیوں کے صفحۂ تاریخ پر نمودار ہونے کی تاریخ و مقام سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا نام محض دیونی سیوس کی سلطنت کے زوال کے باعث ہی پیدا کرسکے۔ اُس کی حکومت کو ۳۵۷ قم میں ضرب لگی ہے اور اس کے صرف ایک سال بعد یعنی ۳۵۶ قم میں ہم بروتیوں کے نام سنتے ہیں اور نشیبی اٹلی میں وہ اُس کے گویا جانشین ہوجاتے ہیں۔ الغرض جوں ہی اس خودسر کو زوال ہوتا ہے جس نے اس حصے کی یونانی آزادی کا گویا خاتمہ کردیا تھا، کہ اس عنصر کو عروج ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید مُلک کے اصلی باشندے یہی ہوں گے۔ وہ لوکری کو فتح کرنا چاہتے تھے، لیکن اس میں وہ ناکام ہوئے، گو اُنھوں نے شاید کاؤلونیہ کو مسخر کرلیا۔ اُن کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں یونانی تہذیب و تمدن کا اثر سرایت کئے ہوئے تھا اور چونکہ وہ دیونی سیوس کی رعایا رہ چکے تھے اس لئے یہ بالکل قرین قیاس بھی ہے۔[۶]

---

۶؎ بروتیوں کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۲۰۰ و ۴۶۲؛ نیسن "توصیف الطالیہ" Niessen : Ital. Landeskunde ۲، ۲، ۵۲۲، ۵۳۵۔ نیسن صفحۂ ۵۲۶ پر یہ کہتا ہے کہ اس قوم کا ذکر سب سے پہلے ۳۵۶ قم میں سننے میں آتا ہے اور یہاں اُس کا ماخذ دیودوروس ۱۲، ۲۲ ہے۔ لیکن دیودوروس کے ۴۴۵ قم والے فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۴۵ قم کے بعد تک اُنھوں نے دریائے ترائس والا سیبارس تاراج نہیں کیا، اور اس واقعے کی قطعی تاریخ کا تعین نہیں کیا گیا۔ ترائس کا موجودہ نام تریونتو ہے جو روسانو کے قریب ایک ندی ہے۔

باب ۲۸ چونکہ بروتی قوم کے مساکن اور تارنتوم میں بہت بُعد تھا اس لئے وہ اس شہر کو دھمکی نہیں دے سکتی تھی۔ اس کے برعکس مسابی اور لوکانی قوموں سے اُسے ہمیشہ خطرہ رہتا تھا، چنانچہ تارنتیوں نے ارخی داموس کی موت سے تھوڑے ہی دن بعد ایک دوسری نواح سے مدد حاصل کرلی۔ یونان کے شمال میں جو قومیں آباد تھیں وہ اُسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ منیرٹ Mannert نے بھی اپنی کتاب ("اطالیہ" Italia میں اس قوم کی بابت بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں۔ اس واقعے پر اس وقت تک کافی زور نہیں دیا گیا ہے کہ بریتیوں کے سیاسی وجود اور سیاسی قوت کی بنیاد دیونی سیوسی خودسری کے زوال پر تھی، اور وہ جنوب و مغربی اٹلی کے یونانی عنصر کی کمر توڑ کر گویا براہ راست و بالواسطہ ایسے عناصر کے ابھرنے میں مد و معاون ہوا تھا، اور اس کے زوال کے بعد اس حصۂ جزیرہ نما میں صرف ایک قوت ایسی رہ گئی جو اُس کی جانشینی کرسکے۔ یہ قوت وسیی بریتیوں کی تھی۔ لیکن یہ مدت مدید تک یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہوتے رہے تھے اور اُن کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں یونانی روح گویا سرایت کئے ہوئے تھی۔ یہاں اُن کے اور لوکانیوں کے مابین جو فرق ہے وہ صاف عیاں ہوجاتا ہے اس لئے کہ ثانی الذکر نے یونانیوں کے سامنے کبھی پورے طور سے سر تسلیم خم نہیں کیا، چنانچہ لوکانیوں کے سکوں میں یونانیت کا اثر نسبتہً کم ہے۔ اسی طرح لوکانیوں نے اپنی آزادی خود حاصل کرلی در انحالیکہ بریتیوں کو اُس وقت آزادی حاصل ہوئی جب اُن کے حکمرانوں کے بُرے دن آئے ورنہ شاید وہ برابر ماتحت قوم بنے رہتے۔ انہی اسباب کی وجہ سے مجھے ہیڈ Head ("تاریخ مسکوکیات" H. N. ۷۷) کے اس خیال سے ذرا اختلاف ہے۔ بریتی قوم اپنی آزادی کی وجہ سے متمدن ہوئی، اور میں نے جو رائے ظاہر کی ہے اُس سے اُس تمدن کا سبب واضح تر ہوجاتا ہے۔ بریتی قوم تیرینہ، ہیپونیوم اور تھورئی پر ۳۵۶ ق م میں قبضہ کرلیتی ہے (دیودورس ۱۶، ۱۵) اور استرابو ۶، ۲۵۵ کے مطابق ایک ایسے سال میں جس کا تعین ابھی نہیں کیا گیا، تیمیسہ بھی لے لیتی ہے۔

باب ۲۸ زمانے میں ذی اقتدار بنتی جاتی تھیں، چنانچہ مولوسیوں کے بادشاہ سکندر نے جو اولمپیاس کا بھائی تھا، اب اٹلی کا رخ کیا تاکہ جیسے دیار مشرق میں اُس کا بھائی اپنے لئے ایک سلطنت پیدا کر رہا تھا اُسی طرح وہ دیار مغرب میں اپنا حلقۂ اختیار وسیع کرے۔ یہ تہیہ کر کے وہ ۳۳۴ ق م میں پندرہ جنگی جہاز اور بے شمار بار برداری کی کشتیاں لے کر اٹلی آیا۔ پہلے تو وہ مساپیوں سے جنگ آزما ہوا، لیکن پھر اُس نے اُن کے ساتھ محالفہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ بروتیوں اور لوکانیوں سے لڑا اور اُن کے بہت سے شہر فتح کر لئے جن میں سے کون سن تیہ (کوسنزا) اور کوہ گارگانوس کے قریب سپونتیوم بھی تھے۔ اُس نے تارنتوم کی بھی مخالفت کی، جس کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ نشیبی اطالویوں کے بعض میلوں کو، جو اس وقت تک ہرقلیہ میں منعقد ہوتے تھے، تھوریئ منتقل کرنا چاہتا تھا۔ تارنتیوں کا اثر ہرقلیہ پر بہت تھا، لیکن اُس کے جنوب میں جو شہر تھے وہ اس قدر زیادہ متاثر نہیں تھے۔ اس کے کچھ ہی زمانے کے بعد کون سن تیہ کے قریب سکندر اُن جلاوطنوں کے ہاتھوں دریائے اخیرون کو عبور کرتا ہوا مارا گیا جو اُسکی فوج میں شامل تھے اور ۳۳۲ ق م میں اُس کی لاش ایپائروس لائی گئی۔ اُس کی موت کے بعد لوکانی اور بروتی دونوں برابر تارنتوم اور نشیبی اٹلی کے یونانیوں کو دق کرتے رہے[۵]۔

[۵] مولوسی سکندر اٹلی میں، Just ۱۲، ۲؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن، ۱، ۱۶۰۔ لیوی نے اس کی موت کا ذکر لکھا ہے ۸، ۲۴، لیکن یہ پارہ نہایت ہی ناقص ہے اور اس کا مطلب لینورمان Lenormant نے غلط سمجھا ہے "تاریخ یونانی" ۱، ۴۴۴ وغیرہ لینورمان کے توصیفی نتائج، جنھیں دوسرے مورخوں نے تسلیم کر لیا ہے، میری دانست میں غلط ہیں اور اس کا استناج اس لئے درست نہیں کہ اس نے اسناد کو ٹھیک سمجھا ہی نہیں۔
سکندر نے تنظیم کی جو کوششیں کیں اُن کے لئے دیکھو استرابو ۶، ۲۸۰، لیکن اگر

باب ۲۱

تقریباً اُسی زمانے میں یونانی تمدن کو رومنوں کے ہاتھ کمپانیہ میں ایک اور زک پہنچی، اور یہ تاریخ روما میں پہلا موقع ہے کہ رومنوں نے یونانیوں کے امور میں کسی قسم کی مداخلت کی ہو۔ جب ۳۴۱ ق م میں کیمے کمپانی یعنی اوسکانی اثر میں آگیا تو یہاں کے یونانیوں نے نیپلز جاکر پناہ لی تھی، لیکن اس واقعے کی تھوڑی ہی سی مدت کے بعد اس شہر کو بھی ایک کمپانی عنصر کو خوش آمدید کہنا پڑا۔ جس کی وجہ سے کمپانیوں اور رومنوں کی باہمی جنگ کے موقع پر اُسے بھی مجبوراً اس میں شامل ہونا پڑا۔ ۳۴۳ ق م میں روما نے کاپوا سے (یعنی کمپانیوں سے) مخالفہ کرلیا جس کی وجہ سے پہلے تو روما و سامنیوم کے مابین اور پھر روما و لاتیوم کے مابین جنگ چھڑ گئی، اور آخرالذکر جنگ کی وجہ سے اکثر لاتی نیوں کو رومن شہریت کے حقوق مل گئے۔ جس زمانے میں کاپوا کے ساتھ مخالفہ ہوا ہے اُسی زمانے میں کیمے، اکیرائے اور سوئے سولا رومنوں کے قبضے میں آگئے، اور شاید یہی حشر پوتیولی (دکائے آرخیہ) کا بھی ہوا۔ ان فتوحات کی وجہ سے رومن اقتدار گویا نیپلز کی فصیل تک پھیل گیا۔ نیپلز کے یونانیوں کو رومنوں سے کوئی پرخاش نہ تھی، لیکن جب قریب ہی کا شہر نولا، جس کے ساتھ آبادی نیپلز کے کمپانی عنصر کے نہایت گہرے تعلقات تھے، روما سے آمادۂ پیکار ہوا، تو نیپلز بھی جنگ میں شامل ہوگیا اور ۳۲۸ ق م میں نولا کا طرفدار بن گیا۔ شہر کی حالت اچھی تھی، چنانچہ غنیم اُس کا محاصرہ کامل دو برس کئے پڑا رہا لیکن اُسے حسب دلخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی تاآنکہ تیسرے سال عمائد نیپلز سے مل کر وہ جبراً شہر میں داخل ہوگیا۔ اب نیپلز روما کے ساتھ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہم اس واقعے کو پیش نظر رکھیں کہ دریائے اکالانڈروس تھوری کے علاقے میں ہوکر شاید نہ گزرتا تھا تو پھر یہ بار مشکوک ہوجاتا ہے۔ یونانیوں کے باہمی اتحاد کا مظاہرہ ایک پانے گیورس یا دعوت عامہ کے ذریعے سے ہوتا تھا، لیکن اُس نے کبھی سیاسی حیثیت اختیار نہیں کی۔

باب ۲۷ مستقل مخالفہ کرنے پر مجبور رہا جس کے بموجب اُس کی خود مختاری تسلیم کر لی گئی اور ساتھ ہی اُس نے اعلان کر دیا کہ جنگ کے موقع پر وہ رومنوں کو بحری امداد سے دریغ نہیں کرے گا۔[۵]

وہ سال جس میں روما کو یہ اہم حیثیت حاصل ہوئی (یعنی ۳۲۶ق م) وہی تھا جس میں سکندر ستلج سے چناب واپس جا رہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلیہ کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس عہد میں سرزمین یونان نیپلز سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی اور اس رقبے میں یونانی حس اور یونانی قوت کا ہر جگہ بول بالا تھا۔

عہد ماقبل کی طرح (باب ۱۱) اس عہد میں بھی مشرق اور مغرب کے ارتقا میں یکسانی نظر آتی ہے۔ سب سے پہلی یکسانی تو یہی ہے کہ شاہ ایپائرس کی مہم بالکل اسی طرح کی ہے جیسے سکندر کی مہم، لیکن اس سے زیادہ مشابہت کا اندازہ ممکن ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح مشرقیوں نے مشرق و مغرب دونوں پر بیک وقت حملہ کیا، یعنی ایک طرف تو ایرانی اور دوسری جانب قرطاجنی ۴۸۰ق م اور ۴۰۹ق م میں یونانیوں پر حملہ آور ہوئے، اور اس میں بہت ہی کم شبہہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں قوموں میں کسی نہ کسی قسم کا تعلق ضرور رہا ہوگا۔ پھر کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ ۳۳۲ق م میں بھی ایسا ہی ہوا ہو؟ کیا یہ ممکن ہے کہ سرقوسہ پر قرطاجنیوں نے حملہ کیا ہو، اور انھیں تمولیون نے شکست دی ہو، لیکن انھوں نے ایرانیوں سے مخالفہ نہ کیا ہو جو اس وقت میں تور و سیم نون کی

---

۵ کپنے کے لئے دیکھو بیلوخ: "کمپانیہ" صفحہ ۳۱۔ نیپلز و روما کے معاہلے اور ان تاریخی مسائل کی بابت جن کا ان سے تعلق ہے، دیکھو ہولم: "تحقیقات متعلق تاریخ کمپانیہ" Holm: Ricerche Sulla Storia antica=della Campania. کا مخذات تاریخی متعلق صوبۂ Archivio Stor. per le prov. napoletane. سال ۱۱، نیپلز ۱۸۸۶ء۔

باب ۲۷ سیادت میں ایشیا میں بڑے زور و شور سے اپنا کام کر رہے تھے؟۔
یہاں اس باب کے اختتام پر ہم یونانیوں اور بربریوں کے باہمی تعلقات دکھائیں گے۔ اس زمانے اور زمانۂ ماقبل دونوں میں یونان گویا یعنی مشرقی، وسطی اور مغربی حصّوں میں منقسم تھا۔ مغربی مجموعے کی طرح مشرقی یونان کو بھی مدّت دراز سے برابر غیر یونانیوں کی طرف سے خطرہ لگا ہوا تھا، لیکن وسطی حصّہ اپنے جغرافی محلِ وقوع کے سبب سے اُن سے محفوظ تھا، اور اُس کے ارتقا میں اتنا زور تھا کہ بوقت ضرورت مشرقی و مغربی یونان کو بھی مدد دے سکتا تھا۔ لیکن ۳۶۰ ق م کے بعد اس صورت حال میں بڑی بھاری تبدیلی پیدا ہو گئی، اور وسطی یونان کو اپنے دشمنوں کے سامنے سرنگوں ہو جانا پڑا۔ لیکن فرق صرف یہ تھا کہ یہ دشمن محض بربری نہ تھے، اور اس کے بعد وہی قومیں جو وسطی یونان کی جمہوری آزادی میں سدّراہ بنی تھیں، وہی مشرقی یونان کی محافظ بن گئیں اور جہاں کہیں وہ گئیں وہیں یونانی مفاد کے لئے صفحۂ تاریخ کو اپنے درخشاں کارناموں سے مزین کرتی گئیں۔ کیا عجیب بات ہوتی اگر سکندر والی ایپائروس مغرب میں بھی وہی کرتا جو سکندر والیِ مقدونیہ نے مغرب میں انجام کو پہنچایا۔[۵۹]

---

۵۹ سسلی اور نشیبی اٹلی کے سکّے ہمیں اُس عہد کی تاریخ کے مسائل حل کرنے میں بہت کچھ مدد دیتے ہیں۔ میں اس مضمون پر یہاں مجمل بحث ہی کر سکتا ہوں لیکن مجھے امید ہے کہ میں کچھ نہ کچھ نئی بات ضرور پیدا کر سکوں گا۔
ہم دیکھ چکے ہیں کہ سسلی میں علاوہ بعض شہروں کے تانبے کے سکّوں کے، صرف دیونی سیوس اکبر ہی اپنی سلطنت میں سکّے ڈھالتا تھا۔ اُس نے سرقوسہ کے قدیم سکّوں ہی کو جاری رکھا جن کے ایک طرف تو ایک زنانہ سر اور دوسری جانب

# باب بست ونہم

## تمدن عصر

ہم اب اُس ترقی کا مختصر بیان کر کے، جو یونانیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گھوڑوں کی تصویریں کندہ تھیں۔ اُس کے بیٹے نے اُسی کا اتباع کیا۔ اس کے بعد دیون کی باری آئی، جس نے ممکن ہے کہ بعض جدید سکّے مسکوک کرائے ہوں، بلکہ واقعاً الکترون کے ایسے سکّے موجود ہیں جو اُس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جن کے ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب مختلف اشیاء (مثلاً تپائی) کی تصاویر کندہ ہیں (ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" Head : H. N. ۱۵۶)۔ یہ اندرونی اعتبار سے بعید از قیاس نہیں کہ دیون ہی نے ان سکّوں کو بنوایا ہو، جس کے ثبوت میں یہ امر پیش کیا جاتا ہے کہ زاکینتھوس کے ایسے سکّے موجود ہیں (ہیڈ ۳۶۰) جن پر یہی تصاویر کندہ ہیں اور ساتھ ہی ساتھ لفظ "دیونوس" کھدا ہوا ہے؛ یہ سکّے غالباً دیون نے اُس وقت مسکوک کرائے ہوں گے جب وہ زاکینتھوس میں اجیر سپاہی بھرتی کر رہا تھا۔ (پلوٹارک: "حیات دیون" ۲۲)۔ اس خیال کو اس سے پہلے رو مانو بھی ظاہر کر چکا ہے (دیکھو میری "تاریخ سسلی" ۲، ۴۶۲) اور میں اُس سے متفق ہوں۔ بیشک اس خیال کی مخالفت میں یہ کہا جاتا ہے کہ سرقوسہ میں دیون کا عہد اس قدر مختصر اور اتنا مختلف فیہ تھا کہ اُسے سکّہ سازی میں جدت کرنے کی مہلت کہاں ملی ہوگی اور کس طرح اُس نے سونے کے سکّوں کی بجائے الکترون کے سکّے

باب ۲۹ میدان ذہنیات میں کی، اس کتاب کو ختم کر دیں گے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بنائے ہوں گے، چنانچہ بعض مورخوں نے ان سکّوں کو زمانۂ مابعد کی طرف منسوب کیا ہے، اور اسی طرح سے بعض سونے کے سکّوں کو جن کے ایک طرف عورت کا سر اور دوسری جانب یا تو ہرقل شیر کا گلا گھونٹتا ہوا ورنہ کھلا ہوا گھوڑا نظر آتا ہے، زمانۂ ماقبل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (ہیڈ: سکہ جات سرقوسہ" Head : Coins of Syr. صفحۂ ۳۰؛ "تاریخ مسکوکیات" H. N. ۱۵۴)۔ باوجود ان سب باتوں کے، اس رائے کے بعد جو میں نے باب ۱۲ کے حواشی میں ظاہر کی ہے، اور اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ شیر کش ہرقل اور چھٹا ہوا گھوڑا دونوں میں سے کوئی بھی کسی خود سرانہ حکومت کے نشانات نہیں ہو سکتے، میری رائے میں یہ خوبصورت طلائی سکّے عہد دیونی سیوس کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔

انھیں کیفیات سے متاثر ہو کر ایونز نے اُن سکّوں کو جن پر گھوڑے اور شیر کش ہرقل کی تصویر بنی ہوئی ہے، اُس عہد کی طرف منسوب کیا ہے جو ایتھنزیوں پر سرقوسی غلبے کے بعد آیا ("تمغہ جات سرقوسہ" Medallions صفحۂ ۹۵ و ۹۶)۔ وہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح یہ آخری نمونہ، جس کا موجد شاید یوائنے تے قوس تھا، "اٹلی میں "اطالوی یونانیوں کے وفاقی سکّوں میں سب سے پہلے نظر آتا ہے"، اور اس کا اتباع تارسوس اور مالوس میں بھی کیا جاتا ہے؛ دیکھو باب ۱۰ حاشیہ ۳۔ نیز مقابلہ کرو "جریدۂ مسکوکیات" Zeitschrift f. Numism. جلد ۱۷، ص $\frac{۱۶۷}{۱۶۹}$ و تصویر ۱۰۔ اگر مفصلۂ بالا رائے میں بہت کچھ شک و شبہہ کی گنجائش ہے، تو یہ امر بھی یقینی ہے کہ بالکل جدید طرز کے نقرئی سکّے جو اُس عہد کے بعد سرقوسہ میں عام ہیں، تمولیون کے رائج کردہ ہیں۔ یہ وہ سکّے ہیں جن کی پشت پر پیگاسوس کی تصویر ہے جو تمولیون کے شہر کورنتھ کی خاص علامت تھی۔ ان سکّوں کے بعض کے ایک طرف زیوس ایلیوتھیریوس کی شبیہہ ہے جو آزادی دہندہ کے لئے نہایت مناسب نشانی ہے، اور بعض میں کورنتھی طرز کا پالاس کا سر ہے جو کورنتھی خود پہنے نظر آتا ہے۔ آزادی کے اُس عہد کی طرف تانبے کے وہ سکّے بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ منسوب کرنے چاہئیں جن کے ایک طرف تو زیوس ایلیو تھیریوس یا ہیلانیکوس یا پالاس کی شبیہیں کندہ ہیں (ہیڈ: تاریخ سکوکیات" ۱۵۷) اور دوسری جانب مختلف ہیولات مثلاً گرتی ہوئی بجلی کندہ ہیں اور جن کی طرف میں ناظرین کی توجہ تھوڑی دیر کے بعد مبذول کروں گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمولیون کے عہد میں بعض دوسرے شہروں کی طرح سرقوسہ کے سیاسی و تجارتی تعلقات کورنتھ سے ہو گئے تھے، لیکن اگاتھوکلیس کے زمانے میں صورت حال بالکل بدل گئی۔

دیونی سیوس کے خاندان کے زوال کے ساتھ ہی نہ صرف سرقوسہ میں بلکہ تقریباً تمام جزیرۂ سسلی میں آزادی کی ایک لہر دوڑ گئی، اور اس کا سلسلہ بھی ہم سکوں کے مطالعے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ خودسرانہ حکومت کے دور میں صرف سرقوسہ ہی میں ٹکسال تھی؛ لیکن اب بہت سے شہروں میں سکے ڈھالے جانے لگے، اور اکراگاس، گیلا، اور لیونتی نی کے سکے از سر نو نظر آنے لگتے ہیں، جن میں سے لیونتی نی کا تعلق کورنتھ سے اس قدر قریب کا ہو جاتا ہے کہ وہ پیگاسوس والے سکے ڈھالنے لگتا ہے (ہیڈ ۱۳۱)۔ کاما رفیہ اور مسانہ میں تانبے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ یہ جذبۂ حریت صرف یونانی شہروں ہی میں نہیں بلکہ دیسی شہروں میں بھی نظر آتا ہے۔ ایتنا، اگیریوم اور الائسا اپنے سکوں پر زیوس الیوتھیریوس کی شبیہہ کندہ کراتے ہیں؛ الائسا، ہربیسوس اور مورگن تینے کے سکوں پر ایک زنانہ سر ہے، اور الائسا کے ایک سکے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سر صقالیہ کا ہے۔ یہ گویا پہلی مرتبہ کسی فنی شے پر جزیرے کی متشخصہ شبیہہ کندہ کی گئی تھی اور یہ ایسے شہر میں جو بہ نسبت یونانی ہونے کے اپنے صقالی ہونے پر فخر کرتا تھا (ہیڈ ۱۱۰)۔ ان میں سے بہت سے تانبے کے سکے تمولیون کے سکوں ہی سے بنائے گئے تھے؛ ہوتا یہ تھا کہ صقالوی شہر اپنا ٹھپا سرقوسی ٹھپے کے اوپر کندہ کر دیتے تھے، لیکن سرقوسی ٹھپا اُس سے بالکل محو نہیں کیا جاتا تھا تاکہ دُنیا کو دکھایا جا سکے کہ اُن میں جذبۂ حریت کس قدر سرایت کئے ہوئے ہے۔ الائسا کے سکوں سے جن کا ابھی

باب ۲۹ اور نثر کی ابتدا کی جا رہی ہے - یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ سیاسیات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - ذکر کیا جا چکا ہے ایک اور عجیب و غریب واقعے کا انکشاف ہوتا ہے - ان میں سے بعض پر ایک کتبہ " الائے زیوزن سیوماخیکون " کندہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمولیون کی سیادت میں کوئی لیگ ہو گی جس کا مقصد یہ ہو گا کہ تمام جزیرے کو آزاد کرا دے ؛ اس لئے کہ اُسی سکّے پر جس پر لفظ "سیوماخیکون" (بغیر "ال") کندہ ہے اُسی پر صقالیہ کی بھی شبیہہ ہے -

لیکن سسلی کی مکمل آزادی حاصل نہیں ہوئی ' اس لئے کہ جزیرے کا مغربی حصّہ برابر قرطاجنیوں کے قبضے میں رہا ' اور یہ بھی سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے ' اس لئے کہ مغربی حصّے میں دیونی سیوسی ہونے کے پرانے سکّے برابر جاری رہے جن پر زنانہ سر اور گھوڑوں کی تصاویر کندہ تھیں (جیسے پانورموس میں) - ہرقلیہ ' متوا اور ایرکس کے سکّوں پر فنیقی کتبے کندہ تھے ؛ انتیلا کے سکّوں پر (جہاں کمپانی رہتے تھے) یونانی کتبہ "کمپانون" نظر آتا ہے ' اور عجیب بات یہ ہے کہ ان پر بھی پیگاسوس یا چھٹے ہوئے گھوڑے کی شبیہہ ہے (ہیڈ ۱۲۰) ' چنانچہ اس قسم کے گھوڑے کو بعض دیونی سیوس کا مخصوص نشان قرار دیتے ہیں -

اٹلی میں بہت سے مجموعوں کا امتیاز کیا جا سکتا ہے ' جن میں سے تاراس ' تھوریئی ' لوکری اور نیاپولس کو جملہ شہروں کا گویا قائم مقام سمجھنا چاہئے - سسلی کی طرح یہاں بھی وہ اثرات جو مشرق سے یعنی یونان سے آ کر یہاں پڑے ' بہت اہم ہیں - لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سسلی کی بہ نسبت اٹلی کے سکّوں میں زیادہ تسلسل پایا جاتا ہے اور پرانے طریقوں کی زیادہ پابندی کی جاتی ہے - بہت سے شہر دیونی سیوسی خودسری سے بچ گئے تھے ' اور ان میں عام طور پر قدیم طرز کے سکّے برابر مسکوک ہوتے رہے ؛ نہ صرف یہ بلکہ غیر ملکی سپہ سالاروں نے ' جن کے لئے بیرونی نمونوں کو رائج کرنا دشوار نہ تھا ' اٹلی میں یہ اُصول اُتنا رائج نہیں کیا جتنا تمولیون اور دیون نے سسلی میں کیا تھا ؛ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ سپہ سالار غلام شہروں کی آزادی کے احیا کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ اُن کی آمد کا مقصد

باب ۲۹ | کی طرح ادبیات کی اس شاخ میں بھی ایک قسم کے تباین کی کیفیت

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ صرف یہ تھا کہ وہ بربریوں کے خلاف یونانیوں کی مدد کریں۔ اس طرح ان سپہ سالاروں نے آزادی کے مقصد کو زیادہ مدد نہیں دی، جس کی وجہ سے ان کا اثر مقامی سکّوں پر اتنا نہیں پڑا جتنا تیمولیون کا پڑا تھا۔

تاراس کے سکّوں پر برابر اس کے سوار اور مچھلی پر بیٹھی ہوئی "تاراس" کندہ ہوتی رہی۔ ان انواع کی شکل میں جو فرق ہے وہ نہایت قلیل ہے، اور یہ صرف اُن شبیہوں کے بیٹھنے کے ڈھنگ میں اور اُن کے متعلّقات میں ہے، لیکن اس میں بھی اے، جے، ایونز A. I. Evans کو باریک بینی کا بہت موقع مل گیا ہے (دیکھو ۱۱۱ م بالا) اور اس سے اس نے سکّوں اور تاریخ کے درمیان نہایت ہی دلچسپ انداز سے تعلق بتایا ہے۔ مثلاً (صفحۂ ۶۶ پر) وہ کہتا ہے کہ تارنتوم کا طلائی سکّے میں نوجوان تاراس کے ملتجیانہ انداز سے اپنا ہاتھ اپنے باپ پوسئیدون کے سامنے اُٹھانے سے، جو اس کے روبرو بیٹھا ہے، یہ مطلب ہے کہ شہر تاراس اپنے مادرِ وطن یعنی اسپارٹا سے مدد کے لئے استدعا کرتا ہے اور اس کا ثبوت یہ پیش کرتا ہے کہ راس تینے نارم والا پوسئیدون تارنتوم کا معبود تھا۔ ایونز کا یہ بھی خیال ہے کہ تاراس کے ایک سکّے پر "تاراس" کی جو شبیہہ ہے جس میں وہ ہاتھ میں اپنی خُود لئے ہوئے سوچ میں پڑی ہوئی ہے (تصویر ۱۰ ، ۱۱۱) اس سے دراصل شاہ اسپارٹا کی افسوسناک وفات مطلوب ہے جو جنگ ماندریوم میں ہوئی، اس لئے کہ نشستہ شبیہوں کے ہاتھ میں خود کا ہونا کچھ غیر معمولی بات نہیں، لیکن اس سکّے میں تاراس کے قریب دو ستارے بھی نظر آتے ہیں جن کی مراد غالباً اسپارٹا کے رکھشک یعنی دیوسکوری سے ہوگی۔ مسکوکیات پر سیاسیات کا اثر مولوسیوں کے بادشاہ سکندر کے اٹلی میں آنے کے زمانے میں اور بھی زیادہ نظر آتا ہے۔ اس حکمران کے چاندی اور تانبے کے سکّے تو ایپائرس ہی میں

باب ۲۹ نمایاں ہے۔ سیاسی اعتبار سے شہری آزادی کی تکمیل کا سہرا ایتھنز کے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ڈھالے گئے تھے، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اُس کے طلائی سکّے اٹلی ہی میں بنے تھے (ہیڈ، ۲۷۲)۔ اس کے ساتھ ہی اس سکندر نے نشیبی اٹلی کے مقامی سکّوں پر بھی اپنا اثر ڈالا جیسے اپولیہ کے شہر روبی (رُوُوو) کا چھوٹا سا سکّہ جو سکندر کے سکّوں کے بہت مشابہ ہے (ایونز تصویر ۵، ۶ تا ۸) اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ تارنتوم اور اطالوی شہروں کے درمیان ضرور محالفہ ہوگا۔ (واضح ہو کہ روبی ان برتنوں کے لئے بھی مشہور رہے جو اُس کے مقبروں میں برآمد ہوئیں۔

تارنتوم کے ایک دوسرے سکّے پر لفظ "سیوُم" کندہ ہے جس سے مراد اُسی لیگ سے ہوگی۔ سکندر کے اثرات کا مزید ثبوت اس امر سے دیا جاسکتا ہے کہ ان سکّوں میں گرتی ہوئی بجلی کی علامت کو اختیار کیا گیا ہے جو دراصل دودونی زیوس کا نشان تھا (ہیڈ ۲۷۲) اور یہ سکندر کے سکّوں اور تارنتوم کے سکّوں دونوں میں نظر آتا ہے۔ ہمیں اس واقعے کا علم ہے کہ سکندر کی خواہش تھی کہ وہ مغرب میں اپنا اثر وسیع کرلے۔ چنانچہ اُس میں اور تارنتوم میں نزاعات پیدا ہوگئے؛ سکّوں پر اُس واقعے کی بھی علامتیں پائی جاتی ہیں، اس لئے کہ ہمیں شبہہ نہیں کہ اُس عہد کے میتاپونتوم والے سکّوں پر زیوس کا چہرا اور گرتی ہوئی بجلی کی تصویر ہے، اور لوکری وسسلی کے سکّوں پر جو اسی قسم کی تصویریں ہیں (جن کا متذاقب بیان کیا جائے گا) ان سے مراد انھیں نزاعات سے ہوگی (ایونز صفحہ ۸۲؛ ہیڈ صفحہ ۶۴؛ ایونز صفحہ ۸۷)۔

میتاپونتوم کے وہ سکّے جن پر زیوس الیوتھے ریوس کی شبیہہ ہے اور جسے ہیڈ (صفحہ ۶۴) ۳۵۰ ق م سے پہلے کے بتاتا ہے، غالباً اُسی عہد کے ہوں گے۔ علاوہ ازیں اب سکّوں پر اُس شہر کے وتنیاتی بانی لیوکی پوس کی شبیہہ بنی ہوئی ہے جس کی کورنتھی خود کی وجہ سے وہ پیگاسی کے مشابہ ہوجاتا ہے۔ سکّوں کی دوسری طرف پہلے کی طرح اناج کی بال بنی ہوئی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ہرقلیہ میں قدیم سکّے برابر رائج ہیں جن پر اتھینا اٹیکائی خود پہنے ہوئے اور شیر سے لڑتی ہوئی نظر آتی ہے (ہیڈ ۵۹) لیکن ساتھ ہی بعض سکّوں پر کورنتھی خود بھی موجود ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میتاپونتوم کی طرح یہاں بھی تھریلیون کی شہرت اور اُس کا اثر اپنا کام کئے بغیر نہیں رہے۔ اس کے برعکس دونوں شہروں کا تارنتوم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ شاید دونوں کے سکّے ایک ہی مُہر کن نے بنائے ہوں گے (ایونز ۷۳)۔ ہرقلیہ کے بعض درہموں پر زیتون کی ڈالی پر اُلو بیٹھا ہوا نظر آتا ہے (ہیڈ ۵۹) جس سے اس شہر اور دور دراز شہر ایلیہ کے مابین تعلق نظر آتا ہے جہاں یہی علامت استعمال کی گئی ہے (ہیڈ ۷۵)۔ پہلے کی طرح ایلیہ کے سکّوں پر پالاس کا سر ایتھنزی خود پہنے ہوئے ہے اور دوسری جانب ایک شیر ایک ہرن کو پھاڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ (ہیڈ ۷۵)۔

تھورئی میں بھی پرانے نمونے کی پابندی کی گئی ہے جس پر ایک طرف تو اتھینے کا سر ایتھنزی خود پہنے ہوئے اور دوسری جانب اڑتا ہوا بیل بنا ہے (ہیڈ ۷۲) ۳۵۶ ق م کے قریب تھورئی بریتیوں کے قبضے میں آ گئی (دیودوروس ۱۶، ۱۵) لیکن ہماری رائے میں اُسے بہت جلد آزادی مل گئی ہوگی۔

کروتون کے نقرئی سکّے جن کے ایک طرف اپولو کا سر اور دوسری جانب ایک تپائی کی شکل کندہ ہیں، اور جنھیں (ہیڈ ۸۳) زمانہ مابعد کا قرار دیتا ہے، غالباً اُسی عہد کے تھے (دیکھو بالا باب ۱۱)، اس لئے کہ یہ سرقوسہ کے الکترون کے سکّوں کے مشابہ ہیں۔ ہم جو کچھ اوپر کہہ آئے ہیں اس کے بعد یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکّے دیون کے عہد کے ہوں اور اُس نے کروتون پر اثر ڈالا ہو۔ دیون زاکینتھوس کی طرف گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی زاکینتھوس اور کروتون کے درمیان تعلقات سے واقف ہیں (دیکھو حواشی باب ۵)۔

ہیپونیوم کو بریتی قوم نے تقریباً ۳۵۶ ق م میں مغلوب کیا تھا۔ اس شہر کے

باب ۲۹ زندہ مظاہرہ ہے، اسی طرح جو شخص ایتھنز کو مقدونیہ کے خلاف

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ بعض سکوں کو جن کے ایک طرف زیوس اولمپیوس اور دوسری جانب گرتی ہوئی بجلی پر ایک عقاب نظر آتا ہے، ہیڈ نے عہد سکندر شاہ ایپائروس کی طرف منسوب کیا ہے۔

لوکری نے اپنے سکے چوتھی صدی ق م تک ڈھالنے نہیں شروع کئے اور یہ وہ زمانہ ہے جب اس شہر نے خاندان دیونی سیوس کی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ اس شہر نے کورنتھی سکوں کو اختیار کر لیا جن کے ایک طرف پالاس کا سر اور دوسری جانب پیگاسوس کی شبیہہ کندہ ہے اور جس سے تمولیون کی مہم کے اثرات عیاں ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک بات نہایت درجہ عجیب و غریب ہے، وہ یہ کہ ان سکوں کے تقریباً ساتھ ساتھ لوکری میں ایک دوسرے انداز کے سکے بھی نظر آتے ہیں جن کا اسلوب اور وزن دونوں بالکل مختلف ہیں۔ اول الذکر ۱۳۵ تا ۱۳۰ گرین کی دو درہمیاں ہیں اور ثانی الذکر کا وزن صرف ۱۲۰ تا ۱۱۵ گرین ہے۔ یہ دوسرا معیار اطالوی معیار ہے جو کمپانیہ میں ملتا ہے۔ چنانچہ ہیڈ کی رائے میں یہ اطالوی معیار داخلی یعنی اطالوی تجارت و داد و ستد کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔ لوکری کے ان سکوں کے ایک طرف ایک ریشائیل سر کندہ ہے جو پتوں کا حلقہ پہنے ہوئے ہے اور ساتھ ہی لفظ IEYS کندہ ہیں؛ دوسری جانب ایک بیٹھی ہوئی عورت کی تصویر ہے جس کے ہاتھ میں چوبداروں کی چوب ہے اور الفاظ Eirene Lokron "(یعنی" لوکری کی امن") کندہ ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے (اور اس کی طرف خود ہیڈ نے توجہ مبذول کی ہے "سکہ جات سرقوسہ" :Head Coins of Syracuse صفحہ ۲۳) کہ زیوس کے اس سر میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بال گردن سے ہٹے ہوئے ہیں، اور یہ شبیہہ بجنسہٖ اسی انداز سے سرقوسہ کے ان تانبے کے سکوں میں نظر آتی ہے جس کی دوسری جانب گرتی ہوئی بجلی ہے۔ اس موخر الذکر سکے کو پیش نظر رکھ کر ریونز نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ممکن ہے کہ

ابھارنے میں سب سے زیادہ حصّہ لیتا ہے وہی فن نثر نویسی اور باب ۲۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - اس قسم کے سکّوں میں سسلی والوں نے مولوسیوں کے بادشاہ کی طرف اشارہ کیا ہو اس لئے کہ اُس سے اُن کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ ہمارے نزدیک یہ مفروضہ بعید از قیاس نہیں۔ الیونز (صفحہ ۸۷) لوکری اور سکندر کے باہمی تعلقات کے متعلق ایک نقرئی سکّہ پیش کرتا ہے جس پر ایک طرف گرتی بجلی اور "لوک" اور دوسری جانب "نشستہ مولوسی الو" کی شبیہیں ہیں۔ ان تمام امور کو مدّنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہیں کہ لوکری میں دو اثرات خاص طور پر ظاہر ہوئے، پہلا اثر تو وہ جو پیگاسوس کی شبیہوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جس سے جمہوری کورنتھ کی طرفداری ٹپکتی ہے، اور دوسرا اثر وہ جو ان سکّوں سے ظاہر ہوتا ہے جس پر مولوسی علامات نظر آتی ہیں اور جن سے ایک طاقتور اور جری حکمران کی جانبداری معلوم ہوتی ہے۔

سیدالوکری کی ایک نوآبادی تھی (Seymn. ۳۰۰)۔ اُس کے سکّے یا تو (۱) کورنتھی استاتر تھے، (جنھیں بعض مسکوکیئین مسانہ کی طرف اس لئے منسوب کرتے ہیں کہ ان پر حرف Me کندہ ہے (۲) تانبے کے سکّے (ہیڈ-۸۹)۔ ہیڈ کا بیان ہے کہ اس شہر کو ۳۸۹ ق م میں دیونی سیوس نے لے کر لوکریوں کے حوالے کر دیا؛ لیکن میں خود دیودوروس ۱۴، ۱۰۶-۱۰۷ میں اس قسم کا ذکر صرف کاولونیہ اور ہیپونیوم کا پاتا ہوں؛ دیودوروس ۱۴، ۷۸ کے مطابق ۳۹۶ ق م میں یہاں کے باشندے دیونی سیوس کی رعایا میں شامل دکھائے گئے ہیں اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیونی سیوس نے ان میں سے بہت سوں کو سسلی بھیج دیا۔ ان وجوہ کی بنا پر میری رائے ہے کہ ہیڈ کو یہ نتیجہ نکالنے میں ضرور غلطی ہوئی ہوگی۔

تریِنہ (ہیڈ ۹۸) کے سکّے بھی کورنتھی پیگاسیوں اور تانبے کے سکّوں پر مشتمل ہیں۔ جو کچھ ہم ابھی کہہ چکے ہیں اس کی بنا پر غالباً ہیڈ نے جو انھیں ۳۸۹ ق م سے

باب ۲۹ ادبیات کی رسمی شکل کا ممتاز ترین قائم مقام ہے، درآنحالیکہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۳۵۶ قم تک کے زمانے میں رکھا ہے اس میں اُسے غلطی ہوئی ہے بلکہ اس کی بجائے وہ تقریباً ۳۴۰ ق م کے ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ دیودورس ۱۵،۱۶ کے مطابق ترینہ کو بریتیوں نے ۳۵۶ ق م میں مغلوب کیا؛ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے بعید زمانے میں اس شہر میں کورنتھی نوع نے کیسے فروغ پایا ہوگا؟ کیا اس کی بجائے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ ۳۴۰ ق م میں ترینہ تموکیون کی مہم کے اثر سے از سر نو آزاد ہو گیا تھا؟ ہیڈ یہ فرض کرتا ہے کہ ہپونیوم کو (جس کی حیثیت ترینہ کی سی تھی) آزادی حاصل ہو گئی، اور تھوری کی بابت بھی یہی قیاس کیا جاتا ہے۔ ایک اور قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اُس زمانے میں ترینہ اور ہپونیوم دونوں کے سکوں پر ایک بحری پری مسمی پندینہ بیٹھی نظر آتی ہے، اور اس سلسلے میں ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے قریب قریب واقع تھے۔

اُس زمانے میں رسے گیوم میں بھی (۱) کورنتھی استاتر اور (۲) تانبے کے سکے رائج تھے۔ ثانی الذکر کے ایک طرف تو شیر کا منھ اور دوسری جانب اپولو کا سر نظر آتا ہے، اور یہی علامات ترینہ کے اُن سکوں پر جنھیں ہیڈ (۹۸) تقریباً ۳۴۲ ق م کا بتاتا ہے لیکن جو بلاشبہہ چوتھی صدی کے ہیں، اور ایک چھوٹے سے شہر نوکریہ کے سکوں پر بھی بنی ہوئی ہیں (جسے لینورمان "تاریخ یونان" ۲، ۸۴ میں نچیرا بدریا سے ساؤتو کے مطابق بتاتا ہے)۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھ کر ہیڈ یہ صحیح نتیجہ نکالتا ہے کہ رسے گیوم، ترینہ اور نوکریہ کے مابین ضرور محالفے کی کیفیت ہوگی۔

اپنے خیالات کا یکجائی اظہار کرنے سے پہلے کمپانیہ کے سکوں پر بحث ضروری ہے۔ یہاں نیاپولس میں اُس کے پرانے سکے جاری ہیں، گو ۳۲۶ ق م اُس نے روما سے محالفہ کر لیا ہے۔ نولا یونانی نو آبادی نہیں تھی، لیکن جیسا کہ مقبروں سے برآمد شدہ اشیا کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، اُس کے باشندوں میں یونانیت

سکندر کا اتالیق اپنی توجہ معلومات عامہ کے دائرے کی توسیع کی | باب ۱۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - سرایت کیے ہوئے تھی ؛ اور اُس میں اب سکّے پہلی مرتبہ ڈھلنے لگتے ہیں ؛ یہ نقرئی دو درہمیاں ہیں جو صرف شیاپوسس کے سکّوں کے ہم وزن ہیں (یعنی تقریباً ۱۱۲ گرین) بلکہ اُن کی تصاویر بھی ایک ہی ہیں - اٹلی کے ان وسطی حصوں میں یونانی اثر اس قدر نمایاں ہے کہ خود رومن بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے - روما میں ۲۶۸ ق م میں (موم سن Mommsen) پہلی مرتبہ چاندی ڈھالی جاتی ہے ؛ اور یہ نئے سکّے کیپانی دو درہمیوں کے وزن کے ہیں جن کے ایک طرف ایک سر اور دوسری جانب ایستادہ نیکے مع لفظ "روماتو" کے کندہ ہے -

اب ہم ان سب حالات سے چند عام تاریخ کے نتائج اخذ کریں گے -
چوتھی صدی ق م کے وسط میں اٹلی اور سسلی کے یونانیوں کی حالت نہایت زبون ہے - دیونی سیوس اوّل کا اقتدار عرصے تک رہا تھا - اُس نے سسلی میں ایک طاقتور یونانی مملکت قائم کر کے جو قرطاجنیوں کی سدّ راہ بنی ، یونانیوں کی بہت بڑی خدمت کی تھی لیکن ساتھ ہی اپنی مطلق العنانی کے طرزِ عمل کی بدولت اُس نے اپنی یونانی رعایا کے اخلاقی اور ذہنی قویٰ کو شدید نقصان پہنچایا ، اور اٹلی میں تو غیر یونانیوں نے مخالفہ کر کے انھیں اس قابل کر دیا کہ وہ یونانیوں کے ملک میں دست درازی کریں - لیکن اُس کے نالائق بیٹے نے چند روز ہی حکومت کی تھی کہ دیارِ مغرب کے یونانیوں کو چاروں طرف سے مصائب نے آگھیرا - دیون کی کوششیں سب عملی اعتبار سے بیکار رہیں ، اُس کی کمزوری کی وجہ سے افراتفری اور بھی زیادہ ہو گئی اور مغرب والے بالکل بے یار و مددگار رہ گئے - لیکن یونانی مادرِ وطن میں اب بھی تھوڑا بہت دم خم باقی تھا ، چنانچہ یہاں سے متعدد مرتبہ اٹلی و سسلی کو بچانے کی کوشش کی گئی - تمولیون اور ارخی داموس دونوں نے تقریباً ایک ہی زمانے یعنی ۳۴۵-۳۴۴ ق م میں مہمات سر کیں ؛ تمولیون کو تو کامیابی ہوئی لیکن ارخی داموس ناکام ہوا - اس میں شبہ نہیں کہ

باب ۲۹ کوشش میں مرکوز رکھتا ہے۔ یہاں سب سے پہلے ہم اٹیکائی نثر،

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس ناکامی کے نتائج ایسے خراب نہیں نکلے اس لئے کہ ارخی داموس کو تارنتوم نے طلب کیا تھا، اور تارنتوم کو ایسا زیادہ خطرہ نہ تھا۔ تاہم اٹلی کو اب بھی مدد کی ضرورت تھی، چنانچہ تقریباً ۳۳۴ ق م میں سکندر نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس بادشاہ کی مہم اور تمولیون و ارخی داموس کی مہمات میں بہت بڑا فرق تھا۔ تمولیون نے آزادی کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی تھی، اور ارخی داموس کم از کم یونانی قومیت کی خاطر میدان میں آیا تھا، اور اگر اُس کا مقصد ایک حد تک خود غرضانہ تھا، تاہم اس میں بھی شبہہ نہیں کہ وہ اسپارٹی نوآبادی کا بھی بول بالا چاہتا تھا۔ لیکن مولوسیوں کے بادشاہ کی کیفیت بالکل جداگانہ تھی اس لئے کہ نہ تو وہ تمولیون کی طرح جمہوریت پسند تھا اور نہ ارخی داموس کی طرح اُسے اپنے ہم وطنوں کی خدمت کرنی مقصود تھی، بلکہ وہ اپنے عظیم الشان مقدونی بھانجے کی طرح محض اپنے نام و نمود کی خاطر اٹلی آیا تھا اور جس طرح سکندر مقدونیہ مشرق میں اپنی سلطنت کے حدود وسیع کرنا چاہتا تھا اسی طرح سکندر مولوسیان دیار مغرب میں اپنا سکّہ جمانے کا خواہاں تھا۔ اس واقعے سے اُس کے اور تارنتوم کی تنازعات کی اصلی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے اور یہ بھی صاف ہوجاتا ہے کہ کیوں اس جھگڑے کے بعد مغرب کی طرف وسیع تر میدان عمل کی تلاش میں چلا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اُس کی تیزی اور شدت عمل اُس کے راستے میں کہیں حائل نہیں ہوئے بلکہ اسی کے برعکس محض اُس کی خصلت کی وجہ سے بہت سے ایسے بلدیات نے جنھیں تارنتوم سے زیادہ خطرہ تھا اس پر حصر کیا۔ متاپونتوم، لوکری، رِھے گیوم، ہپونیوم، تری نہ اور لوکریہ کی کیفیت بس یہی تھی، اور ان شہروں کے سکّوں پر اپیا ئروسی شبیہوں سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اُن کی اُس کے ساتھ بہت سی امیدیں وابستہ تھیں۔ علاوہ ازیں یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اور بہت سے نواحات کو اُس سے امید تھی، جیسے خود سسلی میں جہاں کی حالت تمولیون کی

باب ۲۹

بالخصوص دیموس تھنیس پر بحث کریں گے، لیکن اس اتھنز کا ذکر بحیثیت مدبر کے نہیں بلکہ بحیثیت ایک خطیب و مقرر اور ماہر فن و مبصر ادبیات کے کیا جائے گا۔[1]

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ موت کے بعد یعنی تقریباً ۳۲۱ق م میں بہت کچھ نازک ہو گئی۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہمیں اس جنیرے کے متعلق جو کچھ تھوڑی بہت معلومات حاصل ہیں وہ سب دیودوروس کی تاریخ اگاتھوکلیس سے ماخوذ ہیں لیکن اس سے ایک بات صاف ہو جاتی ہے، کہ سرقوسہ میں عدیدی تدمغ کا اثر برابر بڑھ رہا تھا اور ممکن تھا کہ سکندر جیسا سپاہی اُس کے خلاف عموم کا طیف بن جائے؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد اگاتھوکلیس جیسے شخص کے ساتھ اس قسم کے امور میں رواداری برتی گئی۔ کم از کم یہ تو یقینی ہے کہ بیرونی مدد سے بہت کچھ کام نکل آتے۔ خود تمولیون بھی تو غیر ملکی تھا۔ جس وقت لوگ تمولیون کی خصلت سے واقف ہوئے اُسی وقت بے شرموں سے بے شرموں کو بھی اُس کی اخلاقی طینت کی نفاست کے سامنے سر جھکانا پڑا؛ اور اس کے برعکس مقامی شہری جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے، اُن کے حکم کی بعض نیک شہری بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ ہمارے نزدیک ایک ایسا شہر جو سالہا سال کے انقلابوں کے بعد کہیں ترقی کے راستے پر گامزن ہوا تھا، اُس کے لئے ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی یہی وجہ تھی کہ وہاں والوں نے سکندر والیٔ ایپائروس کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کیں؛ اور خود سرقوسہ میں مولوسی علامات جیسے زیوس کا سر گرتی بجلی اور عقاب کی شبیہیں سکوں پر بنائی گئیں جن کی طرف ایونز (صفحہ ۸۳) ہماری توجہ مبذول کرتا ہے۔

[1] یہاں میں جو کچھ دیموس تھنیس کی بابت کہوں گا وہ صرف وہی باتیں ہوں گی جس کی طرف اس وقت تک کم توجہ کی گئی ہے یا جو اس وقت تک بالکل ہی نظر انداز کر دی گئی ہیں۔

## باب ۲۹ اُس کی تحریروں سے یونانی بلدیات کے انتہائی عروج کی کیفیت

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ (۱) دیموس تھنیس ایک مقرّر کی حیثیت سے۔ اس کا اسلوب اس وجہ سے قابل غور ہے کہ وہ اس طرز بیان سے گریز نہیں کرسکا جیسے مصنوعی بلاغت کہا جاتا ہے اور جس سے آجکل کے مقرر دوران خطاب گریز کرتے ہیں۔ بیشک وہ خالی کھوکھلے جملوں میں کبھی نہیں پڑتا اور کبھی ایسی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتا جس کا تعلق امر زیر بحث سے براہ راست نہ ہو کبھی اپنے سننے والوں کو اس دُھندلی فضا میں نہیں لے جاتا جس میں اشاروں کنایوں یا طوالت کے ذریعے سے مبہم احساسات پیدا ہوتے ہوں، لیکن صریح خیالات پیدا نہیں ہوتے لیکن وہ اکثر سوفسطائی بھی بن جاتا ہے۔ اُس کے زمانۂ حال کے معترفوں کا بھی خیال ہے کہ وہ اکثر دھوکا دینا چاہتا ہے۔ بلاس Blass کہتا ہے کہ یہ عین فطرت کے مطابق ہے (۳، ۱۰۵) اس لئے کہ آخر دیموس تھنیس ایک وکیل ہی تو ہے، دیکھو بلاس ۳، ۱۳۷ و ۱۶۱۔ وہ کہتا ہے کہ دیموس تھنیس "وقتاً فوقتاً چھوٹی چھوٹی باتوں میں واقعی حقیقت سے گریز کرجاتا ہے مثلاً جب وہ کہتا ہے کہ فیلقوس نے امن وامان کا حلف لینے کے بعد تھریسی قلعے مسخر کئے"......، لیکن یہ محض ثانوی امور ہیں، اور انھیں مقرر کسی بات کے ثبوت کے لئے نہیں بلکہ محض زور بیان کی رو میں کہہ جاتا ہے"۔ بلاس ۳، ۱۰۵) لیکن بلاس کا یہ استدلال کم از کم فیلقوسی ۳، ۱۵ پر تو یقیناً صادق نہیں آتا اسلئے کہ تیسری فیلقوسی میں دیموس تھنیس کا مکمل استدلال اسی بات پر مبنی ہے کہ فیلقوس نے کہا تو یہ کہ ہم میں تم میں امن ہے، لیکن عمل دشمنوں کا سا کیا۔ اور اگر دیموس تھنیس محض "زور بیان میں" اپنے مدمقابل پر دروغ حلفی کا الزام ایسی حالت میں لگا سکتا ہے جب وہ جانتا ہے کہ اُس نے دروغ حلفی نہیں کی، تو یہ یقیناً نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ بلاس ۳، ۱۸ میں بالکل سچ کہتا ہے کہ "دیموس تھنیس ہمیشہ واقعات کے مطابق تقریر نہیں کرتا، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مورخ کے مخصوص میدان میں قدم نہیں رکھنا چاہتا" نہ وہ یہ چاہتا ہے کہ شہنشاہی

باب ۲۹ معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح حکیم افلاطون کی کتابوں سے ہمارے سامنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ طرز عمل کا ہو (خواہ بن جائے)" چنانچہ ہم نے بلاس کے اس حکم کو جہاں تک ہو سکا ہے پیش نظر رکھا ہے۔ بلاس نے اس خنیس پر جو حکم لگایا ہے (۳، ۲، ۲۳۴) کہ دعوے اور فریب کی چالبازیوں کی وجہ سے اسے ہم طبیعتاً شریف نہیں کہہ سکتے اور نہ اسے بڑے بھاری مقرروں میں شمار کیا جا سکتا ہے، تو بجنسہٖ یہی بات دیموس تھنیس کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے، اور قدما کے اس مشہور خیال کا بھی کہ ازائیوسس اور دیموس تھنیس دونوں اس وقت بھی شک کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب وہ بظاہر حق کے جانبدار تھے، یہی مطلب ہے۔ دیموس تھنیس کی سوفسطائیت کا گویا شاہکار تیسری فیلقوسی ہے، جو اسلوب کے نقطۂ نظر سے نہایت اعلیٰ درجے کی تقریر ہے لیکن جس میں فیلقوس کی قوت کے متعلق تیرہ نہایت نمایاں غلط بیانیاں ہیں (لم ۱۱ و ۱۵) ایک حال کی بابت اور دو ماضی کے واقعات کی بابت؛ دیکھو بالا باب ۱۸، حاشیہ ۹۔

"حیات برک" (لندن ۱۸۸۹ء صفحہ ۱۸۴) میں مورلے کے بعض فقروں سے دیموس تھنیس کی شخصیت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے؛ یہ وہ مقام ہے جہاں وہ برک کے آخری تحریرات متعلق انقلاب فرانس پر اس رائے کا اظہار کرتے ہیں: "اب یہاں برک کے اصول و خیالات کی بجائے ہم چند مخصوص افعال اور بعض مخصوص طرز عمل کی طرف میلان کی فریقانہ تحریب پر آتے ہیں۔ ہمیں اس خاص طرز عمل کی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا اختیار ہے لیکن یہاں ہمارے نزدیک بحیثیت ایک مفکر کے اور بحیثیت سیاسی فہم و ادراک کے معادن کے برک کا خاتمہ ہو جاتا ہے" اور اس کی حیثیت بجنسہٖ وہی رہ جاتی ہے جو دیموس تھنیس کی جب وہ فیلقوس کے خلاف زمین آسمان ایک کرتا تھا، یا سسرو کی جب وہ مارک انٹونی کے خلاف

باب ۴۹ عمیق ترین موضوعات کی بابت ذہنی ادراک کا مکمل نمونہ آجاتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ زہر اگلتا تھا؛ اکثر جرمن مورخ اس سے بے حد مشتعل ہوں گے کہ ایک لبرل مدبر اپنی رو میں آکر ایتھنزی مدبر کو " دیموس تھنیس جو آسمان و زمین ایک کرتا تھا" کہتا ہے گویا کہ اس کے جوش و خروش کو وہ اعلیٰ درجے کے اخلاق نہیں سمجھتا۔ بہت سے علما اب بھی خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی یونانی مدبر کے طرز عمل کے موافق ہوں اور وہ مدبر اپنے کسی مخالف کو بدمعاش کہتا ہوا پایا جائے تو وہ مخالف ضرور بدمعاش ہوگا؛ چنانچہ جو کچھ دیموس تھنیس نے فیلقوس کی بابت کہا ہے اُس پر وہ آمنا و صدقنا کہنے کے لئے تیار ہیں۔ انھیں چاہئے کہ انگلستان کے ایک ممتاز مدبر یعنی لارڈ روزبری نے جو کچھ پٹ اور فوکس کے باہمی تنازعے کے بارے میں لکھا ہے اُسے پڑھیں اور سمجھیں؛ اور وہ اپنی "حیات پٹ" (صفحہ ۲۹) میں کہتے ہیں: " اصل میں انتہائیت کے زور ہی سے خطاب اور اور مقرر بنتے ہیں اور اُن کے لئے یہ بالکل لابد اور لازمی ہے۔ یہ اتفاق شاذ ہی ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ میں ایسے مقرر کوئی اعلیٰ درجے کی تقریر کرسکیں جنھیں یہ یقین نہ ہو کہ نہ صرف وہ حق پر ہیں بلکہ اُن کا مدمقابل قطعاً ناحق پر ہے اور یہ کہ اُن کے مخالف ساتھ ہی اوّل درجے کے نامعقول او پاجی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس سے کمتر زور، اس سے کمتر گرمی سے بنی نوع انسان کے متنوع خصائل میں تہیج پیدا کرنا ناممکن ہے۔" ہمارے نزدیک بجنسہ یہی حکم دیموس تھنیس وائس خنیس پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیموس تھنیس کو ہمیشہ نہیں تو کم از کم وقتاً فوقتاً یہ یقین تھا کہ ائس خنیس اور فیلقوس دونوں "اوّل درجے کے بدمعاش تھے"، اور کم از کم اوّل الذکر کے متعلق تو اُس نے یہ صاف صاف کہہ دیا تھا؛ لیکن اگر ہم اُس کی اس رائے کو دو ہزار برس کے بعد انھیں الفاظ کو دہرائیں تو یہ ہماری انتہائی سادگی کی دلیل ہوگی۔

اس امر پر بھی پورے طور پر بحث نہیں کی گئی ہے کہ دیموس تھنیس نے چند

باب ۲۹ اسی طرح کسی جمعیت عوام یا عدالت قانونی کے سامنے بحث و تمحیص کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مخصوص قواعد اسلوب کی کس طرح قمیل کی۔ یہ موضوع محض علمی دلچسپی کا موضوع نہیں ہے۔ لارڈ بروم کی رائے ہیں (جن کا اقتباس بلاس نے ۷۷/۱/۳ میں دیا ہے) قدیم زمانے کے خطاب آج کل کے مقرروں سے مواد کے لحاظ سے بہت پیچھے اور اسلوب کے لحاظ سے بہت آگے تھے۔ لارڈ بروم یہ بھی کہتا ہے (بلاس ۱۹۸/۱/۲) کہ دیموس تھنیس کے بیان میں اگر ایک لفظ کا بھی اضافہ کیا جائے تو اُس سے نفس مطلب میں کمزوری یا اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، لیکن بروم دیونی سیوس کے ایک قول کا صحیح انطباق نہیں کرسکا جس میں اُس نے دیموس تھنیس کی اُس کوشش کا ذکر کیا ہے کہ اُس نے مقفیٰ عبارت مرتب کرنے کی کوشش کی اس لئے کہ بروم کی تحریر تک اُس کی کافی وضاحت نہیں ہوئی تھی، اور بلاس نے اُس وقت تک اس کی مثالیں نہیں دی تھیں۔ دیموس تھنیس نے یا تو اس طرز کو تقریر کرنے کے وقت استعمال کیا ورنہ اُس کی اشاعت تک استعمال نہیں کیا؛ اگر ان تقریروں نے اشاعت تک موجودہ شکل اختیار نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اتنا بڑا مقرر نہیں تھا جتنا بڑا مصنف، اور اگر تقریر ہی میں اُس نے کمال حاصل کرلیا تھا تو دوسری بات ہے۔ بلاس کہتا ہے: "ہمارا خیال ہے کہ دیموس تھنیس کی نثر اور پنداد کی نظم میں اُس سے کم فرق ہے جتنا پنداد اور ہومر کے درمیان نظر آتا ہے" اور بلاشبہ یہاں بلاس کی اس سے مراد مقفیٰ عبارت سے ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سیاسی تقریریں یا عدالتی بحث نظم سے مختلف ہوگئی ہے۔ آپ اشعار سے ایک خاص اثر پیدا کرسکتے ہیں لیکن کوئی تحریک کرنے کے لئے اشعار سے کام نہیں چل سکتا۔ اگر ہم اس اُصول کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر وزن کا خیال تقریر کے وقت رکھا گیا تھا تو بلاس کی رائے گویا دیموس تھنیس پر بحیثیت ایک مدبر کے ایک حملہ ہے اور بروم کی رائے کی کچھ زیادہ وقعت نہیں ہے، بلکہ اگر دیموس تھنیس کے اسلوب کا

باب ۲۹ | درخشاں ترین نمونہ دیموس تھنیس ہے ۔ زمانۂ حال کے علمائے قدیم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ اتباع کیا جائے تو بجائے زور کے کمزوری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ۔ اگرچہ مخصوص حالات کے تحت مسلسل سات چھوٹے چھوٹے اجزا سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے (دیکھو Pind. Ol. ۱،۸) تو پھر ایسے مواقع کو نظر انداز کر دینا نہایت ہی تنگ نظری ہوگی ۔ یہی رائے حروف علت کی تکرار گریز پر بھی صادق آتی ہے ۔ اصل میں ان باریکیوں کا بانی ایسقراطیس ہے لیکن یہ اُس کی پہلے سے تیار کی ہوئی نفیس تقاریر ہیں تو بیجا نہیں (اور جب خود ایسقراطیس نے اثر پیدا کرنا چاہا تو وہ ان قواعد سے گریز کر کے نسبتہً سادہ عبارت لکھنے لگا)، لیکن کسی جمعیت عوام یا عدالت کے سامنے تقریر یا بحث کے دوران میں اس قسم کے قواعد سے بڑی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اسی قسم کا اثر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جیسے اگر آجکل کا کوئی پارلیمنٹی مقرر بے قافیہ نظم میں کسی جماعت مقننہ کے سامنے تقریر کرنے کھڑا ہو جائے ۔ اصل میں دیموس تھنیس کی تقریروں سے جو کچھ بھی اثر پیدا ہوا، اُس کی وجہ کچھ اور ہی تھی ۔ اگر وہ ایسقراطیس کے قوانین اسلوب کا مکمل اتباع کرتا تو وہ اُنھیں نقاشوں کی طرح ہو جاتا جو بغیر سوچے سمجھے دوسروں کے بنائے ہوئے قاعدوں کا مختلف النوع حالات میں اتباع کرتے ہیں، جیسے سترھویں اور اٹھارھویں صدی عیسوی میں قدیم طرز کے درویہ نویسوں نے "تین وحدتوں" کا اتباع کرنا چاہا، اور ایسی صورت میں وہ باعتبار اسلوب کے افلاطون کی سطح سے بہت کچھ گر جاتا ۔ لیکن اس کا کسی طرح یقین نہیں ہے کہ دیموس تھنیس کی مقفیٰ عبارت مع اوقاف و اوزان کے درحقیقت تمہید، انتاج اور بعض مرکزی پاروں سے کچھ بھی آگے بڑھتی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ دردیوں تک میں ایتھنزی اس سے کہیں زیادہ تنوع کے خواہاں تھے ۔ ہمارے نزدیک باوجود بلاس کی تحقیقات کے دیموس تھنیس کی تکمیل اسلوب کا مسئلہ ابھی تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے اور علمائے متعلقہ ابھی تک اس تحقیقات پر ذرا سوچ سمجھ کر بھروسہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کرتے ہیں۔

۲۔ تقریر "متعلق تاج" اسکینیس کی تقریر کے برعکس اس تقریر میں کوئی منطقی تسلسل نہیں پایا جاتا، گو اس قسم کا تسلسل دریافت کرنے کے لئے بیحد کاوش اور جانفشانی کی گئی ہے؛ مقابلہ کرو و۔ فوکس: تجزیہ تقریر دیموس تھنیس متعلق تاج " W. Fox: Die Kranzrede des Demosthenes analysirt لائپزگ سنہ ۱۸۸۰ء، اور وائٹ مان کی اشاعت کے صفحہ ۱۸۷ و ۱۸۸ حواشی۔ ان خیالات سے طبیعت پر اتنا کم اثر ہوتا ہے کہ ا۔ کرشہوف نے تو اس تقریر کے دو مسودوں کو جو ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط کر دئے گئے تھے، پہچان لیا ہے (اکاڈمی برلن سنہ ۱۸۷۵ء) بوالو Boileau کا قول ہے کہ "اکثر بے ترتیبی ہی فنی داو پیچ کا ہ سے ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے" چنانچہ شاعر ہی اپنا مقصد بے ترتیبی سے حاصل نہیں کرتے بلکہ مقرر بھی اس طریقے سے اپنا اثر سامعین پر ڈالتے ہیں بشرطیکہ ایک ہی مسئلہ بار بار پیش کیا جائے، اور اس پر جو مباحثہ ہو اُس کے دوران میں وقتاً فوقتاً سامعین کو ذہنی غذا بہم پہنچائی جائے۔ بجنسہ یہی کیفیت دیموس تھنیس کی "تقریر متعلق تاج" کی ہے۔

ایک نہایت ہی نفیس تمہید کے بعد دیموس تھنیس ایک ایسے مسئلے پر بحث کرتا ہے جسے استغاثہ کی طرف سے چھوا بھی نہیں گیا، یعنی صلحنامۂ فلوکراتیس (۵۲-۱۸) اور اُسے اسکینیس پر ایک وار کر کے ختم کرتا ہے۔ اب وہ خاص استغاثے پر آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں "انعام تحسین" کا مستحق ہوں، اور یہ ثابت کرنے کے پہلے خارجی (۶۰-۱۰۱) اور پھر داخلی (۱۰۱-۱۰۹) سیاسیات پر بحث کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ قانونی مسئلے پر آتا ہے (۱۱۰-۱۲۵) اور ایک جگہ اسکینیس کو اسی دوران میں برا بھلا کہتا ہے (۱۲۱)۔ یہاں تقریر کو ختم کر دینا چاہئے تھا، لیکن چونکہ اسکینیس نے اُس کی تخریب کی ہے اس لئے اب اُسے اسکینیس کے متعلق "ضروری باتیں" بیان کرنی لازمی ہیں۔ یہاں وہ اسکینیس پر نہایت پر زور حملہ کرتا ہے (۱۲۷-۱۳۱)؛

باب ۲۹ تفصیل کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، اور ہم بھی اُس کے تقاریر کی مختصراً بانچ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اس کے بعد اَئس خنیس کو بحیثیت ایک سیاست داں کے سامنے رکھ کر اُس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اَمفِسا کے معاملے کی وجہ سے وہی سکندر کے یونان آنے کا باعث ہوا (۱۴۱-۱۵۹)۔ اس موقع (۱۶۰) سے کام نکال کر اب دیموس تھنیس خود اپنی طرف رجوع ہوتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ جب فیلقوس کا ایلاتیہ پر قبضہ ہو گیا تھا تو اُس نے کیا کیا (۱۶۹) وغیرہ؛ مشہور علو ۱۷۹، اَئس خنیس کو ایکٹر بتاتا اور اس کی تضحیک (۱۸۰)؛ اور کہتا ہے کہ محض کامیابی کی وجہ سے کسی پر حکم لگانا کسی طرح مناسب نہیں (۱۹۲ وغیرہ)، اور پھر ایک نہایت ہی نفیس انداز میں کہتا ہے کہ اگر بالفرض اتیھنز کو اسکا کسی طرح سے پہلے سے علم ہو جاتا کہ اُسے جنگ میں شکست ملیگی پھر بھی وہ اپنے فرض سے ہرگز نہ چوکتا اور بہرحال جنگ کی ابتدا کرتا۔ ۲۰۸ میں وہ فقرہ ہے جیسے روزن برگ "بغایت موثر" اور "علو بیانی کا نمونہ" کہتا ہے اور اس کے بعد اَئس خنیس کی انتہائی توہین و تذلیل شروع ہوتی ہے (۲۰۹) جس پر روزن برگ بالکل صحیح اندازہ کرتا ہے کہ "ایک ہی قسم کے خیالات سنتے سنتے شاید سامعین تھک گئے ہوں گے اور خود مقرر کو اس کا احساس ہونے لگا ہوگا" (لیکن کیا ان خیالات کا بہت زبردست اثر پڑا؟ ؟) "کہ سامعین کسی قسم کی دل خوش کن بات سننا چاہتے ہیں"۔ اسکے بعد پھر اصل قصہ شروع ہوتا ہے، گو جگہ جگہ لوگوں کے محظوظ ہونے کے لئے یا تو کسی کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے ($\frac{۲۴۲}{۲۴۴}$) ورنہ کوئی مزاح آمیز بات کہہ دی جاتی ہے۔ اب دیموس تھنیس "قسمت" کا ذکر کرتا ہے اور اُسے اَئس خنیس اور اُس کے والدین پر ہزل گوئی کا بہانہ بتاتا ہے ($\frac{۲۵۶}{۲۶۵}$)؛ لیکن ۲۷۰ میں وہ "معاملات عامّہ" کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کی بابت "کچھ اور بیان کرنا چاہتا ہوں" لیکن اس سے قبل سامعین دو مرتبہ اور محظوظ کئے جاتے ہیں (۲۸۴، ۲۱۳)۔

اس تقریر میں دیموس تھنیس کی خوبی یہ نہیں ہے کہ اس نے جملہ مواد کو

باب ۲۹ کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ خطابت ایک ایسا فن ہے جو یونانیوں کے ساتھ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - منطقی اعتبار سے مرتب و منتظم کیا ہے، بلکہ ہر شخص اسے تسلیم کرتا ہے کہ یہ تقریر § ۱۹۰ سے از سر نو شروع ہوتی ہے - اس کا طرز بیان دراصل یہ ہے کہ ضروری امور کا اعادہ کیا گیا ہے اور ان اعادوں سے پیشتر جگہ جگہ دل خوش کن اور مناسب قصے بیان کئے گئے ہیں - اس کا مقصد یہ ہے کہ سامعین کو تر و تازہ رکھا جائے اور کبھی حملہ یا مدافعت، کبھی ہمدردی اور کبھی سب و شتم، کبھی سرور اور کبھی درد کے بیان کے ذریعے سے اُن کی توجہ مبذول کی جائے۔ دیموس تھنیس "گریز" کا اُستاد ہے (جس کا ذکر ایسقراطیس Phil ۲۶ کے تحت کرتا ہے)، اور یہ گریز نہ صرف طرز بیان میں بلکہ مواد واقعات میں بھی کیا جاتا ہے۔ اُس کی شخصیت میں فارقلیس اور ارسطو فانیس دونوں جمع ہو گئے ہیں، اور اس مجموعے سے ایسے نزلیوں کی ایک بڑی کثرت بہت کچھ محظوظ ہوتی تھی۔ اُسے کامیابی کا اس قدر یقین ہے کہ وہ اس خنیس کے لگائے ہوئے الزامات کے جواب دینے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا، اور اُسے اپنے سامعین پر اس درجہ اعتبار ہے کہ ۲۰۹ اور ۲۰۸ میں وہ منتہائے عروج سے منتہائے کمال کو ایک بڑی زقند لگانے میں مضائقہ نہیں سمجھتا۔ دیموس تھنیس ایک ایسا مقرر ہے جو اپنی آواز، لہجے اور حرکات کو یک بیک بدل سکتا، اور ساتھ ہی تسلسل بھی جاری رکھ سکتا تھا، چنانچہ اگر ہم اُسے ایک اول درجے کا ایکٹر کہیں تو بیجا نہ ہوگا۔ مقابلہ کرو وائل Weil کے خیالات اس حصے پر۔

دیموس تھنیس کی اس خاص قابلیت کے اصلی انداز کے سلئے ہم آجکل کے زمانے کا ایک ہمشکل واقعہ بیان کریں گے۔ والٹر بیسنٹ نے اپنی کتاب موسومہ "پچاس سال گزرے" (لندن ۱۸۹۲ء) میں گرانٹ Grant کی کتاب "اِدھر اُدھر کی یاد Random Recollections" سے اوکونل O'Connel کے فن تقریر کا مفصلہ ذیل بیان اخذ کیا ہے: اوکونل کی تقریروں میں شاید سب سے زیادہ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ وہ ایک موضوع سے دوسرے موضوع تک نہایت ہی

باب ۲۹ ایک حد تک مخصوص ہے اور گویا اُن کی طبیعت میں سرایت کئے ہوئے ہے"

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ آسانی اور سہولت سے پہنچ جاتا ہے اور اُسے سنجیدگی سے مزاح اور زندگی بخش سے درشتی آمیز موضوعات تک اُتر آنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہوتا، بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس انتقال سے بالکل ہی بے خبر ہے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ وہ اپنی تقریر کی ابتدا میں کچھ ایسی باتیں کہتا ہے جس سے سامعین کے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اور اُن لوگوں میں بھی جو اس قسم کے اثرات عام طور پر قبول نہیں کرتے، ایک قسم کی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے دیکھے ہیں جو علی العموم پسیجتے بھی نہیں، اور ایک ہی لمحے میں جب مقرر سنجیدہ گوئی سے مزاح کی طرف پلٹتا تو پھر انھیں سامعین کے ہنستے ہنستے پیٹ کو کھو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض مرتبہ وہ اپنی تقریر کو نہایت لطیف و دل خوش کُن پیرائے میں شروع کرتا ہے اور پھر یک بیک درد آمیز پیرایہ شروع کر دیتا ہے اور اُس مقام پر جہاں ایک لمحہ پیشتر قہقہوں کی آوازوں سے آسمان گونج رہا تھا، اب موت کی خاموشی چھا جاتی ہے۔ میں نے کبھی کسی کو اس سے زیادہ لوگوں کے احساسات و جذبات کو اپنے قابو میں لاتے ہوئے نہیں دیکھا، اور اُس کی تقریر کا اُتنا ہی اثر "دُنیا کی اعلیٰ ترین جماعت شرفا" (یعنی پارلیمنٹ) کے ارکین پر پڑتا ہے جتنا ڈبلن کی ان پڑھ اور چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے جم غفیر پر۔" اکثر مقرر اپنے کسی مخصوص انداز میں کمال پیدا کرتے ہیں، مثلاً درد آمیز پیرایہ یا دل خوش کُن مسرت آفریں فقرے، یا کمال اسلوب، یا منطقی استدلال؛ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ او کونل کی طرح دیموس تھنیس ہر معنی کر کے لاثانی تھا، اور اُسی کی طرح چشم زدن میں ایک لہجے سے دوسرے کو نہایت آسانی سے چلا جاتا تھا، اور یہ ایسا وصف ہے جو بہت کم مقرر اپنے سننے والوں کے احساسات کو ٹھیس لگائے بغیر کام میں لا سکتے ہیں۔ جب دیموس تھنیس ائس خنیس کے

اور دیموس تھنیس اس فن کے منتہائے کمال کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ باب ۲۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ استدلال کا خاتمہ کر رہا ہوتا ہے تو وہ بجنسہٖ وہی ترکیبیں اختیار کرتا ہے جو اوکونل اختیار کرتا تھا۔ اس کے برعکس ائسخنیس میں صرف ایک ہی ایسی صفت تھی جس میں اُسے کمال حاصل تھا، اور وہ اُس کا رکھ رکھاؤ اور خودداری کا احساس تھا۔

تقریرِ متعلق تاج" کی کیفیت تقریباً وہی ہے جو "بے ایمان سفارت" والی تقریر کی ہے، اور ان دونوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میں ترتیب و تنظیم کا فقدان ہے (دیکھو وائل Weil کے حواشی)۔ ہمارے نزدیک یہ تقریر ایک اعلیٰ درجے کا فنی کارنامہ ہے۔ یہ موقع محل کی ذہنیت کے اعتبار سے دی گئی ہے اور اس کا مقصد اوّل یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے سامعین کو رام کر لیا جائے۔ اگر اس قسم کی تقریر میں خطابی یا اخلاقی نقائص بھی پائے جائیں تاہم اُس کی عظمت یا کمال میں کسی قسم کا فرق نہیں پیدا ہوتا۔ ۲۴۴ پر دیموس تھنیس کہتا ہے کہ وہ خیئرونیہ کا ذمہ دار نہیں تھا، لیکن یہ صرف زورِ بیان کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے بجنسہٖ وہی کیا جو کوئی دوسرا خطاب کرتا، یعنی تیاریاں کیں (۲۴۶) اور وہ اس بات کو چھپاتا ہے کہ امن میں بغیر یہ سوچے ہوئے سدِّ راہ ہوا کہ ایتھنز کے پاس جنگ کو جاری رکھنے کے لئے کافی تعداد قابل سپہ سالاروں کی ہے بھی یا نہیں ہم اس قسم کی باتوں کو ایک وکیل کی تقریر میں قابلِ معافی سمجھتے ہیں، اور اسی طرح اُس نے یہ بات جو چھپائی ہے کہ قانوناً کٹےسی فون کو سزا ملنی چاہیئے تھی تو یہ اس تقریر کی اخلاقی لغزش ہے، اس لئے کہ کم از کم کسی عمومیت پسند کو تو خلاف قانون کارروائیوں کو معمولی بات نہیں سمجھنا چاہیئے۔ جب بلاس (۳، ۱، ۳۷۹) کہتا ہے کہ "یہ واقعہ صرف قانون دانوں کے لئے اہم ہوگا کہ ائسخنیس قانوناً ایک حد تک حق پر تھا" تو وہ قانون کی قدر و منزلت کا صحیح اندازہ نہیں کرتا، دیموس تھنیس نے ارسطقراتیس کے خلاف جو تقریر کی، تو اُس میں قانون کا نسبتہً صحیح تر اندازہ کیا، اور

باب ۲۹

سب سے پہلی چیز جو ہمیں تحسین و آفرین پر مجبور کرتی ہے وہ مفصلۂ ذیل اسالیب بیان ہیں:۔ تضاد (Antithesis)، مساوی فقروں کی ابتدا میں تکرار لفظی (Anaphora)، ٹیپ کا لفظ (Antistrophe)، فقرے کے آخری لفظ کی آئندہ فقرے میں تکرار (Anasrophe)، تکرار حرف ربط (Polysyndeton)! اسی طرح ہمیں اسالیب خیالی بھی ملتے ہیں، جیسے ندبۂ سادہ، خود مقرر کے قول پر اعتراض (Hypophora) تخاطب اشخاص فرضی (Apostrophe)، دوسروں کی فرضی تقریر (Prospopoeia)، ایسے امور کا یک بیک اخفا جن کا اظہار ممکن تھا لیکن جن کی طرف محض اشارہ ہی کافی سمجھا گیا، کسی فقرے کے بیچ میں رک جانا (Aposiopesis)، تصحیح بیان (Epidiorthosis)، وقتی گھبراہٹ کا حیلہ جس سے سامعین کو معلوم ہوتا ہے کہ مقرر کو کوئی خیال فی البدیہہ پیدا ہوا ہے، کسی شخص کے نام سے لاعلمی کا اظہار جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقرر نے پہلے سے تیاری نہیں کی۔ دیموس تھنیس طعنہ اور تضحیک کا بھی مرد ہے۔ یوں تو کوئی تجربہ کار خطیب ان سب

---

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور اس میں اپنی "تاج" والی تقریر کو "بے شرمی کی داستان" بتایا۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اپنا مقدمہ جیتنے کے لئے دیموس تھنیس نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، لیکن یہ ہمارے لئے صحیح معیار نہیں بن سکتا۔ اگر بالفرض والتسلیم اَئس خنیس کا رتبہ باعتبار ایک انسان اور باعتبار ایک مدبر کے دیموس تھنیس سے کم بھی تھا، تاہم یہ ایتھنز اور دوسرے یونانی بلدیات کے شہریوں کا مفاد اسی میں مضمر تھا کہ عدالتیں اصل منشائے قانون کے خلاف تو نہیں جاتیں۔

تقریر متعلق "تاج" (۲۸۰) میں دیموس تھنیس نہایت ہوشیاری سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اَئس خنیس کا احساسات عامہ سے تعلق نہیں ہے۔

لی کر گوس کیلئے دیکھو دلوراش ایتھنز کا مقرر لیکر گوس Duerrach; L'Orateur Lycurgue، پیرس، ۱۸۹۰ء۔

طریقوں کو ہر وقت فی الفور کام میں لاسکتا ہے، لیکن اب ہم اس کا ثبوت دیں گے کہ جس قدر آجکل سمجھا جاتا ہے اُس سے کہیں زیادہ دیموس تھنیس اپنی تقریروں کی پہلے سے تیاری کرتا ہوگا۔ اُس کے فن کے تین خصوصیات ہیں اور انھیں من وعن ایسقراطیس سے اخذ کیا گیا ہے (دیکھو باب ۱۲)۔ پہلا تو حروف علت کی یکجائی سے گریز؛ دوسرے دو سے زیادہ چھوٹے چھوٹے حرفوں کے تسلسلات، جس کی وجہ سے اُس کی تقریریں ایسے ایمبوس یا ناٹک کے مکالموں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں جن میں دو جزوی اور سہ جزوی رکن بھرے ہوں، درانحالیکہ مزماری نظم میں متعدد چھوٹے چھوٹے اجزا پر بھی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ تیسری خصوصیت نثر کی مسجّع ترکیب ہے جس کے مطابق مختلف مصرعے، جو تقریباً مساوی ہوتے ہیں، دو دو یا دو سے زیادہ باہم دیگر مطابق اجزا میں منقسم ہوتے ہیں جنھیں "کولا" کہتے ہیں۔ اس ترکیب کے باعث مکمل توازن قائم ہوجاتا ہے اور پڑھنے والا خود بخود پنڈار کی نظموں کا خیال کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نفس مطلب کے لحاظ سے دیموس تھنیس اتنا باقاعدہ نہیں ہے، اور یہ بے ترتیبی خاص طور پر اُس کی مشہور و معروف تقریر موسومہ "تاج" میں پائی جاتی ہے۔ اس تقریر و نیز اُس سے پہلے کی تقریروں میں ہمیں اُس عہد کے مخصوص تمدن کی بابت اس قدر معلومات حاصل ہوئے ہیں کہ یہاں ہم بعض واقعات کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ مبذول کریں گے۔

جنگ خئیرونیہ کے بعد دیموس تھنیس نے ایتھنزی قلعوں کی مرمت کرا کے مملکت کی جو خدمت کی تھی اُس سے متاثر ہوکر ایک شخص مسمیٰ کتےسی فون نے ۳۳۱ ق م میں یہ تحریک کی کہ عید دیونی سیۂ عظمیٰ کے موقع پر ایک (طلائی گھیرایا) تاج اُس کی نذر کیا جائے۔ اس پر ائس خنیس نے کتےسی فون پر قانون شکنی کا الزام لگایا اور اپنے دعوے کی دلیل میں مفصلۂ ذیل واقعات پیش کئے:۔ (۱) دیموس تھنیس

باب ۲۹ اس اعزاز کا مستحق نہ تھا۔ (۲) اُس نے اپنے عہدے کے زمانے کے معاملات کی حساب فہمی نہیں کرائی اس لئے یہ سب کارروائی خلاف قانون تھی (۳) اس خاص مقدمے میں تماشاگاہ میں اس قسم کے گھیرے کا پیش کیا جانا بالکل خلاف قانون تھا۔ الغرض اس اعتراض کی وجہ سے تاوقتیکہ اس الزام کی پوری طور پر تحقیقات نہ کرلی جائے اُس وقت تک یہ پیش کش ملتوی ہو۔ اس کی تحقیقات کی گئی جو برابر چھ سال تک جاری رہی اور گھیرا اُس وقت تک نذر نہیں کیا گیا جب تک سکندر اپنی فوج سمیت باختر نہ پہنچ گیا۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ ائس خنیس کو دیموس تھنیس پر حملہ کرنے کے لئے بہت اچھا موقع تھا؛ لیکن واقعاً ایسا نہیں تھا، اس لئے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب عوام میں مقدونیہ کے خلاف جذبات بھڑکے ہوئے تھے۔ بالآخر جب بحث کا وقت آیا تو دونوں مقرروں کی تقریریں سننے کے لئے ہزاروں آدمی جمع ہوئے۔ شاید کبھی دو ایسے باوقعت و مقتدر خطیبوں نے ایک دوسرے کا مقابلہ اس سے زیادہ درشتی سے نہ کیا ہوگا۔ دونوں میں ائس خنیس زیادہ قابل تھا، اور اپنی شخصیت، خیالات اور اسلوب بیان میں اُن سب قاعدوں کی پوری پابندی کرتا تھا جو ائمۂ خطابت و بلاغت نے بنا رکھے تھے۔ دیموس تھنیس بعض امور میں اُس سے آگے بڑھا ہوا تھا؛ وہ عقل و فہم میں فرد فرید اور اوّل درجے کا نقاش تھا، جو وقتی اثر پیدا کرنے کے لئے موضوعہ قواعد بالائے طاق رکھنے پر ہر آن تیار رہتا تھا، لیکن ساتھ ہی ساتھ تفصیل کی تکمیل کرنے کی غرض سے فن پسند ایتھنزیوں کو متاثر کرنے کی ہر تدبیر کو کام میں لاتا تھا۔ ائس خنیس نے استغاثے کی طرف سے اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ "حضرات! تاوقتیکہ دیموس تھنیس اپنے زمانے کا حساب کتاب پیش نہ کردے اُس وقت تک اُسے کوئی انعامی گھیرا نہیں دیا جاسکتا۔" اس کے بعد اُس نے یہ کہا کہ اس قسم کا جلسہ تماشاگاہ میں کرنا قطعاً خلاف قانون ہے؛

باب ۲۹ اور دیموس تھنیس کسی قسم کے اعزاز کا مستحق نہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ بات غلط ہے کہ دیموس تھنیس ہمیشہ فیلقوس کا مخالف رہا ہے، بلکہ اُس نے فلوکراتیس کے ساتھ تعاون کر کے امن کرائی، اور فیلقوس کے خلاف اُس وقت تک آواز نہیں نکالی جب یہ اُس کی ہر دلعزیزی کے لئے ناگزیر نہ ہو گئی۔ اس کے بعد اُس نے ایتھنز اور تھیبز کے مابین ایک نہایت ہی افسوسناک مخالفہ کر کے عین اس وقت اُنھیں خطرات سے گویا گھیر دیا جب فیلقوس اُنھیں طرح طرح کی دھمکیاں دے رہا تھا، جس کی وجہ سے بہت سے ایتھنزیوں کو اپنی جانیں تک دینی پڑیں۔ جب سکندر نے ایشیا میں اپنی مہمات شروع کر دئے تھے اُس وقت دیموس تھنیس کو مقدونیوں پر وار کرنے کا بہت بڑا موقع تھا، لیکن اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ آخر میں ائس خنیس کہتا ہے کہ دیموس تھنیس کی زندگی ایسی نہ تھی کہ اُسے اتنے بڑے اعزاز سے بہرہ اندوز کیا جائے۔

ہم اس سے واقف نہیں کہ اس کے جواب میں کتے سی فون نے اپنی برأت میں کیا کیا کہا، لیکن ہم اُن دلائل سے واقف ہیں جو دیموس تھنیس نے اس تقریر کے جواب میں پیش کئے۔ سب سے پہلے تو وہ ائس خنیس کے اس قول کا ابطال کرتا ہے کہ اُس نے اُسپر (یعنی دیموس تھنیس پر) صرف اس لئے استغاثہ دائر کیا ہے کہ اُس سے کتے سی فون کی تحریک کا خلاف قانون ہو جانا ثابت ہو جائے گا، اور کہتا ہے کہ اگر اُس کے طرز عمل میں ائس خنیس کو اتنے نقائص نظر آتے تھے تو اُسے یہ استغاثہ بہت پہلے دائر کرنا چاہیئے تھا۔ اب چونکہ ائس خنیس نے یہ استغاثہ دائر کرنے کی جسارت کی ہے اس لئے وہ اپنے استحقاق کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس نے ایتھنز کے عزت و وقار کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اُس نے یوبیہ و بیزنطہ

باب ۲۹ کو دشمن سے جو محفوظ رکھا اُس پر وہ مفصل بحث کرتا ہے اور تریارخیہ کی تنظیم پر زور دیتا ہے، لیکن اس مسئلے کے قانونی پہلو کو محض سرسری انداز سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس نے قلعہ بندی کے لئے جو روپیہ مملکت کے سپرد کیا تھا صرف وہی طلائی گھیرے کے استحقاق کے لئے کافی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ جو روپیہ بطور نذرانہ کے دیا جائے اُس کا حساب کتاب کیسا؟ اس کے بعد وہ ائس خنیس پر ذاتی حملہ کرتا ہے اور تخریب کے جوش میں اُس کی ماں پر وار کرنے سے بھی نہیں چوکتا؛ آخر میں وہ خود اپنی جلت پھرت کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو محض کامیابی اور ناکامی کے معیار سے اپنے افعال کو پرکھنا نہیں چاہیئے بلکہ انصاف کو پیش نظر رکھنا چاہیئے، اور دعویٰ کرتا ہے کہ اگر ایتھنز کو اپنی ناکامی کا علم بھی ہوتا تاہم وہ یقیناً ایتھنز سے جنگ آزما ہوتا۔ اس کے بعد کتے سی فون فوراً بری ہو گیا، اور چونکہ ائس خنیس کے موافق عادلوں کی ۱/۵ آرا بھی نہیں آئیں اس لئے اُسے ایک ہزار درہم بطور جرمانے کے ادا کرنے پڑے۔ اس پر ائس خنیس نے ایتھنز کو خیر باد کہا، اور پہلے تو الفی سوس گیا، وہاں سے رھوڈز میں کچھ مدت ٹھہر کر آخر کار ساموس میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

اسے ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ دیموس تھنیس کی تقریر ائس خنیس کی تقریر سے فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے۔ دیموس تھنیس کی تقریر میں باریک ترین نکتے بھی ہمیشہ امور پیش نظر کے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ حب وطن کی لئے اختیار کرتا ہے، اور اُس میں اُس کا مطلق کوئی ثانی نہیں۔ جب کبھی وہ دوسروں پر حملہ کرتا ہے تو صرف تنوع اور اثر پیدا کرنے کی خاطر۔ ساتھ ہی ساتھ اس میں بھی شبہہ کی گنجائش نہیں کہ

باب ۲۹

قانونی اعتبار سے اس تقریر میں بہت سے اسقام ہیں، اور اگر ارکان جیوری خود اپنے ذاتی جذبات سے متاثر نہ ہو جاتے تو بلا شبہہ کتے سی فون ہی کو ملزم قرار دیا جاتا۔ دیموس تھنیس نے ائس خنیس کی ماں کو جو لتیھڑا ہے اس پر مدت دراز قبل حکم لگایا جا چکا ہے۔

دیموس تھنیس اور ائس خنیس کے بعد دو اور مدبروں یعنی لیکر گوس اور ہی پریدیس کی خطابت مشہور آفاق تھی۔ لیکر گوس کی ایک تقریر مشہور ہے جو اُس نے ایک بزدل شخص لیوکری تیس کے خلاف دی تھی، اور اس میں لیکر گوس حب وطن کے جوش میں آکر بہت کچھ بُرا بھلا کہتا ہے۔ ہی پریدیس مقدونیہ کے جانی دشمنوں میں سے تھا، اور اُس کی تقریروں سے، جو مصر میں برآمد ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ فن خطابت میں یکتائے روزگار تھا اُس نے فرینے کی طرف سے جو پیروی کی اُس سے پتا لگتا ہے کہ وکالت کے فن میں اُس کا مرتبہ بالکل لاثانی تھا۔

الیسقراطیس کے دو شاگردوں یعنی الیفوروس اور تھیوپومپوس کی تصانیف میں فن بلاغت اور علم تاریخ کا گویا اتصال ہوتا ہے۔ الیفوروس کیمے کا باشندہ تھا، اور اپنے طالب علمی کے زمانے میں ذرا کاہل الوجود تھا جس کی وجہ سے اُسے ہمیشہ کہنے سننے کی ضرورت پڑتی رہتی تھی۔ اُس کا اُستاد اس سے کہا کرتا تھا کہ اگر تمھیں ایسے کام کی تلاش ہے جو تمھاری فطری اہلیت کے عین مطابق ہو تو مناسب ہے کہ تم تاریخ لکھو۔ اُس نے جو تاریخ مرتب کی اُس کی تیس جلدیں تھیں، اور یہ خاندان ہرقل کے مہمات سے شروع ہو کر فیلقوس کے محاصرۂ پرنتھوس پر ختم ہوتی تھی۔ اس کی بابت ہمیں زیادہ تر معلومات دیودوروس کے تصانیف میں دستیاب ہوتے ہیں، اور اغلب یہ ہے کہ دیودوروس نے واقعات پر تبصرہ کرنے میں جو یکسانی دکھائی ہے وہ الیفوروس ہی سے ملخوذ ہے۔

باب ۴۹ ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اُس نے مختلف اشخاص کے خصائص لکھنے میں جانبداری کا برتاؤ کیا ہو۔ اس کے تصانیف کو اُس کے بیٹے دیموفیلوس نے مکمل کیا۔

الفوروس کے ہم مدرسہ تھیوپومپوس ساکن خیوس کی طبیعت کی اُفتاد اُس سے بالکل مغائر تھی، اور یہاں خود اُستاد کو اُس کی روک تھام کرنی پڑتی تھی۔ وہ ۳۸۰ ق م میں پیدا ہوا، اور جب اُسے مقامی عمومیت پسندوں نے جزیرے سے نکال دیا تو ایتھنز چلا آیا۔ ۳۵۵ ق م میں وہ خیوس واپس گیا لیکن سکندر کی موت کے بعد اُسے پھر جلا وطن کر دیا گیا جس پر وہ مصر چلا گیا۔ ہمیں اُس کی موت کے مقام یا سال کا مطلق علم نہیں۔ وہ اکثر ایک خطیب کی حیثیت سے عوام کے روبرو آیا اور اُس نے موسولوس کی تعریف و توصیف کرنے پر انعام حاصل کیا۔ اُس نے دو کتب تاریخ تالیف کیں، ایک توطوسی دیدش کے سلسلے میں ۴۱۱ ق م سے ۳۹۴ ق م کی تاریخ، اور دوسری تاریخ عہد فیلقوس، جن میں سے آخرالذکر بیشمار جملہ ہائے معترضہ کے ذریعے سے جملہ دیار یونان کی مبسوط تاریخ بن گئی۔ اس کے لئے بھی ہمیں دوسروں کی کتابوں کا رہین منت بننا پڑتا ہے، جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ روایات کے بموجب اُس کی طبیعت الفوروس کی طبیعت سے بالکل مغائر تھی۔ اس کے بیان میں الفوروس سے زیادہ زندہ دلی پائی جاتی ہے، اور جب وہ واقعات پر تبصرہ کرتا ہے تو خود اپنے ذاتی اثرات کو اس میں نسبتہً زیادہ جگہ دیتا ہے۔ وہ مروجہ رسم و رواج کو بیان کرنے اور دوسروں کے مقاصد کی تہ کو پہنچنے کا بڑا مشتاق تھا۔ اُسے دوسروں کی بری عادتوں کو مشتہر کر کے اُنھیں رسوا کرنے میں لطف آتا تھا، چنانچہ اسی سے اتھنے نائیوس اپنی کتاب میں جگہ جگہ اُسکے اقتباسات دیتا ہے۔

باب ۲۹ ہمیں یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ الفوروس اور تھیوپومپوس کا مقصد اولین حق پسندی نہیں تھا، لیکن اُن کے مخصوص انداز سے (جس کا ایک جزو تو انھیں دوسروں سے ورثے میں ملا تھا اور دوسرے کے وہ خود بانی مبانی تھے) ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بحیثیت اصلی مورخوں کے اُن کی سطح طوسی دیدش یا زینوفون سے کہیں زیادہ پست تھی۔

ان خطیبوں کے طریقے کا تباین ارسطاطالیس کی تصانیف میں نظر آتا ہے، جو دیموس تھنیس کے گویا ساتھ ساتھ ۳۸۴ ق م میں پیدا ہوا اور اسی کے ساتھ ساتھ ۳۲۲ ق م میں مرا۔ لیکن ان دونوں کے سوانح حیات میں کس بلا کا تباین پایا جاتا ہے!

ارسطاطالیس نکوماخوس کا بیٹا تھا، جو نسلاً اسکلے پی تھا،

---

۵۲ ارسطاطالیس کے لیے منجملہ دیگر کتابوں و مضامین کے دیکھو زیلر Zell. پاؤلی کی "محیط المحیط" (Pauby' R. E.) (۲) ۲، ۱۲۳۴ تا ۱۴۹۹؛ "تفاخر" کے لیے ارسطاطالیس؛ "اخلاق نکومیکی" (Ar. Eth. Nic.) ۴، ۳۔

و۔ ہرتز: "ازمنۂ وسطیٰ کے سکندری افسانوں میں ارسطو کا تذکرہ"

W. Hertz: Aristoteles in den Alexanderdichtungen des Mtlelalters

میونخ ۱۸۹۰ء؛ نیز پاؤلی ہیوا جلد ۲ میں گر کے کے لکھے ہوئے جدول نمبر ۱۰۱۲۔ ۱۰۵۵۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ حال ہی میں "دستور ایتھنز" پر جو کتاب برآمد ہوئی ہے (جس کا ذکر جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ میں کیا گیا ہے) وہ ارسطاطالیس کی دستور ایتھنز پر وہی کتاب ہے جس کے اقتباسات بہت سے قدیم لغت نویسوں اور دوسر مؤلفین نے دیے ہیں۔ اس کتاب کی اندرونی شہادتوں سے پتا لگتا ہے کہ یہ ۳۲۹ ق م سے ۳۲۲ ق م تک کے زمانے میں لکھی گئی ہوگی۔ ایتھنزی دستور اور سیاسی کی تاریخ کے لیے یہ کتاب نہایت ہی وقیع ہے، لیکن بہت سی تفصیلات نقشہ

باب ۲۹ اور اینن تاس شاہ مقدونیہ کا طبیب خاص تھا۔ وہ ستاگیرا میں پیدا ہوا شاید ۳۸۴ ق م میں ایتھنز آیا، اور جب افلاطون سسلی سے واپس آیا تو اُس کے درس میں شریک ہو گیا۔ چونکہ اُسکے خیالات

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ رہ جاتی ہیں۔ سوال صرف یہ باقی رہ جاتا ہے کہ آیا یہ تالیف خود اس حکیم کی تالیف ہے یا اُس نے اُس مواد کو جمع کر دیا ہے جو اُس کے شاگردوں نے فراہم کیا تھا اور اُس میں (ارسطو نے) اپنے سیاسی خیالات کا اظہار کر کے تواحد کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس دوسرے نظریئے کی تائید کرنی پڑے گی اور یہ صورت نہ صرف "دستور ایتھنز" کی ہے بلکہ اس کے علاوہ اس سلسلے کے ۱۵۸ دوسرے وساتیر کی۔ جب ارسطاطالیس موالید ثلاثہ اور فلسفہ کے مسائل پر اس قدر عمیق مباحث ضبط تحریر میں لانے میں مصروف ہوگا تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُس کے پاس ۱۵۸ شہروں کے وساتیر جمع کرنے کے لئے کہاں سے وقت نکلا ہوگا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو پھر انفرادی واقعات کی ذمہ داری ارسطو کے سر سے ہٹ جاتی ہے اور ساتھ ہی اُس کی تصانیف میں تاریخی عنصر میں غلطیوں کا امکان بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ "دستور ایتھنز" میں قوانین ور اکون کی بابت صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا گیا اور تھمسطا کلیس کی شخصیت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا کم ازکم ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اس تالیف کے تاریخی حصّے کو گہری تنقیدی نظر سے دیکھیں اور اُسی کسوٹی پر پرکھیں جس پر ارسطو سے کمتر درجے کے مولفوں کی کتابوں کو پرکھتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ "دستور ایتھنز" کے مطالعے سے جو مسئلے ذہن میں آتے ہیں اُن کا جواب دینا لازم ہے۔ ان کے لئے جو مواد ہے اس کا مختصر ترین اور بہترین ملخص بوسولٹ کی "تاریخ یونان" جلد ۲، اشاعت دوم، ص ۱۴ تا ۵۵ میں ملے گا۔ اس میں جن اشاعتوں کا ذکر ہے اُنمیں سے سینڈیز Sandys کی اشاعت سب سے زیادہ کارآمد ہے، لیکن اس فہرست میں بلاس Blass کی حال کی اشاعت (لائپزگ ۱۸۹۵ء) کا اضافہ کرنا چاہئے۔

باب ۲۹

اپنے اُستاد کے خیالات سے بالکل مغائر تھے اس لئے قدیم تذکرہ نویسوں نے اس اختلاف کو استاد و شاگرد کی باہمی رنجش پر محمول کیا ہے اور ارسطاطالیس کو اُس کی ناشکری پر بُرا بھلا کہا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا مطلق کوئی ثبوت نہیں کہ یہ اختلاف ذاتی رنجش کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ خود ارسطاطالیس کہتا ہے کہ فلسفی کے لئے حق پسندی کا پلڑا اُستاد کی محبت سے زیادہ وزنی ہونا چاہئیے "افلاطون میرا دوست ہے، لیکن مجھے سچائی سے جو لگاؤ ہے وہ اُس سے بھی زیادہ ہے"۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ افلاطون کی زندگی ہی میں ارسطاطالیس نے بھی درس دینا شروع کر دیا تھا تو یہ درس فن بلاغت پر ہوتے تھے اور ان میں وہ (ایسقراطیس کے اصول کے برعکس) اصلی اور واقعی حالات پر زیادہ زور دیتا تھا۔ افلاطون کی موت کے بعد ارسطاطالیس اپنے دوست ہیرمیاس کے پاس گیا جو خود شاید افلاطون کا شاگرد تھا، اور جسے مشہور غدار مینتور نے جل دے کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد ارسطو متی لنہ چلا گیا۔ ۳۴۲ ق م میں اُسے فیلقوس نے اپنے بیٹے سکندر کی اتالیقی کے لئے مقدونیہ بلوایا اور اُس سے اُس نے یہ مشہور الفاظ کہے کہ "جب میرے بیٹا پیدا ہوا تھا تو میں بڑا خوش تھا، اور مجھے اس سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی کہ وہ تمہارے زمانے میں پیدا ہوا اس لئے کہ تم اب اُسے تعلیم و تربیت دے سکتے ہو"۔ غالباً ارسطو نے سکندر کو زیادہ سے زیادہ تین سال تک تعلیم دی۔ ہمیں اُستاد و شاگرد کے باہمی تعلقات کی بابت کسی قسم کے خاص معلومات حاصل نہیں، لیکن اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ ارسطو کا سکندر پر بہت ہی بڑا اثر پڑا ہو گا۔ نوجوان بادشاہ کی تشنگی علم اور اُس کے عملی انطباق کی خواہش کو ضرور اُستاد نے المضاعف کر دیا ہو گا، اور یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تاریخ میں جس شخص نے

باب سب سے زیادہ شہر آباد کیے، اُس کے اُستاد کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے یونانی و غیر یونانی شہروں کا سب سے پہلے غائر مطالعہ کیا۔ اگر اسلوب کے اعتبار سے سکندر کا پایہ اتنا بلند نہیں سمجھا جاتا تھا جتنا اُس کے باپ کا، تو ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ارسطو نے فلسفۂ الیسقراطیس کو زیادہ اہمیت نہیں دی، بلکہ شاید اُس خیال کو چھپایا بھی نہیں کہ وہ الیسقراطیس کا مرتبہ کچھ ایسا بلند نہیں سمجھتا۔ وہ خود محض اپنی ذاتِ حقیقی پر غور کرتا تھا، چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ اُس نے اپنے شاگرد کی توجہ بھی اسی کی طرف مبذول کی ہوگی۔ وہ کچھ مدت تک دربارِ مقدونیہ میں رہا، اور یہاں اُس نے اپنی جائے پیدائش یعنی ستاگیرا کی مرمت کی کوشش میں (جسے فیلقوس نے برباد کر دیا تھا) اپنے اثرات کو کام میں لایا۔ اس کے بعد وہ ایتھنز واپس گیا جہاں اُس نے فلسفے اور خطابت پر درس دینے شروع کیے، اور چونکہ اُس کا طریقہ یہ تھا کہ لی کیوم میں چلتے پھرتے تقریر کرتا تھا اس لئے اُس کے مخصوص مسلک کا نام مسلک "مشائین" پڑ گیا۔ یہ امر بالکل فطری تھا کہ اُس کے درس میں ہر قسم کے افراد شریک تھے اور ان میں سے ہر طبقے کو درس دینے کا طریقہ بالکل جدا گانہ تھا۔ سکندر کی وفات کے بعد ارسطو کے لئے ایتھنز میں قیام کرنا وبالِ جان ہو گیا، اور اُس پر یوریمیدون نامی پجاری نے ایک شخص دیموفیلوس سے مل کر اُس پر لامذہبی کا الزام لگایا اور یہ کہا کہ اُس نے ہرمیاس کے لئے، جو کوئی معبود نہیں بلکہ انسان محض ہے، ایک بھجن مرتب کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس استغاثے سے ارسطو کے گلے کا ٹیکا لگ جاتا، لیکن وہ فوراً شہر خالکس چلا گیا جس کی حفاظت ایک مقدونوی دستے کے سپرد تھی، اور وہیں ۳۲۲ ق م میں وہ راہیِ ملکِ عدم ہوا۔

ارسطا طالیس اُن فلسفیوں میں سے تھا جو علم و ادراک میں کمال

باب ۲۹

رکھتے ہوں۔ نہ صرف تعداد کے اعتبار سے بلکہ اہمیت کے لحاظ سے بھی اُس کے تصانیف و تالیفات کا نمبر اول ہے۔ اُس نے اپنے زمانے کے علوم انسانی کے میدان کو عبور کیا اور ہر علم کی ترقی میں کوشاں ہوا۔ اُس نے مطمحی افلاطونی دُنیا کے برخلاف ایک حقیقی اور واقعی دُنیا کا خیال پیش کیا ہے۔ وہ گویا "اعتدالِ مناسب" کا قائم مقام ہے اور یہی وہ اُصول ہے جس پر اُس کا تمام فلسفہ مبنی ہے۔ مطمحی گروہ کے نزدیک 'برترین' بالالتزام 'بہترین' بھی ہوتا ہے، اور وہ اسی جانبدارانہ طرز کا قطعاً مخالف ہے۔ ہمارے نزدیک وہ اپنے تناسب کے حس کی وجہ سے یونانی ذہنیت کا صحیح قائم مقام ہے (جلد ۱، باب ۱)۔ اُس نے جس اولوالعزم شخص کا ذکر کیا ہے وہ تقریباً اسی نوع کا ایک فرد ہے جیسے طوسی دیدس کی نگاہ میں فارقلیس یا بعض دوسرے مورخوں کی نگاہ میں اپامنونداس۔ اُن تالیفات کی شکل، جو اس وقت تک اُسی کے نام سے مشہور ہیں کچھ زیادہ قابلِ اطمینان نہیں ہے، اور اغلب امر یہ ہے کہ یا تو یہ محض غلط نویسی کی وجہ سے ہوگا، ورنہ یہ بھی ظنِ غالب ہے کہ اُن کی اور ارسطاطالیس کی زبان دراصل خود اُس کی نہیں بلکہ اُس کے شاگردوں کی یادداشت پر مشتمل ہیں۔ ہمیں یہ پوری طور پر معلوم ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت خود مولف کی زندگی میں نہیں ہوئی۔ اُس کی لکھی ہوئی کتابیں اُس زمانے کے رواج کے مطابق فلسفیانہ مکالموں کی شکل میں ہیں اور اُن کا اسلوب بیان بالکل مکمل ہے۔ اُس کے بہت سی تصانیف کے محض اجزا ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اسی زمرے میں ۱۵۲ بلدیات کے دساتیر، ناٹک کی تاریخ موسومہ دیدسکالیہ (جو نوشتوں پر مبنی ہے) رسم و رواج کا ایک مجموعہ، ایک کتاب موسومہ "سکندر" جو دراصل نو آبادیوں کی تاریخ ہے، یہ سب شامل ہیں۔ زمانۂ مابعد کے

باب ۲۳ یونانیوں کا تمام علم و فضل، جسے فی الجملہ "سکندری" کا لقب دیا جاتا ہے، اُسی کی تحریروں پر مبنی ہے اور گویا اُسی کے خیالات کی تصویر ہے۔ سکندر کی جو حیثیت سیاسیات میں ہے وہی ارسطاطالیس کی ادبیات میں ہے، اور دونوں سے ایک عہد کا اختتام اور دوسرے کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کا بھی بجنسہ سکندر کی طرح آنے والے زمانے پر نہ صرف طرز کار کے اعتبار سے بلکہ عملاً بھی بڑا بھاری اثر پڑا۔ عملی اعتبار سے اس لئے کہ اُس نے جو مواد جمع کیا تھا اُس کی مقدار نہایت عظیم الشان تھی، اور طرز کار کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ فلسفے اور دوسرے علوم کے مطالعے کے طریقوں کا ذکر کرتا ہے۔ اُس نے منطق، سیاسیات اور عروضیات پر جو کتابیں لکھیں اُن سے اب بھی سند لی جاتی ہے۔ ہم اس جلد کے اختتام سے پہلے اُس کی سیاسیات کا حوالہ دیں گے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سکندر کی طرح ارسطو کا نام بھی دیار مشرق میں شائد خود دُنیائے یونان کے نام سے زیادہ درخشاں ہے۔ پہلے تو اُس کی تصانیف کا سریانی و ارمنی زبانوں میں، اور ان زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا، اور مسلمان علما و فضلا نے اُس پر نہایت جاں فشانی سے حاشیے لکھے۔ زمانۂ وسطیٰ میں یہودی عالموں نے اس عربی ترجمے کا لاطینی میں ترجمہ کر کے مغربی عیسائیوں کو اُس کے تبحر اور معلومات سے معمور کیا، جن میں سے مشہور ڈومینکی راہب البرٹ اعظم اور طامس اکوئی ناس نے خاص طور پر اُس کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ وہ زمانۂ وسطیٰ کی مدرسیت کی گویا بنیاد تھا، اور جس طرح عہد سکندری سے شہنشاہی اُصول اخذ کئے گئے اسی طرح ارسطاطالیس کے تحریرات پر کیتھولک عقائد اور اور پاپائیت کا مدار ہے۔ نشاۃ جدیدہ کے زمانے میں افلاطون نے ارسطاطالیس کی جگہ لے لی، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ارسطاطالیس کا نظام کسی ایسے عہد کے مطابق نہیں ہے جو جوش و خروش سے

باب ۲۹ لبریز ہو۔جب دل سے آواز نکلتی ہے تو افلاطون ہی کے خیالات کو تفوق حاصل ہوتا ہے لیکن جب فہم و ادراک کا دور دورہ ہوتا ہے تو لوگ اُسی فلسفی کی بات سنتے ہیں جس نے دُنیائے حقیقی کا غائر مطالعہ کیا ہے۔ اُس کے شاگرد سکندر کی طرح اُس کی شخصیت بھی زمانۂ وسطیٰ کی نظم میں سرایت کر گئی ہے۔

اس عہد میں نثر نے نظم کی جگہ لے لی ہے، اور اگر ان دونوں کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ اب نظم ہماری توجہ کی زیادہ مستحق نہیں رہی ہے۔ یونانی فنّی حس نے نظم کی بجائے فنون لطیفہ کی شکل میں مظاہرہ کیا جس میں تعمیر، سنگ کاری اور رنگ سازی زیادہ ترممتاز ہیں۔

تعمیر کاری میں مشرق وسطیٰ اور مغربی یونان سے بازی لے گیا۔[۳] اس عہد میں سادہ دوریاتی طرز کی بجائے متنوع و خوش گوار ایونی طرز تعمیر کا رواج ہوا، اور ساتھ ہی ساتھ ایک جدید طرز تعمیر یعنی کورنتھی نمایاں ہونا شروع ہوئی جس کے انکشاف کا سہرا ر ایتکا کالی ماخوس نامی سنگ کار کے سر کھا جاتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے سب سے پہلے جس عمارت میں کورنتھی طرز استعمال کیا گیا تھا وہ اسیفنے آلیہ کا بت خانہ تھا جو اولمپیاد ۹۶ یعنی ۳۹۶ ق م میں تعمیر ہوا تھا، لیکن اس میں اُس کا استعمال محض ثانوی تھا، اور علی العموم یہ طرز تعمیر اس عہد میں دوریانی کے برابر ممتاز نہیں۔ اس کا ایک ممتاز تعمیر گار دئی نوکراتیس تھا جو مقدونوی یا ایشیائی تھا۔ اس نے سکندر کے لئے بہت سے ایوانات تیار کئے اور افی سوس کے

---

[۳] تعمیر۔ ڈرم: "یونانیون کا طرز تعمیر" Durm: Die Baukunst der Griechen ص ۱۸۹-۱۹۱ رالیے (Rayet) اپنی کتاب "مطالعہ جات آثاریات" Etudes d' Archeologie ص ۸۶-۱۶۶ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ اب تک جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے وہ فنون لطیفہ کی تاریخ کیلئے بالکل ناکافی ہے۔

باب ۲۹

بت خانے کو، جو سکندر کی ولادت کے سال جل گیا تھا، از سرِ نو تعمیر کیا۔ اس کے علاوہ فیثوس، ہرموگنیس، اور ارگی لیوس (یا تھارگی لیوس) بھی اُس عہد کے ممتاز تعمیر کار گنے جاتے تھے۔ انمیں سے فیثوس سب سے مشہور تھا، اور تینوں ایشیائے کوچک ہی میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ پری اینے والا بت کدہ اتھینے اور مقبرۂ ہالی کارناسوس فیثوس نے، شہر ترالیس کا اسکلے پیوم ارگے لیوس نے، مگنیشیہ کا بت خانہ ارتے مس اور تیوس میں معبد دیونی سیوس ہرموگنیس نے تعمیر کئے تھے۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ ملطہ میں اپولو دیدی مایوس کا بت خانے کی تعمیر از سرِ نو کس نے کی۔ تقریبًا ان سب عمارتوں، یعنی بت کدۂ ایفی سوس، بت کدۂ پری اینے، موسولیوم، مگنیشیہ اور تیوس کے معبد اپولو دیدی مایوس کا بت خانہ سب کے کھنڈر اس وقت تک موجود ہیں اور اُس عہد کے فنی خصوصیات پر ایک دلچسپ روشنی ڈالتے ہیں۔ ہمارے اس مختصر باب میں ان سب عمارتوں کا مفصل حال بیان کرنا ناممکن ہے البتہ یہاں موسولیوم کا ذکر کرنا ضروری ہے جسے اُس زمانے کے ہفت عجائبات عالم میں سے شمار کیا جاتا تھا۔[۵] موسولیوم دراصل موسولوس شاہ کاریہ کا مقبرہ تھا جسے اُس کی بیوہ ارتے میزیہ نے چوتھی صدی ق م کے تقریبًا وسط میں بنوایا تھا۔ یہ ۱۴۰ فٹ بلند تھا، اس کی کرسی نہایت مرتفع تھی، اور اُس پر ایونی وضع کے ستونوں کی قطار سے گھرا ہوا ایک بت خانہ تھا جس کی چھت کی بجائے اہرامی انداز کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس کے بلند ترین حصے پر شاہ موسولوس کا

---

[۵] موسولیوم کے لئے دیکھو بؤمیئسٹر صفحہ ۸۹۳ وغیرہ۔ برلن کی انجمن آثاریات کے ایک جلسے میں ٹرنڈیلین برگ (Trendellenberg) نے موسولیوم کی تعمیر کی بابت چند جدید خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کینیڈوس کے لئے دیکھو جلد ۱، صفحہ ۱۵۳۔

باب ۲۹ مجسمہ ایک چوکڑی گاڑی پر بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایشیائی طرز کی ایک عمارت تھی جسے یونانی طریقے پر سجایا گیا تھا، چنانچہ اُس کی ندرت صرف وقتی طور پر ہی اس نفیس تزئین سے چھپ سکتی تھی، اور اُس کا عظیم الشان حجم اور بلندی دونوں ایشیائی خیالات کے عین مطابق تھے۔ اس سلسلے میں بعض دوسرے مورخوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ موسولیوم کا فنی تعلق قریب کے مقبرہائے لیکیہ سے تھا، جن میں عام طور پر ایک مربع کرسی پر ایک طرح کی عبادت گاہ کچھ اس طرح پر بنی ہوئی تھی کہ تمام عمارت کی حیثیت فی الجملہ ایک منار کی سی ہو جاتی تھی (اسی قسم کے مقبرے نیرائی دائے کے بھی تھے جن کا ذکر بعد کو کیا جائے گا)۔ اوّل تو مشرقی قومیں بڑی بڑی عمارتوں کی ویسے بھی شوقین ہوتی ہیں، جیسے ایشیائے کوچک کے قلعے جو عام طور پر میناروں کی شکل کے تھے؛ دوسرے مُلک کی عام کیفیت بھی اسی قسم کے طرز کی مقتضی ہے۔ لیکیہ میں بڑے بڑے مقبروں کی تعمیر اس لئے بغایت ضروری تھی کہ اُن کے قریب میں بڑے بڑے پہاڑ واقع ہونے کی وجہ سے چھوٹے مقبروں کے ماند پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں ہمیں اپنی اس رائے کا اظہار ضروری ہے کہ اس طرز تعمیر کا فنون لطیفہ پر بڑا اثر پڑا، اور یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کا اس عہد میں ایشیائے کوچک کی اُس اہمیت سے براہ راست تعلق ہے جس کی طرف ہم ناظرین کی توجہ اس سے پہلے مبذول کر چکے ہیں۔ اس قسم کی مناری تعمیر کا رواج یورپ میں بھی ہو گیا، چنانچہ علاوہ چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے یہاں بعض نہایت نفیس ایوان بنائے جانے لگے، مثلاً ایتھنز میں لی سکراتیس کا ایوان ۳۳۵ ق م میں محض اس لئے بنایا گیا تھا کہ ایک انعامی تپائی فاصلے سے صاف نظر آسکے۔ یہ ایوان چھوٹا سا گول بت خانہ ہے جس میں ایک بلند ٹھوس کرسی پر ہر چہار طرف نصف ستون بنے ہوئے ہیں۔ اگر ہم غور کریں تو یہ سب عمارت محض ایک تپائی کے اظہار کی غرض سے بنائی گئی ہے

باب ۲۹ اور اس طرح مقصد تعمیر اور ضخامت ایوان کے مابین کسی قسم کی مناسبت نہیں پائی جاتی، لیکن خود عمارت کے مختلف اجزا میں اس درجہ تناسب ہے کہ اصل مقصد بالکل نظر انداز ہو جاتا ہے، چنانچہ دیکھنے والا تپائی کو صرف چھت کی تزئین کے لئے سمجھنے لگتا ہے اور اس کی وہی حیثیت رہ جاتی ہے جو ان تپائیوں کی تھی جو پہلے زمانے کی عمارتوں میں سر مثلث کی تزئین کیلئے بنائی جاتی تھیں۔ الغرض اس طرح ایتھنزی فنون لطیفہ منارہ نما عمارتوں کے اس نیم بربری طرز کے رہین منت ہوئے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی عظیم الشان عمارتوں کا رواج اس عہد کے دوسرے ممالک میں بھی اثر کئے بغیر نہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تھیرون والی اکراگاس کا مقبرہ اسی زمانے میں بنا ہوگا؛ یہ ایک بت خانہ کے انداز کی عمارت ہے جو ٹھوس اور نسبتہً تنگ کرسی پر بنائی گئی ہے۔ واضح ہو کہ کرتا میں ملیپسا کا مقبرہ اور تریو کے قریب اگل والا ستون دونوں زمانۂ مابعد کی عمارتیں ہیں۔ موسولیوم کا بنیادی اصول اواخر زمانۂ وسطیٰ میں ویرونا کے مشہور مقبرۂ خاندان سکالی جری میں نظر آیا ہے جہاں مختلف النوع طرزہائے تعمیر کی ایک بلند و بالا عمارت پر ایک چھوٹا سا مجسمہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ پرگامم میں جنوبی ایشیائے کوچک کے اس مخصوص طرز کی ایک درخشاں ارتقائی کیفیت سامنے آتی ہے۔ جیول باشی کے ہیرون اور نیرائی داے کی عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے تعمیر کاروں نے ٹھوس کرسی کی یکرنگی کو مٹانے کیلئے منبت کاری کے حاشیے کا اضافہ کر دیا اور پرگامم والوں نے بھی اپنی عمارتوں پر اسی اصول کا انطباق نہایت ہمت اور آزمودہ کاری سے کیا۔ اصل میں پانچویں صدی ق م کے ایتھنزی فنون اور دوسری صدی ق م کی پرگامم کی عمارتوں کے مابین جو تسلسل ہے وہ چوتھی صدی ق م کے جنوبی ایشیائے کوچک کے فنون سے قائم ہوتا ہے۔

سنگ تراشی میں اُس عہد کا سب سے ممتاز نام لی سپوس باب ۳۹
ساکن سکیون کا ہے جس کی زندگی باعتبار زمانہ ونیز سکندر اعظم کی زندگی کے مطابق ہے اور اس سے اُس کا اندرونی تعلق بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ لی سپوس اولمپیاد ۱۱۶ (۳۱۶ ق م) تک زندہ تھا۔ ابتدا میں وہ لوہار کا کام کرتا تھا، اور جو کچھ قابلیت اُس نے اپنے فن میں پیدا کی وہ محض مطالعے کے ذریعے سے تھی۔ واضح ہو کہ آخر زمانے تک وہ محض تانبے ہی کے مجسّمے بناتا رہا۔ قدما اُس کی طرف تقریباً ڈیڑھ ہزار مصنوعات منسوب کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے مصنوعات کی تعداد دوسرے کاریگروں سے کہیں زیادہ ہوگی۔ لیکن جو شاہکار اُس کے ہمارے پاس تک پہنچے ہیں اُنکی تعداد بہت ہی کم ہے۔ وہ خاص طور پر تناور مردانہ جسم کا مصوّر تھا۔ اُس نے مختلف دیوتاؤں کے جو مجسّمے تیار کئے ہیں ان میں سے زیوس کے مجسّمے خاص طور پر مشہور تھے، اور اُس کا بنا ہوا ایک عظیم الجثہ مجسّمہ تارنتوم میں بھی تھا جسے دیکھ کر لوگ خواہی نخواہی تعریف و توصیف پر مجبور ہوتے تھے۔ ہم تک کورنتھی پوسئیدون کی ایک نقل پہنچی ہے جس کی اصل کو غالباً اسی لی سپوس نے بنایا ہوگا۔ اُس کی مصنوعات کی فنی کیفیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سورماؤں کے بت ضرور بنائے ہوں گے، لیکن ہم صرف ثانوی طور پر ہرقل کے مجسّموں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ نیپلز میں فارنیز کا ہرقل کا مجسّمہ جس پر یہ نوشتہ ہے کہ اُسے گلی کون نے بنایا تھا، وہ دراصل لی سپوس کے مجسّمے کی ایک نقل ہی ہے اُس نے کائروس یعنی موقع و محل مناسب کا جو مجسّمہ بنایا وہ نہایت ہی لطیف تھا، اور اُس کے سر پر آگے کی طرف بڑے بڑے اور پیچھے چھوٹے چھوٹے بال تھے، جس سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ موقع ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر واپس نہیں آتا۔ ظاہر ہے کہ

باب ۲۱

بڑے بڑے صناع اپنے سنجیدہ کاروبار سے تھک کر اس قسم کی چیزوں میں وقت صرف کر سکتے تھے۔ اسی عہد میں فنون لطیفہ کے ماہر افراد کی قدردانی کا لحاظ بھی کرنے لگے، اور انسانی تصویریں بنانے لگے۔ لی سپوس ہی ایسا سنگ کار تھا جس نے سکندر کے مجسمے بنائے اس لئے کہ سکندر اُس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ سکندر کے انفرادی مجسموں کے علاوہ اُس کے متعدّد مجموعے بھی بنائے جن میں سے دو کا ذکر خاص طور پر پڑھنے میں آتا ہے یعنی ایک تو وہ جس میں سکندر دریائے گرانیکوس کے کنارے اپنے ساتھیوں کی ہمراہی میں نظر آتا ہے اور دوسرا وہ جس میں وہ شیر کا شکار کر رہا ہے۔ لی سپوس سے بہت پہلے سے شکار یونانی فنون لطیفہ کا موضوع بنا ہوا تھا، لیکن لی سپوس نے پہلی مرتبہ غیر رسمی مجموعوں کے چربے اُتارے۔ یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس موضوع کو خاص طور پر ایسے صناع نے کیوں پسند کیا جو ہمیشہ زوردار و تنومند انسانی جسم بنانے کا خواہاں رہتا تھا۔ ہم عنقریب لیوخاریس کا ذکر کریں گے جس نے لی سپوس کو ان مجموعوں کے بنانے میں مدد دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ لیوخاریس جانوروں کی شبیہیں بنانے میں کمال رکھتا تھا۔ لی سپوس نے حکیم سقراط کا سینے تک کا مجسمہ بنایا جو بہت مشہور تھا، اور اسی طرح اپوکسیومینوس کا مجسمہ بھی جس میں یہ لڑکا ورزش گاہ کی مٹی کھرچتا ہوا نظر آتا ہے، مشہور و معروف تھا، اور اُس کی سنگ مرمر کی ایک نقل اس وقت تک موجود ہے۔ اس مجسمے میں، و نیز اُن تمام مجسموں میں جن میں صناع نے زندہ اصل کی ہو بہو تصویر اُتارنے کی ضرورت نہیں سمجھی، لی سپوس نے شبیہہ کے سر کو دوسرے اعضائے جسمانی سے ذرا چھوٹا کر کے اور بدن کو ذرا نازک بنا کر پولیکلے توس کے موضوعہ قواعد سے ایک گونہ انحراف کیا۔ دراصل یہ تبدیلی لوگوں کے مذاق میں تبدیلی کی وجہ سے کرنی پڑی نہ کہ فطرت کی نقل اُتارنے کی وجہ سے،

باب ۲۹ اور اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو لی سپوس کو ہم حقیقت نگار کا لقب دے سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ بجنسہ اسی طرح اٹھارھویں صدی عیسوی میں اعضا کی نزاکت اسی طرح مقبول عام تھی، اور یہ کودو وِئے کِس کی نقش نگاری سے ظاہر ہوتا ہے۔

لیو خاریس، جس نے زندہ اشخاص کے مجسمے بھی بنائے اور ساتھ ہی موسولیوم پر بھی کام کیا، غالباً ایتھنزی تھا۔ اُس کا ایک مجسمہ جس میں اُس نے عقاب کو گنی میڈ لے جاتے ہوئے دکھایا تھا، مشہور آفاق تھا، اور اُس کی ایک نقل سنگ مرمر کے ایک مجموعے میں جو قصر ویٹی کان میں رکھا ہے، اس وقت تک موجود ہے۔

اس عہد کے مشہور و معروف مصنوعات میں جو اس وقت تک موجود ہیں، سب سے اہم وہ منبت کاریاں ہیں جو لی سکرائیس کے مقبرے پر بنی ہیں اور جن میں ترمینی بحری قزاقوں کی سزایابی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں بیٹھے ہوئے اور جھگڑتے ہوئے لوگوں کو نہایت خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ مولوسیوم کے مجسموں کے باقیات پر، جو اس وقت تک موجود ہیں، سکوپاس، بریاکسس، تمودیوس اور لیو خاریس نے کام کیا ہے اور ان میں سے بعض نیوٹن کی وساطت سے نوادر خانۂ برطانیہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ایک کھڑے ہوئے مرد کا مجسمہ ہے جسے خود شاہ مولوسوس بیان کیا جاتا ہے، اور یہ فنی اعتبار سے خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ ساتھ ساتھ حاشیئے کے منبت کے باقیات بھی موجود ہیں جس میں گاڑی دوڑ اور امیزنون و معبودوں کی باہمی لڑائیاں دکھائی گئی ہیں۔ نیوٹن نے قریب کے شہر کنیدوس میں بھی کھدائی کی ہے، اور یہاں سے جو چیزیں نیوٹن لندن لائے گئے ان میں نشستہ دیمیتر کا ایک نفیس مجسمہ اور بیٹھے ہوئے شیر کی ایک شبیہہ قابل دید ہیں۔ ان میں سے

باب ۲۹ اوّل الذکر کو تو پراکسی تلیس کی بناوٹ سمجھا جاتا ہے، جس نے کنیدوس کے لئے افرودیت کا مشہور بت تیار کیا تھا۔ اس میں شیر کو سنگ مرمر کے ایک بڑے مقبرے میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا تھا جس کی چھت پر تیھر کی ایک سل رکھی تھی۔ اس سے تھیوڈورک کی قبر کی، جو شہر راوینہ میں ہے، یاد تازہ ہوتی ہے، اور دل پر ایک ایسے فن کا اثر پڑتا ہے جسے نیم بربری عناصر کو جذب کرلینا پڑا ہو۔

آخر میں ہم لیکیہ کے شہر زانتھوس میں نیرائی وائے کے مقبروں کی طرف آتے ہیں، جن کی شکل اسی قسم کی منارہ نما ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے اسے ہارپاگوس کا مقبرہ سمجھا جاتا تھا اور عام خیال یہ تھا کہ یہ اسی ہارپاگوس کی قبر ہے جس کی شبیہ اس پر بنی ہوئی ہے اور اسے پانچویں صدی ق م کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اسے چوتھی صدی ق م کا سمجھا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے کہ یہ لیکیہ کے ایک حکمران مسمی اقارقلیس کا مقبرہ ہے جس نے چوتھی صدی ق م کے ابتدائی زمانے میں شہر تل مے سوس کو فتح کیا تھا۔ اس میں جو منبت کاری کی گئی ہے اس میں ایک محاصرہ اور بعض دوسری لڑائیاں دکھائی گئی ہیں، اور اس میں آگے بڑھتی ہوئی نیرائے وائے کے کپڑوں سے قصر ویٹی کان کے نیوبیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دراصل اس ایوان میں ایک اونچی کرسی پر، جس کے ہر چہار طرف منبت کاری کی گئی تھی، ایونی وضع کا ایک ستون دار دالان بنا ہوا تھا۔

اس عہد کے فنون کے دلچسپ باقیات میں پختہ مٹی کی وہ مورتیں ہیں جن میں سے بہت سوں کا انکشاف ۱۸۷۰ء کے بعد خاص طور پر ضلع تناگرا میں ہوا ہے۔ شہر تناگرا اٹیکا کی سرحد پر وادی اسوپوس میں واقع تھا، اور یہاں آکر بہت سی سڑکیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں۔ ان سڑکوں کے دو رویہ بے شمار مقبرے برآمد

باب ۲۹ ہوئے ہیں جن میں سے آٹھ ہزار سے زیادہ تو اس وقت تک کھودے جا چکے ہیں۔ بہت سے مقبروں میں رنگین مورتیں نکلی ہیں جن کی اوسط بلندی آٹھ انچ سمجھنی چاہیئے، اور ایسی ہی مورتیں ان مقبروں کے چاروں طرف بھی ملی ہیں۔ خود قبروں کا اندرونی حصہ بھی رنگین استرکاری سے ڈھکا ہوا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ کچھ مدت قبل تک ان میں سے کسی ایسی قبر کو ماہرین آثاریات نے نہیں کھولا تھا جس میں یہ رنگ آمیزی کی گئی ہو یا جس میں مورتیں رکھی ہوئی ہوں، بلکہ ان میں ایسے لوگوں نے دست برد کی تھی جو حکومت کی مداخلت کے بغیر برآمد شدہ اشیا کو اطمینان سے بازار میں فروخت کر کے اپنی جیبیں بھرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مورتوں کی ساخت کا صحیح تعین کرنے کا ہمارے پاس مطلق مواد نہیں ہے، لیکن ان کی فنی ترکیب سے پتا چلتا ہے کہ یہ چوتھی صدی ق م کے نصف آخر کی ہوں گی۔ یہ مورتیں بے انتہا خوش نما و حسین ہیں، اور معبودوں کی شبیہیں نہیں بلکہ ان مردوں عورتوں کے مجسمے ہیں جو انکے زمانۂ صنعت میں بیوتیہ میں رہتے تھے، اور انھیں مردوں کے ساتھ اس لئے دفن کیا گیا تھا کہ یہ مردے موت کے بعد بھی اسی طرح سے حظ اٹھا سکیں جیسے وہ اپنی زندگی میں محظوظ ہوتے رہتے تھے۔ یہی وجہ مقبروں کے اندرونی تزئین کی بھی تھی۔ ان مورتوں کا اسلوب اور مٹی ہمیشہ یکساں نہیں، مثلاً ایک نوع کی ابتدا شہر تھیسپے کی طرف منسوب کی جاتی ہے جو بیوتیہ کے مغرب میں تھا، اور دوسری نوع کا مسکن شہر آدلس کو بتایا جاتا ہے۔ ان میں زنانی مورتیں خاص طور پر لطیف ہیں، اور ان کی عجیب و غریب ٹوپیاں، ان کے پنکھے جو کھجور کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، اور ان کے نفیس کپڑے انسان کی توجہ مبذول کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی مورتیں ایسی عورتوں کی ہیں جو گھر سے چہل قدمی

باب ۲۹

کے لئے نکلی ہوں۔ اسی قسم کے مجسمے دوسرے مقامات کے مقبروں سے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ شہر پالرمو (سسلی) کے قریب سولنت کی مورتیاں تو مدت سے معروف تھیں؛ حال ہی میں بہت سی مورتیاں ایشیائے کوچک سے نکلی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی تناگرا والی پتلیوں سے مقابلہ نہیں کرسکتی[۵]۔

یونان کے تمام اضلاع سکوں کی خوبروئی میں جو چوتھی صدی ق م کی ابتدا سے سکندر کی مہمات تک ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں، نشیبی اٹلی، تاراس، ہرقلیہ، تھوری، کروتون اور ترینہ کے سکوں پر، سسلی، سرقوسہ کے مشہور سکوں پر، شمالی یونان یا نتی کا پیوم، انفی پولس، اور فیلقوس شاہ مقدونیہ کے سکوں پر بجا فخر کرسکتے ہیں۔ یونان خاص میں تھبز، لیگ ہمسایگاں، اور ایلس و آرکیڈیا کے سکے فنی اعتبار سے ممتاز ہیں۔ جنوب میں کریٹ کے سکوں کی طرف ہماری توجہ مبذول ہوتی ہے، اور ایشیا اپنے فنون کا مظاہرہ خاص طور پر کیزی کوس ولمپساکوس میں، و نیز بعض صوبہ داروں کے سکوں میں کرتا ہے۔ بعض مقامات میں، جن میں دیار مغرب کو امتیاز حاصل ہے، صناعوں اور کاریگروں کو اپنے نام اپنے ساختہ سکوں پر منبت کرنے کی

---

۵ لی سوس اور لیوخاریس کے لئے دیکھو بوُمیٹسٹر کے مضامین۔ نیرائے دائے کے مقبرے کے لئے، ایضاً ۱۰۱۳ وغیرہ؛ لیکیہ والے خارقلیس اور ترل مے سوس کی باہمی جنگ کا ذکر تھیوپومپوس ۱۱۱ میں دیکھا جائے۔

تناگرا کی پتلیوں کے لئے، ا، ر، ا یے: "مطالعہ جات آثاریات" A. Rayet: Etudes d'Archeolog $\frac{۲۷۵}{۳۲۴}$؛ پوتیئے: "پختہ مٹی کی پتلیاں" Pottier: Les Statuettes de terre cuite پیرس، ۱۸۹۰ء صفحہ ۷۹ وغیرہ؛ مرے۔ کتابچہ آثاریات یونان Murray: Hand book of Gr. Archeology صفحہ ۳۱۰ وغیرہ۔

باب ۲۹

اجازت تھی[6]

اس عہد کی رنگ کاری میں سب سے ممتاز نام اپیلیس کا ہے جو ایونیہ کا باشندہ یعنی ایفی سوس یا کولوفون کا رہنے والا تھا۔ اُسے فیلقوس شاہ مقدونیہ نے پیلا بلوایا، لیکن سکندر کی مہمات کی ابتدا ہی میں یہ واپس ایشیائے کوچک چلا گیا اور ایفی سوس میں رہنے لگا۔ وہ سکندر کا درباری رنگ کار تھا، اور روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ نے اپنی ایک تصویر کے معاوضے میں اُسے بیس تالنت جیسی خطیر رقم دی۔ سکندر کی موت کے بعد وہ دوسرے میدانوں، مثلاً وثنیات، کی طرف اپنی توجہ مبذول کرنے لگا۔ اُسکی بنائی ہوئی انادو مینے کی تصویر مشہور آفاق تھی، اور یہی عیب جوئی کی تمثیلی تصویر کی بھی کیفیت تھی جس میں بہت سے لوگوں کی شبیہیں بنی تھیں۔ اس تصویر کا ذکر لوسین نے کیا ہے، جس کے بیان کو پیش نظر رکھکر زمانۂ مابعد کے بہت سے نقاشوں، خصوصاً بوتی چیلی نے اسی موضوع پر پھر اپنی کونچی چلائی ہے۔ ہمیں لی سیوس کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے صناعوں کو معموں میں باتیں کرنے کا بڑا شوق ہوگا۔ عہد قدیم کے صناعوں میں اپیلیس مشہور آفاق تھا۔ اگر ہم قدیم روایات پر بھروسا کریں تو اُسکی تصاویر اصل سے بہت کچھ مشابہ تھیں لیکن عوام کی دانست میں بہترین تصویر وہی تھی جس میں نظری دھوکا ہو۔ وہ اپنے انکسار کے سبب سے

---

[6] چوتھی صدی ق م کے نفیس ترین سکّوں کا بہترین مجموعہ گارڈنر: "انواع سکہ جات یونان" Gardiner : Types of Greek Coins تصاویر ۷ تا ۱۰ کیمبرج ۱۸۸۳ء میں ملیگا۔ سکّہ سازوں کے ناموں کے لئے فون سالیٹ Von Sallet اور وائل Weil کی مشہور تصانیف خصوصاً ایونز کی کتاب "سرقوسی تمغے اور ان کے صنّاع" Syracusan medallions and their engravers لندن ۱۸۹۲ء دیکھنی چاہئیں۔ ایونز Evans نے بالکل جدید اور اہم نتائج اخذ کئے ہیں۔

باب ۲۹

زیوکسس اور پر ہازیوس پر فوقیت لئے ہوئے تھا اور شائد اسی وجہ سے سکندر کی نظر میں اُس کی وقعت بڑھ گئی ہو گی -

اپیلیس کا مشہور ترین مد مقابل پروتوگنیس یا توکاریہ ورنہ لیکیہ کا باشندہ تھا لیکن اُس نے اپنی بود و باش جزیرۂ رھوڈز میں اختیار کر لی تھی - اُس کی دیُنیاتی تصاویر اور ذاتی شبیہوں کا ذکر سننے میں آیا ہے جس میں سے ایک تصویر ارسطاطالیس کی ماں کی بھی تھی - بیان کیا جاتا ہے کہ اُس کا مقصد بھی یہی تھا کہ نقل تو کرے لیکن اُس میں تھوڑے سے مبالغے کا پیرایہ بھی ہو - لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ یہ قول کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے اُس عہد کے دوسرے رنگ کاروں کا بھی ذکر پڑھنے میں آتا ہے جن میں سے یوفرانور صرف رنگ کار ہی نہیں بلکہ سنگ کار بھی تھا، اور اُسی نے ایتھنز کے چوک میں زیوس الیوتھے ریوس کی پیشگاہ پر رنگ آمیزی کی تھی -

اُس عہد کی رنگ کاری کے نمونے صرف برتنوں پر پائے جاتے ہیں، اور انھیں سے اس عہد کے اعلیٰ درجے کے شعور کا اندازہ ہوتا ہے - لیکن افسوس ہے کہ ہم یہ پتا نہیں لگا سکے کہ اُن کا واقعی صنّاع کون کون تھا - بعض برتن سرخ شبیہوں سے مزیّن ہیں اور بعض میں مختلف اللّون شبیہیں بنی ہوئی ہیں، بعض میں سنہری رنگ استعمال کیا گیا ہے - علاوہ ازیں ایسے برتن بھی ہیں جو اعلیٰ درجے کی گلکاری کا نمونہ ہیں اور جن پر شبیہیں منبّت کی ہوئی ہیں - ان میں سے نفیس ترین وہ برتن ہیں جو ایتھنز کے قریب کے مقبروں، کریمیہ، کمپانیہ اور اپولیہ میں برآمد ہوئے ہیں - اپولیہ والے بہت سے برتن نیپلز کے نوادر خانے میں ہیں اور ان میں بعض نہایت حسین دستوں والے ظروف ہیں جن پر شبیہیں بنی ہیں - نولا کے پیالے اعلیٰ درجے کے سیاہ روغن کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور کریمیہ

باب ۱۹

میں جو برتن دستیاب ہوئے ہیں اُن میں سے بہت سے غالباً ایتھنز ہی سے آئے ہوں گے۔ اُس عہد کے حسین ترین ظروف میں سے دو پیٹرز برگ میں ہیں، یعنی ایک تو مارکوئیس کمپانا والا برتن جسے کیمیے کا بیان کیا جاتا ہے اور جس پر الیوسس کے معبودوں کی مورتیں سنہری منبت میں بنی ہیں، اور دوسرے آرتی بالوس جو کرچ میں ملا ہے، کہ اس پر دارایوش اور دوسرے ایرانیوں کے شکار کی تصویر ہے، جن کے نام بھی حاشیئے پر لکھے ہیں۔

سکندر کے عہد حکومت سے پہلے اور اُس کے بعد بھی مشرقی یونان ہر قسم کے ذہنی ارتقا میں یونان خاص کی ہمسری کرتا ہے، اور اپنے کارہائے نمایاں کی درخشانی وتابانی میں کسی طرح اُس سے کم نہیں۔ فنّی اعتبار سے یہ تمدّن اسکیتھیہ تک پھیلا ہوا ہے، اس لئے کہ وہ اشیا جو سلطنت بوسفوروس، خصوصاً پانتی کایوم میں دستیاب ہوئے ہیں، اکثر چوتھی صدی ق م کے آخری تین دہائیوں

---

لہ رنگ کاری۔ دیکھو فون روڈن کے مضامین بوٹمیسٹر میں، بالخصوص صفحہ ۱۸۶۸ وغیرہ۔

یوفرانور کے لئے دیکھو واخسموتھ: بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Die Stadt Athen ا ۱۸۸۵ ، ۲، ۴۴۸۔

ظروف: فون روڈن، "ظرف سازی" Von Rohden : Vasenkunde بوٹمیسٹر، خصوصاً صفحہ ۲۰۰۲ وغیرہ۔

اکثر ظروف ایولیہ، تارنتوم کی ساخت ہیں۔ ہمیں استرابو ۵، ۲۴۳ سے پتا چلتا ہے کہ ۲۷۳ ق م کے بعد بھی کمپے میں یونانی وضع کے ظروف بنتے تھے۔

ظروف کے متعلق عام معلومات کے لئے دیکھو کولی نیون: "کتابچۂ آثاریات یونانی"، Colignon : Manuel d'Archeologie grecque پیرس، صفحہ ۲۹۴ وغیرہ۔

باب ۲۹

میں بنے ہوں گے، اور ان میں سے کم از کم طلائی اشیا ضرور مقامی ساخت کے ہوں گی۔ اس اعتبار سے عہد زیر بحث میں سسلی و اٹلی ذرا پیچھے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں بربریوں سے لڑنا پڑا ہے، چنانچہ انھیں اس کا موقع ہی نہیں ملا کہ حکمت یا فنی ارتقا کے میدان میں اپنے لئے جگہ پیدا کریں۔

# تتمہ

## یونان کا قانون عامہ

ا۔میں اب اس جلد کو یونان کے قانون دستوری پر اپنے چند خیالات کا اظہار کر کے ختم کرتا ہوں، اور یہ مبحث یونان کے عہد جمہوریت کے اختتام پر کسی طرح نامناسب نہ ہوگا، خصوصاً اس لئے کہ اس وقت تک اس پر کافی بحث نہیں کی گئی ہے۔ یونانی مملکت، یعنی "پولس" کا تخیل دو مختلف عناصر پر مشتمل ہے، یعنی ایک تو خارجی آزادی اور دوسرے اندرونی تنظیم۔ اول الذکر کو یونانی "او تونومیا" یعنی "خود مختاری" کہتے تھے، اور دوسرا عنصر ایک "آرخے" یا "اقتدار اعلیٰ" پر مبنی تھا، جس سے مراد یہ تھی کہ مملکت میں کسی کو ایسے احکام صادر کرنے کا اختیار حاصل ہے جس پر عمل کرنا ہر ایک شہری کا فریضہ ہے، جس سے دوسرے الفاظ میں مراد یہ ہوئی کہ مملکت میں حکومت کا وجود لازمی ہے۔ جو لوگ اس حکومت کو چلاتے تھے وہ اپنے افعال کے ذمہ دار تھے۔ قدیم ترین ایام میں یہ اقتدار بادشاہوں کے ساتھ وابستہ تھا، اور چونکہ اُن کے اختیارات صرف رسم و رواج سے محدود تھے اس لئے یہ تحدید مبہم تھی، تاہم

تتمہ
یہاں بھی ذمہ داری کا عنصر ایک حد تک موجود تھا۔ زمانۂ مابعد میں ایتھنز میں آرخنوں نے بادشاہوں کی جگہ لے لی، اور اس مملکت کے دستور سے ہمیں کما حقہٗ واقفیت حاصل ہے؛ لیکن امتداد زمانہ سے آرخنوں کے اختیارات میں روز بروز تحدیدیں ہونے لگیں، اور اُن کا حیطۂ اقتدار نہایت ہی تنگ ہوگیا۔ اُن کی بجائے اقتدار اعلیٰ رفتہ رفتہ عوام کے ساتھ وابستہ ہوگیا، گو عملاً اُسے افراد ہی کے ذریعے سے استعمال کیا جاتا تھا جو اپنی تحریکات (یعنی "پسپے فزماتا") کے پورے طور پر ذمہ دار تھے۔ مقابلہ کرو جلد ۲ باب ۱۶، جہاں یہ امر بالکل صاف کر دینا چاہیے کہ لوٹنے کی قرارداد کو کبھی تحریک کا رتبہ نہیں دیا گیا بلکہ اُس کی نوعیت محض ایک رائے کی سمجھی جاتی تھی، اور چونکہ پسپے فزما میں ذمہ داری کا عنصر نہایت نمایاں تھا اس لئے اُس کی تحریک صرف ایک ہی شخص کی جانب سے ہوتی تھی۔ بدیں سبب ایتھنز میں جس کا جی چاہتا حکومت کا کام چلا سکتا تھا، بشرطیکہ وہ عوام پر اپنا اثر قائم کر سکتا، اور یہ حکومت ذاتی اثر اور حکومت عامّہ کے مابین ایک طرح کی مخلوط حکومت تھی۔ کلس تھنیس کے زمانے کے بعد دفتری "اقتدار" (جو رومن امپیریوم کے ہم شکل تھا) بہت ہی کم رہ گیا۔ سچ پوچھو تو عمّال ایتھنز کو سدّ راہ ہٹانے اور راستہ ہموار کرنے کا ہی اختیار تھا اور اُن کے حیطۂ عمل میں ایسے اثباتی ہدایات دینے کا وجود نہ تھا جن سے شہریوں کی پابندی کی جائے۔ اس قسم کے ہدایات کا منبع صرف عوام ہی بن سکتے تھے۔ لیکن یہ امر نہایت ہی اہم تھا کہ اس مقصد کے لئے جلسہ عوام طلب کئے جاتے تھے، اور دستور ایتھنز میں کسی قسم کے نیابتی طریقے کا وجود نہ تھا۔ یہ وہ بات ہے جسے فریمین نے اپنی تاریخ حکومت وفاقی" Freeman : History of Federal Government جلد ۱ (لندن ۱۸۶۳ء) میں دکھایا ہے۔ یونانی صرف ایک خاص معاملے میں استثنا کرتے تھے، یعنی جملہ قوم کے تعامل کے بغیر

قوانین منظور کرلئے جاتے تھے؛ اس کے لئے دیکھو جلد ۲ باب ۱۶ - تتمہ
قوانین کا منفذ عقل و دانش کو سمجھا جاتا تھا، اور عوام کے خیال میں یہ صرف خاص خاص افراد میں پائی جاتی تھی۔

۲ - یونان میں بہت سی آزاد مملکتیں تھیں، اور چونکہ یونانی اپنے ملکی حقوق کو اپنے قائم مقاموں کے واسطہ سے استعمال کرنا نہیں جانتے تھے اس لئے باہمی اتفاق کا ذریعہ ملنا ناممکن ہوگیا۔ جب قانون عامہ کی بنیاد ہی جملہ ارباب رائے کی قرار دادوں پر تھی تو پھر اس پر رائے دینے کا کونسا طریقہ قابل قبول ہوسکتا تھا؟ یہ ممکن تھا کہ مختلف ریاستیں جملہ امور طے کریں، لیکن پھر سوال یہ تھا کہ اگر بالفرض کسی امر مشترک کی بابت ایک ریاست دوسری ریاست کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرے تو پھر کیا ہوگا اور کس کی قرارداد کو تفوق حاصل ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی لیگ کا قیام صرف اس شرط پر ممکن تھا کہ خودمختار ریاستیں اپنے چند حقوق اپنے قائم مقاموں کے تفویض کردیں، اور اس پر ان میں سے کوئی بھی تیار نہ تھی۔ بعض حالتوں میں معاہدے ضروری ہوجاتے تھے، جیسے جنگ کے زمانے میں، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جنگ میں کسی قسم کے مرکزی انتظام کا قیام کس درجہ دشوار گزار امر تھا، اور جیسا پلاٹیہ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے خاص میدان جنگ میں بھی محکوم ہمیشہ مطیع نہیں ہوتا تھا۔ اگر مختلف ریاستیں ایک پوری مہم کے لئے فوج بھیجتی تھیں تو اصول یہ برتا جاتا تھا کہ ہر ایک رسالہ اپنی ہی ریاست کے سامنے اپنے افعال و کردار کے لئے ذمہ دار ہو (دیکھو جلد ۲ باب ۲۴)، چنانچہ عام طور پر سپہ سالار کے اختیارات صفر کے برابر رہ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حالفوں میں کبھی زور نہیں پیدا ہوتا تھا، اور جب ایتھنز والوں نے اپنی "عہدیت" کو "سلطنت" کی شکل میں بدلا ہے تو وہ اس کے پورے مفہوم سے اچھی طرح سے واقف تھے؛

تتمہ

اور اسی طرح جب اسپارٹیوں سے ہو سکتا وہ بھی اپنے حلیفوں کے ساتھ آمریت کا برتاؤ کرتے تھے، چنانچہ ایسقراطیس Phil. 47 اسے "سیادت" ("ڈوی ناسقیہ") کا لقب دیتا ہے۔ یونانیوں میں معمولی سی معمولی بات بھی بغیر جبر کے پوری نہیں ہوتی تھی۔ دیموس تھنیس (آزادی رہوڈز Rhod.Eleuth ۲۹) یونانی قانون عامہ کی تعریف کرتا ہے کہ یونان کی مملکتوں میں ہمیشہ قوی اور طاقتور کا بول بالا رہتا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ جیسا دوسری ایتھنزی لیگ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے مختلف مملکتوں کے باہمی معاملات میں نیابت کا اصول تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن دوسری ایتھنزی لیگ زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اور اُس کے اراکین میں سے ایک یعنی تھبز نے شاذ کبھی اکثریت کی قرار دادوں کی پروا نہیں کی۔ لہذا خود حلیفوں کا مفاد اس میں مضمر تھا کہ سیوناخیا یعنی "سیادت" کی جگہ آرخے یعنی سلطنت قائم ہو۔ لیکن یونانیوں کے نزدیک "آرخے" سے مختلف تحتانی ریاستوں کی آزادی میں فرق آتا تھا، اور کوئی یونانی اس قسم کی مداخلت کا زیادہ مدت تک روادار نہ تھا۔

۳۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یونان میں ایسے اضلاع موجود تھے جن کے درمیان یا تو مستقل محالفے پہلے سے تھے ورنہ جن کے لوگ مستقل محالفوں کے خواہاں تھے۔ یہ وہ علاقے تھے جن پر ایک ہی "پولس" یا مملکت کا قبضہ نہیں تھا بلکہ مختلف مملکتوں میں منقسم تھے، لیکن جو اپنے آپ کو یک جدی سمجھتے تھے۔ یہاں مختلف "پولس" مل کر ایک "کوئے نون" یا وفاقیت بنتے تھے اور اکثر اُن کی ایک متفقہ مجلس بھی ہوتی تھی جیسے "سینیدریون" کہتے تھے۔ ایسے اضلاع تھسلی، بیوتیہ، فوکس، اکائیہ، آرکیڈیہ، کریٹ، وغیرہ تھے۔ لیکن اس مجلس میں نیابت کا کوئی مستقل اصول نہیں تھا، اور فی الجملہ عام رجحان یہ نہیں تھا کہ تصفیۂ عامہ پر زیادہ تر امور چھوڑے جائیں

جزیرۂ کریٹ میں جس کی یکرنگی کی وجہ سے ارسطاطالیس اُسے "کریٹی دولت عامہ" کا لقب دیتا ہے، اس قسم کی مرکزی مجلس (سنکریٹیسموس) کا خیال صرف بیرونی خطرے کے وقت پیدا ہوتا تھا اور جب جزیرے کو خطرات سے دوچار ہونا نہیں پڑتا تھا تو وہی بلدیات ایک دوسرے سے لڑنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح مفصلۂ بالا دوسرے اضلاع میں بھی خانہ جنگی کی کیفیت غیر معمولی نہیں اور جس وقت ان کے بلدیات میں سے کوئی اتحاد و اتفاق کو زیادہ مستحکم کرنے کی کوشش کرتا تو فوراً باہمی مناقشے اور خوں ریزی شروع ہو جاتی۔ عام طور پر خود مختار بلدیات کا مستقل اتفاق اس قدر غیر ضروری سمجھا جاتا تھا کہ ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" میں اس کا ذکر تک نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کا اتحاد پسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا تو ارسطاطالیس اُس کے تذکرے سے کبھی بھی نہ چوکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس قسم کے "کوئے نون" یا وفاقیت پر بالکل قلم نہیں اٹھاتا اور جس "پولس" سے وہ بحث کرتا ہے وہ بس اتنا بڑا ہونا چاہیئے کہ وہاں کے شہری ایک دوسرے سے واقف ہو جائیں (دیکھو ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۷، ۴، ۷)۔ اُس نے جن وسائیٹر کو بیان کیا ہے وہ اسی قسم کے "پولس" کے متعلق ہیں، لیکن زمانۂ حال کے اکثر مؤرخوں نے اس بات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، چنانچہ جن ادارات کو وہ اور دوسرے یونانی محض "پولس" کے لئے مناسب سمجھتے تھے، اُن کا آجکل "ہم نسل" قوم پر انطباق کیا جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک "پولس" کی اس کیفیت سے یونان کی کافی حفاظت ہو سکتی ہے اور موجودہ صورت حال سے وہ اس قدر کم متردد ہوتا ہے کہ اُس کے نزدیک باوجود فیلقوس اور سکندر کے اُسے یونان کی آزادی کی بابت کسی قسم کا ڈر نہیں ہے (۷، ۷، ۱) جب تک باہر والوں نے مختلف مملکتوں کے اندرونی انتظامات میں مداخلت نہیں کی اُس وقت تک پولس کی قدیم حیثیت برقرار رہی اور ارسطاطالیس اچھی طرح جانتا تھا کہ مقدونیوں کی یہ خواہش نہیں ہے کہ وہ اندرونی معاملات میں مداخلت کریں۔ بلاشبہ افلاطون یونانی پولس سے

تتمہ

بالکل نا امید ہو چکا تھا، لیکن یہ صرف اس لئے کہ اُس کے محدود "پولس" کے ذریعے سے اُس کی ضروریات پوری ہونا بالکل ناممکن تھا۔ عین اُس عہد میں جسے ہم یونانی آزادی کا آخری زمانہ سمجھتے ہیں، ارسطاطالیس یونانیوں کے روایتی نقطۂ نظر کی طرف از سرِ نو رخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ پولس یونانی ضروریات کے لئے بالکل مکتفی ہے۔ لیکن ارسطاطالیس کہتا ہے کہ صرف ایک ہی چیز ایسی ہے جو اُس سے پوری نہیں ہوتی؛ وہ یہ کہ اگر یونان دوسری اقوام پر حکومت کرنے کا خواہاں ہے تو اُسے ایک مشترک دستور بنانا پڑے گا۔ لیکن شاید اس لئے کہ وہ خود اس دستور کا تعین اپنے خیال میں نہیں کر سکا، وہ یہ نہیں بتاتا کہ یہ دستور کس نوع کا ہونا چاہیئے۔ اُس کا مطلب دراصل مقدونیہ سے ہے۔ بلاشبہ یونانی مملکتیں اپنے شہریوں کو خوش و خرم کر سکتی ہیں، لیکن اُنھیں دوسری اقوام پر حکومت کرنے کی جو خواہش ہے اُسے دوسروں کے سپرد کر دینا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک ارسطاطالیس کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔

۴۔ الغرض جب ایسے اضلاع میں پہلے سے زیادہ مرکزیت قائم کرنے کی کوشش کی گئی جہاں کی خود مختار مملکتوں کو اپنے باہمی تعلق کا احساس تھا، تو یہ سوال پیدا ہوا کہ آخر یہ مشترک مفاد کن اُصول پر مبنی ہو گا؟ یہ مملکتیں ہرگز نہیں چاہتی تھیں کہ اپنے مشترک مقاصد کو اپنے قائم مقاموں کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ علی العموم مختلف اطراف کے شہری جمع ہوتے تھے، مل کر بیٹھتے تھے اور قرار دادیں منظور کرتے تھے اور اس طرح گویا مختلف "پولس" مل کر ایک بن جاتے تھے۔ یہ صورت حال ایتولیہ اور اکائیہ اور شائد آرکیڈیا میں پائی جاتی تھی (دیکھو باب ۹، حسب بالا)۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کی تنظیم نہایت ہی غیر مکمل حالت میں تھی، اس لئے کہ اگر اُس کے جلسوں میں نسبتہً کم آدمی آئے تو پھر اس کا اخلاقی دباؤ کیا باقی رہے گا؟ واقعہ یہ ہے کہ علی العموم صرف مرفہ الحال شہری ان میں حصہ لینے کے سفر کی تکلیف گوارا کرتے تھے۔ ان اتحادوں میں وہ اندرونی عضوی ارتقا کی کیفیت نہیں

تتمہ

پائی جاتی تھی جو ہر پولس میں نمایاں تھی بلکہ یہ ادارے متعدد پولسوں کو باہمی متحد کرکے بنے تھے۔ علاوہ ازیں یہ اتحاد صرف اس حالت میں ممکن تھا جب آبادی حصۂ ملک کے مختلف حصوں یا چھوٹے چھوٹے شہروں میں مساوی طور پر پھیلی ہوئی ہو، اس لئے کہ جب اس رقبے میں متعدد شہروں کو تفوق حاصل ہوتا تو وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے سدّ راہ ہوتے رہے (دیکھو آرکیڈیا کا حال، باب ۹)، اور جب ایک ہی کو فوقیت ہوتی تو وہ باقی سب پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا، جس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے پیدا ہوجاتے۔ بیوتیہ میں، باوجود نسلی یکرنگی کے، اورخومینوس تقریباً اتنا ہی تھبز کا مخالف تھا جتنا متی لنہ ایتھنز کا۔ ایسے اضلاع میں چھوٹے بلدیات کو بڑے بلدیات سے ہمیشہ نفرت رہتی تھی، اور بڑے چھوٹوں پر جبر کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ اگر کسی چھوٹے شہر کے شہری سر تسلیم خم نہیں کرتے تھے تو شہر اُن سے خالی کرالیا جاتا تھا اور اُن کی جگہ دوسرے آباد کردئیے جاتے تھے۔ پھر جب موقع ہوتا تو اصلی باشندے واپس آجاتے اور از سر نو مدافعت کرتے تا آنکہ سب کے سب تہ تیغ کردیے جاتے۔

(دیودورس ۱۵، ۵، ۹)۔

الغرض جب باوجود ہزار کوشش کے مختلف اضلاع کا اندرونی اتحاد ناممکن تھا تو تمام ملک یونان کے اتحاد کی کونسی شکل پیدا ہوسکتی تھی؛ اور مختلف اضلاع کے حصوں میں تو تھوڑا بہت تعلق بھی پایا جاتا تھا یونان کی آبادی کے مختلف عناصر میں تو کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے کہ تمام یونان کی کبھی کوئی "کوئے نون" یا وفاقیت قائم نہیں ہوئی۔ ل۔ شمٹ نے خوب کہا ہے کہ یونانیوں میں کبھی نہ کوئی کیف ہاؤزری Kyffhauser پیدا ہوا نہ باربروسہ Barbarossa
ایسی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی ایک مملکت نے غلبہ حاصل کرلیا، اور

اگر اسپارٹا اور ایتھنز کی سیادت محو بھی ہوگئی تھی تاہم جب تھیبز اول نے اپنے دعاوی آزادی یونان کے عین برخلاف یہ مطالبہ کیا کہ ایتھنز اپنا بیڑا ساحل پر کھڑا کر دے تو اُس وقت یہ ثابت ہو گیا کہ بلا ناقابل برداشت جبر و اکراہ کے یونانی مملکتوں کے مابین کسی قسم کا اتحاد ممکن ہی نہیں۔ تتمہ

۵ - یونانیوں کی یہ کوتاہ نظری کہ پولس اُن کی ضروریات کے لئے بالکل مکتفی ہے، عام حالات کے اعتبار سے اُس وقت بھی نقصان رساں تھی جب انھیں کسی بیرونی دشمن کا مقابلہ کرنا نہیں تھا۔ یہ یقینی بات ہے کہ مستقل محالفے یونانی زندگی کا جزو لاینفک بن گئے تھے، لیکن ان کا وجود کلیۃً فریقین کی مرضی پر منحصر تھا، اور اُنھیں یہ اختیار تھا کہ جب چاہیں وہ ان محالفوں کو منسوخ کر دیں۔ بدیں سبب جس مملکت کو تفوق حاصل تھا وہ ہمیشہ یہ دیکھتی رہتی تھی کہ کہیں دوسرے بلدیات کے سر میں علاحدگی کی تو نہیں سمائی، یعنی دوسرے الفاظ میں اُس کا اور ان کا دونوں کا مفاد ایک ہی ہے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کو کسی خاص تجارتی حکمت عملی میں اپنا مفاد نظر آئے، لیکن بالعموم اُس کی بنا محض سیاسی ہوتی تھی مثلاً اعیانی بلدیات دوسرے شہروں کی اعیانی حکومت پر بھروسہ آسانی سے کر سکتے تھے، اور اگر ان شہروں میں اعیانی حکومت نہیں تھی تو پھر اُسے قائم کیا جاتا تھا اور برسر اقتدار فریق کو جلا وطن کر دیا جاتا تھا ورنہ سازش اور بغاوت کا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس صورت حال کا عجیب و غریب نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تمام یونان ایک ہی دستور کے تحت رہتا تو شاید اُس کے مختلف حصوں میں اتنی مداخلت نہ کی جاتی جتنی موجودہ حال میں جب ہر ایک پولس بجائے خود بالکل آزاد تھا، اس لئے کہ اس آزادی ہی کی وجہ سے برسر اقتدار مملکت اپنے کمزور ہمسایوں کے اندرونی امور میں وقتاً فوقتاً دخل اندازی میں مضائقہ نہیں سمجھتی تھی۔ تمام ملک ایک ہی سلسلے میں منسلک نہیں تھا جس کی وجہ سے جب خود مختار حصے ایک دوسرے سے

متصادم ہوتے تھے تو افراد کو کہیں زیادہ نقصان پہنچا تھا بہ نسبت اُس صورت حال کے کہ تمام ملک مختلف ریاستوں کی رفاقیت کی شکل میں ہوتا۔

۶- الغرض گو یونان میں کسی قسم کا مکمل اتحادِ عمل اس لئے ناممکن تھا کہ تمام ملک میں واحد اقتدارِ اعلیٰ کا وجود ناقابل برداشت خیال کیا جاتا تھا، تاہم سیاسی دائرے کے اندر بھی کسی نہ کسی قسم کا اتحادِ عمل پسندیدہ سمجھا جاتا تھا، اور یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ اس اتحادِ عمل کے لئے کسی سربراہ کار، کسی قائد، کسی رہبر کی ضرورت ہے۔ چوتھی صدی ق م کے بعد اور یہ وہ زمانہ تھا جب سیادت کے اس مسئلے پر ہر خاص و عام غور کر رہا تھا، اس کو اصطلاح میں "ہیگے مونیا" یا قیادت کہتے تھے۔ آجکل کے زمانے میں جب کوئی شخص تاریخ یونان کے مسائل پر غور کرتا ہے تو وہ اس لفظ کو اس سے زیادہ وسیع معنی میں سمجھتا ہے جس میں خود یونانی سمجھتے تھے، چنانچہ آجکل اس کا مفہوم بہ نسبت قدیم مفہوم کے زیادہ عام سمجھا جاتا ہے۔ پانچویں صدی ق م میں اس لفظ کے معنی صرف جنگ کے زمانے کی قیادت کے تھے، اور اس سے زمانۂ امن کی سیادت سے مطلب نہیں لیا جاتا تھا۔ طوسی دیدیش ۱/۹۵ وغیرہ کے مطابق جنگ میکالے کے بعد الونیائیوں نے ایتھنزیوں سے استدعا کی کہ وہ ایرانیوں کے خلاف اُن کے "قائد" بن جائیں اس لئے وہ اس "قیادت" کو دوریانیوں کے قبضے میں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، چنانچہ ایتھنزیوں نے اُن کی استدعا کو منظور کر لیا (طوسی دیدیش ۱/۹۶)۔ بلاشبہ اُس زمانے میں یہ اصول تسلیم کر لیا گیا تھا کہ زمانۂ امن میں بھی مختلف مملکتوں کا مفاد مشترک ہو سکتا ہے جو محض مذہبی مرکزوں، بت خانوں اور فال گاہوں سے پورا نہیں ہو سکتا، اور اس مفاد کا سب سے اہم جزو زبردست کی دست بُرد سے زیردست کی حفاظت پر مشتمل ہے۔ یہ فرض یونان کی سب سے

تتمہ

طاقتور مملکت پر عائد ہوتا تھا۔ لیکن وہ مملکت جسے یہ عزت نصیب ہوتی تھی اُسے "قائد" کا لقب نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اُسے "پروستاتیس" یا "محافظ یونان" کہتے تھے۔ مثلاً ہیروڈوٹس ۵ (۱، ۶۹) کہتا ہے کہ کریسوس کو اس کی خبر ہے کہ اسپارٹا "یونانیوں کا محافظ ہے"، اور ۵، ۹۴ میں ارسطاغورس اسپارٹیوں سے کہتا ہے کہ "یونانیوں کی حفاظت کرو۔" لفظ "حفاظت" سے یہاں جو مفہوم ہے وہ وہی ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ ایتھنز میں جو غیر ملکی "میتوئکی" آباد تھے اُن کا "محافظ" ایک ایتھنزی شہری ہوتا تھا، مختلف مدبر "شہریوں کی حفاظت" کرتے تھے (دیموس تھنیس: اولمپیائی تقریر ۳، ۲۷) "سپہ سالار عموم عموم کے محافظ ہوتے تھے (زینوفون: "ہیلے نیکا" ۳، ۲، ۲۷)۔ اس "محافظ" کا ان لوگوں پر قابو نہیں ہوتا جن کی حفاظت اُس کا فرض ہے، بلکہ وہ اُن کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہی اُن کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر ہم اس خیال کو تمام یونان پر منطبق کریں تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ اسپارٹا کا یا اُس مملکت کا جو فی الوقت "محافظ یونان" ہو یہ بڑا بھاری رتبہ سمجھا جاتا تھا، اور بجائے اس کے کہ محافظ مملکت کو حقوق زیادہ حاصل ہوتے، اُس کے فرائض بڑھ جاتے تھے۔

یونانی مصنفوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں یونانی اس اُصول کے لئے (جو "قیادت" یا ہیگے مونیہ کے اصول سے بالکل مغائر تھا) برابر لفظ "حفاظت" یا "پروستاتائے" استعمال کرتے تھے۔ مثلاً زینوفون (ہیلے نیکا ۵، ۱، ۳۶) کہتا ہے کہ "اسپارٹا محافظ امن" تھا، اور دیموس تھنیس یہ کہ ایتھنزیوں کو "قوم کی اور آزادی کی حفاظت کرنی چاہیئے" (۱۵، ۳۰)۔ ایسقراطیس اپنی تصنیف موسومہ "امن" ۴۳، ۶ میں بھی اسی قسم کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ آزادی کے محافظ سے مراد اُس کے "پروستاتیس" سے ہی تھی۔ یونانیوں کا نقطۂ نظر یہی تھا، جملہ بلدیات بالکل آزاد تھے، لیکن اس کی ہمیشہ ضرورت

رہتی تھی کہ ایک ایسا "محافظ" ہو جو زیر دست کو زبردست کے ظلم و تعدی تتمہ
سے بچائے۔ مثلاً دیموس تھنیس ("ارسطقراتیس" ۴ ۱۲) کہتا ہے
کہ ایتھنزیوں کا "دعویٰ ہے کہ وہ یونانیوں کی آزادی کے محافظ ہیں"
(Dem: Cor ۷۰۰)" اور یہ کہ "ایتھنز اس قابل ہے کہ دوسروں کی
حفاظت کر سکے" (Isocr Panegr ۵۷)۔ ارسقراطیس (Phil ۱۶)
کہتا ہے کہ فیلقوس کو چاہیئے کہ وہ "یونانیوں کی حفاظت کرے اور
بربریوں کے خلاف فوج کشی کرے" اور اسی طرح ایک دوسرے
موقع پر (۱۷) وہ لفظ ایپی ستراتیس کا استعمال کرتا ہے۔ زینوفون
("ہیلے نیکا" ۴، ۸، ۴۲) کہتا ہے کہ متی لنہ والے تمام جزیرۂ لسبوس
کے "محافظ" بن جائیں گے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ
(مثلاً دیموس تھنیس: فیلقوسی ۳، ۲۳ میں) یہ لفظ حاکم کے لئے بھی
استعمال کیا جاتا ہے، لیکن ذرا ہلکے معنی میں۔ مقابلہ کرو زینوفون
۴، ۱، ۸۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے اسی مادے سے کوئی ایسا
حاصل مصدر نہیں ہے جو "پروستاتیس" کے مفہوم کو واضح کرے۔
ابتدا میں تو اس کے لئے کوئی لفظ ہی نہ تھا، لیکن زمانۂ مابعد میں
(Isocr Paneg ۳ ۲۰) لفظ "قیادت" یا "ہیگے مونیہ" اس معنی میں
استعمال ہوتا ہے، اور اس سے بھی بعد کے زمانے میں (Dexippa.
Phot. P. صفحہ ۴۶) لفظ "کیدے مونیہ" کا "حفاظت ملکی" کے
معنی میں استعمال ہونے لگا۔ لیکن اگر مجھ سے غلطی نہیں ہوئی اور کوئی
مجرد لفظ اس مادے سے نہیں نکلا تو یہ بہت ہی قابل لحاظ
بات ہے۔ اگر ایسا لفظ ہوتا تو اس سے ایک مستقل عہدے کا
مفہوم واضح ہوتا، اور یونان کی گویا "صدارت" کا خیال عام خیال میں تقویت
پا جاتا۔ یہی وہ بات ہے جو یونانیوں کو کسی طرح مرغوب نہیں تھی۔
وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ محض ضرورت کے وقت "پروستاتیس"

تتمہ

آ موجود ہو، اور اُس کے فرائض محض واقعات و حالات کے مطابق ہوں۔ پروکلیس (زینوفون ۶، ۵، ۳۴) اس لفظ کو بالکل مختلف معنوں میں اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں سے مل جانے کی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں کے دوبدو نہیں بلکہ دوش بدوش کھڑا ہونا چاہئے۔

۷۔ رفتہ رفتہ یونانیوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ایک واقعی مشترک دستور میں بھی بہت سے فائدے ہیں، لیکن کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو یہ بتا سکے کہ یہ دستور کن شرائط پر مشتمل ہونا چاہئے۔ ان کے خیالات بس اس حد تک جا سکے کہ پہلے لفظ ہیگے مونیہ سے مراد قیادت بزمانہ جنگ سے تھی (مثلاً ہیروڈوٹس ۷، ۱۵۸ تا ۱۶۰)، لیکن اب اس لفظ کا انطباق زمانۂ امن میں بھی ہونے لگا۔ اس لفظ کے عام سیاسی معنی زینوفون تک پیدا نہیں ہوتے (اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر اس وقت تک کافی توجہ نہیں کی گئی) بلکہ خود اس لئے بھی اس لفظ کو یک بیک استعمال نہیں کیا تھا۔ ۳، ۵، ۱۴ میں یہ فوجی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، جب وہ کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو اسپارٹا کے خلاف بمنزلہ ”شاہ قائد“ کے ہو جانے کا موقع ہے۔ ۴، ۱، ۸ اور ۴، ۲، ۱۳ میں بھی یہ لفظ فوجی مفہوم ہی میں استعمال کیا جاتا ہے، اور میں ۷، ۱، ۳۳ تک اس کے وہ معنی نہیں دیکھتا جو زمانۂ حال کے مصنفوں نے اُس پر لگائے ہیں۔ ایسقراطیس اُسے پرانے معنی ہی پہناتا ہے (مثلاً Panegyr. ۱۸، ۲۰ وغیرہ)، لیکن ایک جگہ یعنی ۱۰۳ میں اس کے سیاسی معنی لئے جاتے ہیں۔ نیز دیکھو ”اسن“ ۴۶ - Dem. cor. ۶۵ میں اس سے مراد تمام یونان کی قیادت کی نہیں، گو یہ سیاسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض گو یونانیوں کی رائے تھی کہ اُن کے مُلک کے لئے یہ اچھی بات ہے کہ ایک ایسا محافظ ہو جو مظلوموں کی حفاظت کرے،

تتمہ

لیکن اس قسم کا کوئی مستقل عہدہ قائم نہیں کیا گیا۔ لیکن چوتھی صدی ق م سے پہلے تو صرف عام یونانی جنگوں میں ہی ہیگے مونیہ یعنی قیادت کے اصول پر ایک سربراہ کار مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد تھبز جیسی مملکتوں میں زمانۂ امن میں بھی اس قسم کے عہدے کی خواہش کی جانے لگی، اور لوگوں میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا کہ سیاسیات میں بھی ایک واحد مملکت ملک کی رہبری کر سکتی ہے لیکن یہ خیال صرف نظریے تک ہی محدود رہا چنانچہ جب کبھی اس سیاسی قیادت کے اصول پر عمل ہوا، فوراً مختلف قسم کے مشکلات حائل ہو گئے۔ مثلاً اسپارٹا نے، جو یونان کا قدیم "محافظ" تھا، کبھی کسی دوسری مملکت کو "قائد" تسلیم نہیں کیا، گو چند ہی روز کے لئے یعنی ۳۳۸ ق م میں ایتھنز کو تھبز کی قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا پڑا۔

اس کتاب کی چوتھی جلد میں ہم دیکھیں گے کہ اس عہد کے بعد یونان کے اتحاد کے لئے کس کس قسم کی قابل تعریف کوششیں کی گئیں۔

لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک خاص قسم کے "آرخے" یا "اقتدار" کو یونانی ہمیشہ تسلیم کرتے تھے، اور یہ سیادت بحری تھی جس کا دعویٰ ایتھنزیوں نے پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں کیا تھا۔ اس "سیادت بحری" کی سرزمین یونان میں ایک طویل تاریخ ہے جو وثنیاتی دور تک چلی جاتی ہے (دیکھو جلد ۱، باب     )۔ لیکن ہم کو اس قدیم سیادت بحری کے متعلق (جس کا بانی مینوس سمجھا جاتا تھا) بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، خصوصاً ہم اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ آیا اس لفظ سے مراد کسی ایک شہر کے عملی تفوق سے تھی، یا یہ کہ اسکے ساتھ چند سیاسی حقوق بھی اس سے اسی طرح سے مستقل طور پر وابستہ تھے جیسے ایتھنزی سلطنت میں۔ یہاں مناسب ہے کہ ہم اس

تتمہ

واقعے پر زور دیں کہ ابتدائی بحری تفوق کو جس کی تاریخ بہت کچھ مشکوک و مشتبہ ہے "کراٹوس" کہتے ہیں جس سے مراد ایسا دائرۂ اقتدار ہے جو فی الواقع ہو اور اس کے برعکس پانچویں اور چوتھی صدی ق م میں جو سیادت ہے اسے "آرخے" کہتے ہیں یعنی ایسی حکمرانی جو قوانین کے مطابق ہو۔ ان دونوں میں ایک مناسبت تھی وہ یہ کہ جہاں تک ہمارا مبلغ علم ہماری رہنمائی کرتا ہے دونوں محض بحیرۂ ایجین تک ہی محدود تھے۔ Isocr. Paneg. ۷۲ کے مطابق "سیادت بحری" کی ابتدا ایتھنزیوں نے اُس وقت کی جب ایونیائیوں نے اُنھیں جنگ ایران کی سپہ سالاری پیش کی۔ ایتھنزیوں نے اُس کی اس طرح تاویل کی کہ الفاظ "بحری" کے لغوی معنیٰ لے کر بحیرۂ ایجین کی سطح ایتھنز کا مملوکہ قرار دے دیا۔ چنانچہ جیسا ہم جلد ۲ باب ۲۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب اسپارٹا نے اپنی فوج سمندر کی راہ ایپی دوروس بھیجی (طوسی دیدش ۵، ۵۶) تو ایتھنز نے اُسے اپنی مملوکہ سمندر میں مداخلت بیجا قرار دیا۔ نیز اُن کا یہ دعویٰ اسپارٹیوں کی اُن سخت کارروائیوں سے ہوتا ہے جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں اسپارٹیوں نے کیں (دیکھو طوسی دیدش ۲، ۶۷)۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایک مرتبہ اسپارٹیوں نے اُن تمام قیدیوں کو جنھیں اُنھوں نے بحیرۂ ایجین میں قید کیا تھا، جان سے مار ڈالا اور یہ صرف اس لئے کہ ایتھنزیوں نے بحیرۂ ایجین کے ایتھنزی علاقہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جو شخص دشمن کی اراضی پر پکڑا جائے اور اپنے آپ کو دوست ثابت نہ کر سکے تو وہ دشمن قرار دیا جائے گا۔ بلاشبہ اسپارٹیوں کا یہ طرز عمل اس مفروضے پر بھی نہایت ہی ظالمانہ ہوتا۔ لیکن اگر ایجین کو ایتھنزی علاقہ نہ سمجھ لیا جاتا تو پھر اسپارٹی گرفتاروں کو چھو بھی نہیں سکتے تھے۔ ۴۰۴ ق م میں ایتھنز کو زوال کے ساتھ اُس کے بحری تفوق کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

تتمہ

لیکن اس کے بعد جلد ہی اُس نے پھر اپنے پر پرزے جھاڑے اور اس کا از سر نو دعویٰ کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایتھنز نے اس کو صاف کر دیا کہ آئندہ اُس کی یہ خواہش ہرگز نہیں کہ صرف وہی لوگ ایجئین میں اپنے جہاز چلا سکیں جو اُسے خراج ادا کریں، گو اب بھی ایتھنز میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس حق پر زور دیتے تھے اور ایجئین کو "ایتھنزی جھیل" تصور کرتے تھے۔ ایسقراطیس اپنی تقریر "متعلق امن" ۲۱ میں ایتھنزیوں کو صلاح دیتا ہے کہ وہ اس دعوے سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائیں اس لئے کہ یہ اُن کے سیاسی نشو و نما میں سدِ راہ ہے۔ وہ اس نامنصفانہ "سلطنت" اور سچی "قیادت" ("ہیگیے مونیہ") کے درمیان اس قدر تفاوت دیکھتا ہے کہ وہ (۷۴) آخر میں کہتا ہے کہ ایتھنزیوں کو "سلطنت" ("آرخے") کا خیال چھوڑ دینا چاہیئے تاکہ انھیں "قیادت" حاصل کرنے کا موقع حاصل ہو جائے۔ یہ قیادت کچھ اسی قسم کا ادارہ سمجھنا چاہیئے جیسے اسپارٹا کی ملوکیت، جسکے لئے لوگ اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے طیار رہتے تھے اور جس سے غلطی کا امکان نہ رہے حقیقی "قیادت" ("ہیگیے مونیہ") سے مراد یہ تھی قائد کو ہمیشہ "طیار رہنا" پڑتا تھا تاکہ وقت پر "مظلوموں کی مدد کرے" گویا کہ ایتھنز کو "پروستاتیس" یا "محافظ" سمجھنا چاہیئے۔

۹- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں ایتھنز واقعی اپنے بیڑے کے ذریعے سے دوسروں پر ظلم و ستم کرنا چاہتا تھا، اور اس سے اس دعوے کی اصلیت ظاہر ہوتی ہے جو پیلوپیداس نے سوس میں کیا (زینوفون ۷، ۱، ۳۶) کہ ایتھنزیوں کو اپنے بیڑے سے دست بردار ہونا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا مطالبہ ایتھنز سے کرنے کے لئے ایران کا واسطہ ڈھونڈنا ایک تو سخت بدتمیزی تھی اور دوسرے حبِّ وطن کے

تتمہ عین مخالف تھا، اس لئے کہ اگر ایتھنز کے پاس جہاز نہ رہے تو اُسکی جگہ کونسی مملکت لے گی؟ لیکن اگر ہم یہ سوچیں کہ بہت سے یونانیوں کی نگاہ میں اپنے جہازوں کا بے جا استعمال کیا تھا تو ہم کم از کم جذبات کو سمجھ سکیں گے جن کے تحت یہ لغو استدعا کی گئی تھی۔ اب بھی ایتھنزی یہ کہہ سکتے تھے کہ "سیادت بحری" سے وہ ملک کی ایک بڑی خدمت کر رہے ہیں اس لئے کہ انھوں نے ان سب بلدیات کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے جو ان پر اعتبار و اعتماد کریں۔ لیکن چونکہ بہت سے ایسے ایتھنزی بھی تھے جن کے نزدیک ایتھنز کو صرف اُنھیں بلدیات کی حفاظت کرنی چاہئے تھی جو اُسے "خراج" ادا کریں اس لئے بہت سے یونانی اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اس طرح ہماری سمجھ میں فیلقوس کا یہ مطالبہ بھی آجاتا ہے کہ بحری حفاظت کے شرائط میں اس کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے (۳۴۲ ق م)۔ ہیگیسیپوس نے اس بنا پر اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ "اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ایتھنزی فیلقوس کی مدد کے بدون ایتھنزی سمندر کی حفاظت نہیں کر سکتے" (دیکھو Sch. D. ۴۳۶ کا حاشیۂ تقریر De Halonn.

۱۴ ایپ)۔ امر زیر بحث محض سمندر کی حفاظت کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ قیادت بحری کا مسئلہ تھا اور ایتھنزی یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ کسی ایسی مملکت کو ایجیئن میں بیڑا رکھنے کی اجازت دی جائے جس سے اُس کے اقتدار میں کمی ہو جائے۔ اگر صرف اُنھیں کا ایک بیڑا وہاں رہتا تو وہ جس انداز سے چاہتے اپنا حق سیادت کام میں لاتے، لیکن دوسرے بیڑے کی موجودگی میں اُس کا خاتمہ یقینی تھا۔

۱۰۔ ایتھنزیوں کے دعاوی اور دوسرے یونانیوں کی

تتمہ

مخالفت سے عہد قدیم اور عہد حاضر دونوں کے چند واقعات ذہن میں آتے ہیں۔ جس طرح ایتھنزیوں نے بحیرۂ ایجین پر اپنی سیادت کا دعوے کیا اسی طرح فنیقی مغربی بحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس پر سیادت کے مدعی ہوئے اور وینس نے اڈریاٹک کو بلا شرکت غیرے اپنا سمجھا۔ لیکن جب پرتگیزوں نے بحر ہند اور ہسپانویوں نے امریکی سمندروں کے مدعی ہوئے تو اُس وقت قانون عامہ کے مبصروں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے اور انھوں نے مقالے لکھنے شروع کئے۔ بعد میں پرتگیزوں کی جگہ ہسپانویوں نے لے لی، جس سے ولندیزی ملاحوں میں بےچینی کے آثار نمودار ہوئے، چنانچہ جب ہیگو گروتیوس نے اپنی کتاب بحری آزادی" (Mare Liberum) ۱۶۰۹ء میں شائع کی تو اُس نے صرف بنی نوع انسان کی خدمت میں نہیں کی بلکہ خاص طور پر ولندیزی مفاد کی حفاظت بھی کی۔ بحری آزادی کا اصول علی العموم پسند کیا گیا اور ایک انگریز یعنی سیلڈن کی " پابندی بحری" Selden: Mare Clausum کی اشاعت سے اس اصول میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ لیکن عملی میدان میں گروتیوس کی کتاب سے اب بھی مباحث پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور ممالک متحدۂ امریکہ کا یہ خیال کہ بحیرۂ بہرنگ کے نصف مشرقی پر خاص طور پر اپنے قدم جمائے اس ضمن میں نہایت دلچسپ کوشش ہے۔ بعض طاقتور مملکتوں کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ اس قسم کے مخصوص استحقاقات حاصل کریں، اور بحری آزادی کا مسئلہ جس کی وجہ سے یونانیوں میں یہ جھگڑے ہوئے، اب بھی باوجود گروتیوس کی کتاب کے قطعی طور پر طے شدہ نہیں کہا جا سکتا۔

تمت

دینیات -

# اصطلاحات تاریخ یونان قدیم

## جلد سوم

## (۱) تاریخ یونان

| | |
|---|---|
| The Cyclades | کیکلادیس، جزائر مدور۔ |
| Ethnos | نسل۔ |
| Hero-Worship | سورما پوجا |
| Hetairi | یاران شاہی۔ |
| Koinon | وفاقت۔ |
| Mythical | |
| Nomothetai | مقنن۔ |
| Pentacontaetia | خمسینی۔ |
| Phalanx | فوجی جتھا۔ |
| Politeia | دولت عامہ۔ |
| Prostates | حامی، محافظ۔ |
| Psephisma | قرارداد عوام۔ |
| Sacred Bond | قشون مقدس۔ |
| Social War | جنگ حلفا۔ |
| Stoa Poikile | ایوان بوقلمون۔ |
| Synoikismos | ارتباط باہمی۔ |

# (۲) تاریخ وسیاسیات

| | | | |
|---|---|---|---|
| Annals | وقائع۔ | Disturbance | سیاسی اختلال۔ |
| Anabasis | اقدام۔ | Discipline | تادیب۔ |
| Assembly | جمعیت۔ | Dictator | آمر۔ |
| Buffer | حاجب۔ | Engineer | مہندس۔ |
| Confederation | عہدیت۔ | Entente | ایتلاف۔ |
| Casting vote | فیصلہ کن رائے۔ | Epigraphy | کتبیات۔ |
| Cavalry | سوارہ | Flank attack | جناحی حملہ۔ |
| Centre (of the army) | قلب۔ | Flank movement | جناحی حرکت۔ |
| Chronology | سنویت، وقت نگاری۔ | Gymnasium | ورزش گاہ |
| Chamberlain | عرض بیگی۔ | Hegemony | قیادت۔ |
| Club | دائرہ۔ | Indian (American) | اندیانی۔ |
| Cooperation | تعامل۔ | Left wing | میسرہ۔ |
| Chivalry | فروسیت۔ | Migration of peoples | ہجرت اقوام |
| Crisis | بحران۔ | Mobocracy | انبوہ سری |
| Common-wealth | دولت عامّہ | Numismatics | مسکوکیات۔ |
| Commission | ماموریہ۔ | Numismatist | سکّہ شناس۔ |
| Decarchy | عشاریہ۔ | Nobles | اعیان |
| Defensive | دفاعی۔ | Protestentism | احتجاجیت۔ |
| Demagogue | سرانبوہ۔ | Publicist | متبصر امور عامّہ |
| Delegate | مندوب۔ | Right wing | میمنہ۔ |
| Dialects | بولیاں۔ | Wedge shaped | میخ نما |

## (۳) جمالیات، فلسفہ، ادبیات وغیرہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| Actor | سانگی۔ | Frieze | حاشیہ۔ |
| Antithesis | تضاد۔ | Fresco | دیواری تصویر۔ |
| Architecture | تعمیرکاری۔ | Hiatus | تکرار حرف علت |
| Artist | صنّاع۔ | Iambic | دو جزوی رکن۔ |
| Allegorical | تمثیلی۔ | Innuendo | کنایہ۔ |
| Basin of a river | ظرف دریا۔ | The Infinite | لامحدود۔ |
| Bed of a river | تہ دریا۔ | Impeachment | مواخذہ۔ |
| Blank verse | بے قافیہ نظم۔ | "The Laws" | کتاب النّوامیس |
| Categorical imperitive | امرمطلق۔ | Lyric | مزماری۔ |
| | | Maslerpiece | شہ کار |
| Chiaroscuro | ظلّ وضو۔ | Museum | نوادرخانہ، ملکات خانہ |
| Climax | علو۔ | Painter | رنگ کار۔ |
| Crescendo | زور بیان۔ | Painting | رنگ کاری۔ |
| Cynicism | کلبیت۔ | Pediment | سرمثلث۔ |
| Dactyl | سہ جزوی رکن۔ | Perception | ادراک۔ |
| Dainomion | ندائے غیبی۔ | Pyramid | ہرم۔ |
| Dramatis personae | اشخاص ناٹک / ناٹک منش۔ | Reason | عقل۔ |
| | | Relief | منبت کاری۔ |
| Engraving | نقش کاری۔ | Rhythmical | مقفّیٰ |
| Esoteric | اہل باطن۔ | Range of hills | زنجیرۂ کوہی |
| Exoteric | اہل ظاہر | Scholasticism | مدرسیت۔ |
| Exclamation | ندبہ۔ | Style | اسلوب۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| School (of Philosophers) | مسلک | Tragedy | ڈر ڈیہ ۔ |
| Subjective | مضمونی ۔ | Tetrology | چو ناٹکا ۔ |
| Senses | محسوسات ۔ | Types | انواع ۔ |
| Syllable | کلمہ ۔ | Tributary river | معاون دریا |
| Sculpture | سنگ کاری ۔ | The three Unities | تین وحدتیں |
| | | Will | ارادہ ۔ |

# فہرست اعلام

# تاریخ یونان قدیم جلد سوم

## A

| | |
|---|---|
| Abae | ابا ئے۔ |
| Abreas | ابریاس۔ |
| Abydos | ابی دوس |
| Acanthian | اکاں تھوسی۔ |
| Acanthos | اکانتھوس۔ |
| Acarnania | اکارنانیہ۔ |
| Acarnanian. | اکارنانی۔ |
| Acesines | چناب۔ |
| Achaeans | اکائیائی۔ |
| Achaia | اکائیہ |
| Achradina | اخرادینہ۔ |
| Acragas | اکراگاس۔ |
| Accerae | اکیرائے۔ |
| Ada | ادا۔ |
| Admetus | ادمے توس۔ |
| Aegae | اے گئے۔ |
| Aegean | ایجئن۔ |
| Acolis | ایولس۔ |
| Aegospotami | اے گوس پوتامی۔ |
| Aeropus | اے روپوس۔ |
| Aechines | آئیس خنیس۔ |
| Aetolia | ایتولیہ۔ |
| Aegytes | اے گی تیس |
| Agamemnon | آگا میم نون۔ |
| Agesipolis | اگے سی پولس۔ |
| Agesilaus | آگیسی لاؤس۔ |
| Agis | آگس |
| Agrianes | اگریانیس |
| Agyrrhius | اگی رھیوس۔ |
| Ajax | ایاکس۔ |
| Alabanda | الابندا۔ |
| Alcestas | آلکے تاس۔ |
| Alcibiades | الکبیادیس۔ |
| Alea | آلیہ۔ |

| | |
|---|---|
| Alexander | سکندر۔ |
| Alexandretta | اسکندرون |
| Alexandriana | اسکندریانہ |
| Alexandria-Eschate | خوجند۔ |
| Alexis | الک سس۔ |
| Amathias | اماتھیاس۔ |
| Ambracia | امبریسیہ۔ |
| Amon | عمون۔ |
| Amphictionic League | انجمن ہمسائگان |
| Amphiaraus | امفیاراؤس۔ |
| Amphipolis | امفی پولس۔ |
| Amphissa | امفسا۔ |
| Amphissaean | امفسائی۔ |
| Amphitrite | امفتریت |
| Amphium | امفیوم |
| Amyntas | امین تاس۔ |
| Anabasis | اناباسس۔ |
| Anaxibius | اناکسی بیوس۔ |
| Anchialus | انخیالوس۔ |
| Anaxandridas | انکساندریداس۔ |
| Andocides | اندوکی دیس۔ |
| Androclidas | اندروکلی داس۔ |
| Antalcides | انتالکداس۔ |
| Antandrus | انتاندروس۔ |
| Anthedon | انتھے دون۔ |
| Antimachus | انتی ماخوس۔ |
| Antipater | انتی پاتر۔ |
| Anytus | انی توس۔ |
| Aornus | اؤرنوس۔ |
| Apelles | اپےلیس۔ |
| Aphrodite | افرودیت۔ |
| Aphytos | افی توس۔ |
| Apis | اپیس |
| Apollo | اپولو۔ |
| Apollodorus | اپولودوروس۔ |
| Apollonia | اپولونیا |
| Arachosia | ارخوزیہ۔ |
| Arachosia | قندھار۔ |
| Arcadia | ارکیڈیا۔ |
| Arcadians | ارکیڈی۔ |
| Archelaus | ارخے لاؤس۔ |
| Archidamos | ارخی داموس۔ |
| Architas | ارخی تاس۔ |
| Archias | ارخیاس۔ |
| Archinus | ارخینوس۔ |
| Archytas | ارخی تاس۔ |
| Argaeus | ارگائیوس۔ |
| Argelus | ارگے لیوس۔ |
| Argive | ارگوسی۔ |

| | |
|---|---|
| Argos | ارگوس۔ |
| Argyraspidae | ارگی راس پڈائے۔ |
| Aria | آریہ۔ |
| Ariaeus | آریائیوس۔ |
| Ariaspae | اریاسپائے۔ |
| Arioborzanes | اریو بارزان۔ |
| Aristippus | ارسطی فوس۔ |
| Aristogeiton | ارستوگی تون |
| Aristonous | ارسطو نوس۔ |
| Aristophon | ارسطوفون۔ |
| Aristophanes | ارسطوفانیس۔ |
| Aristotle | ارسطاطالیس۔ |
| Aristodemos | ارسطودیموس۔ |
| Arrhabaeus | ارہابیوس۔ |
| Arrian | ارین |
| Artabazus | ارتابازو۔ |
| Artacorna | ارتاکورنا (ہرات)۔ |
| Artemis | ارتےمس۔ |
| Artaxexes | اردشیر بہمن۔ |
| Aryballos | اری بالوس۔ |
| Asclepium | اسکلے پیوم۔ |
| Aspasia | اسپازیا۔ |
| Aspendians | اسپندی |
| Aspendians | اسپندوسی۔ |
| Aspledon | اسپلے دون۔ |
| Atarneus | اتارنیوس۔ |
| Athenaeus | اتھے نایوس۔ |
| Athene-Alea | اتھنے آلیہ۔ |
| Athenian | اتھنزی۔ |
| Athens | ایتھنز۔ |
| Atrometus | اترومیتوس۔ |
| Attalus | اتالوس۔ |
| Attic | اٹیکائی۔ |
| Aulis | اؤلیس۔ |
| Autocles | اوتوکلیس۔ |
| Autophradates | اوتوفراداتیس۔ |
| Axius | اکسیوس۔ |
| Azemileus | ازےملکوس۔ |

# B

| | |
|---|---|
| Babylon | بابل۔ |
| Babylonian | بابلی |
| Bacchus | باکھوس۔ |
| Bactra | بلخ |
| Bactria | باختر۔ |
| Baptae | باپ تائے۔ |
| Barsine | برسینہ۔ |
| Bel | بیل۔ |
| Bessus | بیسوس۔ |

| | |
|---|---|
| Boeotarch | بیوتارخ۔ |
| Boeotia | بیوتیہ۔ |
| Boeotian | بیوتی۔ |
| Bosporus | باسفورس |
| Bottiaeans | بوتیائی۔ |
| Bucephala | بوکے فالہ۔ |
| Byzantium | بیزنطہ۔ |

# C

| | |
|---|---|
| Cabiri | کابی ری۔ |
| Cadmea | کادمیہ۔ |
| Callimachus | کالی ماخوس۔ |
| Callias | کالیاس |
| Callines | کالی نیس۔ |
| Callipus | کالی پوس۔ |
| Callisthenes | کالس تھنیس۔ |
| Callistratus | کالستراتوس۔ |
| Calydon | کالی دون۔ |
| Camarina | کامارینہ |
| Camirus | کامی روس۔ |
| Campania | کمپانیہ |
| Candace | کنداسکے |
| Canopus | کانوپوس۔ |
| Cappadocia | کاپادوسیا۔ |
| Cardia | کاردیہ۔ |
| Carduchi | کاردوچی۔ |
| Caria | کاریہ۔ |
| Carmania | کرمان۔ |
| Carrhae | کارہے۔ |
| Carthage | قرطاجنہ۔ |
| Carthaginian | قرطاجنی۔ |
| Caryae | کاریائے۔ |
| Cassander | کساندر۔ |
| Caspain Sea | بحر خزر۔ |
| Caulonia | کاؤلونیہ۔ |
| Caunus | کاؤنوس۔ |
| Celaenae | کیلائے نائے۔ |
| Cenchreae | کنکریائے۔ |
| Centrites | کنتری تیس۔ |
| Cephallonia | کیفالونیہ۔ |
| Cephalus | کیفالوس۔ |
| Cephisodotus | کیفی سودوتوس۔ |
| Ceramus | کیراموس۔ |
| Cersobleptes | کرسوبلیپ تیس۔ |
| Cesiphus | کیسی فوس۔ |
| Chabrias | خابریاس۔ |
| Chaerephon | خئے ریفون۔ |
| Chaeronia | خیرونیہ۔ |
| Chalcedon | خالکیدون۔ |
| Chalcidice | خالکدیس۔ |
| Chalcidian | خالکدیسی۔ |

| | |
|---|---|
| Ephorus | الفوروس۔ |
| Epicrates | ایپی کراتیس۔ |
| Epidaurian | ایپی دوروسی۔ |
| Epidaurus | ایپی دوروس |
| Epirote | ایپائیروسی۔ |
| Epirus | ایپائروس۔ |
| Eretria | ایریتیریا |
| Ergocles | ارگوکلیس۔ |
| Erigon | ایریگون۔ |
| Eros | ایروس۔ |
| Erytharae | ایریتھراسئے۔ |
| Eryx | ایریکس۔ |
| Etna | ایتنہ۔ |
| Etruscan | اتروری۔ |
| Euboea | یوبیہ۔ |
| Euboean | یوبیائی۔ |
| Euclea | اقلیہ۔ |
| Euclides | اقلیدس۔ |
| Eudamidas | یودامداس۔ |
| Eudoxus | یودوکسوس۔ |
| Euergetae | یوئرگتائے۔ |
| Euphrates, | فرات۔ |
| Euridice | یوریدیس |
| Euripides | یوری پدیس۔ |
| Euripus | یوریپوس۔ |
| Eutrasians | یوترسے زی۔ |
| Evagoras | ایواغورس۔ |

## G

| | |
|---|---|
| Galaxidorous | گالاکسی دوروس |
| Garganos | گارگانوس |
| Gaugamela | گوگامیلا۔ |
| Gaza | غزہ۔ |
| Gedrosia | مکران۔ |
| Gela | گیلا۔ |
| Gerontes | گیرونتیس۔ |
| Granicus | گرانی کوس۔ |
| Greece | یونان۔ |
| Gorgias | گورگیاس۔ |
| Gylippus | گی لپوس۔ |
| Gytheum | گی تھیوم۔ |

## H

| | |
|---|---|
| Hadranon | ہدرانون۔ |
| Haemus | ہیمےموس۔ |
| Haliartus | ہالیارتوس۔ |
| Halicarnassus | ہالی کارناسوس۔ |
| Halicis | ہالی آئیس۔ |
| Halacmon | ہالیاک مون۔ |
| Halus | ہالوس۔ |
| Harmodius | ہارمودیوس۔ |
| Harpalos | ہارپالوس۔ |

| | |
|---|---|
| Helycus | ہالی کوس۔ |
| Hecatomnus | ہکاتومنوس۔ |
| Hegesippus | ہیگے سپوس۔ |
| Heliast | ہے لیاست۔ |
| Helleporos | ہیلے پوروس۔ |
| Hellespont | ہیلس پونت۔ |
| Helos | ہیلوس۔ |
| Helot | ہیلوت۔ |
| Hephaestion | ہفائسیتون۔ |
| Hera | ہیرا۔ |
| Heracles | ہرقل۔ |
| Heraclia | ہرقلیہ۔ |
| Heraclidae | ہرقلیان۔ |
| Heraclides | ہرقلیدس۔ |
| Heraea | ہیرائیہ۔ |
| Hermae | ہرمے۔ |
| Hermione | ہرمیونے۔ |
| Hermocrates | ہرموکراتیس۔ |
| Hermogenes | ہرگومنیس۔ |
| Herodas | ہیروداس۔ |
| Herodotus | ہیروڈوٹس۔ |
| Heromenes | ہیرومنیس۔ |
| Hetairiae | ہتیائے ریائے۔ |
| Hicetas | ہکے تاس۔ |
| Hiero | ہیئے رو۔ |
| Hipparinus | ہپارینوس۔ |
| Hipponium | ہپونیوم۔ |
| Hydaspes | جہلم۔ |
| Hypaspistae | ہی پاس پتاسے۔ |
| Hypatis | ہی پاتس۔ |
| Hyphasis | بیاس۔ |
| Hyperbolus | ہی پرلوبوس۔ |
| Hyperides | ہی پریدیس۔ |
| Hydraotes | راوی۔ |
| Hyrcania | مازندران۔ |
| Hyrcanium Mare | بحر خزر۔ |

## I

| | |
|---|---|
| Ialysus | یالی سوس۔ |
| Iassus | یاسوس۔ |
| Iberian | ایبریائی۔ |
| Icos | ایکوس۔ |
| Idreius | ادریوس۔ |
| Illyria | الیریہ۔ |
| Illyrian | الیریائی۔ |
| Imbros | امبروس |
| Ionia | ایونیہ۔ |
| Ionians | ایونیائی۔ |
| Ionic | ایونی۔ |
| Iphicrates | ایفیکراتیس۔ |

| | |
|---|---|
| Isaeus | ازائیوس۔ |
| Ischolaus | اسخولاؤس۔ |
| Isocrates | ایسقراطیس۔ |

## J

| | |
|---|---|
| Jason | یاسون۔ |
| Jaxertes | سیحون۔ |

## L

| | |
|---|---|
| Lacedaemon | لاکے دیمون۔ |
| Lacedaemonian | لاکے دیمونی |
| Laconia | لقونیہ۔ |
| Laconian | لقونوی۔ |
| Lacrates | لکراتیس۔ |
| Lagus | لاگوس۔ |
| Lampsacus | لمپساکوس۔ |
| Laos | لاؤس۔ |
| Lebadea | لبادیہ۔ |
| Lecnaeum | لیخائیوم۔ |
| Lemnos | لیمنوس۔ |
| Leocrates | لیوکراتیس۔ |
| Leon | لیون۔ |
| Leonnatus | لیوناتوس۔ |
| Leontiades | لیون تیادیس۔ |
| Leontini | لیون تینی۔ |
| Leotychides | لیوتی خدیس۔ |
| Lepreum | لپریوم |
| Leucas | لیوکاس۔ |
| Leuctra | لیوکترا۔ |
| Lindus | لندوس۔ |
| Lissus | لیسوس۔ |
| Locrian | لوکرسی۔ |
| Locris | لوکرس۔ |
| Lucani | لوکانی۔ |
| Ludias | لودیاس۔ |
| Lycaonia | لیکاؤنیہ۔ |
| Lycia | لیسیہ لکیہ۔ |
| Lycon | لیکون۔ |
| Lycurgus | لائی کرگس لیکرگوس۔ |
| Lydia | لیدیہ۔ |
| Lyncastaean | لینکاستائی۔ |
| Lyncestae | لنکستاسے۔ |
| Lysander | لیساندر۔ |
| Lysias | لی سیاس۔ |
| Lysicles | لی سکلیس۔ |
| Lysimachus | لیسی ماخوس۔ |
| Lysippus | لی سپوس۔ |

## M

| | |
|---|---|
| Macedonia | مقدونیہ۔ |
| Macedonian | مقدونوی۔ |
| Maeander | میاندر۔ |
| Megalopolis | میگالوپلس۔ |

| | |
|---|---|
| Magnesia | مگنیشیہ۔ |
| Magnetes | ماگنےتیس۔ |
| Magon | ماگون۔ |
| Malli | مالی۔ |
| Mamercus | مامرکوس۔ |
| Mandyrium | ماندی ریوم۔ |
| Mantinea | مین تی نیہ۔ |
| Maracanda | سمرقند۔ |
| Margiana | مرغیانہ۔ |
| Margos | مرغاب۔ |
| Marsyas | مارسیاس۔ |
| Massalia | مسالیہ۔ |
| Massene | مسینے۔ |
| Mazaeus | مازائیوس۔ |
| Megara | میگارا۔ |
| Memnon | میم نون۔ |
| Memphis | میم فس |
| Mentor | مین تور۔ |
| Messenia | مسینیہ۔ |
| Metapontum | میتاپونتوم |
| Methone | میتھونے۔ |
| Midias | مدیاس۔ |
| Mieza | میے زا۔ |
| Miletus | ملطہ۔ |
| Mithradates | متھراداتیس۔ |
| Molossi | مولوسی۔ |
| Moronea | مورونیہ۔ |
| Motye | موتیہ۔ |
| Musicanus | موزیکانوس۔ |
| Mycale | میکالے۔ |
| Mylasa | میلاسہ۔ |
| Myndus | میندوس۔ |
| Myriandros | میریاندروس |
| Mytilene | متی لنہ۔ |
| Myus | میوس۔ |

## N

| | |
|---|---|
| Naples | نیپلز۔ |
| Naryx | ناریکس۔ |
| Naucata | نوتاکا۔ |
| Naucratis | نئوکراتس۔ |
| Nausicles | نائوسکلیس۔ |
| Nausinicus | نوزی نی کوس۔ |
| Neapolitan | نیپلزی۔ |
| Nearchus | نیارخوس۔ |
| Nectanebus | نکتانےبوس۔ |
| Nereidae | نرئی دے۔ |
| Nestus | نستوس۔ |
| Nicaea | نقیہ۔ |
| Nicanor | نکانور۔ |
| Nicocles | نکوکلیس۔ |

| | |
|---|---|
| Nicostratus | نکوستراتوس۔ |
| Niobe | نیوبے۔ |
| Nisaeus | نسیائیوس۔ |
| Nola | نولا۔ |

## O

| | |
|---|---|
| Odessus | اودیسوس۔ |
| Oeniadae | اوےنیاداے۔ |
| Olympias | اولیمپیاس۔ |
| Olympus | اولمپوس۔ |
| Olynthic | اولنتھوسی۔ |
| Olynthus | اولنتھوس۔ |
| Onesicritus | اونےسیکریتوس۔ |
| Onymarchus | اونی مارخوس۔ |
| Orchomenus | اورخومینوس۔ |
| Orestae | اورستاے۔ |
| Oritae | اوری تاے۔ |
| Orontes | اورونتیس۔ |
| Ortygia | اورتی گیا۔ |
| Oxus | جیحون۔ |
| Oxyartes | اوکسیارتیس۔ |
| Oxydracae | اوکسیدراکاے۔ |

## P

| | |
|---|---|
| Paeonians | پیونیائی۔ |
| Pagasaean Gulf | خلیج پاگاساے |
| Pagasae | پاگاساے۔ |
| Pammenes | پامنیس۔ |
| Panathenaecus | پان اتھینائکوس۔ |
| Pandosia | پندوسیا۔ |
| Panegyricus | پانےگے ریکوس۔ |
| Pangaeus | پنگائیوس |
| Panticapeum | پانتی کاپیوم۔ |
| Paralus | پارالوس۔ |
| Parium | پاریوم۔ |
| Parmenio | پارمے نیو۔ |
| Parnassus | پارناسوس۔ |
| Paropamisadae | پاروپامیساداے |
| Parrhasius | پرھازیوس۔ |
| Parthenon | پارتھے نون۔ |
| Parthia | خراسان۔ |
| Parysatis | پری زادی۔ |
| Pasargadae | پسارگاداے۔ |
| Patala | پتالہ۔ |
| Pausias | پاؤزیاس۔ |
| Peithon | فیثون۔ |
| Pella | پیلا۔ |
| Pelopidas | پیلوپی داس۔ |
| Peloponnese | پیلوپونیز |
| Peloponesian war | جنگ پیلوپونیز |
| Pelusium | پیلوزیوم۔ |
| Peparethos | پیپاریتھوس۔ |

| | |
|---|---|
| Perdiccas | پرڈی کاس۔ |
| Pergamum | پرگامم۔ |
| Pericles | فارقلیس۔ |
| Perrhaebi | پیرھائبی |
| Persepolis | اصطخر۔ |
| Peucestas | پیوکستاس۔ |
| Phalaecus | فالائےکوس۔ |
| Pharnabazus | فرنا بازو۔ |
| Pharasmanes | فرسمان۔ |
| Pherae | فیرائے۔ |
| Philip | فیلقوس۔ |
| Philippeum | فلیپیم۔ |
| Philippi | فلپی۔ |
| Philippic | فیلقوسی۔ |
| Philippopolis | فلپوپلس۔ |
| Phillistus | فلستوس۔ |
| Philoctetes | فلوکتےتیس۔ |
| Philocrotes | فلوکراتیس۔ |
| Philoxenus | فلوکسےنوس۔ |
| Phoebidas | فیبداس۔ |
| Phocian | فوکسی۔ |
| Phocion | فوکیون۔ |
| Phoeincians | فیقی |
| Phocis | فوکس۔ |
| Phratria | برادری، فراتریہ۔ |
| Phrygia | افروجیہ۔ |
| Phyle | قبیلہ، فیولے۔ |
| Pinarus | پیناروس۔ |
| Pisistratidae | پی سستراتوسی۔ |
| Plataea | پلاٹیہ۔ |
| Plato | افلاطون۔ |
| Plutarchus | پلوٹارخوس۔ |
| Polemarchus | پولیمارخوس۔ |
| Polycletus | پولیکلےتوس۔ |
| Polycrates | پولیکراتیس۔ |
| Polytimetus | سرافشان۔ |
| Pontus | افشین، پونتوس بحر اسود۔ |
| Poseidon | پوسئیڈون۔ |
| Posidonia | پوسیدونیہ۔ |
| Porous | پوروا۔ |
| Potidea | پوتی دیا۔ |
| Praxiteles | پراکسی تےلیس۔ |
| Pridias | پریدیاس۔ |
| Priene | پری اینے۔ |
| Procdros | پروئیدروس۔ |
| Prodicus | پرودیکوس۔ |
| Protogenes | پروتوگنیس۔ |
| Prytanes | پری تانیس۔ |
| Ptolemaeus | بطلیمائیوس۔ |
| Pura | بامپور۔ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| Puteoli | پوتیولی۔ | Scythian | اسکیتھی۔ |
| Pydna | پیدنا۔ | Seleucus | سلیوکوس۔ |
| Pytheus | فیتھوس۔ | Semiramis | سمی رامس۔ |
| Pythia | فیتھیہ۔ | Sestos | سستوس۔ |
| Python | فیتھون۔ | Sicels | سقالی۔ |
| **R** | | Sicilian | صقالوی۔ |
| Rhodes | رھوڈز۔ | Sicyon | سکیون۔ |
| Roxana | روشنک۔ | Sicyonian | سکیونی۔ |
| **S** | | Sidon | سیدا۔ |
| Sabazios | سبازیوس۔ | Sinope | اسنوف۔ |
| Salamis | سالامس۔ | Sipontum | سپونتوم۔ |
| Samian | ساموسی۔ | Socrates | سقراط۔ |
| Samnites | سامنی۔ | Soli | سولی۔ |
| Samos | ساموس۔ | Solon | سولن، سولون۔ |
| Samothrace | ساموتھریس۔ | Sophodrias | سوفودریاس۔ |
| Sardis | ساردس۔ | Sparta | اسپارٹا۔ |
| Saronic Gulf | خلیج سارون۔ | Spartan | اسپارٹی۔ |
| Satibarzanus | ستی بارزان۔ | Spartiate | اسپارٹائی۔ |
| Sciathos | سکیاتھوس | Speusippus | سپوسی پوس۔ |
| Scillus | سکی لوس۔ | Statira | ستاتیرہ۔ |
| Scipio the elder | سی پیو اکبر۔ | Stratocles | ستراتوکلیس۔ |
| Sciritae | سکی ریتائے۔ | Struthas | ستروتھاس۔ |
| Scopas | سکوپاس۔ | Suessula | سوئیسولا۔ |
| Scylletium | سکی لے تیوم۔ | Susa | سوس۔ |
| Scyros | سکی روس۔ | Symmoriae | سیموریائے۔ |

| | |
|---|---|
| Timolaus | تمولاؤس ۔ |
| Timotheus | تمودیوس ۔ |
| Tiribazus | تری بازو ۔ |
| Tissamenus | تسامینوس ۔ |
| Tissaphernes | تسافرنز |
| Tithroastes | ٹتھ راؤس تیس ۔ |
| Tralles | ترالیس ۔ |
| Trapezus | طرابزون ۔ |
| Triballi | تری بالی ۔ |
| Trierachia | تریرارخیا ۔ |
| Triphylia | تری فیلیہ ۔ |
| Triton | تری تون ۔ |
| Triopium | تریوپیوم ۔ |
| Troizen | ترواۓ زین ۔ |
| Troizenian | ترواۓ زنی ۔ |
| Trophonius | تروفونیوس ۔ |
| Tyana | تیانہ ۔ |
| Tyre | صور |

## V

| | |
|---|---|
| Varna | وارنہ ۔ |

## X

| | |
|---|---|
| Xenoi | زینوئی ۔ |
| Xenophon | زینوفون ۔ |
| Xerxes | زرکسز ۔ |

## Z

| | |
|---|---|
| Zadracarta | زدراکارتا ۔ |
| Zacynthos | زاکینتھوس ۔ |
| Zarangi | زرنگی ۔ |
| Zariaspa | زاریاسپا ۔ |
| Zeus Ammon | زیوس امون ۔ |
| Zeuxis | زیوکسس ۔ |

تمت

# صحت نامہ

## تاریخ یونان قدیم جلد سوم

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴ | ۱۴ | بعد | بعید | ۱۳ | ۲۴ | Munoris | Minoris |
| ۵ | ۱۰ | رہے | رہتے | ۱۴ | ۱۹ | اور لمپیا | اولمپیا |
| 〃 | ۱۶ | کام | تام | ۱۵ | ۱۸ | پئوسائناس | پئوسانیاس |
| 〃 | 〃 | نام | × | ۱۸ | ۲۲ | اشپارٹی | اسپارٹی |
| 〃 | ۲۳ | لیساندر ۳۰ ڈگروٹ | لیساندر ۲۰-۳ | ۱۹ | ۱۵ | کرکے | کرے |
| | | | گروٹ | ۲۰ | ۲۰ | سی پیوا اکبر | سی پیو اکبر |
| ۶ | ۸ | تایازو | قرنا بازو | ۲۳ | ۷ | شٹڑولن | شٹرلن |
| ۸ | ۲۱ | Zeg | Zug | 〃 | ۸ | تعبر | تعبز |
| 〃 | ۲۳ | Herzlberg | Herzberg | ۲۴ | ۲۴ | جیں | ہیں |
| 〃 | ۲۴ | Alberthu- | Alterthu- | ۲۶ | ۱۲ | نقادول | نقادوں |
| | | mskunde | mskunde | 〃 | ۱۹ | کول - بریوکر | کول بریوکسر |
| ۱۱ | ۱ | اور ومیتوں | اور دونتیوں | 〃 | ۲۰ | und | and |
| 〃 | ۲۰ | جال بازوں | جاں بازوں | ۳۰ | ۸ | دوتو | دونوں |
| ۱۲ | ۱۵ | مسکمہ | مسلمہ | 〃 | ۱۷ | اسا | انہیں |
| ۱۳ | ۱۹ | باربن | بارین | ۳۲ | ۲۳ | und | and |
| 〃 | ۲۳ | کرمو کتشس | کرمبو لتشس | 〃 | ۲۴ | Hauq | Haug |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۳ | ۷ | Leben-besehr. شلائتر | Leben-beschr. شلائتنر |
| ۳۴ | ۷ | Blars | Blass |
| ۳۶ | ۱۴ | ہتیائے ریائے | ہیتائے ریائے |
| ؍؍ | ۱۷ | جذیے | جذبے |
| ۳۹ | ۴ | ەرالتی | عدالتی |
| ؍؍ | ۲۱ | ۱۶۸۰ | ۱۶۸ |
| ؍؍ | ۲۳ | Statdt | Stadt |
| ۴۰ | ۱۴ | دی | دیا |
| ۴۲ | ۵ | قرو | ٹرو |
| ۴۳ | ۱۷ | تحریک | درخواست |
| ؍؍ | ۲۵ | یمنائے | مینائے |
| ۴۴ | ۱۵ | ندو وائے علمی | "نمائے علمی" |
| ۴۶ | ۲۴ | رھوڈر | رھوڈز |
| ۴۸ | ۲۳ | رو بلوئر | امہوف بلوئمر |
| ۴۹ | ۱۳ | مدیدیوں | عدیدیوں |
| ۵۲ | ۱۳ | تھراوس تیس | تھتھراوس تیس |
| ؍؍ | ۱۸ | الے پیکراتیس کی | الے پیاراتیس کی |
| ۵۳ | ۵ | بلاد | بلدیات |
| ۵۴ | ۱۲ و ۱۸ | پیئوسایناس | پئوسانیاس |
| ۵۶ | ۶ و ۱۰ | سپہ سالار اگےسی پولس | سپہ سالار شاہ اگے سی پولس |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| | | (ولد پئوسایناس) قائم مقام | (ولد پئوسانیاس) کا قائم مقام |
| ۵۷ | ۳۱ | اسگےسی لائوس | اگےسی لائوس |
| ؍؍ | ۲۳ | زیجہ نوفن | زینوفون |
| ۵۸ | ۱۹ | حتی الوسیع | حتی الوسع |
| ۶۰ | ۱۷ | گریٹ | کریٹ |
| ۶۴ | ۲۴ | صفحہ | صفحہ ۱۷- |
| ۶۵ | ۱۱ | Orinth-thiaci | Corin-thiaci |
| | . | Aristoer. | Aristocr. |
| ۷۱ | ۱۸ | پیئوسایناس | پئوسانیاس |
| ۷۲ | ۲۴ | Beloech | Beloch |
| ۷۴ | ۱۸ | ایک دی کوس | ایک دی کوس |
| ۷۶ | ۶ | اسپندیوں | اسپندونیوں |
| ۷۷ | ۵ | تاکسی بیوس | اناکسی بیوس |
| ۸۴ | ۵ | Pesi | Peri |
| ۸۵ | ۷ | کورنتھ | کورنتھ |
| ؍؍ | ۱۳ | مین لی نیہ | مین تی نیہ |
| ۸۶ | ۲۲ | Fenilles de mantinée | Fouilles de Mantinée |
| ۸۷ | ۲۳ | (tineraire میں ۳۳ نقشہ | Itineraire میں نقشہ ۳۳ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۹۲ | ۸ | خودشمال | شمال | ۱۳۱ | ۱۸ | بومتوہ | پومتوو |
| 〃 | ۲۰ | دو | تین | ۱۴۰ | ۱۶ | مطمح نظر | کا مطمح نظر |
| ۹۴ | ۱ | نظر آتی تھی | نظر آنے لگی | 〃 | ۲۴ | میں | نے |
| ۹۵ | ۳ | عہدے | عہد | ۱۴۳ | ۷ | ملی | مل گئی |
| ۹۷ | ۱ | بورا کی | بورا کی | 〃 | ۱۸ | (۳) | ۵۳ |
| 〃 | ۱۲ | کو | کا | ۱۴۳ | ۳ | کا زیاے | کاریاے |
| 〃 | ۲۰ | تنازع | تنازعہ | ۱۴۴ | ۱۹ | گےسی لاؤس | اگےسی لاؤس |
| ۹۸ | ۱۹ | اس کتاب کا | اس کتاب | 〃 | ۲۳ | کارنیوس | x |
| | | نواں باب | کے نویں باب | ۱۴۶ | ۶ | پانوں | پاؤں |
| | | | کے حواشی اور | ۱۵۹ | ۱۷ | لے | نے |
| ۱۰۰ | ۱۳ | تگیاس | نکیاس | ۱۶۳ | ۱ | قبضہ | قبضہ کرنا |
| ۱۰۸ | ۷ | تھہ ریا | تھریا | 〃 | ۹ | ہوجاے | ہوجائیگی |
| ۱۰۹ | ۱۴ | Num. O | Num. | ۱۶۶ | ۳ | نے | نے بھی |
| | | chron. | chron. | ۱۷۳ | ۲۲ | ۵۳۳ ،( | ۵ ۳۳ ،۱ |
| 〃 | ۱۶ | حرف ..... | حروف E Θ | ۱۷۵ | ۱ | ہیرلی کی نیہ | ہیرالا کی نیہ |
| ۱۱۳ | ۱۱ | سیون ٹاکس | سیون ٹاکسس | 〃 | ۱۹ | قرطاجنیئوں | قرطاجنیوں |
| ۱۱۴ | ۲۳ | Deos c. | De soc. | ۱۷۹ | ۱۱ | لی گی نی | لاگی نی |
| ۱۱۶ | ۸ | اسپازٹیوں | اسپارٹیوں | ۱۸۱ | ۱۰ | | |
| 〃 | ۲۱ | آزادگی | آوارگی | ۱۸۴ | ۳ | | |
| 〃 | ۲۲ | تھبیس پیاے | تھیس پیاے | ۱۸۲ | ۱۲ | Grossgrie- | Grossgrie- |
| ۱۲۴ | ۴ | تھیس پیا | دو | | | chenlend | chenland |
| ۱۳۰ | ۲۴ | اپامنونداس | اپامنونداس | ۱۸۹ | ۲۳ | ۲۲۲۷۰۱۵ | ص ۲۲۲ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۱۹۱ | ۲۳ | ستراتی کرس | استراتی کوس |
| ۱۹۳ | ۱۹ | ستیپن | ستیپین |
| ۲۰۱ | ۱۰ | آزادآنہ | آزادانہ |
| ۲۰۷ | ۲۴ | ۵۴ | ۵۲ |
| ۲۰۹ | ۱۱ | دی گئی | کی گئی |
| ۲۱۳ | ۷ | بچے تھے اسپارٹا | بچے تھے اتھنز اسپارٹا |
| ۲۱۵ | ۲۰ | دساز | دراز |
| ۲۱۸ | ۱۸ | اول اور | اول سے اور |
| ۲۲۱ | ۱۲ | کوئی سیاسی | کوئی ایسا سیاسی |
| ۲۲۴ | ۵ | منطبق | انطباق |
| ۲۲۵ | ۱۹ | عام | عامّہ |
| ۲۲۷ | ۱۷ | اکادیہ | اکادیمیہ |
| ۲۳۰ | ۲۳ | اتی ریتی | اتیٔ ریتی |
| ۲۳۲ | ۲۴ | Kunslder-geschichte | Kunstler-geschichte |
| ۲۳۳ | ۹ | feoit | fecit |
| 〃 | ۱۳ | ابعد | مابعد |
| ۲۳۴ | ۱۲ | Schacfer | Schaefer |
| ۲۳۷ | ۱۳ | حب | جب |
| ۲۴۱ | ۲۴ | اُس | ایتھنز |
| ۲۴۲ | ۱۶ | عیشران | دیشتران |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۲۴۲ | ۲۱ | وڈنبرگ | روزن برگ |
| 〃 | ۲۲ | فیلقوس کی | فیلقوسی |
| ۲۴۵ | ۱۹ | Akademic | Akademie |
| ۲۵۵ | ۱۱ | خریبوتیہ | خریبوتیس |
| ۲۵۶ | ۱۷ | لکارگوس | لیکرگوس |
| ۲۵۷ | ۸ | Wiedmann & G. G. curtius | Wiedmann & Curtius G. G. |
| ۵۸ | ۸ | Geneologie Ath | Geneologic Ath. |
| | | کے بوجب | کے بموجب |
| | | ۹، ۷، ۴۰ | ۹، ۷، ۴۰ |
| ۱۶۱ | ۱۲ | ادونس | ادونیس |
| ۲۷۸ | ۶ | اسلئے | کیوں |
| ۲۸۰ | ۲۴ | ہیلیپونت | ہیلیسپونت |
| ۲۸۴ | ۲۴ | معاصروں کی کامیابی کے ساتھ محاصرہ کیا | محاصروں کی کامیابی کے ساتھ مدافعت کی |
| ۲۹۲ | ۲۰ | کرسوپلیپ تیس | کرسوپلیپ تیس |
| ۲۹۴ | ۲۳ | قتاریہ | تقاریہ |
| ۳۰۱ | ۲۱ | روزنسبرگ | روزنبرگ |
| ۳۰۲ | ۱۲ | الس خیس | الس غنیس |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۰۵ | ۱۲ | اور بہت سے | بہت سے |
| " | ۲۲ | اب تو | اب |
| | | ڈیموس تھنیس | ڈیموس تھنیس |
| ۳۰۷ | ۱۳ | Ctoso-phontea | Ctesi-phontea |
| " | ۲۵ | چیز ہے | چیز |
| ۳۱۱ | ۱۸ | ایتھنر | ایتھنز |
| " | ۲۲ | Plot. | Plut. |
| " | ۲۴ | امان | امان |
| ۳۱۴ | ۱۳ | ادارے | ادارے |
| ۳۱۹ | ۱۴ | پہلی | پہلی |
| ۳۲۰ | ۱۴ | سیونوگوروس | سیونے گوروس |
| ۳۲۶ | ۷ | دشمن تھے انھوں نے | دشمن تھے لیکن انھوں نے |
| ۳۳۱ | ۱۲ | یونانی نے اپنی | یونانی اپنی |
| ۳۳۵ | ۱۵ | تاکہ | کہ |
| ۳۳۸ | ۸ | یھنزیوں | ایتھنزیوں |
| ۳۴۱ | ۲۲ | دوسرے سے اسی لئے تو | دوسرے سے تو |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۴۴ | ۶ | مسئلہ | سوال |
| ۳۴۵ | ۲ | یہ سوال یہ | یہ سوال |
| " | ۲۰ | اعاہ | امداد |
| ۳۴۶ | ۲ | تفسکی | تفسلی |
| ۳۴۹ | ۱۶ | صمادر | صاد |
| ۳۵۴ | ۲۳ | Paec | Pace |
| ۳۵۵ | ۱۳ | Lycnrgo | Lycurgo |
| " | ۲۳ | یوسلنے | بوسلنے |
| ۳۵۷ | ۲۱ | Panly | Pauly |
| " | " | بوتیز | برنیز |
| ۳۵۸ | ۲۰ | آلو-سنے سوس | ہاؤنے سوس |
| ۳۶۱ | ۱۷ | ہوکہ | ہٹوک |
| ۳۶۲ | ۱ | کاردیہ | کاردیہ |
| ۳۶۳ | ۲ | مغصلہ | مفقلہ |
| ۳۶۹ | ۱ | کہ ایک | کہ دیلفی میں ایک |
| ۳۷۳ | ۱۶ | ہوفال | ہوفمان |
| ۳۸۱ | ۶ | کی | کیا |
| " | ۱۱ | چلی | چلا |
| ۳۸۸ | ۱۵ | ڈیموس تھنیس | فیلقوس |
| ۴۰۵ | ۹ | Serhist | Scr. hist |
| ۴۱۰ | ۱۰ | بجناریہ اور سوگیانا | باختر و سغدین |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴۲۵ | ۱۵ | بنتا | جاری |
| ۴۲۶ | ۱۱ | کیلنڈریڈلس | کیلنڈریرس |
| ۴۳۳ | ۱۵ | زرکستہ | زرکسنز |
| ۴۳۹ | ۸ | خاص | خالص |
| ۴۴۱ | ۱۲ | ایبین | آریین |
| ۴۴۲ | ۲ | مخالف | متالف |
| ۴۴۶ | ۵ | نیت | بنت |
| ۴۴۸ | ۱ | جو | جا |
| ۴۵۰ | ۱۲ | اُسے | مجھے |
| " | ۱۷ | یہ ا | × |
| ۴۵۴ | ۲۱ | Mislion | Mission |
| | | رپرٹرز | ۔ پرٹرز |
| ۴۵۶ | ۱۹ | تو ایسی تھی | اس قدر منہدم ہوگئی تھی کہ |
| ۴۵۸ | ۱۶ | سے | کی |
| ۴۵۹ | ۱۰ | ورزش موسیقی | ورزش اور موسیقی |
| ۴۶۵ | ۷ | نہ | کہ |
| ۴۶۷ | ۱ | جس | اس |
| " | " | جبر یا بہان | جو با بہان |
| ۴۶۹ | ۱۳ | بختیاری | اہل باختر |
| ۴۷۳ | ۹ | اکپ | آلپ |

| صفحہ | سطر | غماط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴۷۵ | ۱۲ | جر بلخ | جو بلخ |
| ۴۷۷ | ۳ | شیگل | شپیگل |
| ۴۸۴ | ۱۵ و ۱۶ | Leffman : Gesch. des | Leffmann: Geschichte des alten Indiens |
| | | برلن | برلن |
| ۴۸۵ | ۸ | نیزرو | تیزرو |
| " | ۲۰ | ہیرراوتیس | ہیدراؤتیس |
| ۴۹۳ | ۵ | چناب | چناب |
| ۴۹۸ | ۲۴ | Mithra-dite | Mithri-date |
| ۵۰۵ | ۱ | سکافور | نکافورہ |
| ۵۲۱ | ۲۳ | Beiches | Reiches |
| ۵۲۲ | ۱۸ | اُس | ایک |
| ۵۲۶ | ۱۸ | عزہ | غزہ |
| ۵۳۳ | ۱۱ | نسطاکلیس | تمسطاکلیس |
| ۴۴۵ | ۲۰ | یورپ | یوروپی |
| ۵۴۸ | ۱۵ | Dicht-ang | Dicht-ung |
| ۵۵۱ | ۲۰ | سالیانہ | سالنامہ |
| ۵۵۴ | ۸ | پھل | چل |
| ۵۶۹ | ۲۲ | antica=della | antica della |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴۶۹ | ۲۳ | صوبہ | صوبۂ نیپلز |
| ۵۷۱ | ۹۱ | سکوکیات | مسکوکیات |
| ۵۷۵ | ۱۹ | مطلوب | مراد |
| ۵۷۷ | ۱۳ | تھورنی | تھورئی |
| ۵۸۰ | ۷ | سنہ | سر |
| ۵۸۱ | ۱۰ | تاریخ کے | تاریخی |
| ۵۸۳ | ۱ | ایتھنز | ایتھنزی |
| ۵۹۰ | ۳ | آمفسا | امفسا |
| ، ، | ۷ | بتاتا | بتانا |
| ۵۹۱ | ۱۶ | اپنی آواز | جو اپنی آواز |
| ، ، | ۱۷ | تھا | ہے |
| ۵۹۷ | ۱۳ | نہ تھی | نہیں |
| ۶۰۱ | ، ، | Pauby | Pauly |
| ، ، | ۲۴ | نقشہ | تمشہ |
| ۶۱۰ | ۱۰ | والی | وائی |
| ۶۱۳ | ۱۵و۱۹ | مولوسیوم | موسولیوم |
| ۶۱۷ | ۱۲ | لٹوسین | لوسیئن |
| ۶۲۷ | ۲۴ | کیف ناؤزری | کیف ناؤوزرہی |
| ۶۲۸ | ۱ | دعاوی | دعاوئی |
| ۶۳۰ | ۱۸ | الی | یونانی |
| ۶۳۴ | ۱۶ | سکاروائیوں | کارروائیوں |

## اصطلاحات

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۱ | ۰ | Bond | Band |
| ۲ | ۰ | Masler-piece | Master-piece |
| ، ، | ۰ | متقفیٰ | مقفّی |

## اعلام

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲ | ۰ | ارخوزیہ | اراخوزیہ |
| ۳ | ۰ | اکیسوس | اکسیوس |
| ۵ | ۰ | کلیاندرریداس | کلیاندریداس |
| ، ، | ، ، | کلومنیس | کلیومنیس |
| ، ، | ۰ | کرلے ندیس | کرے ندیس |
| ۸ | ۰ | Helycus | Halycus |
| ، ، | ۰ | ہی پرلوبوس | ہی پربولوس |
| ۹ | ۰ | لیسہ | لیسیہ |
| ، ، | ۰ | نی سیاس | لی سیاس |
| ۱۳ | ، ، | Phoeincians فیقی | Phoenicians فنیقی |
| ، ، | ۰ | چھورو؛ Porous | پچھورو؛ خورمنہدی Porus |